نعمۃ الباری
فی
شرح صحیح البخاری

مصنف

علامہ غلام رسول سعیدی

ناشر

فرید بک سٹال

۳۸ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمۃ الباری
فی
شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء رابع

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعْمَةُ الْبَارِی فِی شَرْحِ صَحِیْحِ الْبُخَارِی

جلد چہارم

الاحادیث: ۲۳۵۰ ——— ۱۶۰۷

کتاب الحج، کتاب العمرۃ، کتاب المحصر و جزاء الصید، کتاب جزاء الصید، کتاب فضائل المدینۃ، کتاب الصوم، کتاب التراویح، کتاب فضل لیلۃ القدر، کتاب الاعتکاف، کتاب البیوع، کتاب السلم، کتاب الشفعۃ، کتاب الاجارۃ، کتاب الحوالات، کتاب الکفالۃ، کتاب الوکالۃ، کتاب المزارعۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸- اردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : ربیع الثانی 1431ھ / مارچ 2010ء
الطبع الثالث : محرم الحرام 1435ھ / نومبر 2013ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، محمد اشتیاق
: حافظ اختر حبیب اختر
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : -/760 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد چہارم)

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ربّ العالمين' الّذی جعلنا من المسلمين' ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين' وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلٰوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغرالمحجلين' الذی شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم' وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين' وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم' وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين' وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فی شرح الصحيح للامام البخاری (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى.(تقبله الله بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ بالله من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل' فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلى والدى وان اعمل صالحًا ترضه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیامِ قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۸ - بَابُ اِسْتِلَامِ الرُّکْنِ بِالْمِحْجَنِ — لاٹھی سے حجر اسود کی تعظیم کرنا

اس عنوان میں ''الْمِحْجَن'' کا لفظ ہے' ''الْمِحْجَن'' اس لاٹھی کو کہتے ہیں جو آخر سے ٹیڑھی ہو۔

۱۶۰۷ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَّيَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرٍ، يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ. تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنِ ابْنِ اَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح اور یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا' آپ حجر اسود کو ایک چھڑی لگا کر اس کو چوم رہے تھے۔ الدراوردی نے یونس کی متابعت کی' اپنے بھتیجے الزہری سے از عم خود۔

[اطراف الحدیث: ۱۶۱۲ـ ۱۶۱۳ـ ۱۶۳۲ـ ۵۲۹۳]

(صحیح مسلم: ۱۲۷۲' الرقم المسلسل: ۲۹۶۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۷' سنن ترمذی: ۸۶۵' سنن نسائی: ۲۹۵۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۴' سنن داری: ۱۸۴۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۴ـ ۲۷۲۲' صحیح ابن حبان: ۳۸۲۵' المعجم الکبیر: ۱۱۹۵۵' شرح السنۃ: ۱۹۰۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۷۸' ج ۴ ص ۲۰۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۸۷۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن صالح ابو جعفر' یہ ذوالقعدہ ۲۴۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن سلیمان ابو سعید الجعفی (۳) عبد اللہ بن وہب (۴) یونس بن یزید (۵) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۶) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود (۷) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۶۲)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ حجر اسود کو ایک چھڑی لگا کر اس کو چوم رہے تھے۔

لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کی حکمت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مرض کی وجہ سے لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے' اس وقت آپ بیمار تھے' آپ نے اپنی سواری پر طواف کیا' جب بھی آپ حجر اسود پر آتے تو لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کرتے' پھر جب آپ طواف سے فارغ ہو گئے تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۸۱)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے' آپ لاٹھی حجر اسود کو لگا کر پھر اسے بوسا دیتے' پھر آپ صفا اور المروۃ پر گئے اور اپنی سواری پر سات طواف کیے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۹' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۹)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اسود کو اپنا ہاتھ نہیں لگایا کیونکہ آپ بیمار تھے یا اس وجہ سے ہاتھ نہیں لگایا کہ آپ سواری پر تھے اور اس حالت میں اگر آپ حجر اسود کو ہاتھ لگاتے تو طواف کرنے والوں کو تنگی اور دشواری ہوتی اور آپ کے اونٹ سے ان کو ایذاء پہنچتی' اس وجہ سے آپ نے اپنی لاٹھی سے حجر اسود کو مَس کیا' پھر اس کو بوسا دیا۔

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم اس لیے کی تھی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حجر اسود کی تعظیم کرنا فرض نہیں ہے بلکہ یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے مخاطب ہو کر کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسا دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسا نہ دیتا۔

علامہ طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کو بوسا دینے کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر طواف کرتے ہوئے لاٹھی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے حتیٰ کہ لاٹھی کو حجر اسود کے ساتھ لگاتے' پھر اللہ اکبر پڑھتے' پھر لاٹھی کی اس جگہ کو بوسا دیتے جو حجر اسود کے ساتھ مَس ہوتی۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی علّت تلاش کرنے کی بجائے آپ کی اتباع کی نیت سے اس پر عمل کرنا چاہیے

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا تھا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسا دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسا نہ دیتا' اس کا معنی یہ ہے کہ اُمورِ دین میں بحث نہیں کرنی چاہیے اور حکم کی علت معلوم کرنے کے درپے نہیں ہونا چاہیے اور حکم تسلیم کرنا چاہیے اور جس حکم کی ہمیں وجہ معلوم نہ ہو' اس پر حسن وخوبی سے عمل کرنا چاہیے' اسی طرح حضرت عمر نے رمل کے متعلق کہا کہ رمل کو اس لیے مشروع کیا تھا کہ کفار کے طعنہ کو دور کیا جائے' اب اگرچہ وہ وجہ نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ اب بھی رمل کیا جاتا رہے۔ اسی طرح جمعہ کے غسل کے حکم کی وجہ یہ ہے کہ ہفتہ بھر محنت مشقت کا کام کرنے اور جسم پر گرد وغبار پڑنے کی وجہ سے جو میل کچیل آ جاتا ہے اور پسینہ آنے کی وجہ سے جو جسم سے بدبو آنے لگتی ہے' اس کا ازالہ کیا جائے' تاہم اگر یہ وجہ نہ ہو تو تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے اور آپ کے فعل کی اتباع کی نیت سے ہر جمعہ کو غسل کرنا چاہیے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۶۹۔ ج ۳ ص ۵۰۲ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح میں اونٹ پر طواف کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔

۵۹ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَسْتَلِمْ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَّيْنِ

جس نے صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی

یعنی جس نے صرف دو رکن یمانی کی تعظیم کی اور رکن شامی اور عراقی کی تعظیم نہیں کی۔

۱۶۰۸ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ أَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِّنَ الْبَيْتِ؟ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور محمد بن بکر نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی از ابوالشعثاء' انہوں نے کہا کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو کون ترک

الْاَرْكَانَ' فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّهُ لَا يُسْتَلَمُ هٰذَانِ الرُّكْنَانِ! فَقَالَ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا. وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ.

کرے گا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے (خواہ ارکانِ یمانیہ ہوں یا ارکانِ شامیہ اور عراقیہ)۔ ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ان دو رکنوں (شامی اور عراقی) کی تعظیم نہیں کی جاتی' تو حضرت معاویہ نے کہا کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا' اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما (بھی) تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔

١٦٠٩ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ اَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَّيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو رکن یمانی کے سوا کعبہ کے اور کسی کونے کی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶ میں گزر چکی ہے۔

کعبہ کے ارکان (کونوں) کی تعظیم کے متعلق مذاہب فقہاء

کعبہ کے ارکان (کونوں) کی تعظیم میں دو مذہب ہیں:

(۱) حضرت معاویہ' حضرت عبد اللہ بن الزبیر' حضرت جابر بن زید' عروہ بن الزبیر اور حضرت سوید بن غفلہ کا یہ مذہب ہے کہ کعبہ کے تمام ارکان کی تعظیم کی جائے گی۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ' حضرت الحسن' حضرت الحسین اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی جائے گی۔ ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ یہ دو رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے کعبہ کی بنیادوں پر ہیں۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اکثر اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ رکن شامی اور رکن عراقی کی تعظیم نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ قریش کے بنائے ہوئے کعبہ کی بنیادوں کے کونے ہیں اور اصل کعبہ کے درمیان میں ہیں اور در حقیقت وہ کعبہ کے کونے نہیں ہیں۔

کعبہ کے ارکان کی تعظیم کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ آئے تو آپ نے صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی اور ان کے علاوہ ارکان کی تعظیم نہیں کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۱۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' صحیح البخاری: ۱۶۰۹-۱۶۰۶' صحیح مسلم' کتاب الحج: ۲۴۵-۲۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۶۹-۱۸۷۱' سنن نسائی: ۲۹۳۲-۲۹۴۷' ۳۳۳۲-۳۳۳۳)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیوخ میں سے حضرت ابن عباس' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم کو پایا' وہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرتے تھے اور ان کے علاوہ کسی رکن کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۱۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بن عبدالاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہ کو دیکھا' وہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۲۲۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۹۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یعلیٰ بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو حجر اسود کی تعظیم کی' اور حضرت یعلیٰ بن امیہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے' پس ان سے حضرت عمر نے کہا: اے یعلیٰ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں تمام ارکان کی تعظیم کر رہا ہوں' کیونکہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا' پس حضرت عمر نے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف حجر اسود کی تعظیم کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پس کیا آپ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نمونہ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۲۲۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۹۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد بہت کم حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کو ترک کرتے تھے مگر طواف کے طاق چکر میں ان کی تعظیم کر لیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۲۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۹۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا' وہ بیت اللہ کے تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۲۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۹۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یحییٰ بن عباد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن الزبیر کو دیکھا' انہوں نے اسی طرح کیا اور کہا کہ کعبہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۲۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۹۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ جابر بن زید نے کہا: بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۲۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۹۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ عروہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے اور اپنا پیٹ' پشت اور پہلو بیت اللہ کے ساتھ ملاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۲۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۹۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٦٠ - بَابُ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ

حجر اسود کو بوسا دینا

١٦١٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ قَالَ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ، وَقَالَ لَوْ لَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسا دیا اور کہا: اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۹۷ میں گزر چکی ہے۔

١٦١١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ [illegible]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از الزبیر بن عربی'

تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ. قَالَ قُلْتُ اَرَاَيْتَ اِنْ زُحِمْتُ؟ اَرَاَيْتَ اِنْ غُلِبْتُ؟ قَالَ اِجْعَلْ اَرَاَيْتَ بِالْيَمَنِ، رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُ فِيْ كِتَابِ اَبِيْ جَعْفَرٍ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ كُوْفِيٌّ وَّالزُّبَيْرُ بْنُ عَرَبِيٍّ بَصْرِيٌّ.

انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کی تعظیم کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کو بوسا دیتے تھے' اس نے کہا: یہ بتائیں کہ اگر میں لوگوں کے ہجوم میں ہوں یا چومنے سے عاجز ہو جاؤں تو کیا کروں؟ حضرت ابن عمر نے کہا: تم اپنے اگر مگر کو یمن میں رکھو' میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کی تعظیم کرتے تھے اور اس کو بوسا دیتے تھے' اور محمد بن یوسف الفربری نے کہا: میں نے ابوجعفر کی کتاب میں دیکھا' امام بخاری نے کہا: زبیر بن عدی کوفی ہے اور الزبیر بن عربی بصری ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۶ میں گزر چکی ہے۔

صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں رائے اور قیاس پر عمل کرنے کی مذمت جب کہ اس کے معارض دیگر احادیث نہ ہوں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تم اپنے اگر مگر کو یمن میں رکھو' کیونکہ وہ سائل یمن کا رہنے والا تھا' حضرت ابن عمر کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم سنت کے طالب ہو تو رائے اور قیاس کو ترک کر دو' اور حدیث کے مقابلہ میں اگر مگر کے ساتھ قیاس سے معارضہ نہ کرو' حضرت ابن عمر نے یہ سمجھا تھا کہ شاید وہ سائل لوگوں کے ہجوم کو عذر بنا کر حجر اسود کی تعظیم کو ترک کرنا چاہتا ہے ورنہ قرآن وسنت میں کسی حکم کی علت کو معلوم کرنا ممنوع نہیں ہے' مثلاً تمتع کرنا قرآن اور سنت سے ثابت ہے مگر حضرت عمر اور حضرت عثمان تمتع سے منع کرتے تھے کیونکہ ان کی رائے میں تمتع کرنا حجۃ الوداع میں صحابہ کے ساتھ خاص تھا یا جیسے احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا مگر فقہاء احناف کے نزدیک یہ جمع صوری پر محمول ہے' یا جیسے قرآن مجید میں حکم ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا. اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور چپ رہو۔ (الاعراف: ۲۰۴)

اور حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۸۵۰' سنن دارقطنی: ۱۲۵۰' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۸۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قراءت کرے؟ تو وہ فرماتے: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لیے کافی ہے۔ نافع نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے (یہ حدیث صحیح ہے)۔ (موطأ امام مالک' کتاب الصلوٰۃ: ۴۳' سنن دارقطنی: ۱۴۸۸' موطأ امام محمد ص ۹۴)

قرآن اور سنت کے اس واضح حکم کے باوجود امام شافعی' امام احمد اور غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنا

واجب ہے' اس کے باوجود علماء غیر مقلدین کی دیدہ دلیری دیکھئے' شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ' صحیح البخاری کی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ وحید الزمان کا فقہاء احناف پر تبرا

یعنی آں حضرت کی سنت پر چل' اب اس میں چہ مہ گوئیاں اور اگر مگر نکالنا کیا واہیات بات ہے' اہل بدعت کی یہی عادت ہے حدیث شریف بیان کرو تو لغو عذرات پیش کرتے ہیں' اگر ایسا ہو' مگر ویسا ہو' عبداللہ بن عمر نے اس پر انکار کیا' ایمان کی نشانی یہ ہے کہ جہاں حدیث شریف سنی بس فوراً اس پر عمل کرنا شروع کر دے' سارا زمانہ اس کے خلاف بکتا رہے' اگر حدیث شریف پر عمل کرنے کی وجہ سے کوئی وہابی کہے کوئی غیر مقلد' تو اپنے حق میں نعمت غیر مترقبہ سمجھے' یہ دولت کس کو نصیب ہوتی ہے کہ یہ حدیث پر عمل کرنے میں ایذاء اور تکلیف اٹھائے' اللہ کی راہ میں گالیاں یا مار کھانا' ان ذلیل ٹٹ پونجیئے' دنیا کے بادشاہوں اور نوابوں کی لاکھوں خطاب اور خلعت سے زیادہ بیش بہا اور قابل قدر ہے۔ ذالك فضل اللّٰه يوتيه من يشاء. (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۵۱' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

گویا شیخ وحید الزمان اور دیگر غیر مقلدین حدیث شریف سنتے ہی اس پر عمل کرتے ہیں' پھر صدیوں سے غیر مقلدین درج ذیل احادیث پر کیوں عمل نہیں کر رہے؟

جن صحیح احادیث پر علماء غیر مقلدین نے عمل نہیں کیا

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں اور انہوں نے صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۵۷' مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸' طبع کراچی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں' نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱' طبع کراچی)

ایسی احادیث کی بہت بڑی تعداد ہے جن پر غیر مقلدین عمل نہیں کرتے اور اگر مگر کرتے ہیں' لیکن شیخ وحید الزمان اور ان کے موافقین کو آئینہ دکھانے کے لیے یہ تین مثالیں کافی ہیں۔

٦١ - بَابُ مَنْ اَشَارَ اِلَى الرُّكْنِ اِذَا اَتٰى اِلَيْهِ

جب کوئی شخص حجر اسود کے پاس جائے تو اس کی طرف اشارہ کرے

١٦١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ' كُلَّمَا اَتٰى عَلَى الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا' آپ جب بھی حجر اسود کے پاس آتے تو

اس کی طرف اشارہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٢ - بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرُّكْنِ

حجر اسود کے پاس اللہ اکبر کہنا

١٦١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيرٍ، كُلَّمَا اَتَى الرُّكْنَ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهٗ وَكَبَّرَ. تَابَعَهٗ اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا آپ جب بھی رکن کے پاس آتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے جو آپ کے پاس ہوتی اور اللہ اکبر پڑھتے۔ ابراہیم بن طہمان نے خالد بن عبد اللہ کی متابعت کی از خالد الحذاء۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ، قَبْلَ اَنْ يَّرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهٖ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّفَا

جو شخص مکہ میں آئے تو وہ اپنے گھر لوٹنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے' پھر دو رکعت نماز پڑھے' پھر صفا کی طرف جائے

یعنی جو شخص مکہ میں آئے اور وہ مسجد حرام میں داخل ہو تو وہ کسی اور کام میں مشغول ہونے سے پہلے طواف سے ابتداء کرے اور حجر اسود کا قصد کرے اور یہ مسجد حرام کی تحیت ہے' پھر طواف سے ابتداء کرنا ہر شخص کے لیے مستحب ہے' خواہ وہ محرم ہو یا نہ ہو' ہاں! اگر اسے یہ خطرہ ہو کہ کسی فرض نماز کا وقت نکل جائے گا یا جماعت چھوٹ جائے گی یا وقت میں گنجائش اور وسعت ہو اور اس پر قضاء نمازیں ہوں تو وہ ان کو طواف پر مقدم کرے گا اور اس طواف کا نام طواف قدوم ہے' اور یہ سنت ہے' سو اگر اس نے اس کو ترک کر دیا تو اس کا حج درست ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے مگر اس کی فضیلت فوت ہو جائے گی۔ امام شافعی کا ایک شاذ قول یہ ہے کہ اس کے ترک سے دم لازم آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦١٤، ١٦١٥ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ، قَالَ فَاَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ، ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ حَجَّ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِثْلَهٗ. ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی از ابن وہب' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمٰن' اس کا میں نے عروہ سے ذکر کیا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) آئے تو جس چیز کے ساتھ آپ نے سب سے پہلے ابتداء کی' وہ یہ تھی کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے طواف کیا' پھر (اس طواف) سے عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح

تَعَالٰی عَنْهُ، فَأَوَّلُ شَیْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ. ثُمَّ رَأَیْتُ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارَ یَفْعَلُوْنَهٗ، وَقَدْ اَخْبَرَتْنِیْ اُمِّیْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِیَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَیْرُ، وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا.

[اطراف الحدیث: ۱۶۴۱۔ ۱۶۴۲۔ ۱۷۹۶] (صحیح مسلم: ۱۲۳۵، الرقم المسلسل: ۲۸۹۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۹۹)

حج کیا' پھر عروہ نے کہا: میں نے اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' انہوں نے بھی جو کام سب سے پہلے کیا وہ طواف تھا' پھر میں نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار بھی اسی طرح کرتے تھے' اور مجھ سے میری والدہ (حضرت اسماء رضی اللہ عنہا) نے بیان کیا کہ انہوں نے اور ان کی بہن حضرت عائشہ اور حضرت زبیر نے اور فلاں فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر جب انہوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی (اور صفا اور المروۃ کی سعی کر لی اور سر منڈا لیا یا بال تراش لیے) تو اس وقت انہوں نے احرام کھول دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج' عنقریب ان کا تذکرہ گزر ا ہے (۲) عبد اللہ بن وہب' ان کا تذکرہ کئی بار گزر چکا ہے (۳) عمرو بن الحارث (۴) محمد بن عبد الرحمان ابو الاسود النوفلی' یہ یتیم عروہ کے نام سے معروف ہیں (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۷۰)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ میں) آئے تو جس چیز کے ساتھ آپ نے سب سے پہلے ابتداء کی' وہ یہ تھی کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے طواف کیا۔

صرف طواف قدوم کرنے کے بعد کوئی شخص احرام نہیں کھول سکتا جب تک صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ بیان کرنا ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کرنے کے لیے مکہ میں آئے تو وہ سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا اور المروۃ میں سعی کرے' پس اگر وہ عمرہ کرنے والا ہے تو پھر سر منڈا کر احرام کھول دے اور اگر حج کرنے والا ہے تو اپنے احرام پر برقرار رہے حتیٰ کہ حج کے افعال کے لیے آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ روانہ ہو' اسی لیے امام مالک نے کہا ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو نماز میں مشغول نہ ہو' بلکہ حجر اسود کی تعظیم کرو اور طواف کرو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۶)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام مسلم کی روایت امام بخاری کی اس روایت کی شرح کے حکم میں ہے' امام مسلم کی روایت درج ذیل ہے:

صحیح بخاری کی مختصر روایت کی تفصیل

محمد بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ ایک عراقی نے ان سے کہا کہ عروہ بن الزبیر سے پوچھو کہ جس شخص نے حج کا احرام باندھا' آیا وہ بیت اللہ کے طواف کے بعد احرام کھول سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ وہ احرام نہیں کھول سکتا تو ان سے کہو کہ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ احرام کھول سکتا ہے۔ محمد بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں: میں نے عروہ سے یہ سوال کیا تو انہوں نے کہا: جس شخص نے حج کا احرام باندھا ہے' وہ حج پورا کیے بغیر احرام نہیں کھول سکتا۔ میں نے کہا: ایک شخص کہتا ہے کہ وہ احرام کھول سکتا ہے' عروہ نے کہا: اس شخص نے بری بات کہی' پھر وہ عراقی مجھ سے ملا تو میں نے [illegible] عروہ سے کہو کہ ایک شخص کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ایسا کیا ہے اور حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح کیا ہے' محمد بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں پھر عروہ کے پاس گیا اور ان کو یہ بتایا' انہوں نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا' انہوں نے کہا: کیا بات ہے وہ شخص خود آ کر میرے پاس سوال کیوں نہیں کرتا؟ میرا خیال ہے وہ عراقی ہوگا' میں نے کہا: میں نہیں جانتا' عروہ نے کہا: وہ جھوٹ بولتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا اور مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث سنائی کہ مکہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے وضوء کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا' پھر حج کے سوا کچھ نہیں کیا' پھر حضرت عمر نے بھی اسی طرح کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا' انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا' پھر حضرت معاویہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حج کیا' پھر میں نے اپنے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا' اور میں نے مہاجرین اور انصار کو بھی اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا' وہ اس کے سوا کچھ نہیں کرتے تھے اور سب سے آخر میں' میں نے جس کو حج کرتے ہوئے دیکھا وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے' انہوں نے بھی عمرہ کے بعد حج کے احرام کو نہیں کھولا اور حضرت ابن عمر ان لوگوں کے یہاں موجود ہیں' وہ ان سے سوال کیوں نہیں کرتے؟ اسی طرح جو صحابہ بھی گزر چکے ہیں جب وہ مکہ مکرمہ جاتے تھے تو سب سے پہلے وہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے' پھر وہ احرام نہیں کھولتے تھے اور میں نے اپنی والدہ حضرت اسماء اور اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہے' وہ مکہ پہنچ کر سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتیں اور احرام نہیں کھولتی تھیں اور میری والدہ نے مجھے بتایا کہ وہ' ان کی بہن اور حضرت زبیر اور فلاں فلاں شخص نے فقط عمرہ کیا اور جب انہوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی تو احرام کھول دیا اور عراقی نے اس مسئلہ میں جو کچھ کہا ہے' وہ جھوٹ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۳۵' الرقم المسلسل: ۲۸۹۰)

طواف سے پہلے وضوء کے شرط ہونے میں اختلاف ائمہ اور دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ طواف کرنے سے پہلے وضوء کرنا چاہیے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ وضوء کرنا واجب ہے یا شرط ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ طواف سے پہلے وضوء کرنا شرط نہیں ہے' اگر کسی شخص نے بغیر وضوء کے طواف کر لیا تو اس کا طواف صحیح ہے' اگر یہ طواف قدوم تھا تو وہ کوئی چیز صدقہ کرے گا' اور اگر یہ طواف زیارت تھا تو وہ ایک بکری صدقہ کرے گا اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا کہ طواف کے لیے وضوء کرنا شرط ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حرم میں داخل ہونے والا سب سے پہلے طوافِ قدوم کرے گا اور طوافِ قدوم کرنے والا اس وقت تک احرام نہیں کھول سکتا جب تک صفا اور المروۃ میں سعی نہ کر لے اور حجر اسود کی تعظیم نہ کر لے یعنی اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا تو عمرہ مکمل کرنے سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا اور اگر اس نے حج کا احرام باندھا تھا تو حج کے افعال مکمل کرنے سے پہلے حج کا احرام نہیں کھول سکتا۔ امام بخاری اور امام مسلم کا اس حدیث کو لانے سے یہی مقصد ہے۔

١٦١٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ يَسْعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ انس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حج یا عمرہ کا طواف کیا تو پہلے تین چکر دوڑ کر کیے اور چار چکر معمول کے

وَمَشٰی اَرْبَعَةً، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ، ثُمَّ یَطُوْفُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

مطابق چل کر کیے' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۱۷ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِیَاضٍ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ الطَّوَافَ الْاَوَّلَ، یَخُبُّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ، وَیَمْشِیْ اَرْبَعَةً، وَاَنَّهُ کَانَ یَسْعٰی بَطْنَ الْمَسِیْلِ اِذَا طَافَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

(جامع المسانید لابن جوزی: ۳۴۸۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ میں پہلا طواف کرتے تو تین چکر دوڑ کر کرتے اور چار چکر چل کر کرتے' اور آپ صفا اور المروۃ کے درمیان بطن المسیل (ایک نشیب) میں دوڑ کر جاتے تھے (اب وہاں بطن المسیل کی پہچان کے لیے سبز لائٹیں لگا دی گئی ہیں)۔

٦٤ - بَابُ طَوَافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

عورت کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنے کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ ان کے ساتھ مختلط ہو کر طواف کریں یا بغیر اختلاط کے طواف کریں یا الگ طواف کریں؟

۱۶۱۸ - وَقَالَ لِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ، قَالَ کَیْفَ یَمْنَعُهُنَّ، وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ؟ قُلْتُ اَبَعْدَ الْحِجَابِ اَوْ قَبْلُ؟ قَالَ اِیْ لَعَمْرِیْ، لَقَدْ اَدْرَکْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ. قُلْتُ کَیْفَ یُخَالِطْنَ الرِّجَالَ؟ قَالَ لَمْ یَکُنَّ یُخَالِطْنَ، کَانَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَطُوْفُ حَجْرَةً مِّنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ، فَقَالَتِ امْرَاَةٌ اِنْطَلِقِیْ نَسْتَلِمْ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ، قَالَتْ اِنْطَلِقِیْ عَنْكِ، وَاَبَتْ، فَکُنَّ یَخْرُجْنَ مُتَنَکِّرَاتٍ بِاللَّیْلِ فَیَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ، وَلٰکِنَّ کُنَّ اِذَا دَخَلْنَ الْبَیْتَ قُمْنَ حَتّٰی یَدْخُلْنَ، وَاُخْرِجَ الرِّجَالُ. وَکُنْتُ اٰتِیْ عَائِشَةَ اَنَا وَعُبَیْدُ بْنُ عُمَیْرٍ، وَهِیَ مُجَاوِرَةٌ فِیْ جَوْفِ ثَبِیْرٍ، قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا؟ قَالَ هِیَ فِیْ قُبَّةٍ تُرْکِیَّةٍ، لَهَا غِشَاوَةٌ، وَمَا بَیْنَنَا وَبَیْنَهَا غَیْرُ ذٰلِكَ، وَرَاَیْتُ عَلَیْهَا دِرْعًا مُّوَرَّدًا.

اور مجھ سے عمرو بن علی نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' ابن جریج نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطاء بن ابی رباح نے کہا: تم عورتوں کو (مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے) کیوں کر منع کر سکتے ہو جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے' میں نے پوچھا: حجاب کے بعد یا حجاب سے پہلے؟ عطاء نے کہا: مجھے میری زندگی کی قسم! میں نے اس کو حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد دیکھا ہے' میں نے پوچھا: وہ مردوں سے کیسے مختلط ہوتی تھیں؟ عطاء نے کہا: وہ مردوں سے مختلط نہیں ہوتی تھیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ ہو کر طواف کرتی تھیں مردوں سے مختلط نہیں ہوتی تھیں' ایک عورت نے اُن سے کہا: اے ام المؤمنین! چلیے! حجر اسود کو بوسہ دیں' حضرت عائشہ نے کہا: تم جاؤ! وہ نہیں گئیں' پس ازواج مطہرات رات کو اس طرح نکلتی تھیں کہ پہچانی نہیں جاتی تھیں' پس وہ مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں' لیکن جب وہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہتیں تو باہر کھڑی رہتیں حتیٰ کہ (سب) مرد نکل جاتے' اور میں اور عبید بن

عمیر' حضرت عائشہ کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ ثبیر پہاڑ کے پاس معتکف ہوتی تھیں' میں نے پوچھا: حضرت عائشہ کا حجاب کیسا تھا؟ عطاء نے کہا: وہ ایک ترکی خیمہ میں تھیں جس پر پردہ پڑا ہوا تھا' ہمارے اور ان کے درمیان اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور میں نے ان کو دیکھا' وہ گلابی رنگ کی قمیص پہنے ہوئے تھیں۔

عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنے کی کیفیت اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عطاء بن ابی رباح کا کہنا یہ ہے کہ مردوں نے عورتوں کے ساتھ طواف کیا' ان کی مراد یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں نے ایک وقت میں طواف کیا اور عورتیں مردوں کے ساتھ مختلط نہیں تھیں کیونکہ سنت یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے پیچھے طواف کریں اور ان سے الگ نماز پڑھیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم مردوں کے پیچھے سواری پر طواف کرو۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب خواتین کعبہ کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کریں تو مردوں کو کعبہ سے نکال لیا جائے' کعبہ میں طواف کے برخلاف' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں بیٹھنا بھی طواف کی ایک قسم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پورے حرم میں اعتکاف کرنا جائز ہے' خواہ وہ جگہ مسجد حرام نہ ہو کیونکہ پہاڑ ثبیر مسجد حرام سے خارج ہے اور وہ منیٰ کے راستہ میں ہے۔

اس حدیث میں ''حجرۃ من الرجال'' مذکور ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مردوں سے الگ تھلگ تھیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ وہ ان سے مختلط نہ ہوں' ان کے پیچھے طواف کریں' اور ایسی ہیئت میں رہیں کہ پہچانی نہ جائیں اور رات میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ میں قیام کرنا جائز ہے اور یہ بھی اعتکاف کی ایک قسم ہے' اور اعتکاف کی دو قسمیں ہیں: دن رات کے لیے اعتکاف کرنا اور صرف دن کے لیے اعتکاف کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۱۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ. فَقَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ يُّصَلِّيْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل از عروہ بن الزبیر از حضرت زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سواری پر طواف کرو' پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت صبح کی نماز بیت اللہ ... رہے تھے اور اس وقت آپ ان آیات کی تلاوت

﴿وَالطُّوْرِO وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍO﴾ (الطور:۲-۱). کر رہے تھے: "والطورO وکتب مسطور O" (الطور:۲-۱) پہاڑ طور کی قسم!O اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہےO

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

٦٥ - بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ — طواف میں کلام کرنا

طواف کے دوران کلام کی اباحت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت پائی تھی' اس نے کہا: بیت اللہ میں طواف کرنا نماز ہے' اس لیے اس میں کم سے کم کلام کرو۔ (سنن نسائی:۲۹۱۹)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: طواف میں باتیں کم کرو کیونکہ تم نماز میں ہوتے ہو۔

(سنن نسائی:۲۹۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ہے مگر یہ کہ اللہ نے اس میں تمہارے لیے کلام کو جائز کر دیا ہے' پس جو (اس میں) کلام کرے وہ خیر کے سوا کوئی کلام نہ کرے۔

(المستدرک:۱۶۸۶۔ج ۲ ص ۴۵۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۷' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۲۸' کنز العمال:۱۲۰۰۲)

١٦٢٠ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ الْاَحْوَلُ اَنَّ طَاوُسًا اَخْبَرَهُ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِاِنْسَانٍ' رَبَطَ يَدَهُ اِلٰى اِنْسَانٍ بِسَيْرٍ اَوْ بِخَيْطٍ اَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ' فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ' ثُمَّ قَالَ قُدْهُ بِيَدِهٖ.

[اطراف الحدیث:۱۶۲۱۔۶۷۰۲۔۶۷۰۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان الاحول نے خبر دی' ان کو طاؤس نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے' اسی اثناء میں آپ نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنا ہاتھ تسمہ' دھاگے یا کسی اور چیز سے دوسرے آدمی سے باندھا ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا اور فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر چلو۔

(سنن ابوداؤد:۳۳۰۲' سنن نسائی:۳۸۲۰۔۳۸۱۹' جامع المسانید لابن جوزی:۲۸۸۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفرا ابواسحاق (۲) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمن (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) سلیمان بن ابی مسلم الاحول (۵) طاؤس بن کیسان (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۰۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف کے دوران فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر چلو' اس سے معلوم ہوا کہ طواف کے دوران کلام کرنا جائز ہے۔

طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنے اور ذکر کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات اور غلط کام کی اصلاح کرنے کا ثبوت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اولیٰ یہ ہے کہ انسان طواف کے دوران اپنے دل میں اللہ کا ذکر کرتا رہے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہے اور کوئی ایسا کلام نہ کرے جس کا اس کو آخرت میں نفع نہ ہو' اس کے باوجود ہم مباح کلام کو طواف میں حرام نہیں کہتے' تاہم طواف میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں زیادہ سلامتی ہے کیونکہ جس شخص نے طواف کے دوران ذکر کے علاوہ کوئی اور کلام کیا تو اس کا اسے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں اختلاف ہے' ابن المبارک یہ کہتے تھے کہ قرآن مجید کی تلاوت سے افضل کوئی چیز نہیں ہے اور مجاہد طواف میں قرآن مجید پڑھتے تھے' امام شافعی اور ابوثور نے اس کو مستحب کہا ہے' فقہاء احناف نے کہا ہے کہ دل میں قرآن مجید پڑھے۔ عروہ' حسن بصری اور امام مالک بن انس نے طواف کے دوران قرآن کریم پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ پہلے لوگ طواف میں قرآن کریم نہیں پڑھتے تھے اور اگر اس کو آہستہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور زیادہ قرآن کریم کو نہ پڑھے' عطاء نے کہا: طواف میں قرآن مجید پڑھنا بدعت ہے' ابن المنذر نے کہا: تسبیح پڑھنے سے قرآن مجید پڑھنا افضل ہے' ان میں سے ہر ایک مستحسن ہے۔

جس طرح نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہا جاتا ہے' اسی طرح طواف کے شروع میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور تعظیم کے کلمات پڑھنے چاہئیں اور خضوع اور خشوع کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر مغفرت طلب کرنی چاہیے اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا چاہیے اور دنیاوی باتوں کو ترک کر دینا چاہیے' عروہ بن الزبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے طواف کے دوران کلام کیا تو انہوں نے جواب نہیں دیا' بعد میں جب ان سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابن عمر نے کہا: تم مجھے دورانِ طواف ملے اور ہم اس وقت اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے تھے' اس وجہ سے میں نے تمہاری بات کا جواب نہیں دیا تھا' پھر ان سے بات کی' عروہ نے جو اُن سے سوال کیا تھا وہ مباح کلام تھا لیکن حضرت ابن عمر نے ان کو جواب دینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محترم گھر کا طواف کر رہے تھے اور اس دوران انہوں نے کسی اور سے کلام کرنا اس کی تعظیم کے خلاف سمجھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طواف کرنے والے کا تسمہ کاٹ دیا تھا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ طواف کرنے والے کے لیے معمولی کام کرنا جائز ہے اور اس کو چاہیے کہ جب وہ کوئی غلط کام دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ تسمہ اس لیے کاٹ دیا تھا کہ جانوروں کو لگام ڈال کر چلایا جاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک طواف کرنے والے کے پاس سے گزرے' جس کی ناک میں نکیل ڈال کر چلایا جا رہا تھا تو آپ نے اس کی نکیل کو کاٹ دیا اور فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر چلاؤ۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنے اور ذکر کے متعلق حسب ذیل آثار ہیں:

یحییٰ البکاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو طواف کے دوران قرآن کریم پڑھتے ہوئے سنا' تو اس کو منع کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد کہتے تھے کہ طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے لیکن وہ اللہ کا ذکر کرے' اس کی حمد کرے اور اس کی تکبیر پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بن نافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کیا' وہ طواف کے دوران اللہ کے ذکر سے نہیں تھکتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٦٦ - بَابُ إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهُ

جب آدمی تسمہ یا کوئی بھی ایسی چیز دیکھے جو طواف میں مکروہ ہو تو اُسے کاٹ دے

١٦٢١ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از سلیمان الاحول از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور وہ لگام یا کسی اور چیز سے بندھا ہوا تھا تو آپ نے اس لگام کو کاٹ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٢٠ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابٌ لَّا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ

کوئی شخص برہنہ طواف کرے نہ کوئی مشرک حج کرے

١٦٢٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' یونس نے کہا: ابن شہاب نے بیان کیا: ہمیں حمید بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حج میں بھیجا جس حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کا امیر بنایا تھا' حجۃ الوداع سے پہلے قربانی کے دن ان کو لوگوں کی جماعت کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کریں: سنو! اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٦٩ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کا خلاصہ ذکر کیا جا رہا ہے۔

جزیرہ عرب سے غیر مسلموں کو نکالنے کا حکم اور دورانِ طواف ستر ڈھانپنے میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے دو حکم معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اس سال (٩ھ) کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' آپ نے یہ اعلان اس وقت کرایا جب یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ: ٢٨)

تمام مشرک محض نجس ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے' لہٰذا کسی مشرک کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی حال میں بھی حرم میں داخل ہو۔

اسی طرح اس سال کے بعد اہل ذمہ کے لیے بھی حرم میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری کلام فرمایا' وہ یہ تھا کہ یہود کو ارضِ حجاز سے نکال دو اور اہل نجران (نصاریٰ) کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴' ادارۃ القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۴۴' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۷' صحیح البخاری: ۳۰۵۳' صحیح مسلم: ۱۶۳۷' سنن ابوداؤد: ۳۰۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۷' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۳۷۱' مسند الحمیدی: ۵۲۶' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۶' کنز العمال: ۱۱۰۱۷)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پتلی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو تباہ کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹۶' صحیح مسلم: ۲۹۰۹)

یہ جب ہی ہوگا جب مشرکین حرم میں داخل ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں نہی (یعنی ممانعت) ہے خبر نہیں اور اگر خبر ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ قرب قیامت سے پہلے مشرکین حرم میں داخل نہیں ہوں گے۔

اس حدیث سے دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک کعبہ میں طواف کے دوران ستر ڈھانپنا فرض ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ستر ڈھانپے بغیر بھی طواف ادا ہو جاتا ہے مگر اس پر دم لازم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٨ - بَابٌ إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ جب طواف کے درمیان رک گیا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص طواف کرتے کرتے رک گیا تو وہ کیا کرے؟ آیا اس طواف کو منقطع کرے یا نہ کرے؟

طواف منقطع کرنے کے بعد اسی طواف پر بناء کی جائے یا دوبارہ طواف شروع کرے؟ اس میں اختلاف ائمہ

جمہور کے نزدیک جب طواف کرنے والے کو اثناء طواف میں کوئی چیز عارض ہو جائے اور وہ ٹھہر جائے تو پھر وہیں سے طواف شروع کرے اور دوبارہ از سرِ نو طواف شروع نہ کرے' جب کہ حسن بصری نے کہا کہ جب کوئی شخص طواف کر رہا ہو اور اسی اثناء میں نماز کی اقامت شروع ہو جائے تو وہ طواف کو منقطع کر دے اور از سرِ نو طواف شروع کرے اور اسی طواف پر بناء نہ کرے' ابن المنذر نے کہا: مجھے اس قول کے علاوہ کسی اور قول کا علم نہیں۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا یہ مؤقف ہے کہ اگر کسی شخص کے طواف کے دوران نماز کی اقامت شروع ہو جائے تو وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی طواف پر بناء کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' النخعی' عطاء' ابن المسیب اور طاؤس سے یہی روایت ہے۔ امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

شرح المہذب میں مذکور ہے کہ اگر اثناء طواف میں جنازہ آ جائے تو امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک طواف کو مکمل کرنا افضل ہے۔ عطاء اور عمرو بن دینار کا بھی یہی قول ہے' ابوثور نے کہا: وہ طواف سے باہر نہ آئے اور اگر وہ طواف سے نکل گیا تو دوبارہ طواف شروع کرے۔ امام ابوحنیفہ اور حسن بن صالح نے کہا: وہ جنازہ پڑھنے کے لیے طواف سے باہر آ جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ' فِيمَنْ يَطُوفُ فَتُقَامُ الصَّلَاةُ أَوْ ... اور عطاء نے کہا: جو شخص طواف کر رہا ہو اور اسی اثناء میں نماز

یُدْفَعُ عَنْ مَّکَانِهٖ اِذَا سَلَّمَ یَرْجِعُ اِلٰی حَیْثُ قُطِعَ عَلَیْهِ فَیَبْنِیْ. وَیُذْکَرُ نَحْوُهٗ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ.

کی اقامت کہی جائے یا اس کو وہاں سے ہٹا دیا جائے تو وہ سلام پھیرنے کے بعد لوٹ آئے اور وہیں سے طواف شروع کرے جہاں سے منقطع کیا تھا اور اسی طواف پر بناء کرے اسی کی مثل حضرت ابن عمر اور حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

اس تعلیق کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبد الرحمان بن ابو بکر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں عمرو بن سعید کی امارت میں طواف کیا' اسی اثناء میں عمرو بن سعید نے نماز پڑھانی شروع کر دی' حضرت عبد الرحمٰن نے کہا: مجھے مہلت دو حتیٰ کہ میں طواف کو طاق عدد پر روکوں' پھر انہوں نے تین چکروں پر طواف کو ختم کیا' اس کے بعد انہوں نے ان چکروں کو دہرایا نہیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۹۰۳۱)

کثیر بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کیا' پھر نماز نے ان کے طواف کو منقطع کر دیا اور ابھی ان کے دو چکر باقی تھے' پھر سعید نے ان دو چکروں کو نہیں دہرایا اور بقیہ پانچ چکر طواف کیا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۹۰۳۲)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے سلیمان احول نے خبر دی کہ انہوں نے ابو الشعثاء کے ساتھ طواف کیا' ابھی ان کے چند چکر باقی تھے کہ نماز نے ان کے طواف کو منقطع کر دیا تو بعد میں انہوں نے ان چکروں کو نہیں دہرایا اور پانچ چکر کے بعد اپنا طواف مکمل کر لیا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۹۰۳۳)

امام بخاری نے اس عنوان کے بعد کوئی حدیث ذکر نہیں کی' اور عطاء' حضرت ابن عمر اور حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر کے آثار کے ذکر کو کافی سمجھ لیا۔

٦٩ - بَابٌ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِسُبُوْعِهٖ رَکْعَتَیْنِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھی

وَقَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یُصَلِّیْ لِکُلِّ سُبُوْعٍ رَّکْعَتَیْنِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بیت اللہ کے سات چکر لگاتے' پھر بیت اللہ میں داخل ہو کر دو رکعت طواف کی نماز پڑھتے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۹۰۶۳)

وَقَالَ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اُمَیَّةَ قُلْتُ لِلزُّهْرِیِّ اِنَّ عَطَاءً یَّقُوْلُ تُجْزِئُهُ الْمَکْتُوْبَةُ مِنْ رَّکْعَتَیِ الطَّوَافِ؟ فَقَالَ السُّنَّةُ اَفْضَلُ' لَمْ یَطُفِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُبُوْعًا قَطُّ اِلَّا صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ.

اور اسماعیل بن امیہ نے بیان کیا کہ میں نے الزہری سے کہا کہ عطاء یہ کہتے ہیں کہ فرض نماز طواف کی دو رکعتوں سے کافی ہیں؟ انہوں نے کہا: سنت افضل ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی طواف کے سات چکر لگائے تو دو رکعت نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

معمر بیان کرتے ہیں کہ الزہری سے یہ کہا گیا کہ فرض نماز' طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز سے کفایت کرتی ہے' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی طواف کے سات چکر لگائے اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۹۰۵۷)

۱۶۲۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلٰى امْرَأَتِهِ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ صَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو، انہوں نے کہا: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ آیا کوئی شخص اپنے عمرہ میں صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر سکتا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے، آپ نے بیت اللہ میں سات بار طواف کیا، پھر آپ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی اور کہا: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۲۴ - قَالَ وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ لَا يَقْرَبُ امْرَأَتَهُ حَتّٰى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور عمرو بن دینار نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتیٰ کہ صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۷۰ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطُفْ حَتّٰى يَخْرُجَ إِلٰى عَرَفَةَ وَيَرْجِعَ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ

جو شخص طوافِ قدوم کے بعد پھر کعبہ کے نزدیک نہیں گیا اور حج کرنے میدانِ عرفات چلا گیا

یعنی جس شخص نے طوافِ قدوم کے بعد پھر کوئی اور طواف نہیں کیا اور حج کرنے چلا گیا۔

۱۶۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتّٰى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے، پس آپ نے طواف کیا اور صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی اور اس طواف کے بعد کعبہ کے قریب نہیں گئے حتیٰ کہ عرفات سے لوٹ آئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۴۵ میں گزر چکی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ طوافِ قدوم کے بعد اور کوئی طواف نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص طوافِ قدوم کے بعد نفلی طواف کرے گا تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طوافِ قدوم کے بعد اور کوئی طواف اس لیے نہیں کیا تھا کہ کوئی شخص اس طواف کو واجب نہ سمجھ لے اور آپ اپنی امت پر تخفیف چاہتے تھے۔

۷۱ - بَابُ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

طواف کی دو رکعتوں کو حرم سے باہر پڑھنا

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ طواف کی دو رکعت پڑھنے کے لیے کوئی جگہ معین نہیں ہے بلکہ طواف کرنے والا جس جگہ چاہے یہ دو رکعت پڑھ سکتا ہے' ہر چند کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ان دو رکعتوں کا پڑھنا افضل ہے۔

وَصَلَّى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ نے حرم سے باہر طواف کی دو رکعت پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عبدالرحمن بن عبد القاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے ساتھ کعبہ میں صبح کی نماز کے بعد طواف کیا' حضرت عمر نے طواف مکمل کرنے کے بعد آسمان کی طرف دیکھا تو سورج نظر نہیں آیا' پھر وہ سواری پر سوار ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے مقام ذی طویٰ میں اپنا اونٹ بٹھایا اور پھر طواف کی دو رکعت پڑھیں۔ (سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۱' نشر السنۃ' ملتان)

۱۶۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ زَيْنَبَ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . ح. وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ زَكَرِيَّا الْغَسَّانِيُّ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ' وَاَرَادَ الْخُرُوْجَ' وَلَمْ تَكُنْ اُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ' وَاَرَادَتِ الْخُرُوْجَ' فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَطُوْفِيْ عَلٰى بَعِيْرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ. فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ' فَلَمْ تُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبدالرحمان از عروہ از زینب از حضرت ام سلمہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی (ح) اور مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا الغسانی نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مکہ میں تھے اور آپ مکہ سے روانہ ہونے کا ارادہ فرما رہے تھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور وہ (بھی) نکلنے کا ارادہ کر رہی تھیں تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب صبح کی نماز کی اقامت کہی جائے اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوں' اس وقت تم اپنے اونٹ پر طواف کر لینا' حضرت ام سلمہ نے اسی طرح کیا' پس نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ وہ حرم سے نکل گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ نے مسجد حرام سے نکلنے کے بعد طواف کی دو رکعت خارج از حرم پڑھیں' اس سے معلوم ہوا کہ طواف کی دو رکعت نماز کے لیے کوئی جگہ معین نہیں ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ام سلمہ کو حرم سے باہر دو رکعت طواف پڑھنے پر برقرار نہ رکھتے' کیونکہ اسماعیلی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت ام سلمہ نے کہا: پس میں نے اس طرح کیا اور میں نے اس وقت تک نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ میں مسجد حرام سے نکل گئی' پھر میں نے دو رکعت طواف پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۷-۳۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۲ - بَابُ مَنْ صَلّٰی رَكْعَتَیِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ

جس نے طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھیں

۱۶۲۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ سَبْعًا، وَصَلّٰی خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَیْنِ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِلَی الصَّفَا، وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے، پس آپ نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور مقام کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا کی طرف نکلے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۳)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۷۳ - بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ

صبح اور عصر کے بعد طواف کرنا

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعت نماز کا حکم۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یُصَلِّیْ رَكْعَتَیِ الطَّوَافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب تک سورج طلوع نہیں ہوتا تھا طواف کی دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۹)

وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، فَرَكِبَ حَتّٰی صَلَّی الرَّكْعَتَیْنِ بِذِیْ طُوًی.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مقام ذی طویٰ میں طواف کی دو رکعت پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عبدالرحمان بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے صبح کی نماز کے بعد حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ طواف کیا، جب حضرت عمر نے طواف کر لیا تو (آسمان کی طرف) دیکھا تو انہوں نے سورج کو طلوع ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، پس انہوں نے اپنا اونٹ مقام ذی طویٰ میں بٹھایا، پھر انہوں نے دو رکعت سنت طواف پڑھی۔ (موطأ امام مالک، کتاب الحج: ۱۱۷۔ ج ۱ ص ۲۳۹، المكتبة التوفيقيه)

۱۶۲۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ، عَنْ حَبِیْبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ نَاسًا طَافُوْا بِالْبَیْتِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَعَدُوْا اِلَی الْمُذَكِّرِ، حَتّٰی اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا یُصَلُّوْنَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الحسن بن عمر البصری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از حبیب از عطاء از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا، پھر وہ واعظ کے پاس بیٹھ گئے حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہو گیا تو وہ اٹھ کر طواف کی دو ...

كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلٰوةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ.

بیٹھے رہے اور جب وہ ساعت آئی جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے تو پھر یہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

١٦٢٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ سورج کے طلوع اور سورج کے غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

١٦٣٠ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ' هُوَ الزَّعْفَرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ' قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رُفَيْعٍ قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَطُوْفُ بَعْدَ الْفَجْرِ' وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی' وہ الزعفرانی ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبیدہ بن حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن رفیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ فجر کے بعد طواف کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

١٦٣١ - قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَرَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ' وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا إِلَّا صَلَّاهُمَا.

عبدالعزیز نے کہا: اور میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور وہ یہ خبر دیتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے پاس آئے تو انہوں نے یہ دو رکعت نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۹۰ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری چیزوں کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

فجر اور عصر کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعتوں کے پڑھنے میں مذاہب فقہاء

فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے' فقہاء احناف کے نزدیک یہ ممانعت عام ہے اور طواف کی دو رکعتوں کو بھی شامل ہے' صحیح بخاری کی احادیث ۱۶۲۹ اور ۱۶۳۰ سے امام شافعی اور امام احمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد بھی طواف کی دو رکعتوں کو پڑھنا جائز ہے اور جن احادیث میں فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد نفل پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ان سے طواف کی دو رکعتیں مستثنیٰ ہیں' جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف کی دو رکعتوں کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس مسئلہ میں اختلاف صحابہ کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف کی دو

رکعتوں کو پڑھتے تھے (جیسا کہ اس باب کی پہلی تعلیق میں اس کی تصریح ہے)۔ عطاء' طاؤس' القاسم اور عروہ کا یہی قول ہے اور امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس بیت میں کسی کو طواف سے منع نہ کرو اور وہ دن اور رات کے جس وقت میں چاہے نماز پڑھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۹۴' سنن ترمذی: ۸۶۸' سنن نسائی: ۲۹۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۵)

الفضل بن یعقوب نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنو عبد مناف! کسی کو منع نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد ص ۳۵۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور امام بخاری نے دوسری تعلیق میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا اور دو رکعت طواف نہیں پڑھیں اور جب وہ ذی طویٰ (طائف کے راستہ میں ایک وادی) میں پہنچے تو سورج کے طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ثوری کا یہی مذہب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فجر اور عصر کی نماز کے بعد خصوصیت سے طواف کی دو رکعت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں طواف کی دو رکعتوں کو صبح کی اور عصر کی نماز کے بعد پڑھنا جائز نہیں ہے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کعبہ میں طواف کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم طواف کرتے تھے اور طواف کے شروع اور آخر میں کعبہ کو ہاتھ لگاتے تھے اور ہم صبح کی نماز کے بعد طواف نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور نہ عصر کی نماز کے بعد طواف کرتے تھے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۲۳۲۔ ج ۲۳ ص ۳۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ابوالزبیر مکی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد بیت اللہ خالی ہو جاتا تھا اور اس میں کوئی طواف نہیں کرتا تھا۔ (موطأ امام مالک' کتاب الحج: ۱۱۹۔ ص ۲۴۰' المکتبۃ التوفیقیہ)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام مالک لکھتے ہیں:

جس نے بیت اللہ کے طواف کے چند چکر لگائے' اس کے بعد صبح کی نماز کی یا عصر کی نماز کی اقامت شروع ہو گئی تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھے' پھر اپنے طواف کے باقی چکر پورے کرے حتیٰ کہ سات چکر پورے کرے' پھر جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے یا غروب نہ ہو جائے' اس وقت تک دو رکعت طواف نہ پڑھے۔ (موطأ امام مالک ص ۲۴۰' المکتبۃ التوفیقیہ)

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے بعد طواف کے تین چکر لگاتے' پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو ہر سات چکروں کے لیے دو رکعت نماز پڑھتے اور عصر کے بعد بھی یہی کرتے اور جب سورج غروب ہو جاتا تو اس کے بعد ہر سات چکروں کے لیے دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر اور مجاہد کو دیکھا' وہ بیت اللہ کا طواف کرتے حتیٰ کہ سورج زرد پڑ جاتا اور وہ دونوں بیٹھ جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تم فجر کی نماز کے بعد یا عصر کی نماز کے بعد بیت اللہ کے طواف کا ارادہ کرو' پس تم طواف کرو اور طواف کے بعد دو رکعت نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے یا طلوع ہو جائے' پھر ہر سات چکر کے لیے دو رکعت نماز پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

معاذ القرشی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاذ بن عفراء کے ساتھ فجر کے بعد اور عصر کے بعد طواف کیا' پس نماز نہیں پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فجر کے بعد طواف کیا' پھر سوار ہوئے حتیٰ کہ وہ ذات طویٰ پر آئے' سواری سے اترے' پھر جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو گیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن ابی نجیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے صبح کی نماز پڑھی' پھر ہم بیٹھ کر طواف کا انتظار کر رہے تھے' پھر حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے طواف کیا' پھر بیٹھ گئے اور طواف کی دو رکعت نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بیت اللہ میں کسی وقت بھی نماز پڑھنے سے منع نہ کرو

امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس بیت میں کسی کو طواف سے منع نہ کرو خواہ وہ دن اور رات کے کسی وقت میں نماز پڑھے۔

امام طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اس طرح طواف کرے جو طواف کرنے کا طریقہ ہے اور اس طرح نماز پڑھے جو نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اس کو منع نہ کرو اور جو اس طریقہ کے خلاف کرے' اس کو منع کرنا ممنوع نہیں ہے مثلاً اگر کوئی شخص برہنہ طواف کرے یا بے وضوء یا حالت جنابت میں نماز پڑھے تو کیا اس کو منع نہیں کیا جائے گا؟ اسی طرح جو طلوع شمس' استواء شمس اور غروب شمس کے اوقات میں نماز پڑھے' اس کو ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے سے یا اپنے مُردوں کو دفن کرنے سے منع کرتے تھے' جب سورج طلوع ہو کر چمک رہا ہو حتیٰ کہ وہ بلند ہو جائے اور جب سورج سیدھا ہو حتیٰ کہ وہ جھک جائے اور جب سورج غروب کی طرف مائل ہو حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۱' سنن ابوداؤد: ۳۱۹۲' سنن ترمذی: ۱۰۳۰' سنن نسائی: ۲۰۱۴۔۲۰۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۹)

امام شافعی کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے لیکن مکہ مکرمہ میں ممنوع نہیں ہے' اس کے جواب میں امام طحاوی لکھتے ہیں:

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام شہروں میں ممنوع ہے' اسی طرح طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ بھی تمام شہروں میں ممنوع ہے' پس جس طرح ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے' اسی طرح ان اوقات میں طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے سے بھی منع کیا جائے گا اور یہی نظر صحیح کا تقاضا ہے' جیسا کہ عطاء' ابراہیم' مجاہد اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے

ہے اور یہی سفیان کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۶۱-۲۵۷ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس اعتراض کا جواب کہ بعض صحابہ فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت پڑھتے تھے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ فجر اور عصر کے بعد طواف کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری:۱۶۳۰-۱۶۳۰) اس سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ کے نزدیک فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعات کا پڑھنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کی احادیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے جنہوں نے فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت نہیں پڑھیں' اس کے علاوہ ہم نے مسند احمد' موطأ امام مالک اور مصنف ابن ابی شیبہ سے بہ کثرت احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال نقل کیے ہیں جنہوں نے فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت پڑھنے سے منع کیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب بعض احادیث کسی فعل کی مبیح اور مجوز ہوں اور بعض دوسری احادیث اس فعل سے مانع اور محرم ہوں تو ان احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے جو اس فعل سے مانع اور محرم ہوں۔

٧٤ - بَابُ الْمَرِيْضِ يَطُوْفُ رَاكِبًا

مریض سوار ہو کر طواف کرے

١٦٣٢ - حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ عَلٰى بَعِيْرٍ، كُلَّمَا اَتٰى عَلَى الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِيْ يَدِهٖ، وَكَبَّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ اس وقت اونٹ پر سوار تھے' آپ جب بھی حجر اسود کے پاس آتے تو جو چیز آپ کے ہاتھ میں ہوتی' آپ اس چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۰۷ میں گزر چکی ہے۔

١٦٣٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ، فَقَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَاُ ﴿وَالطُّوْرِ○وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ○﴾. (الطور:۲-۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن عبدالرحمان بن نوفل از عروہ از زینب ابنۃ ام سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سے طواف کرو' اس حال میں کہ تم سوار ہو' پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں یہ آیات پڑھ رہے تھے: "وَالطُّوْرِ○وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ○" (الطور:۲-۱) اور (پہاڑ) طور کی قسم○ اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے○

اس حدیث کی شرح' حدیث نمبر:۱۶۲۶-۱۶۱۹' اور ۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

٧٥ - بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ

حجاج کو پانی پلانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''السقایة'' کا معنی ہے: پانی پلانے کے لیے جو جگہ بنائی جائے (سبیل)' قرآن مجید میں ہے:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ. (الحج:۱۹) کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو بنالیا ہے۔

جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ. (یوسف:۷۰) اس نے پانی پینے کا (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ حجاج کے پانی پینے کی سبیل وہ تھی جس سے قریش حجاج کو پانی پلاتے تھے'اس کے پانی میں کشمش ملائی جاتی تھی' زمانہ جاہلیت اور اسلام میں عباس بن عبدالمطلب اس کے والی اور منتظم تھے' کعبہ کے صحن میں جو حوض بنایا جاتا اس کو ''سقایة'' اور ''سبیل'' کہتے تھے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۳۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

الفاکہی نے عطاء سے روایت کی ہے کہ حجاج کے پانی پینے کی جگہ زمزم ہے۔

ازرقی نے کہا ہے کہ عبد مناف مشکوں میں پانی بھر کر مکہ میں لاتے تھے اور کعبہ کے صحن میں حجاج کے لیے جو حوض بنائے گئے تھے' اس میں وہ پانی ڈال دیتے تھے' پھر ان کے بعد ان کے بیٹے ہشام یہ خدمت انجام دینے لگے' پھر ان کے بعد حضرت عبدالمطلب یہ کام کرنے لگے' پھر جب زمزم کا کنواں کھودا گیا تو وہ کشمش خرید کر زمزم کے پانی میں ڈال دیتے تھے اور لوگوں کو پانی پلاتے تھے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ قصی بن کلاب جب کعبہ کے والی اور منتظم بنے تو کعبہ کی دربانی' سبیل' جھنڈا' الوفادہ اور دارالندوہ کو ان کے سپرد کر دیا گیا' پھر ان کے بیٹوں نے اس پر صلح کر لی کہ پانی کی سبیل اور وفادۃ (وفود کو ٹھہرانے) کا انتظام کرنا تو عبد مناف کو دے دیا جائے اور باقی اُمور دوسروں کو دے دیے جائیں' پھر پانی کی سبیل کا انتظام عبدالمطلب کے بعد ان کے بیٹے عباس کے سپرد کر دیا گیا اور اس کا انتظام ان ہی کے بھائیوں میں چلا آ رہا ہے اور ہمیشہ ان ہی کے پاس رہا حتیٰ کہ جب اسلام قائم ہوا' تب بھی یہ انتظام ان ہی کے ہاتھ میں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طریقہ کو برقرار رکھا اور وہ آج تک بنو العباس کے ہاتھ میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِسْتَاْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ اَجْلِ سِقَايَتِهِ' فَاَذِنَ لَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۱۷۴۳-۱۷۴۴-۱۷۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ حجاج کو پانی پلانے کے لیے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزاریں تو آپ نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۱۵' الرقم المسلسل: ۳۰۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۹۵۹' سنن ابن ماجہ: ۳۰۶۵' سنن کبریٰ: ۴۱۷۷' صحیح ابن حبان: ۳۸۹۰' المنتقیٰ: ۴۹۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۵۳' شرح السنۃ: ۱۹۶۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۹۱- ج ۸ ص ۳۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۲۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حجاج کو پانی پلانے کا ذکر ہے۔

نبیذ پینے کا جواز‘ تیز نبیذ کو پانی ملا کر ہلکا کرنا‘ اور حضرت عباس کو پانی پلانے کے منصب پر برقرار رکھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ارباب سیرت کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ کو حجاج کے پانی پلانے کا منصب عطا فرمانا ان کی تکریم کے لیے تھا‘ وہ لوگوں کو کھجوروں کا نبیذ پلاتے تھے‘ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام میں اس منصب پر برقرار رکھا۔ طاؤس نے کہا ہے کہ سبیل سے نبیذ کو پینا حج کے اتمام سے ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے اس مشروب کو پایا اور جو شخص اس کو پیتا تھا‘ اس کی مٹھاس کی وجہ سے اس کے ہونٹ چپک جاتے تھے‘ نافع نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبیذ نہیں پیتے تھے۔

علامہ طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کر لیا تو وہ حضرت عباس رضی اللہ کے پاس پانی کی سبیل پر آئے‘ پس فرمایا: مجھے پلاؤ تو حضرت عباس نے کہا: اس پانی میں لوگوں کے ہاتھ لگے ہوئے ہیں‘ کیا ہم آپ کو اپنے گھروں سے نہ پلائیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے اسی پانی سے پلاؤ جس سے لوگ پی رہے ہیں‘ آپ کے پاس وہ پانی لایا گیا‘ پس آپ نے اس کو چکھا‘ پھر ماتھے پر شکن ڈالی‘ پھر پانی منگا کر اس کی تیزی کو توڑا‘ پھر فرمایا: جب تمہارا نبیذ زیادہ ترش اور گاڑھا ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑو۔

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جب نبیذ نشہ آور ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کو پینا جائز ہے ورنہ خمر میں بھی پانی ملا کر اس کو پینا جائز ہوگا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب نبیذ زیادہ ترش ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑ کر اس کو پینا جائز ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو منیٰ کی راتوں میں مکہ میں رہنے کی اجازت دی اور ان پر قربانی واجب نہیں کی کیونکہ حجاج کو پانی پلانا بھی حج کے اعمال سے ہے‘ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم زمزم پر آئے اور وہ پانی پلا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو کیونکہ تم صالح عمل کر رہے ہو‘ اور آپ نے فرمایا: اگر تم مغلوب نہ ہو جاتے تو میں بھی اترتا‘ یعنی پانی پلانے کے لیے اونٹ سے اترتا‘ اس حدیث میں آپ نے حضرت عباس کو زمزم سے پانی پلانے کے منصب پر برقرار رکھا ہے کیونکہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ اگر آپ نے زمزم سے پانی پلایا تو بعد میں آنے والے سلاطین اس کو آپ کی سنت سمجھ کر اپنا لیں گے اور حضرت عباس اور ان کی اولاد سے اس منصب کو چھین لیں گے‘ اس لیے آپ نے خود زمزم سے پانی نہیں پلایا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۷۰-۲۷۱ ملخصاً وموضحاً‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۴ھ)

۱۶۳۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ‘ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ‘ عَنْ عِكْرِمَةَ‘ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقٰى‘ فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ‘ اِذْهَبْ إِلٰى أُمِّكَ‘ فَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا. فَقَالَ اسْقِنِيْ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ‘ إِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِيْهِ. قَالَ اسْقِنِيْ. فَشَرِبَ مِنْهُ‘ ثُمَّ أَتٰى زَمْزَمَ‘ وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کی سبیل پر آئے‘ آپ نے پانی مانگا تو حضرت عباس نے کہا: اے فضل! اپنی امی کے پاس جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کے پاس سے پانی لاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے (اسی سے) پانی پلاؤ‘ حضرت عباس نے کہا: یارسول اللہ! لوگ اس پانی میں اپنے ہاتھ ڈال رہے ہیں‘ آپ نے فرمایا: مجھے اسی میں

فِيهَا، فَقَالَ اعْمَلُوْا، فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ. ثُمَّ قَالَ لَوْ لَا أَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هٰذِهٖ. يَعْنِي عَاتِقَهٗ، وَأَشَارَ إِلٰى عَاتِقِهٖ.

سے پلاؤ' آپ نے اس سبیل سے پانی پیا' پھر آپ زمزم پر آئے' وہاں لوگ کنویں سے پانی کھینچ کھینچ کر نکال رہے تھے' آپ نے فرمایا: تم یہ عمل کرتے رہو تم نیک عمل کر رہے ہو' پھر فرمایا: اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو میں (اونٹ سے) اترتا اور کندھے پر رسّی رکھ کر پانی کھینچتا' آپ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام سبیل سے پانی پینا' صدقاتِ نفلیہ کا آپ پر حرام نہ ہونا' اشیاء میں طہارت کا اصل ہونا اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال شرعیہ وجوب پر دلالت کرتے ہیں سوا ان افعال کے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت پر شفقت کی وجہ سے کبھی کبھی ترک بھی کر دیں' جس طرح آپ نے زمزم کے کنویں سے پانی کے نکالنے کو ترک کر دیا۔

عطاء نے کہا ہے کہ حضرت عباس کی سبیل سے پانی پینا حج کے اتمام سے ہے' یہ سبیل کعبہ کے صحن میں پانی کا حوض تھا جس میں کشمش یا کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں' اور اس میں نبیذ کو پینے کا جواز ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمزم کے پانی سے پیا' یا تو آپ نے کعبہ کے مال کے خمس میں سے پیا یا حضرت عباس کے اس مال سے پیا جس کو انہوں نے غنی اور فقیر دونوں کے لیے وقف کر دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے اس لیے پیا تاکہ آپ کی امت کے لیے آسانی ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی پیا تاکہ اس پر دلیل ہو کہ پانی کا طلب کرنا جائز ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے لیے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے پانی لا کر پلائیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو مسترد کر دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے کسی کی تکریم کے عمل کو مسترد کرنا جائز ہے اور یہاں مصلحت یہ تھی کہ کعبہ کی سبیل سے پانی پینا لوگوں کے لیے سنت ہو جائے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بھی بیان ہے۔ آپ نے چاہا کہ آپ وہیں سے پانی پئیں جہاں سے عام لوگ پانی پی رہے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تلخ اور ترش نبیذ کا ایک گھونٹ پی کر ماتھے پر شکن ڈالی' اس سے معلوم ہوا کہ کھانے اور پینے کی جو چیز مزاج کے ناموافق ہو' اس کی وجہ سے ماتھے پر شکن ڈالنا جائز ہے۔

پانی کی سبیل میں لوگ اپنے ہاتھ ڈال رہے تھے' اس وجہ سے حضرت عباس نے یہ چاہا تھا کہ آپ اس سبیل سے پانی نہ پئیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے پانی پیا' اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں پاک ہاتھ ڈالنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوتا اور اصل پانی میں طہارت ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے لیے خصوصی اہتمام کو پسند نہیں کیا۔

حجاج کے لیے پانی کی سبیل بنانے میں حج کے لیے آنے والوں کی تکریم کا ثبوت ہے اور اس میں مہمانوں کی عزت افزائی کی دلیل ہے اور نیک کام کرنے کا ثبوت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سبیل سے پانی پیا جس کے پانی کو عام مسلمانوں کے لیے وقف کیا گیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صدقاتِ نفلیہ حرام نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۹۷۔۳۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۶ - بَابُ مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ — زمزم کا بیان

زمزم کے فضائل میں احادیث

اس حدیث میں زمزم کی فضیلت کا بیان ہے' زمزم کی فضیلت میں بہت سی احادیث اور آثار ہیں' امام بخاری نے ان کی روایت اس لیے نہیں کی کہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روئے زمین پر سب سے افضل پانی زمزم کا پانی ہے' اس میں طعام کا ذائقہ ہے اور بیماری کی شفاء ہے اور روئے زمین پر سب سے بدترین پانی وہ ہے جو وادی برھوت کا پانی ہے' جو حضر موت کے گنبد میں ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۱۶۷' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم میں طعام کا ذائقہ ہے اور بیماری کی شفاء ہے۔

(مسند البزار: ۱۷۵۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے زمزم کا نام "شباعۃ" یعنی پیٹ بھرنے والا رکھا ہے اور ہم اس کو اپنے اہل و عیال کے لیے بہترین مددگار پاتے ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۶۴۳' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقات ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو زمزم کا پانی پیے اس کو اللہ شفاء دیتا ہے' اگر تم زمزم کا پانی پیو تو اللہ تم کو شفاء دے گا اور اگر تم نے زمزم کا پانی پیا تو وہ تم کو سیر کر دے گا (پیٹ بھر دے گا)' اللہ تمہیں سیر کرے' اور اگر تم نے زمزم کا پانی پیا کہ تمہاری پیاس بجھ جائے تو اللہ تمہاری پیاس بجھا دے گا' یہ حضرت جبریل کا کھودا ہوا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مشروب ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۸۹' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۳)

سوید بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن المبارک کو مکہ میں دیکھا' وہ زمزم کے پانی پر آئے اور اس سے پانی پیا' پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر اس مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے اُسے پیا جائے اور آدمی یہ نیت کرے کہ میں اس کو قیامت کے دن کی پیاس کے لیے پیتا ہوں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمزم کا پانی پیا۔ (شعب الایمان: ۴۱۲۸)

حضرت السائب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سبیل سے پیو کیونکہ یہ سنت ہے۔

(المعجم الکبیر: ۶۶۲۱' اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

۱۶۳۶ - وَقَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ

اور عبدان نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا' پس حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے' پھر انہوں نے میرے سینہ میں شگاف کیا' پھر اس کو زمزم کے پانی سے

ذَهَبٍ مُمْتَلِیءٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا، فَاَفْرَغَهَا فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهُ، ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ، فَعَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا اِفْتَحْ، قَالَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ جِبْرِيْلُ.

دھویا' پھر وہ سونے کا ایک طشت لے کر آئے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' انہوں نے اس کو میرے سینے میں انڈیل دیا' پھر اس کو منطبق کر دیا' پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمانِ دنیا کی طرف چڑھایا' حضرت جبریل نے آسمانِ دنیا کے محافظ سے کہا: کھولو! اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: جبریل!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ اِلَّا عَلٰى بَعِيْرٍ. [طرف الحدیث: ۵۶۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' وہ ابن سلام ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از عاصم از الشعبی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم سے پلایا' سو آپ نے کھڑے ہوئے اس کو پیا' پس عکرمہ نے حلف اٹھا کر کہا: اس دن آپ صرف اونٹ پر سوار تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۷' الرقم المسلسل: ۵۱۷۴' سنن ترمذی: ۱۸۸۲' سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۲' سنن نسائی: ۲۹۶۵۔ ۲۹۶۴' صحیح ابن حبان: ۳۸۳۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۰۸۔ ج ۴ ص ۳۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۸۶۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام بن الفرج ابو عبد اللہ البیکندی (۲) الفزاری' یہ مروان بن معاویہ ہیں (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) عامر بن شراحیل الشعبی (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۹۹۔ ۳۹۸)

زمزم کے پانی پینے کا مشروع ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی رخصت ہے' ایک قول یہ ہے کہ اگر زمزم کا پانی بغیر کھڑے ہوئے پیا جائے تو اس میں دشواری ہوتی ہے کیونکہ اس کی دیوار اونچی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہے کہ زمزم سے پینا حج کی سنت ہے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام ابن جریر نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کے دوران زمزم سے نہیں پیتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے انہوں نے حج کے دوران زمزم سے اس لیے نہ پیا ہو' تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ حج کے دوران زمزم سے پینا حج کے فرائض لازمہ سے ہے اور حضرت ابن عمر نے ابتداء میں حج کے دوران زمزم سے پیا تھا اور حضرت ابن عمر احادیث کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے' بلکہ ان سے زیادہ احادیث کی اتباع کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

کھڑے ہو کر پانی پینے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا' اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے' بعض احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے' پہلے ہم کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث ذکر کر رہے ہیں' اس

کے بعد کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی احادیث ذکر کریں گے:

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے پر زجر و توبیخ کی ہے یعنی ڈانٹا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۴' الرقم المسلسل: ۵۱۶۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ قتادہ نے کہا: ہم نے پوچھا اور کھانا؟ تو انہوں نے کہا: وہ تو زیادہ شر اور زیادہ خبیث ہے (یعنی کھڑے ہو کر کھانا زیادہ بُرا ہے)۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۴' الرقم المسلسل: ۵۱۶۹' سنن ابوداؤد: ۳۷۱۷' سنن ترمذی: ۱۸۱۹' سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نہ پئے' پس جو شخص بھول گیا وہ قے کر دے۔ (صحیح مسلم: ۵۱۷۳' امام مسلم اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر زمزم کا پانی پیا۔

(صحیح البخاری: ۱۶۳۷' صحیح مسلم: ۲۰۲۷' سنن ترمذی: ۱۸۸۲' سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۴)

النزال بن سبرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے پانی منگایا' پھر اس کو کھڑے ہو کر پیا' پھر فرمایا: لوگوں میں سے کوئی اس کو مکروہ کہتا ہے' حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی مثل کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسا کہ تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۱۵' سنن ابوداؤد: ۳۷۱۸' سنن نسائی: ۱۳۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چلتے ہوئے کھاتے تھے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۳۰۱)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح پیتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۱۸۹۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶)

حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے اور ان کے پاس ایک مشک لٹکی ہوئی تھی' آپ نے کھڑے ہو کر اس سے پانی پیا تو انہوں نے مشک کے منہ کو کاٹ لیا' جس جگہ مشک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ لگا تھا' وہ اس جگہ سے برکت کا حصول چاہتی تھیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۳)

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور رخصت کی احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث کے معنی کا بعض علماء پر اشکال ہوا' حتیٰ کہ انہوں نے اس کے متعلق باطل اقوال لکھے' علامہ نووی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت سے مراد کراہت تنزیہی ہے اور آپ کا کھڑے ہو کر پانی پینا بیان جواز کے لیے ہے' اور جس کا یہ زعم ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث منسوخ ہے' اس نے غلط کہا کیونکہ جب ان مختلف احادیث کو جمع کیا جا سکتا ہے تو پھر نسخ کی کیا ضرورت ہے' نیز نسخ کے لیے تاریخ کا علم ضروری ہے اور جب تاریخ معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر ان میں سے کسی حدیث کو

منسوخ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

امام طحاوی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اپنی امت پر یہ خوف تھا کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے ان کو کوئی ضرر ہو گا یا ان کو کوئی مرض لاحق ہو گا' جس طرح آپ نے فرمایا تھا کہ میں تو ٹیک لگا کر نہیں کھاتا' گویا یہ ممانعت شفقت کی وجہ سے ہے۔

صحابہ اور فقہاء تابعین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حسن بصری' ابراہیم النخعی اور قتادہ نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے' اور حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ' حضرت سعد' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابن الزبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور فقہاء تابعین میں سے شعبی' سعید بن المسیب' زاذان' طاؤس' سعید بن جبیر اور مجاہد کا بھی یہی مسلک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کھڑے ہو کر پانی پینا ہمارے اعتبار سے مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتبار سے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کو کیوں مکروہ تنزیہی قرار دیا جائے گا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل بیان جواز کے لیے تھا' سو آپ کا یہ فعل مکروہ نہیں ہے' بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احکامِ شرعیہ کو بیان کرنا واجب ہے' سو آپ کا فعل کیسے مکروہ ہو سکتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے ایک ایک بار وضوء کیا ہے' اور آپ نے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا ہے جب کہ افضل اور اکمل یہ ہے کہ تین تین بار وضوء کیا جائے اور پیدل چل کر طواف کیا جائے اور اس کی بہت نظائر ہیں' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیانِ جواز کے لیے ایک بار یا کئی بار اس طرح کا کام کرتے تھے اور ہمیشہ افضل کام کرتے تھے' اسی طرح آپ اکثر اوقات میں تین تین بار وضوء کرتے تھے اور اکثر پیدل چل کر طواف کرتے تھے اور اکثر بیٹھ کر پانی پیتے تھے اور یہ مسئلہ اس شخص کے لیے بالکل واضح ہے جس کو ذرا سا بھی علم ہو۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۹ ص ۵۵۳۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور جواز کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز اور ممانعت کی دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز پر محمول ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل مکروہ تنزیہی نہیں ہے کیونکہ آپ پر شریعت کا بیان کرنا واجب ہے' آپ کو اس عمل میں واجب کا ثواب ملے گا۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۹ ص ۵۵۳۵ ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ علماء میں سے کسی نے بھی اس ممانعت کو تحریم پر محمول نہیں کیا' یہ صرف غیر مقلدین کے اصول کے مطابق ہے۔ جمہور کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے اور سلف میں سے حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے اور جمہور فقہاء اور امام مالک اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا ... کا یہ فعل ممانعت کی احادیث کے بعد ہے' کیونکہ

یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے تو یہ اس ممانعت کا ناسخ ہے اور آپ کے بعد خلفاء ثلاثہ نے بھی اس ممانعت کے خلاف عمل کیا اور یہ بات بہت بعید ہے کہ ممانعت کی احادیث ان سے مخفی رہیں جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازماً رہتے تھے اور دین پر عمل کرنے میں بہت سخت تھے اور اگر نسخ کا قول نہ کیا جائے اور ان احادیث میں تطبیق دی جائے تو یہ کہا جائے گا کہ ممانعت کی احادیث خلاف اولیٰ پر محمول ہیں۔

حضرت انس نے قتادہ کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ کھانے کا معاملہ تو اور زیادہ برا ہے اس کا اہل علم میں سے کوئی قائل نہیں ہے اور یہ محض ان کی رائے ہے روایت نہیں ہے اور اصل اباحت ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کھڑے ہو کر کوئی شخص جلدی سے ڈگڈگا کر پانی پیئے گا تو اس کو درد جگر ہو جائے گا یا اس کا گلا گھٹ جائے گا یا اس کے حلق یا معدہ میں درد ہو جائے گا اس لیے اس کو کھڑے ہو کر پانی نہیں پینا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کھڑے ہو کر پانی پیا جب آپ کو یہ خطرہ نہیں تھا یا کسی ضرورت یا حاجت کی بناء پر پیا خصوصاً اس لیے کہ آپ زمزم پر تھے اور وہ لوگوں کے رش کی جگہ ہے یا آپ نے اس لیے کھڑے ہو کر پانی پیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ روزے سے نہیں ہیں یا اس لیے کہ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے سو جس شخص نے بھول کر پیا وہ قے کر دے۔

اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ جو شخص بھول کر کھڑے ہو کر پانی پیئے اس پر قے کرنا واجب نہیں ہے۔ بعض مشائخ نے کہا: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور کھڑے ہو کر کھانے کے جواز میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے ہر چند کہ قتادہ کی رائے اس میں مختلف ہے۔ (المفہم ج ۵ ص ۲۸۶۔۲۸۵ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور اکثر فقہاء نے کھڑے ہو کر پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے اور ایک قوم نے ممانعت کی احادیث کی بناء پر کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ کہا ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث اس شخص کی طرف راجع ہیں جو اپنے اصحاب کے لیے پانی لے کر آیا اور ان کو پانی پلانے سے پہلے خود کھڑے ہو کر پانی پی لیا جب کہ احسن طریقہ یہ ہے کہ قوم کے ساقی کو سب سے آخر میں پانی پینا چاہیے اور ان میں ظاہر تطبیق اس طرح ہے کہ ممانعت کی احادیث تنزیہ پر محمول ہوں اور کھڑے ہو کر پینے کی احادیث جواز پر محمول ہوں یا یہ کہا جائے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے صحت بدن کو ضرر کا خطرہ ہے اس لیے آپ نے احتیاطاً کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا اور نخعی نے یہ کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پینے سے پیٹ کی بیماری ہوتی ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام بخاری نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث کو روایت نہیں کیا کیونکہ ان کے نزدیک ممانعت کی یہ احادیث صحیح نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف جواز کی احادیث روایت کی ہیں۔ امام مسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی تین حدیثیں روایت کی ہیں اور تینوں معلول ہیں۔ پہلی حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۴) قتادہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے اور یہ معنعن ہے اور شعبہ قتادہ کی احادیث سے اجتناب کرتے تھے جب تک کہ وہ "حدثنا" نہ کہیں۔ دوسری حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۵) قتادہ کی ابو عیسیٰ الاسواری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: یہ عیسیٰ غیر مشہور ہے اور اس سند میں قتادہ کا اضطراب اس کے معلول ہونے کے لیے کافی ہے۔ علاوہ ازیں یہ احادیث اباحت کے خلاف ہیں جس پر سلف اور خلف کا اجماع ہے۔

تیسری حدیث (صحیح مسلم:۲۰۲۶) عمرو بن حمزہ کی ابوغطفان سے روایت ہے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پئے' جو بھولے سے پی لے تو وہ قے کر دے۔ عمرو بن حمزہ نے کہا: یہ حدیث دیگر احادیث (اباحت) سے مخالفت کی گنجائش نہیں رکھتیں' جب کہ صحیح یہ ہے کہ یہ (مؤخر الذکر جملہ) حضرت ابوہریرہ کا قول ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۳۸۔ ۱۴۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ نے علامہ نووی کی طرح دونوں حدیثوں میں تطبیق دی ہے اور ممانعت کی احادیث کو تنزیہ پر اور اباحت کی احادیث کو بیانِ جواز پر محمول کیا ہے اور اخیر میں لکھا ہے کہ یہ ممانعت تادیب' ارشاد اور اولیٰ اور افضل کام کرنے کی ہدایت پر محمول ہے۔ (شرح الطیبی ج ۸ ص ۱۸۷۔ ۱۸۶' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی علامہ طیبی کی طرح لکھا ہے۔

(مرقات ج ۸ ص ۲۱۶' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث روایت کی ہیں اور بعض احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی ہیں۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضوء کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا: لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ کہتے ہیں اور میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری:۵۶۱۶۔ ۵۶۱۵۔ ج ۶' سنن ابوداؤد:۳۷۱۸۔ ج ۳' سنن نسائی:۱۳۰۔ ج ۱' شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۷) اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں پیدل چلتے ہوئے کھاتے تھے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔ (سنن ترمذی:۱۸۸۷۔ ج ۳) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے' اور امام طحاوی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر (مشروب) پیتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۸' مسند البزار:۲۸۹۸۔ ج ۳) اور امام طحاوی نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر مشک کے منہ سے پانی پیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۸) اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹۔ ج ۶ ص ۴۳۱۔ ۳۷۶' معجم کبیر ج ۲۵ ص ۱۲۷۔ ۱۲۶' معجم اوسط:۶۵۸۔ ج ۱)

اس کے بعد علامہ عینی نے علامہ نووی اور علامہ طحاوی کی عبارات کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ علامہ نووی کی عبارات ہم نقل کر چکے ہیں اور علامہ ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ کی عبارت یہ ہے:

نبی ﷺ نے بر طریقہ تحریم کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع نہیں فرمایا بلکہ مشک سے منہ لگا کر کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے تا کہ پانی بدبودار نہ ہو جائے' لہٰذا یہ منع کرنا امت پر شفقت اور رحمت کی وجہ سے تھا' یا امت سے کوئی اور ضرر دور کرنے کے لیے منع فرمایا' مبادا انہیں کھڑے ہو کر پانی پینے سے کوئی ضرر لاحق ہو جائے اور جب وہ ضرر دور ہو گیا تو وہ ممانعت بھی اٹھ گئی اور جب متعدد احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اور صحابہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ ممانعت اب اٹھ چکی ہے۔ ہمارے نزدیک ان احادیث کی یہی توجیہ ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۹ ملخصاً' مطبوعہ کراچی' عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۷۹' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ نووی شافعی اور علامہ طیبی کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینا خلافِ اولیٰ ہے۔ علامہ قرطبی مالکی اور علامہ ابی مالکی کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں یا پھر آپ نے ضرر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع

فرمایا ہے۔ امام ابوجعفر طحاوی حنفی کا بھی یہی مؤقف ہے۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی کا بھی یہی رجحان ہے اور ملا علی قاری حنفی کی رائے یہ ہے کہ آپ نے بہ طور تادیب اور شفقت کے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا ہے اور جمہور فقہاء احناف کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔

وضو کے بچے ہوئے پانی اور زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینے کا استحباب

درمختار شرح تنویر الابصار میں مذکور ہے: ''وضو کا بچا ہوا پانی اور اسی طرح آبِ زمزم قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پیئے اور ان دو پانیوں کے سوا کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہے''۔ اس عبارت سے علامہ شامی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آبِ زمزم اور وضو کا بقیہ پانی بھی کھڑے ہوکر پینا صرف جائز اور مباح ہے' مستحب نہیں ہے۔ مستحب ان کو بھی بیٹھ کر پینا ہے' چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حاصل کلام یہ ہے کہ ان دونوں مواضع پر کھڑے ہوکر پینے کا مکروہ نہ ہونا بھی محل کلام ہے چہ جائیکہ ان میں مستحب کا قول کیا جائے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ان مواضع پر کھڑے ہوکر پینا مکروہ نہیں ہے' اگرچہ مستحب بھی نہیں ہے کیونکہ زمزم کے پانی میں شفاء ہے' اسی طرح وضو کے بقیہ میں بھی شفاء ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۸۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ہمیں اس مسئلہ میں علامہ شامی رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک آبِ زمزم کی تعظیم کے قصد سے اس کو قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوکر پینا مستحب اور باعث ثواب ہے کیونکہ آبِ زمزم شعائر اللہ میں سے ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِO (الحج: ۳۲)

اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ سے ہےO

علامہ شامی سے مقدم اجلہ فقہاء نے بھی زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینا مستحب لکھا ہے۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

وضوء کے آداب میں سے یہ ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پیئے اور امام خواہر زادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کھڑے ہوکر پیئے اور اسی طرح زمزم کے پاس بھی کھڑے ہوکر پیئے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی (قاضی خان) متوفی ۲۹۵ھ نے وضوء کی سنتوں میں لکھا ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پیئے۔ (فتاویٰ قاضی خان علیٰ ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۵)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری الاندریتی الدہلوی المتوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

امام خواہر زادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پیئے اور دو جگہوں کے سوا کھڑے ہوکر پانی نہ پیئے۔ ایک اس مقام پر اور ایک زمزم پر۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۱ ص ۱۱۳۔ ۱۱۲' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۱ھ)

علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

وضوء کا بچا ہوا پانی قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پینا مستحب ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کا بچا ہوا پانی اور زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پیا ہے اور آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہوکر نہ پیئے اور جو بھول جائے وہ قے کرے۔ اور علماء کا اجماع ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے جو کہ طبی بناء پر ہے نہ کہ دینی بناء پر۔

(مراقی الفلاح علیٰ ہامش الطحاوی ص ۴۷۔ ۴۶' مطبوعہ مصر)

عالم گیری میں بھی وضوء کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مستحب لکھا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۸' طبع مصر)

نیز علامہ شامی کی اپنی عبارت میں بھی ان کی تحقیق کے ضعیف ہونے کی تصریح ہے' وہ لکھتے ہیں:

سراج میں مذکور ہے کہ ان دو جگہوں کے سوا کھڑے ہو کر پانی پینا مستحب نہیں ہے۔ اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ شارح (علامہ حصکفی صاحب درمختار) کا مختار ضعیف ہے جیسا کہ اس پر حموی وغیرہ نے تنبیہ کی ہے (کیونکہ اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی اور زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے)۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۸۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ کا ارشاد ہے:

زمزم اور وضوء کا پانی شرع میں کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے اور لوگوں نے دو اور اپنی طرف سے لگا لیے ہیں' ایک سبیل کا اور دوسرا جھوٹا پانی اور دونوں جھوٹے۔ (الملفوظ ج ۴ ص ۶' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

اور بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا پی لے کہ شفاء امراض ہے۔ (بہار شریعت ج ۲ ص ۱۲' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور)

نیز مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

اسی طرح آب زمزم کو بھی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ یہ دونوں پانی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

(بہار شریعت ج ۱۶ ص ۲۹' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۱۶۶۔ ۵۱۶۵۔ ج ۶ ص ۲۸۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) بھول کر کھڑے ہو کر پانی پینے والے کے لیے قے کرنے کے حکم کی وضاحت (۲) کھڑے ہو کر پانی پینے والی احادیث کی فنی حیثیت۔ اس سے پہلے باب میں یہ عنوان ہیں: چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق فقہاء کے نظریات' چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق مصنف کا موقف۔

۷۷ - بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ — حج قران کرنے والے کا طواف

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ آیا حج قران کرنے والے کے لیے ایک طواف کافی ہے یا اس کو دو طواف کرنے ہوں گے۔

۱۶۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ' فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ' ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ' ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا. فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ' فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا' أَرْسَلَنِيْ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ' فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ. فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ' ثُمَّ حَلُّوْا' ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ' بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے' پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر آپ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی ہے وہ حج کا اور عمرہ کا احرام باندھے' پھر وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک کہ ان دونوں سے حلال نہ ہو جائے' پس میں مکہ میں آئی اور اس وقت میں حائضہ تھی' پھر جب ہم نے حج کر لیا تو آپ نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن کے ساتھ مقام تنعیم کی طرف بھیجا' پس میں نے عمرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے (اس) عمرہ کی جگہ ہے' پس

وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا.

جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے طواف کیا (اور سعی کی)' پھر احرام کھول دیا' پھر جب وہ منیٰ سے لوٹ کر آئے تو انہوں نے ایک اور طواف (زیارت) کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔

اس حدیث کی شرح تفصیل کے ساتھ' صحیح البخاری:۱۵۵۶ میں گزر چکی ہے' تاہم حج قران کرنے والے کے دو طوافوں کے متعلق مزید تفصیل کی جارہی ہے۔

حج قران میں دو طواف اور دو سعی کرنے پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے اپنی سنن کبریٰ میں از حماد بن عبدالرحمان انصاری از ابراہیم بن محمد روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کے ساتھ طواف کیا اور انہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' پس انہوں نے اس کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور مجھے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کیا تھا اور حضرت علی نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ صاحب التنقیح نے کہا ہے کہ اس حماد کو الازدی نے ضعیف قرار دیا ہے تو میں کہوں گا کہ امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور الدارقطنی نے کئی سندوں کے ساتھ اس کی روایت ذکر کی ہے اور ہر سند کے متعلق کہا ہے: یہ ضعیف ہے' تو میں کہوں گا کہ جب کسی حدیث کی متعدد سندیں ہوں اور خواہ اس میں ضعیف راوی ہوں تو وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

نیز امام طحاوی نے از ابی النضر ۃ یہ روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حج کا احرام باندھا' پھر میری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا: میں نے حج کا احرام باندھا ہے کیا میں اس کے ساتھ عمرہ ملا سکتا ہوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! اگر تم عمرہ کا احرام باندھتے' پھر تم اس کے ساتھ حج کا احرام ملاتے تو ملا سکتے تھے' میں نے پوچھا: اگر میں یہ ارادہ کروں تو کیسے کروں؟ حضرت علی نے فرمایا: تم ایک لوٹے میں پانی لاؤ' پھر تم عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھو' اور ان میں سے ہر ایک کے لیے طواف کرو۔

ابو النضر ہ نے حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ قارن دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے کہ ''جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا انہوں نے صرف ایک طواف کیا'' اس کی تاویل یہ ہے کہ انہوں نے صرف ایک قسم کا طواف کیا' یعنی ''طوافاً واحداً'' میں وحدت نوعی مراد ہے' وحدت شخصی مراد نہیں ہے۔

۱۶۳۹ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، دَخَلَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَظَهْرُهُ فِي الدَّارِ، فَقَالَ اِنِّيْ لَا اٰمَنُ اَنْ يَّكُوْنَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ، فَيَصُدُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ، فَلَوْ اَقَمْتَ؟ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن عمران کے پاس گئے' ان کی سواری (حج کو جانے کے لیے) تیار تھی' عبداللہ بن عبداللہ نے کہا: مجھے یہ

قَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْبَيْتِ، فَإِنْ حِيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ اَفْعَلْ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱). ثُمَّ قَالَ اُشْهِدُكُمْ اَنِّي قَدْ اَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِي حَجًّا، قَالَ ثُمَّ قَدِمَ، فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا. [اطراف الحدیث:۱۶۴۰-۱۶۹۳-۱۷۰۸-۱۷۲۹-۱۸۰۶-۱۸۰۷-۱۸۰۸-۱۸۱۰-۱۸۱۲-۱۸۱۳-۴۱۸۳-۴۱۸۴-۴۱۸۵]

(صحیح مسلم:۳۰۰۲، الرقم المسلسل:۲۸۸۱، سنن نسائی:۲۷۴۲)

خوف ہے کہ اس سال لوگوں کے درمیان لڑائی ہوگی' سو وہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیں گے' کاش! آپ ٹھہر جاتے' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: رسول اللہ ﷺ (عمرہ کے لیے) نکلے تو کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے' لہٰذا اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان لوگ حائل ہو گئے تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱) پھر انہوں نے کہا: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی واجب کر لیا ہے' پھر حضرت عبداللہ بن عمر مکہ پہنچے تو حج اور عمرہ کے لیے ایک (قسم کا) طواف کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر الدورقی' ان کی کنیت ابو یوسف ہے (۲) اسماعیل بن علیہ' علیہ اسماعیل کی ماں کا نام ہے' ان کے باپ کا نام ابراہیم بن سہم ہے (۳) ایوب السختیانی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج۹ ص ۳۰۴)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ حج قران والا صرف ایک طواف کرے گا' لیکن ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد طواف قدوم ہے۔

١٦٤٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ، وَاِنَّا نَخَافُ اَنْ يَّصُدُّوْكَ، فَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱) اِذًا اَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ عُمْرَةً، ثُمَّ خَرَجَ، حَتّٰى اِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ، قَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ، اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ حَجًّا مَّعَ عُمْرَتِيْ، وَاَهْدٰى هَدْيًا اِشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ، وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ، فَلَمْ يَنْحَرْ، وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ، حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ، فَنَحَرَ وَحَلَقَ، وَرَاٰى اَنْ قَدْ قَضٰى طَوَافَ الْحَجِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سال حج کا ارادہ کیا جس سال حجاج نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا' تو حضرت ابن عمر سے کہا گیا کہ بے شک لوگوں کے درمیان جنگ ہونے والی ہے اور ہم کو یہ خطرہ ہے کہ وہ آپ کو روک لیں گے تو حضرت ابن عمر نے کہا: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱) تو میں اس وقت اسی طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا' میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے' پھر وہ باہر نکل گئے' حتیٰ کہ جب وہ ظاہر البیداء پر پہنچے تو کہا: حج اور عمرہ کا معاملہ تو ایک طرح کا ہے' میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی واجب کر لیا ہے اور وہ قدید سے قربانی کا جانور بھی خرید کر اپنے ساتھ لے گئے اور انہوں نے اس پر کوئی

وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اضافہ نہیں کیا' سو انہوں نے نحر نہیں کیا اور نہ کوئی اور ایسا کام کیا جو احرام میں ممنوع تھا' سر منڈایا نہ بال کاٹے' حتیٰ کہ قربانی کا دن آ گیا' پھر انہوں نے نحر کیا اور سر منڈایا اور ان کا گمان یہ تھا کہ انہوں نے پہلے طواف کے ساتھ حج اور عمرہ کا طواف کر لیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس ذوالحجہ سے پہلے حج کا طواف نہیں کیا تھا کیونکہ آپ نے اس سے پہلے جو طواف کیا تھا وہ طوافِ قدوم تھا' پس حضرت ابن عمر نے طوافِ قدوم کے بعد جو عمرہ کا طواف کیا تھا' اس پر اکتفاء کر لی اور اس کا حج میں اعادہ نہیں کیا اور اس حدیث میں قارن کے طواف کا حکم نہیں بیان کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۷ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۸ - بَابُ الطَّوَافِ عَلٰى وُضُوْءٍ

وضوء کر کے طواف کرنا

۱۶۴۱ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ اَنَّهٗ سَاَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهٗ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَاَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ' ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ حَجَّ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً' ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِثْلَ ذٰلِكَ' ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' فَرَاَيْتُهٗ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً' ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً' ثُمَّ رَاَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً' ثُمَّ اٰخِرُ مَنْ رَاَيْتُ فَعَلَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ' ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً' وَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْاَلُوْنَهٗ' وَلَا اَحَدٌ مِّمَّنْ مَّضٰى' مَا كَانُوْا يَبْدَءُوْنَ بِشَيْءٍ' حَتّٰى يَضَعُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے خبر دی از محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل القرشی' انہوں نے عروہ بن الزبیر سے سوال کیا (کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح حج کیا تھا؟) عروہ نے بتایا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا' پس مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ آنے کے بعد سب سے پہلے جس کام سے ابتداء فرمائی' وہ یہ تھا کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا' پس انہوں نے جو کام سب سے پہلے کیا وہ بیت اللہ کا طواف تھا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا' پس میں نے دیکھا کہ جس چیز سے انہوں نے ابتداء کی' وہ بیت اللہ کا طواف تھا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے طواف کیا' پھر میں نے اپنے والد حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' سو انہوں نے (بھی) جس کے ساتھ ابتداء کی وہ بیت اللہ کا طواف تھا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر میں نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار (بھی) اسی طرح کرتے تھے' پھر یہ حج عمرہ نہیں بنا' پھر سب کے آخر میں' میں

اَقْدَامُهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّوْنَ، وَقَدْ رَاَيْتُ اُمِّيْ وَ خَالَتِيْ، حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ اَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ، تَطُوْفَانِ بِهٖ، ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ.

نے حضرت ابن عمر کو دیکھا' پھر انہوں نے بھی حج کو توڑ کر اسے عمرہ نہیں قرار دیا' اور یہ ہیں حضرت ابن عمر جو ان کے یہاں موجود ہیں' یہ لوگ ان سے سوال کیوں نہیں کرتے' اور جتنے پہلے لوگ گزرے ہیں ان میں سے کسی نے حج کو توڑ کر عمرہ نہیں قرار دیا' وہ بیت اللہ میں جہاں اپنے قدم رکھتے ہیں تو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں' پھر وہ احرام نہیں کھولتے اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے اپنی امی اور خالہ کو دیکھا ہے' وہ مکہ آ کر جس چیز کے ساتھ ابتداء کرتی تھیں' وہ یہ تھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرتی تھیں' پھر وہ احرام نہیں کھولتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۱۴ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اُمور کی مزید شرح کی جائے گی۔

۱٦٤۲ - وَقَدْ اَخْبَرَتْنِيْ اُمِّيْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِيَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ، وَفُلَانٌ وَّ فُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا.

اور بے شک مجھے میری امی نے خبر دی کہ انہوں نے اور ان کی بہن نے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اور فلاں اور فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر جب انہوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی تو احرام کھول دیا۔

اس حدیث کی شرح' ۱۶۱۵' میں گزر چکی ہے۔

حج افراد کے افضل ہونے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حدیث: ۱۶۴۱' میں عروہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' خلفاء راشدین اور بعد کے صحابہ اور تابعین نے حج کیا اور حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ نہیں قرار دیا' اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے صرف حج کیا اور اس کے ساتھ عمرہ نہیں کیا یعنی ان کا حج' حج افراد تھا' اور حج تمتع یا حج قران نہیں تھا' اس میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ حج افراد حج تمتع اور حج قران سے افضل ہے۔

طواف کرنے سے پہلے وضوء کرنے میں اختلاف ائمہ

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس حدیث میں طواف سے پہلے وضوء کرنے کا ذکر ہے' اور امام بخاری نے اسی کا عنوان قائم کیا ہے اور جمہور ائمہ (امام مالک' امام شافعی اور امام احمد) اس پر متفق ہیں کہ بغیر وضوء کے طواف نہیں ہوتا' جس طرح بغیر وضوء کے نماز نہیں ہوتی' امام ابوحنیفہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' وہ کہتے ہیں کہ جس نے بغیر وضوء کے طواف کیا اگر ممکن ہو تو وہ طواف دہرائے ورنہ اس پر دم لازم آئے گا۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے وضوء کیا' پھر طواف کیا اور آپ کا یہ فعل وجوب پر دلالت کرتا ہے' الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی دلیل ہو' نیز آپ کا فعل قرآن مجید کے مجمل کا بیان ہے اور قرآن مجید میں ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○ (الحج:۲۹) اور لوگ اس قدیم گھر کا طواف کریں ○

اور اس لیے کہ طواف مجمل ہے' وہ اپنی صفت کے بیان کا محتاج ہے ورنہ طواف کرنے کے حکم پر تو ایک چکر لگانے سے بھی عمل ہو

جائے گا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں بات کرنے کو مباح کر دیا ہے اور شریعت میں ایسی نماز بھی ہوتی ہے جس میں رکوع اور سجود نہ ہو جیسے نمازِ جنازہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر اس میں تکبیر تحریم اور آخر میں سلام بھی ہونا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نماز میں تکبیر تحریم اور سلام ضروری نہیں ہے کیونکہ بہت علماء سجدہ سہو کو نماز کہتے ہیں اور اس میں تکبیر تحریم اور سلام نہیں ہے۔ سجدہ تلاوت کا بھی یہی معاملہ ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت صفیہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے وقت حیض آ گیا تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہم کو روکنے والی ہیں؟ اور جب آپ کو یہ بتایا گیا کہ یہ طواف زیارت کر چکی ہیں تو آپ نے فرمایا: تب کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر بے وضوء طواف کرنے کا تدارک دم دینے سے ہو جاتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ یہ ہمیں روکنے والی ہیں' اسی طرح جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ابتداء میں حیض آ گیا تھا تو آپ ان کے عمرہ کو بھی مؤخر نہ کراتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ طواف زیارت حج کا رکن ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا' لہٰذا اس میں طہارت کی ضرورت نہیں ہے' جیسے وقوف عرفات میں طہارت کی ضرورت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ طواف کے ہر سات چکر کے بعد دو رکعت نماز ہوتی ہے اور طواف اور اس کی دو رکعت کے درمیان فصل نہیں ہوتا' اس لیے ضروری ہے کہ طواف کرنے والا باوضوء ہو' تاکہ وہ طواف کے متصل دو رکعت نماز پڑھ سکے اور وقوفِ عرفات کے بعد نماز نہیں ہوتی' اس لیے وقوفِ عرفات اور طواف میں فرق ظاہر ہو گیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ جواب بہت کمزور ہے کیونکہ باب: ۷۳ کی پہلی تعلیق میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طواف کرنے کے بعد اپنی سواری پر سوار ہو کر مقام ذی طویٰ چلے گئے اور وہاں پہنچ کر دو رکعت طواف پڑھیں' اور حدیث: ۱۶۲۸ میں ذکر ہے کہ لوگ طواف کے بعد واعظ کا وعظ سنتے رہے' اس کے بعد انہوں نے طواف کی دو رکعت پڑھیں' اس سے معلوم ہوا کہ طواف کے متصل دو رکعت طواف پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ ان میں فصل کرنا جائز ہے۔

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کا دورانِ طواف وضوء ٹوٹ جائے تو پھر کیا حکم ہے؟

عطاء اور امام مالک نے کہا ہے کہ وہ وضوء کرے اور دوبارہ طواف شروع کرے' امام مالک نے کہا: اگر صفا اور المروۃ کی سعی کے دوران اس کا وضوء ٹوٹ جائے تو اس پر دوبارہ سعی کرنا لازم نہیں ہے اور اگر دورانِ طواف وضوء ٹوٹ جائے تو امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وضوء کر کے وہیں سے طواف شروع کر دے' از سر نو طواف شروع کرنا ضروری نہیں ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ اگر اس کا طواف نفلی ہے اور اس نے مکمل سات چکر لگانے کا ارادہ کیا تھا تو پھر وہ وضوء کر کے طواف از سر نو شروع کرے ورنہ طواف وہیں چھوڑ دے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۷۸-۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

طواف سے پہلے وضوء کی عدم فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک طواف کرنے کے لیے وضوء کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ فرضیت اس دلیل سے ثابت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت ہو اور لزوم پر اس کی دلالت بھی قطعی ہو' جب کہ صحیح البخاری: ۱۶۴۱ کی یہ حدیث جس سے ائمہ ثلاثہ نے طواف کے لیے وضوء کرنے کی فرضیت ثابت کی ہے خبر واحد ہے اور ظنی الثبوت ہے' نیز اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف سے پہلے وضوء کیا' یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے طواف سے پہلے وضوء کرنے کا حکم دیا اور وضوء نہ کرنے والے پر انکار کیا یا اس پر وعید سنائی' لہٰذا اس میں طواف سے پہلے وضوء کے لزوم پر قطعی دلیل نہیں ہے' یہ حدیث نہ قطعی الثبوت ہے نہ لزوم پر قطعی الدلالۃ ہے اور

ایسی دلیل سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ ائمہ ثلاثہ کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے فرض ثابت ہوتا ہے بالکل غلط ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا حالانکہ کھڑے ہو کر پانی پینا فرض نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگانے والے کو اجرت دی حالانکہ فصد لگانے کی اجرت دینا فرض نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑھی حالانکہ تہجد کی نماز پڑھنا فرض نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے حالانکہ وصال کے روزے رکھنا فرض نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھے حالانکہ بیٹھ کر نفل پڑھنا فرض نہیں ہے اور ایسی کئی مثالیں ہیں۔

نیز ائمہ ثلاثہ کا حضرت ابن عباس کے اس قول سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ طواف نماز ہے کیونکہ حضرت ابن عباس نے طواف کو مجازاً نماز کہا ہے ورنہ ایسی کون سی حقیقی نماز ہے جس میں بات کرنے اور چکر لگانے کا عمل ہو' اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کو لوگوں نے نماز کہا ہو' کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سجدہ سہو یا سجدہ تلاوت نماز ہے' لہٰذا ان بے سند اقوال سے وضوء کی فرضیت ثابت کرنا علامہ ابن بطال ایسے محقق کے لائق نہیں ہے۔

٧٩ - بَابُ وُجُوْبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

صفا اور المروۃ میں سعی کا وجوب اور ان کو شعائر اللہ قرار دیا گیا

''شعائر'' کا لغوی اور شرعی معنی

''شعائر''' ''شعیرۃ'' کی جمع ہے' الجوہری نے کہا ہے کہ ''الشعائر'' حج کے اعمال ہیں اور ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی علامت اور نشانی بنایا گیا ہے وہ شعائر ہیں' ابوعبید نے کہا: جس قربانی کے کوہان میں خفیف سا شگاف ڈال کر اس کی کھال پر معمولی سے خون کا نشان ڈالا گیا اس کو شعار کہتے ہیں اور ایسے جانوروں کو شعائر کہتے ہیں' الزجاج نے کہا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تمام جگہیں شعائر ہیں' یعنی جن جگہوں کو کسی عبادت کی علامت اور نشانی بنا دیا گیا وہ شعائر ہیں مثلاً میدانِ عرفات اور مزدلفہ کو وقوف کی علامت بنا دیا گیا ہے' صفا اور المروۃ کو سعی کی علامت بنا دیا گیا ہے اور منیٰ کو قربانی کرنے کی علامت بنا دیا گیا ہے تو یہ سب شعائر اللہ ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ عمل جس کو کسی عبادت کے لیے معین کیا گیا وہ شعار اور شعیرہ ہے' جیسے کہتے ہیں کہ جماعت سے نماز پڑھنا اور قربانی کرنا اسلام کا شعار ہے' حسن بصری نے کہا: دین کے احکام اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٤٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' فَقُلْتُ لَهَا اَرَاَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرة: ١٥٨) فَوَاللّٰهِ مَا عَلٰى اَحَدٍ جُنَاحٌ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' قَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ اُخْتِيْ! اِنَّ هٰذِهٖ لَوْ كَانَتْ كَمَا اَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ' كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا' وَلٰكِنَّهَا اُنْزِلَتْ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے بیان کیا کہ عروہ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو میں نے ان سے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق بتایئے: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸) پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے تو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا! حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم نے کیسی غلط بات کہی

الْاَنْصَارِ' كَانُوْا قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِىْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ' فَكَانَ مَنْ اَهَلَّ يَتَحَرَّجُ اَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' فَلَمَّا اَسْلَمُوْا' سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ' قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ اَنْ نَّطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ الْاٰيَةَ. (البقرہ:۱۵۸) قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا' فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا. ثُمَّ اَخْبَرْتُ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا لَعِلْمٌ مَّا كُنْتُ سَمِعْتُهُ' وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُوْنَ اَنَّ النَّاسَ. اِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ بِمَنَاةَ. كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ' وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِى الْقُرْاٰنِ' قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' كُنَّا نَطُوْفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا' فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ اَنْ نَّطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ:۱۵۸) الْاٰيَةَ. قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاَسْمَعُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِى الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِى الَّذِيْنَ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' وَالَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا اَنْ يَّطُوْفُوْا بِهِمَا فِى الْاِسْلَامِ' مِنْ اَجْلِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ. وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا' حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ' بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ.

[اطراف الحدیث:۱۶۹۰-۱۷۹۰-۴۴۹۵-۴۸۶۱][صحیح مسلم:۱۲۷۷' الرقم المسلسل:۲۹۶۸' سنن ابوداؤد:۱۹۰۱' سنن ترمذی:۲۹۶۵' سنن نسائی:۲۹۶۳' سنن ابن ماجہ:۲۹۶۳' صحیح ابن خزیمہ:۲۷۶۹' مسند

ہے' اگر یہ آیت تمہاری تاویل کے مطابق ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: جو شخص صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ اسلام لانے سے پہلے منات طاغیہ (بت) کے لیے احرام باندھتے تھے' جس کی وہ مشلّل (ایک ٹیلہ) کے پاس پرستش کرتے تھے' پس جو انصار حج کرتے وہ صفا اور المروۃ میں سعی کرنے کو اس وجہ سے بُرا جانتے تھے' لہٰذا جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم صفا اور المروۃ میں سعی کرنے سے تنگ ہوتے ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' (البقرہ:۱۵۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور المروۃ میں سعی کرنے کو سنت قرار دیا ہے' پس کسی شخص کے لیے ان میں سعی کرنے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' زہری نے کہا: پھر میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے کہا: بے شک یہ علم کی بات ہے' جس کو میں نے اس سے پہلے نہیں سنا' اور میں نے کئی اہل علم لوگوں سے سنا' وہ یہ کہتے تھے: عرب کے ان لوگوں کے سوا جن کا حضرت عائشہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ منات بت کے لیے احرام باندھتے تھے' سو ان کے سوا تمام عرب صفا اور المروۃ میں طواف کرتے تھے' پس جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا (کہ اللہ کے قدیم گھر کا طواف کرو۔ الحج:۲۹) اور اللہ نے قرآن میں صفا اور المروۃ میں طواف کا ذکر نہیں کیا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم صفا اور المروۃ میں طواف کرتے تھے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ میں طواف کا ذکر فرمایا ہے' اور صفا اور المروۃ میں طواف کا ذکر نہیں فرمایا تو کیا صفا اور المروۃ میں طواف کرنے سے ہم کو کوئی گناہ ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (البقرہ:۱۵۸) ابوبکر نے کہا: پس میں یہ سنتا تھا کہ یہ آیت دونوں فریقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کے متعلق بھی جو زمانہ جاہلیت میں صفا اور المروۃ کے درمیان

الحمیدی: ۲۱۹' سنن کبریٰ: ۳۹۶۱ـ ۳۹۶۰' مسند ابویعلیٰ: ۴۷۳۰' شرح مشکل الآثار: ۳۹۳۶ـ ۳۹۳۵' صحیح ابن حبان: ۳۸۴۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۷ـ ۹۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۱۱۲ـ ج ۴۲ ص ۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

طواف کرنے کی وجہ سے صفا اور المروۃ میں طواف کرنے کو بُرا جانتے تھے اور ان کے متعلق بھی جو اسلام میں صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرنے کو اس لیے برا جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ میں طواف کرنے کا حکم دیا ہے اور صفا کا ذکر نہیں کیا حتیٰ کہ بیت اللہ میں طواف کا ذکر کرنے کے بعد صفا میں طواف کرنے کا حکم دیا۔

عروہ کی البقرہ: ۱۵۸ میں تاویل اور حضرت عائشہ کا اس تاویل کو رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے تو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ عروہ نے اس آیت کی یہ تاویل کی تھی کہ صفا اور المروۃ میں سعی کو ترک کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوگا' کیونکہ اس قسم کی عبارت اکثر مباح میں استعمال ہوتی ہے نہ کہ واجب میں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب دیا کہ یہ آیت وجوب اور عدم وجوب سے ساکت ہے کیونکہ اس آیت میں سعی یا طواف کے وجوب کو ساقط کرنے کی تصریح نہیں ہے' اور اگر اس آیت میں صفا اور المروۃ میں سعی یا طواف کے وجوب کو ساقط کرنے کی تصریح ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: پس جس نے ان کے درمیان طواف نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کے ضمن میں ان کے درمیان طواف نہ کرنے والوں سے گناہ نہ ہونے کی تصریح ہوتی۔

منات طاغیہ اور مشلّل کے معانی اور صفا اور المروۃ کے درمیان زمانہ جاہلیت کے طواف کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے: انصار زمانہ جاہلیت میں منات طاغیہ کی پرستش کرتے تھے۔ منات زمانہ جاہلیت کے ایک بت کا نام ہے۔ ابن الکلبی نے کہا ہے کہ یہ ایک پتھر تھا جس کو عمرو بن لحی نے سمندر کی جہت میں نصب کیا تھا اور عرب اس کی عبادت کرتے تھے' ایک قول ہے کہ یہ ہذیل کا پتھر تھا جو مقامِ قدید میں تھا' الحازمی نے کہا ہے کہ یہ جگہ مدینہ سے سات میل دور تھی' اور اس میں "المشلّل" کا ذکر ہے' یہ قدید کے قریب سمندر کی سمت میں ایک جگہ ہے' قدید' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے جہاں پانی بہت زیادہ ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے انصار اور قبیلہ غسان کے لوگ منات کے لیے حج کرتے تھے اور یہ ان کے آباء واجداد کا طریقہ تھا' اور جو منات کے لیے احرام باندھتا تھا وہ اسلام لانے کے بعد صفا اور المروۃ کے درمیان طواف نہیں کرتا تھا' کیونکہ انصار زمانہ جاہلیت میں سمندر کے کنارے دو بتوں کی پرستش کرتے تھے' ان کا نام اساف اور نائلہ تھا' پھر وہ آ کر صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرتے' اسلام لانے کے بعد انہوں نے اس کو مکروہ جانا کہ وہ اب بھی صفا اور المروۃ میں طواف کریں جہاں وہ زمانہ جاہلیت میں طواف کرتے تھے۔

علامہ واحدی نے اسباب النزول میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ صفا پر مرد کی صورت میں ایک بت نصب تھا جس کا نام اساف تھا اور المروۃ میں عورت کی صورت میں ایک بت نصب تھا جس کا نام نائلہ تھا' اہل کتاب کا یہ زعم تھا کہ ان دونوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا' اور لوگوں کی عبرت کے لیے ان کو صفا پہاڑ پر رکھ دیا گیا' پھر جب کافی مدت گزر گئی تو ان کی عبادت کی جانے لگی' اہل جاہلیت جب طواف کرتے تھے تو ان بتوں کو ہاتھ لگاتے تھے' پھر جب

اسلام کا ظہور ہوا اور بتوں کو توڑ دیا گیا تو مسلمانوں نے ان دو بتوں کی وجہ سے صفا اور المروۃ میں طواف کرنے کو مکروہ جانا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں (البقرہ:۱۵۸)۔

صفا اور المروۃ کی سعی کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

فقہاء احناف کے نزدیک صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرنا واجب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان طواف کرنے کو سنت قرار دیا' لہٰذا کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان طواف کرنے کو ترک کردے' اور یہ قول وجوب پر دلالت کرتا ہے' اور جو احناف کا مذہب ہے وہی حسن بصری' قتادہ اور ثوری کا مذہب ہے' حتیٰ کہ جو اس طواف کو ترک کرے گا اس پر دم لازم آئے گا۔

عطاء سے منقول ہے کہ ان میں طواف کرنا سنت ہے اور ان میں طواف کو ترک کرنے سے کچھ لازم نہیں آئے گا' اور امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور اور داؤد کا مذہب یہ ہے کہ ان میں طواف کرنا فرض ہے اور ان میں طواف کے بغیر حج صحیح نہیں ہوگا' اگر کسی نے ان میں طواف کو ترک کر دیا اور وہ وطن چلا گیا تو وہ واپس آ کر طواف کرے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو اگلے سال اس پر حج یا عمرہ کرنا واجب ہے' اسی طرح علامہ ابن بطال نے یہ مذاہب نقل کیے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۸۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ زین الدین نے ان میں طواف کے متعلق تین مذاہب بیان کیے ہیں:

(۱) صفا اور المروۃ میں طواف کرنا حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہے' یہ حضرت ابن عمر' حضرت جابر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے' اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک کا مشہور قول بھی یہی ہے اور امام احمد کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں' فرض کہنے والوں کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت حبیبہ بنت ابی تجراہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم الصفاء اور المروۃ میں طواف کر رہے تھے اور آپ دوڑ رہے تھے اور آپ کے دوڑنے کی شدت کی وجہ سے آپ کا تہبند بھی گھوم رہا تھا' اور آپ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے: دوڑو! اللہ نے تم پر دوڑنا فرض کر دیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۵۷۳۔ ج ۲۴' الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۴۵۶' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۸' شرح السنۃ: ۱۹۲۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۳۶۷۔ ج ۴۵ ص ۳۶۳)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث خبر واحد ہے' اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔

(۲) یہ طواف واجب ہے اور اس کے ترک سے دم لازم آئے گا' یہ ثوری اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے' امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(۳) یہ طواف فرض ہے نہ واجب' بلکہ یہ سنت اور مستحب ہے اور یہ حضرت ابن عباس' ابن سیرین' عطاء' مجاہد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۱۴۔ ۴۱۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨٠ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی (دوڑنے) کے متعلق احادیث

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلسَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِيْ عَبَّادٍ إِلٰى زُقَاقِ بَنِيْ اَبِيْ حُسَيْنٍ.

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بنو عباد کے گھر سے لے کر بنو ابو حسین کی گلیوں تک دوڑتا ہوا جائے (اور باقی راستہ میں معمول کی رفتار سے چلے)۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما الصفا سے اترتے' پھر پیدل چلتے' حتیٰ کہ جب بنو عباد کے گھر کے دروازے پر پہنچتے تو دوڑتے حتیٰ کہ ان گلیوں میں پہنچ جاتے جو مسجد کی طرف ہیں جو ابن ابی حسین کے گھر اور بنت قرظہ کے گھر کے درمیان ہیں' وہ درمیانی رفتار سے دوڑتے' پھر معمول کے مطابق چلتے ہوئے المروۃ پر چڑھ جاتے۔

(اخبار مکہ للازرقی ج ۲ ص ۱۱۷' انتشارات الشریف الرضی' قم' ایران' ۱۳۶۹ھ)

١٦٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَّمَشٰى أَرْبَعًا، وَكَانَ يَسْعٰى بَطْنَ الْمَسِيْلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. فَقُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَمْشِيْ إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ؟ قَالَ لَا، إِلَّا أَنْ يُّزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ، فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتّٰى يَسْتَلِمَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پہلا طواف کرتے تو تین چکروں میں دوڑتے اور چار چکروں میں معمول کی رفتار سے چلتے اور بطن المسیل (نالے کے نشیب) میں صفا اور المروۃ کے درمیان دوڑتے تھے' عبید اللہ نے کہا: میں نے نافع سے پوچھا: کیا عبد اللہ جب رکن یمانی پر پہنچتے تو معمول کی رفتار سے چلتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! مگر جب رکن یمانی کے پاس رش ہوتا تو (وہ آہستہ چلتے) اور اس کی تعظیم کو ترک نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٦٤٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَّجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِيْ عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کیا اور الصفا اور المروۃ کا طواف نہیں کیا' آیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ میں) آئے' پس آپ نے بیت اللہ کا طواف کر کے سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت پڑھیں' پھر صفا اور المروۃ کے درمیان سات مرتبہ طواف کیا۔ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

١٦٤٦ - وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتیٰ کہ صفا اور المروۃ کے درمیان طواف (سعی) کر لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱٦٤٧ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ تَلَا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے' پس بیت اللہ کا طواف کیا پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی' پھر یہ آیت پڑھی: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۱٦٤٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ نَعَمْ، لِأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ، حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:۱۵۸).

[طرف الحدیث:۴۴۹۶] [صحیح مسلم:۱۲۷۸' الرقم المسلسل: ۲۹۷۳' سنن ترمذی:۲۹۶۶' سنن کبریٰ:۳۹۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ الصفاء اور المروۃ کے درمیان سعی کو مکروہ قرار دیتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا شعار تھا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے (البقرہ:۱۵۸)۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد' الدارقطنی نے کہا: یہ احمد بن محمد بن ثابت بن شبویہ ہیں' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان بن مسعود بن یزید ابوالحسن الخزاعی المروزی ہیں' جو ابن شبویہ کے نام سے معروف ہیں' الحافظ الدمیاطی نے کہا: یہ ۲۳۰ھ میں طرسوس میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) عاصم بن سلیمان الاحول ابوعبدالرحمان (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۱۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کا اثبات ہے۔

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اب بھی صفا اور المروۃ میں سعی کو مکروہ قرار دیتے ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ البقرہ:۱۵۸ کے نزول سے پہلے صفا اور المروۃ میں طواف کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ان پر منات کا بت رکھا ہوا تھا یا اساف اور نائلہ کے بت رکھے ہوئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں صفا اور المروۃ میں طواف کرنے والے ان بتوں کی تعظیم کے لیے ان کو ہاتھ لگاتے تھے' اس لیے ظہور اسلام کے بعد انصار صفا اور المروۃ میں طواف کرنے کو بُرا جانتے تھے' جس طرح صحیح البخاری:۱۶۴۳ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۱۶۴۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا سَعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ. زَادَ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ. [طرف الحدیث:۴۲۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے طواف اور صفا اور المروۃ کی سعی میں اس لیے دوڑے تا کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔ حمیدی نے یہ اضافہ کیا: انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے اس حدیث کی مثل سنی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

(صحیح مسلم:۱۲۶۶' الرقم المسلسل:۲۸۶۱' سنن ترمذی:۸۶۳' سنن ابن ماجہ:۲۹۷۸' سنن نسائی:۲۷۲۳۔۲۷۲۲' مسند الحمیدی:۴۹۷' مسند ابویعلیٰ:۲۳۳۹' صحیح ابن خزیمہ:۲۷۷۷' المعجم الکبیر:۱۱۳۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۱' ۳ مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۲۱۔ج ۳ ص ۴۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۰۲ میں گزر چکی ہے' اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اس حدیث میں رمل کا ذکر ہے' رمل کا معنی ہے: طواف کے پہلے چکروں میں کندھے ہلا ہلا کر بھاگنا اور بعد کے چار چکروں میں معمول کی رفتار سے طواف کرنا' ائمہ اربعہ کے نزدیک جس طواف کے بعد سعی ہو' اس میں رمل کرنا سنت ہے۔

۸۱ - بَابُ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حائضہ عورت بیت اللہ میں طواف کے سوا باقی حج کے تمام افعال کرے

وَإِذَا سَعٰى عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور جب کوئی شخص صفا اور المروۃ کے درمیان بغیر وضوء کے سعی کرے۔

حسن بصری نے صفا اور المروۃ میں طواف کے لیے بھی طہارت کی شرط لگائی ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری کے سوا اور کسی نے صفا اور المروۃ میں طواف کے لیے طہارت کی شرط نہیں لگائی۔

۱۶۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَتْ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ افْعَلِيْ كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمان بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ میں مکہ میں آئی اور اس وقت میں حائضہ تھی اور میں نے بیت اللہ میں طواف کیا نہ صفا اور المروۃ میں' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی' آپ نے فرمایا: وہ سب کام کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں سوا اس کے کہ تم جب تک پاک نہ ہو جاؤ حج کا طواف نہ کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حائضہ اور جنبی کو مسجد سے دور رکھنے کی وجہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت بیت اللہ اور صفا اور المروۃ کے طواف کے سوا باقی حج کے تمام افعال کرے گی' اسی طرح جو شخص جنبی ہو' وہ بھی طواف اور سعی کے علاوہ باقی تمام افعال کرے گا کیونکہ وہ حائضہ کے حکم میں ہے۔

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حائضہ کو بیت اللہ میں طواف کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ وہ نجس ہے اور مسجد کو نجاست سے پاک رکھا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ:۲۸)

تمام مشرک محض نجس ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ حیض والی عورتیں عید کے دن عید گاہ سے دور بیٹھیں' اس لیے حائضہ' جنبی اور جو شخص نجاست سے ملوث ہو یا حامل نجاست ہو' وہ مسجد میں نہ آئے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ چونکہ حامل نجاست کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے' اس لیے جن لوگوں کے گردوں کی سرجری کر کے ان سے پتھری نکالی جاتی ہے اور ان کے جسم کے ساتھ ایک پلاسٹک کی تھیلی لٹکا دی جاتی ہے جس میں پیشاب جمع ہوتا رہتا ہے' ان لوگوں کو بھی مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ جب نجاست اپنے محل سے نکل آئے تو اس کو مسجد سے دور رکھنا ضروری ہے۔

۱۶۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ الْمُعَلِّمُ' عَنْ عَطَاءٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ' وَلَيْسَ مَعَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ' وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ' فَقَالَ اَهْلَلْتُ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهُ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً' وَيَطُوْفُوْا' ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ' فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ اِلٰى مِنًى وَّذَكَرُ اَحَدِنَا يَقْطُرُ مَنِيًّا' فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَيْتُ' وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ. وَحَاضَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ اَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ' فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب المعلم نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت طلحہ کے سوا اور کسی کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے اور ان کے ساتھ قربانی کا جانور تھا' انہوں نے کہا: میں نے اس چیز کے ساتھ احرام باندھا ہے جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں' اور طواف کریں اور پھر اپنے بال کاٹ لیں اور اپنا احرام کھول دیں سوا ان کے جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہے' آپ کے اصحاب نے کہا: کیا ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے آلہ تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی! جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر اس چیز کی طرف میری پہلے توجہ ہوتی جس چیز کی طرف میری اب

بِالْبَيْتِ، قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تَنْطَلِقُوْنَ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ وَّاَنْطَلِقُ بِحَجٍّ؟ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا اِلَى التَّنْعِيْمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ.

توجہ ہوئی ہے' تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا' اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں (بھی) احرام کھول دیتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' پس انہوں نے حج کے تمام افعال کیے' سوا اس کے کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا' پھر جب وہ حیض سے پاک ہو گئیں تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ لوگ حج اور عمرہ کر کے جائیں گے اور میں (صرف) حج کر کے جاؤں گی؟ تو آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ تنعیم کی طرف نکلیں' پھر میں نے حج کے بعد عمرہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جائے گی:

ایامِ حج میں عمرہ کرنے کا ثبوت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجِ قران کرنا' اور قران کا افراد اور تمتع سے افضل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حج کے احرام کو فسخ کر کے اسے عمرہ کا احرام قرار دینے کا ثبوت ہے اور یہ صرف ان صحابہ کے ساتھ مخصوص تھا جن کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا اور صرف اسی سال کے لیے تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ صرف جاہلیت کا رد کرنے کے لیے کیا تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ایام حج میں عمرہ کرنے کو برا سمجھا جاتا' اس لیے آپ نے ان اصحاب سے فرمایا جن کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لیں' تا کہ معلوم ہو جائے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز ہے۔

دوسری چیز اس سے یہ معلوم ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج قران کیا تھا کیونکہ آپ نے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا اور اسی احرام سے حج کیا' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمتع اور افراد سے قران افضل ہے' کیونکہ آپ افضل عبادت ہی اختیار کرتے تھے اور آپ کے اصحاب نے تمتع کیا تھا کیونکہ انہوں نے عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا اور دوبارہ آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھا۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صحابہ کے اس قول کا معنیٰ: کیا ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی!

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے اصحاب نے کہا: کیا ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کرنے کے بعد اپنا احرام نہیں کھولا تھا کیونکہ آپ کا احرام قران کا تھا اور اس وجہ سے آپ کے لیے عمل ازدواج ممنوع تھا اور صحابہ کو جب آپ نے احرام کھولنے کا حکم دیا تو حج کا احرام باندھنے سے پہلے ان کے لیے عمل ازدواج مباح ہو گیا' یعنی اس دوران آپ تو عمل ازدواج نہیں کر رہے تھے اور آپ کے اصحاب گویا یہ عمل کر رہے تھے تو وہ آپ کی سنت کی اتباع سے محروم ہو گئے' اس پر ان کو بہت رنج اور قلق ہوا اور انہوں نے اپنے رنج کا اظہار اس طرح کیا کہ کیا ہم منیٰ اس حال میں جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تسلی دینے کے لیے اپنا عذر بیان کیا کہ میں نے اپنا احرام اس لیے نہیں کھولا کہ میرے ساتھ قربانی کا جانور ہے اور یہ قران کی نیت کے قائم مقام ہے اور چونکہ تمہارے

ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے اور تمہارا قران کا احرام نہیں ہے' اس لیے تمہیں اپنا احرام کھولنا ہوگا اور اگر پہلے میری اس طرف توجہ ہوتی کہ تمہیں اس عمل سے اتنا زیادہ ملال ہوگا جس کی طرف میری اب توجہ ہوئی ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول دیتا۔

۱۶۵۲ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ، قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمٰى، وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى، فَسَأَلَتْ أُخْتِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ هَلْ عَلٰى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ، أَنْ لَّا تَخْرُجَ؟ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ. فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَأَلْنَهَا، أَوْ قَالَتْ سَأَلْنَاهَا، فَقَالَتْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَتْ بِأَبِي، فَقُلْنَا أَسَمِعْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَتْ نَعَمْ بِأَبِي، فَقَالَ لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، أَوِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، وَالْحُيَّضُ، فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى. فَقُلْتُ الْحَائِضُ؟ فَقَالَتْ أَوَ لَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ، وَتَشْهَدُ كَذَا، وَتَشْهَدُ كَذَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از حفصہ' انہوں نے بیان کیا: ہم کنواری عورتوں کو باہر نکلنے سے منع کرتے تھے' پھر ایک عورت آئی اور (بصرہ میں) بنو خلف کے محل میں اتری' اس نے یہ حدیث بیان کی کہ اس کی بہن رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کے نکاح میں تھی جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ جہاد کیے تھے اور میری بہن بھی چھ غزوات میں اس کے ساتھ تھی' اس نے کہا: ہم زخمیوں کی دوا دارو کرتے تھے اور بیماروں کی تیمارداری کرتے تھے' پس میری بہن نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا ہم میں سے کسی پر کوئی حرج ہے کہ اگر اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ جہاد میں نہ جائے؟ آپ نے فرمایا: اس کو چاہیے کہ وہ اپنی سہیلی کی چادر اوڑھ لے اور اس کو چاہیے کہ وہ نیک کام میں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو' پس جب حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو ہم نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا اور ان کی عادت تھی کہ وہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتیں تو کہتیں: آپ پر میرا باپ فدا ہو' ہم نے کہا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح اور اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ پر میرا باپ فدا ہو! آپ نے فرمایا: کنواری' پردہ دار اور حیض والیاں سب نکلیں اور نیک کاموں میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں اور حیض والیاں نماز کی جگہوں سے الگ رہیں' میں نے کہا: حیض والی بھی؟ انہوں نے کہا: کیا حیض والی عورت میدانِ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ (یعنی مزدلفہ اور منٰی میں) نہیں جاتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔ یہاں مزید چند اُمور ذکر کیے جارہے ہیں؟

کیا اس زمانہ میں عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا اور عورتوں کے لیے نرسوں کا کام کرنا جائز ہے؟

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب عورتیں عہد رسالت میں جہاد میں شریک ہوتی تھیں تو کیا اب بھی شریک ہوسکتی ہیں؟ اس

کا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کی بات تھی جب مردوں کی قلت تھی اور اب ایسا نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ. (الاحزاب:۳۳) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔

دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ جس طرح عہد رسالت میں عورتیں زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں' کیا اس حدیث کی بنیاد پر عورتوں کا ہسپتالوں میں بہ طور نرس کام کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! عورتوں کے وارڈ میں عورتیں بہ طور نرس کام کرسکتی ہیں لیکن مردوں کے وارڈ میں عورتوں کو بہ طور نرس کام کرنے کی اجازت نہیں ہے' الا یہ کہ وہ غیر مسلمہ ہوں' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ (الاية). (النور:۳۱)

اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں' یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے شوہروں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر۔

نیز اسی آیت میں فرمایا:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ. (النور:۳۱)

اور اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان کے پاؤں کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے رکھتی ہیں۔

رہا عہد رسالت میں عورتوں کا زخمی مجاہدوں کی مرہم پٹی کرنا تو وہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے اور ان آیات کے نزول سے پہلے کا ہے۔

۸۲ - بَابُ الْاِهْلَالِ مِنَ الْبَطْحَاءِ' وَ غَيْرِهَا' لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مِنًى

مکہ میں رہنے والے کے لیے مکہ کی وادی یا میدان وغیرہ سے احرام باندھنا اور جب حج کرنے والا منیٰ کی طرف نکلے تو اس کا احرام باندھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان میں ''بطحاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مکہ کی وادی یا مکہ کا میدان' اور اس کے غیر سے مراد ہے: مکہ کی تمام جگہیں۔ نیز اس عنوان میں امام بخاری نے کہا ہے: ''جب حج کرنے والا منیٰ کی طرف نکلے'' اس سے مراد دوسرے ملک سے آنے والا ہے یعنی تمتع کرنے والا جب مکہ سے منیٰ کی طرف نکلے' اس عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل مکہ کے لیے اور تمتع کرنے والے کے لیے احرام باندھنے کی جگہ نفس مکہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۳)

وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّيْ بِالْحَجِّ؟ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ...

اور عطاء سے سوال کیا گیا کہ جو شخص مکہ میں رہنے والا ہو وہ (آٹھ ذوالحجہ کو) حج کا تلبیہ پڑھے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت

التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوٰى عَلٰى رَاحِلَتِهِ.

ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھ ذوالحجہ کو تلبیہ پڑھتے تھے جب ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور جب اپنی سواری پر سیدھے بیٹھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۳)

وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْلَلْنَا، حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ، وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ، لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ. وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ.

اور عبدالملک نے کہا از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ آئے، پھر ہم نے (عمرہ کر کے) احرام کھول دیا، پھر آٹھ ذوالحجہ کو ہم نے مکہ کو اپنی پشت پر کیا اور حج کا تلبیہ پڑھا، اور ابوالزبیر نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ ہم نے البطحاء (مکہ کی وادی) سے احرام باندھا۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح مسلم: ۱۲۱۴ میں ہے۔

وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ، وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ! فَقَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

اور عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ تو ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ اس وقت تک احرام نہیں باندھتے حتیٰ کہ آٹھ ذوالحجہ آجائے، تو حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت احرام باندھتے تھے جب آپ (منیٰ جانے کے لیے) اونٹنی پر بیٹھ جاتے۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری: ۱۶۶ میں ہے۔

٨٣ - بَابُ أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ

یوم الترویہ کو ظہر کی نماز کہاں پڑھے؟

آٹھ ذوالحجہ کو "یوم الترویہ" کہنے کی وجوہ

اس حدیث کے عنوان میں "الترویة" کا لفظ ہے، اس سے مراد ہے: آٹھ ذوالحجہ کا دن "الترویة" کا معنی ہے: کجاوہ کو اونٹ پر رسی سے باندھنا، پانی سے سیراب ہونا، سفر میں پانی ساتھ لے جانا، دیکھنا، کسی کام میں غور و فکر کرنا آٹھ ذوالحجہ کو "یوم الترویة" اس لیے کہتے ہیں کہ لوگ اس دن پانی کو مکہ سے عرفات لے جاتے تھے، یا منیٰ لے جاتے تھے، یا اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس دن حضرت حواء کو دیکھا تھا یا اس لیے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے مناسک دکھائے یا اس لیے کہ اس رات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں، پھر جب صبح ہوئی تو وہ سارا دن اس پر غور و فکر کرتے رہے یا اس لیے کہ اس دن حج کا امیر لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

١٦٥٤ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز ...

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ بِمِنًى، قُلْتُ فَاَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ بِالْاَبْطَحِ، ثُمَّ قَالَ اِفْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ اُمَرَاؤُكَ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۵۴-۱۷۶۳] (صحیح مسلم: ۱۳۰۹ الرقم المسلسل: ۳۰۵۶ سنن ابوداؤد: ۱۹۱۲ سنن ترمذی: ۹۶۶ سنن نسائی: ۱۹۹۴)

سوال کیا کہ مجھے وہ حدیث سنائیے جس کو آپ نے نبی ﷺ سے یاد رکھا ہو کہ نبی ﷺ نے یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو ظہر اور عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ حضرت انس نے کہا: منیٰ میں میں نے پوچھا: پھر منیٰ سے واپسی کے دن آپ نے عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: ابطح (وادی محصب) میں پھر فرمایا: تم اس طرح کرو جس طرح تمہارے امراء کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ ابوجعفر الجعفی المسندی (۲) اسحاق بن یوسف الازرق یہ ۱۹۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سفیان الثوری (۴) عبدالعزیز بن رفیع (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۵)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ نے یوم الترویہ کو منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی۔

یوم ترویہ سے لے کر اختتام حج تک کے معمولات مذاہب اربعہ کی روشنی میں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ لوگوں کے لیے اس میں وسعت ہے وہ جب چاہیں نکلیں اور جہاں چاہیں نماز پڑھیں اسی لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جہاں تمہارے امراء نماز پڑھیں وہاں نماز پڑھو اور اس میں مستحب وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے کیا کہ آپ نے یوم ترویہ کو ظہر اور عصر کی نماز منیٰ میں پڑھی امام مالک امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد اور ابوثور وغیرہ کا یہی قول ہے اور اہل مکہ کی عادت ہے کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد منیٰ کی طرف نکلتے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تہائی رات کو نکلتی تھیں اور یہ وسعت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح عرفہ کی رات منیٰ میں گزارنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس میں کوئی جبر نہیں ہے جس طرح وقوف کے بعد کنکریاں مارنے کے ایام میں وہاں رات گزارنے کے ترک پر جبر کیا جاتا ہے امام مالک امام ابوحنیفہ امام شافعی اور ابوثور کا یہی مذہب ہے اور اس میں مستحب یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازیں منیٰ میں پڑھے پھر مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں بھی وہیں پڑھے پھر سورج طلوع ہونے کے بعد میدانِ عرفات کی طرف روانہ ہو پھر وہاں ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھے (اگر امام کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھے تو عصر کی نماز کو اپنے وقت سے مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھے ورنہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھے۔ سعیدی غفرلہٗ) پھر جبل رحمت کی طرف جائے اور غروب آفتاب تک وہاں دعا کرتا رہے اور جب سورج غروب ہو جائے تو امام کے ساتھ المزدلفہ کی طرف روانہ ہو اور وہاں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھے اور رات المزدلفہ میں گزارے پھر اگر وہاں سے کنکریاں چن لے تو بہت اچھا ہے اور صبح کی نماز المزدلفہ میں پڑھے پھر طلوع آفتاب سے پہلے المزدلفہ سے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنے کے لیے منیٰ کی طرف روانہ ہو اور زوال کے وقت تک یہ کنکریاں مارلے (یہ مستحب ہے ورنہ وہ دوسرے دن کی صبح تک کنکریاں مار سکتا ہے۔ ردالمحتار ج ۳ ص ۴۷۴) پھر اس کے لیے اپنی بیوی سے مباشرت کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جائے گی اور امام مالک کے نزدیک خوشبو لگانا اور شکار کرنا ابھی حلال نہیں ہوگا اور دوسرے ائمہ کے نزدیک صرف ازدواجی عمل حلال نہیں ہوگا (وہ طواف زیارت

مکمل حلال ہو جائے گی' پھر قربانی کے دن واپس منٰی جائے' پس وہاں رات گزارے اور منٰی میں تین دن تک زوال کے بعد سے کنکریاں مارے' ہاں! اگر وہ جلدی کر کے دو دن میں مکہ روانہ ہو جائے تب بھی اس کا حج مکمل ہو جائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منٰی میں الخیف کے پاس ٹھہرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۸۔۲۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱٦٥٤ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ قَالَ لَقِيْتُ اَنَسًا. ح . وَحَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ خَرَجْتُ اِلٰى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ، فَلَقِيْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَنْهُ ذَاهِبًا عَلٰى حِمَارٍ، فَقُلْتُ اَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ؟ فَقَالَ انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّيْ اُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے ابوبکر بن عیاش سے سماع کیا' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملا (ح) اور مجھے اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز' انہوں نے بیان کیا: میں یوم ترویہ کو منٰی کی طرف نکلا' پس میری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو دراز گوش پر جا رہے تھے' میں نے پوچھا: اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: دیکھو! تمہارے امراء جہاں نماز پڑھتے ہیں وہیں نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث: ۱٦۵۳ میں کی جا چکی ہے۔

۸٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ بِمِنًى
منٰی میں نماز

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ منٰی میں چار رکعت والی نماز کی کتنی رکعت پڑھی جائیں گی؟ یعنی پوری نماز پڑھی جائے گی یا اس کو قصر کیا جائے گا؟ اس باب میں امام بخاری نے تین احادیث روایت کی ہیں جن کو اس سے پہلے ابواب تقصیر الصلوٰۃ میں بھی روایت کر چکے ہیں' اس باب کے تحت ان کو مکرر روایت کیا ہے۔

۱٦۵۵ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ، وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منٰی میں دو رکعت نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی ابتداء میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے چھ سال بعد منٰی میں پوری نماز پڑھی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۷)

۱٦۵٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابواسحاق

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَاٰمَنُهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ.

ہمدانی از حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی' اس وقت ہماری کثیر تعداد تھی اور ہم بہت امن میں تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۵۷ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ، فَيَا لَيْتَ حَظِّيْ مِنْ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از عبدالرحمن بن یزید از عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (منیٰ میں) دو رکعت پڑھیں' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعت پڑھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعت پڑھیں' پھر ان کے بعد تم میں اختلاف ہو گیا (کوئی دو رکعت پڑھتا تھا اور کوئی چار رکعت) کاش! ان چار رکعتوں میں میرا حصہ وہ دو رکعت ہوتیں جو مقبول ہوئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۴ میں گزر چکی ہے۔

منیٰ میں پوری نماز یا قصر پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' اوزاعی اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ اہل مکہ اور جو دوسرے ملکوں سے آ کر مکہ میں مقیم ہوں' وہ منیٰ اور میدانِ عرفات میں نماز کو قصر کریں گے اور اس جگہ قصر کرنا سنت ہے' اور جو منیٰ اور عرفات کے رہنے والے ہوں وہ پوری نماز پڑھیں گے' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد' الثوری اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ منیٰ میں نماز پوری پڑھیں' انہوں نے کہا: جس کا اتنا سفر نہ ہو جس میں نماز قصر کی جاتی ہے وہ مقیم کے حکم میں ہے' اس سے پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما وہاں پر کیوں پوری نماز پڑھتے تھے اور علماء نے اس کے کیا محامل بیان کیے ہیں' اس کا وہاں ان احادیث کی شروح میں مطالعہ کریں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۸۵ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ
یوم عرفہ کا روزہ رکھنا

اس باب میں یوم عرفہ کے روزے کا ذکر ہے چونکہ اس میں اختلاف ہے' اس لیے امام بخاری نے اس کا حکم بیان نہیں کیا۔

۱۶۵۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا، مَوْلٰى اُمِّ الْفَضْلِ، عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمیر سے سنا جو حضرت ام الفضل کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں کو شک تھا کہ

تخریج.[اطراف الحدیث:۱۶۶۱ـ۱۹۸۸ـ۵۶۰۴ـ۵۶۱۸ـ۵۶۳۶] نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عرفہ کا روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مشروب بھیجا جس کو آپ نے پی لیا۔

(صحیح مسلم:۱۱۲۳' الرقم المسلسل:۲۵۶۱' سنن ابوداؤد:۲۴۴۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) سالم بن ابی امیہ ابوالنضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ بن معمر (۵) عمیر مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت ام الفضل' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ' ان کا نام لبابہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج۹ ص۴۲۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یوم عرفہ کے روزے کا ذکر ہے۔

یوم عرفہ کے روزے کے متعلق احادیث

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کی وجہ سے اس سے پہلے سال کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اس کے بعد والے سال کے گناہ بھی معاف فرما دے گا۔

(صحیح مسلم:۱۱۶۲' سنن ابوداؤد:۲۴۲۶ـ۲۴۲۵' سنن ترمذی:۷۴۹' سنن نسائی:۲۳۷۹' سنن ابن ماجہ:۱۷۳۸ـ۱۷۳۰ـ۱۷۱۳)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی نے لکھا: اہل علم کے نزدیک یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے' ماسوا حجاج کے لیے میدان عرفات میں۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو آپ نے یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے اس کا روزہ نہیں رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے اس کا روزہ نہیں رکھا' اور اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے' ان کے نزدیک میدان عرفات میں یوم عرفہ کو روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تا کہ آدمی کو دعا کرنے کی طاقت رہے اور بعض اہل علم نے عرفہ کے دن میدان عرفات میں روزہ رکھا ہے۔

نیز حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں اس دن کا روزہ نہ رکھتا ہوں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔

(سنن ترمذی:۷۵۱' ص۲۳۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ اگر روزہ رکھنے سے کسی شخص پر ضعف طاری نہیں ہوتا تو اس کے لیے میدان عرفات میں روزہ رکھنا مستحسن ہے' صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مطلقاً روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہی ہمارے جمہور اصحاب کا قول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص روزہ رکھنا چاہے وہ ہمارے پاس نہ آئے کیونکہ یہ تکبیرات پڑھنے اور کھانے پینے کا دن ہے۔ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ثوری کا مختار روزہ نہ رکھنا ہے' عطاء نے کہا: جس نے اس دن روزہ نہیں رکھا تا کہ اس کو ذکر کرنے کے لیے توانائی حاصل ہو' اس کو روزہ رکھنے والے کی مثل اجر ہوگا۔

الداوردی المتوفی ۴۰۲ھ نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے کہا: غیر حجاج کے لیے میرے نزدیک یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے

اور حجاج کے لیے میرے نزدیک روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تاکہ اس کو ذکر کرنے کے لیے طاقت اور توانائی حاصل رہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام الفضل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مشروب بھیجا جس کو آپ نے پی لیا' اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ بتانے کے لیے محافل اور مجالس میں کھانا پینا جائز ہے اور خواتین کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے' خواہ اس سے یہ نہ معلوم کرے کہ وہ اس کے مال سے ہے یا اس کے خاوند کے مال سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۲۸۔ ج ۳ ص ۱۱۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

یوم عرفہ کے روزے میں مذاہب۔

۸۶ - بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ ' إِذَا غَدَا مِنْ مِّنًى إِلَى عَرَفَةَ

جب صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جائے تو تلبیہ اور تکبیر پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب منیٰ سے عرفات کی طرف جائے تو تلبیہ اور تکبیر پڑھنا مشروع ہے۔

۱۶۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ اَنَّهُ سَاَلَ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ' وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِّنًى اِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ' وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ' فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن ابی بکر الثقفی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ دونوں صبح کو منیٰ سے میدانِ عرفات کی طرف جا رہے تھے کہ آپ لوگ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے بعض لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے اور اس پر انکار نہیں کیا جاتا تھا اور ہم میں سے بعض لوگ اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھتے تھے اور اس پر انکار نہیں کیا جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷۰ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض نئے مسائل کا یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے:

منیٰ کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب' اہل مدینہ اور جمہور علماء کا مختار یہ ہے کہ جب منیٰ سے عرفات کی طرف جائیں تو تلبیہ پڑھنا منقطع کر دیں کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا تھا تلبیہ منقطع کرنے میں تعجیل اور تاخیر دونوں مباح ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ ایک دوسرے پر انکار نہیں کرتے تھے اور وہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو سمجھنے والے اور ان کو حاصل کرنے والے تھے' لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کی اقتداء کریں کیونکہ ہمیں ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام طحاوی حنفی نے کہا ہے کہ میدانِ عرفات کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ (اللھم لبیک) پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یوم عرفہ سے پہلے حج والے کے لیے اللہ اکبر پڑھنا اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنا اور اللھم لبیک پڑھنا جائز تھا تو اب ان کا اللہ اکبر پڑھنا اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنا' اللھم لبیک پڑھنے سے مانع نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ میدانِ عرفات کی طرف جاتے وقت تلبیہ پڑھنے کو منقطع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حج کرنے والے

آخری سفر ہے اور یہیں پر حج کرنے والے کی انتہاء ہوتی ہے اور اب اس کے افعال میں گھر لوٹنا ہے لہٰذا اب تکبیرات پڑھنا زیادہ لائق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَرَامِ. (البقرہ:۱۹۸)

اور جب تم عرفات سے (مزدلفہ میں) واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ المہلب کا اپنے استدلال میں اس آیت کو پیش کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ہماری بحث عرفات کی طرف جاتے ہوئے ذکر کرنے کے متعلق ہے اور اس آیت میں عرفات سے واپسی کی طرف ذکر کا بیان ہے نیز اس میں اللہ کے ذکر کرنے کا بیان ہے اور اللھم لبیک پڑھنا یہ بھی اللہ کا ذکر ہے نیز المہلب کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ منیٰ سے عرفات کی طرف جانا اس کے سفر کا آخر ہے اور اب افعالِ حج میں سے صرف گھر واپس جانا رہ گیا ہے کیونکہ ابھی حج کے بہت افعال باقی ہیں ابھی وقوفِ مزدلفہ باقی ہے منیٰ میں جمرات کو کنکریاں مارنا ہے اور قربانی ہے اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ یہ آخری سفر ہے کیونکہ اس کے بعد طوافِ زیارت کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر ہے اور پھر جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے منیٰ کا سفر کرنا اور پھر آخر میں طوافِ وداع کے لیے پھر مکہ مکرمہ اور مسجد حرام جانا ہے اس لیے لبیک اللھم لبیک پڑھنے کو المہلب کا غیر مستحسن کہنا بجائے خود غیر مستحسن ہے۔

۸۷ - بَابُ التَّهۡجِيۡرِ بِالرَّوَاحِ يَوۡمَ عَرَفَةَ — ٹھیک دوپہر کو یومِ عرفہ میں (نماز کے لیے) روانہ ہونا

اس عنوان میں ''تہجیر'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دوپہر کا وقت۔

۱۶۶۰ - حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ يُوۡسُفَ قَالَ اَخۡبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابۡنِ شِهَابٍ عَنۡ سَالِمٍ قَالَ كَتَبَ عَبۡدُ الۡمَلِكِ اِلَى الۡحَجَّاجِ اَنۡ لَّا يُخَالِفَ ابۡنَ عُمَرَ فِي الۡحَجِّ فَجَاءَ ابۡنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُمَا وَاَنَا مَعَهٗ يَوۡمَ عَرَفَةَ حِيۡنَ زَالَتِ الشَّمۡسُ فَصَاحَ عِنۡدَ سُرَادِقِ الۡحَجَّاجِ فَخَرَجَ وَعَلَيۡهِ مِلۡحَفَةٌ مُّعَصۡفَرَةٌ فَقَالَ مَا لَكَ يَا اَبَا عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ؟ فَقَالَ الرَّوَاحَ اِنۡ كُنۡتَ تُرِيۡدُ السُّنَّةَ قَالَ هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ نَعَمۡ قَالَ فَاَنۡظِرۡنِيۡ حَتّٰى اُفِيۡضَ عَلٰى رَاۡسِيۡ ثُمَّ اَخۡرُجُ فَنَزَلَ حَتّٰى خَرَجَ الۡحَجَّاجُ فَسَارَ بَيۡنِيۡ وَبَيۡنَ اَبِيۡ فَقُلۡتُ اِنۡ كُنۡتَ تُرِيۡدُ السُّنَّةَ فَاقۡصُرِ الۡخُطۡبَةَ وَعَجِّلِ الۡوُقُوۡفَ فَجَعَلَ يَنۡظُرُ اِلٰى عَبۡدِ اللّٰهِ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَبۡدُ اللّٰهِ قَالَ صَدَقَ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۶۲-۱۶۶۳] (سنن نسائی: ۳۰۰۲، ۳۰۰۳، موطا امام مالک۔الحج: ۱۹۴، ج ۱ ص ۲۵۸، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۱۴-۲۸۱۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم انہوں نے کہا: عبدالملک نے حجاج کی طرف لکھا تھا کہ وہ حج کے احکام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت نہ کرے پس حضرت عبداللہ بن عمر (عرفات میں) آئے اور میں یوم عرفہ کو ان کے ساتھ تھا اس وقت سورج (استواء سے) زائل ہو چکا تھا پس انہوں نے حجاج کے خیمہ کے پردوں کے پاس پہنچ کر زور سے آواز دی پھر حجاج زرد چادر اوڑھے ہوئے باہر نکلا اور کہنے لگا: اے ابوعبدالرحمان! تمہیں کیا کام ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: اگر تم سنت کی اتباع کرنا چاہتے ہو تو اب (نماز کے لیے) روانہ ہو حجاج نے کہا: اس وقت؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! حجاج نے کہا: اچھا! پھر مجھے اتنی مہلت دو کہ میں سر پر پانی بہالوں پھر نکلوں حضرت عبداللہ سواری سے اترے حتیٰ کہ حجاج خیمہ سے نکلا پس میرے اور میرے والد کے درمیان چلنے لگا سالم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجاج سے کہا: اگر تم سنت کی اتباع کرنا چاہتے ہو تو

خطبہ چھوٹا پڑھنا اور وقوف میں جلدی کرنا' حجاج (یہ سن کر) حضرت
عبداللہ بن عمر کی طرف دیکھنے لگا' جب حضرت عبداللہ نے یہ دیکھا
تو فرمایا: سالم نے سچ کہا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی' بعض رجال کا تعارف' فاسق حکام کی اقتداء میں نماز کا جواز اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبدالملک کا ذکر ہے' اس سے مراد اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان ہے اور حجاج کا ذکر ہے' اس سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔

اس میں ''سرادق الحجاج'' کا ذکر ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ''سرادق'' سے مراد خیمہ ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ''سرادق'' سے مراد وہ پردے ہیں جو خیمہ پر لٹکائے جاتے ہیں اور یہ عموماً سلاطین اور بڑے بڑے امراء کے خیموں پر لٹکائے جاتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن ظہر کے اوّل وقت میں نماز پڑھنی چاہیے' پھر سلام پھیرنے کے بعد عصر کی نماز پڑھنی چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر' حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ فاسق و فاجر حکام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے جب تک اس کا فسق و فجور کفر تک نہ پہنچا ہو۔

فاضل اور متقی شخص کسی دینی ضرورت سے اگر ظالم حاکم کے پاس جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں جیسے حضرت ابن عمر' حجاج کے پاس یہ بتانے گئے تھے کہ سنت یہ ہے کہ عرفہ کے دن ظہر کی نماز جلدی پڑھی جائے اور خطبہ چھوٹا دیا جائے۔

حجاج زرد چادر اوڑھے ہوئے نکلا حالانکہ وہ محرم تھا اور حضرت ابن عمر نے اس پر انکار نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ محرم کے لیے زرد چادر اوڑھنا جائز ہے' اس حدیث میں ''ملحفة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بڑی چادر۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے اوپر حجاج کو امیر بنا دیا گیا حالانکہ وہ زیادہ علم و فضل والے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ کے اوپر ادنیٰ کو امیر بنانا جائز ہے۔

سالم بن عبداللہ بن عمر نے اپنے والد کے سامنے حجاج سے کہا: اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو خطبہ چھوٹا دینا اور وقوف میں جلدی کرنا' اس سے معلوم ہوا کہ استاذ کے سامنے تلمیذ کا فتویٰ دینا جائز ہے۔

اس حدیث میں خطبہ کا ذکر ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک زوال کے بعد دو خطبے دیئے جائیں' جس طرح جمعہ کے دو خطبے دیئے جاتے ہیں۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک حج کے خطبات کی تفصیل

ہمارے اصحاب کے نزدیک حج میں تین خطبے ہیں:

(۱) پہلا خطبہ امیر حج سات ذوالحجہ کو دیتا ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کو منیٰ کی طرف کس طرح روانہ ہونا ہے۔

(۲) دوسرا خطبہ یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) کو دیا جاتا ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ غروب آفتاب کے بعد المزدلفہ کی طرف روانہ ہونا ہے' پھر طلوع فجر سے پہلے منیٰ روانہ ہونا ہے' جمرات کو کنکریاں مارنی ہیں' قربانی کرنی ہے' طواف زیارت کرنا ہے اور آخر میں طواف

وداع کرتا ہے۔

(۳) تیسرا خطبہ یوم نحر کے بعد (گیارہ ذوالحجہ) کو دیا جائے گا' جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد اس پر اس کا شکر ادا کیا جائے گا کہ اس نے مناسک حج ادا کرنے کی سعادت عطا فرمائی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب دی جائے گی اور ان کو گناہوں کے ارتکاب سے ڈرایا جائے گا اور ہر دو خطبوں کے درمیان ایک دن کا فصل رکھا جائے گا۔

امام شافعی کے نزدیک چار خطبے مسنون ہیں: (۱) ۷ ذوالحجہ کو (۲) ۹ ذوالحجہ کو (۳) ۱۱ ذوالحجہ کو (۴) واپس روانگی کے دن۔

امام مالک کے نزدیک تین خطبے ہیں: (۱) ۷ ذوالحجہ کو مکہ میں ظہر کی نماز کے بعد صرف ایک خطبہ ہے' اس میں بیٹھا نہیں جائے گا (۲) ۹ ذوالحجہ کو زوال کے بعد دو خطبے ہوں گے' ان کے درمیان میں بیٹھا جائے گا (۳) تیسرا خطبہ ۱۱ ذوالحجہ کو ہے۔

امام احمد کے نزدیک بھی تین خطبے ہوں گے' ان کے نزدیک ۷ ذوالحجہ کو مکہ میں خطبہ نہیں ہے' بلکہ ان کے نزدیک ۹ ذوالحجہ کو زوال کے بعد میدانِ عرفات میں خطبہ ہے' پھر یوم نحر ۱۰ ذوالحجہ کو منیٰ میں خطبہ ہے' پھر ایامِ منیٰ کے دوسرے دن ظہر کے بعد خطبہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۴۔ ۴۳۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۸ - بَابُ الْوُقُوْفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

میدانِ عرفات میں سواری پر وقوف کرنا

۱۶۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا اِخْتَلَفُوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ، فَشَرِبَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی النضر از عمیر مولیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ یوم عرفہ کو ان کے سامنے اس بات میں اختلاف ہوا کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا تھا یا نہیں؟ بعض نے کہا: آپ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا: آپ روزے سے نہیں ہیں' تو میں نے آپ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا' اس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے' آپ نے اس دودھ کو پی لیا۔

اس حدیث کی شرح ابھی قریب ہی' حدیث: ۱۶۵۸ میں گزر چکی ہے۔ مزید کچھ تفصیل ذکر کی جا رہی ہے:

میدانِ عرفات میں سواری پر وقوف کرنے میں فقہاء کا اختلاف

میدانِ عرفات یا وادیٔ مزدلفہ میں حج کرنے والے کے وقوف کا معنی یہ ہے کہ حج کرنے والا کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور دعا میں اللہ تعالیٰ سے پچھلے گناہوں پر معافی مانگے اور توبہ کرے اور آئندہ نیکیوں پر استقامت اور جمے رہنے کے لیے اخلاص سے دعا کرے' تاہم اگر زمین پر یا سواری پر بیٹھے ہوئے بھی دعا کرے تب بھی وقوف ہو جائے گا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ میدانِ عرفات میں سوار ہونا افضل ہے یا سواری کو ترک کرنا افضل ہے؟ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سوار ہونا افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کی حالت میں وقوف کیا اور اس لیے بھی کہ سواری کی حالت میں دعا میں کوشش کرنے اور گڑگڑانے میں مدد ملتی ہے' امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مختار ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جس کے لیے مال خرچ کرنا آسان ہو اور چلنے میں مشقت ہو' اس کو چلنے میں زیادہ اجر ملے گا اور

جس کے لیے مال خرچ کرنے میں مشقت ہو اور چلنا آسان ہو اس کو سواری میں زیادہ اجر ملے گا' کیونکہ اجر مشقت کے اعتبار سے ملتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۹ - بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِعَرَفَةَ. میدانِ عرفات میں دونمازوں کو جمع کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یومِ عرفہ کو میدانِ عرفات میں دونمازوں یعنی ظہر اور عصر کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے' اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے' امام شافعی' امام مالک اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً عرفات اور مزدلفہ میں دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے خواہ وہ نمازیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا نہ پڑھی ہوں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف اسی صورت میں دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے جب وہ نمازیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی علت سفر ہے' حتیٰ کہ اہل مکہ کے لیے اور جو شخص وہاں پر مقیم ہو' اس کے لیے دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے' اور جو لوگ بیرونی ممالک سے سفر کر کے مکہ آتے ہیں' وہ یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں ظہر کے وقت ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھیں گے اور مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کوئی نماز جماعت سے فوت ہو جاتی تو دونمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیتے۔

اس تعلیق کو ابراہیم حربی نے اپنی سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے' وہ از ھمام از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کو جب عرفہ کے دن امام کے ساتھ نماز نہ ملتی تو وہ اپنے گھر میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھ لیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۵)

۱۶۶۲ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمٌ اَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوْسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' سَاَلَ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ عَرَفَةَ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ' اِنَّهُمْ كَانُوْا يَجْمَعُوْنَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ. فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ وَّهَلْ تَتَّبِعُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ اِلَّا سُنَّتَهٗ.

اور لیث نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ جس سال حجاج بن یوسف نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا تھا' اس سال اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں کس طرح نماز پڑھی جائے گی؟ تو سالم نے کہا: اگر تم سنت کی اتباع کرنا چاہتے ہو تو عرفہ کے دن دوپہر کے وقت نماز پڑھو' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے' صحابہ سنت کے مطابق ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے تھے' ابن شہاب نے کہا: میں نے سالم سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا؟ سالم نے کہا: تم صرف ان ہی کی سنت کی تو اتباع کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶۰ میں گزر چکی ہے۔

حجاج بن یوسف نے ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا تھا۔

۹۰ - بَابُ قَصْرِ الْخُطْبَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ یومِ عرفہ کو چھوٹا خطبہ دینا

۱۶۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ ابْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ اِلَى الْحَجَّاجِ اَنْ يَّاْتَمَّ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ، جَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، وَاَنَا مَعَهُ، حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، اَوْ زَالَتْ، فَصَاحَ عِنْدَ فُسْطَاطِهِ اَيْنَ هٰذَا؟ فَخَرَجَ اِلَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ الرَّوَاحَ، فَقَالَ الْاٰنَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ اَنْظِرْنِي اُفِيْضُ عَلَيَّ مَاءً، فَنَزَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَتّٰى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ اَبِي، فَقُلْتُ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ اَنْ تُصِيْبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاَقْصِرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج کی طرف لکھا کہ وہ حج کے احکام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر عمل کرے' پھر جب عرفہ کا دن آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر زوالِ آفتاب کے بعد حجاج کے خیمہ کے پاس آئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا' پھر انہوں نے بلند آواز سے کہا: وہ کہاں ہے؟ تو حجاج ان کے پاس آیا' پس حضرت ابن عمر نے اس سے (نماز پڑھانے کے لیے) کہا' اس نے کہا: اب؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے کہا: مجھے اتنی مہلت دیں کہ میں اپنے اوپر پانی بہالوں' پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سواری سے اترے حتیٰ کہ حجاج باہر نکلا' پس وہ میرے اور میرے والد کے درمیان چلنے لگا' سالم بیان کرتے ہیں: میں نے (حجاج سے) کہا: اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو آج خطبہ چھوٹا دینا اور وقوف جلدی کرنا' حضرت ابن عمر نے کہا: اس نے سچ کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس کو یہاں تیسری بار دہرایا ہے' پہلی بار ۱۶۶۰ میں' اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ دوپہر کے وقت یوم عرفہ کو نماز کے لیے روانہ ہونا' اور ۱۶۶۲ میں' اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ یوم عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا اور ۱۶۶۳ میں' اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ یوم عرفہ میں چھوٹا خطبہ دینا۔

۹۱ - بَابُ التَّعْجِيْلِ اِلَى الْمَوْقِفِ — وقوفِ عرفات کے لیے جلدی روانہ ہونا

اس باب کے تحت امام بخاری نے کوئی حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ گزشتہ ابواب میں جو احادیث ذکر کی گئی ہیں' وہ اس باب کے عنوان پر بھی دلالت کرتی ہیں۔

صحیح البخاری میں احادیث کی تکرار کی تحقیق

صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں یہ عبارت مذکور ہے: امام بخاری نے کہا: اس باب میں بھی اس حدیث کا اضافہ کیا جاتا ہے یعنی حدیث امام مالک از ابن شہاب' لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کتاب میں کوئی مکرر حدیث ذکر کروں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں کوئی مکرر حدیث ذکر نہیں کی' اور وہ جو مشہور ہے کہ اس کتاب میں تقریباً آدھی احادیث مکرر ہیں' سو یہ قول اقناعی ہے' ورنہ تحقیق یہ ہے کہ جو حدیث بہ ظاہر مکرر ہو تو اس حدیث میں کسی قید کا اضافہ ہوتا ہے یا کسی لفظ کی زیادتی ہوتی ہے یا کمی ہوتی ہے یا اس کی سند میں کوئی تغایر ہوتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ صحیح البخاری میں کوئی حدیث اس طرح مکرر نہیں ہے کہ متن اور سند بالکل ایک جیسی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۷ ۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۹۲ - بَابُ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ
وقوفِ عرفہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وقوف کی جگہ صرف میدانِ عرفات ہے اور کوئی نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش یہ کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں' پس ہم حرم سے باہر وقوف نہیں کریں گے' اور قریش کے علاوہ دوسرے لوگ میدانِ عرفات میں وقوف کرتے تھے اور میدانِ عرفات حرم سے خارج ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ. (البقرہ:۱۹۹) پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔

اس آیت میں ''افاضہ'' کا حکم دیا ہے اور ''افاضہ'' میدانِ عرفات میں وقوف کی جگہ سے ہوتا ہے' جہاں تمام لوگ وقوف کرتے ہیں سوا قریش کے وقوف کی جگہ کے' وہ المشعر الحرام کے پاس وقوف کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہماری عزت حرم سے ہے' ہم حرم کے رہنے والے اور اس کے پڑوسی ہیں' پس ہم حرم سے باہر نہیں نکلیں گے اور عرب کے باقی لوگ میدانِ عرفات میں اس جگہ وقوف کرتے تھے جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے وقوف کیا تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نزولِ وحی سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میدانِ عرفات میں اسی جگہ وقوف کیا تھا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وقوف کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳)

١٦٦٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ كُنْتُ اَطْلُبُ بَعِيْرًا لِّيْ. ح. وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِّيْ، فَذَهَبْتُ اَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ، فَقُلْتُ هٰذَا وَاللّٰهِ مِنَ الْحُمْسِ، فَمَا شَانُهُ هَا هُنَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جبیر بن مطعم نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: میں اپنا اونٹ تلاش کر رہا تھا۔ (ح) اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے محمد بن جبیر سے سنا از والد خود حضرت جبیر بن مطعم' انہوں نے کہا: میں نے اپنا اونٹ گم کر دیا تھا' پس عرفہ کے دن میں اس کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ عرفہ میں وقوف کر رہے تھے' تو میں نے (دل میں) کہا: اللہ کی قسم! یہ شخص تو حمس (قریش) سے ہیں تو یہ یہاں پر کیوں وقوف کر رہے ہیں؟

(صحیح مسلم: ۱۲۲۰' الرقم المسلسل: ۲۸۴۵' سنن نسائی: ۳۰۱۰' مسند الحمیدی: ۵۵۹' المعجم الکبیر: ۱۵۵۶' اخبار مکہ: ۲۷۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۶۰' صحیح ابن حبان: ۳۸۴۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۳' مسند احمد ج ۴ ص ۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۷۴۳۔ ج ۲۷ ص ۳۰۰' مؤسستہ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) محمد بن جبیر بن مطعم (۵) جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل القرشی الصحابی رضی اللہ عنہ (۶) مسدد بن مسرھد۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳)

''حُمس'' کا معنی

اور ''حماسة'' کا معنی ہے: جو شخص ہر معاملہ میں بہت سخت ہو' قریش اوران کی اولاد کو حمس کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴)

١٦٦٥ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ، وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَّمَا وَلَدَتْ، وَكَانَتِ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُوْنَ عَلَى النَّاسِ، يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوْفُ فِيْهَا، وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوْفُ فِيْهَا، فَمَنْ لَّمْ يُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا. وَكَانَ يُفِيْضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ، وَيُفِيْضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ، قَالَ وَاَخْبَرَنِي اَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرہ:۱۹۹). قَالَ كَانُوْا يُفِيْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ، فَدُفِعُوْا اِلَى عَرَفَاتٍ. [طرف الحدیث: ۴۵۲۰] (صحیح مسلم: ۱۲۱۹' الرقم المسلسل: ۲۸۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۹۱۰' سنن نسائی: ۳۰۱۰۔۳۰۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ' عروہ نے بیان کیا کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں برہنہ طواف کرتے تھے ماسوا حمس کے اور حمس' قریش اور ان کی اولاد کو کہتے ہیں اور حمس اپنے آپ کو عام لوگوں سے برتر گمان کرتے تھے' ان میں سے مرد کسی مرد کو کپڑے دے دیتا جس کو وہ پہن کر طواف کرتا اور عورت کسی عورت کو کپڑے دے دیتی جسے پہن کر وہ طواف کرتی اور حمس جس کو کپڑے نہ دیتے وہ برہنہ طواف کرتا اور تمام لوگ (وقوف کے بعد) عرفات سے لوٹتے اور حمس (طواف کے بعد) المزدلفہ سے لوٹتے' عروہ نے کہا: اور مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ یہ آیت حمس کے متعلق نازل ہوئی ہے: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔ (البقرہ:۱۹۹) عروہ نے کہا: حمس' المزدلفہ سے لوٹتے تھے' پھر ان کو میدانِ عرفات میں بھیجا گیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) فروہ ابن ابی المغراء (۲) علی بن مسہر (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵)

میدانِ عرفات میں وقوف کی ابتداء کا وقت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ. (البقرہ:۱۹۸)

پس جب تم عرفات سے (المزدلفہ میں) واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عرفات سے واپس ہونے کا ذکر تو فرمایا ہے لیکن اپنی کتاب میں یہ نہیں بیان فرمایا کہ میدانِ عرفات میں وقوف کی ابتداء کس وقت ہوگی؟ اس کو ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجاج سے زوالِ آفتاب کے بعد دوپہر کے وقت فرمایا: اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو جلدی وقوف کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۶۶۳) اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے بعد میدانِ عرفات میں جاتے تھے۔

یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں وقوف کے وقت میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن بطال نے کہا: اس میں فقہاء کا اختلاف ... یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر کی

نمازیں جمع کر کے پڑھی ہیں' پھر آپ غروب آفتاب تک کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے (اسی کو وقوف عرفہ کہتے ہیں) 'پھر جب سورج غروب ہو گیا تو آپ المزدلفہ روانہ ہو گئے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جو شخص غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے روانہ ہو گیا اور اس نے رات کو وقوف نہیں کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ یوم النحر (دس ذوالحج) کی رات کو میدانِ عرفات میں وقوف کرنا ضروری ہے اور یوم عرفہ کے دن میں وقوف کرنا اس کے تابع ہے' پس اگر اس نے دن کے ایک جز میں وقوف کیا اور غروبِ آفتاب سے پہلے روانہ ہو گیا تو یہ اس کے لیے کافی نہیں ہے' اور اگر اس نے یوم نحر کی فجر سے پہلے رات کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا تو یہ اس کے لیے کافی ہے کیونکہ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے مزدلفہ کی رات میں طلوع فجر سے پہلے میدانِ عرفات میں وقوف نہیں کیا اس کا حج فوت ہو گیا' عروہ بن الزبیر سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وقوف عرفات کے لیے یوم عرفہ میں زوال سے پہلے دن میں وقوف کرنا ضروری ہے اور پوری رات اسی دن کے تابع ہے' پس اگر اس نے دن کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا تو یہ اس کے لیے کافی ہے اور اگر اس نے رات کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا تو یہ بھی اس کے لیے کافی ہے' مگر وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے زوال کے بعد دن کے کسی ایک جز میں وقوف کیا اور رات میں وقوف نہیں کیا تو اس پر دم لازم آئے گا یعنی اس کے تاوان میں قربانی کرنی ہو گی اور اگر اس نے رات کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا اور دن میں وقوف نہیں کیا تو پھر اس پر دم نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ وقوف کا وقت یومِ عرفہ کی طلوعِ فجر سے لے کر یوم نحر کی رات کو طلوع فجر تک ہے' انہوں نے دن کے اجزاء میں اور رات کے اجزاء میں مساوات رکھی ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت عروہ بن مفرس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ مزدلفہ میں تھے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی اونٹنی کو تھکایا اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا اور (راستہ میں) ہر پہاڑ پر میں نے وقوف کیا' کیا میرا حج ہو گیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے ساتھ یہ نماز پڑھ لی یعنی مزدلفہ میں اور اس نے دن یا رات میں وقوف عرفہ کر لیا تھا تو اس کا حج پورا ہو گیا۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات اور دن کا فرق نہیں کیا۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مقصود دن کا آخری وقت ہے' جس میں اس نے وقوف کیا ہے اور مراد دن کا وہ جز ہے جو رات کے جز کے ساتھ ہو کیونکہ آپ نے بغیر رات کے جز کے' دن کے جز پر اقتصار نہیں کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک وقوف عرفات میں یومِ عرفہ کے بعد والی رات پر اعتماد کرتے ہیں' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وقوف میں یومِ عرفہ کے دن پر اعتماد کرتے ہیں اور امام احمد' یومِ عرفہ کے دن اور رات دونوں پر اعتماد کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹۷۔۲۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹۳ - بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ

عرفات سے واپسی کے وقت کس رفتار سے چلے

اس باب میں عرفات سے واپسی کی رفتار کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۶۶۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ سُئِلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام

أُسَامَةُ وَأَنَا جَالِسٌ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِينَ دَفَعَ؟ قَالَ كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ، فَجْوَةٌ مُتَّسَعٌ، وَالْجَمْعُ فَجَوَاتٌ وَّفِجَاءٌ، وَكَذٰلِكَ رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ. ﴿مَنَاصٍ﴾ (ص:۳) لَيْسَ حِينَ فِرَارٍ. [اطراف الحدیث: ۲۹۹۹۔ ۴۴۱۳]

(صحیح مسلم: ۱۲۸۶، الرقم المسلسل: ۲۹۹۵، سنن نسائی: ۳۰۲۰۔ ۳۰۱۴، سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۷، المعجم الکبیر: ۱۱۲۸۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۶۰۔ ج ۳ ص ۳۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۶۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

بن عروہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا اور میں بھی اس وقت بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجۃ الوداع میں (مزدلفہ روانگی کے لیے) عرفات سے واپس جاتے تو کس رفتار سے چلتے تھے؟ حضرت اسامہ نے کہا: آپ درمیانی رفتار سے چلتے تھے اور جب آپ کو راستہ میں کشادگی ملتی تو تیز چلتے تھے، ہشام نے کہا: ''نص'' کا معنی ہے: درمیانی رفتار سے نسبۃً تیز چلنا، اور ''فجوۃ'' کا معنی ہے: کشادہ راستہ، اس کی جمع ''فجواتٌ'' اور ''فجاءٌ'' ہے اور اسی طرح ''رکوۃٌ'' اور ''رکاءٌ'' ہے اور سورۂ ص میں جو ''مناص'' کا لفظ ہے، اس کا معنی بھاگنا ہے اور اس حدیث میں جو ''نص'' کا لفظ ہے، اس کا معنی بھاگنا نہیں ہے۔

عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے عجلت کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

میدانِ عرفات سے مزدلفہ جانے کے لیے عجلت سے جانے کا سبب یہ ہے کہ وقت تنگ ہوتا تھا کیونکہ وہ سورج غروب ہونے کے بعد عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوتے تھے اور عرفات اور مزدلفہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے اور ان پر یہ فرض تھا کہ وہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے مزدلفہ میں پڑھیں، سو وہ نمازوں کے وقت میں پہنچنے کے لیے تیزی سے چلتے تھے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ عرفات سے المزدلفہ کی طرف اور المزدلفہ سے منیٰ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ درمیانی رفتار سے چلتے تھے، اور سلف صالحین نے اسی پر عمل کیا ہے، اسود نے کہا: میں دونوں روانگیوں میں حضرت عمر کے ساتھ رہا، وہ درمیانی رفتار سے زیادہ نہیں چلتے تھے اور کسی ایک روانگی میں سواری کو بھگاتے نہیں تھے اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی درمیانی رفتار سے ہی سواری کو چلاتے تھے۔

نیز علامہ طبری نے کہا ہے کہ عرفات سے مزدلفہ جانا ہو یا مزدلفہ سے منیٰ جانا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف درمیانی رفتار سے جاتے تھے ماسوا وادیٔ محسر کے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں تیزی کے ساتھ سواری کو دوڑاتے تھے اور اگر کسی نے اس جگہ سواری کو تیزی سے دوڑایا جہاں آپ نے درمیانی رفتار سے سواری کو چلایا تھا یا اس جگہ سواری کو درمیانی رفتار سے چلایا جہاں آپ نے سواری کو دوڑایا تھا تو اس پر کوئی تاوان لازم نہیں آئے گا، تاہم اس نے صحیح طریقہ پر عمل کرنے میں خطاء کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب نہیں کیا۔

''عنق'' اور ''نص'' کا معنی

اس حدیث میں ''عنق'' کا لفظ ہے اور ''عنق'' کا معنی ہے: پیدل چلنے کی بہ نسبت تیز چلنا اور اس حدیث میں ''نص'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: درمیانی رفتار سے تیز چلنا اور جو اس سے بھی تیز چلے تو وہ دوڑنا اور بھاگنا ہے، اس حدیث میں ''الفجوۃ'' کا لفظ ہے، اس کا معنی کشادگی اور وسعت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

''مناص'' اور ''نص'' ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا ہے کہ سورۂ ص میں جو ''مناص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بھاگنا ہے اور اس حدیث میں جو ''نص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بھاگنا نہیں ہے۔ اس کی شرح میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے اور جن نسخوں میں یہ عبارت مذکور ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عبارت ایک وہم کے ازالہ کے لیے ہے کہ کوئی شخص یہ وہم کر سکتا تھا کہ ''مناص'' اور ''نص'' کا مادہ ایک ہے اور ان میں سے ایک لفظ دوسرے سے ماخوذ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے' کیونکہ ''نص'' کا لفظ مضاعف ہے یعنی اس میں دو حرف ایک جنس کے ہیں اور وہ صاد ہے اور ''مناص'' اجوف واوی ہے' کیونکہ اس کا مادہ ''نوص'' ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ○ (ص:۳) یہ وقت عذاب سے بھاگنے اور نجات کا نہ تھا ○

بہ ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے ہی یہ وہم کیا ہے کہ ''مناص'' اور ''نص'' دونوں کا ایک مادہ ہے' اس وجہ سے امام بخاری نے اس عبارت کا ذکر کیا اور اولیٰ یہ ہے کہ اس نسخہ پر اعتماد کیا جائے جس میں یہ عبارت نہیں ہے اور یہ بعید ہے کہ اس وہم کی نسبت امام بخاری کی طرف یا کسی اور کی طرف کی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شیخ وحید الزمان کا علامہ عینی پر بے جا اعتراض اور اس کا جواب

شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

تو وہ اس ''نصّ'' سے مشتق نہیں ہے جو حدیث میں مذکور ہے' یہ تو ایک ادنیٰ آدمی بھی جس کو عربیت میں ذرا سی استعداد ہو' سمجھ سکتا ہے کہ ''مناص'' کو ''نصّ'' سے کیا علاقہ' ''نصّ'' مضاعف ہے اور ''مناص'' معتل' اب یہ خیال کرنا کہ امام بخاری نے ''مناص'' کو ''نص'' سے مشتق سمجھا' اسی لیے یہاں ''مناص'' کے معنی بیان کر دیئے جیسے عینی نے نقل کیا' بالکل کم فہمی ہے اور اصل یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں یہ عبارت ہی نہیں ہے اور جن نسخوں میں موجود ہے ان کی توجیہ ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کو کم استعدادی سے یہ وہم ہوا ہوگا کہ ''مناص'' اور ''نصّ'' کا مادہ ایک ہی ہے تو امام بخاری نے ''مناص'' کی تفسیر کر کے اس وہم کا رد کر دیا۔

(تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۷۶' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

میں کہتا ہوں کہ جب علامہ عینی نے اس پر بحث کر کے خود لکھ دیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس نسخہ پر اعتماد کیا جائے جس میں یہ عبارت نہیں ہے اور یہ بعید ہے کہ اس وہم کی نسبت امام بخاری کی طرف یا کسی اور (مثلاً صحیح بخاری کے ناسخین) کی طرف کی جائے' تو پھر علامہ عینی کے متعلق یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ انہوں نے امام بخاری کی طرف اس وہم کی نسبت کر کے اپنی کم فہمی اور کم استعدادی کا ثبوت دیا ہے' دراصل علامہ عینی اپنی شرح میں اکثر غیر مقلدین کا رد کرتے رہتے ہیں' اس وجہ سے شیخ وحید الزمان نے اپنے دل کا غبار اور بھڑاس نکالنے کے لیے یہ موقع غنیمت جانا ہے۔

۹۴ - بَابُ النُّزُوْلِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

میدانِ عرفات اور وادیٔ مزدلفہ کے درمیان سواری سے اترنا

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے حجاج کسی بھی ضرورت کی وجہ سے درمیان میں اتر سکتے ہیں۔

۱۶۶۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ اَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ مَالَ اِلَى الشِّعْبِ، فَقَضٰى حَاجَتَهُ فَتَوَضَّاَ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُصَلِّيْ؟ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از موسیٰ بن عقبہ از کریب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے مزدلفہ واپس جارہے تھے (اسی اثناء میں) آپ ایک گھاٹی میں اترے آپ نے قضاء حاجت کی پھر وضوء کیا پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا: نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۹ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس گھاٹی میں اترنا قضاء حاجت کی ضرورت کی وجہ سے تھا اور یہ حج کی سنتوں میں سے نہیں ہے اور یہ اس شخص کے لیے جائز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع کرنا چاہتا ہو جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں پر ٹھہرتے تھے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تھے اور وہ اس جگہ اپنی اونٹنی کو گھماتے تھے جس جگہ آپ نے اونٹنی کو گھمایا تھا اور وہ آپ کے نقوش اور آپ کے اعمال کی اتباع کرتے تھے اور ان میں سے بعض چیزوں کا تعلق صرف آپ کی محبت اور ہر فعل میں آپ کی اتباع کے جذبہ سے تھا اور شرعی طور پر صرف ان ہی افعال میں آپ کی اتباع لازم ہے جن کا تعلق احکامِ شریعت سے ہو لیکن محبت کا مزاج جدا ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۰۱-۳۰۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۶۶۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، غَيْرَ اَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ الَّذِيْ اَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ، فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّاُ، وَلَا يُصَلِّيْ حَتّٰى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مغرب اور عشاء کی نمازوں کو المزدلفہ میں جمع کرتے تھے تاہم جب وہ اس گھاٹی سے گزرتے جس گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مڑ گئے تھے تو وہ اس میں داخل ہو کر قضاء حاجت کرتے اور وضوء کرتے اور وہاں نماز نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ مزدلفہ میں پہنچ کر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۶۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ حَرْمَلَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ، فَلَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْبَ الْاَيْسَرَ الَّذِيْ دُوْنَ الْمُزْدَلِفَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی حرملہ از کریب مولیٰ ابن عباس از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں میدانِ عرفات سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائیں جانب والی گھاٹی پر پہنچے جو مزدلفہ کے نزدیک ہے تو آپ نے اپنا اونٹ

اَنَاخَ فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ، فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوْءَ، تَوَضَّأَ وُضُوْءًا خَفِيْفًا، فَقُلْتُ الصَّلٰوةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ. فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى، ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ جَمْعٍ.

بٹھایا' پھر پیشاب کیا' پھر آپ آئے تو میں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا' آپ نے خفیف سا وضوء کیا' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! نماز؟ تو آپ نے فرمایا: نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے' پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے حتیٰ کہ المزدلفہ پہنچ گئے' پھر آپ نے نماز پڑھی' پھر المزدلفہ کی صبح میں حضرت الفضل سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹ میں گزر چکی ہے۔

١٦٧٠ - قَالَ كُرَيْبٌ فَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ الْفَضْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى بَلَغَ الْجَمْرَةَ.

کریب نے کہا: پس مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی از حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ مسلسل "اللهم لبيك اللهم لبيك" پڑھتے رہے حتیٰ کہ جمرۃ العقبہ پہنچ گئے۔

٩٥ - بَابُ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّكِيْنَةِ عِنْدَ الْاِفَاضَةِ وَاِشَارَتِهٖ اِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ

نبی ﷺ نے عرفات سے واپسی پر حکم دیا کہ سکون اور وقار کے ساتھ چلو اور اپنے اصحاب کی طرف چابک سے اشارہ فرمایا

یعنی نبی ﷺ نے عرفات سے واپسی پر یہ حکم دیا کہ سکون اور وقار کے ساتھ چلو اور اپنے اصحاب کی طرف چابک سے اشارہ فرمایا۔

١٦٧١ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ اَبِيْ عَمْرٍو، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، مَوْلٰى وَالِبَةَ الْكُوْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ زَجْرًا شَدِيْدًا، وَضَرْبًا وَّصَوْتًا لِّلْاِبِلِ، فَاَشَارَ بِسَوْطِهٖ اِلَيْهِمْ، وَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ، فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ. ﴿اَوْضَعُوْا﴾ (التوبہ:٤٧) اَسْرَعُوْا. ﴿خِلٰلَكُمْ﴾ (التوبہ:٤٧) مِنَ التَّخَلُّلِ بَيْنَكُمْ. ﴿وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا﴾ (الکہف:٣٣) بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سوید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن ابی عمرو نے حدیث بیان کی جو المطلب کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی جو الکوفی کی والبہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ وہ عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات سے واپس آ رہے تھے تو نبی ﷺ نے اپنے پیچھے بہت ڈانٹ ڈپٹ کی آواز سنی اور اونٹوں کو مارنے کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف چابک سے اشارہ کر کے فرمایا: اے لوگو! تم پر سکون اور وقار لازم ہے کیونکہ نیکی سواری کو تیز دوڑانے میں نہیں ہے۔ (التوبہ: ٤٧ میں ہے:) "اوضعوا" یعنی وہ بہت تیزی سے تمہارے درمیان افواہیں پھیلاتے ہیں۔ (اور الکہف: ۳۳ میں ہے:) "وفجرنا خلالهما" اور ہم نے ان کے درمیان دریا جاری کر دیئے تھے۔ یعنی

''اوضعوا'' کا معنی ہے: وہ جلدی کرتے تھے اور ''خلال'' کا معنی درمیان ہے۔اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم' یہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہیں (۲) ابراہیم بن سوید بن حیان (۳) عمرو بن ابی عمرو' ابوعمرو کا نام میسرہ ہے (۴) سعید بن جبیر' یہ بنو اسد سے ہیں' ان کو حجاج نے ۹۵ھ میں شہید کر دیا تھا (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴-۱۳)

''اوضعوا'' اور ''خلال'' کے معنی پر قرآن مجید سے استشہاد

اس حدیث میں ''ایضاع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تیزی سے چلنا' بھاگنا اور دوڑنا یا سواری کو تیز بھگانا' اس کی وضاحت کے لیے امام بخاری نے ذکر کیا کہ یہ لفظ قرآن مجید میں ہے:

وَلَاۡ اَوۡضَعُوۡا خِلٰلَكُمۡ يَبۡغُوۡنَكُمُ الۡفِتۡنَةَ. (التوبہ:۴۷) اور تم میں فتنہ ڈالنے کے لیے بہت تیزی کے ساتھ تم میں افواہیں پھیلاتے ہیں۔

اور چونکہ اس آیت میں ''خلال'' کا لفظ ہے' جس کا معنی درمیان ہے تو اس کی وضاحت کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی:

وَفَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا. (الکہف:۳۳) اور ہم نے ان کے درمیان دریا جاری کر دیے۔

امام بخاری کا اسلوب ہے کہ حدیث میں کوئی مشکل لفظ آ جائے اور وہ لفظ قرآن مجید میں بھی ہو تو وہ قرآن مجید میں وارد لفظ کا معنی بیان کر دیتے ہیں۔

۹۶ - بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

المزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا

یعنی مغرب اور عشاء کی نمازوں کو المزدلفہ میں جمع کرنا' بہ ایں طور کہ مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت میں پڑھا جائے' المزدلفہ کا معنی اجتماع ہے' اس وادی کو المزدلفہ اس لیے کہتے ہیں کہ جنت سے آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حوا سلام اللہ علیہا بچھڑ گئے تھے پھر اس وادی میں دونوں کا اجتماع ہوا تھا۔

۱۶۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ' عَنْ كُرَيْبٍ' عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ' فَنَزَلَ الشِّعْبَ' فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ' فَقُلْتُ لَهٗ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ اَلصَّلٰوةُ اَمَامَكَ. فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ' تَوَضَّاَ فَاَسْبَغَ' ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ' فَصَلَّى الْمَغْرِبَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از کریب از اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' کریب نے سنا کہ حضرت اسامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ عرفات سے واپس جا رہے تھے' آپ نے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں اتر کر پیشاب کیا' پھر آپ نے وضوء کیا اور تخفیف سے وضوء کیا (زیادہ پانی نہیں بہایا) میں نے آپ سے کہا: نماز؟ تو آپ نے فرمایا: نماز (کی

ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِيْرَهٗ فِيْ مَنْزِلِهٖ، ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَصَلّٰى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

جگہ) تمہارے آگے ہے' پھر آپ المزدلفہ میں آئے' پس آپ نے اچھی طرح وضوء کیا' پھر نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھی' پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے ڈیرے پر بٹھا دیا' پھر (عشاء کی) نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ نے نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹' اور ۱۶۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۹۷ - بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ

جس نے ان دو نمازوں کو جمع کیا اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے

یعنی جس نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے۔

۱۶۷۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِاِقَامَةٍ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا، وَلَا عَلٰى اِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم بن عبد اللہ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا' ہر نماز کو اقامت کے ساتھ پڑھا اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے اور نہ ان میں سے کسی نماز کے بعد نفل پڑھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی شرح کی جا رہی ہے:

المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کے وجوب یا استحباب میں اقوال فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا مشروع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ان کو جمع کر کے پڑھنا حج کے افعال کے قبیل سے ہے یا محض سفر کی وجہ سے ہے یا سفر طویل کی وجہ سے ہے' پس جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ان کو جمع کر کے پڑھنا حج کے افعال کی وجہ سے ہے' وہ کہتے ہیں کہ مکہ' منیٰ' عرفات اور مزدلفہ کے رہنے والے یوم عرفہ میں ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں گے اور جنہوں نے کہا ہے کہ سفر طویل کی وجہ سے ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں' انہوں نے کہا ہے کہ مکہ' منیٰ میدانِ عرفات اور المزدلفہ کے رہنے والے ان نمازوں کو پوری پڑھیں گے' یعنی عشاء کی نماز میں قصر نہیں کریں گے' اسی طرح وہ تمام لوگ جن کے اور المزدلفہ کے درمیان مسافت قصر نہیں ہے' اور جن کا سفر طویل ہے' وہ قصر کریں گے۔

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے کہ اس دن مغرب کی نماز المزدلفہ کے سوا اور کہیں نہیں پڑھیں گے۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام ترمذی کی مراد یہ ہے کہ ان نمازوں کو المزدلفہ میں پڑھنے کی مشروعیت اور استحباب پر اہل علم کا عمل ہے نہ کہ اس کے وجوب اور لزوم پر کیونکہ اس پر ان کا اتفاق نہیں ہے بلکہ اس میں ان کا اختلاف ہے' پس سفیان الثوری نے کہا ہے کہ ان دو نمازوں کو المزدلفہ میں پہنچے بغیر نہ پڑھے اور اس کے لیے ان نمازوں کو آدھی رات تک پڑھنے

گنجائش ہے اور اگر اس نے ان دو نمازوں کو المزدلفہ کے علاوہ کسی اور جگہ پڑھ لیا تو ان نمازوں کا اعادہ کرے گا۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر ان دو نمازوں کو المزدلفہ پہنچنے سے پہلے پڑھ لیا ہے تو اس پر ان نمازوں کا اعادہ کرنا لازم ہے' خواہ اس نے ان نمازوں کو شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھا ہو یا شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھا ہو' اس پر لازم ہے کہ جب وہ المزدلفہ پہنچے تو ان نمازوں کا اعادہ کرے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ کوئی شخص بغیر عذر کے المزدلفہ پہنچنے سے پہلے ان نمازوں کو نہ پڑھے اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے ان نمازوں کو المزدلفہ سے پہلے پڑھ لیا ہے تو اس وقت تک ان نمازوں کو جمع نہ کرے جب تک کہ شفق غائب نہ ہو جائے۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ یہ جو ذکر کیا گیا ہے یہ افضل ہے اور اگر اس نے ان نمازوں کو مغرب کے وقت میں جمع کر کے پڑھ لیا یا عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھا یا عرفات میں پڑھ لیا یا کسی اور جگہ میں پڑھ لیا یا جمع نہیں کیا بلکہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھ لیا تب بھی جائز ہے' الاوزاعی' اسحاق بن راھویہ' ابوثور' امام ابو یوسف اور اشہب کا بھی یہی قول ہے' علامہ نووی نے اس قول کو اصحاب الحدیث سے نقل کیا ہے اور تابعین میں سے عطاء' عروہ' سالم' قاسم اور سعید بن جبیر کا بھی یہی مؤقف ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ہر نماز کی اقامت الگ الگ ہوگی۔

المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی اذان اور اقامت کے متعلق اقوال فقہاء

اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ان میں سے ہر نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی اور کسی نماز کے لیے بھی اذان نہیں دی جائے گی' یہ امام شافعی کا قول ہے اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(۲) ان میں سے پہلی نماز کو اقامت کے ساتھ پڑھا جائے گا' یہ حضرت ابن عمر اور سفیان ثوری کا قول ہے۔

(۳) پہلی نماز کے لیے اذان دی جائے گی اور ہر نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی' یہ امام احمد کا قول ہے' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

(۴) پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور دوسری نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوگی' یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے۔

(۵) ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی' یہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے' اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔

عرفات میں ظہر اور عصر کی جمع تقدیم میں اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کے اقوال

مسجد نمرہ میں جمع تقدیم مثلاً ظہر اور عصر کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) امام شافعی اور ان کے جمہور اصحاب کا یہ قول ہے کہ پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں کہی جائے گی۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور دوسری کے لیے نہیں کہی جائے گی۔

(۳) ابوالحسین القطان کا مذہب یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷-۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٧٤ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْخَطْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ.

[طرف الحدیث: ۴۴۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن یزید الخطمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوایوب انصاری نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو المزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۸۷' الرقم المسلسل: ۲۹۹۸' سنن نسائی: ۳۰۲۶' سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۰' سنن کبریٰ: ۴۰۲۴' مسند الحمیدی: ۳۸۳' سنن دارمی: ۱۵۱۶' المعجم الکبیر: ۳۸۶۸-۳۸۶۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۰' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۵۶۴-ج ۵ ص ۵۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خالد بن مخلد البجلی ابوالہیثم (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) عدی بن ثابت' یہ عدی بن ابان بن ثابت الانصاری ہیں (۵) عبداللہ بن یزید الخطمی (۶) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' آپ کا نام خالد بن زید ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۸)

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھے' اس کی وجہ یہ تھی کہ ان نمازوں کے درمیان اذان نہیں تھی' پس آپ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر عشاء کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تھے' اور ان کے درمیان وقت کی اتنی گنجائش نہیں تھی کہ آپ نفل پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے' اور جس کے نزدیک ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان ہے' اس کے نزدیک جو ان نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا چاہے تو وہ نماز پڑھ سکتا ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نفل پڑھے ہیں' امام مالک سے یہ روایت ہے کہ جو ان دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھے' وہ ان کے درمیان نفل نہ پڑھے۔

ان میں سے ہر دو چیزوں کے درمیان گنجائش ہے' امام طبری نے کہا ہے کہ یہ دو نمازیں اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہیں اور حج کرنے والے کے لیے طلوع فجر تک یہ نمازیں قضاء نہیں ہوتیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۰۴- ج ۳ ص ۵۱۸ میں مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مزدلفہ میں سنتیں پڑھنے میں مذاہب۔

٩٨ - بَابُ مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا

جس نے ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ... سے ہر نماز کے لیے اذان دی اور اقامت کہی' اس

کا کیا حکم ہے؟

۱۶۷۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ حَجَّ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِينَ الْأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ، وَصَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ فَتَعَشّٰى، ثُمَّ أَمَرَ أُرٰى رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، قَالَ عَمْرٌو لَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي هٰذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فِي هٰذَا الْمَكَانِ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هُمَا صَلٰوتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ. قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. [اطراف الحدیث:۱۶۸۲۔۱۶۸۳]

(صحیح مسلم:۱۲۸۹، الرقم المسلسل:۳۰۰۶، سنن ابوداؤد:۱۹۳۴، سنن نسائی:۳۰۳۵۔۶۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۸۔۴۵۷، سنن کبریٰ:۴۰۳۳، مصنف عبد الرزاق:۴۴۲۱، مسند الحمیدی:۱۱۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۴ طبع قدیم، مسند احمد:۳۶۳۷۔ج ۶ ص ۱۴۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زُہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمان بن یزید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا، پس ہم المزدلفہ میں عشاء کے وقت یا اس کے قریب آئے، پھر انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی اور اقامت کہی، پھر انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد انہوں نے رات کا کھانا منگا کر کھایا، میرا گمان ہے کہ پھر انہوں نے کسی شخص کو اذان دینے اور اقامت کہنے کا حکم دیا، عمرو بن خالد نے کہا: میرے علم میں یہ شک صرف زہیر کو تھا، پھر انہوں نے عشاء کی نماز دو رکعت پڑھائی، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت (منہ اندھیرے) اس دن اس جگہ میں صرف یہی نماز پڑھتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے معمول کے وقت سے ہٹائی گئی ہیں، مغرب کی نماز جب لوگ المزدلفہ میں آئیں اور فجر کی نماز جو طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی جائے، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن خالد بن فروخ (۲) زہیر بن معاویہ بن خدیج ابوخیثمہ الجعفی (۳) ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی (۴) عبدالرحمن بن یزید بن قیس یہ الاسود النخعی کے بھائی ہیں (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک شخص کو اذان دینے اور اقامت کہنے کا حکم دیا۔

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں میں اذان اور اقامت کی تعداد کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں میں اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، ابن القاسم نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان بھی دی جائے گی اور اقامت بھی کہی جائے گی، جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی

اس حدیث سے ظاہر ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

ابن الماجشون اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ ان دو نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کیا جائے گا' امام طحاوی کا بھی یہی مختار ہے' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کا مختار یہ ہے کہ ان دو نمازوں کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع کیا جائے گا اور میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرنے میں ان کا قول اس کے برخلاف ہے۔

حضرت ابن عمر' القاسم اور سالم رضی اللہ عنہم کا مسلک یہ ہے کہ ان نمازوں کو ایک اقامت کے ساتھ پڑھا جائے گا' امام شافعی اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے' ثوری کا مذہب یہ ہے کہ ان کو اقامتِ واحدہ کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اس کے ساتھ اذان نہیں ہوگی' امام طحاوی نے اپنے مؤقف پر اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کیا۔

امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المزدلفہ میں مغرب کی اذان دلوائی' پھر اقامت کہلوائی اور مغرب کی نماز پڑھائی پھر اسی پہلی اقامت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھائی۔

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اقامت کے ساتھ ان نمازوں کو جمع کیا ہے۔

امام مالک نے حضرت ابن عمر کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المزدلفہ میں ہر نماز کو اقامت کے ساتھ جمع کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۷۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان دو نمازوں کو جب جمع کر کے پڑھا جائے تو ان کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے اور انہوں نے ان دو نمازوں کے درمیان کھانا جو کھایا تھا' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان نمازوں کے درمیان کھانا کھانے یا کسی اور کام کرنے کی گنجائش ہے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان دو نمازوں کے درمیان کھانا کھانا یا کوئی کام کرنا احکامِ شرعیہ سے ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جو فرمایا تھا: یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے معمول سے ہٹائی گئی ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ان نمازوں کو ان کے مستحب اوقات سے ہٹایا گیا ہے' نہ یہ بات کہ ان نمازوں کو ان کے شرعی اوقات سے ہٹایا گیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۰۷-۳۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۱۲- ج ۳ ص ۵۲۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:
① مزدلفہ میں صبح کی نماز کے وقت کی تحقیق ② احناف کی تائید ③ علامہ نووی کا تسامح۔

۹۹- بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ بِلَيْلٍ، فَيَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُوْنَ، وَيُقَدِّمُ اِذَا غَابَ الْقَمَرُ

گھر کے کمزور افراد کو مزدلفہ سے جلدی (منیٰ) کی طرف روانہ کر دینا کہ وہ مزدلفہ میں ٹھہریں' دعا کریں اور چاند غروب ہوتے ہی روانہ ہو جائیں

اس باب میں مذکور کمزور افراد سے مراد عورتیں اور بچے ہیں اور گھر کے بوڑھے افراد بھی اس میں داخل ہیں' اس میں لکھا ہے کہ یہ

لوگ چاند غروب ہوتے ہی روانہ ہو جاتے تھے کیونکہ المزدلفہ میں تہائی رات کے اوّل میں چاند غروب ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۲_۲۱)

١٦٧٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ، فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ، فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَا بَدَا لَهُمْ، ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَقِفَ الْاِمَامُ وَقَبْلَ اَنْ يَدْفَعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَاِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَرْخَصَ فِيْ اُولٰئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۱۲۹۵، الرقم المسلسل: ۳۰۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: سالم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزور افراد کو پہلے سے (منیٰ میں) بھیج دیتے' وہ رات کو المزدلفہ میں المشعر الحرام کے پاس ٹھہرتے' پھر جب تک وہ چاہتے اللہ کا ذکر کرتے' پھر امام کے وقوف کرنے سے اور روانہ ہونے سے پہلے لوٹ آتے' پھر ان میں سے بعض صبح کی نماز کے وقت منیٰ پہنچ جاتے اور بعض اس کے بعد پہنچتے' پھر جب وہ منیٰ پہنچتے تو جمرہ پر کنکریاں مارتے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں رخصت دی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزور افراد کو پہلے سے منیٰ میں بھیج دیتے۔

کنکریاں مارنے کے مستحب' مباح اور مکروہ وقت میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور طلوع آفتاب کے بعد ان لوگوں کے لیے کنکریاں مارنا جائز ہے جو لوگوں سے پہلے منیٰ میں پہنچ جاتے ہیں' یہ عطاء بن ابی رباح مکی' طاؤس بن کیسان' مجاہد' ابراہیم النخعی' الشعبی' سعید بن جبیر اور امام شافعی کا قول ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ آدھی رات سے پہلے جمرہ پر کنکریاں مارنا جائز ہے اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فجر سے پہلے منیٰ پہنچ جاتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ صبح کو مکہ پہنچ کر طواف زیارت کر لیں اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ طلوع فجر سے پہلے کنکریاں مار لیتی تھیں۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ طلوع فجر سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے اور ثوری اور النخعی کا مذہب یہ ہے کہ صرف طلوع آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام احمد اور اسحاق کا مذہب ہے' انہوں نے کہا: اگر کسی نے طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں مار لیں تو یہ فعل ادا ہو جائے گا' مگر اس نے ٹھیک نہیں کیا' ہمارے اصحاب میں ملک العلماء علامہ کاشانی نے کہا ہے کہ کنکریاں مارنے کا اوّل وقت مستحب طلوع آفتاب کے بعد ہے اور اس کا آخری وقت دن کا آخری حصہ ہے' اسی طرح امام ابوحنیفہ نے کہا ہے اور امام ابویوسف نے کہا: اس کا وقت زوال آفتاب تک ہے' اور آفتاب کے زوال کے وقت اس کا وقت فوت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد قضاء ہے' اور اگر اس نے غروب آفتاب تک کنکریاں نہیں ماریں تو پھر دوسرے دن فجر سے پہلے کنکریاں مارے اور ہمارے اصحاب کے قول کے مطابق اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ

جب سورج غروب ہو گیا تو اس کا وقت فوت ہو گیا اور اس پر فدیہ دینا لازم ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ آخر ایام تشریق تک اس کا وقت فوت نہیں ہوگا' پس اگر اس نے دوسرے روز طلوع فجر تک کنکریاں مارنے کو مؤخر کر دیا تو وہ اب کنکریاں مار لے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے اس پر دم (قربانی) لازم ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر کوئی تاوان لازم نہیں ہے۔

امام مالک نے الموطأ میں یہ کہا ہے کہ میں نے بعض اہل علم سے یہ سنا ہے کہ کنکریاں مارنے کو یوم نحر کی طلوع فجر تک مؤخر کرنا مکروہ ہے اور جس نے کنکریاں نہیں ماریں تو اس کے لیے یوم نحر کو کنکریاں مارنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۲۶۔ ج ۳ ص ۵۲۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① مزدلفہ کے قیام میں امام شافعی اور دوسرے فقہاء کے نظریات ② مزدلفہ کے قیام میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ ③ قیام مزدلفہ میں امام مالک کا نظریہ ④ قیام مزدلفہ میں احناف کا نظریہ ⑤ امام شافعی کا مذہب بیان کرنے میں بعض مصنفین کا تسامح۔

۱۶۷۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں رات کو المزدلفہ سے (منیٰ) روانہ کیا۔

[اطراف الحدیث: ۱۶۷۸۔ ۱۸۵۶]

(صحیح مسلم: ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۳' الرقم المسلسل: ۳۰۱۹' سنن ترمذی: ۸۹۳' سنن نسائی: ۳۰۳۰' سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۶' صحیح ابن حبان: ۳۸۶۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۵' مسند احمد: ۲۲۰۴۔ ج ۴ ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کمزور افراد میں سے تھے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو ہی المزدلفہ سے منیٰ روانہ کر دیتے تھے' اور منیٰ جا کر جو کنکریاں جمرہ کو ماری جاتی ہیں' ان میں اختلاف ائمہ کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں کیا جا چکا ہے۔

۱۶۷۸ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن ابی یزید نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المزدلفہ کی رات میں کمزور افراد کے ساتھ منیٰ روانہ کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۶۔ ۱۶۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ، مَوْلٰى أَسْمَاءَ، عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّهَا نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ نے حدیث بیان کی جو حضرت اسماء کے آزاد کردہ غلام تھے از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

تُصَلِّي، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بُنَيَّ، هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ لَا، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَتْ فَارْتَحِلُوْا، فَارْتَحَلْنَا وَمَضَيْنَا، حَتّٰى رَمَتِ الْجَمْرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِي مَنْزِلِهَا، فَقُلْتُ لَهَا يَا هَنْتَاهُ، مَا أُرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا! قَالَتْ يَا بُنَيَّ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِلظُّعُنِ۔ (صحیح مسلم:۱۲۹۱' الرقم المسلسل:۳۰۱۲' سنن ابوداؤد: ۱۹۴۳' صحیح ابن خزیمہ:۲۸۸۴' المعجم الکبیر:۲۷۰۔ج ۲۴' مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۶۳۲' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ طبع قدیم' مسند احمد:۲۶۹۴۱۔ ج ۴۴ ص ۵۰۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ المزدلفہ میں المزدلفہ کی رات کو اتریں' پھر کھڑی ہو کر ایک ساعت تک نماز پڑھتی رہیں' پھر کہنے لگیں: اے میرے بیٹے! کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا: جی نہیں! پھر وہ تھوڑی دیر اور نماز پڑھتی رہیں' پھر پوچھا: کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر انہوں نے کہا: روانہ ہو' سو ہم روانہ ہو گئے' اور ہم چلے حتیٰ کہ انہوں نے جمرہ کو کنکریاں ماریں' پھر وہ لوٹ آئیں اور انہوں نے صبح کی نماز اپنے ٹھکانے پر پڑھی' میں نے ان سے کہا: اے حضرت صاحبہ! ہمارا گمان ہے کہ ہم نے رات کے اندھیرے میں (وقت سے پہلے) کنکریاں ماری ہیں' حضرت اسماء نے فرمایا: اے میرے بیٹے! بے شک رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو اس کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: المزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو' سو ہم روانہ ہو گئے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے جمرہ کو کنکریاں مارنا جائز ہے' اس میں مذاہب ائمہ کو ہم صحیح البخاری:۱۶۷۶ میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۳۰۱۸۔ ج ۳ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات بھی وہی ہیں جو شرح صحیح مسلم:۳۰۲۶ کے عنوانات ہیں۔

۱۶۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ جَمْعٍ، وَكَانَتْ ثَقِيْلَةً ثَبِطَةً، فَأَذِنَ لَهَا۔

[طرف الحدیث:۱۶۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی وہ ابن القاسم ہیں از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے المزدلفہ کی رات میں نبی ﷺ سے (جلدی روانہ ہونے کی) اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' وہ بھاری بدن کی عورت تھیں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم:۱۲۹۰' الرقم المسلسل:۳۰۰۸' سنن نسائی:۳۰۴۶' سنن ابن ماجہ:۳۰۲۷' سنن کبریٰ:۴۰۳۴' الاحاد والمثانی:۳۰۴۳۔۳۰۴۱' صحیح ابن خزیمہ:۲۸۶۹' صحیح ابن حبان:۳۸۶۶۔۳۸۶۱' سنن دارمی:۱۸۸۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۰۱۵۔ ج ۴۰ ص ۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی چونکہ بھاری بدن کی تھیں' اس لیے ان کو بھی ضعیف افراد کے ساتھ لاحق کر کے مزدلفہ کی شب میں جلدی منیٰ کی طرف روانہ کر دیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۱۶۔ ج ۳ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے بھی وہی عنوانات ہیں جو شرح صحیح مسلم: ۳۰۲۶ میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

۱۶۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ، فَاسْتَاْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةُ، اَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَكَانَتِ امْرَاَةً بَطِيْئَةً، فَاَذِنَ لَهَا، فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَاَقَمْنَا حَتّٰى اَصْبَحْنَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهٖ، فَلَاَنْ اَكُوْنَ اسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَاْذَنَتْ سَوْدَةُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ مَّفْرُوْحٍ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم المزدلفہ میں اترے' پس حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ لوگوں کا رش ہونے سے پہلے المزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائیں اور وہ بھاری بدن کی خاتون تھیں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' سو وہ لوگوں کا رش ہونے سے پہلے روانہ ہو گئیں اور ہم صبح تک ٹھہرے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے' پس کاش! میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح اجازت لے لیتی جس طرح حضرت سودہ نے اجازت لی تھی تو یہ میرے نزدیک باعث مسرت چیزوں میں زیادہ پسندیدہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۰ - بَابُ مَنْ يُّصَلِّي الْفَجْرَ بِجَمْعٍ

جس نے فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھی

۱۶۸۲ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَارَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً بِغَيْرِ مِيْقَاتِهَا، اِلَّا صَلٰوتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمارہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کے سوا کوئی اور نماز ان کے علاوہ کسی وقت میں پڑھی ہو' آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازوں کو (المزدلفہ میں) جمع کیا اور فجر کی نماز اس کے (معروف) وقت سے پہلے (منہ اندھیرے) پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۵ میں گزر چکی ہے۔

عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کر کے پڑھنے کا عدم جواز

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو بھی جمع کر کے پڑھا اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھی' جس طرح المزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی تھی' اور ان نمازوں کے علاوہ آپ نے کوئی نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی اور اس میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید ہے کہ بیماری' سفر یا بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو اس طرح جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے

کہ ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں پڑھی جائے تاہم ان اعذار کی وجہ سے دونمازوں کوصورۃً جمع کر کے پڑھنا جائز ہے کہ ایک نماز کواس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کواس کے ابتدائی وقت میں پڑھا جائے اور جن احادیث میں عرفات اور المزدلفہ کے علاوہ سفر' مرض اور بارش کی وجہ سے دونمازوں کوجمع کر کے پڑھنے کا ذکر ہے' اس سے اسی طرح صورۃً دونمازوں کوجمع کر کے پڑھنا مراد ہے' اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورالصدر حدیث اس باب میں نص صریح ہے۔

١٦٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلٰى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا، فَصَلَّى الصَّلٰوتَيْنِ، كُلَّ صَلٰوةٍ وَّحْدَهَا بِأَذَانٍ وَّإِقَامَةٍ، وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، قَائِلٌ يَّقُولُ طَلَعَ الْفَجْرُ، وَقَائِلٌ يَّقُولُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَّقْتِهِمَا فِي هٰذَا الْمَكَانِ، الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتّٰى يُعْتِمُوا، وَصَلٰوةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ. ثُمَّ وَقَفَ حَتّٰى أَسْفَرَ، ثُمَّ قَالَ لَوْ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَفَاضَ الْاٰنَ أَصَابَ السُّنَّةَ. فَمَا أَدْرِي أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبدالرحمان بن یزید' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ مکہ کی طرف گئے' پھر ہم المزدلفہ میں آئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے دونمازیں (مغرب اور عشاء) پڑھائیں' ہر نماز الگ اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھائی' اور ان کے درمیان عشاء کی نماز پڑھائی' پھر جب فجر طلوع ہوگئی تو فجر کی نماز پڑھائی' اس وقت کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ فجر طلوع ہوگئی اور کوئی دوسرا کہنے والا کہہ رہا تھا کہ فجر طلوع نہیں ہوئی' پھر حضرت ابن مسعود نے کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دو نمازیں اس جگہ میں اپنے مقررہ وقتوں سے ہٹادی گئی ہیں: مغرب اور عشاء' پس لوگ المزدلفہ میں اس وقت تک داخل نہ ہوں حتیٰ کہ اندھیرا پھیل جائے اور فجر کی نماز اس وقت میں پڑھیں' پھر وہ کھڑے رہے حتیٰ کہ روشنی ہوگئی' پھر انہوں نے کہا: اگر امیر المؤمنین (حضرت عثمان) اس وقت المزدلفہ سے لوٹیں تو ان کا یہ عمل سنت کے مطابق ہوگا' عبدالرحمان بن یزید نے کہا: پھر مجھے معلوم نہیں کہ حضرت ابن مسعود نے یہ بات جلدی کہی تھی یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا المزدلفہ سے لوٹنا' پھر حضرت عثمان مسلسل ''اللھم لبیک'' کہتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے یوم النحر (قربانی کے دن) جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۵ میں گزر چکی ہے۔

١٠١ - بَابُ مَتٰى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ — مزدلفہ سے کب روانہ ہو؟

یعنی المشعر الحرام میں وقوف کے بعد حج کرنے والا المزدلفہ سے کس وقت روانہ ہو؟

١٦٨٤ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ عَمْرَو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ بن الحجاج نے حدیث

بْنَ مَيْمُوْنٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَلّٰى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. وَيَقُوْلُوْنَ اَشْرِقْ ثَبِيْرُ، وَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ اَفَاضَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

[طرف الحدیث:۳۸۳۸]

بیان کی از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمرو بن میمون سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا' انہوں نے المزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی' پھر ٹھہرے رہے' پس کہا کہ مشرکین المزدلفہ سے اس وقت لوٹتے تھے جب سورج طلوع ہو جاتا تھا اور وہ کہتے تھے: اے پہاڑ ثبیر! روشن ہو جا اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی اور آپ طلوع آفتاب سے پہلے المزدلفہ سے لوٹے۔

(سنن ترمذی:۸۹۶' سنن ابوداؤد:۱۹۳۸' سنن نسائی:۳۰۴۷' سنن ابن ماجہ:۳۰۲۲' مسند ابوداؤد الطیالسی:۶۳' سنن دارمی:۱۸۹۰' مسند احمد ج۱ص۱۴ طبع قدیم' مسند احمد:۸۴۔ج۱ص۲۴۶ ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

المشعر الحرام کا مصداق اور طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا حج کرنے والوں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ المشعر الحرام کے پاس وقوف کریں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ. (البقرہ:۱۹۸)

اور جب تم عرفات سے (مزدلفہ میں) واپس آ ؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو مزدلفہ میں ایک پہاڑ کے پاس جمع ہوتے ہوئے دیکھا تو کہا: اے لوگو! تمام مزدلفہ مشعر حرام ہے۔

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مشعر حرام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ان کو اپنے ساتھ لے جا کر دکھایا کہ عرفات کے بعد جہاں سے المزدلفہ کی ابتداء ہوتی ہے وہاں سے لے کر حرم تک المزدلفہ کی ساری وادی مشعر حرام ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۶۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

پس جو شخص مشعر حرام میں اس وقت اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کھڑا ہو' جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ذکر کرتے تھے یا اس وقت کے بعض حصہ میں کھڑا ہوا تو اس نے اس حکم پر عمل کر لیا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر لازم کیا تھا اور طلوع فجر ثانی کے بعد نمازِ فجر پڑھنے کا وقت ہے یہاں تک کہ طلوع آفتاب سے پہلے امام یوم نحر کو المزدلفہ سے روانہ ہو جائے اور جو طلوع آفتاب تک المزدلفہ میں ذکر کرتے ہوئے کھڑے نہیں ہوا' اس سے بالاجماع وقوف مزدلفہ فوت ہو گیا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب سے پہلے جب خوب روشنی پھیل گئی اس وقت المزدلفہ سے روانہ ہوئے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے اسی پر عمل کیا' عام علماء اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے اصحاب نے اسی پر عمل کیا ہے' سوائے امام مالک کے' انہوں نے کہا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور روشنی پھیلنے سے پہلے المزدلفہ سے روانہ ہونا چاہیے۔

ابن قتیبہ نے کہا: مشرکین کہتے تھے: اے ثبیر! روشن ہو' یعنی سورج کے طلوع کے وقت کی کرنوں اور اس کی روشنی میں

داخل ہو جا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۱۶۔۳۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

ہمارا زوال غیر مسلموں کی تقلید کی وجہ سے ہے

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ مشرکین طلوع آفتاب کے بعد المزدلفہ سے منیٰ روانہ ہوتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی مخالفت میں طلوع آفتاب سے پہلے المزدلفہ سے منیٰ روانہ ہوتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود مشرکین کی مخالفت تھی، آج اگر ہم اپنی سیرت اور کردار کا جائزہ لیں تو ہم زندگی کے ہر شعبہ میں یہود اور نصاریٰ اور ہنود کی موافقت کر رہے ہیں، ہم قمیص کو پینٹ کے اندر کر کے اور ٹائی لگا کر لباس میں ان کی موافقت کرتے ہیں، ہماری خواتین ساڑھی باندھتی ہیں، بعض اسکرٹ بھی پہنتی ہیں اور پردہ نہیں کرتیں، تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں، تقریبات میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط عام ہوتا ہے، موسیقی اور رقص و سرود میں ہم ان کی نقل کرتے ہیں، ان کی پیروی میں ہم ہفتہ واری چھٹی بھی اتوار کو کرتے ہیں، صرف سائنس اور ٹیکنالوجی کی مہارت کے حصول میں ہم ان کی پیروی نہیں کرتے اور تعیش اور فحاشی کے باب میں ان کی تقلید میں ہم کوئی کمی نہیں کرتے!

۱۰۲ - بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ غَدَاةَ النَّحْرِ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ وَالْارْتِدَافِ فِي السَّيْرِ

یوم نحر کی صبح کو جب جمرہ کو کنکریاں ماریں تو تلبیہ اور تکبیر پڑھیں اور کسی کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھائیں

تلبیہ کا معنی ہے: اللّٰھم لبیک آخر تک پڑھنا اور تکبیر کا معنی ہے: اللہ اکبر پڑھنا۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ سے عرفات کی طرف گئے، ہم میں سے بعض اللّٰھم لبیک پڑھ رہے تھے اور بعض اللہ اکبر پڑھ رہے تھے۔

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب المزدلفہ سے منیٰ کی طرف جا رہے تھے تو ان کے متعلق کہا گیا کہ یہ اعرابی ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے ان سے سنا ہے جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی ہے، وہ اس جگہ پڑھتے تھے: "لبیک اللّٰھم لبیک"۔ (سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۲، نشر السنۃ، ملتان)

۱۶۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْدَفَ الْفَضْلَ، فَأَخْبَرَ الْفَضْلُ أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الفضل کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا، پس حضرت الفضل رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل "لبیک اللّٰھم لبیک" پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے جمرہ کی رمی کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۸۶، ۱۶۸۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از

ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ اِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ اَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ اِلٰى مِنًى، قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَا لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

یونس الایلی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عرفہ سے لے کر المزدلفہ تک وہ سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے تھے' پھر آپ نے المزدلفہ سے منیٰ تک حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا' پس ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ''لبیك اللهم لبیك'' پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۴۴۔۱۵۴۳ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض چیزوں کی مزید وضاحت کی جا رہی ہے۔

تلبیہ منقطع کرنے کے وقت میں ائمہ ثلاثہ اور امام مالک کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ حج کرنے والا کس وقت تلبیہ منقطع کرے' ایک جماعت نے حضرت الفضل اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ حج کرنے والا مسلسل ''لبیك اللهم لبیك'' پڑھتا رہے حتیٰ کہ وہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مار لے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' النخعی' ابن ابی لیلیٰ اور ثوری کا یہی قول ہے اور ائمہ میں سے امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ جب جمرۃ العقبہ پر پہلی کنکری مارے تو تلبیہ منقطع کر دے اور امام احمد اور اسحاق یہ کہتے ہیں کہ جب جمرۃ العقبہ پر تمام کنکریاں مار لے' اس وقت تلبیہ کو منقطع کرے جیسا کہ ظاہر حدیث میں ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حج میں تلبیہ پڑھتے رہتے تھے' پھر یوم عرفہ کو زوال آفتاب کے بعد تلبیہ پڑھنا منقطع کر دیتے تھے' امام مالک نے کہا: یہی وہ امر ہے جس پر ہمارے شہر کے لوگ ہمیشہ سے عمل کر رہے ہیں' اور ابن شہاب نے کہا: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور ابن المسیب کا اسی پر عمل ہے اور امام طحاوی نے مکحول سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ یوم عرفہ میں سب سے افضل دعا اللہ اکبر پڑھنا ہے اور یہی معنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کرنے پر امام مالک کے دلائل

علامہ ابن القصار نے امام مالک اور اہل مدینہ کے مؤقف پر استدلال کرتے ہوئے حضرت ابن عباس اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھا ہوتا اور یہی آپ کے نزدیک مستحب ہوتا تو بعد میں صحابہ آپ کی مخالفت نہ کرتے' لہٰذا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت اسامہ کی مراد یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زوال آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کر دیتے تھے کیونکہ لوگ یوم عرفہ اور دس ذوالحجہ کی رات میں طلوع فجر تک آ' آ کر ملتے رہتے تھے اور یہی وہ آخری وقت ہے جس میں یوم عرفہ کو پایا جا سکتا ہے حتیٰ کہ ہر شخص آپ سے تلبیہ کو سنتا تھا کیونکہ آپ صاحب شرع ہیں' تو آپ نے یہ بتایا کہ اس وقت تک تلبیہ ... مستحب یہ ہے کہ زوال آفتاب تک تلبیہ پڑھا جائے

جیسا کہ یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام کا یہی مختار تھا' اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی اقتداء کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہی لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی تبلیغ کرنے والے اور ان کی تفسیر کرنے والے ہیں' اس لیے ان کے طریقہ کی اتباع کرنا واجب ہے اور ان کے مختار کو اختیار کرنا لازم ہے۔(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے امام مالک کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ جو جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھنے کو مستحب کہتے ہیں' یہ صحیح البخاری کی مذکور الصدر احادیث: ۱۶۸۷-۱۶۸۶-۱۶۸۵ سے صراحۃً ثابت ہے اور علامہ ابن بطال نے جو یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کرنے کو بعض صحابہ کا فعل بتایا ہے' اس کے ثبوت میں کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کیا' اور اول الذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہے اور ثانی الذکر بعض صحابہ کا فعل ہے' لہٰذا ائمہ ثلاثہ کے مذہب کو دو وجہ سے ترجیح ہے' اول تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہے اور ثانیاً وہ صحیح البخاری سے ثابت ہے اور امام مالک کا مذہب صرف بعض صحابہ کے فعل پر مبنی ہے اور اس کا ثبوت صحیح البخاری ایسی کتاب سے نہیں ہے' علاوہ ازیں جن بعض صحابہ نے یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ پڑھنا منقطع کر دیا تھا اور اللہ اکبر پڑھتے رہے تھے' انہوں نے بہرحال اس وقت تلبیہ پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا' لہٰذا ان کے اس وقت تلبیہ نہ پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک اس وقت تلبیہ پڑھنا مستحب نہیں ہے' بلکہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس وقت اس لیے تلبیہ نہ پڑھا ہو تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ اس وقت دیگر اذکار پڑھنے بھی جائز ہیں اور ہر تقدیر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع میں جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھنا اس کو ترک کرنے سے افضل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سواری پر بیٹھ کر کنکریاں مارنا سنت ہے۔

۱۰۳ - بَابٌ ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایامِ حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ کامل دس (روزے) ہیں' یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔(البقرہ:۱۹۶)

''ھدی'' کی تفسیر اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ''الھدی'' (قربانی) کی تفسیر کی جائے کیونکہ جب امام بخاری نے حج کی صفت میں منیٰ تک پہنچنے کی احادیث بیان کردیں تو انہوں نے ارادہ کیا کہ قربانی اور نحر کے احکام بیان کریں کیونکہ منیٰ میں عموماً یہی کام ہوتے ہیں۔(فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۶-۲۲۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی غرض کو صرف اس میں منحصر کرنا صحیح نہیں ہے' بلکہ امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ کئی مسائل پر مشتمل ہے۔

اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) حج کے ساتھ عمرہ کو ملا کر تمتع کرنے کا حکم' جس کا ذکر تمتع اور قران کے باب میں کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کرنے کا ذکر (۲) ھدی کا حکم جس کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے (۳) روزوں کا حکم' اس کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے' یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶) (۴) جو لوگ مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں' ان کا حکم۔

اس آیت میں اس قربانی کا ذکر ہے جس کو حج تمتع کرنے والا آسانی کے ساتھ کر سکے' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: اس سے مراد بکری ہے' نیز حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس سے مراد اونٹ ہے اور دوسروں کے حق میں اس سے مراد بکری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٨٨ - **حَدَّثَنَا** اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ' قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ فَاَمَرَنِيْ بِهَا' وَسَاَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ' فَقَالَ فِيْهَا جَزُوْرٌ اَوْ بَقَرَةٌ اَوْ شَاةٌ اَوْ شِرْكٌ فِيْ دَمٍ' قَالَ وَكَانَ نَاسًا كَرِهُوْهَا' فَنِمْتُ فَرَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ اِنْسَانًا يُّنَادِيْ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ' وَمُتْعَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ' فَاَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَحَدَّثْتُهُ' فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ' سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ وَقَالَ اٰدَمُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ وَّغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عُمْرَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ' وَّحَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس کا حکم دیا اور میں نے ان سے ہدی کے بارے میں پوچھا' تو انہوں نے کہا: اس میں اونٹ' گائے' بکری یا اونٹ یا گائے میں ایک حصہ ہے اور گویا کہ لوگ حج تمتع کو برا جانتے تھے' پس میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص پکار کر کہہ رہا ہے کہ حج مبرور ہے اور تمتع مقبول ہے' سو میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر! یہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' آدم اور وہب بن جریر اور غندر نے شعبہ سے اس طرح روایت کی ہے: عمرہ متقبلہ اور حج مبرور۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض تفصیلات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ھدی کے مصداق میں کم از کم ایک بکری ہے جب کہ اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ. (الحج:۳۶)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔

اس وجہ سے بعض فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ ھدی ... کا اطلاق ... یعنی قربانی کے اونٹ۔

مگر اس کے خلاف یہ آیت ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ. (المائدہ:۹۵)

اے ایمان والو! شکار نہ مارو جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو اور تم میں سے جس نے عمداً شکار مارا تو جس جانور کو اس نے مارا ہے' اس شخص کو مویشیوں میں سے اسی کی مثل قربانی کرنی ہوگی تم میں سے دو منصف اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے' اس حال میں کہ وہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو۔

پھر اگر دو منصف ہرن کے شکار میں یہ فیصلہ کریں کہ وہ بکری کی مثل ہے تو اب بکری پر ھدی کا نام آئے گا۔

اور البقرہ:۹۶ میں فرمایا ہے کہ وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے' اس کا مفاد یہ ہے کہ حج تمتع میں اس پر وہ قربانی کرنی لازم ہے جو کم از کم قیمت میں میسر ہو اور وہ بکری ہے۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک اونٹ' دوسرے اونٹ سے کم ہوتا ہے' اسی طرح ایک گائے دوسری گائے سے کم ہوتی ہے اور یہ ان کے نزدیک بکری سے افضل ہے' اور اختلاف کا محل یہ ہے کہ جو شخص اونٹ یا گائے کی قربانی پر قادر ہو' کیا وہ بکری کی قربانی کر سکتا ہے؟ پس حضرت ابن عمر کے نزدیک یہ ممنوع یا مکروہ ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت انس کے نزدیک گائے یا اونٹ میں ایک حصہ بھی کفایت کرے گا اور عطاء' طاؤس اور حسن بصری سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد وغیرہم کا بھی یہی قول ہے اور ان کے نزدیک اونٹ یا گائے میں سات افراد سے زیادہ شریک نہیں ہو سکتے اور نہ بکری میں ایک سے زیادہ شریک ہو سکتے ہیں اور وہ جو روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کی' وہ نفلی طور پر ہے' اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک اونٹ یا گائے میں سات سے زیادہ افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۰۴ - بَابُ رُكُوْبِ الْبُدْنِ

بُدن یعنی اونٹ یا گائے پر سوار ہونے کا حکم

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ○ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ○﴾ (الحج:۳۷-۳۶).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے' پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے (ان کو نحر کرنے کے وقت) اللہ کا نام لو' پس جب ان کے پہلو زمین پر گر جائیں تو تم خود بھی ان سے کھاؤ اور محتاج اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ' اسی طرح ہم نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو○ ان کے خون اور ان کے گوشت اللہ کے پاس ہرگز نہیں پہنچتے لیکن تمہارا تقویٰ اس کے پاس پہنچتا ہے' اسی طرح اس نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی بیان کرو اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دیجئے○ (الحج: ۳۷-۳۶)

۳۶) قَالَ مُجَاهِدٌ سُمِّيَتِ الْبُدْنَ لِبُدْنِهَا. وَالْقَانِعُ السَّائِلُ' وَالْمُعْتَرُّ يَعْتَرُّ بِالْبُدْنِ مِنْ غَنِيٍّ اَوْ فَقِيْرٍ' وَشَعَائِرُ اللّٰهِ اِسْتِعْظَامُ الْبُدْنِ وَاسْتِحْسَانُهَا' وَالْعَتِيْقُ عِتْقُهٗ مِنَ الْجَبَابِرَةِ' وَيُقَالُ وَجَبَتْ سَقَطَتْ اِلَى الْاَرْضِ' وَمِنْهُ وَجَبَتِ الشَّمْسُ.

۳۶) مجاہد نے کہا: ان اونٹوں کو بُدن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بہت فربہ ہوتے ہیں' اور " قانع " کا معنی ہے: مانگنے والا' اور " معتر "

اس شخص کو کہتے ہیں جو گوشت کے لیے گھومتا پھرے خواہ غنی ہو یا فقیر ہو۔ "شعائر اللّٰہ" کا معنی ہے: اونٹوں کو فربہ اور خوب صورت بنانا' اسی طرح "العتیق" کا معنی ہے: جو جابر بادشاہوں کے ظلم سے آزاد کردہ ہو' اور "وجبت" کا معنی ہے: جو زمین پر گر پڑیں اور اسی طرح "وجبت الشمس" کا معنی ہے: سورج زمین پر گر گیا یعنی ڈوب گیا۔

١٦٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَّسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا. فَقَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ. فِي الثَّالِثَةِ اَوْ فِي الثَّانِيَةِ.

[اطراف الحدیث: ١٧٠٦-٢٧٥٥-٦١٦٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے قربانی کے اونٹ کو لے کر جا رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ قربانی کا اونٹ ہے' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ قربانی کا اونٹ ہے' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! اس پر سوار ہو جاؤ' یہ آپ نے تیسری بار میں یا دوسری بار میں فرمایا۔

(صحیح مسلم: ١٣٢٢' الرقم المسلسل: ٣٠٩٨' سنن ابوداؤد: ١٧٦٠' سنن نسائی: ٢٧٩٥' المنتقی: ٤٢٨' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٣٦' شرح السنۃ: ١٩٥٤' مسند احمد ج ٢ ص ٤٨٧ طبع قدیم' مسند احمد: ١٠٣١٥-ج ١٦ ص ٢١٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی اپنے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ نے اس سے فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ۔

"بَدَنَه" پر سوار ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ "بَدنه" (قربانی کے جانور) پر سوار ہونا جائز ہے' عام ازیں کہ اس کی قربانی واجب ہو یا نفلی ہو' کیونکہ نہ تو اس شخص نے تفصیل پوچھی نہ آپ نے بیان فرمائی' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے حکم مختلف نہیں ہوتا۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک "بَدنه" کے پاس سے گزرے' آپ نے اس شخص سے کہا جو اس کو چلا رہا تھا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ "بدنه" ہے' آپ نے فرمایا: خواہ یہ "بدنه" ہو۔

(مسند احمد ج ٣ ص ١٦١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٣٠٧٥-ج ٢١ ص ٢٨٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں:

(١) امام احمد اور غیر مقلدین کا مسلک ہے کہ "بَدنه" پر سوار ہونا مطلقاً جائز ہے۔

(٢) امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور امام شافعی ... [illegible] ... بہت تھک گیا ہو اور اس کو اس پر سوار ہونے کی ...

ضرورت ہو تب وہ اس پر سوار ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۳) امام مالک کا مذہب ہے کہ بغیر ضرورت کے ''بَدنہ'' پر سوار ہونا مکروہ ہے۔

(۴) بعض غیر مقلدین نے کہا ہے کہ ''بَدنہ'' پر سوار ہونا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

۱۶۹۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَّشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا. ثَلَاثًا. [اطراف الحدیث:۲۷۵۴-۶۱۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام اور شعبہ بن الحجاج نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ''بدنہ'' (قربانی کے اونٹ) کو ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا' آپ نے اس سے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ بدنہ ہے' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ بدنہ ہے' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' تین بار یہی فرمایا۔

(صحیح مسلم:۱۳۲۳' الرقم المسلسل:۳۱۰۱' سنن نسائی:۲۷۹۷' سنن بیہقی ج۵ ص۲۳۶' مسند ابویعلیٰ:۳۸۶۹-۳۸۱۰' مسند احمد ج۳ ص۹۹ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۹۵۹-ج۱۹ ص۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے' اور اس کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس حدیث کی شرح وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

✽ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۳۱۰۴- ج۳ ص۵۷۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے میں مذاہب ائمہ۔

۱۰۵ - بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ

جس نے اپنے ساتھ بُدن (قربانی کے اونٹوں) کو ہانکا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص قربانی کے اونٹوں کو حِل سے حرم کی طرف لے گیا' اس کا کیا حکم ہے؟

المہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری کا اس باب کو لانے سے یہ ارادہ ہے کہ قربانی کے اونٹ میں سنت یہ ہے کہ ان کو الحل سے الحرم کی طرف لے جایا جائے' پس اگر اس نے اس اونٹ کو حرم سے خریدا ہے تو جب وہ حج کرنے کے لیے عرفہ کی طرف جائے تو اس کو لے کر نکلے' اور یہ امام مالک کا قول ہے' خواہ وہ اس کے ساتھ عرفہ میں وقوف نہ کرے' یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔ امام شافعی نے کہا: جب اس نے قربانی کے اونٹ کو الحل سے نہیں ہانکا تو اونٹ کے ساتھ عرفہ میں وقوف کرنا سنت ہے جو چاہے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا: یہ سنت نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ھدی کو الحل سے ہانک کر لائے تھے کیونکہ آپ کا مسکن حرم سے خارج تھا اور یہ تمام احکام اونٹوں کے متعلق ہیں اور رہی گائے تو وہ اس سے ضعیف ہے اور بکری اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۰ ص۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۹۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از

اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ، وَاَهْدٰی، فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْیَ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَةِ، وَبَدَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ، فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اَهْدٰی فَسَاقَ الْهَدْیَ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ یُهْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ اَهْدٰی، فَاِنَّهٗ لَا یَحِلُّ لِشَیْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَجَّهٗ، وَمَنْ لَّمْ یَكُنْ مِنْكُمْ اَهْدٰی فَلْیَطُفْ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلْیُقَصِّرْ وَلْیَحْلِلْ، ثُمَّ لِیُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ هَدْیًا فَلْیَصُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ. فَطَافَ حِیْنَ قَدِمَ مَكَّةَ، وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ اَوَّلَ شَیْءٍ، ثُمَّ خَبَّ ثَلٰثَةَ اَطْوَافٍ وَّمَشٰی اَرْبَعًا، فَرَكَعَ حِیْنَ قَضٰی طَوَافَهٗ بِالْبَیْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَیْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَاَتَی الصَّفَا، فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ اَطْوَافٍ، ثُمَّ لَمْ یَحْلِلْ مِنْ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰی قَضٰی وَنَحَرَ هَدْیَهٗ یَوْمَ النَّحْرِ، وَاَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَهْدٰی وَسَاقَ الْهَدْیَ مِنَ النَّاسِ. (صحیح مسلم: ۱۲۲۷، الرقم المسلسل: ۲۸۷۱، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۵، سنن نسائی: ۲۷۴۸، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۳-۱۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۱۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۲۴۷- ج ۱۰ ص ۳۶۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ابن شہاب از سالم بن عبداللہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا (یعنی) عمرہ کو حج کے ساتھ ملایا اور ھدی ساتھ لی' آپ ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ ہدی کو لے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ابتداء کی' پس آپ نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر حج کا احرام باندھا' لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا (عمرہ کر کے حج کا احرام باندھا)' پس لوگوں میں بعض وہ تھے جو ہدی (قربانی) لے کر چلے تھے' سو انہوں نے ہدی روانہ کی اور بعض ان میں سے وہ تھے جو ہدی لے کر نہیں چلے تھے' پس جب نبی ﷺ مکہ پہنچے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم میں سے جس نے ہدی روانہ کی ہے اس پر جو چیزیں حرام تھیں' وہ اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہوں گی حتیٰ کہ وہ حج ادا کرلے' اور تم میں سے جس نے ہدی روانہ نہیں کی ہے وہ بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کرے اور اپنے بال کاٹے اور احرام کھول دے' پھر وہ حج کا احرام باندھے' پھر اگر اس کو قربانی نہ ملے تو وہ ایامِ حج میں تین دن کے روزے رکھے اور اپنے گھر لوٹنے کے بعد سات روزے رکھے' پس جب آپ مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کیا اور سب سے پہلے حجر اسود کی تعظیم کی' پھر تین چکر دوڑ کر کیے اور چار چکر پیدل چل کر کیے' پس جب آپ نے طواف مکمل کر لیا تو مقامِ ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی' پھر سلام پھیرا' اور مڑ کر صفا پر آئے' پھر صفا اور المروۃ میں سات طواف کیے' پھر جو چیزیں آپ پر حرام تھیں وہ بہ دستور حرام رہیں حتیٰ کہ آپ نے حج مکمل کر لیا اور یوم النحر کو اپنی ہدی کو نحر کر لیا' پھر آپ لوٹ کر مکہ آئے اور بیت اللہ کا طواف (زیارت) کیا' پھر جو تمام چیزیں آپ پر حرام تھیں' وہ سب حلال ہو گئیں اور لوگوں میں سے جو شخص اپنے ساتھ ہدی لایا تھا اور اس نے ہدی روانہ کی تھی' اس نے بھی اسی طرح کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور میں تمتع سے مراد حج قران ہے

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ ہدی کو لے گئے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمتع کرنے کا ذکر ہے' اسی طرح جو لوگ اپنے ساتھ ہدی کو لے کر گئے تھے' ان کے بھی تمتع کرنے کا ذکر ہے' مگر اس سے لغوی تمتع مراد ہے یعنی ایک احرام کے ساتھ دو عبادتوں کے کرنے کا فائدہ اٹھانا اور اس سے اصطلاحی تمتع کرنا مراد نہیں ہے' کیونکہ اصطلاحی تمتع وہ ہوتا ہے جس میں عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا جائے اور آٹھ ذوالحج کو دوبارہ حج کا احرام باندھا جائے اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا اور جو چیزیں احرام کی وجہ سے پہلے حرام تھیں' وہ بدستور حرام رہیں حتیٰ کہ حج کرنے کے بعد وہ چیزیں حلال ہوئیں اور یہ صفت حج قران کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے حج قران کیا تھا' اسی طرح جن لوگوں نے پہلے ہدی روانہ کر دی تھی' ان کی بھی یہی صفت تھی اور ان کا حج بھی حج قران تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۷۸۔ ج ۳ ص ۴۵۱ پر مذکور ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) قران اور تمتع کی روایات میں تطبیق (۲) تمتع کی ہدی کے لیے شرائط (۳) ہدی کے بجائے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ (۴) قران اور تمتع میں ہدی کی جگہ روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ۔

۱۶۹۲ - وَعَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَمَتُّعِهِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهُ' بِمِثْلِ الَّذِيْ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

(صحیح مسلم: ۱۲۲۸۔۱۲۲۷)

اور عروہ بیان کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمتع کیا یعنی عمرہ کو حج کے ساتھ ملایا پس آپ کے ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے بھی تمتع کیا' یہ حدیث اسی کی مثل ہے جس طرح سالم نے مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کی۔

۱۰۶ - بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيْقِ

جس نے راستہ سے ہدی کو خریدا

۱۶۹۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ نَّافِعٍ' قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ لِاَبِيْهِ اَقِمْ' فَاِنِّيْ لَا اٰمَنُهَا اَنْ تُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ' قَالَ اِذَنْ اَفْعَلَ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱). فَاَنَا اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ عَلٰى نَفْسِي الْعُمْرَةَ' فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ' قَالَ ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ اَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ' وَقَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ' ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ' ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا' فَلَمْ يَحِلَّ حَتّٰى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے اپنے والد سے کہا: آپ کو بیت اللہ سے روک دیا جائے گا' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: میں اس وقت اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱) اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے نفس کے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے' پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا' نافع نے کہا: پھر حضرت عبداللہ بن عمر (گھر سے) نکل گئے' حتیٰ کہ جب مقام البیداء پر پہنچے تو انہوں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھ لیا اور کہا: حج اور عمرہ کا ایک ہی معاملہ ہے' پھر انہوں نے مقام قدید سے ھدی کو خریدا' پھر مکہ پہنچ کر ان دونوں کے لیے ایک طواف کیا' پھر اس وقت تک

احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ ان دونوں سے فارغ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور کو بیان کیا جا رہا ہے۔

عمرہ کے احرام پر حج کے احرام باندھنے کا جواز اور حِل میں ھدی کو خریدنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر کو روکا نہیں گیا تھا اور انہوں نے مدینہ میں عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا' پھر جب وہ میقات کی طرف نکلے تو انہوں نے عمرہ کے اوپر حج کا احرام باندھ لیا اور کہا: ان دونوں کا ایک معاملہ ہے یعنی حج اور عمرہ دونوں کا عمل واحد ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کے نزدیک قران کرنے والے کے اوپر ایک طواف ہے اور ایک سعی ہے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا' اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کے اوپر حج کا احرام باندھ لے جب تک کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر کے اس کو فسخ نہ کرے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حجۃ الوداع میں عمرہ کا احرام باندھا تھا' پھر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: جس کے پاس ھدی ہے وہ عمرہ کے ساتھ حج کا احرام باندھ لے' پھر وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ حج اور عمرہ دونوں سے فارغ نہ ہو جائے۔

امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ جس نے راستہ سے ھدی کو خریدا' اس سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ وہ حضرت ابن عمر کا مذہب بیان کریں کہ ھدی وہ ہے جس کو الحل سے الحرم میں داخل کیا جائے کیونکہ حضرت ابن عمر نے قدید سے ھدی کو خریدا تھا اور وہ حل میں مکہ سے آدھے راستہ پر ہے اور امام مالک نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' یہ روایت کی ہے کہ ہدی وہ ہے جس کے گلے میں ہار ڈالا جائے اور اس میں اِشعار کیا جائے یعنی اس کے کوہان میں شگاف ڈال کر اس پر خون لگایا جائے اور اس کے ساتھ عرفہ میں وقوف کیا جائے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۲۵۔ ۳۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۱۰۷ - بَابُ مَنْ اَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ ثُمَّ اَحْرَمَ

جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا اور قربانی کے گلے میں ہار ڈالا' پھر احرام باندھا

اشعار کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ اور اشعار میں مذاہب

اس باب کے عنوان میں "اِشعار" کا لفظ ہے" "اشعار" کا معنی ہے: کسی چیز کی خبر دینا یا کسی چیز کی نشانی بنانا۔

"اشعار" کا اصطلاحی معنی ہے: اونٹ کے کوہان کی دائیں جانب نیزے' چھری یا کسی اور دھار والی چیز سے ہلکا سا شگاف ڈالنا حتیٰ کہ اس کے کوہان پر خون کا داغ پڑ جائے اور وہ اس چیز کی نشانی ہو کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے اور اس کی بے حرمتی نہ کی جائے۔

اشعار کی کیفیت یہ ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اونٹ کے کوہان کی بائیں جانب ہلکا سا شگاف ڈالا جائے جس سے اس کا خون بہہ جائے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اشعار کی تعریف یہ ہے کہ اونٹ کی دائیں جانب نیزے یا چھری سے کوہان کے نیچے معمولی سا شگاف ڈالا جائے جس سے اس کا خون بہہ جائے اور یہ چیز اس کی نشانی ہو جائے کہ وہ قربانی کا اونٹ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں قربانی کے اونٹ کے گلے میں دو جوتوں کا ہار ڈالا اور اس کی دائیں جانب خون بہایا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۵۳۔۱۷۵۲' سنن نسائی: ۲۷۷۰۔۲۷۶۹' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۷' سنن ترمذی: ۹۰۷' مسند احمد ج۱ص۲۱۶)

اشعار کو منع کرنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اور بعد کے تابعین کا اس پر عمل ہے اور سفیان ثوری' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا اس پر عمل ہے' امام ترمذی نے کہا: میں نے یوسف بن عیسیٰ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے وکیع کو اس حدیث کی روایت کرتے وقت یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اہل رائے کے اس مسئلہ کے متعلق قول میں غور مت کرو کیونکہ اشعار سنت ہے اور ان کا قول بدعت ہے' اور میں نے ابوالسائب سے سنا' وہ وکیع کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان کے پاس ایک شخص تھا جو رائے میں غور کرتا تھا' انہوں نے اس سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعار کیا ہے اور (امام) ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ وہ مُثلہ ہے' تو اس شخص نے کہا: ابراہیم النخعی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اِشعار مثلہ ہے (یعنی کسی عضو کو کاٹنا اور اس کی شکل بگاڑنا ہے)۔ ابوالسائب نے کہا: پھر وکیع سخت غضب ناک ہوئے اور کہا: میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم النخعی نے کہا ہے' تم صرف اس کے مستحق ہو کہ تم کو قید میں ڈال دیا جائے' پھر تم کو اس وقت تک قید سے نہ نکالا جائے حتیٰ کہ تم اپنے اس قول سے رجوع کرلو۔ (سنن ترمذی ص۲۸۱' دارالفکر' بیروت' سنن ترمذی ص۳۸۹' دارالمعرفہ' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء قربانی کے اونٹوں میں اشعار کرنے کو جائز کہتے ہیں کیونکہ یہ سنتِ ثابتہ ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم' حسن بصری' قاسم' سالم اور عطاء بھی اس کو جائز کہتے ہیں' امام مالک' امام ابویوسف' امام محمد' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اشعار کا انکار کیا ہے' اور کہا ہے کہ یہ مثلہ کی ممانعت سے پہلے جائز تھا' ان کا یہ قول بلا دلیل ہے اور یہ محض ان کی بدگمانی ہے' تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک جماعت نے اشعار کی روایت کی ہے اور محض ان کے گمان کی وجہ سے سنت کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن قصار نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "اگر تم چاہو تو اشعار کرو اور اگر تم چاہو تو اشعار نہ کرو' (کیونکہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اس وجہ سے اشعار کیا تھا کہ اگر قربانی کا اونٹ گم ہو جائے تو اس نشانی سے معلوم ہو جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ علامت ہے اور حج کے افعال سے نہیں ہے' حضرت ابن عباس سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے صرف یہ خبر دی ہے کہ اشعار واجب نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں' تاہم اشعار کا فعل اس کے ترک سے افضل ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ھدی صرف وہی اونٹ ہے جس کے گلے میں ہار ہو یا اس کو شعار کیا گیا ہو یعنی ھدی کامل وہی ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ اشعار حج کا ایسا فعل ہے جس کے ترک سے دم لازم آئے' امام مالک نے اونٹ کی بائیں جانب اشعار کرنے کو مستحب کہا ہے اور امام محمد' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اونٹ کی دائیں جانب اشعار کیا جائے' سالم نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح کرتے تھے اور گائے کے اشعار میں اختلاف ہے' حضرت ابن عمر اس کو بھی اشعار کرتے تھے جب کہ سعید بن جبیر اور امام مالک اس کے اشعار کو منع کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ اس کے گلے میں صرف ہار ڈالا جائے گا' اس کو اشعار

نہیں کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۳۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اشعار سنت ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے اسانید جیدہ کے ساتھ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ روایت کی ہے کہ اگر تم چاہو تو اشعار کرو اور اگر چاہو تو اشعار نہ کرو اور امام طحاوی امام ابوحنیفہ کے مذہب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں' انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہا اور نہ انہوں نے اشعار کے سنت ہونے کا انکار کیا ہے' انہوں نے اس بات کو مکروہ کہا ہے کہ نیزہ یا چھری سے اتنا گہرا زخم ڈال دیا جائے جس سے اونٹ کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو' خاص طور پر حجاز کی گرمی میں' اور عام لوگ نہیں جانتے کہ نیزہ یا چھری سے شگاف کرنے کی کتنی حد ہے تو انہوں نے سدِ ذرائع اور گہرے زخم ڈالنے کا راستہ بند کرنے کے لیے اشعار کو مکروہ کہا اور ان کا اشعار سے منع کرنا صرف اناڑیوں اور ناتجربہ کار لوگوں کے لیے ہے لیکن جو لوگ اشعار کی حد سے واقف ہوں اور وہ نیزہ یا چھری سے صرف کھال کو کاٹیں اور گوشت تک چھری یا نیزہ نہ پہنچے تو اس اشعار سے وہ منع کرتے ہیں نہ مکروہ کہتے ہیں۔

اشعار کو ترک کرنے کے جواز میں آثار

عطاء' طاؤس اور مجاہد نے کہا: اگر تم چاہو تو ھدی کو اشعار کرو اور اگر تم چاہو تو اس کو اشعار نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۳۱ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۰۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ معلوم کرایا: آیا بدنہ کو اشعار کیا جائے گا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو' بدنہ کو صرف اس لیے اشعار کیا جاتا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۳۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۰۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم چاہو تو ھدی کو اشعار کرو اور اگر چاہو تو اشعار نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۳۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۱۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یہ تو اشعار کے متعلق بحث تھی' رہا اونٹ یا گائے وغیرہ کے گلے میں جوتے یا چمڑے کا ہار ڈالنا تو وہ بالاجماع سنت ہے تاکہ عام لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قربانی کا جانور ہے اور وہ اس کی بے توقیری نہ کریں۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا أَهْدٰى مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَلَّدَهُ وَأَشْعَرَهُ بِذِى الْحُلَيْفَةِ' يَطْعُنُ فِيْ شِقِّ سَنَامِهِ الْأَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ' وَوَجْهُهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً.

اور نافع نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ سے اپنے ساتھ ھدی (قربانی کا اونٹ) لے جاتے تو اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور ذوالحلیفہ سے اس کو اشعار کرتے اور اس کو قبلہ کی طرف بٹھا کر اس کے کوہان کی دائیں جانب چھری سے اس کی کھال کو چیر دیتے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام مالک از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر جب مدینہ سے ھدی (قربانی کا اونٹ) بھیجتے تو اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور ذوالحلیفہ میں اس کو اشعار کرتے اور اشعار کرنے سے پہلے اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور یہ کام ایک جگہ میں کرتے' اور وہ اونٹ کو قبلہ کی طرف متوجہ کرتے' اس کے گلے میں ہار ڈالتے' اس کی بائیں جانب میں اشعار کرتے' پھر اس کو ہانکتے

اور لوگوں کے ساتھ عرفہ میں وقوف کرتے۔(موطأ امام مالک' کتاب الحج: ۵ ۱۴۳ ج ا ص ۲۴۶' المکتبۃ التوفیقیہ)

۱۶۹۴'۱۶۹۵ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ' عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ' حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِذِي الْحُلَيْفَةِ' قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَهٗ' وَاَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ ابن الزبیر از المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ و مروان' ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک سو دس سے زائد اصحاب کے ساتھ مدینہ سے نکلے حتیٰ کہ جب ذوالحلیفہ پر پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قربانی کے اونٹ کے گلے میں ہار ڈالا اور اشعار کیا (یعنی اونٹ کے کوہان کے نیچے کھال پر چیرہ لگا کر خون کا نشان ڈالا) اور عمرہ کا احرام باندھا۔

[اطراف الحدیث: ۱۶۹۴-۱۶۹۵-۱۸۱۱-۲۷۱۱-۲۷۱۲-۲۷۳۱-۲۷۳۲-۴۱۵۷-۴۱۵۸-۴۱۷۸-۴۱۷۹-۴۱۸۰-۴۱۸۱] (سنن ابوداؤد: ۱۷۵۴' سنن نسائی: ۲۷۷۰)

حدیث مذکور کے رجال اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان کا تذکرہ

(۱) احمد بن محمد بن موسیٰ ابو العباس' ان کو مردویہ السمسار المروزی کہا جاتا تھا (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (۶) المسور بن نوفل بن وہیب بن عبد مناف' یہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں' ان کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سماع کیا ہے' ابن بکیر نے کہا: یہ اس دن مکہ میں فوت ہو گئے تھے جس دن ۶۴ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس یزید بن معاویہ کی موت کی خبر آئی تھی' حضرت ابن الزبیر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی' یہ جس وقت حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے' ان پر منجنیق کا پتھر آ کر لگا' پس یہ ربیع الاوّل کے مہینہ میں فوت ہو گئے' یہ ۲ھ میں پیدا ہوئے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا تو ان کی عمر آٹھ سال تھی' یہ حضرت ابن الزبیر سے چار ماہ چھوٹے تھے (۷) مروان بن الحکم بن ابو العاص' الواقدی نے کہا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی تھی اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی حدیث محفوظ نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے وقت اس کی عمر آٹھ سال تھی' یہ تین رمضان ۶۵ھ میں دمشق میں فوت ہو گیا تھا' اس وقت اس کی عمر ۵۳ سال تھی۔

صاحب تلویح نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کی مراسیل میں سے ہے' کیونکہ حضرت مسور کی عمر حدیبیہ میں چار سال تھی' رہا مروان تو اس کا صحابی ہونا صحت کے ساتھ ثابت نہیں۔ اس حدیث میں تابعی کی تابعی سے اور تابعی کی صحابی سے روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۳)

ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کی مشروعیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں احرام باندھنے سے پہلے ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کا ثبوت ہے' اور اس میں ھدی کو ہار ڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کی مشروعیت ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کا احرام نہ باندھے اور اس کے ساتھ ھدی کو روانہ کرے اور اس کو صرف میقات

سے ہار ڈالے اسی طرح اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اسی میقات سے احرام باندھے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کیا تھا اسی طرح جس شخص کا یہ ارادہ ہو کہ وہ بیت اللہ کے لیے ھدی روانہ کرے اور اس کا حج اور عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو اور وہ اپنے شہر میں ہی مقیم رہے اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے شہر سے ہدی کے گلے میں ہار ڈالے اور اس کو اشعار کرے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ ھ میں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے بھیجا تو ان کے ساتھ قربانی کا اونٹ بھیجا اور اس کے گلے میں ہار ڈالا اور اس کو اشعار کیا اور اسی کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام نہیں باندھا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۶۹۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا وَاَشْعَرَهَا وَاَهْدَاهَا، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ اُحِلَّ لَهٗ. [اطراف الحدیث: ۱۶۹۸-۱۶۹۹-۱۷۰۰-۱۷۰۱-۱۷۰۲-۱۷۰۳-۱۷۰۴-۱۷۰۵-۲۳۱۷-۵۵۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں افلح نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار میں نے اپنے ہاتھوں سے بنائے تھے پھر آپ نے وہ ہار اپنے ہاتھوں سے ڈالے اور ان کے کوہانوں میں چھری/ نیزہ سے شگاف کر کے خون بہایا اور ان کو روانہ کیا پس ان چیزوں میں سے کوئی چیز آپ پر حرام نہیں ہوئی جو پہلے آپ پر حلال تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۱ الرقم المسلسل: ۳۰۸۴ سنن ابوداؤد: ۱۷۵۸ سنن نسائی: ۲۷۷۱ سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۸ مسند الحمیدی: ۲۰۸ المنتقی: ۴۲۳ صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۷۳ شرح مشکل الآثار: ۵۵۲۳ صحیح ابن حبان: ۴۰۱۲ مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۰۸۴ ج ۴۰ ص ۱۰۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے وہ ہار اپنے ہاتھوں سے ڈالے اور ان کو روانہ کیا۔

اپنے ہاتھ سے ہار بنا کر ھدی کے گلے میں ڈالنے کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں اپنے ہاتھ سے ہار بنانے کا ثبوت ہے اور اپنے ہاتھ سے ہار بنانا کسی اور سے ہار بنانے سے افضل ہے جس طرح اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکورہ کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۰۹۰- ج ۳ ص ۵۶۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

(۱) مسئلہ اشعار میں امام ابوحنیفہ پر مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات (۲) صرف ہدی روانہ کرنے پر احکام احرام میں مذاہب (۳) بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب۔

۱۰۸ - بَابُ فَتْلِ الْقَلَائِدِ لِلْبُدْنِ وَالْبَقَرِ

قربانی کے اونٹوں اور گایوں کے لیے ہار بنانا

۱۶۹۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحْلِلْ اَنْتَ؟ قَالَ اِنِّىْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا

لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتّٰى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ.

وجہ ہے کہ لوگوں نے احرام کھول دیا اور آپ نے نہیں کھولا' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے بالوں کو چپکا لیا ہے اور اپنی ھدی کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے' پس میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ مناسک حج سے فارغ ہو جاؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ، فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ، ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِّمَّا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ واز عمرہ بنت عبدالرحمان کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ھدی روانہ کرتے تو میں آپ کی ھدی (قربانی) کے لیے ہار بناتی تھی' پھر آپ ان چیزوں میں سے کسی چیز سے اجتناب نہیں کرتے تھے جن سے محرم اجتناب کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ صرف قربانی روانہ کرنے سے کسی شخص پر محرم کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔

۱۰۹ - بَابُ إِشْعَارِ الْبُدْنِ

قربانی کے اونٹوں کو اشعار کرنا

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

اور عروہ نے مسور رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھدی (قربانی کے اونٹ) کے گلے میں ہار ڈالا اور اس کو اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی حدیث: ۱۶۹۵ میں موصولاً روایت کی ہے۔

۱۶۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا، أَوْ قَلَّدْتُهَا، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ، وَأَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے لیے ہار بنایا' پھر آپ نے اس ھدی میں اشعار کیا اور اس کو ہار پہنایا یا میں نے اس کو ہار پہنایا' پھر آپ نے اس کو بیت اللہ کی طرف روانہ کر دیا اور آپ نے مدینہ میں قیام کیا' پھر جو چیزیں آپ پر پہلے حلال تھیں' ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۰ - بَابُ مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهٖ

جس نے اپنے ہاتھ سے ہار ڈالے

۱۷۰۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ زِيَادَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ كَتَبَ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَنْ اَهْدٰى هَدْيًا، حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ، حَتّٰى يُنْحَرَ هَدْيُهُ. قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ اَبِيْ، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ اَحَلَّهُ اللّٰهُ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْيُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم از عمرہ بنت عبدالرحمان' انہوں نے ان کو یہ خبر دی کہ زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس شخص نے ھدی روانہ کی اس پر وہ کام حرام ہو جاتے ہیں جو محرم پر حرام ہوتے ہیں' حتیٰ کہ وہ اپنی ھدی کو نحر کر دے' عمرہ بیان کرتی ہیں: پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بات اس طرح نہیں ہے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہی ہے' میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ھدی کے ہار بناتی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے وہ ہار ڈالتے تھے' پھر وہ ہدی میرے والد (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ روانہ کرتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی تھی حتیٰ کہ اس ھدی کو نحر کر دیا جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کی شرح میں چند مزید اُمور قابل غور ہیں:

حضرت معاویہ کا زیاد کے نسب کو اپنے والد کے نسب سے ملانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں امام بخاری نے زیاد بن ابی سفیان کا ذکر کیا ہے' اسی طرح موطأ امام مالک میں مذکور ہے' یہ امام مالک کے شیخ تھے' بنو امیہ کے زمانہ میں ان سے اسی طرح روایت کی جاتی تھی' اور ان کے بعد ان کو صرف زیادہ بن ابیہ کہا جاتا تھا' کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے والد کے نسب کے ساتھ ملا لیا تھا کیونکہ پہلے ان کو زیاد بن عبید کہا جاتا تھا' ان کی ماں کا نام سمیہ تھا' وہ الحارث بن کلدہ الثقفی کی باندی تھیں اور وہ عبید مذکور کے نکاح میں تھیں' زیاد ان کے بستر پر پیدا ہوئے تھے اس لیے ان کی طرف منسوب تھے' جب حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے تو ایک جماعت نے ان کے سامنے گواہی دی کہ حضرت ابوسفیان نے یہ اقرار کیا تھا کہ زیاد ان کا بیٹا ہے اس وجہ سے حضرت معاویہ نے ان کو اپنے والد کے نسب سے ملا لیا اور زیاد کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی اور زیاد کو بصرہ اور کوفہ دونوں کا گورنر بنا دیا' زیاد حضرت معاویہ کی خلافت میں ۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام مسلم کی روایت میں زیاد بن ابوسفیان کی بجائے ابن زیاد مذکور ہے' لیکن صحیح وہ لفظ ہے جو صحیح البخاری میں ہے' سنن ابوداؤد اور دیگر کتب معتمدہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

حضرت ام المؤمنین اور حضرت ابن عباس کے علمی اختلاف میں علامہ عینی کا حضرت ابن عباس کی تائید کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ ھدی کو ہار ڈالنے سے احرام لازم ہو جاتا ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر ... قربانی کے اونٹ کے گلے میں ہار ڈال کر اس

کو بیت اللہ روانہ کر دے تو اس پر وہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو محرم پر حرام ہوتی ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا اس حدیث سے رد فرمایا کہ جب ۹ ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کا اونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ روانہ کیا تو آپ پر آپ کی حلال چیزوں میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوئی' حضرت ابن عباس نے کسی کے ساتھ ھدی روانہ کرنے کو خود ھدی ساتھ لے جانے پر قیاس کیا تھا کہ جس طرح کوئی شخص خود اپنے ساتھ ہدی کو بیت اللہ لے کر جائے تو یہ قران کے احرام کے قائم مقام ہے اور وہ شخص محرم ہو جاتا ہے جس طرح حجۃ الوداع میں ہوا تھا' اسی طرح کسی کے ساتھ ہدی روانہ کرنے سے بھی وہ محرم ہو جاتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا یہ مطلب تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے صراحۃً ثابت ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۹ ھ میں ھدی روانہ کی اور اس سے آپ محرم نہیں ہوئے تو اس سنت کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ متعدد فقہاء تابعین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق کہا ہے' ان میں شعبی' نخعی' حسن بصری' محمد بن سیرین' مجاہد' عطاء بن ابی رباح اور سعید بن جبیر وغیرہم شامل ہیں اور یہ صرف حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قیاس نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عباس کا موقف اس حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' آپ کی قمیص گریبان کے پاس سے پھٹ گئی تو آپ نے اپنی قمیص کو پیروں کی جانب سے اتارا (سر کی طرف سے نہیں اتارا کیونکہ محرم سر کو نہیں ڈھانپ سکتا) تو لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: جب میں نے اپنی قربانی کے اونٹ کو بھیجا تو میں نے یہ حکم دیا تھا کہ آج اس کے گلے میں ہار ڈالا جائے اور فلاں جگہ پر اس میں اشعار کیا جائے' پھر میں نے قمیص پہن لی اور میں اس بات کو بھول گیا' لہٰذا میرے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ میں سر کی طرف سے قمیص کو اتاروں اور آپ اپنی قربانی کا اونٹ بھیج کر مدینہ میں مقیم رہے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۰۹۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند حسن ہے اور حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۹۔۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

مصنف کا علامہ عینی کی تحقیق سے اختلاف کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے احرام کے احکام لازم نہیں ہوتے

میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی اور امام احمد کی یہ روایت صحیح بخاری کی حدیث کے پائے کی نہیں ہے حتیٰ کہ اس سے حضرت ابن عباس کے موقف کو ثابت کیا جائے اور حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کو رد کیا جائے۔

ثانیاً امام طحاوی نے خود بھی حضرت ابن عباس کے موقف کو رد کر کے حضرت عائشہ کے قول سے استدلال کیا ہے' وہ حضرت جابر کی حدیث مذکور کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر نے یہ کہا ہے کہ ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ جب کوئی شخص ھدی روانہ کرنے کے بعد اپنے گھر میں رہے اور اس کی ھدی کے گلے میں ہار ڈال دیا جائے اور اس میں اشعار کر دیا جائے تو وہ اس وقت تک سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا جب تک کہ تمام لوگ حج کر کے اپنا احرام کھول نہ دیں۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ اس کے برخلاف دوسری روایت یہ ہے:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہا کہ کچھ لوگ بیت اللہ کی طرف قربانی بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ فلاں دن اس کے گلے میں ہار ڈالا جائے' پھر وہ اس وقت تک محرم رہتے ہیں حتیٰ کہ تمام لوگ حج سے فارغ ہو کر اپنا احرام کھول دیں' حضرت عائشہ نے حجاب کے پیچھے سے اس بات کو سنا تو اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا: سبحان اللہ! میں اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہدی کا ہار بناتی تھی اور آپ اس قربانی کو کعبہ کی طرف بھیج دیتے اور ہمارے پاس مقیم رہتے اور آپ لوگوں کے واپس آنے تک اسی طرح رہتے تھے جس طرح غیر محرم رہتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۹۴' صحیح البخاری: ۱۷۰۴' صحیح مسلم: ۱۳۲۱' سنن ابوداؤد: ۱۷۵۷' سنن نسائی: ۲۷۷۱' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۸-۲۲۴-۷۸)

امام طحاوی نے اس سلسلہ میں صحیح البخاری کی زیر بحث حدیث: ۱۷۰۰ کی بھی روایت کی ہے: شرح معانی الآثار: ۴۰۹۱۔

امام طحاوی نے اس حدیث کو ۴۰۹۱ سے لے کر ۴۱۱۱ تک متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں:

پس جب یہ واجب ہو گیا تو اختلاف منتفی ہو گیا اور ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب صحیح ہے اور ان لوگوں کا قول فاسد ہے جنہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر بناء کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۱-۳۴۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مؤقف کی تائید میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے' اور اس بحث میں صحیح وہی ہے جو حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے' اور علامہ عینی نے امام طحاوی کی پوری عبارت پڑھے بغیر جلدی میں لکھ دیا' جو لکھ دیا۔

حافظ ابن حجر کا حضرت ابن عباس کے مقابلہ میں حضرت ام المؤمنین کے مؤقف کی تائید کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں طویل بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے:

جن فقہاء نے حضرت ابن عباس کے مؤقف کے موافق کہا ہے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس کی امام طحاوی نے روایت کی ہے' لیکن اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے' الزہری نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کے مؤقف کے خلاف پر اجماع ہو چکا ہے' امام بیہقی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے اس مسئلہ میں جس نے جہالت سے پردہ اٹھایا اور سنت کو ظاہر کیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور جب لوگوں تک حضرت عائشہ کی حدیث پہنچی تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر عمل کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کو ترک کر دیا' علامہ ابن المنذر نے لکھا ہے کہ جمہور نے یہ کہا ہے کہ ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے کوئی شخص محرم نہیں ہوتا اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی' علامہ خطابی نے اصحاب الرائے (فقہاء احناف) سے حضرت ابن عباس کے قول کی مثل کو نقل کیا ہے' اور یہ علامہ خطابی کی خطاء ہے کیونکہ امام طحاوی فقہاء احناف کے مذہب کو ان سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ خطابی کا احناف کی طرف غلط مسلک منسوب کرنا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ کی عبارت درج ذیل ہے:

حضرت ام المؤمنین نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ھدی کو روانہ کیا اور اس کا ہار میں نے اس سوت سے بنایا تھا جو میرے پاس تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صبح کی اور اس وقت آپ غیر محرم تھے' جس طرح کوئی شخص صبح کو اپنی اہلیہ کے پاس سے اٹھتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۵۷)

میں کہتا ہوں کہ جن فقہاء نے اس حدیث کے مطابق کہا ہے ان کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص محض ہدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے محرم نہیں

ہو تا حتیٰ کہ وہ احرام باندھ لے' وہ امام مالک اور امام شافعی ہیں اور سفیان ثوری اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ جب وہ حج کا ارادہ کر کے ھدی کے گلے میں ہار ڈالے گا تو اس پر حج واجب ہو جائے گا' اور اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ جب اس نے ھدی روانہ کر کے اس کے گلے میں ہار ڈال دیا تو اس پر احرام واجب ہو گیا۔

(معالم السنن جز ۲ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فقہاء احناف کا یہ مذہب نہیں ہے' ان کا مذہب حضرت ام المؤمنین کے قول کے موافق ہے اور علامہ خطابی نے ان کا مذہب غلط نقل کیا ہے جیسا کہ امام طحاوی کی تصریح اور علامہ ابن حجر کی تنبیہ سے ظاہر ہے۔

محض قربانی کے گلے میں ہار ڈالنے سے احرام کے احکام لازم نہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس باب سے غرض یہ ہے کہ جو شخص بیت اللہ کی طرف ھدی بھیجنے کا ارادہ کرے اور اپنے شہر میں ہی رہے' اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے شہر میں ہی ہدی کو ہار ڈالے اور اس میں اشعار کرے' پھر اس کو روانہ کر دے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کیا جب آپ نے ۹ھ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی ھدی کو روانہ کیا اور اس فعل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احرام کو واجب کیا نہ سلے ہوئے کپڑوں کے اتارنے کو اور نہ کسی اور چیز کو اور تمام ائمہ فتویٰ کا یہی قول ہے' ان میں امام مالک' لیث' اوزاعی' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابو ثور ہیں' ان سب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ہدی کو ہار ڈالنا احرام کو واجب نہیں کرتا اور ان سب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کو رد کیا ہے کہ ھدی کو ہار ڈال کر کعبہ کی طرف بھیجنے سے احرام لازم ہو جاتا ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ ان چیزوں سے اجتناب کرے جن سے محرم اجتناب کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی ھدی کو نحر کر دیا جائے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت ابن عباس کی متابعت کی اور عطاء کا بھی یہی قول ہے اور ان سب کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حجت ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ربیعہ بن الھدیر نے ایک شخص کو عراق میں دیکھا کہ اس نے سلے ہوئے کپڑے اتارے ہوئے تھے' لوگوں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس نے ہدی کے گلے میں ہار ڈالنے کا حکم دیا ہے' اس لیے اس نے سلے ہوئے کپڑے اتار دیئے' اس بات کا حضرت ابن الزبیر سے ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ بدعت ہے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کے بدعت ہونے کی قسم اسی وقت کھائی تھی جب کہ انہیں یہ علم تھا کہ یہ خلاف سنت ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۱۲۔ ج ۲ ص ۳۵۲)

علامہ ابن بطال کی عبارت یہاں پر ختم ہو گئی۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۳۰۔۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

صحابہ کرام مسائل میں اختلاف کے باوجود باہمی احترام کو قائم رکھتے تھے اور دیگر مسائل

- اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے قربانی کے اونٹ کے گلے میں ہار ڈالا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی عمدہ کام کو انسان کو خود کرنا چاہیے خواہ اس کے خدام اس کام کو کرنے کے لیے موجود ہوں' خاص طور پر جب اس کام کا تعلق شریعت طہارتی سے ہو اور شرعی حکم بیان کرنے سے ہو۔
- اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اجتہاد کا ذکر ہے کہ جب ھدی کو ساتھ لے جانے سے حجۃ الوداع میں قران واجب ہو گیا تھا تو ھدی کو روانہ کرنے سے بھی احرام واجب ہو جائے گا۔

اور اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صریحہ سے حضرت ابن عباس کے اجتہاد اور قیاس کو رد کر دیا۔
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع کی جائے' سوا اس کے کہ کوئی فعل آپ کی خصوصیت ہو۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف بھی ہوتا تھا لیکن وہ ایک دوسرے کے احترام میں فرق نہیں آنے دیتے تھے' جیسا اختلاف حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ میں ہوا تھا' ایسا اختلاف اگر آج کل ہو تو ایک دوسرے کے خلاف فتووں کی مہم چلائی جاتی ہے اور ایک دوسرے کو منکر حدیث' منکر سنت اور بدعتی یا منکر قیاس اور منکر اجتہاد کہا جاتا ہے اور ایک صحابہ کرام تھے جو اس اختلاف کے باوجود باہمی احترام کرتے تھے۔

۱۱۱ - بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنَمِ بکری کے گلے میں ہار ڈالنا

اس باب میں بکری کے گلے میں ہار ڈالنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۱۷۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً غَنَمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۱' الرقم المسلسل: ۳۰۹۱' سنن ابوداؤد: ۱۷۵۵' سنن ترمذی: ۹۰۹' سنن نسائی: ۲۷۸۷-۲۷۸۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۶' مسند الحمیدی: ۲۱۷' المنتقی: ۴۲۶' سنن کبریٰ: ۳۷۶۷' سنن دارمی: ۱۹۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۳۶-ج ۴۰ ص ۱۶۴' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:
بکری کو ہار ڈالنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر بکری کو ہار ڈالنا جائز ہے' حضرت عائشہ ام المؤمنین اور عطاء کا یہی قول ہے' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بکری کو ہار نہیں ڈالا جائے گا' میرا گمان یہ ہے کہ ان ائمہ کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر یہ اعتراض کہ بکری کو ھدی بنانا حنفیہ کا اصول نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام مالک اور اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے بکری کے گلے میں ہار ڈالنے کا انکار کیا ہے' گویا ان فقہاء کو یہ حدیث نہیں پہنچی اور ہمیں ان کے اس انکار پر کوئی دلیل نہیں ملی سوائے ان کے اس قول کے کہ بکری کمزور ہے' وہ ہار کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اور یہ کمزور دلیل ہے کیونکہ ہار ڈالنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہار اس بات کی علامت ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے' علاوہ ازیں بکری کے کمزور ہونے کی وجہ سے اس میں اشعار نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ اس سے کمزور ہے کہ اس کے جسم میں چیرا لگا کر یا چھری سے شگاف ڈال کے اس کے جسم پر خون بہایا جائے لیکن ہار کا بوجھ تو وہ برداشت کر سکتی ہے' فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ بکری ھدی کے جانوروں میں سے نہیں ہے' پس یہ حدیث ان کے خلاف اس وجہ سے بھی حجت ہے' حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جو فقہاء بکری کو ہار

ڈالنے کے قائل نہیں ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حج کیا تھا اور اس میں بکری کو ہدی نہیں بنایا تھا' ان کی عبارت ختم ہوئی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مجھے ان کی دلیل سمجھ نہیں آ سکی کیونکہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے مدینہ میں قیام کیا اور بکری کو بھیجا اور یہ قطعی طور پر آپ کے حج کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے' اور آپ کے فعل اور ترک میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ محض آپ کا ترک کرنا جواز کے نسخ کی دلیل نہیں ہے۔

پھر علامہ ابن المنذر نے عبید اللہ بن ابی زید اور ابو جعفر محمد بن علی وغیرہم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ بکری کے گلے میں ہار ڈال کر بھیجا جاتا تھا اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے اس کی مثل روایت کی ہے اور اس سے ان کا مقصود ان فقہاء کا رد کرنا ہے جنہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بکری کو ھدی بنانے اور اس کو ہار ڈالنے کے ترک پر اجماع ہو چکا ہے۔

بعض مخالفین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث کی حضرت عائشہ سے روایت کرنے میں اسود متفرد ہے کیونکہ ان کے گھر کے کسی فرد نے اس کی روایت نہیں کی' حافظ منذری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اسود ثقہ حافظ ہے' اس کے تفرد سے اس حدیث میں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۲۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے اس قول کا ردّ کہ بکری کو ھدی بنانا حنفیہ کا اصول نہیں ہے

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس باب کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا تھا' یہ درست ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ احرام کی ھدی تھی اور حافظ ابن حجر کا مدعا یہ ہے کہ بکری کو احرام کی ھدی بنانا جائز ہے' نیز حافظ ابن حجر کا یہ کہنا بھی لغو ہے کہ آپ کے فعل اور ترک میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ اس میں تعارض کا کس نے دعویٰ کیا ہے' ان کو تعارض کے معنی کی بھی خبر نہیں ہے' تعارض کا معنی یہ ہے کہ دو دلیلیں متعارض اور متقابل ہوں اور یہاں تو صرف اس کا ثبوت ہے کہ آپ نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا تھا' اس کے مقابلہ میں دوسری کون سی حدیث ہے؟ حتیٰ کہ تعارض ہو۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حنفیہ کا اصول ہے کہ بکری ھدی میں سے نہیں ہے' یہ انہوں نے فقہاء احناف پر افتراء کیا ہے' فقہاء احناف نے کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ بکری ھدی نہیں بن سکتی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بکری کو ہدی بنانے کا کتبِ حنفیہ سے ثبوت

فقہاء احناف کے نزدیک بکری کو ھدی بنانا جائز ہے' اس کی دلیل حسب ذیل عبارت ہے:

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ھدی میں کم سے کم بکری ہے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ھدی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں کم سے کم بکری ہے' اور ھدی کی تین قسمیں ہیں: اونٹ' گائے اور بکری' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کو ادنیٰ قرار دیا ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ اس کا اعلیٰ بھی ہو اور وہ گائے اور اونٹ ہے' کیونکہ ھدی وہ قربانی ہے جس کو تقرب کے حصول کے لیے حرم کی طرف ہدیہ کیا جائے اور تینوں قسمیں اس معنی میں برابر ہیں۔ (ھدایہ اولین ص ۲۸۰-۲۷۹' محمد علی کارخانہ اسلامی کتب' کراچی)

ھدایہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بکری کو ھدی بنانا بھی فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے اور اس کو حرم میں بھیجنا بھی فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے اور ھدی کے گلے میں ہار صرف اس لیے ڈالا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ قربانی کے لیے حرم میں

بھیجی جارہی ہے۔ حافظ ابن حجر کو چاہیے تھا کہ یہ لکھنے سے پہلے کہ اصول حنفیہ کے نزدیک بکری کو ھدی بنانا جائز نہیں ہے کم از کم ہدایہ کا مطالعہ کر لیتے۔

بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے

تاہم صاحب ھدایہ نے یہ لکھا ہے کہ بکری کے گلے میں عادۃً ہار نہیں ڈالا جاتا اور نہ ہمارے نزدیک اس کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (ھدایہ اوّلین ص ۲۸۳' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے ھدایہ کی اس عبارت کا رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ صاحب ھدایہ نے یہ کیسے کہہ دیا حالانکہ اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری بیت اللہ میں ہدیہ کی اور اس کے گلے میں ہار ڈالا اور اس سند کے ساتھ ائمہ ستہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کو روانہ کر کے ہمارے درمیان غیر محرم رہتے تھے اور ہمارے نزدیک بکری کے گلے میں ہار ڈالنے سے کوئی شخص محرم نہیں ہوتا' نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ شکرانے کی قربانی مثلاً تمتع میں بکری کو ہار ڈالنا مستحب ہے۔

(البنایہ فی شرح الھدایہ ج ۵ ص ۱۷۴-۱۷۳' مکتبہ حقانیہ' ملتان' ردالمحتار ج ۴ ص ۳۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۹۹۔ ج ۳ ص ۵۷۲۔ ۵۷۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب' وہاں پر ہم نے عمدۃ القاری کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت نہیں ہے البتہ جائز ہے' اور یہاں نعمۃ الباری میں البنایہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے اور اس کے سنت ہونے کی نفی کیسے ہو سکتی ہے جب کہ صحاح ستہ کی تمام کتب حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا ہے' جیسا کہ ہم اس حدیث کی تخریج میں لکھ چکے ہیں اور صحیح وہی ہے جو ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں لکھا ہے۔

وللّٰہ الحمد علی ما وفقنی لاثبات السنۃ واظہارھا

۱۷۰۲ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ، وَيُقِيْمُ فِیْ اَهْلِهٖ حَلَالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریوں کے لیے ہار بناتی تھی' آپ بکریوں کے گلے میں ہار ڈالتے تھے اور بغیر احرام کے گھر میں مقیم رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث صحیح البخاری: ۱۷۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۰۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ قَالَ. ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن المعتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا (ح) اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان

كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْعَثُ بِهَا، ثُمَّ يَمْكُثُ حَلَالًا.

نے خبر دی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریوں کے لیے ہار بناتی تھی آپ ان کو (بیت اللہ) روانہ کر دیتے' پھر آپ بغیر احرام کے رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ لِهَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَعْنِي الْقَلَائِدَ، قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ھدی کے لیے ہار بناتی تھی' آپ کے احرام باندھنے سے پہلے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۲ - بَابُ الْقَلَائِدِ مِنَ الْعِهْنِ

اُون سے ہار بنانا

۱۷۰۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس جو اُون تھا اس سے میں نے (ھدی کے) ہار بنائے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جنہوں نے اُون سے ہار بنانے کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ہار روئی کی جنس سے ہونا چاہیے اور یہ قول امام مالک سے منقول ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ امام مالک کی مراد یہ ہو کہ روئی کی جنس سے ہار بنانا اولیٰ ہے اگرچہ اُون سے ہار بنانا بھی جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱۳ - بَابُ تَقْلِيدِ النَّعْلِ

ہار میں جوتا لٹکانا

۱۷۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، قَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ رَاكِبَهَا، يُسَايِرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّعْلُ فِي عُنُقِهَا. تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ نے خبر دی از معمر از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو بَدَنہ (قربانی کا اونٹ) ہانک کر لے جا رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو' اس نے کہا: یہ بدنہ ہے' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو' حضرت ابوہریرہ نے کہا: میں نے ... وہ اونٹ پر سوار ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل ...

رہا تھا اور جوتا اس اونٹ کے گلے میں لٹکا ہوا تھا۔اس حدیث میں علی بن المبارک نے معمر کی متابعت کی ہے (یہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی تحقیق ہے ورنہ بہ ظاہر محمد بن بشار نے متابعت کی ہے)۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے خبر دی از یحییٰ از عکرمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۸۹ میں گزر چکی ہے تاہم جوتا لٹکانے کی تفصیل درج ذیل ہے:

ھدی کی گردن میں جوتا لٹکانے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الثوری کے نزدیک ہار میں دو جوتے لٹکانا شرط ہیں اور دوسروں کے نزدیک ایک جوتا لٹکانا بھی جائز ہے اور دوسروں نے یہ بھی کہا ہے کہ جوتا لٹکانا بھی معین نہیں ہے بلکہ جو چیز بھی جوتے کے قائم مقام ہو اس کا لٹکانا جائز ہے، حتیٰ کہ چمڑے کا ٹکڑا اور چھوٹی مشک یا چمڑے کے ڈول نما برتن کو بھی لٹکانا جائز ہے اور جوتے لٹکانے میں حکمت یہ ہے کہ جوتے انسان کے لیے سواری کے قائم مقام ہیں کیونکہ وہ انسان کو گرد و غبار اور کوڑے کرکٹ سے بچاتے ہیں، اس لیے دو جوتوں کو ھدی میں لٹکانا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۱۴ - بَابُ الْجِلَالِ لِلْبُدْنِ

اونٹوں کی جھولوں کا حکم

اس باب کے عنوان میں "الجلال" کا لفظ ہے، یہ "جُل" کی جمع ہے، جل کو اردو میں جھول کہتے ہیں، اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو اونٹ، گھوڑے، گدھے اور خچر کی پشت پر بچھایا جاتا ہے، زیادہ تر اونٹوں کی پشت پر جودری وغیرہ بچھائی جاتی ہے، اس کو جل یا جھول کہتے ہیں۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ اِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ، وَاِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا، مَخَافَةَ اَنْ يُفْسِدَهَا الدَّمُ، ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اونٹ کو نحر کرتے تو اس کے کوہان کی جگہ سے جھول کو پھاڑتے نہیں تھے، وہ اس خوف سے نحر کے وقت جھول کو اتار لیتے تھے کہ کہیں وہ خون سے خراب نہ ہو جائے، پھر اس جھول کو صدقہ کر دیتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

امام مالک از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اونٹوں کی جھولوں کو پھاڑتے نہیں تھے اور ان اونٹوں پر اسی وقت جھول ڈالتے تھے جب وہ صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جاتے تھے۔ (موطأ امام مالک، الحج: ۴۷، ۱۴۲، المکتبۃ التوفیقیہ)

۱۷۰۷ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰى، عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جب میں اونٹوں

بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نَحَرْتُ وَبِجُلُودِهَا. کروں تو ان کی جھولوں اور کھالوں کو صدقہ کر دیا کروں۔

[اطراف الحدیث:۱۷۱۶۔۱۷۱۷۔۱۷۱۸۔۲۲۹۹](صحیح مسلم:۱۳۱۷ الرقم المسلسل:۳۰۷۰ سنن ابوداؤد:۱۷۶۹ سنن ابن ماجہ:۳۱۵۷۔۳۰۹۹ مسند الحمیدی:۴۱ مسند البزار:۶۱۰ سنن کبریٰ:۴۱۴۶ مسند ابویعلیٰ:۲۹۸۔۵۷۷ صحیح ابن خزیمہ:۲۹۲۲ سنن بیہقی ج۹ ص۲۹۴ مسند احمد ج۱ ص۷۹ طبع قدیم مسند احمد:۵۹۳۔ج۲ ص۳۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نحر یا قربانی کے وقت حفاظت کے قصد سے جھول کو اُتارنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ قربانی کے اونٹوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص ان اونٹوں کو کعبہ کی طرف ہانک کر لے جائے تو ان کے اوپر جھول ڈال دے اور جب قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے تو اونٹوں کو نحر کرے اور ان کے گوشت کھال اور جھول کو صدقہ کر دے اور یہ کہ قربانی کرنے والا خود نحر کرے اور خود گوشت اور کھال وغیرہ کو صدقہ کرے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اونٹوں پر عمدہ قسم کی چادروں اور نفیس کپڑوں کی جھول ڈالتے تھے حتیٰ کہ مدینہ سے باہر نکل جاتے پھر ان چادروں کو اتار کر لپیٹ کر رکھ دیتے حتیٰ کہ جب عرفہ کا دن ہوتا تو پھر اونٹوں پر وہ چادریں ڈالتے حتیٰ کہ اونٹوں کو نحر کرتے پھر ان کو صدقہ کر دیتے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ھدی کی جھول اور اس کی لگام کو صدقہ کر دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم دیا تھا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم استحباب کے لیے تھا۔

امام مالک امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک اونٹوں کو جھول پہنانا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج۴ ص۳۳۵۔۳۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۱۵ - بَابُ مَنِ اشْتَرٰى هَدْيَهٗ مِنَ الطَّرِيْقِ وَقَلَّدَهٗ

جس نے راستہ سے اپنی ھدی خرید کر اس کو ہار ڈالا

۱۷۰۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ اَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا الْحَجَّ عَامَ حَجَّةِ الْحَرُوْرِيَّةِ فِيْ عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَنَخَافُ اَنْ يَّصُدُّوْكَ فَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(الاحزاب:۲۱) اِذًا اَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ اَوْجَبْتُ عُمْرَةً حَتّٰى كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ جَمَعْتُ حَجَّةً مَّعَ عُمْرَةٍ وَاَهْدٰى هَدْيًا مُّقَلَّدًا اِشْتَرَاهُ حَتّٰى قَدِمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سال حج کا ارادہ کیا جس سال حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں حروراء کے خارجیوں نے حج کا ارادہ کیا تھا ان سے کہا گیا کہ اس سال جنگ ہونے والی ہے اور ہمیں یہ خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو روک دیں گے حضرت ابن عمر نے کہا: تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱) پس اس وقت میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے

وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَوْمِ النَّحْرِ، فَحَلَقَ وَنَحَرَ، وَرَاٰى اَنْ قَدْ قَضٰى طَوَافَهُ، اَلْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حتیٰ کہ جب وہ ظاہر البیداء پر پہنچے تو انہوں نے کہا: حج اور عمرہ کی عبادت کا تو ایک ہی طریقہ ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے حج کے ساتھ عمرہ کو جمع کر لیا ہے اور انہوں نے ہدی کو بھی ساتھ لیا جس میں ہار ڈلا ہوا تھا جس کو انہوں نے خریدا تھا' حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ میں آ ئے' پس انہوں نے بیت اللہ کا اور صفا کا طواف کیا اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا' اور کسی ایسی چیز سے حلال نہیں ہوئے جو ان پر حرام ہوگئی تھی حتیٰ کہ قربانی کے نحر کا دن آ گیا' پھر انہوں نے سر منڈایا اور نحر کیا اور ان کی یہ رائے تھی کہ ان کے پہلے طواف سے حج اور عمرہ دونوں کا طواف ہو گیا' پھر انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶ - بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِّسَائِهِ مِنْ غَيْرِ اَمْرِهِنَّ

کسی شخص کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے کو ذبح کرنا

۱۷۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، لَا نُرٰى اِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَّكَّةَ، اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ اِذَا طَافَ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَنْ يَّحِلَّ قَالَتْ فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَ نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُهُ لِلْقَاسِمِ فَقَالَ اَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمان' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم پچیس ذوالقعدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے' ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا' جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی نہیں ہے جب وہ طواف اور صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کر لے تو احرام کھول دے' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پھر نحر کے دن لوگ ہمارے پاس گائے کا گوشت لے کر آئے' میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ لانے والے نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کو نحر کیا ہے' یحییٰ نے کہا: میں نے یہ حدیث قاسم سے بیان کی تو انہوں نے کہا: عمرہ نے یہ حدیث تمہیں صحیح طرح بیان کی ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

گائے کو نحر اور ذبح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گائے کو نحر کیا' علماء کے نزدیک گائے کو نحر کرنا جائز ہے تاہم گائے کو ذبح کرنا مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً. (البقرہ:۶۷) بے شک اللہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم گائے کو ذبح کرو۔

حسن بن صالح نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ نحر کرنا مستحب ہے۔

امام مالک نے کہا: اونٹ کو بغیر ضرورت کے ذبح کر دیا گیا یا بکری کو بغیر ضرورت کے نحر کر دیا گیا تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔

مجاہد گائے کے نحر کرنے کو مستحب کہتے تھے' میں کہتا ہوں کہ حدیث میں "نحر" کا لفظ ہے جیسے یہاں ہے اور حدیث میں گائے کو ذبح کرنے کے بھی الفاظ ہیں' جیسے عنقریب آئیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱۷ - بَابُ النَّحْرِ فِيْ مَنْحَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى

منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں نحر کیا تھا' وہاں نحر کرنا

اس عنوان میں "نحر" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹ کے سینہ کے سب سے بلند حصہ پر نیزہ مارنا۔

"منحر" اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اونٹوں کو نحر کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا "منحر" وہ جگہ ہے جو جمرہ اولیٰ کے پاس مسجد منیٰ کے قریب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۷۱۰ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ' قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ مَنْحَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے خالد بن الحارث سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ منحر میں نحر کرتے تھے' عبید اللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منحر میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۸۳ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کی مزید تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔

حج کرنے والے' عمرہ کرنے والے اور جس کو حج اور عمرہ سے روکا گیا ہو' ان سب کے لیے نحر کرنے کی جگہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حج میں نحر کرنے کی جگہ منیٰ میں ہے' رہا عمرہ تو اس میں ہمارے لیے کوئی معین جگہ نہیں ہے' سو جو شخص اپنے عمرہ میں نحر کرنے کا ارادہ کرے یا کوئی نفلی قربانی بھیجے تو وہ مکہ مکرمہ میں جس جگہ چاہے' نحر کر لے اور یہ بھی اجماع ہے' سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کو پا لیا' یہ امام مالک کا قول ہے' اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے منیٰ کے علاوہ کسی جگہ نحر کیا اور مکہ مکرمہ بھی حرم سے ہے تو اس کا نحر ہو جائے گا۔

اس پر اجماع ہے کہ اگر وہ دشمن کی وجہ سے حرم سے رکا ہوا نہیں تھا اور اس نے غیر حرم میں نحر کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔

ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنی موطأ میں ذکر کیا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج میں منیٰ میں فرمایا: یہ منحر ہے اور منیٰ سارا کا سارا منحر ہے اور عمرہ میں فرمایا: یہ منحر ہے یعنی المروۃ' اور مکہ کے تمام راستے منحر ہیں' اور اس کے مفہوم مخالف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منیٰ اور مکہ کے علاوہ کوئی جگہ منحر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ منیٰ حج

کرنے والوں کے لیے منحر ہے اور مکہ عمرہ کرنے والوں کے لیے منحر ہے اور ان کے علاوہ اور کوئی جگہ منحر نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ھدی کو حدیبیہ میں نحر کیا تھا اور وہ مکہ میں ہے نہ منٰی میں' بلکہ وہ حرم میں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ھدی اپنے محل میں نہیں پہنچ سکی تھی' اور چونکہ آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا' اس وجہ سے آپ کے لیے جائز تھا کہ آپ اپنی ہدی کو غیر محل میں ذبح کر دیں جیسے آپ کے لیے جائز تھا کہ آپ غیر محل میں اپنے احرام سے نکل جائیں اور آپ کو حرم میں جانے سے نہیں روکا گیا تھا' آپ کو بیت اللہ میں جانے سے روکا گیا تھا اور حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں ہے اور بعض حصہ حل (خارج از حرم) میں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۳۸-۳۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۷۱۱ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَبْعَثُ بِهَدْيِهٖ مِنْ جَمْعٍ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ' حَتّٰى يُدْخَلَ بِهٖ مَنْحَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ' فِيْهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوْكُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کے آخری حصہ میں اپنی ھدی کو المز دلفہ سے بھیجتے تھے حتیٰ کہ وہ اپنی ھدی کو لے کر حج کرنے والوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منحر میں داخل ہوتے' ان میں آزاد بھی ہوتے تھے اور غلام بھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق' صحیح البخاری: ۱۷۱۰ کی شرح کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۸ - بَابُ مَنْ نَحَرَ بِيَدِهٖ
جس نے اپنے ہاتھ سے نحر کیا

۱۷۱۲ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسٍ وَّذَكَرَ الْحَدِيْثَ' قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا' وَضَحّٰى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ. مُخْتَصَرًا. [طرف الحدیث: ۱۵۴۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بکار نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حدیث کو ذکر کیا اور کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بدنہ (اونٹ) کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں آپ نے دو سینگوں والے مینڈھے ذبح کیے' یہ حدیث یہاں اختصار سے روایت کی گئی ہے' اس کے بعد اس کی تفصیل آئے گی۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سہل بن بکار ابو بشر الدارمی (۲) وہیب بن خالد بن عجلان (۳) ایوب السختیانی (۴) ابو قلابہ عبد اللہ بن زید الجرمی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بدنہ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیے۔

اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے نحر کیا' اور جو شخص اچھی طرح سے نحر کر سکتا ہو' اس کے لیے یہی افضل ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے نحر کرے بجائے اس کے کہ کوئی اور اس کی ہدی کو نحر کرے' نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اونٹ کو کھڑا کر کے اس کو نحر کیا' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا یہی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ اونٹ کو بٹھا کر اور کھڑا کر کے دونوں طرح نحر کیا جائے اور عطاء کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اونٹ کو بٹھا کر اور اس کے پیر باندھ کر نحر کیا جائے۔

(عمدة القاری ج ۱۰ ص ۷۱)

اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے کے متعلق آثارِ صحابہ

امام ابن ابی شیبہ نے عطاء سے روایت کی ہے کہ خواہ کھڑا کر کے نحر کیا جائے خواہ بٹھا کر نحر کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنی ہدی کو نحر کرنے کا ارادہ کرتے تو اس کا ایک اگلا پیر باندھ دیتے' وہ تین پیروں پر کھڑی ہوتی' پھر اس کو نحر کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۸۹۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد نے کہا: قرآن مجید میں ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ. (الحج: ۳۶)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے' پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے ان کو نحر کرنے کے وقت اللہ کا نام لو۔

اس آیت میں صاف یہ حکم ہے کہ اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بوڑھے ہو گئے تو وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

زیاد بن جُبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے' اس نے اپنے بدنہ کو بٹھایا ہوا تھا' حضرت ابن عمر نے فرمایا: اس کو کھڑا کر کے نحر کرو' یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب جوان تھے تو وہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرتے اور جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۱۱۹ - بَابُ نَحْرِ الْإِبِلِ مُقَيَّدَةً
اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا

۱۷۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنْ زِيَادِ ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَتٰى عَلٰى رَجُلٍ قَدْ اَنَاخَ بَدَنَتَهٗ يَنْحَرُهَا' قَالَ ابْعَثْهَا قِيَامًا مُّقَيَّدَةً' سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَقَالَ شُعْبَةُ' عَنْ يُّوْنُسَ اَخْبَرَنِيْ زِيَادٌ.

بیان کی از یونس از زیاد بن جبیر' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ ایک شخص کے پاس آئے' وہ اپنے بدنہ (قربانی کے اونٹ) کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا' حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو اس حال میں کھڑا کرو کہ اس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو (اور یہ باقی پیروں پر کھڑا ہو) یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے' اور شعبہ نے کہا از یونس: مجھے زیاد نے خبر دی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۰' الرقم المسلسل: ۳۰۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۶۸' سنن کبریٰ: ۴۱۳۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۹۳' صحیح ابن حبان: ۵۹۰۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۳۷' شرح السنۃ: ۱۹۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۵۹۔ج ۸ ص ۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) یزید بن زریع ابومعاویہ العیشی (۳) یونس بن عبید بن دینار (۴) زیاد بن جبیر بن حیہ (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۷۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو اس حال میں نحر کرو کہ اس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو (اور یہ باقی پیروں پر کھڑا ہوا ہو)۔

اونٹ کو نحر کرتے وقت اس کے پیر کو باندھنے کی کیفیت کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن باسط بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب بدنہ کا بایاں ہاتھ (اگلا پاؤں) باندھ دیتے تھے اور اس کو باقی پیروں پر کھڑا کر کے نحر کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۴۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کے اونٹ کو نحر کرتے اور اس کا دایاں ہاتھ بندھا ہوا ہوتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۴۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حجاج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: تم اس کے دو ہاتھوں میں سے جس ہاتھ کو چاہو باندھ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۴۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

لیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد اس کا بایاں ہاتھ باندھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۴۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ بدنہ کو کیسے نحر کیا جائے؟ انہوں نے کہا: اس کا بایاں ہاتھ باندھ دو اور اس کو دائیں ہاتھ کی جانب سے نحر کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۴۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

✱ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۸۹ میں مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۰ - بَابُ نَحْرِ الْبُدْنِ قَائِمَةً

قربانی کے اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول صحیح البخاری: ۱۷۱۳ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿صَوَآفَّ﴾ (الحج:٣٦) قِيَامًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "صواف" (الحج:۳۶) کی تفسیر میں کہا: اونٹوں کو کھڑا کر کے۔

اس تعلیق میں جو "صواف" کا لفظ مذکور ہے اس کے متعلق پوری آیت درج ذیل ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ. (الحج:٣٦)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنادیا ہے ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے ان کو نحر کرنے کے وقت اللہ کا نام لو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اونٹ کا ایک پیر باندھ دیا جائے تا کہ وہ مضطرب نہ ہو اور باقی پیروں پر اس کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۲ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

١٧١٤ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَبَاتَ بِهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ فَلَمَّا عَلَا عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبّٰى بِهِمَا جَمِيْعًا فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّحِلُّوْا وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا وَضَحّٰى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے وہیں رات گزاری پھر جب صبح ہوئی تو آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ پڑھتے رہے پھر جب آپ البیداء پر چڑھے تو پھر آپ نے کہا: حج اور عمرہ کے ساتھ لبیک (میں حاضر ہوں) پھر جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے صحابہ سے کہا کہ وہ اپنا احرام کھول دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات قربانی کے اونٹوں کو کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیا اور مدینہ میں سینگوں والے دو سرمئی مینڈھوں کی قربانی کی۔

اس حدیث کی شرح ابھی: ۱۷۱۲ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں اپنے ہاتھ سے نحر کرنے کے علاوہ یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج قران کیا تھا۔

١٧١٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ. وَعَنْ اَيُّوْبَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ثُمَّ بَاتَ حَتّٰى اَصْبَحَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتّٰى اِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءَ اَهَلَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھائیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھائیں اور از ایوب از ایک شخص از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہو گئی پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھائی پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے

بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ.

حتیٰ کہ مقام البیداء پر آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی' پھر آپ نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ کا حج قِران تھا۔

۱۲۱ - بَابٌ لَّا يُعْطِي الْجَزَّارَ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا

قصاب کو ہدی کی کوئی چیز اجرت میں نہ دے

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو قصاب کسی شخص کی ہدی کو ذبح کر رہا ہے' وہ شخص اس کو ذبح کرنے کی اجرت میں ہدی کی کوئی چیز نہ دے۔

۱۷۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ، فَاَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُوْمَهَا، ثُمَّ اَمَرَنِي فَقَسَمْتُ جِلَالَهَا وَجُلُوْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی نجیح نے خبر دی از مجاہد از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا' میں قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑا ہوں' آپ نے مجھے ان کا گوشت تقسیم کرنے کا حکم دیا' پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے جھولوں اور کھالوں کو تقسیم کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۷۰۷ میں گزر گئی ہے۔

۱۷۱۶م - قَالَ سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ، عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْمَ عَلَى الْبُدْنِ، وَلَا اُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِيْ جِزَارَتِهَا.

سفیان نے کہا (ح) اور مجھے عبد الکریم نے حدیث بیان کی از مجاہد از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑا رہوں اور ان کو ذبح کرنے کی اجرت میں کوئی چیز نہ دوں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری:۱۷۰۷ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں۔

قربانی کی کسی چیز کو قصاب کی اجرت میں دینے کا عدم جواز اور قربانی کی کھال اور گوشت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مسلک

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ قصاب کو ہدی کی قربانی کے عوض میں ہدی سے کوئی چیز نہ دی جائے اور حسن بصری نے یہ اجازت دی کہ قصاب کو اجرت میں ہدی کی کھال دے دی جائے۔

قربانی کی کھال کو فروخت کرنے میں بھی اختلاف ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کو فروخت کر دیا جائے اور اس کی قیمت کو صدقہ کر دیا جائے' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے قربانی کی کھال فروخت کر دی اس کی قربانی نہیں ہوئی' حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ

قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس سے نفع اٹھائے اور اس کو فروخت نہ کرے' قاسم اور سالم نے کہا کہ قربانی کی کھالوں کو فروخت کرنا مناسب نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' النخعی اور الحکم نے کہا ہے کہ اگر کھال کے عوض میں ڈول اور چھلنی کو خرید لیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور عطاء نے کہا ہے کہ اگر ہدی واجب ہے تو اس کی کھال کو صدقہ کر دے اور اگر وہ نفل ہے تو اس کو وہ چاہے تو فروخت کر سکتا ہے۔

جس نے قربانی کی کھال کے فروخت کرنے کی اجازت دی ہے اس نے اس پر قیاس کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی ہے' پس کھال کو فروخت کرنا اور اس سے نفع اٹھانا کھانے کے تابع ہے' اور یہ دلیل صحیح نہیں ہے اس لیے کہ قربانی کے گوشت کو کھانا جائز ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے' پس واجب ہے کہ قربانی کے گوشت کے کھانے سے اس کے فروخت کرنے پر استدلال نہ کیا جائے' سوا ایسی دلیل کے جس کا کوئی معارض نہ ہو۔

المہلب نے کہا ہے کہ قصائی کے فعل کے عوض اس کو قربانی سے کوئی چیز دینا' یہ بیع ہے اور قربانی کے گوشت اور اس کی کھال کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۴۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

قربانی کی کھال اور گوشت کے متعلق فقہاء احناف کا مسلک

فتاویٰ عالم گیری میں مذکور ہے:

قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس کی مشک یا جراب بنالے (یا مصلّٰی اور موزے بنالے) اور قربانی کی کھال کو فروخت کر کے کسی ایسی چیز کو خریدنا استحساناً جائز ہے جس کو بعینہٖ کام میں لایا جا سکے (مثلاً کتاب یا پنکھا) خرید لے اور اس سے ایسی چیز خریدنا جائز نہیں ہے جس کو بعینہٖ کام میں نہ لایا جا سکے بلکہ اس کو خرچ کرنے کے بعد اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکے جیسے طعام اور گوشت وغیرہ اور اگر کھال کو پیسوں کے عوض فروخت کر دیا تا کہ صدقہ کیا جا سکے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ بھی کھال کی طرح صدقہ کرنا ہے۔ (تبیین الحقائق)

قربانی کے گوشت کے بدلہ میں (چمڑے کا ظرف) خریدنا جائز نہیں ہے' البتہ قربانی کے گوشت کے بدلہ میں دانے یا گوشت خریدنا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان) (فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۰۰-۲۹۹ مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ ھ)

* قربانی کی کھال کو دینی مدارس اور مساجد میں دینے کی تحقیق کے متعلق' شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۶۰- ۱۵۴ میں بہت تفصیل سے لکھا گیا ہے اور مانعین کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے' یہ بحث لائق مطالعہ ہے اور اتنی مدلل بحث' شرح صحیح مسلم کے علاوہ شاید اور کہیں مذکور نہیں ہے۔

۱۲۲ - بَابٌ يَّتَصَدَّقُ بِجُلُوْدِ الْهَدْيِ

قربانی کے جانوروں کی کھالوں کو صدقہ کر دے

۱۷۱۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ وَّعَبْدُ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيُّ اَنَّ مُجَاهِدًا اَخْبَرَهُمَا اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُ اَنْ يَّقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهٖ، وَاَنْ يَّقْسِمَ بُدْنَهٗ كُلَّهَا لُحُوْمَهَا، وَجُلُوْدَهَا، وَجِلَالَهَا، وَلَا يُعْطِيَ فِيْ جِزَارَتِهَا شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے الحسن بن مسلم اور عبد الکریم الجزری نے خبر دی کہ مجاہد نے ان کو خبر دی کہ عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی قربانی کے اونٹوں پر کھڑے رہیں اور تمام قربانی کے اونٹوں (کے گوشت) کو تقسیم کریں' ان کے گوشت کو' ان کی کھالوں

کو اور ان کی جھولوں کو اور ان کو ذبح کرنے کی اجرت میں کوئی چیز
دی۔

اس حدیث کی مفصل شرح اس سے پہلی حدیث' صحیح البخاری: ۱۷۱۶ میں کردی گئی ہے۔

۱۲۳ - بَابٌ يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ

قربانی کے اونٹوں کی جھولوں کو صدقہ کرے

۱۷۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَّقُوْلُ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ اَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَدَنَةٍ' فَاَمَرَنِيْ بِلُحُوْمِهَا فَقَسَمْتُهَا' ثُمَّ اَمَرَنِيْ بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا' ثُمَّ بِجُلُوْدِهَا فَقَسَمْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیف بن ابی سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی' ان کو حضرت علی رضی اللہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹوں کی قربانی کی' آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے گوشت کو تقسیم کروں' پھر مجھے حکم دیا کہ میں ان کی جھولوں اور ان کی کھالوں کو تقسیم کروں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۷۱۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۴ - بَابٌ

باب

﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِO وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍO لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَO ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِO ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِO﴾ (الحج: ۳۰-۲۶).

اور یاد کیجئے جب ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ بنانے کی جگہ مقرر کردی (اور حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں' اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھناO اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گےO تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقام پر حاضر ہوں اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو دیئے ہیں' پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤO پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذروں کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریںO یہی حکم ہے اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے اور تمہارے لیے سب مویشی حلال کردیئے گئے سوا ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں' سو تم بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کروO (الحج: ۳۰-۲۶)

الحج: ۳۰-۲۶ کے فقہی احکام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں سورۃ الحج کی پانچ آیات ذکر کی ہیں اور اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس باب میں ان کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی جو اس باب کے مناسب ہوتی' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث درج کرنے سے پہلے ان کی قضاء آ گئی' تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ آیات ان احکام پر مشتمل ہیں جن احکام کو امام بخاری اس باب میں بیان کرنا چاہتے تھے' اس لیے امام بخاری نے ان احکام کے متعلق اپنا کلام لانے کے بجائے اللہ کا کلام ذکر کر دیا' ان احکام کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) بیت اللہ کو طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لیے بتوں اور نجاستوں سے پاک رکھنا (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ لوگوں کو حج کرنے کا حکم دیجئے (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم کی تعمیل حجۃ الوداع میں کی (۴) لوگوں کا حج کے موقع پر دینی اور دنیاوی منافع پر حاضر ہونا (۵) ایام معلومات یعنی یکم ذوالحجہ سے دس ذوالحجہ تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا (۶) حلال جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا شکر ادا کرنا (۷) قربانی کے گوشت سے فقراء کو کھلانا (۸) سر منڈا کر میل کچیل دُور کرنا (۹) نذر پوری کرنا (۱۰) بیت اللہ کا طواف کرنا (۱۱) جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور محترم ہیں' ان کی تعظیم کرنا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ بنانے کی جگہ مقرر کر دی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں' اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھناO

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ شرک سے ممانعت اور کعبہ کو پاک رکھنے کا حکم' کعبہ بنانے کی جگہ کی تفسیر کیسے ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کعبہ بنانے کے حکم سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص عبادت انجام دینے کی جگہ بنائی جائے' سو اس وجہ سے یہ اس کی تفسیر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے تاکہ لوگ دور دراز سے چل کر حج کریں اور ان عبادات کو انجام دیں جن کا ان آیات میں ذکر فرمایا ہے' یعنی وہ اللہ کا ذکر کریں' حلال گوشت کھانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور ضرورت مندوں کو کھلائیں' اپنی نذروں کو پورا کریں' بیت اللہ کا طواف کریں اور اللہ تعالیٰ کی معزز چیزوں کی تعظیم کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۸۰-۷۸ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

الحج: ۳۰-۲۶ کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے ان آیات کی تفسیر ہماری تفسیر' تبیان القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۵ - بَابُ مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يَتَصَدَّقُ

قربانی کے اونٹوں سے کتنا اور کب تک کھائے اور کتنا صدقہ کرے؟

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ' وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ. وَقَالَ عَطَاءٌ يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ.

اور عبید اللہ نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ شکار کی جزاء کے جانوروں اور نذر کے جانوروں سے نہیں کھایا جائے گا اور اس کے ماسوا سے کھایا جائے گا اور عطاء نے کہا کہ تمتع کی قربانی سے خود بھی کھائے اور فقراء کو بھی کھلائے۔

اس تعلیق کی اصل امام ابن شیبہ نے ابن نمیر سے معنیً روایت کی ہے کہ جب قربانی کا اونٹ تھک جائے یا اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے تو اس کا مالک اس کو کھالے اور اس کو تبدیل نہ کرے سوا اس کے کہ اس کی نذر مانی ہو یا وہ اونٹ شکار کی جزاء ہو اور امام طبری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ بُدْنہ اگر شکار کی جزاء ہو یا اس کی نذر مانی ہو تو اس کو نہیں کھایا جائے گا اور اس کے سوا ہو تو کھا لیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۸۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۷۱۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِنًى' فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا' فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا. قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَقَالَ حَتّٰى جِئْنَا الْمَدِيْنَةَ؟ قَالَ لَا.

[اطراف الحدیث: ۲۹۸۰-۵۴۲۴-۵۵۶۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم منیٰ میں تین دن سے زیادہ اپنی قربانی کے اونٹوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے' پھر ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی' آپ نے فرمایا: کھاؤ اور سفر میں ساتھ لے جاؤ' پس ہم نے کھایا اور سفر میں ساتھ رکھا' ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ نے فرمایا تھا حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچ گئے؟ انہوں نے کہا: نہیں!

(صحیح مسلم: ۱۹۷۲' الرقم المسلسل: ۴۹۹۷' سنن نسائی: ۴۴۱۹' سنن کبریٰ: ۴۱۴۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۱' شرح السنۃ: ۱۹۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۴۱۲۔ ج ۲۲ ص ۳۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شکار کی جزاء اور نذر کے اونٹوں کے سوا قربانی کے اونٹوں سے کھانے اور کھلانے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ قربانی کے اونٹ میں سے کتنا کھایا جائے گا اور کتنا نہیں کھایا جائے گا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جو اونٹ شکار کرنے کی جزاء ہو' اس سے نہیں کھایا جائے گا اور جو نذر کا اونٹ ہو' اس سے بھی نہیں کھایا جائے گا اور اس کے ماسوا سے کھایا جائے گا۔ طاؤس اور حسن بصری سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور حسن بصری کا دوسرا قول یہ ہے کہ شکار کی جزاء سے اور مساکین کی نذر سے کھایا جائے گا۔

امام مالک نے کہا ہے کہ قربانی کے تمام اونٹوں سے کھایا جائے گا سوا ان کے کہ جو اونٹ شکار کی جزاء ہوں یا بیماری کا فدیہ ہوں یا مساکین کی نذر ہوں۔

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ قِران' تمتع اور نفلی قربانی کے اونٹوں سے کھایا جائے گا اور ان کے ماسوا سے نہیں کھایا جائے گا۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ صرف نفلی قربانی کے اونٹ سے کھایا جائے گا' اور تمتع اور قِران کی قربانی سے نہیں کھایا جائے گا'

ابن القصار نے امام مالک کے قول پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ○ (الحج: ۲۸)

اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں دیئے ہیں' پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ ○

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان قربانی کے اونٹوں سے خود کھاؤ اور فقراء کو کھلاؤ اور ان سے کسی کا استثناء نہیں فرمایا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۴۴۔ ۳۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنے کی ممانعت کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ فقہاء کا ان احادیث میں اختلاف ہے' بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنا اور اس سے کھانا حرام ہے اور تحریم کا یہ حکم اب بھی باقی ہے' حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو کھانا اور اس کو محفوظ رکھنا جائز ہے اور یہ ممانعت حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث مذکور (صحیح البخاری: ۱۷۱۹) سے منسوخ ہے' اور یہ ایک سنت کا دوسری سنت سے منسوخ ہونا ہے' اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ تحریم ایک علت کی وجہ سے تھی' جب وہ علت مرتفع ہوگئی تو ممانعت زائل ہوگئی اور وہ علت کمزور مسافرین اور فقراء کا وارد ہونا تھا' ابتداء اسلام میں مسلمانوں کے پاس فقراء مسافرین آتے رہتے تھے' اسی لیے ان کو گوشت دینے کی ضرورت کی وجہ سے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے اور رکھنے سے منع کر دیا گیا اور جب مسلمان فتوحات اور مالِ غنیمت کی کثرت سے خوش حال ہوگئے اور فقراء مسلمین کا آنا بند ہوگیا تو آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی' حدیث میں ہے:

عمرۃ بنت عبدالرحمان بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں دیہاتی لوگ قربانی کے دنوں میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تین دن گوشت کا ذخیرہ کرو اور جو بچ جائے اس کو صدقہ کر دو' پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! لوگ اپنی قربانیوں سے نفع حاصل کرتے تھے اور اس میں سے چربی اٹھا کر رکھتے تھے اور اس کی کھال سے مشک بناتے تھے' آپ نے پوچھا: اس بات کا کیا سبب ہے؟ تو مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع فرمادیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں (دیہات سے) آنے والے لوگوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو تمہارے پاس آتے تھے' سو اب تم کھایا کرو اور صدقہ کیا کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۱۲' سنن نسائی: ۴۴۴۳)

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت کراہت کے لیے تھی' تحریم کے لیے نہیں تھی اور اگر اب غرباء اور مساکین قربانی کا گوشت مانگنے کے لیے مسلمانوں کے پاس آئیں تو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنا اب بھی مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۹۹۰۔ ج ۶ ص ۱۶۶۔ ۱۶۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے میں مذاہب فقہاء۔

۱۷۲۰ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

مِنْ ذِی الْقَعْدَةِ، وَلَا نُرٰی اِلَّا الْحَجَّ، حَتّٰی اِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَّكَّةَ، اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ، اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ يَحِلُّ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ فَقِيْلَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهٖ. قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ لِلْقَاسِمِ، فَقَالَ اَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهٖ.

کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم پچیس ذوالقعدہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مدینہ منورہ) سے روانہ ہوئے' ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا' حتیٰ کہ جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی (قربانی) نہیں ہے تو وہ جب بیت اللہ کا طواف (اور صفا المروۃ میں سعی) کرے تو احرام کھول دے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پھر قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا' میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ تو بتایا کہ نبی ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے (گائے کو) ذبح کیا ہے' یحییٰ نے کہا: پھر میں نے یہ حدیث القاسم سے ذکر کی تو انہوں نے کہا کہ عمرہ نے تم سے درست حدیث بیان کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۶ - بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

سر مونڈنے سے پہلے ذبح کرنا

۱۷۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ اَنْ يَّذْبَحَ، وَنَحْوِهٖ، فَقَالَ لَا حَرَجَ، لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن زاذان نے خبر دی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں' کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۲۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ، قَالَ لَا حَرَجَ. قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ، قَالَ لَا حَرَجَ. قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ، قَالَ لَا حَرَجَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيْمِ الرَّازِيُّ، عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے خبر دی از عبدالعزیز بن رفیع از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف زیارت کر لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے' اس نے کہا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں' اس نے کہا: میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ذبح کر لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اور عبدالرحیم الرازی نے کہا از ابن خثیم' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ اور القاسم بن یحییٰ نے کہا: مجھے ابن خثیم نے حدیث بیان کی

وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَفَّانُ، اُرَاهُ عَنْ وُّهَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، وَعَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عفان نے کہا: میرا گمان ہے از وہیب انہوں نے کہا: ہمیں ابن خثیم نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حماد نے کہا از قیس بن سعد و عباد بن منصور از عطاء از جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا اَمْسَيْتُ، فَقَالَ لَا حَرَجَ. قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ، قَالَ لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا پس کہا: میں نے شام کے بعد کنکریاں ماریں آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے اس نے کہا: میں نے نحر کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ، فَقَالَ اَحَجَجْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ بِمَ اَهْلَلْتَ؟ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِاِهْلَالٍ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ اَحْسَنْتَ، اِنْطَلِقْ، فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. ثُمَّ اَتَيْتُ اِمْرَاَةً مِّنْ نِّسَاءِ بَنِيْ قَيْسٍ، فَفَلَتْ رَاْسِيْ، ثُمَّ اَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ اُفْتِيْ بِهِ النَّاسَ، حَتّٰى خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَذَكَرْتُهُ لَهُ، فَقَالَ اِنْ نَّاْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَاِنَّهُ يَاْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَاِنْ نَّاْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اس وقت آپ وادی میں تھے آپ نے پوچھا: کیا تم نے حج کر لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا تھا؟ میں نے بتایا: میں اس چیز کے ساتھ لبیک کہتا ہوں جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا ہے آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا اب تم جاؤ اور بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا اور المروۃ میں سعی کرو پھر میں بنو قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت کے پاس گیا اس نے میرے سر میں جوئیں دیکھیں پھر اس کے بعد میں نے حج کا احرام باندھا پس میں لوگوں کو یہی فتویٰ دیتا رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت آ گئی تو میں نے اس بات کا ان سے ذکر کیا پس انہوں نے کہا: اگر ہم اللہ کی کتاب کو دیکھیں تو اللہ فرماتا ہے: حج اور عمرہ پورا کرو اور

اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو دیکھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ ہدی اپنے محل میں پہنچ گئی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ''حتیٰ کہ ہدی اپنے محل میں پہنچ جائے'' کیونکہ ہدی کا اپنے محل میں پہنچ جانا اس سے کنایہ ہے کہ اس کو ذبح کر دیا جائے اور اس باب کے عنوان میں بھی ہدی کو ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

۱۲۷ - بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَحَلَقَ

جس نے احرام باندھتے وقت سر پر بال جما لیے اور سر مونڈ لیا

۱۷۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَّلَمْ تَحْلِلْ اَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ اِنِّيْ لَبَّدْتُ رَاْسِيْ وَقَلَّدْتُ هَدْيِيْ، فَلَا اَحِلُّ حَتّٰى اَنْحَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے عمرہ کا احرام کھول دیا اور آپ نے اپنے عمرہ کا احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا لیا ہے اور اپنی ہدی میں ہار ڈال دیا ہے، میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ نحر کرلوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۱۵۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸ - بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيْرِ عِنْدَ الْإِحْلَالِ

احرام کھولتے وقت سر منڈانا اور بال کٹوانا

۱۷۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ قَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ. [اطراف الحدیث: ۴۴۱۰-۴۴۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج میں سر منڈایا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۰۴، الرقم المسلسل: ۳۰۴۱، سنن ابوداؤد: ۱۹۸۰، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۳۰، شرح السنۃ: ۱۹۶۰، المستدرک ج۱ ص ۴۸۰، مسند احمد ج۲ ص ۸۹ طبع قدیم مسند احمد: ۵۶۱۴۔ ج۹ ص ۴۳۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر منڈانے کی کیفیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں آئے، سو آپ جمرہ پر آئے اور وہاں کنکریاں ماریں پھر آپ منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر آئے اور نحر کیا، پھر آپ نے مونڈنے والے سے اپنی دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا: یہاں سے لو، پھر بائیں جانب اشارہ کیا، پھر وہ بال مبارک لوگوں کو عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۱۹۸۱، سنن ترمذی: ۹۱۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمرۃ میں کنکریاں ماریں اور اپنی قربانی کو نحر کر لیا تو آپ نے بال منڈوانے کا ارادہ کیا اور مونڈنے والے سے دائیں جانب مونڈنے کے لیے کہا' پس اس نے آپ کے بال مونڈے' پھر آپ نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ کو بلایا اور ان کو وہ بال عطا فرمائے' پھر آپ نے (اپنی طرف) مونڈنے والے کے آگے بائیں جانب کی اور اس سے فرمایا: بال مونڈو' پھر آپ نے وہ بال حضرت ابوطلحہ انصاری کو عطا کیے اور فرمایا: ان کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۳۰۵۰)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجمرہ پر کنکریاں ماریں اور اپنی ہدی کو نحر کر لیا تو آپ نے حجامت کرائی اور حجام کو عطا کیا' اور دوسری دفعہ سفیان نے کہا کہ مونڈنے والے کو دائیں جانب عطا کی تو اس نے اس جانب سر مونڈا' پھر وہ بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ کو عطا کیے' پھر اس نے بائیں جانب مونڈی' پس آپ نے وہ بال لوگوں کو عطا کیے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۹۲۔ ج ۱۹ ص ۱۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سر کے بال منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بالوں کو بہ طور تبرک حفاظت سے رکھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے سر کو منڈانا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے سر کے بال منڈائے ہیں' امام مالک کا یہی قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے' امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سر کے اکثر بال منڈا لیے جائیں' امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے' امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ چوتھائی سر کے بال منڈانا واجب ہیں اور امام ابویوسف نے کہا ہے کہ آدھے سر کے بال منڈانے واجب ہیں اور امام شافعی نے کہا ہے کہ تین بالوں کا منڈانا کافی ہے۔

اس باب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بالوں کو کٹانے کی بہ نسبت بالوں کو منڈانا افضل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کے بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ کو تقسیم کرنے کے لیے عطا فرمائے' اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے بال طاہر ہیں' یہ جمہور فقہاء کا مذہب ہے' امام شافعی کا بھی یہی صحیح مذہب ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو بہ طور تبرک رکھنا جائز ہے۔ عبیدہ السلمانی نے کہا: اگر میرے پاس آپ کا ایک بال ہو تو وہ مجھے تمام دنیا کے سونے اور چاندی سے زیادہ محبوب ہے اور متعدد مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ کی ٹوپی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند بال تھے' اسی وجہ سے وہ ہر جنگ میں فتح یاب ہوتے تھے۔ سیرت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوطلحہ نے آپ کے بال مسلمانوں میں تقسیم کیے تو حضرت خالد نے کہا کہ آپ کی پیشانی کے چند بال مجھے عطا فرما دیں اور آپ کی پیشانی کے بالوں کی یہ مناسبت تھی کہ حضرت خالد جس جنگ میں بھی حملہ کا اقدام کرتے' ظفریاب ہوتے۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زندہ آدمی کے بالوں کو حفاظت سے رکھنا جائز ہے' اس کے برخلاف بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ان بالوں کو دفن کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۰-۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✱ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۴۸۔ ج ۳ ص ۵۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① یوم نحر کو افعالِ حج کی ترتیب ② علماء احناف کی موافقت حدیث ③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کی تعظیم اور تکریم ④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کے ثبوت میں فقہاء اسلام کی عبارات ⑤ موئے مبارک اور فضلاتِ شریفہ کی

طہارت اور بعض علماء کے تسامح اور علمی غلطیوں کا بیان (۹) فضلات شریفہ کی طہارت پر دلائل۔

۱۷۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ. قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ. قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ. مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ. قَالَ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ وَالْمُقَصِّرِيْنَ. (صحیح مسلم: ۱۳۰۲، الرقم المسلسل: ۳۰۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۲۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۸۱۷۔ ج ۱۲ ص ۷۵۔ ۷۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے کہا: اور بال کٹانے والوں پر یارسول اللہ! آپ نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے کہا: اور بال کٹانے والوں پر یارسول اللہ! آپ نے دعا کی: اور بال کٹانے والوں پر! اور لیث نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی آپ نے ایک بار یا دو بار فرمایا: سر منڈانے والوں پر اللہ رحم فرمائے اور عبیداللہ نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی اور آپ نے چوتھی بار دعا میں فرمایا: اور سر کے بال کٹانے والوں پر۔

سر منڈانے والوں کی سر کے بال کٹوانے والوں پر افضلیت کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سر کے بال منڈانے والوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار دعا کی اور سر کے بال کٹانے والوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار دعا کی' آیا یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے یا الحدیبیہ کا' حافظ ابو عمر ابن عبدالبر نے کہا: اس واقعہ کا حدیبیہ میں ہونا محفوظ ہے' اور علامہ نووی نے کہا: صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کہ آپ نے دونوں جگہوں پر اس طرح دعا کی ہو' اور قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہی صحیح ہے تاکہ احادیث میں تطبیق ہو' ایک حدیث میں ہے:

یحییٰ بن الحصین اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں سنا' آپ نے سر کے بال منڈاتے والوں کے لیے تین بار دعا کی اور سر کے بال کٹانے والوں کے لیے ایک بار دعا کی۔ (صحیح مسلم: ۱۳۰۳، الرقم المسلسل: ۳۰۴۰)

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ ابن ابی نجیح از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یوم حدیبیہ میں بعض لوگوں نے سر کے بال منڈائے اور دوسروں نے سر کے بال کٹائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ کہا گیا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ نے سر منڈانے والوں کے لیے بہت دعا کی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ انہوں نے کوئی شک نہیں کیا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عربوں کی عادت تھی کہ وہ اپنے سروں کے بال بڑے رکھتے تھے اور ان کو مزین کرتے تھے اور ان میں سر منڈانے والے بہت کم تھے' اور ان پر سر منڈانا بہت دشوار تھا' اس لیے انہوں نے بال کٹانے کی طرف میلان کیا۔

سر منڈانا اس لیے افضل ہے کہ اس میں اللہ کے لیے تذلل کو اختیار کرنا ہے کیونکہ بال کٹانے والا اپنے لیے زینت اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ حج کرنے والا اپنے لیے زینت کو ترک کر دے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سرمنڈانا اس لیے افضل ہے کہ سرمنڈانا صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کے لیے سرمنڈانا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے لیے سرمنڈانا نہیں ہے' ان کے لیے صرف بالوں کو کٹانا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۹۸۵۔ ۱۹۸۴)

امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو سرمنڈانے سے منع فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۲۔۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۴۰۔ ج ۳ ص ۵۳۸ میں مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) حج میں سرمنڈانے کے حکم میں مذاہب ائمہ (۲) عورتوں کے سرمنڈانے کا حکم (۳) سرمنڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ۔

۱۷۲۸ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ' عَنْ أَبِي زُرْعَةَ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ. قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمارۃ بن القعقاع نے حدیث بیان کی از ابوزرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! سرمنڈانے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی! آپ نے دعا کی: اے اللہ! سرمنڈانے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی! آپ نے دعا کی: اے اللہ! سرمنڈانے والوں کی مغفرت فرما' صحابہ نے کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی! آپ نے تین بار ان کے لیے دعا کی' پھر کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی۔

اس حدیث کی بھی وہی شرح ہے جو اس سے پہلی حدیث کی بیان کی گئی ہے۔

۱۷۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ' عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ حَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ' وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے سرمنڈایا اور بعض نے سر کے بال کٹوائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۷۲۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۷۳۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ' عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ' عَنْ طَاؤُسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از الحسن بن مسلم از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ. کے بال قینچی سے کاٹے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۶ 'الرقم المسلسل: ۲۹۱۰ 'سنن ابوداؤد: ۱۸۰۳۔۱۸۰۲ 'سنن نسائی: ۲۷۳۳ 'المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۶۹۷ 'الاحاد والمثانی: ۵۳۱ 'مسند احمد ج ۴ ص ۹۵ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۶۸۶۳۔ج ۲۸ ص ۷۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

حضرت معاویہ کے بال کاٹنے کا واقعہ کس موقع کا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بالوں کو کاٹنا بھی جائز اور سنت ہے 'اگرچہ افضل سر کے بال منڈانا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جعرانہ کے عمرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بالوں کو کاٹا تھا 'کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قران کیا تھا اور یہ ثابت ہے کہ اس موقع پر آپ نے منیٰ میں سر کے بالوں کو منڈوایا تھا 'اس لیے حضرت معاویہ کے بالوں کے کاٹنے کو حجۃ الوداع پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کو عمرۃ القضاء پر محمول کرنا درست ہے 'جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات ہجری میں ادا کیا تھا کیونکہ اس وقت تک حضرت معاویہ اسلام نہیں لائے تھے 'حضرت معاویہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے 'یہی صحیح اور مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۴ ملخصاً 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۹۱۷۔ج ۳ ص ۴۷۴ پر مذکور ہے 'اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت معاویہ کے اسلام کی تاریخ کی تحقیق۔

۱۲۹ - بَابُ تَقْصِيْرِ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ

تمتع کرنے والے کا عمرہ کرنے کے بعد بال کاٹنا

۱۷۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ اَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ' اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' ثُمَّ يَحِلُّوْا' وَيَحْلِقُوْا اَوْ يُقَصِّرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ پہنچے تو آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا اور المروۃ میں (سعی کریں) 'پھر احرام کھول دیں اور سر منڈائیں یا بال کاٹ لیں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۵۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۰ - بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

یوم النحر (قربانی کے دن) طواف زیارت کرنا

وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ' وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَارَةَ اِلَى اللَّيْلِ.

اور ابوالزبیر نے کہا از حضرت عائشہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف زیارت رات تک مؤخر کر دیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل کتب احادیث میں ہے:

سنن ابوداؤد: ۲۰۰۰ 'سنن ترمذی: ۹۲۰ 'سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۹ 'مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۸۔

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ حَسَّانَ' عَنِ ... اور ذکر کیا جاتا ہے از ابی حسان از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُ الْبَيْتَ اَيَّامَ مِنًى.

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایام منیٰ میں بیت اللہ کی زیارت کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۴۶ میں ہے۔

۱۷۳۲ - وَقَالَ لَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ طَافَ طَوَافًا وَّاحِدًا، ثُمَّ يَقِيْلُ، ثُمَّ يَاْتِيْ مِنًى، يَعْنِيْ يَوْمَ النَّحْرِ، وَرَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ.

اور ہم سے ابونعیم نے کہا' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ انہوں نے ایک طواف (زیارت) کیا' پھر دوپہر کو سو گئے' پھر منیٰ میں آ ئے یعنی قربانی کے دن' اور امام عبد الرزاق نے اس حدیث کی مرفوعاً روایت کی اور کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۰۸' الرقم المسلسل: ۳۰۵۵' سنن ابوداؤد: ۱۹۹۸' صحیح ابن حبان: ۳۸۸۵۔ ۳۸۸۳' سنن کبریٰ: ۴۱۶۸' المنتقیٰ: ۴۸۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۴۱' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۹۸۔ ج ۸ ص ۴۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ" حضرت ابن عمر نے طواف زیارت کیا' پھر سو گئے' پھر منیٰ میں آئے" اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت ابن عمر منیٰ سے نکل کر مکہ مکرمہ گئے اور وہاں طواف زیارت کیا۔ اس حدیث پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے بیت اللہ جا کر اسی دن واپس کیسے آ جاتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں ظہر پڑھنے سے پہلے بیت اللہ جاتے اور منیٰ میں واپس آ کر ظہر پڑھاتے اور تیز رفتار اونٹ پر منیٰ سے مکہ میں جانا اور واپس آنا ممکن ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۶۲۔ ج ۳ ص ۵۵۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۷۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ، فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ، فَاَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا مَا يُرِيْدُ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِهِ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا حَائِضٌ، قَالَ حَابِسَتُنَا هِيَ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ اُخْرُجُوْا. وَيُذْكَرُ عَنِ الْقَاسِمِ، وَعُرْوَةَ، وَالْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا' پس ہم نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا' پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کام کا ارادہ کیا جس کام کا ارادہ مرد اپنی بیوی سے کرتا ہے' تو میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ حائضہ ہیں' تو آپ نے فرمایا: کیا وہ ہم کو روانگی سے روک لیں گی' تو گھر والوں نے بتایا: یارسول اللہ! وہ طواف زیارت کر چکی ہیں' تو آپ نے فرمایا: روانہ ہو' اور القاسم' عروہ اور اسود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' اس کی اس حدیث کے باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا تھا اور یہی باب کا عنوان تھا' نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی عورت نے طواف زیارت کر لیا ہو اور طواف وداع نہ کیا ہو اور اس کے بعد اس کو حیض آ جائے تو وہ مکہ سے روانہ ہو سکتی ہے اور دوسرے لوگ طواف وداع کے بغیر روانہ نہیں ہو سکتے۔

۱۳۱ - بَابٌ إِذَا رَمٰى بَعْدَ مَا أَمْسٰى' أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَّذْبَحَ' نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا

جس کسی شخص نے ذبح کرنے سے پہلے بھولے سے یا جہالت سے شام کے بعد کنکریاں مار لیں

۱۷۳٤ - حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ فِي الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ' وَالتَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ' فَقَالَ لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذبح کرنے' سر منڈانے اور کنکریاں مارنے میں تقدیم اور تاخیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے' وہاں پر یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب اس حدیث کے مطابق ہے کہ جس شخص نے کسی چیز کو بھولے سے مقدم یا مؤخر کر دیا تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر دم (قربانی) ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کر دیا تو اس پر دم ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس پر آخرت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۷۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْئَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى' فَيَقُولُ لَا حَرَجَ. فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ' قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. قَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ' فَقَالَ لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ قربانی کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منیٰ میں سوال کیا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ کوئی حرج نہیں ہے' سو آپ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میں نے ذبح سے پہلے سر منڈا لیا تو آپ نے فرمایا: اب ذبح کر لو' کوئی حرج نہیں ہے اور کسی نے کہا: میں نے شام کے بعد کنکریاں ماری ہیں تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲ - بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ

جمرہ کے پاس سواری پر لوگوں کے مسائل کا جواب دینا

۱۷۳٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَجَعَلُوْا يَسْأَلُوْنَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ لَمْ أَشْعُرْ، فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ. فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عیسیٰ بن طلحہ از عبد اللہ بن عمرو کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں (سواری پر) کھڑے ہوئے تھے کہ لوگ آپ سے سوال کرنے لگے' ایک شخص نے کہا: مجھے پتا نہیں چلا تو میں نے ذبح سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: اب ذبح کر لو کوئی حرج نہیں ہے' دوسرے شخص نے کہا: مجھے پتا نہیں چلا تو میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر کر لیا' آپ نے فرمایا: اب کنکریاں مار لو' کوئی حرج نہیں ہے' پس اس دن آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا گیا جس کو مقدم یا مؤخر کر لیا گیا تھا تو آپ نے یہی فرمایا: اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۳۷ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا، ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا، حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، وَأَشْبَاهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ لَهُنَّ كُلِّهِنَّ، فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی از عیسیٰ بن طلحہ از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر تھے جب آپ قربانی کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک شخص آپ کی طرف کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں یہ سمجھا تھا کہ یہ کام اس سے پہلے کرنا چاہیے' پھر دوسرا کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں یہ سمجھا تھا کہ فلاں کام اس سے پہلے کرنا چاہیے' میں نے نحر کرنے سے پہلے سر منڈا لیا' میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر کر لیا اور اس کے مثل کام' تو نبی ﷺ نے ان تمام کاموں کے متعلق فرمایا: اب کر لو' کوئی حرج نہیں ہے' اس دن جس کام کو بھی مقدم یا مؤخر کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۳۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے تھے' پھر پوری حدیث ذکر کی۔ صالح کی متابعت معمر نے کی ہے از الزہری۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۳ - بَابُ الْخُطْبَةِ اَيَّامَ مِنًى

ایامِ منٰی میں خطبہ دینا

۱۷۳۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ فَاَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ فَاَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قَالُوْا شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ، وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا. فَاَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، اِنَّهَا لَوَصِيَّتُهٗ اِلٰى اُمَّتِهٖ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ. [طرف الحدیث: ۷۰۷۹]

(سنن ترمذی: ۲۱۹۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۶۔ ج ۳ ص ۷۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن غزوان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن لوگوں کو خطبہ دیا' پس آپ نے فرمایا: اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ حرمت والا دن ہے' آپ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ حرمت والا شہر ہے' آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ حرمت والا مہینہ ہے' آپ نے فرمایا: پس بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں' جس طرح تمہارے اس دن کی' تمہارے اس شہر کی' تمہارے اس مہینہ کی حرمت ہے' آپ نے اس بات کو متعدد بار دہرایا' پھر آپ نے اپنا سر اٹھا کر کہا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک یہ آپ کی اپنی امت کی طرف وصیت ہے' (پھر آپ نے فرمایا:) پس چاہیے کہ حاضر غائب تک یہ بات پہنچا دے' تم میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

قرآن مجید سے اس حدیث کی تائید کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا حرام ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تمہاری جانیں اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں'

اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ چونکہ تم سب کا دین واحد ہے اس کے .... اس ارشاد کی نظیر یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. (النساء:۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ' سوائے اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کا مال باطل کے ساتھ نہ کھاؤ' اور نہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤمن ایک دوسرے کے بھائی ہیں' پس اس کے بھائی کو جو ناجائز چیز پہنچی ہے وہ گویا کہ اس کو پہنچی ہے' اور اس کی مثل یہ آیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان بنی اسرائیل کی مذمت کرتے ہوئے نازل فرمائی ہے جو مسلمانوں کے درمیان رہتے تھے' جو ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نکالتے تھے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ. (البقرہ:۸۴)

اور جب ہم نے تم سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نکالنا۔

پس بنی اسرائیل جو ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا: تم اپنا خون نہ بہانا' سو اس آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے مال اور اس کی عزت کو جو حرام کیا' وہ اس کی نظیر ہے جو اس نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان کو حرام کر دیا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان حرام ہے تو پھر تم ڈاکوؤں کو اور باغیوں کے قتل کرنے کو کیوں جائز قرار دیتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام پر لازم ہے کہ وہ ڈاکوؤں کو اور باغیوں کو قتل کر دے اور یہ اللہ کے حکم کی وجہ سے ہے' جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ. (المائدہ:۳۳)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں' یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے۔

اسی طرح جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کر دے تو اس قاتل کو بھی قصاص میں قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى. (البقرہ:۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔

کسی مسلمان کو اس کے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز نہیں

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: تم میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے یہ بتا چکے ہیں کہ جب تک مسلمان اسلام پر قائم رہیں' ان کا خون بہانا حرام ہے' پس اگر کوئی شخص اس حدیث سے یہ سمجھ بیٹھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان بھائی کے قاتل کو کافر قرار دیا ہے تو اس کا یہ گمان غلط ہے اور بہت بھاری خطاء ہے کیونکہ جو شخص توحید کا اقرار کرتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہو' اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز نہیں

ہے سوا اس صورت کے کہ وہ کسی حرام قطعی کام کو حلال قرار دے لیکن جب وہ کسی حرام کام کو حرام سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کرنے والا ہے وہ چاہے گا تو اس کو سزا دے گا اور وہ چاہے گا تو اس کو معاف کر دے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶۱-۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۷۴۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ. تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو.

[اطراف الحدیث: ۱۸۴۱-۱۸۴۳-۵۸۰۴-۵۸۵۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ شعبہ کی متابعت سفیان بن عیینہ نے کی ہے از عمرو۔

(صحیح مسلم: ۱۱۷۷ الرقم المسلسل: ۲۶۸۰ سنن ابو داؤد: ۱۸۲۴ سنن نسائی: ۲۶۷۰ سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر بن الحارث الحوضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عمرو بن دینار (۴) جابر بن زید ابو الشعثاء الازدی الیحمدی (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱۳)

۱۷۴۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، وَرَجُلٌ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا بَلٰى، قَالَ أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ أَلَيْسَ ذُو الْحَجَّةِ؟ قُلْنَا بَلٰى، قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ؟ قُلْنَا بَلٰى، قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا إِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، أَلَا هَلْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن ابی بکرہ نے خبر دی از ابی بکرہ اور اس شخص نے جو میرے دل میں عبد الرحمٰن حمید بن عبد الرحمان سے افضل تھا از حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن خطبہ دیا آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس دن کے معروف نام کے علاوہ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے آپ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس مہینہ کے معروف نام کے علاوہ اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے پس آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے

بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِىْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس شہر کے معروف نام کے سوا اس کا کوئی اور نام رکھیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ حرمت والا شہر نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی' تمہارے اس مہینہ کی' تمہارے اس شہر میں حرمت ہے' یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرلو' سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں! آپ نے کہا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا' پس چاہیے کہ حاضر غائب کو پہنچا دے' پس کئی لوگ جن کو حدیث پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں' پس تم میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى اَتَدْرُوْنَ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَقَالَ فَاِنَّ هٰذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، اَفَتَدْرُوْنَ اَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ، اَفَتَدْرُوْنَ اَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ شَهْرٌ حَرَامٌ. قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِىْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِىْ بَلَدِكُمْ هٰذَا. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ اَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِى الْحَجَّةِ الَّتِىْ حَجَّ بِهٰذَا، وَقَالَ هٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ. فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ. وَوَدَّعَ النَّاسَ، فَقَالُوْا هٰذِهٖ حَجَّةُ الْوَدَاعِ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۰۳-۶۰۴۳-۶۱۶۶-۶۷۸۵-۶۸۶۸-۷۰۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد بن زید نے خبر دی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' پس آپ نے فرمایا: تمہارا یہ دن حرمت والا ہے' کیا تم جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ حرمت والا شہر ہے' کیا پس تم یہ جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ حرمت والا مہینہ ہے' (پھر) آپ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے تم پر تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو اس طرح حرمت والا بنا دیا ہے جس طرح تمہارے اس دن کی' تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں حرمت ہے' اور ہشام بن الغاز نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نحر (قربانی) کے دن اس حج میں جمرات کے دن کھڑے تھے' جب آپ نے حج

۷۷۰۷] (سنن ابوداؤد: ۱۹۴۵ سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۸) کیا تھا' اور فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے: اے اللہ! تو گواہ ہو جا اور آپ نے لوگوں کو الوداع کیا' پس مسلمانوں نے کہا: یہ حجۃ الوداع ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبد اللہ ابو جعفر الجعفی المسندی (۲) ابو عامر عبد الملک بن عمرو العقدی (۳) قرہ بن خالد ابو محمد السدوسی (۴) محمد بن سیرین (۵) عبدالرحمان بن ابی بکرہ' ابو بکرہ کا نام نفیع بن الحارث بن کلدہ ہے (۶) حمید بن عبد الرحمن' علامہ کرمانی نے کہا: یہ حمید بن عوف القرشی الزہری ہیں (۷) حضرت ابو بکرہ' یہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱۵۔۱۱۴)

حج اکبر کے متعلق اقوال اور حجۃ الوداع کا بیان

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ علم کی تبلیغ فرض کفایہ ہے اور کبھی یہ بعض لوگوں کے حق میں فرض عین ہو جاتا ہے' نیز اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز حرام ہو' اس کو زیادہ تاکیدات کے ساتھ بیان کرنا چاہیے اور اس میں مثال بیان کرنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو حج اکبر فرمایا' اور حج اکبر کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ حج' حج اکبر ہے اور عمرہ حج اصغر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا تھا' وہ حج اکبر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج کو حج اکبر اس لیے فرمایا کہ اس حج میں مسلمانوں اور مشرکین کا اجتماع تھا اور یہ دن اہل کتاب کی عیدوں کے موافق تھا۔

حج اکبر کی تعیین میں مزید حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم اور شعبی اور مجاہد کا قول ہے کہ حج اکبر یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ ہے۔

(۲) حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے۔

(۳) سفیان ثوری کا قول ہے کہ تمام ایام حج' حج اکبر ہیں۔

(۴) مجاہد کا قول ہے کہ حج اکبر قران ہے اور حج اصغر افراد ہے۔

(۵) ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم الحج الاکبر وہ یوم ہے جس دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے لوگوں کو الوداع کیا۔

کیونکہ آپ کو علم تھا کہ اس کے بعد آپ کا لوگوں کے ساتھ حج میں اجتماع نہیں ہوگا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ امام بیہقی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایام تشریق کے وسط میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ (النصر:۱) جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے ○

اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جان لیا کہ اب الوداع ہے' یعنی اب آپ مسلمانوں سے رخصت ہو جائیں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایام تشریق کے وسط میں منیٰ میں نازل ہوئی اور یہ حجۃ الوداع تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوری سورت پڑھ کر ختم کی' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پہچان لیا کہ اب آپ الوداع ہو رہے

ہیں اور اس حج کے بعد صحابہ نے کہا: یہ حجۃ الوداع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱۹۔ ۱۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت دلائل سے یہ بیان کیا ہے کہ جس دن یوم عرفہ جمعہ کو ہو اس سال کا حج، حج اکبر ہوتا ہے۔

* دیکھئے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۹۲۔ ۶۸۷۔

۱۳۴ - بَابٌ هَلْ يَبِيتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ. أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى؟

جولوگ منیٰ کی راتوں میں مکہ میں پانی پلاتے ہیں یا کوئی اور کام کرتے ہیں ان کا مکہ میں رہنے کا جواز

۱۷۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخصت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۴۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے اجازت دی۔

اس حدیث کی شرح بھی ۱۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى، مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ. تَابَعَهُ أَبُوْ أُسَامَةَ، وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، وَأَبُوْ ضَمْرَةَ.

(امام بخاری نے) کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ منیٰ کی راتیں پانی پلانے کی وجہ سے مکہ میں گزاریں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر کی متابعت ابواسامہ اور عقبہ بن خالد اور ابوضمرہ نے کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۵ - بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ

کنکریاں مارنا

اس باب کے عنوان میں ''جمار'' کا لفظ ہے اس کا واحد ''جمرۃ'' ہے اس کا معنی ہے: کنکری۔ ایام تشریق میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ چنے یا گٹھلی یا پور کے برابر ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے اس جگہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں جو مسجد خیف کے قریب ہے اس کو جمرہ اولیٰ کہتے ہیں پھر وہاں کچھ دیر ٹھہر کر ... کنکریاں ماری جاتی ہیں جو جمرہ اولیٰ کے قریب ہے اس کو جمرہ ثانیہ کہا

جاتا ہے' پھر وہاں کچھ دیر ٹھہر کر جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں اور وہاں ٹھہرا نہیں جاتا' العقبہ کے معنی ہیں: دو پہاڑوں کے درمیان گھاٹی' یہ تیسرا جمرہ ہے' اب ان جمرات کی جگہوں پر ستون بنا دیئے گئے ہیں' جو اسی ترتیب پر ہیں' منیٰ سے مکہ کی طرف آتے ہوئے پہلا جمرہ' پھر دوسرا' پھر تیسرا' جمرہ کا معنی کنکری ہے لیکن یہاں مراد کنکری مارنے کی جگہ ہے۔

(البنایہ ج ۵ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ' ملتان)

وَقَالَ جَابِرٌ رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، وَرَمٰى بَعْدَ ذٰلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر (قربانی کے دن) کو چاشت کے وقت کنکریاں ماریں اور اس کے بعد زوال کے وقت کنکریاں ماریں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے' حوالہ کے لیے دیکھئے:
صحیح مسلم: ۱۲۹۹' الرقم المسلسل: ۳۰۳۱' سنن ابوداؤد: ۱۹۷۱' سنن ترمذی: ۸۹۵' سنن نسائی: ۳۰۶۰' سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۳۔

۱۷۴٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَتٰى اَرْمِي الْجِمَارَ؟ قَالَ إِذَا رَمٰى إِمَامُكَ فَارْمِهْ، فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ قَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ، فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا. (سنن ابوداؤد: ۱۹۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از وبرہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ میں جمار کو کس وقت کنکریاں ماروں؟ انہوں نے کہا: جب تمہارا امیر کنکریاں مارے' تم بھی اس وقت کنکریاں مارو' میں نے ان سے دوبارہ سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم انتظار کرتے تھے' جب زوال آفتاب ہو جاتا تو اس وقت ہم کنکریاں مارتے تھے۔

جمرہ عقبہ کو پہلے دن کنکریاں مارنے کے اوقات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جب تمہارے حج کا امیر کنکریاں مارے تو تم بھی اس وقت کنکریاں مارو' گویا حضرت ابن عمر کو خطرہ تھا کہ یہ شخص امیر حج کی مخالفت کرے گا' پھر اس کو ضرر لاحق ہوگا' پھر جب اس نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابن عمر نے اس سے مسئلہ چھپانا مناسب نہیں جانا اور اس کو بتایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس طرح کنکریاں مارتے تھے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سنت یہ ہے کہ قربانی کے دن زوال آفتاب سے پہلے کنکریاں ماری جائیں اور اس کے بعد کے ایام میں زوال آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں' جمہور کا قول یہی ہے' عطاء اور طاؤس نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ مطلقاً زوال سے پہلے کنکریاں مارنی جائز ہیں اور فقہاء احناف نے اجازت دی ہے کہ جس دن حجاج نے منیٰ سے روانہ ہونا ہو' اس دن زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے اور اسحاق نے کہا ہے کہ اگر اس نے زوال سے پہلے کنکریاں ماریں تو ان کا اعادہ کرے سوائے تیسرے دن کے' اگر تیسرے دن اس نے زوال سے پہلے کنکریاں مار لیں تو جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں کنکریاں مارنے کے اوقات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے دو حکم مستفاد ہوتے ہیں:

پہلا حکم یہ ہے کہ قربانی کے دن جمرہ العقبہ کو کنکریاں مارنے کا وقت چاشت کا وقت ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے' علامہ رافعی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں' پھر باقی افعال کرے اور طواف زیارت دن کی روشنی میں کرے۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ علامہ رافعی کا قول حدیث کے مخالف ہے' کنکریاں مارنے کا مستحب وقت چاشت کا وقت ہے جب دن خوب چڑھ جائے' تاہم طلوع شمس کے بعد بھی کنکریاں مارنا جائز ہے' یہ ہمارا مذہب ہے کیونکہ حدیث یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یوم النحر کو چاشت کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے کنکریاں مار رہے تھے اور اس کے بعد آپ زوال آفتاب کے بعد کنکریاں مارتے تھے۔

(صحیح مسلم:۱۲۹۹' سنن ابوداؤد:۱۹۷۱' سنن ترمذی:۸۹۴' سنن نسائی:۳۰۶۳' سنن ابن ماجہ:۳۰۵۳)

المحیط میں مذکور ہے کہ جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنے کے تین اوقات ہیں:

(۱) طلوع آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا مسنون ہے (۲) زوال آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک مباح ہے (۳) رات کو کنکریاں مارنا مباح ہے' اور اگر اس نے کنکریاں نہیں ماریں حتیٰ کہ رات داخل ہو گئی تو اس پر واجب ہے کہ وہ رات کو کنکریاں مارے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ رات کو کنکریاں نہ مارے اور اس پر ایک قربانی ہے اور اگر اس نے یوم النحر کو کنکریاں نہیں ماریں حتیٰ کہ صبح ہو گئی تو وہ اگلے دن کنکریاں مارے اور اس میں صاحبین کا اختلاف ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ ایام تشریق میں کنکریاں مارنے کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہے' اس پر تمام ائمہ متفق ہیں اور تیسرے روز کنکریاں مارنے کے وقت میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ تیسرے روز زوال سے پہلے بھی کنکریاں مارنا استحساناً جائز ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر اس نے پہلے اور دوسرے روز زوال سے پہلے کنکریاں ماریں تو وہ دوبارہ کنکریاں مارے اور تیسرے روز زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے۔

عطاء اور طاؤس نے کہا ہے کہ ان تینوں دنوں میں زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' ثوری اور ابوثور اس پر متفق ہیں کہ جب ایام تشریق گزر جائیں اور آخری دن کا سورج غروب ہو جائے تو کنکریاں مارنے کا وقت فوت ہو گیا اور اب اس کی تلافی ایک قربانی دینے سے کی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں بھی طلوع شمس کے بعد کنکریاں مارنی جائز ہیں

آج کل کے ایام میں (۲۰۰۷ء) میں پچیس لاکھ سے زائد مسلمان حج کر رہے ہیں' یوم النحر کو طلوع آفتاب سے لے کر رات تک کنکریاں مارنے کا وقت ہوتا ہے' اس لیے حجاج وقفہ وقفہ سے کنکریاں مار لیتے ہیں لیکن اس کے بعد کے تین ایام میں زوال آفتاب کے بعد سے کنکریاں مارنے کا وقت شروع ہوتا ہے' یہ وقت بہت کم ہوتا ہے اور کنکریاں مارنے والے حجاج کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے' اس وجہ سے ہر سال سینکڑوں حجاج رش میں کچلے جاتے ہیں اور ان کی الم ناک موت واقع ہوتی ہے۔

اگر یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں بھی طلوع آفتاب کے بعد سے کنکریاں مارنی شروع کی جائیں تو حجاج کی قیمتی جانیں تلف ہونے سے بچ جائیں گی' ہمارے فقہاء نے [illegible] کنکریاں مارنے کو اس لیے کہا ہے کہ سنن

ابوداؤد: ۱۹۷۱ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر کے بعد زوال آفتاب کے بعد کنکریاں مارتے تھے' اس میں کوئی شک نہیں کہ سنت یہی ہے کہ ان دن تین دنوں میں زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں لیکن اگر تین دنوں میں بھی طلوع شمس کے بعد کنکریاں ماری جائیں تو یہ عمل زیادہ سے زیادہ خلافِ سنت ہوگا باطل نہیں ہوگا کیونکہ زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنے سے رش بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور وقت کم ہوتا ہے' حجاج دھکم پیل کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہر سال سینکڑوں سے زیادہ اموات ہو جاتی ہیں' لہٰذا اس ضرر سے بچنے کے لیے ان آخری تین دنوں میں بھی طلوعِ آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں تو یہ استحساناً جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا اور طلوعِ فجر کے بعد کنکریاں مارنے کی گنجائش ہے' اس لیے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تیسرے دن زوالِ آفتاب سے پہلے کنکریاں مارنے کی اجازت دی ہے اور طاؤس اور عطاء بن ابی رباح نے مطلقاً ان ایام میں طلوعِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنے کو جائز کہا ہے' اور صحیح البخاری: ۱۷۴۶ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ جب تمہارا امیر کنکریاں مارے تم بھی اس وقت کنکریاں مارو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک کنکریاں مارنے کے لیے کوئی وقت معین اور ضروری نہیں تھا' نیز آخری تین دنوں میں زوال سے پہلے کنکریاں مارنا صرف سنت ہے' اور جان کی حفاظت واجب ہے' اس لیے ان آخری تین دنوں میں بھی طلوعِ آفتاب کے بعد سے کنکریاں مارنی چاہئیں۔

۱۳۶ - بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ
وادی کے نشیب میں جا کر جمار کو کنکریاں مارنا

اس سے مراد یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنا ہے یعنی وادی کے نشیب میں جا کر نیچے سے اوپر کی طرف کنکریاں مارنا۔

۱۷۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ رَمٰى عَبْدُ اللّٰهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ، فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّ نَاسًا يَّرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا؟ فَقَالَ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ، هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا. [اطراف الحدیث: ۱۷۴۸-۱۷۴۹-۱۷۵۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از عبدالرحمان بن یزید' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وادی کے نشیب سے کنکریاں ماریں' میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! لوگ تو وادی کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں' تو انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یہ اس ذات کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جس پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن الولید نے کہا: ہمیں سفیان نے از الاعمش اسی طرح حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۱۲۹۶' الرقم المسلسل: ۳۰۲۱' سنن ترمذی: ۹۰۲' سنن نسائی: ۳۰۷۰-۳۰۶۹-۳۰۶۷' سنن ابن ماجہ: ۳۰۳۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر (۲) سفیان الثوری (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم النخعی (۵) عبدالرحمٰن بن یزید النخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۲۳)

وادی کے نشیب سے کنکریاں مارنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمرۃ العقبہ پر وادی کے نشیب سے کنکریاں مارنی سنت ہے' اور اگر کسی نے نیچے کنکریاں ماریں تو یہ مکروہ ہے' اور التوضیح میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے وادی کے نیچے کنکریاں ماریں تو یہ جائز ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کسی نے وادی کے اوپر سے کنکریاں ماریں تو صحیح ہے' پھر انہوں نے اس سے رجوع کیا اور کہا: کنکریاں صرف وادی کے نیچے سے مارے یا اس کے اوپر سے یا اس کے اوسط سے' ان سب کی گنجائش ہے اور جو پسندیدہ جگہ ہے' وہ یہ ہے کہ وادی کے نیچے سے کنکریاں مارے جس طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بھی وادی کے نشیب سے کنکریاں مارتے تھے' عطاء اور سالم نے بھی اسی طرح کہا ہے اور یہی ثوری' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا قول ہے' امام مالک نے کہا: وادی کے نیچے سے کنکریاں مارنا میرے نزدیک مستحب ہے' ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے' اس وقت جمرہ پر بھیڑ بہت تھی تو انہوں نے اوپر سے اس پر کنکریاں ماریں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳۷ - بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ

ہر جمرہ پر سات کنکریاں مارنا

ذَكَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۱۷۵۱ میں آ رہی ہے۔

۱۷۴۸ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنِ الْحَكَمِ' عَنْ إِبْرَاهِيمَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ انْتَهٰى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى' جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ' وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ' وَرَمٰى بِسَبْعٍ' وَقَالَ هٰكَذَا رَمَى الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از عبدالرحمان بن یزید از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ جمرہ کبریٰ تک پہنچے انہوں نے بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب رکھا اور منیٰ کو دائیں جانب رکھا اور سات کنکریاں ماریں اور کہا: اسی طرح انہوں نے کنکریاں ماری تھیں جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۷' میں گزر چکی ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں یہ مذکور ہے کہ یہ اس ذات کا کام ہے جس پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی' اس ذات سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اس حدیث میں سورۃ البقرہ کا ذکر ہے حالانکہ آپ پر تو پورا قرآن نازل ہوا تھا' سورۃ البقرہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ البقرہ میں حج کے احکام بہت کثرت سے بیان کیے گئے ہیں۔

۱۳۸ - بَابُ مَنْ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ' فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ

جس نے جمرۃ العقبہ کی رمی کی تو بیت اللہ کو بائیں جانب رکھا

۱۷۴۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ' عَنْ إِبْرَاهِيمَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَرَاٰهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ' فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از عبدالرحمٰن بن یزید' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج

يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ.

کیا تو ان کو دیکھا کہ انہوں نے جمرہ کبریٰ پر سات کنکریاں ماریں' پس بیت اللہ کو بائیں جانب رکھا اور منیٰ کو دائیں جانب رکھا' پھر کہا: یہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۹ - بَابٌ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ تَكْبِيرَةً

ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہے

۱۷۵۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ السُّوْرَةُ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ، وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيهَا 'آلُ عِمْرَانَ'، وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ، قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ، حَتّٰى إِذَا حَاذٰى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا، فَرَمٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ مِنْ هَا هُنَا، وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ، قَامَ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از عبد الواحد' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حجاج کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ سورت جس میں البقرہ کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں النساء کا ذکر ہے' الاعمش نے کہا: پھر میں نے اس بات کا ذکر ابراہیم سے کیا تو انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن یزید نے حدیث بیان کی کہ وہ اس وقت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' جب انہوں نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں' پس وادی کو نشیب میں رکھا' جب درخت کے برابر پہنچے تو اس وادی کے عرض میں آ گئے' پھر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر پڑھتے' پھر کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! اسی جگہ وہ کھڑے ہوئے تھے جن کے اوپر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۷ میں گزر گئی ہے۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حجاج کا یہ کہنا درست ہے کہ وہ سورت جس میں البقرہ کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود نے بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ وہ سورت جس میں البقرہ کا ذکر ہے۔

۱۴۰ - بَابُ مَنْ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يَقِفْ

جس نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں اور وہاں نہیں ٹھہرا

اس تعلیق کی حدیث موصول اگلے باب میں آ رہی ہے۔

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا۔

۱۴۱ - بَابٌ إِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ، يَقُوْمُ وَيُسْهِلُ، مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

جب پہلے اور دوسرے جمرہ کو کنکریاں مارے تو قبلہ رو ہو کر نرم زمین پر کھڑا ہو

یعنی ان دونوں جمروں کے پاس کافی دیر کھڑا رہے' پہلے جمرہ کے پاس کتنی دیر کھڑا رہے'اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے پاس اتنی دیر کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں دو دفعہ سورۃ البقرہ پڑھی جا سکے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں جمروں کے پاس اتنی دیر کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں سورۃ البقرہ پڑھی جا سکے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اتنی دیر کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں سو آیتوں والی کوئی سورت پڑھی جا سکے' اتنی دیر کھڑے رہنے میں پڑھنے کے لیے کوئی چیز معین نہیں' وہاں کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرے اور دعا کرے اور اگر وہاں کھڑا نہ ہو اور ذکر اور دعا نہ کرے تو اکثر علماء کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے' مگر سفیان ثوری نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ پھر وہ کوئی چیز کھلائے یا قربانی کرے۔

١٧٥١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عَلٰى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يُسْهِلَ، فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُوْمُ طَوِيْلًا، وَيَدْعُوْا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطٰى، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَسْتَهِلُّ، وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُوْمُ طَوِيْلًا، وَيَدْعُوْا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ طَوِيْلًا، ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُوْلُ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

[اطراف الحدیث:۱۷۵۲-۱۷۵۳](سنن نسائی:۳۰۸۳'سنن ابن ماجہ:۳۰۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ پہلے جمرہ پر سات کنکریاں مارتے' ہر کنکری مارنے کے بعد اللہ اکبر پڑھتے' پھر آگے بڑھتے حتیٰ کہ نرم اور ہموار زمین میں آ جاتے یعنی نشیب میں' پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے' پھر کافی دیر کھڑے رہ کر اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے' پھر دوسرے (درمیانی) جمرہ کو کنکریاں مارتے' پھر بائیں جانب مڑ کر لا الٰہ الا اللہ پڑھتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کافی دیر تک دعا کرتے رہتے اور دونوں ہاتھ بلند رکھتے ہوئے دعا کرتے' پھر وادی کے نیچے سے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارتے اور اس کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے' پھر واپس چلے جاتے اور کہتے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "الجمرۃ الدنیا" کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ جمرہ ہے جو مسجد خیف کی طرف ہے' یہ پہلا جمرہ ہے جس پر قربانی کے دوسرے دن کنکریاں ماری جاتی ہیں' یہ جمرہ منیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہے اور مکہ سے سب سے زیادہ دور ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں دونوں ہاتھوں کا بلند کرنا مشروع ہے' امام مالک تمام دعاؤں میں دونوں ہاتھوں کے بلند کرنے سے منع کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ صرف استسقاء (بارش طلب کرنے) کی دعا میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا چاہیے اور اس دعا میں ہاتھوں کے باطنی حصہ کو زمین کی طرف رکھنا چاہیے اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ اس موقع پر بھی دعا میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے لیکن علامہ ابن التین اور علامہ ابن حاجب نے کہا ہے کہ سنت کی اتباع کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤٢ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَمْرَةِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطٰى

قریب اور درمیانی جمرہ کے پاس دونوں ہاتھ بلند کرنا

یعنی جو جمرہ مسجد خیف کے قریب ہے اور یہ پہلا جمرہ ہے اور درمیانی جمرہ سے مراد دوسرا جمرہ ہے اور یہ پہلے جمرہ اور جمرۃ العقبہ کے درمیان ہے۔

۱۷۵۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، ثُمَّ يُكَبِّرُ عَلٰى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا، فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطٰى كَذٰلِكَ، فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ، وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا، فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، وَيَقُولُ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از یونس بن یزید از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ پر سات کنکریاں مارتے تھے' پھر ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر پڑھتے تھے' پھر آگے بڑھ کر نرم زمین میں چلے جاتے' پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے' پھر کافی دیر کھڑے رہتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے' پھر اسی طرح درمیانی جمرہ کو کنکریاں مارتے' پھر بائیں طرف نرم زمین میں چلے جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور کافی دیر کھڑے رہتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے' پھر وادی کے نیچے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارتے اور وہاں نہیں ٹھہرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۳ - بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

دو جمروں کے درمیان دعا کرنا

۱۷۵۳ - وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِي تَلِي مَسْجِدَ مِنًى، يَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ تَقَدَّمَ أَمَامَهَا، فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، وَكَانَ يُطِيلُ الْوُقُوفَ، ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ، فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الْيَسَارِ، مِمَّا يَلِي الْوَادِيَ، فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ، فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا. قَالَ الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

اور محمد نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جمرہ کو رمی کرتے جو مسجد منیٰ کے قریب ہے تو اس کو سات کنکریاں مارتے اور جب بھی کنکری مارتے تو اللہ اکبر پڑھتے' پھر اس کے آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے ٹھہر جاتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے اور وہاں کافی دیر ٹھہرے رہتے' پھر دوسرے جمرہ پر آتے' پس اس کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر پڑھتے' پھر بائیں جانب وادی کے قریب اترتے' پھر وہاں قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے' پھر اس جمرہ کے پاس آتے جو العقبہ کے پاس ہے' پس اس کو سات کنکریاں مارتے' ہر کنکری کو مارتے وقت اللہ اکبر پڑھتے' پھر لوٹ جاتے اور اس کے پاس نہیں ٹھہرتے

يُحَدِّثُ مِثْلَ هٰذَا، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهٗ.

تھے الزہری نے کہا: میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا، وہ اس حدیث کی مثل از والد خود از نبی ﷺ روایت کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۷۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۴ - بَابُ الطِّيْبِ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ، وَالْحَلْقِ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ

جمرات پر کنکریاں مارنے کے بعد خوشبو لگانا اور طوافِ زیارت سے پہلے سر منڈانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد اور سر منڈانے کے بعد طوافِ زیارت کرنے سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد اور طوافِ زیارت کرنے سے پہلے حج کرنے والے کے لیے کیا کیا چیزیں مباح ہو جاتی ہیں؟ حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ عورتوں کے علاوہ اس پر ہر چیز مباح ہو جاتی ہے۔ سالم، طاؤس اور النخعی کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور حضرت ابن عمر اور ان کے بیٹے سے یہ مروی ہے کہ اس کے اوپر عورتیں اور شکار کرنے کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے، اور امام مالک نے المدونۃ الکبریٰ میں یہ لکھا ہے کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد اور طوافِ زیارت کرنے سے پہلے خوشبو لگانا مکروہ ہے، لیکن اگر اس نے خوشبو لگالی تو اس پر کوئی تاوان یا جرمانہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۲)

۱۷۵۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ وَكَانَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهٖ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ، وَكَانَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهٖ، يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ، حِيْنَ اَحْرَمَ، وَلِحِلِّهٖ حِيْنَ اَحَلَّ، قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ، وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن القاسم نے حدیث بیان کی اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے، انہوں نے اپنے والد سے سنا اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا تو میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی اور جب آپ نے احرام کھولا تو آپ کے طوافِ زیارت کرنے سے پہلے میں نے آپ کو خوشبو لگائی اور حضرت عائشہ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۳۹ میں گزر چکی ہے تاہم خوشبو کے سلسلہ میں اختلافِ ائمہ ذکر کیا جا رہا ہے۔

خوشبو لگانے کے سلسلہ میں مذاہبِ ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

خوشبو کے سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب اور ایک روایت میں امام احمد نے یہ کہا ہے کہ خوشبو سلے ہوئے لباس کے حکم میں ہے، پس جس طرح احرام کھولنے کے بعد سلا ہوا لباس حلال ہو جاتا ہے، اسی طرح

احرام کھولنے کے بعد خوشبو لگانا بھی حلال ہو جاتا ہے اور امام مالک اور دوسری روایت میں امام احمد نے یہ کہا ہے کہ خوشبو لگانے کا حکم جماع کے حکم کی مثل ہے' پس محرم کے لیے خوشبو لگانا اسی وقت حلال ہو گا جب محرم کے لیے جماع کرنا حلال ہو جائے یعنی طواف زیارت کے بعد' امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' نیز امام طحاوی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے کنکریاں مارلیں اور سر منڈالیا تو تمہارے لیے عورتوں کے سوا سب چیزیں حلال ہو گئیں۔ (شرح معانی الآثار: ۳۹۴۳) (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱٤٥ - بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ

طواف الوداع کا حکم

۱۷۵۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُوْنَ اٰخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ، إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ میں گزرے مگر آپ نے حائض عورت کے لیے تخفیف کر دی یعنی اس سے طواف الوداع کو ساقط کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۵٦ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ، تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدٌ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۱۷٦٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی از عمرو بن الحارث از قتادہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر' عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں' پھر وادیٔ محصب میں ایک نیند لی' پھر سوار ہو کر بیت اللہ گئے' سو وہاں طواف کیا۔ لیث نے عمرو بن الحارث کی متابعت کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ' انہوں نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں جس طواف کا ذکر ہے' اس سے مراد طواف الوداع ہے۔

۱٤٦ - بَابُ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

جب طواف زیارت کے بعد کسی عورت کو حیض آ جائے

اس باب سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے تو آیا اس پر طواف وداع رہے گا یا اس کے حیض کے عذر کی وجہ سے اس سے طواف وداع ساقط ہو جائے گا اور اس پر طواف وداع نہ کرنے کی وجہ سے کوئی دم

لازم آئے گا یا نہیں؟

۱۷۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَاضَتْ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اَحَابِسَتُنَا هِيَ؟! قَالُوْا اِنَّهَا قَدْ اَفَاضَتْ، قَالَ فَلَا اِذًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از عبدالرحمان بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت صفیہ بنت حُیی زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیض آ گیا' انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہمیں ٹھہرانے والی ہیں' لوگوں نے بتایا کہ وہ طوافِ زیارت کر چکی ہیں' آپ نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مکہ روانہ ہونا چاہتے تھے اور ابھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے طوافِ وداع نہیں کیا تھا جو کہ واجب ہے' اور انہوں نے بتایا کہ ان کو حیض آ گیا ہے اور اس حال میں وہ طوافِ وَداع نہیں کر سکتی تھیں' پھر آپ کو بتایا گیا کہ وہ طوافِ زیارت کر چکی ہیں جو حج کا رکن اور فرض ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے' وہ ہمارے ساتھ جا سکتی ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت حیض کے عذر کی وجہ سے طوافِ وداع چھوڑ سکتی ہے' کیونکہ جو طواف فرض ہے اس کو وہ کر چکی ہیں۔

۱۷۵۸، ۱۷۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ سَاَلُوْا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ امْرَاَةٍ طَافَتْ، ثُمَّ حَاضَتْ، قَالَ لَهُمْ تَنْفِرُ، قَالُوْا لَا نَاْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ، قَالَ اِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِيْنَةَ فَسَلُوْا، فَقَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ، فَسَاَلُوْا، فَكَانَ فِيْمَنْ سَاَلُوْا اُمُّ سُلَيْمٍ فَذَكَرَتْ حَدِيْثَ صَفِيَّةَ. رَوَاهُ خَالِدٌ وَّقَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ایک عورت نے طواف (زیارت) کرلیا' پھر اس کو حیض آ گیا (تو کیا وہ روانہ ہو سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: وہ روانہ ہو سکتی ہے' انہوں نے کہا: ہم آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے اور حضرت زید بن ثابت کا قول نہیں چھوڑیں گے (وہ کہتے تھے کہ وہ طوافِ وداع کیے بغیر نہیں جا سکتی) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس کی تحقیق کر لینا' پس جب وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے اس کے متعلق سوال کیا تو جن سے انہوں نے پوچھا' ان میں حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں' انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی۔ اس حدیث کو خالد اور قتادہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ایک عورت نے طوافِ زیارت کرلیا' پھر اس کو حیض آ گیا۔

بغیر طوافِ وداع کیے حائضہ کی روانگی میں اختلافِ صحابہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں قتادہ کی عکرمہ سے روایت کو بیان کرتے ہیں:

امام ابوداؤد الطیالسی نے از قتادہ از عکرمہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا اس عورت کے متعلق اختلاف ہو گیا' جس عورت نے یوم النحر کو طواف زیارت کر لیا تھا' پھر اس کو حیض آ گیا' حضرت زید بن ثابت نے کہا: اس پر لازم ہے کہ وہ طوافِ وداع کرے' حضرت ابن عباس نے کہا: اگر وہ روانہ ہونا چاہتی ہو تو وہ جا سکتی ہے' انصار نے کہا: اے ابن عباس! ہم آپ کی پیروی نہیں کریں گے جب کہ آپ حضرت زید بن ثابت کی مخالفت کر رہے ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم اپنی صاحبہ حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا سے یہ مسئلہ معلوم کرو' حضرت ام سلیم نے کہا: مجھے بھی بیت اللہ کا طوافِ زیارت کرنے کے بعد حیض آ گیا تھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں روانہ ہو جاؤں اور حضرت صفیہ کو حیض آ گیا' تو حضرت عائشہ نے ان سے کہا: تم نے ہمیں روانہ ہونے سے روک دیا ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ روانہ ہو سکتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر کا حضرت عائشہ کی حدیث کی طرف رجوع کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ شہروں کے اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو عورت طوافِ زیارت کر چکی ہو' پھر اس کو حیض آ جائے تو اس پر طوافِ وداع واجب نہیں ہے اور ہم نے حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے اس عورت کو ٹھہرنے کا حکم دیا' حتیٰ کہ وہ طوافِ وداع کرے اور انہوں نے اس طوافِ وداع کو اس پر اس طرح واجب کیا ہے' جس طرح اس پر حیض آنے سے پہلے طوافِ زیارت واجب تھا۔

حضرت ابن عمر کی سند صحیح سے یہ روایت ہے کہ ایک عورت نے یوم النحر کو بیت اللہ کا طواف کیا' پھر اس کو حیض آ گیا تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ لوگوں کے مکہ سے روانہ ہونے کے باوجود وہ عورت مکہ میں ٹھہرے گی حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو کر طوافِ وداع کرے اور حضرت ابن عمر اور حضرت زید بن ثابت کا اپنے مؤقف سے رجوع کرنا ثابت ہے اور حضرت عمر اپنے مؤقف پر قائم رہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی وجہ سے ہم نے حضرت عمر کے مؤقف کی مخالفت کی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت زید بن ثابت کے متبعین نے حضرت ابن عباس سے کہا: ہم زید بن ثابت کے قول کو ترک نہیں کریں گے اور ہم آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے' اس میں تقلید کا ثبوت ہے کیونکہ انہوں نے بغیر کسی دلیل کے حضرت زید کے قول پر عمل کیا اور یہی تقلید ہے اور جب حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر کو حضرت عائشہ کی حدیث کا علم ہو گیا تو انہوں نے اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہو اور ان کو حدیث مل جائے تو پھر چاہیے کہ وہ اپنے مؤقف کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کریں۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا بعض مسائل میں اختلاف بھی ہوتا تھا لیکن وہ ایک دوسرے کے باہمی احترام میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔

۱۷۶۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ   امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان

حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب حائضہ طواف زیارت کر لے تو اس کو روانہ ہونے کی رخصت دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۹ میں بیان کردی گئی ہے۔

۱۷۶۱ - قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ.

انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ روانہ نہ ہوں، پھر بعد میں، میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روانہ ہونے کی رخصت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۰ میں کردی گئی ہے۔

۱۷۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرٰى إِلَّا الْحَجَّ، فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ، وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ نِّسَائِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَحَاضَتْ هِيَ، فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجِّنَا، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، لَيْلَةُ النَّفْرِ، قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كُلُّ أَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِي، قَالَ مَا كُنْتِ تَطُوفِي بِالْبَيْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَاخْرُجِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ، وَمَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا. فَخَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ، وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرٰى حَلْقٰى، إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا، أَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ بَلٰى، قَالَ فَلَا بَأْسَ، انْفِرِي. فَلَقِيتُهُ مُصْعِدًا عَلٰى أَهْلِ مَكَّةَ، وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ. وَقَالَ مُسَدَّدٌ قُلْتُ لَا. وَتَابَعَهُ جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ فِي قَوْلِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے اور ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے اور آپ نے بیت اللہ میں اور صفا اور المروۃ میں طواف کیا اور آپ نے احرام نہیں کھولا، اور آپ کے ساتھ ہدی تھی، پس آپ کے ساتھ جو آپ کی ازواج تھیں اور آپ کے اصحاب تھے انہوں نے بھی طواف کیا، اور ان میں سے جن کے ساتھ ہدی نہیں تھی انہوں نے احرام کھول دیا، پس حضرت عائشہ کو حیض آ گیا، پھر ہم نے اپنے حج کے تمام افعال کیے، پھر جب آپ کے روانہ ہونے کی رات آئی تو آپ وادیٔ محصب میں تھے پس حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے سوا آپ کے تمام اصحاب حج اور عمرہ کر کے واپس جائیں گے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے ان راتوں میں بیت اللہ کا طواف نہیں کیا جب ہم مکہ میں آئے تھے؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم کی طرف روانہ ہو اور عمرہ کا احرام باندھ لو اور تم سے فلاں فلاں جگہ ملاقات کا وعدہ ہے، پس میں حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنعیم کی طرف نکلی، پس میں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے) فرمایا: بانجھ سر منڈی! کیا تم ہم کو روکے رکھو گی! کیا تم نے یوم

لَا.

النحر (دس ذوالحجہ) کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر کوئی فکر کی بات نہیں ہے' روانہ ہو' پھر میری آپ سے ملاقات ہوئی جب آپ مکہ والوں کی طرف چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی اور آپ اتر رہے تھے' اور مسدد نے بیان کیا: میں نے کہا: نہیں! اور اس حدیث میں جریر نے ابوعوانہ کی از منصور اس قول ''نہیں'' میں متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم یہاں ایک اشکال کا جواب دیا جا رہا ہے:

حضرت صفیہ سے عمل تزویج کے ارادہ پر ایک اشکال کا جواب

صحیح البخاری: ۱۷۳۳' میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یوم النحر کو طواف زیارت کیا' پس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ عمل تزویج کا ارادہ کیا تو میں نے بتایا: یارسول اللہ! یہ حائضہ ہیں' تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہم کو (روانہ ہونے سے) روکنے والی ہیں؟ تو گھر والوں نے بتایا: یارسول اللہ! یہ طواف زیارت کر چکی ہیں' آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو۔ اور اس حدیث: ۱۷۶۲ میں مذکور ہے کہ حضرت صفیہ کو حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اری بانجھ سر منڈی! کیا تم ہم کو (روانہ ہونے سے) روکنے والی ہو؟ کیا تم نے یوم النحر کو طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت صفیہ طواف زیارت کر چکی ہیں حتیٰ کہ آپ کو بتایا گیا' اس پر یہ اشکال ہے کہ پھر آپ نے ان سے عمل تزویج کا ارادہ کیسے کیا حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے آپ کو بتایا کہ وہ حائضہ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت آپ نے ان سے عمل تزویج کا ارادہ کیا تھا' اس وقت آپ کا خیال یہ تھا کہ دیگر ازواج کے ساتھ حضرت صفیہ بھی طواف زیارت کر چکی ہیں کیونکہ آپ نے تمام ازواج کو طواف زیارت کرنے کا حکم دے دیا تھا' پھر حضرت عائشہ نے آپ کو بتایا کہ وہ حائضہ ہیں' پھر جب آپ روانہ ہونے لگے تو آپ کو اس کا خیال نہ رہا اور آپ کا خیال تھا کہ شاید ان کو طواف زیارت سے پہلے حیض آیا ہوگا اور انہوں نے ابھی تک طواف زیارت بھی نہیں کیا' اس لیے آپ نے فرمایا: اری بانجھ سر منڈی! کیا تم ہم کو روانہ ہونے سے روکنے والی ہو یعنی ابھی تم کو طواف زیارت کرنا ہوگا' پھر آپ کو بتایا گیا کہ یہ طواف زیارت کر چکی ہیں' انہوں نے صرف طواف وداع نہیں کیا ہے' تب آپ نے فرمایا: پھر تشویش کی کوئی بات نہیں اور اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کسی عورت کو طواف زیارت کرنے کے بعد حیض آ جائے تو وہ اس کو واپس روانہ ہونے سے مانع نہیں ہے۔

۱۴۷ - بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْاَبْطَحِ

جس نے روانگی کے دن وادی محصب میں عصر کی نماز پڑھی

۱۷۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان ثوری نے حدیث بیان کی از عبد العزیز

اَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ عَقَلْتَهٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیْنَ صَلَّی الظُّهْرَ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ؟ قَالَ بِمِنًی، قُلْتُ فَاَیْنَ صَلَّی الْعَصْرَ یَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ بِالْاَبْطَحِ، اِفْعَلْ كَمَا یَفْعَلُ اُمَرَاؤُكَ.

بن رفیع' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سوال کیا کہ مجھے اس چیز کی خبر دیجئے جس کو آپ نے نبی ﷺ سے یاد رکھا ہو کہ آپ نے آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ حضرت انس نے بتایا: منیٰ میں' میں نے پوچھا: پھر آپ نے روانگی کے دن کہاں نماز پڑھی تھی؟ حضرت انس نے کہا: ابطح (وادیٔ محصب) میں' تم اس طرح کرو جس طرح تمہارے امراء کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۷٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُتَعَالِ بْنُ طَالِبٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ قَتَادَةَ حَدَّثَهٗ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدَّثَهٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلَّی الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ اِلَی الْبَیْتِ فَطَافَ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد المتعال بن طالب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے حدیث بیان کی کہ قتادہ نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' انہوں نے قتادہ کو حدیث بیان کی از نبی ﷺ کہ آپ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں' پھر وادیٔ محصب میں سو گئے' پھر آپ بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے' پس وہاں طواف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۱٤۸ - بَابُ الْمُحَصَّبِ

وادیٔ محصب میں ٹھہرنے کا بیان

اس باب میں وادیٔ محصب میں اترنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۱۷٦٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اِنَّمَا كَانَ مَنْزِلٌ یَنْزِلُهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیَكُوْنَ اَسْمَحَ لِخُرُوْجِهٖ، تَعْنِیْ بِالْاَبْطَحِ.

(صحیح مسلم: ۱۳۱۱' الرقم المسلسل: ۳۰۵۹' سنن ترمذی: ۹۲۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰٦۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (منیٰ سے روانہ ہو کر) وادیٔ محصب میں اترتے تھے' وہاں اس لیے اترتے تھے کہ وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہونا آسان تھا۔

وادیٔ محصب میں ٹھہرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''تحصیب'' کا معنی یہ ہے کہ جب منیٰ سے مکہ کی طرف روانہ ہو تو تھوڑی دیر وادیٔ محصب میں ٹھہرے پھر اس کے بعد مکہ میں داخل ہو اور یہ حج کے مناسک اور اس کے مخصوص افعال میں سے نہیں ہے' رسول اللہ ﷺ وہاں پر صرف آرام کرنے کے لیے اترے تھے۔

حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری نے کہا ہے کہ "تحصیب" تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے۔
ہمارے شیخ زین الدین نے کہا ہے کہ المنذری کے اس قول پر اعتراض ہے کیونکہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ بعض اہل علم کے نزدیک مستحب ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ امام شافعی' امام مالک اور جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور یہی درست ہے کیونکہ بعض اہل علم اس کو مستحب نہیں کہتے' حافظ ابن عبدالبر نے الاستذکار میں بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور عروہ بن الزبیر وادیٔ محصب میں نہیں اترتے تھے' اسی طرح سعید بن جبیر بھی اس میں نہیں اترتے تھے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما وادیٔ محصب میں نہیں اترتی تھیں اور یہی عروہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۳۔۱۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
وادیٔ محصب منٰی کے قریب ایک جگہ ہے۔ (معجم البلدان' اردو' ص ۳۰۸)

۱۷۶۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيْبُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ وادیٔ محصب میں ٹھہرنا حج کی مخصوص عبادت نہیں ہے' یہ ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۱۲' الرقم المسلسل: ۳۰۶۲' سنن ترمذی: ۹۲۳' سنن ابوداؤد: ۲۰۰۹' مسند الحمیدی: ۴۹۸' سنن دارمی: ۱۸۷۰' سنن کبریٰ: ۴۲۰۹' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۸۹' المعجم الکبیر: ۱۱۳۸۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۵۔ ج ۳ ص ۴۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی وہی شرح ہے جو اس سے پہلی حدیث میں ذکر کی گئی ہے۔
* باب سابق اور باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۶۵اور ۳۰۶۷۔ ج ۳ ص ۵۵۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں صرف یہ لکھا ہے کہ محصب' ابطح' بطحاء اور خیف بنی کنانہ سب ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔

۱۴۹ - بَابُ النُّزُوْلِ بِذِيْ طُوًى قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ مَكَّةَ وَالنُّزُوْلِ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ اِذَا رَجَعَ مِنْ مَّكَّةَ

مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں اترنا' اور جب مکہ سے مدینہ کو لوٹے تو اس وادی میں اُترے جو ذوالحلیفہ میں ہے

اس عنوان میں "ذی طوی" کا لفظ ہے' یہ مکہ اور تنعیم کے درمیان ایک وادی ہے' نیز "بطحاء" کا ذکر ہے' بطحاء نام کی دو وادیاں ہیں' ایک وادی وہ ہے جو مکہ میں منٰی کے قریب ہے' جس کو محصب بھی کہتے ہیں اور دوسری وہ وادی ہے جو مدینہ میں ذوالحلیفہ کے پاس ہے۔

۱۷۶۷ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَّافِعٍ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَبِيْتُ بِذِيْ طُوًى، بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِيْ بِاَعْلٰى مَكَّةَ، وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ، حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا، لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دو گھاٹیوں کے درمیان ذی طویٰ میں رات گزارتے تھے' پھر اس گھاٹی میں داخل

إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ، فَيَأْتِي الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ، فَيَبْدَأُ بِهِ، ثُمَّ يَطُوفُ سَبْعًا ثَلَاثًا سَعْيًا، وَأَرْبَعًا مَشْيًا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَيَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنِيخُ بِهَا.

ہوتے جو مکہ میں بلند جگہ پر ہے اور جب وہ حج یا عمرہ کرتے ہوئے مکہ میں آتے تو اپنی اونٹنی کو صرف مسجد کے دروازہ پر بٹھاتے' پھر مسجد (حرام) میں داخل ہو کر حجر اسود سے ابتداء کرتے' پھر اس کے گرد سات چکر لگاتے' تین چکر دوڑ کر اور چار چکر معمول کی رفتار سے' پھر واپس جا کر دو رکعت نماز پڑھتے' پھر اپنی قیام گاہ پر واپس جانے سے پہلے صفا اور المروۃ میں سعی کرتے اور جب وہ حج یا عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ آتے تو اپنی اونٹنی کو بطحاء (اس وادی) میں بٹھاتے جو ذوالحلیفہ میں ہے' جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی کو بٹھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۱ میں گزر چکی ہے' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ مدینہ آتے ہوئے بطحاء میں اپنی اونٹنی کو بٹھانا مناسکِ حج میں سے نہیں ہے' جو چاہے بٹھائے اور جو چاہے نہ بٹھائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۴)

۱۷۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ سُئِلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ الْمُحَصَّبِ قَالَ فَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ نَزَلَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ. وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي بِهَا، يَعْنِي الْمُحَصَّبَ، الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، أَحْسِبُهُ قَالَ وَالْمَغْرِبَ، قَالَ خَالِدٌ لَا أَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ، وَيَهْجَعُ هَجْعَةً، وَيَذْكُرُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عبید اللہ سے وادی المحصب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اسی وادی میں اترے تھے' اور نافع بیان کرتے ہیں از ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ وادی المحصب میں ظہر اور عصر کی نماز پڑھتے تھے اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا کہ مغرب کی بھی نماز پڑھتے تھے' خالد نے کہا: مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عشاء کی نماز بھی وہاں پڑھتے تھے اور تھوڑی دیر سوتے بھی تھے اور وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابو محمد الحجبی' یہ ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) خالد بن الحارث ابو عثمان الحجبی (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۵)

اس سے پہلی حدیث میں مکہ جاتے ہوئے ذی طویٰ میں اترنے اور واپس آتے ہوئے ذوالحلیفہ کے قریب وادی بطحاء میں اترنے کا ذکر تھا اور اس حدیث میں وادی محصب میں اترنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں اُمور اتفاقی ہیں' مناسکِ حج میں سے نہیں ہیں۔

۱۵۰ - بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِي طُوًى إِذَا خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ

مکہ سے واپس آتے ہوئے

طُوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

ذی طویٰ میں اترا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکہ سے واپس آتے ہوئے ذی طویٰ میں اترنا جائز ہے۔

۱۷۶۹ - وقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَقْبَلَ بَاتَ بِذِي طُوًى، حَتّٰى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ، وَإِذَا نَفَرَ مَرَّ بِذِي طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور محمد بن عیسیٰ نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مدینہ سے مکہ آتے تو وہ ذی طویٰ میں رات گزارتے حتیٰ کہ جب صبح ہو جاتی تو مکہ میں داخل ہوتے اور جب مکہ سے روانہ ہوتے تو ذی طویٰ کے پاس سے گزرتے اور صبح تک وہاں رات گزارتے، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۱ - بَابُ التِّجَارَةِ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ، وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

حج کے ایام میں تجارت کرنا اور زمانۂ جاہلیت کے بازاروں میں خرید و فروخت کرنا

۱۷۷۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظٌ مَتْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوْا ذٰلِكَ، حَتّٰى نَزَلَتْ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرہ:۱۹۸) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. [اطراف الحدیث: ۲۰۵۰-۲۰۹۸-۴۵۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، عمرو بن دینار نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ذوالمجاز اور عکاظ زمانۂ جاہلیت میں تجارت کی جگہیں تھیں، پھر جب اسلام آ گیا تو مسلمانوں نے اس جگہ تجارت کرنے کو ناپسند کیا، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۹۸) یعنی حج کے ایام میں۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

ذوالمجاز اور عکاظ کا محل وقوع

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ذوالمجاز میدانِ عرفات کی جانب میں ایک جگہ ہے، ابن الکلبی نے کہا ہے کہ یہ میدانِ عرفات سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے، الرشاطی نے کہا ہے کہ ذوالمجاز عرب کے بازاروں میں سے ایک بازار ہے اور یہ میدانِ عرفات کی دائیں جانب ہے، یہ بازار اب متروک ہو چکا ہے۔

الرشاطی نے کہا ہے کہ عکاظ ایک ہموار صحراء ہے، اس میں کوئی پہاڑی یا کوئی اور نشان نہیں ہے، زمانۂ جاہلیت میں یہاں پر قربانی کے اونٹوں کا خون بہایا جاتا تھا، محمد بن حبیب نے کہا: عکاظ نجد کے قریب ایک بلند جگہ ہے، دوسروں نے کہا: عکاظ صنعاء کے راستہ پر قرن المنازل سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر ہے ... عکاظ کھجوروں کے باغات اور طائف کے درمیان

ایک جگہ ہے' یکم ذوالقعدہ کی صبح سے بیس دن کے لیے یہاں پر بازار لگتا تھا' یہاں پر عرب فخر کا اظہار کیا کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے:

عکاظ کا لفظی معنی فخر کرنا اور حسب و نسب پر اترانا ہے' زمانہ جاہلیت میں عربوں کا یہ دستور تھا کہ وہ ہر سال ایک نخلستان میں جمع ہوتے تھے جو طائف سے اندازاً ۱۵' میل اور مکہ سے تین دن کی مسافت پر تھا' وہ اس جگہ جمع ہو کر فخریہ قصائد پڑھتے تھے اور جو قصیدہ بہترین قرار دیا جاتا' اسے دیوارِ کعبہ پر لٹکا دیتے تھے' یہ مقام' سوقِ عکاظ کہلاتا تھا۔

(معجم البلدان' اُردو' ص ۲۴۴-۲۴۳' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز' کراچی)

۱۵۲ - بَابُ الْإِدْلَاجِ مِنَ الْمُحَصَّبِ وادی المحصب سے رات کو روانہ ہونا

اس عنوان میں' ادلاج '' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو چلنا خواہ رات کے ابتدائی حصہ میں یا آخری حصہ میں' یہاں مراد رات کے آخری حصہ میں روانہ ہونا ہے' مطلب یہ ہے کہ وادی المحصب میں ساری رات رہنا ضروری نہیں ہے اور رات کے آخری حصہ میں وہاں سے روانہ ہونا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۷۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۷۷۱ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ' عَنِ الْأَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ' فَقَالَتْ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ' قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرٰى حَلْقٰى' أَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قِيْلَ نَعَمْ' قَالَ فَانْفِرِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مکہ سے روانگی کی رات کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' پس انہوں نے کہا: میں صرف یہ گمان کرتی ہوں کہ میں تم لوگوں کو روانگی سے روکنے والی ہوں (کیونکہ انہوں نے طواف وداع نہیں کیا تھا اگرچہ طواف زیارت کر لیا تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اری بانجھ سرمنڈی! کیا تم نے یوم النحر کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ کہا گیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴' اور ۱۷۶۲ میں گزر چکی ہے' یہاں ہم'' عقرٰی حلقٰی '' کا معنی لکھ رہے ہیں:

'' عقرٰی حلقٰی '' کا معنی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو'' عقرٰی حلقٰی '' کہا' اس کا لفظی معنی ہے: بانجھ سرمنڈی'' عقرٰی '' کا معنی بانجھ بھی ہے اور زخمی بھی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

'' حلقٰی '' کی اصل یہ ہے کہ جب کسی عورت کا دیور فوت ہو جائے تو اس کا سر مونڈ دیا جاتا ہے' بہ ظاہر یہ دعائے ضرر کا کلمہ ہے لیکن اس کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا جاتا۔ عرب کے نزدیک اس کا معنی ہے: اس کا سر مونڈا جائے یا اس کے زخمی ہونے سے اس پر مصیبت آئے' ایک قول یہ ہے کہ اس کی نحوست کی وجہ سے اس کی قوم کی نسل منقطع ہو اور اس کی قوم کا سر مونڈ دیا جائے یعنی اس کی

نحوست کی وجہ سے اس کی قوم پر کوئی مصیبت آئے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۲-۱۵۷، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

یہاں ان کلمات کے فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے طواف زیارت نہیں کیا تھا اور اب ان کے اس طواف کرنے کی وجہ سے آپ کو اپنی روانگی ملتوی کرنی پڑتی، اس لیے آپ نے فرمایا: اری بانجھ سر منڈی! کیا تم نے یوم النحر کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ جب آپ کو بتایا گیا کہ انہوں نے طواف زیارت کر لیا تھا تو آپ نے فرمایا: پھر خیر ہے اب روانہ ہو! گویا آپ نے دعاء ضرر کے ان کلمات کو واپس لے لیا۔

۱۷۷۲ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَنِىْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَاضِرٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ اِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا، اَمَرَنَا اَنْ نَّحِلَّ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ النَّفْرِ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلْقٰى عَقْرٰى، مَا اُرَاهَا اِلَّا حَابِسَتُكُمْ. ثُمَّ قَالَ كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ فَانْفِرِىْ. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّىْ لَمْ اَكُنْ حَلَلْتُ. قَالَ فَاعْتَمِرِىْ مِنَ التَّنْعِيْمِ، فَخَرَجَ مَعَهَا اَخُوْهَا، فَلَقِيْنَاهُ مُدَّلِجًا، فَقَالَ مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا.

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: محمد نے مجھے بیان میں یہ اضافہ کیا، انہوں نے کہا: ہمیں محاضر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے، ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے، پس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ نے ہمیں احرام کھولنے کا حکم دیا، پھر جب روانگی کی رات آئی تو حضرت صفیہ بنت حیی کو حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اری سر منڈی بانجھ! میں اس کو صرف یہ گمان کر رہا ہوں کہ یہ تم لوگوں کو (روانگی سے) روکنے والی ہے، پھر آپ نے پوچھا: تم نے یوم النحر کو طواف زیارت کر لیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو، حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے تو حج سے پہلے احرام نہیں کھولا تھا، یعنی عمرہ نہیں کیا تھا، آپ نے فرمایا: تم تنعیم سے عمرہ کر لو، پھر حضرت عائشہ کے ساتھ ان کے بھائی (حضرت عبد الرحمان) گئے، ہم آپ سے اس وقت ملے تھے جب آپ رات کے آخری حصہ میں (طواف وداع کے لیے) نکل رہے تھے، آپ نے فرمایا: تم سے فلاں فلاں جگہ ملاقات ہوگی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۹۴، اور ۱۷۷۲ میں گزر چکی ہے۔

کتاب الحج کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیعنا الی یوم الدین آج ۹ رمضان ۱۴۲۸ھ/ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۷ء بہ روز ہفتہ کتاب الحج کی تکمیل ہو گئی، اس میں ۳۱۲، احادیث ہیں، ان میں سے ۵۷ معلق احادیث ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں، اب تک جو احادیث آ چکی ہیں ان میں ۹۱ مکرر احادیث ہیں اور خالص ۱۲۱، احادیث ہیں۔ الٰہ العلمین! آپ نے محض اپنے فضل سے ان احادیث کے ترجمہ اور تشریح کی سعادت عطا کی ہے، سو آپ اپنے کرم سے باقی احادیث کو بھی مکمل کرا دیں اور محض اپنے فضل و کرم سے میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرما دیں، اور اب ان شاء اللہ کتاب العمرہ شروع ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

٢٦ - كِتَابُ الْعُمْرَةِ

عمرہ کا بیان

١ - بَابُ الْعُمْرَةِ وُجُوْبِ الْعُمْرَةِ وَفَضْلِهَا
عمرہ کا وجوب اور اس کی فضیلت

اس باب میں عمرہ کے وجوب اور اس کی فضیلت کے متعلق احادیث کو ذکر کیا جائے گا:

لغت میں "عمرہ" کا معنی ہے: زیارت کرنا اور اصطلاحِ شرع میں اس کا معنی ہے: شرائط مخصوصہ کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَّعُمْرَةٌ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر شخص پر حج اور عمرہ ہے۔

اس تعلیق پر مشتمل مفصل حدیث درج ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: اللہ کی مخلوق میں سے ہر شخص کے اوپر حج اور عمرہ واجب ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو جو اس کے بعد زیادہ حج یا عمرہ کرے تو وہ خیر اور نفل ہے۔

(المستدرک: ١٧٧٥، صحیح ابن خزیمہ: ٣٠٦٦، سنن دار قطنی ج ٢ ص ٢٨٥، سنن کبریٰ للبیہقی ج ٥ ص ٣٥١)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ عمرہ سنت ہے، ہمیں علم نہیں ہے کہ کسی شخص نے اس کو ترک کرنے کی اجازت دی ہو اور کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ نفل ہو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِنَّهَا لَقَرِيْنَتُهَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (البقرہ: ١٩٦).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ عمرہ اللہ کی کتاب میں حج کے ساتھ مذکور ہے: اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔ (البقرہ: ١٩٦)

یعنی حج اور عمرہ دونوں ساتھ ساتھ مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہے، اس کا معنی ہے کہ عمرہ کو بھی پورا کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٠ ص ١٥٢-١٥١)

عمرہ کے شرعی حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عمرہ کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے کہ عمرہ فرض کی طرح واجب ہے' فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' الحسن' ابن سیرین' شعبی اور ثوری کا یہی قول ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ عمرہ نفل ہے' امام ابوحنیفہ اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے اور النخعی نے کہا ہے کہ عمرہ سنت ہے اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور ہمیں یہ علم نہیں ہے کہ کسی نے عمرہ کو ترک کرنے کی اجازت دی ہو' جن علماء نے عمرہ کو فرض کی طرح واجب کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔ (البقرہ:۱۹۶) اور پورا کرنے کا ان کے نزدیک معنی یہ ہے کہ ان کو قائم کرو نیز انہوں نے کہا: جب اس کو پورا کرنا واجب ہے تو اس کو شروع کرنا بھی واجب ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ان کا استدلال غلط ہے' اس لیے کہ جو شخص کسی سنت کام کو کرنا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس سنت کو پورا کرے' مثلاً جو شخص نفل نماز پڑھنا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ وضوء کر کے نماز پڑھے' اسی طرح جو شخص نفلی روزہ رکھنا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ رات کو اس روزے کی نیت کرے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا ہے کہ ہر شخص پر حج اور عمرہ ہے' اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ عمرہ واجب ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ عمرہ کا مسلمانوں پر وجوب عام ہے اور بعض مسلمانوں کے عمرہ کرنے سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے' جیسے جہاد تمام مسلمانوں پر بہ طور عموم واجب ہے اور بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی مسلمانوں سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے' جس طرح جنازہ کی نماز پڑھنا واجب ہے اور مُردوں کو غسل دینا واجب ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ہر شخص پر نماز جنازہ پڑھنا اور مردوں کو غسل دینا واجب ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر ہے: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح البخاری:۸' صحیح مسلم:۱۶)

اس حدیث میں آپ نے حج کا ذکر فرمایا ہے اور عمرہ کا ذکر نہیں فرمایا' اگر عمرہ بھی فرض یا واجب ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر فرماتے اور جب آپ نے باقی فرائض ذکر کیے تھے تو عمرہ کا بھی ذکر فرماتے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۸۴۔۴۸۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۴ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے عمرہ کے عدم وجوب پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اور تم عمرہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے (اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وجوب کی نفی کی ہے' سنت مؤکدہ کی نفی نہیں فرمائی)۔

(سنن ترمذی:۹۳۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۱۔۳۱۶' مسند ابویعلیٰ:۱۹۳۸' صحیح ابن خزیمہ:۳۰۶۸' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۸۵' المستدرک ج ۳ ص ۶۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۹)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔ (کنز العمال:۱۱۸۷۹) (یہ ابن ابی داؤد کی مُرسل روایت

ہے) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے موصولاً روایت کیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۲۵۲' اس کی سند میں محمد بن الفضل متروک ہے۔ حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۸۲۷) (تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۷۰۔ ۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ کا شرعی حکم

علامہ ابن بطال اور امام ماتریدی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عمرہ محض نفل ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ سنت مؤکدہ ہے' جو قریب بہ وجوب ہے۔

علامہ علاء الدین السمرقندی الحنفی المتوفی ۵۳۹ھ لکھتے ہیں:

عمرہ کے متعلق ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے' بعض نے کہا: یہ سنت مؤکدہ ہے اور بعض نے کہا: یہ واجب ہے اور یہ دونوں متقارب ہیں۔ (تحفۃ الفقہاء ج ۱ ص ۳۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

عمرہ کی صفت میں اختلاف ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ عمرہ واجب ہے جیسے صدقہ فطر ہے' قربانی ہے اور وتر ہے اور بعض اصحاب نے اس پر سنت کا اطلاق کیا ہے اور یہ اطلاق واجب کے منافی نہیں ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ عمرہ فرض ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔ (البقرہ:۱۹۶) اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کو پورا کرنا اس کے شروع کرنے کے بعد ہوتا ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ عمرہ واجب ہے لیکن یہ فرض نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: عمرہ حج صغریٰ ہے۔ (سنن دار قطنی: ۲۲۱۔ ج ۲ ص ۲۸۵) اس کا معنی یہ ہے کہ یہ ثواب کے حکم میں حج صغریٰ ہے' لیکن یہ حقیقۃً حج نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۰۳۔ ۳۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

عمرہ سنت ہے اور تمام سال میں عمرہ کرنا صحیح ہے سوائے یوم عرفہ' یوم نحر اور ایام تشریق کے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ مکی اس کا احرام خارج از حرم باندھے اور غیر مکی اس کا احرام میقات سے باندھے' اس کے لیے طواف اور سعی کرے' پھر سر منڈا لے' پھر وہ اپنا احرام کھول دے۔ (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ج ۲ ص ۴۲۱' المکتبۃ الغوثیہ' کراچی)

علامہ احمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

صحیح قول یہ ہے کہ عمرہ سنت مؤکدہ ہے' الجوہرہ میں وجوب کے قول کو صحیح کہا گیا ہے اور عمرہ میں احرام' طواف' سعی اور سر منڈانا یا بال کٹانا ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ج ۲ ص ۴۳۱' المکتبۃ الغوثیہ' کراچی)

علامہ فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

عمرہ ہمارے نزدیک سنت ہے' واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علیٰ حامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۰۱' مطبوعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

مختار قول کے مطابق عمرہ سنت مؤکدہ ہے اور ایک قول وجوب کا ہے۔

(المسلک المتقسط (مناسک ملا علی قاری) ص ۶۳' ۴۶۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۷ھ)

علامہ نظام الدین نے لکھا ہے:

عمرہ ہمارے نزدیک سنت ہے واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۳۷ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

ان کثیر تصریحات سے واضح ہو گیا کہ فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ سنت مؤکدہ قریب بہ وجوب ہے اور محض نفل نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابن بطال اور امام ماتریدی نے کہا ہے۔

۱۷۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَّوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمان از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ سے دوسرا عمرہ ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۴۸' الرقم المسلسل: ۳۱۷۹-۳۱۷۸' سنن نسائی: ۲۶۲۴-۳۰۰' سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۴-۲۸۸۸' مسند ابویعلیٰ: ۶۶۵۷' صحیح ابن حبان: ۳۶۹۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۱' شرح السنۃ: ۱۸۴۲-۳۵۴۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۴۸-ج ۱۶ ص ۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے اور اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کے عنوان میں عمرہ کے وجوب اور اس کی فضیلت کا ذکر ہے' عمرہ کا وجوب حضرت عبداللہ بن عمر کی تعلیق سے ظاہر ہے اور عمرہ کی فضیلت اس حدیث سے ظاہر ہے۔

حج مبرور کے متعلق اقوال

اس حدیث میں حج مبرور کا ذکر ہے' اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حج مقبول ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو' تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں کوئی دکھاوا نہ ہو' نہ کسی کو یہ سنایا ہو کہ میں نے حج کیا ہے' نہ اس حج کے دوران کوئی فحش بات کی ہو یا فحش کام کیا ہو' نہ کوئی اور گناہ کیا ہو۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس حج کے بعد کوئی گناہ نہ کیا ہو اور اگر شامت نفس سے کوئی گناہ ہو گیا ہو تو اس کے بعد توبہ کر لی ہو' پانچواں قول یہ ہے کہ حج کے بعد کی زندگی میں پہلی زندگی کی بہ نسبت نیکیاں زیادہ کرے اور برائیاں کم کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۴)

حج مبرور کے متعلق اس حدیث میں تصریح ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے' پوچھا گیا: اس کی ''بِـرّ'' (نیکی) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۵' المعجم الاوسط: ۸۴۰۰' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۷۲' شعب الایمان: ۴۱۱۹' العقیلی ج ۱ ص ۱۴۱)

عمرہ کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عمرہ کے متعلق فرمایا: تم جس قدر مشقت برداشت کرو گی اور جتنا خرچ کرو گی' تمہیں اتنا اجر ملے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۷۸۷' صحیح مسلم: ۱۲۱۱' الرقم المسلسل: ۲۸۱۶' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۱)

حضرت انس [illegible]

ہیں وہ جو سوال کریں گے اللہ ان کو عطا فرمائے گا وہ جو دعا کریں گے اللہ ان کی دعا قبول فرمائے گا' اور وہ جو کچھ خرچ کریں گے اللہ ان کو اس کا بدل عطا فرمائے گا' ایک درہم کے مقابلہ میں دس لاکھ درہم عطا فرمائے گا۔ (شعب الایمان ج ۱ ص ۴۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی ایک عورت سے فرمایا: جس کا نام ام سنان تھا' تمہیں ہمارے ساتھ حج کرنے سے کیا چیز مانع تھی؟ اس نے بتایا کہ اس کے شوہر کے دو اونٹ تھے' وہ اور اس کا بیٹا ایک اونٹ پر حج کرنے چلے گئے اور دوسرے اونٹ پر ہمارا غلام پانی لاتا ہے' آپ نے فرمایا: تم رمضان میں عمرہ کرنا' وہ حج کے برابر ہے یا فرمایا: میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۵۶' الرقم المسلسل: ۲۹۲۸' صحیح البخاری: ۱۸۶۳' سنن نسائی: ۲۱۰۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کے بعد عمرہ کرو کیونکہ اس سے ان کے درمیان فقر اور گناہ مٹ جاتے ہیں' جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو مٹا دیتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۸۵۔ ج ۳ ص ۶۹۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① سال میں متعدد بار عمرہ کرنے میں مذاہب ② ایام تشریق میں عمرہ کرنے کی کراہت میں مذاہب ③ عمرہ کے حکم میں مذاہب ④ کیا حج مبرور سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں۔

٢- بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا

١٧٧٤ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَنَّ عِكْرَمَةَ ابْنَ خَالِدٍ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَاْسَ. قَالَ عِكْرَمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ. وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِكْرَمَةُ بْنُ خَالِدٍ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ عکرمہ بن خالد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا ہے اور ابراہیم بن سعد نے کہا از ابن اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے عکرمہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر سے سوال کیا' یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عِكْرَمَةُ بْنُ خَالِدٍ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِثْلَهٗ.

ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' عکرمہ بن خالد نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا' یہ اس کی مثل حدیث ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۹۸۶' شرح السنۃ: ۱۸۴۵' المستدرک ج ۱ ص ۴۸۵۔ ۴۸۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۰۶۹۔ ج ۹ ص ۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان بن مسعود بن یزید ابوالحسن الخزاعی المروزی' یہ ابن شبویہ کے نام سے معروف ہیں' ۲۲۹ھ میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی (۲) عبداللہ بن المبارک المروزی (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (۴) عکرمہ بن خالد بن العاص بن ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم' ان کی ۱۱۴ھ میں وفات ہوگئی تھی (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ کرنے سے پہلے آپ پر حج فرض ہونا اور حج کی ادائیگی میں تاخیر کی گنجائش

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ کرنے سے پہلے آپ پر حج فرض ہو چکا تھا اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج فرض ہونے سے پہلے عمرہ کیا ہوتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ استدلال صحیح نہ ہوتا کہ حج کرنے سے پہلے عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' نیز اس حدیث پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ آیا حج فوراً کرنا لازم ہے اور اس میں تاخیر جائز نہیں ہے یا اس کو تاخیر سے کرنے کی گنجائش ہے' حضرت ابن عمر نے اس حدیث سے جو مسئلہ نکالا ہے وہ صحیح ہے اور اصول کے مطابق یہ ہے کہ حج کے فرض ہونے میں گنجائش ہے' کیونکہ قرآن مجید میں عمرہ کا وہیں ذکر ہے جہاں اس کے ساتھ حج کا بھی ذکر ہے' اسی لیے حضرت ابن عباس نے فرمایا: کتاب اللہ میں عمرہ کا ذکر حج کے ساتھ ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ. (البقرہ:۱۹۶) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔

اور اگر حج فوراً فرض ہوتا تو حج کو عمرہ کے ساتھ فسخ کرنا جائز نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم نہ دیتے اور اگر حج فوراً فرض ہوتا تو جو حج کی ادائیگی کو ایک سال مؤخر کرتا تو اگلے سال اس کا حج ادا نہ ہوتا بلکہ قضاء ہوتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۵۔۳۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳- بَابٌ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے؟

۱۷۷۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَاِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَالِسٌ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، وَاِذَا اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ صَلٰوةَ الضُّحٰى، قَالَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ صَلٰوتِهِمْ، فَقَالَ بِدْعَةٌ. ثُمَّ قَالَ لَهٗ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ اَرْبَعٌ، اِحْدَاهُنَّ فِيْ رَجَبٍ. فَكَرِهْنَا اَنْ نَّرُدَّ عَلَيْهِ. [طرف الحدیث: ۴۲۵۳]

(صحیح مسلم: ۱۲۵۵' الرقم المسلسل: ۲۹۲۵' سنن ترمذی: ۹۳۷'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن الزبیر مسجد میں داخل ہوئے' پس اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے' پس ہم نے حضرت ابن عمر سے ان کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ بدعت ہے' پھر ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے ہیں؟ انہوں نے کہا: چار' ان میں سے ایک رجب میں تھا' پس ہم نے ان کی بات کو مسترد کرنا

سنن ابن ماجہ:۲۹۹۸)

ناپسند کیا۔

۱۷۷۶ - قَالَ وَسَمِعْنَا اِسْتِنَانَ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ يَا اُمَّاهُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَتْ مَا يَقُوْلُ؟ قَالَ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمُرَاتٍ اِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ. قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً اِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهٗ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ.

[اطراف الحدیث:۱۷۷۷۔۴۲۵۴](صحیح مسلم:۱۲۵۵، الرقم المسلسل:۲۹۲۵، سنن ترمذی:۹۳۷، سنن ابن ماجہ:۲۹۹۸)

عروہ بن الزبیر نے کہا: پھر ہم نے حضرت عائشہ ام المؤمنین کی حجرہ میں مسواک کرنے کی آواز سنی، پس عروہ نے کہا: اے میری امی اور مؤمنین کی امی! کیا آپ نہیں سن رہیں کہ ابوعبدالرحمان نے کیا کہا ہے؟ حضرت عائشہ نے پوچھا: وہ کیا کہہ رہے تھے؟ عروہ نے کہا: وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں تھا، حضرت عائشہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان پر رحم فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیے ہوئے ہر عمرہ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ نے رجب میں ہرگز کوئی عمرہ نہیں کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو چاشت کی نماز کو بدعت کہا، اس کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہو، اور چاشت کی نماز تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں پڑھی ہے، پھر حضرت ابن عمر نے اس کو بدعت کیسے کہا؟ اس کی تفصیل چاشت کی نماز کے باب میں گزر چکی ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے چاشت کی نماز کو بدعت نہیں کہا بلکہ مسجد میں اس کے اظہار اور اس کے لیے اجتماع کو بدعت کہا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک چاشت کی نماز ثابت نہیں تھی، اس لیے انہوں نے اس کو بدعت کہا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بدعت سے ان کی مراد بدعت سیئہ نہیں تھی، ان کی مراد یہ تھی کہ یہ بدعت حسنہ ہے، جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی نماز کے متعلق کہا تھا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۷)

۱۷۷۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَجَبٍ.

[طرف الحدیث:۱۲۵۵](الرقم المسلسل:۲۹۲۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از عروہ بن الزبیر، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجب میں عمرہ نہیں کیا۔

۱۷۷۸ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اَرْبَعٌ عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِكُوْنَ وَعُمْرَةٌ مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَالَحَهُمْ وَعُمْرَةُ الْجِعْرَانَةِ اِذْ قَسَمَ غَنِيْمَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن حسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ نے چار عمرے کیے تھے: (۱) حدیبیہ کا عمرہ جب آپ کو مشرکین نے روک لیا تھا، یہ ذی القعدہ میں تھا (۲) اس کے دوسرے سال ذی القعدہ

اَرَاهُ حُنَيْنٍ. قُلْتُ كَمْ حَجَّ ؟ قَالَ وَاحِدَةً.

(صحیح مسلم: ١٢٥٣، الرقم المسلسل: ٢٩٢٥)

میں عمرہ، جب مشرکین سے صلح ہو چکی تھی (٣) جعرانہ کا عمرہ، جب آپ نے حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کیا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ نے کتنے حج کیے تھے؟ انہوں نے کہا: ایک (اور چوتھا عمرہ اسی حج میں شامل ہے)۔

١٧٧٩ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ رَدُّوْهُ، وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: آپ نے اس جگہ عمرہ کیا جس جگہ سے مشرکین نے آپ کو واپس کیا تھا اور اس کے اگلے سال عمرہ حدیبیہ کیا اور ایک عمرہ ذوالقعدہ میں کیا اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا۔

١٧٨٠ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَّقَالَ اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، اِلَّا الَّتِي اِعْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَتَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَمِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، وَمِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ، وَعُمْرَةً مَّعَ حَجَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، اور انہوں نے کہا: آپ نے چاروں عمرے ذوالقعدہ میں کیے، سوا اس عمرہ کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا (١) آپ کا عمرہ حدیبیہ سے (٢) اس کے اگلے سال عمرہ کیا (٣) جعرانہ کا عمرہ جہاں آپ نے حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کیا (٤) آپ کا وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا۔

١٧٨١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا وَّعَطَاءً وَّمُجَاهِدًا، فَقَالُوْا اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ. وَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ مَرَّتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ١٨٤٤-٢٦٩٨-٢٦٩٩-٢٧٠٠-٣١٨٤-٤٢٥١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابواسحاق، انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے اور عطاء سے اور مجاہد سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا اور انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے ذوالقعدہ میں دو مرتبہ عمرہ کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن عثمان بن حکیم بن دینار ابوعبداللہ الاودی ٢٦١ھ میں فوت ہوگئے تھے (٢) شریح بن مسلمہ (٣) ابراہیم بن

یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق الہمدانی السبیعی (۴) ان کے والد یوسف بن اسحاق (۵) ابواسحاق' ان کا نام عمرو بن عبد اللہ السبیعی ہے (۶) مسروق بن الاجدع (۷) عطاء بن ابی رباح (۸) مجاہد بن جبیر (۹) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۶۴)

حج کے ساتھ والے عمرہ کے متعلق علامہ ابن بطال کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' ان تمام احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس چوتھے عمرہ کی آپ کی طرف نسبت اس لیے کی گئی ہے کہ آپ نے لوگوں کو اس عمرہ کا حکم دیا تھا اور آپ کے سامنے اس حکم پر عمل کیا گیا' یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے یہ عمرہ خود کیا تھا۔

رہے حضرت انس تو وہ اس مسئلہ کو عمدہ طریقہ سے منضبط نہیں کر سکے اور ان پر حضرت ابن عمر نے رد کیا تھا' جب ان سے یہ کہا گیا کہ حضرت انس نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا تو حضرت ابن عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا اور ہم نے آپ کے ساتھ احرام باندھا' امام بخاری نے کتاب المغازی میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت انس کی اس حدیث کا رد کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج کے ساتھ عمرہ کیا اور امام عبدالرزاق نے مجاہد سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین عمرے کیے اور تینوں عمرے ذوالقعدہ میں کیے تھے' یعنی ان تین عمروں میں حج کے ساتھ والا عمرہ شامل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی ترتیب وار تفصیل اور تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا عمرہ ۶ھ ذوالقعدہ میں کیا تھا' جب حدیبیہ میں مشرکین نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اگرچہ آپ مکہ میں داخل ہو کر عمرہ نہیں کر سکے تھے لیکن اس کو آپ کا عمرہ اس لیے شمار کیا گیا کہ آپ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تھے' آپ اپنے ساتھ ہدی لے کر گئے' اس کو آپ نے نحر کیا اور اپنا سر منڈایا۔

دوسرا عمرہ آپ نے ۷ھ ذوالقعدہ میں کیا تھا' جب آپ نے دوسرے سال حدیبیہ والے عمرہ کو قضا کیا تھا۔

تیسرا عمرہ آپ نے ۸ھ میں کیا تھا اور یہ عمرہ بھی آپ نے ذوالقعدہ میں کیا تھا' اسی عمرہ کو عمرۃ الجعرانہ کہا جاتا ہے' جس میں حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا گیا تھا۔

اور چوتھا عمرہ وہ ہے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ ۱۰ھ میں کیا تھا اور اس عمرہ کے افعال حج میں داخل تھے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴ ذوالحجہ کو مکہ میں آئے اور اس عمرہ کا احرام بھی آپ نے ذوالقعدہ میں باندھا تھا کیونکہ پچیس ذوالقعدہ کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اور اس کا احرام آپ نے وادی العقیق میں باندھا تھا اور یہ ذوالحجہ کے داخل ہونے سے پہلے تھا' بعض علماء نے اس عمرہ کو ساقط کر کے آپ کے کل عمرے تین بیان کیے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال میں الگ عمرہ نہیں کیا' نہ حج سے پہلے اور نہ حج کے بعد' حج سے پہلے اس لیے نہیں کیا کیونکہ آپ نے حج سے فارغ ہونے سے پہلے احرام نہیں کھولا تھا اور حج کے بعد اس لیے نہیں کیا کیونکہ یہ منقول نہیں ہے کہ حج کے بعد آپ نے عمرہ کیا' پھر صرف یہ باقی بچا ہے کہ آپ نے حج کے عمرہ کے ساتھ قران کیا تھا' اور ان احادیث میں تطبیق دینے کے لیے یہی صحیح ہے' کیونکہ پہلے آپ نے حج کا احرام باندھا' پھر عقیق میں آپ نے اس میں عمرہ کو داخل کر لیا' جب آپ

کے پاس حضرت جبریل نے آ کر کہا کہ آپ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں اور کہیں کہ عمرہ حج میں ہے۔

اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی تعداد میں صحابہ کا اختلاف ہے' پس جنہوں نے چار عمرے کہے ہیں' ان کی یہ توجیہ ہے اور جنہوں نے تین عمرے کہے ہیں' انہوں نے اس آخری عمرہ کو ساقط کر دیا تھا کیونکہ اس عمرے کے افعال حج میں داخل تھے اور جنہوں نے کہا: آپ نے دو عمرے کیے تھے' انہوں نے پہلے عمرہ عمرۃ الحدیبیہ کو ساقط کر دیا کیونکہ مشرکین نے آپ کو اس عمرہ کے ادا کرنے سے روک دیا تھا اور آپ کے آخری عمرہ کو ساقط کیا گیا ہے کیونکہ اس کے اعمال حج میں داخل تھے اور دو عمرے ثابت کیے گئے' ایک عمرۃ القضاء اور دوسرا عمرۃ الجعرانہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۶۰۔۱۵۸ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۲۹۔ ج ۳ ص ۸۷۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی تعداد کی تحقیق۔

٤ - بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ — رمضان میں عمرہ کرنا

اس باب میں رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۱۷۸۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيْتُ اِسْمَهَا مَا مَنَعَكِ اَنْ تَحُجِّيْ مَعَنَا؟ قَالَتْ كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ اَبُوْ فُلَانٍ وَّابْنُهُ، لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا، وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ، قَالَ فَاِذَا كَانَ رَمَضَانُ اِعْتَمِرِيْ فِيْهِ، فَاِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ حَجَّةٌ. اَوْ نَحْوًا مِّمَّا قَالَ.

[طرف الحدیث: ۱۸۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے' وہ ہمیں یہ خبر دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی ایک عورت سے فرمایا' عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس نے اس عورت کا نام لیا تھا لیکن میں اس عورت کا نام بھول گیا' (آپ نے اس عورت سے فرمایا:) تم کو ہمارے ساتھ حج کرنے سے کیا چیز مانع تھی؟ اس نے کہا: ہمارا ایک اونٹ ہے' اس پر ابوفلاں اور اس کا بیٹا سوار ہو گیا یعنی اس عورت کا شوہر اور اس کا بیٹا اور اس نے دوسرا اونٹ چھوڑ دیا جس پر ہم پانی لاتے ہیں' آپ نے فرمایا: جب رمضان آئے تو تم عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں عمرہ حج ہے' یا آپ نے اس کی مثل فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۵۶' الرقم المسلسل: ۲۹۲۷' سنن نسائی: ۲۱۰۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۶' سنن دارمی: ۱۸۵۹' صحیح ابن حبان: ۳۷۰۰' المعجم الکبیر: ۱۱۴۱۰۔ ۱۱۳۲۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۲۵۔ ج ۳ ص ۴۶۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''الناضح'' کا معنی اور اس کی تحقیق کہ رمضان کا عمرہ حج کی مثل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''ناضح'' کا لفظ ہے۔ ''الناضح'' اس اونٹ یا بیل یا گدھے کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے اور اس پر رسی کے ساتھ ڈول باندھ دیئے جاتے ہیں' اس کو ''سانیۃ'' بھی کہتے ہیں لیکن اس حدیث میں اس سے مراد اونٹ ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج کی مثل ہے' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے اس عورت کو جس حج کی ترغیب دی تھی' وہ اس کا نفلی حج تھا کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ عمرہ فرض حج کا بدل نہیں ہوسکتا' اور آپ نے جو فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج کی مثل ہے' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ ثواب میں حج کی مثل ہے کیونکہ فضائل کا ادراک قیاس سے نہیں کیا جاسکتا' اور اللہ اپنے فضل سے جتنا چاہے ثواب عطا فرماتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* یہ حدیث صحیح مسلم: ۲۹۲۸۔ ۱۲۵۶ میں بھی مذکور ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں: رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۳۴۔ ج ۳ ص ۴۸۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥ - بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا

وادیٔ حصبہ کی رات میں یا کسی اور رات میں عمرہ کرنا

١٧٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ لَنَا مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، فَلَوْ لَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ. قَالَتْ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَأَظَلَّنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْفُضِي عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِي رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ. فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) اس وقت نکلے جب ذوالحجہ کا چاند دکھائی دینے والا تھا' آپ نے ہم سے فرمایا: تم میں سے جو حج کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ حج کا احرام باندھ لے اور جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور اگر میں نے ہدی (قربانی) روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا' اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' پس مجھ پر عرفہ کے دن نے سایا کرلیا اور میں ابھی حائضہ تھی' تو میں نے اس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی' آپ نے فرمایا: تم اپنے عمرہ کو چھوڑ دو اور سر کے بال کھول کر کنگھی کرلو اور حج کا احرام باندھ لو' پھر جب وادی الحصبۃ کی رات آئی تو آپ نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مقامِ تنعیم روانہ کیا' پھر میں نے اس عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ عُمْرَةِ التَّنْعِيمِ

باب التنعیم کا عمرہ

١٧٨٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَنَّ عَبْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' عمرو

الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُ اَنْ یُّرْدِفَ عَائِشَةَ وَیُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِیْمِ ' قَالَ سُفْیَانُ مَرَّةً سَمِعْتُ عَمْرًا ' کَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ عَمْرٍو.

[طرف الحدیث:۲۹۸۵]

بن اوس نے سنا ان کو حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے خبر دی' انہوں نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھائیں اور ان کو مقامِ تنعیم سے عمرہ کرائیں' سفیان نے ایک مرتبہ کہا: میں نے عمرو سے سنا اور ایک مرتبہ کہا: میں نے کئی مرتبہ عمرو سے سنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱۲' الرقم المسلسل: ۲۸۲۵' سنن ترمذی: ۹۳۵' سنن ابن ماجہ: ۲۹۹۹' مسند الحمیدی: ۵۶۳' سنن دارمی: ۱۶۸۲' الاحاد والمثانی: ۶۵۵' سنن کبریٰ: ۴۲۳۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵۷' مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۵۔ ج ۳ ص ۲۳۲' مؤسسة الرسالة' بیروت)

مکہ سے احرام باندھنے کے لیے تنعیم کی تخصیص کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مکہ سے عمرہ کرنے والا ہو' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حرم سے باہر نکلے' پھر عمرہ کا احرام باندھے' اور آپ نے خارج حرم کی دوسری جگہوں میں سے تنعیم کو اس لیے معین فرمایا کہ تنعیم خارج حرم میں سے حرم کے قریب ترین جگہ تھی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محارم کے ساتھ سفر اور حضر میں خلوت جائز ہے اور مُحرِم اپنے ساتھ مُحرِمہ کو سواری پر بٹھا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۳۲۔ ج ۳ ص ۳۹۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۷۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِیْدِ' عَنْ حَبِیْبِ الْمُعَلِّمِ' عَنْ عَطَاءٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّ وَاَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ' وَلَیْسَ مَعَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ هَدْیٌ غَیْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ' وَکَانَ عَلِیٌّ قَدِمَ مِنَ الْیَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْیُ' فَقَالَ اَهْلَلْتُ بِمَا اَهَلَّ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ' وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لِاَصْحَابِهٖ اَنْ یَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً یَّطُوْفُوْا بِالْبَیْتِ' ثُمَّ یُقَصِّرُوْا وَیَحِلُّوْا اِلَّا مَنْ مَّعَهُ الْهَدْیُ' فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ اِلٰی مِنًی وَّذَکَرُ اَحَدِنَا یَقْطُرُ' فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَیْتُ' وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِیَ الْهَدْیَ لَاَحْلَلْتُ. وَاَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب بن عبدالمجید نے حدیث بیان کی از حبیب المعلم از عطاء' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ان میں سے کسی کے پاس ہدی (قربانی) نہیں تھی' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ ہدی تھی' انہوں نے کہا: میں نے اس چیز کے ساتھ احرام باندھا ہے جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے (باقی) اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں' وہ بیت اللہ کا طواف کرلیں' پھر بال کاٹ لیں اور احرام کھول دیں مگر جس کے ساتھ ہدی ہو' پس انہوں نے کہا کہ ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہم میں سے کسی ایک کا آلہ تناسل ٹپک رہا ہوگا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: میں اپنے

حَاضَتْ' فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ اَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ' قَالَ فَلَمَّا طَهُرَتْ وَطَافَتْ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَتَنْطَلِقُوْنَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ وَّاَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ؟ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا اِلَى التَّنْعِيْمِ' فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِيْ ذِي الْحَجَّةِ. وَاَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْعَقَبَةِ وَهُوَ يَرْمِيْهَا' فَقَالَ اَلَكُمْ هٰذِهِ خَاصَّةً يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا' بَلْ لِلْاَبَدِ.

جس معاملہ کی طرف بعد میں متوجہ ہوا ہوں اگر اس کی طرف پہلے متوجہ ہوتا تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لے جاتا' اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں (بھی) احرام کھول دیتا' اور بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے تمام افعال ادا کیے' البتہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا' حضرت جابر نے کہا: پھر جب وہ حیض سے پاک ہوگئیں اور بیت اللہ کا طواف کیا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ لوگ حج اور عمرہ کر کے جائیں گے اور میں صرف حج کر کے جاؤں گی؟ تب آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ کو تنعیم لے جائیں' پس حضرت عائشہ نے ذوالحجہ میں حج کرنے کے بعد عمرہ کیا اور حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی' اس وقت آپ عقبہ میں کنکریاں مار رہے تھے' انہوں نے پوچھا: آیا یہ (ایامِ حج میں عمرہ کرنا یا حج قران) یارسول اللہ! آپ کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابُ الْاِعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ

حج کے بعد بغیر ہدی روانہ کیے عمرہ کرنا

۱۷۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ' وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ' وَلَوْ لَا اَنِّيْ اَهْدَيْتُ لَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ. فَمِنْهُمْ مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ' وَمِنْهُمْ مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَكُنْتُ مِمَّنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ' فَحِضْتُ قَبْلَ اَنْ اَدْخُلَ مَكَّةَ' فَاَدْرَكَنِيْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَاَنَا حَائِضٌ' فَشَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِيْ عُمْرَتَكِ' وَانْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ' وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ. فَفَعَلْتُ' فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ' اَرْسَلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے اس وقت نکلے جب ذوالحجہ کا چاند دکھائی دینے والا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہو' وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور جو حج کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ حج کا احرام باندھ لے اور اگر میں نے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا' پس ان میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' پھر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مجھے حیض آ گیا اور مجھے یومِ عرفہ نے اس حال میں پایا کہ میں حائضہ تھی' تو میں نے

مَعِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اِلَى التَّنْعِيْمِ' فَاَرْدَفَهَا فَاَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَّكَانَ عُمْرَتِهَا فَقَضَى اللّٰهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا' وَلَمْ يَكُنْ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ هَدْيٌ' وَلَا صَدَقَةٌ وَّلَا صَوْمٌ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی' پس آپ نے فرمایا: تم عمرہ کو چھوڑ دو اور اپنے سر کے بال کھول کر کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو' پھر جب وادی المحصبہ میں ٹھہرنے کی رات آئی تو آپ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو تنعیم کی طرف بھیجا' پس انہوں نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا' پھر میں نے عمرہ کا احرام باندھا جو اس عمرہ کی جگہ تھا (جس کو میں نے چھوڑ دیا تھا)' پھر اللہ نے میرا حج اور عمرہ پورا کر دیا اور میرے اس عمرہ میں نہ ہدی تھی' نہ صدقہ تھا' نہ روزہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ اَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلٰى قَدْرِ النَّصَبِ

عمرہ کا اجر بہ قدر مشقت ملے گا

١٧٨٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ' عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ' وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَاَصْدُرُ بِنُسُكٍ؟ فَقِيْلَ لَهَا اِنْتَظِرِيْ' فَاِذَا طَهُرْتِ' فَاخْرُجِيْ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهِلِّيْ' ثُمَّ ائْتِيْنَا بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا' وَلٰكِنَّهَا عَلٰى قَدْرِ نَفَقَتِكِ اَوْ نَصَبِكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد واز ابن عون از ابراہیم از الاسود' ان دونوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ دو عبادتیں کر کے لوٹیں گے اور میں ایک عبادت کر کے لوٹوں گی' پس ان سے کہا گیا کہ آپ انتظار کریں' پس جب آپ (حیض سے) پاک ہو جائیں تو تنعیم کی طرف روانہ ہوں' پھر آپ احرام باندھیں' پھر آپ ہمارے پاس فلاں فلاں مقام پر آئیں' لیکن جتنا آپ خرچ کریں گی یا جتنی آپ مشقت اٹھائیں گی' آپ کو اتنا اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض چیزوں کی وضاحت کی جا رہی ہے:

زیادہ خرچ کرنے یا زیادہ مشقت برداشت کرنے کی وجہ سے اجر کا زیادہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

زیادہ خرچ کرنے کی وجہ سے زیادہ اجر ملنے کی مثال یہ آیت ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○ (التوبہ: ۲۰)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا' اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں○

اس آیت میں اللہ کی راہ میں اور عبادت میں اپنا مال خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اور مشقت برداشت کرنے پر زیادہ اجر عطا فرمانے کی مثال یہ آیت ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝ (الزمر:۱۰) صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا۝

زمان اور مکان کے شرف کے اعتبار سے اجر کا زیادہ ہونا

تاہم یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے' بعض اوقات زمانہ کی فضیلت کی وجہ سے کم وقت میں عبادت کرنے کا زیادہ اجر ملتا ہے' جیسے لیلۃ القدر میں ایک رات قیام کرنے کا اجر ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ہوتا ہے یا رمضان میں عبادت کرنے کا اجر دوسرے مہینوں کی عبادت سے ستر گنا زائد ہوتا ہے اور بعض اوقات جگہ اور مقام کے اعتبار سے کم عبادت کا زیادہ اجر ملتا ہے جیسے مسجد حرام یا مسجد نبوی میں عبادت کا اجر دوسری جگہ عبادت کرنے سے ایک لاکھ یا تین لاکھ درجہ زائد ہوتا ہے یا جیسے فرائض کا اجر نوافل سے زائد ہوتا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان تمام مثالوں میں زیادہ اجر ان خصوصی اضافات کی وجہ سے ہے اور اصل یہی ہے کہ زیادہ خرچ یا زیادہ مشقت کی وجہ سے زیادہ اجر ملتا ہے۔

۹ - بَابُ الْمُعْتَمِرِ اِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ' هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ

عمرہ کرنے والا جب عمرہ کا طواف کر کے چلا جائے تو آیا اس کے لیے یہ طوافِ وداع سے کافی ہوگا یا نہیں!

یعنی اس کا عمرہ کا طواف کرنا طوافِ وداع سے کافی ہو جائے گا۔

۱۷۸۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ' عَنِ الْقَاسِمِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ' فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ' وَفِيْ حُرُمِ الْحَجِّ' فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهِ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ' فَاَحَبَّ اَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ' وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَا. وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِهِ ذَوِيْ قُوَّةٍ اَلْهَدْيُ' فَلَمْ تَكُنْ لَّهُمْ عُمْرَةٌ' فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ' فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ؟ قُلْتُ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ لِاَصْحَابِكَ مَا قُلْتَ' فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ' قَالَ وَمَا شَاْنُكِ؟ قُلْتُ لَا اُصَلِّيْ' قَالَ فَلَا يَضُرُّكِ' اَنْتِ مِنْ بَنَاتِ اٰدَمَ' كُتِبَ عَلَيْكِ مَا كُتِبَ عَلَيْهِنَّ' فَكُوْنِيْ فِيْ حَجَّتِكِ' عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّرْزُقَكِهَا. قَالَتْ فَكُنْتُ حَتّٰى نَفَرْنَا مِنْ مِّنًى' فَنَزَلْنَا الْمُحَصَّبَ' فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم حج کے مہینوں میں اور حج کی جگہوں میں حج کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے' پھر ہم مقامِ سرف میں اترے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جس شخص کے ساتھ ہدی نہیں ہے اور وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کرنا چاہے تو کرلے اور جس کے ساتھ ہدی ہے وہ نہ کرے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ کے اصحاب میں سے جو مالی قوت والے تھے' ان کے ساتھ ہدی تھی تو ان کے لیے یہ عمرہ نہیں تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی' پس آپ نے پوچھا: تمہیں کیا چیز رُلا رہی ہے؟ میں نے کہا: میں نے آپ سے وہ سن لیا ہے جو ابھی آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا ہے' پس میں عمرہ سے روک دی گئی ہوں' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نماز نہیں پڑھ رہی' آپ نے فرمایا: تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا' تم آدم کی بیٹیوں میں سے ہو جو ان پر لکھ دیا گیا ہے وہی

فَقَالَ اُخْرُجْ بِاُخْتِكَ اِلَى الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا، اَنْتَظِرُكُمَا هَاهُنَا. فَاَتَيْنَا فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ فَرَغْتُمَا؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَنَادٰى بِالرَّحِيْلِ فِيْ اَصْحَابِهٖ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ خَرَجَ مُوَجِّهًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

تم پر لکھ دیا گیا ہے' تم اپنے حج پر رہو عنقریب اللہ تم کو عمرہ عطا فرمائے گا' حضرت عائشہ نے کہا: پس میں حج کے افعال کرتی رہی حتیٰ کہ ہم منیٰ سے روانہ ہو کر وادی المحصب میں اترے' پھر آپ نے حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو بلایا' پس فرمایا: تم اپنی بہن کو حرم کی طرف لے جاؤ' پھر وہ عمرہ کا احرام باندھیں' پھر تم دونوں اپنے طواف سے فارغ ہو کر (یہاں آنا)' میں تم دونوں کا یہاں انتظار کروں گا' پس ہم آدھی رات میں آئے' آپ نے پوچھا: تم دونوں فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اپنے اصحاب میں روانہ ہونے کا اعلان کیا' پھر لوگ روانہ ہوئے اور جس نے صبح سے پہلے بیت اللہ کا طواف وداع کر لیا تھا' وہ بھی روانہ ہوا اور آپ بھی مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابٌ يَّفْعَلُ فِي الْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ فِي الْحَجِّ

عمرہ میں ان ہی کاموں سے اجتناب کیا جائے گا جن سے حج میں اجتناب کیا جاتا ہے

۱۷۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ يَعْنِيْ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ، وَعَلَيْهِ اَثَرُ الْخَلُوْقِ، اَوْ قَالَ صُفْرَةٌ، فَقَالَ كَيْفَ تَاْمُرُنِيْ اَنْ اَصْنَعَ فِيْ عُمْرَتِيْ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسُتِرَ بِثَوْبٍ، وَوَدِدْتُ اَنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَقَالَ عُمَرُ تَعَالَ، اَيَسُرُّكَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْوَحْيَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَرَفَعَ طَرَفَ الثَّوْبِ، فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ لَهٗ غَطِيْطٌ وَّاَحْسِبُهٗ قَالَ كَغَطِيْطِ الْبَكْرِ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ. قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ اِخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاغْسِلْ اَثَرَ الْخَلُوْقِ عَنْكَ، وَاَنْقِ الصُّفْرَةَ، وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے حدیث بیان کی یعنی از والد خود کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اس وقت آپ الجعرانہ میں تھے اور آپ پر ایک جبہ (لمبا کوٹ) تھا جس پر خوشبو یا زردی کا نشان تھا' اس نے پوچھا: آپ مجھے عمرہ میں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس وقت اللہ نے آپ پر وحی نازل کی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایک کپڑا ڈال دیا گیا اور میری یہ خواہش تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھوں جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم کو اس سے خوشی ہو گی کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھو جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عمر نے کپڑے کی ایک طرف کو اٹھایا' پس میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ خراٹے لے رہے تھے اور میرا گمان یہ ہے کہ آپ اس طرح خراٹے لے رہے تھے جس طرح اونٹ خراٹے لیتا ہے' پھر جب

آپ کی یہ کیفیت منقطع ہوئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جو عمرہ کے متعلق سوال کررہا تھا؟ تم اپنا جبہ اتار دینا اور خوشبو کا نشان دھوڈالنا اور زعفران کا پیلا رنگ صاف کر دینا اور تم اپنے عمرہ میں اسی طرح کرنا جس طرح حج میں کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ اَرَاَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:۱۵۸)، فَلَا اَرٰى عَلٰى اَحَدٍ شَيْئًا اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا، لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ، كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِي الْاَنْصَارِ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ، وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ، وَكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:۱۵۸). زَادَ سُفْيَانُ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامٍ مَا اَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِئٍ، وَلَا عُمْرَتَهُ، لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور میں اس وقت کم عمر تھا: آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کے متعلق بتایئے: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸) پس میں کسی شخص پر کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ وہ ان دونوں کا طواف (سعی) نہ کرے' پس حضرت عائشہ نے کہا: ہرگز نہیں! اگر اس آیت کا معنی اس طرح ہوتا جس طرح تم کہہ رہے ہو تو یہ آیت اس طرح ہوتی: اس شخص پر کوئی حرج نہیں ہے جو ان دونوں کا طواف نہ کرے' یہ آیت صرف ان انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو (زمانہ جاہلیت میں) مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور مناۃ قدید کے بالمقابل رکھا ہوا تھا اور انصار صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرنے سے تنگ ہوتے تھے' پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸) سفیان اور ابو معاویہ نے از ہشام یہ اضافہ کیا: جو شخص صفا اور المروۃ کے طواف نہ کرے' اللہ اس کا حج پورا نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابٌ مَّتٰى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ

عمرہ کرنے والا کب احرام کھولے گا

وَقَالَ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اور عطاء نے کہا از حضرت جابر رضی اللہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ اَنْ یَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً وَیَطُوْفُوْا ثُمَّ یُقَصِّرُوْا وَیَحِلُّوْا.

اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں اور طواف کریں پھر بال کٹائیں اور احرام کھول دیں۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۷۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۹۱ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ جَرِیْرٍ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَرْنَا مَعَهٗ فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَهٗ. وَاَتَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَاَتَیْنَاهَا مَعَهٗ وَكُنَّا نَسْتُرُهٗ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ اَنْ یَّرْمِیَهٗ اَحَدٌ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبٌ لِّیْ اَكَانَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از جریر از اسماعیل از عبد اللہ بن ابی اوفیٰ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے عمرہ کیا پس جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے طواف کیا اور ہم نے (بھی) آپ کے ساتھ طواف کیا اور آپ صفا اور المروۃ کے پاس آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ آئے اور ہم آپ کو اہل مکہ سے چھپائے ہوئے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک آپ کو تیر مارے میرے ایک ساتھی نے حضرت ابن ابی اوفیٰ سے پوچھا: کیا آپ کعبہ میں داخل بھی ہوئے تھے انہوں نے کہا: نہیں!

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۶۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۹۲ - قَالَ فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِیْجَةَ؟ قَالَ بَشِّرُوْا خَدِیْجَةَ بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِیْهِ وَلَا نَصَبَ. [طرف الحدیث: ۳۸۱۹]

میرے ساتھی نے کہا: آپ ہمیں یہ بتایئے کہ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ نے فرمایا تھا کہ خدیجہ کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے گھر کی بشارت دو جس میں کوئی شور ہو گا نہ تھکاوٹ ہو گی۔

(صحیح مسلم: ۲۴۳۳ الرقم المسلسل: ۶۱۲۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۳۳ المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۱۱ مسند الحمیدی ج ۱۲ ص ۱۳۳ سنن کبریٰ: ۸۳۶۰ صحیح ابن حبان: ۷۰۰۴ مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۵ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۱۲۸ ج ۳۱ ص ۴۷۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم یہ ابن راھویہ ہیں (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی البجلی الکوفی یہ ۱۴۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ ان کا نام علقمہ ہے یہ ۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے یہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جن سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اور جو متعصب اس کا انکار کرتا ہے اس کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۸۱)

حدیث مذکور کے مشکل فقروں کی تشریح

حدیث: ۱۷۹۱ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا اس سے مراد عمرۃ القضاء ہے جو آپ نے ۷ھ میں کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے ایک ساتھی نے حضرت ابن ابی اوفیٰ سے پوچھا: اس سے مراد اسماعیل ہے۔

اس میں مذکور ہے: حضرت ابن ابی اوفیٰ نے کہا: آپ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے اس سے مراد ہے: اس حالت میں آپ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ مطلقاً کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

حدیث:١٧٩٢ میں حضرت خدیجہ کے متعلق استفسار ہے' اس سے مراد حضرت ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایسا محل دیا جائے گا جس میں دنیا کی آفات میں سے کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اس حدیث کو لاکر یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر عمرہ میں صفا اور المروۃ کے درمیان سعی ہوتی ہے اور اس میں حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

١٧٩٣ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنْ رَّجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ، وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا، ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:٢١).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جس نے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف تو کیا لیکن صفا اور المروۃ کے درمیان سعی نہیں کی' کیا وہ اپنی بیوی کے پاس (عمل تزویج کے لیے) جاسکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں سات طواف کیے اور مقام (ابراہیم) کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور المروۃ کے درمیان سات طواف کیے' اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:٢١)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٩٥ میں گزر چکی ہے۔

١٧٩٤ - قَالَ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور عمرو بن دینار نے کہا کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا تو انہوں نے بتایا: وہ اپنی بیوی کے قریب ہرگز نہ جائے حتیٰ کہ صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرلے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:٣٩٦ کا مطالعہ کریں۔

١٧٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ، وَهُوَ مُنِيْخٌ، فَقَالَ أَحَجَجْتَ. قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ؟ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَحْسَنْتَ، طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحِلَّ. فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِّنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي، ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطحاء میں حاضر ہوا' اس وقت آپ اونٹ کو بٹھا رہے تھے' آپ نے پوچھا: کیا تم حج کرنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ میں نے کہا: میں اس چیز کے ساتھ حاضر ہوں جس چیز کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے' آپ نے فرمایا: تم نے

اَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ اُفْتِيْ بِهٖ حَتّٰى كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُمَرَ، فَقَالَ اِنْ اَخَذْنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَاِنْ اَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ.

اچھا کیا' تم بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کرو' پھر احرام کھول دو' پس میں نے بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کیا' پھر میں قیس کی ایک عورت کے پاس آیا' اس نے میرے سر میں جوئیں دیکھیں' پھر میں نے حج کا احرام باندھا' پھر میں اسی کے موافق فتویٰ دیتا رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آ گیا' حضرت عمر نے کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حج اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کریں تو آپ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ ہدی (قربانی) اپنے محل میں پہنچ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۹۶ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ مَوْلٰى اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ كَانَ يَسْمَعُ اَسْمَاءَ تَقُوْلُ كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُوْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ، لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهٗ هَاهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ، قَلِيْلٌ ظَهْرُنَا قَلِيْلَةٌ اَزْوَادُنَا، فَاعْتَمَرْتُ اَنَا وَاُخْتِيْ عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ، فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ اَحْلَلْنَا، ثُمَّ اَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از ابی الاسود کہ عبد اللہ جو حضرت اسماء بنت ابی بکر کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ جب بھی الحجون (پہاڑ) کے پاس سے گزرتی ہیں تو کہتی ہیں کہ اللہ (سیدنا) محمد پر صلوٰۃ نازل فرمائے' ہم آپ کے ساتھ یہاں پر اترے تھے' ان دنوں ہم ہلکے پھلکے تھے' ہمارے پاس سواریاں اور راستے میں کھانے کا خرچ بھی کم تھا' پس میں نے اور میری بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ اور فلاں نے اور فلاں نے (حج کو فسخ کرکے) عمرہ کیا' پس جب ہم نے کعبہ کو چھولیا تو ہم نے احرام کھول دیا' پھر پچھلے پہر ہم نے حج کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَوِ الْغَزْوِ

جب حج یا عمرہ یا جہاد سے واپس آئے تو کیا دعا کرے

۱۷۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ [illegible]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] یا حج سے یا عمرہ سے واپس آتے تو زمین کی ہر

كُلِّ شَرَفٍ مِّنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.

[اطراف الحدیث:۲۹۹۵۔۳۰۸۴۔۴۱۱۶۔۶۳۸۵]

بلند جگہ پر تین بار اللہ اکبر پڑھتے' پھر پڑھتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی سلطنت ہے' اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' ہم واپس آنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں' سجدہ کرنے والے ہیں' اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں' اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور اس نے تنہا کفار کے لشکروں کو شکست دی۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۸۳۰۔ج ۱۰ ص ۸۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سفر سے واپسی کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''انبون'' ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں' اس میں یہ ایہام (اشارہ) ہے کہ ہم اپنے وطن کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

''تائبون'' جو چیز شرعاً مذموم ہو' اس سے اس چیز کی طرف رجوع کرنا جو شرعاً محمود ہو۔

''حزم الاحزاب'' جس نے جنگ احزاب میں کفار کو شکست دی' احزاب سے مراد کفار کی وہ جماعتیں ہیں جنہوں نے اکٹھے ہو کر مدینہ پر چڑھائی کی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر کسی مقابلہ کے شکست دی' ان کے مقابلہ میں گھوڑے دوڑانے کی نوبت آئی نہ اونٹ دوڑانے کی۔

حج' جہاد یا کسی مبارک مہم سے واپس آنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کا شکر بجالانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے اور اس کی نعمت کا اقرار کرنا چاہیے اور اس کے سامنے خضوع اور عاجزی کرنی چاہیے اور جب آدمی حج' جہاد یا کسی مبارک مہم سے واپس آئے تو اس پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حج کے تمام افعال اور عبادات کو سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی اور دشمن کو شکست دینے میں اس کی مدد فرمائی اور صحت اور سلامتی کے ساتھ اس کو وطن واپس لوٹایا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دوسری نعمتیں جو عطا فرمائی ہیں' اس پر اس کی حمد کرنی چاہیے اور اس کا شکر بجالانا چاہیے کیونکہ جب بندہ اللہ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتا ہے اور اس کی نعمتوں پر اس کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ بندہ سے راضی ہوتا ہے' اس حدیث میں دعاء کے جو عربی کے کلمات ہیں وہ سب ہم وزن ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے دعا میں ہم وزن کلمات لانے سے جو منع فرمایا ہے' وہ تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے تا کہ بندہ کی توجہ الفاظ کے بنانے اور سنوارنے میں نہ رہے بلکہ وہ اخلاص کے ساتھ اپنے مقاصد بیان کرے۔

۱۳ - بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِيْنَ وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

جب حجاج مکہ میں آئیں تو ان کا استقبال کرنا اور ایک سواری پر تین آدمیوں کا سوار ہونا

۱۷۹۸ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث

بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، اِسْتَقْبَلَتْهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاٰخَرَ خَلْفَهُ.

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۵۔۵۹۶۶]

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آتے تو بنو عبد المطلب کے لڑکے آپ کا استقبال کرتے تو آپ ایک لڑکے کو اپنے آگے بٹھا لیتے اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔

(سنن نسائی: ۲۸۹۴، المعجم الکبیر: ۱۱۹۵۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۰، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۵۹۔ج ۴ ص ۱۲۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ مکہ میں بنو مطلب کے لڑکے آپ کا استقبال کرتے اور ایک سواری پر تین کے سوار ہونے کا ذکر بھی ہے کیونکہ آپ ایک لڑکے کو آگے بٹھا لیتے اور ایک کو پیچھے بٹھا لیتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلّی بن اسد ابو الہیثم (۲) یزید بن زریع (۳) خالد الحذاء (۴) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۸۷)

اس حدیث میں ''اغیلمۃ'' کا لفظ ہے یہ غلام کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: بچے نیز اس حدیث میں حج کے لیے مکہ میں آنے والوں کا استقبال کرنے کا ثبوت ہے، بچوں پر شفقت کرنے کا ثبوت ہے اور ایک سواری پر تین آدمیوں کے بیٹھنے کا ثبوت ہے۔

۱۴ - بَابُ الْقُدُوْمِ بِالْغَدَاةِ

مسافر کا صبح کے وقت آنا

۱۷۹۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِيْ، وَبَاتَ حَتّٰى يُصْبِحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن الحجاج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کی طرف جاتے تو درخت والی مسجد میں نماز پڑھتے اور جب واپس آتے تو ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے اور وہاں رات گزارتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۱۵ - بَابُ الدُّخُوْلِ بِالْعَشِيِّ

مسافر کا شام کو آنا

۱۸۰۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ، كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے گھر نہیں آتے تھے، آپ صبح آتے تھے یا شام کو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۲۸، الرقم المسلسل: ۴۸۵۵، سنن ابو داؤد: ۲۷۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۲۹۳۔

ج ١٩ ص ٢٨٣ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں رات کو گھر آنے کی ممانعت تنزیہی ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے وہ اچانک رات کو گھر آئے تو اسے کوئی ناپسندیدہ یا ناگوار چیز دکھائی دے۔

١٦ - بَابُ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهُ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

جب مدینہ پہنچے تو رات کو اپنے گھر میں داخل نہ ہو

١٨٠١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَطْرُقَ اَهْلَهُ لَيْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محارب از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو گھر آنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٣ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ مَنْ اَسْرَعَ نَاقَتَهُ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

جب مدینہ طیبہ پہنچے تو اپنی سواری کو تیز چلائے

١٨٠٢ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَاَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِيْنَةِ، اَوْضَعَ نَاقَتَهُ، وَاِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر سے آتے اور مدینہ کے راستوں کی بلندیاں دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز چلاتے اور اگر کوئی جانور ہوتا تو اس کو ایڑ لگاتے۔ امام بخاری نے کہا کہ الحارث بن عمیر نے از حمید یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ مدینہ طیبہ کی محبت سے اس کو تیز چلاتے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ جُدُرَاتٍ. تَابَعَهُ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ. [طرف الحدیث: ١٨٨٦]

ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از حمید از انس' انہوں نے کہا: آپ مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے۔ اس قول میں اسماعیل کی متابعت الحارث بن عمیر نے کی ہے۔

(سنن ترمذی: ٣٤٤١' سنن کبریٰ: ٤٢٤٨' صحیح ابن حبان: ٢٧١٠' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٦٠' شرح السنۃ: ٢٠١١' مسند احمد ج ٣ ص ١٥٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٦١٩۔ ج ٢٠ ص ٧١ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے: "درجات المدینۃ" اس سے مراد ہے: مدینہ کے بلند راستے' زیادہ مناسب "الجدرات" ہے یعنی مدینہ کی دیواریں' المستملی کی روایت میں "دوحات المدینۃ" یعنی مدینہ کے گھنے درخت۔

(عمدۃ القاری ج ١٠ ص ١٩٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٨ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ (البقرہ:١٨٩)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ:١٨٩)

اس باب میں اس آیت کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے۔

١٨٠٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا، كَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا حَجُّوْا فَجَاؤُوْا، لَمْ يَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ، وَلٰكِنْ مِّنْ ظُهُوْرِهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنْ قِبَلِ بَابِهٖ، فَكَاَنَّهٗ عُيِّرَ بِذٰلِكَ، فَنَزَلَتْ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ (البقرہ:١٨٩).

[طرف الحدیث: ۴۵۱۲] (صحیح مسلم: ۳۰۲۶، الرقم المسلسل: ۷۴۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے: یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی' انصار جب حج کر کے آتے تو وہ اپنے گھروں کے سامنے کے دروازوں سے نہیں آتے تھے لیکن پچھلے دروازوں سے آتے تھے' پس ایک انصاری اپنے گھر کے سامنے کے دروازہ سے آیا تو گویا اس کو عار دلائی گئی' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ:١٨٩)

حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں گھر کے دروازہ سے نکلنا اور اپنی رسم کو ترک کر دینا

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان البلخی المتوفی ۱۵۰ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جاہلیت اور اسلام میں' انصار میں سے جب کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتا اور وہ اپنے اہل کے ساتھ مقیم ہوتا تو وہ اپنے گھر کے دروازہ سے گھر میں داخل نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے گھر کے پیچھے ایک سیڑھی رکھی جاتی' وہ اس سیڑھی پر چڑھتا اور دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوتا اور بعض لوگ گھر کی دیوار میں نقب لگا کر گھر میں داخل ہوتے تھے اور اسی سے نکلتے تھے' اور اگر ان کا گھر خیمہ کا ہوتا تو وہ خیمہ کے پچھلے راستے سے نکلتے تھے۔

ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو النجار کی کھجوروں کے باغ میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی داخل ہوئے' وہ محرم تھے اور دیوار کی طرف سے داخل ہوئے تھے' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ سے نکلے حالانکہ آپ بھی محرم تھے تو حضرت قطبہ بھی دروازہ سے نکلے' پس ایک شخص نے کہا: یہ قطبہ دروازہ سے نکلا ہے حالانکہ یہ محرم ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہیں دروازہ سے نکلنے پر کس نے برانگیختہ کیا حالانکہ تم محرم ہو' تو انہوں نے کہا: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے دیکھا کہ آپ دروازہ سے نکلے ہیں حالانکہ آپ محرم ہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ نکلا اور میرا اور آپ کا دین ایک ہے' آپ نے فرمایا: میں دروازہ سے اس لیے نکلا کہ میں حمس میں سے ہوں' تو حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی احمسی ہوں اور میں آپ کی سیرت اور آپ کے دین سے راضی ہوں اور میں نے آپ کی سنت پر عمل کیا ہے' حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جواب دیا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید میں یہ آیت (البقرہ:١٨٩) نازل فرما دی۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۱ ص ۱۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اپنی عقل سے دین میں کوئی طریقہ نہیں نکالنا چاہیے

اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی عقل سے عبادت کے طور طریقے وضع کرنا جائز نہیں ہے' لوگ اپنی عقل سے عبادت کے طریقے وضع کر لیتے ہیں' پھر اس کی تائید میں دلائل شرعیہ تلاش کرتے ہیں اور جو اُن کے بنائے ہوئے طریقہ کے مطابق عبادت نہ کرے' اس کو لعنت ملامت کرتے ہیں' اسی کا نام احداث فی الدین اور بدعت سیئہ ہے' عبادت صرف اس طریقہ سے کرنی چاہیے جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کی ہے اور جس طرح آپ نے ہدایت دی ہے اور جماعت صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور اجلال کے لیے کوئی نیا کام کرنا مستحسن ہے

تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کے اظہار کے لیے کوئی ایسا کام کرنا جو پہلے مروج نہ ہو' مستحسن اور محمود ہے' جیسے ربیع الاوّل کے مہینہ میں آپ کی ولادت اور آپ کی سیرت اور آپ کے فضائل اور مناقب کو بیان کرنا' آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے آپ کے ذکر کی تعظیم کے لیے قیام کرنا اور آپ کی ولادت کی خوشی میں اس مہینہ میں کثرت سے صدقہ و خیرات کرنا' ان اُمور کو فرض یا واجب نہ قرار دیا جائے' جو نہ کرے اس کو ملامت نہ کی جائے اور ان اُمور میں اشتغال کی وجہ سے فرائض اور واجبات کو ترک نہ کیا جائے یا ان میں سستی اور تغافل نہ کیا جائے' ہمارے زمانہ میں افراط اور تفریط ہے' بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کے ان مظاہر کو شرک اور بدعت کہتے ہیں اور بعض لوگ صرف ان اُمور میں اشتغال کو ہی ذریعہ نجات سمجھ لیتے ہیں اور فرائض اور واجبات کو ترک کرتے ہیں یا ان کی پابندی نہیں کرتے اور ان میں بہت زیادہ سستی اور تغافل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہی ہر فریق کی اصلاح پر قادر ہے۔

ہم نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت میں جو عمل کیا جائے وہ مستحسن ہے' اس کی تائید میں یہ عبارت ہے۔ علامہ ابن ہمام محمد بن عبدالواحد حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں کا یہ عمل مستحسن ہے کہ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچتے ہیں تو سواری سے اتر کر پیدل چلتے ہیں حتیٰ کہ مدینہ طیبہ میں پیدل چلتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اور ہر وہ فعل جس کا ادب اور اجلال میں زیادہ دخل ہو' وہ مستحسن ہے۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۱۹ - بَابٌ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے

۱۸۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهِ. [اطراف الحدیث: ۳۰۰۱ـ ۵۴۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی ایک شخص کے اوپر اس کے کھانے اور پینے اور اس کے سونے میں رکاوٹ ڈال دیتا ہے' پس جب وہ اپنی مہم سے فارغ ہو جائے تو اسے جلدی اپنے گھر لوٹ کر جانا چاہیے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۲۷' الرقم المسلسل: ۴۸۵۴' سنن نسائی: ۹۱۴۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۲' سنن کبریٰ: ۸۷۸۴' صحیح ابن حبان: ۲۷۰۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۹' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۵۴۔ ۵۳' شرح السنۃ: ۲۶۸۷' سنن دارمی: ۲۶۷۰' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۹۰۴' مصنف عبدالرزاق: ۹۲۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۲۵۔ ج ۱۲ ص ۱۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سفر کے عذاب سے مراد تھکاوٹ ہے

اس حدیث میں فرمایا ہے: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' اس حدیث میں عذاب سے مراد وہ تھکاوٹ اور درد ہے جو سفر میں ہوتا ہے' اس کی تائید قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا. (الکہف: ٦٢) بے شک ہم نے اپنے اس سفر میں تھکاوٹ محسوس کی۔

سفر کی فضیلت میں بعض احادیث کی فنی حیثیت

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الکنانی المتوفی ۹۶۳ھ نے سفر کی فضیلت میں درج ذیل احادیث جمع کی ہیں:

امام دارمی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ سے روایت کی ہے: طاقتور اور خوش حال لوگوں کے ساتھ سفر کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ مسافر کے لیے کیا فضیلت ہے تو وہ سفر میں رہیں' بے شک اللہ مسافر پر ہر روز دو بار نظر (رحمت) فرماتا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا: امام مالک اور وکیع کی احادیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے' اور المیز ان میں مذکور ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی احمد بن یوسف المنجی ہے' وہ معروف نہیں ہے اور جھوٹی خبریں بیان کرتا ہے۔

(تنزیہ الشریعہ ج ۲ ص ۱۸۳۔۱۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

۲۰- بَابُ الْمُسَافِرِ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ يُعَجِّلُ اِلٰى اَهْلِهٖ

مسافر کو جب گھر پہنچنے کی جلدی ہو تو وہ کیا کرے؟

۱۸۰۵- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِطَرِيْقِ مَكَّةَ' فَبَلَغَهٗ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ' فَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ' فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ' جَمَعَ بَيْنَهُمَا' ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ کے ساتھ مکہ کے راستہ میں تھا' ان کو (اپنی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید کے سخت درد کی خبر پہنچی' وہ بہت تیزی سے چلے حتیٰ کہ شفق کے غروب ہونے کے بعد سواری سے اترے' پھر انہوں نے مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا' پھر کہا: میں نے دیکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد روانہ ہونا ہوتا تو آپ مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کا ذکر ہے' اس سے مراد جمع صوری ہے یعنی مغرب کو آخری وقت میں پڑھا جائے اور عشاء کو ابتدائی وقت میں پڑھا جائے۔

ابواب العمرہ سے یہاں تک چالیس احادیث مرفوعہ مذکور ہیں' جن میں سے چار معلق ہیں اور باقی موصول ہیں اور ان میں پانچ صحابہ کرام کے آثار ہیں۔

اب اس کے بعد ان شاء اللہ کتاب المحصر شروع ہو گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۷ - كِتَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ

محرم کو روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾ (البقرہ:۱۹٦).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: سو اگر تم کو (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے تو جو قربانی تم کو آسانی سے حاصل ہو وہ بھیج دو۔ (البقرہ:۱۹٦)

حصر اور احصار کا معنی

احصار کا معنی ہے: منع کرنا اور روکنا' یعنی آدمی جس طرح کوئی کام کرنا چاہتا ہو' اس کو اس کام سے روک دینا' کہا جاتا ہے: مرض نے کسی شخص کو اس کے کام سے روک دیا یا حاکم نے کسی شخص کو اس کے کام سے روک دیا۔

یہ آیت ٦ھ میں حدیبیہ کے سال نازل ہوئی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان مشرکین حائل ہو گئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ رخصت نازل کی کہ ان کے ساتھ جو ہدی ہے اور وہ ستر ہدی تھیں' وہ ان کو ذبح کر دیں اور اپنے احرام کو کھول دیں' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی ہدی کو ذبح کر دیں اور اپنے سروں کے بال منڈوالیں اور اپنے احرام کھول دیں' صحابہ نے اس پر عمل نہیں کیا کیونکہ وہ انتظار کر رہے تھے کہ شاید یہ حکم منسوخ ہو جائے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قیام گاہ سے باہر آئے اور آپ نے اپنی ہدی کو ذبح کیا اور اپنا سر منڈوالیا' پھر صحابہ نے بھی اس پر عمل کیا' بعض صحابہ نے اپنے بال کٹا لیے تھے اور سر نہیں منڈایا تھا' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لیے دو بار دعا کی: اللہ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائے اور تیسری بار دعا کی: اللہ سر کے بال کٹانے والوں پر رحم فرمائے' اور صحابہ اپنی ہدی میں مشترک تھے' ایک اونٹ میں سات صحابہ شریک تھے اور یہ ایک ہزار چار سو صحابہ تھے' اور یہ حدیبیہ میں ٹھہرے تھے جو حرم سے خارج تھا' ایک قول یہ ہے کہ وہ حرم کے کنارے پر تھا (تحقیق یہ ہے کہ حدیبیہ حرم میں داخل ہے)۔

احصار کی تعریف میں مذاہب ائمہ

عطاء بن ابی رباح' ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا ہے کہ مرض ہو یا دشمن ہو' یا کسی عضو کا ٹوٹنا ہو یا خوراک کا ختم ہونا ہو' ہر وہ چیز جس کی وجہ سے انسان بیت اللہ تک نہ پہنچ سکے' وہ حاصر ہے یعنی وہ روکنے والا ہے اور اس سے احصار ہو جاتا ہے اور یہی امام

ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور امام زفر کا مذہب ہے' حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

لیث بن سعد' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ احصار فقط دشمن کے روکنے سے ہوتا ہے اور مرض سے احصار ثابت نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۹۹۔ ۱۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْاِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ بِحَسْبِهٖ. عطاء نے کہا: احصار ہر چیز سے اس کے حسب حال ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ عطاء نے کہا: احصار مرض سے ہوتا ہے یا دشمن سے یا کسی روکنے والے سے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۳۷)

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿حَصُوْرًا﴾ (آل عمران: ۳۹) لَا يَاْتِي النِّسَاءَ. امام بخاری نے کہا: "حصور" وہ شخص ہوتا ہے جو عورتوں کے پاس نہ جائے۔

امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ○ (آل عمران: ۳۹) (اے زکریا!) بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے' جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے' سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے○

یحییٰ کے معنی ہیں: زندہ ہوتا ہے یا زندہ ہوگا' اللہ تعالیٰ نے ان کا نام یحییٰ رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کے ساتھ زندہ رکھا یا وہ کلمہ حق کہنے کی پاداش میں قتل کیے جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت زکریا کی بیوی نے حضرت مریم سے کہا: میں محسوس کرتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ تمہارے پیٹ کے بچہ کی طرف مائل ہوتا ہے' پھر حضرت زکریا کی بیوی کے ہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے اور حضرت مریم کے ہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ کے مصدق تھے' اس لیے اس آیت میں فرمایا: جو کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم سے کہتی تھیں کہ میں محسوس کرتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے' وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو تمہارے پیٹ میں ہے' حضرت یحییٰ نے اپنی ماں کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ کو سجدہ کر کے ان کی تصدیق کی' وہ سب سے پہلے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے تھے' حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے عمر میں بڑے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو سید فرمایا ہے' اس کا معنی ہے: وہ علم اور عبادت میں سردار تھے' قتادہ نے کہا ہے: وہ علم' حلم اور تقویٰ میں سردار تھے' مجاہد نے کہا ہے کہ سیّد کا معنی ہے: جو اللہ کے نزدیک کریم ہو' اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو "حصور" بھی فرمایا ہے' اس کا معنی ہے: جو عورتوں سے خواہش پوری نہ کرتا ہو' حضرت ابن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن یحییٰ بن زکریا کے سوا ہر آدمی کا کوئی نہ کوئی گناہ ہوگا۔ الحدیث

(جامع البیان جز ۳ ص ... دار المعرفہ بیروت' جامع البیان: ۵۴۰۹' ۱۴۲۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

١ - بَابُ إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ

جب عمرہ کرنے والے کو روک دیا جائے

اس باب کے عنوان سے امام بخاری نے امام مالک کے اس قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ احصار کی وجہ سے احرام کھول دینا صرف حج کے ساتھ خاص ہے اور عمرہ کرنے والا اپنے احرام پر برقرار رہے گا حتیٰ کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر لے کیونکہ پورا سال عمرہ کا وقت ہے' اس لیے اس کے فوت ہونے کا خطرہ نہیں ہے' بہ خلاف حج کے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ ابوقلابہ نے کہا: میں عمرہ کرنے کے لیے نکلا تھا' پس میں سواری سے گر گیا تو میری ٹانگ ٹوٹ گئی' پھر میں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی طرف کسی کو بھیج کر معلوم کرایا تو انہوں نے کہا کہ عمرہ کے لیے حج کی طرح معین وقت نہیں ہوتا' وہ اپنے احرام پر برقرار رہے حتیٰ کہ وہ بیت اللہ تک پہنچ جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٨٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' حِيْنَ خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ' قَالَ اِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ اَجْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتنہ کے زمانہ میں جب مکہ سے عمرہ کرتے ہوئے نکلے تو انہوں نے کہا: اگر مجھے بیت اللہ پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں اس طرح کروں گا جس طرح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تھا' پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

١٨٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ' عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ' وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَاهُ اَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ' فَقَالَا لَا يَضُرُّكَ اَنْ لَّا تَحُجَّ الْعَامَ' وَاِنَّا نَخَافُ اَنْ يُّحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ' فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ' فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَاْسَهُ' وَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ الْعُمْرَةَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ' اَنْطَلِقُ' فَاِنْ خُلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ' وَاِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهُ' فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ' ثُمَّ سَارَ سَاعَةً' ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا شَاْنُهُمَا وَاحِدٌ' اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ عبید اللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ' ان دونوں نے خبر دی کہ جس زمانہ میں حجاج کا لشکر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ آور ہوا' ان دونوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ پر کوئی حرج نہیں ہے اگر آپ اس سال حج نہ کریں کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان لشکر حائل ہو جائے گا' تو حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے تو کفار قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہدی (قربانی کے اونٹ) کو نحر کیا اور اپنا سر منڈوا لیا اور میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے' ان شاء اللہ میں جاؤں گا' پس اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان تخلیہ کیا گیا تو میں طواف کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ حائل ہوا تو میں اس طرح کروں گا جس طرح نبی

اَوْجَبْتُ حَجَّةً مَّعَ عُمْرَتِیْ، فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتّٰى حَلَّ يَوْمَ النَّحْرِ وَاَهْدٰى، وَكَانَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَطُوْفَ طَوَافًا وَّاحِدًا يَّوْمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور میں اس وقت آپ کے ساتھ تھا' پھر حضرت عبداللہ بن عمر نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا' پھر تھوڑی دور گئے' پھر کہا: حج اور عمرہ کا ایک ہی عمل ہے' میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے حج کے ساتھ اپنے عمرہ کو واجب کر لیا ہے' پھر انہوں نے ان دونوں کا احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ انہوں نے یوم النحر کو ہدی نحر کر کے احرام کھول دیا اور وہ کہتے تھے کہ وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولیں گے حتیٰ کہ جس دن وہ مکہ میں داخل ہوں تو ایک طواف (زیارت) کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۰۸ - حَدَّثَنِیْ مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ بَعْضَ بَنِیْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَهٗ لَوْ اَقَمْتَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بعض بیٹوں نے ان سے کہا کہ آپ اس (سال) ٹھہر جائیں تو اچھا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَدْ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَلَقَ رَاْسَهٗ، وَجَامَعَ نِسَاءَهٗ، وَنَحَرَ هَدْيَهٗ، حَتّٰى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از عکرمہ' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بیت اللہ سے) روک دیا گیا تھا' آپ نے اپنا سر منڈایا اور اپنی ازواج مطہرات سے عمل تزویج کیا اور اپنی ہدی کو نحر کیا حتیٰ کہ اگلے سال عمرہ کیا۔

اس حدیث سے فقہاء احناف نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص کو حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اس پر اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

۲ - بَابُ الْاِحْصَارِ فِی الْحَجِّ

حج میں روکنا

۱۸۱۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ، حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا، فَيُهْدِي أَوْ يَصُومُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ.

کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں ہے؟ اگر تم میں سے کسی شخص کو حج سے روک دیا جائے اور وہ بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کر لے، پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے گا حتیٰ کہ وہ اگلے سال حج کرے گا، پھر وہ ہدی روانہ کرے گا اور اگر اس کو ہدی نہیں ملی تو پھر وہ روزے رکھے گا، اور عبد اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از ابن عمر، اسی کی مثل۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٦٣٩ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٣ - بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

جس شخص کو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو وہ پہلے نحر کرے، پھر سر منڈائے

١٨١١ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از حضرت مسور رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے سے پہلے نحر کیا اور اپنے اصحاب کو اس کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٦٩٤ میں گزر گئی ہے۔

١٨١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيِّ قَالَ وَحَدَّثَ نَافِعٌ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ وَسَالِمًا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ. خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَمِرِينَ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بدر شجاع بن الولید نے خبر دی از عمر بن محمد العمری، انہوں نے کہا: اور نافع نے حدیث بیان کی کہ عبد اللہ اور سالم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا (آپ اس سال عمرہ پر نہ جائیں) تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو کفار قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر کیا اور سر منڈا لیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٦٣٩ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ مَنْ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ

جس نے یہ کہا کہ جس شخص کو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو، اس پر قضاء نہیں ہے

وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ شِبْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ

اور روح نے کہا از شبل از ابن ابی نجیح از مجاہد از حضرت ابن

مُّجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّمَا الْبَدَلُ عَلٰى مَنْ نَقَضَ حَجَّهٗ بِالتَّلَذُّذِ، فَاَمَّا مَنْ حَبَسَهٗ عُذْرٌ اَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ، وَاِذَا كَانَ مَعَهٗ هَدْىٌ وَّهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهٗ اِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ، وَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ.

عباس رضی اللہ عنہما کہ بدل (قضا) صرف اس شخص پر ہے جو لذت کے لیے (یعنی جماع کر کے) حج کو توڑ دے لیکن جس شخص کو کسی عذر نے (حج سے) روک لیا ہو دشمن روک لے یا کوئی بیماری ہو تو وہ احرام کھول لے اور قضا نہ کرے (یہ نفلی حج میں ہے فرض میں قضا لازم ہے) اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہو اور اس کو روک لیا گیا ہو تو وہ اس ہدی کو نحر کرے اگر وہ اس کو (حرم میں) بھیجنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اگر وہ اس کو حرم میں بھیجنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کو حرم میں بھیج دے اور اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک وہ ہدی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے۔

اس تعلیق کو امام اسحاق بن راھویہ نے اپنی تفسیر میں اسی سند کے ساتھ روح سے روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۰ فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۷)

احصار کی تعریف میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

امام بخاری کی مذکور الصدر تعلیق میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلیل ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جب کسی شخص کو دشمن حج یا عمرہ پر نہ جانے دے تو فقط اس سے احصار ثابت ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی بھی صورت میں اس کو حج یا عمرہ پر جانے سے روک دیا جائے تو اس سے احصار ثابت ہو جاتا ہے خواہ اس کو روکنے والا دشمن ہو یا کوئی مرض یا خوراک کا نہ ملنا ہو یا کوئی اور سبب ہو اور امام بخاری نے اس تعلیق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو کسی عذر نے (حج یا عمرہ سے) روک لیا ہو دشمن روک لے یا کوئی بیماری ہو تو وہ احرام کھول دے اور قضا نہ کرے۔

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند سے ایک حدیث ذکر کی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ حدیث درج ذیل ہے:

ابن ابی نجیح از مجاہد از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب کسی شخص کو روک دیا جائے تو وہ اپنی ہدی بھیج دے جب کہ وہ دشمن سے بچ کر بیت اللہ نہ پہنچ سکتا ہو اگر اس کو کوئی ایسا شخص مل جائے جو اس کی ہدی کو مکہ پہنچا دے تو وہ اس کے ساتھ ہدی کو مکہ بھیج دے اور ہدی والا اس سے وعدہ کرے کہ وہ فلاں دن ہدی کو ذبح کر دے گا اور جب وہ شخص مامون ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ حج اور عمرہ کرے اور اگر اس پر کوئی ایسی بیماری آ جائے جو اس کو حج پر جانے سے روک لے اور اس کے ساتھ ہدی نہ ہو تو جس جگہ اس کو روک دیا جائے تو وہ اسی جگہ احرام کو کھول دے اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہو تو وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ہدی اپنے محل میں نہیں پہنچ جاتی جب کہ اس نے ہدی بھیج دی ہو اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اگلے سال حج یا عمرہ کرے الّا یہ کہ وہ چاہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۹۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ دشمن کا روکنا بھی احصار ہے اور مرض کا روکنا بھی احصار ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

صحیح بخاری کی غلط روایت اور اس کی توجیہ میں حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حج کے لیے نکلے' یہ اسماعیلی نے کہا' یہ غلط ہے' یہ راوی کی غلطی ہے' یہ عمرہ کا واقعہ ہے نہ کہ حج کا' اس سے پہلے تمام روایات میں مذکور ہے کہ یہ حدیبیہ کے سال کا واقعہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عمرہ کے لیے نکلے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ ''خرج حاجًا'' کی تاویل ہے: ''خرج محرمًا'' یعنی آپ احرام باندھے ہوئے نکلے تھے' راوی نے غلطی سے ''محرمًا'' کو ''حاجًا'' سے تعبیر کر دیا' پھر اس کی دوسری تاویل یہ کی ہے کہ حج کا معنی قصد ہے' لہٰذا ''خرج حاجًا'' کا معنی ہے: ''خرج قاصدًا للبيت'' یعنی آپ بیت اللہ کا قصد کرتے ہوئے نکلے' اور معتمد یہ ہے کہ یہ عمرۃ الحدیبیہ کا واقعہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۲۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ اس کو مجاز پر محمول کرنا غلط ہے کیونکہ مجاز میں حقیقت اور مجاز کے درمیان علاقہ ضروری ہوتا ہے اور یہاں حج کرنے والے اور محرم یا بیت اللہ کا قصد کرنے والے میں کوئی علاقہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۶۔ ۲۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ یہاں پر علاقہ یعنی مناسبت موجود ہے کیونکہ پہلی تاویل کے مطابق حاج سے مراد مُحرِم ہے اور مُحرِم عام ہے خواہ وہ حج کا احرام باندھنے والا ہو یا عمرہ کا اور حاج (حج کرنے والا) خاص ہے' سو یہاں پر حقیقت اور مجاز میں عام اور خاص کا علاقہ ہے۔ ذکر خاص لفظ حاج کا ہے اور اس سے عام لفظ مُحرِم مراد ہے اور ایسا اکثر مجازات میں ہوتا ہے۔ دوسری تاویل کے مطابق حاج یعنی حج کرنے والے سے مراد بیت اللہ کا قصد کرنے والا ہے اور یہاں بھی عموم اور خصوص کا علاقہ ہے' حاج یعنی حج کرنے والا خاص ہے اور بیت اللہ کا قصد کرنے والا عام ہے خواہ وہ حج کی وجہ سے بیت اللہ کا قصد کرے یا عمرہ کی وجہ سے' سو یہاں پر ذکر خاص کا ہے اور اس سے مراد عام ہے۔

قرآن مجید میں بھی ایک آیت میں خاص کا ذکر ہے اور اس سے عام مراد ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء:٦٩)	اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے' جو انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی عمدہ رفقاء (ساتھی) ہیں ۝

اس آیت میں ''رفیق'' کا ذکر ہے اور اس سے مراد رفقاء ہیں اور ''رفیق'' کا لفظ واحد اور خاص ہے اور رفقاء کا لفظ جمع اور عام ہے اور اس آیت میں ذکر خاص یعنی رفیق کا ہے اور اس سے مراد عام یعنی رفقاء ہے' اسی طرح حج کرنے والا خاص ہے اور محرم یا بیت اللہ کا قصد کرنے والا عام ہے' سو ان دونوں کے درمیان عموم اور خصوص کا علاقہ ہے' اس لیے علامہ عینی کا یہاں علاقہ کی نفی کرنا صحیح نہیں ہے۔

اصول فقہ کی مشہور کتاب کشف الاسرار کے محشی محمد المعتصم باللہ البغدادی نے حقیقت اور مجاز کے درمیان پچیس علاقے ذکر کیے ہیں' ان میں سے دسواں علاقہ یہ ہے کہ ذکر خاص کا ہو اور اس سے مراد عام ہو۔ (کشف الاسرار ج ۲ ص ۱۱۳' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

تاہم مصنف کے نزدیک بھی صحیح بخاری کی اس روایت میں راوی عثمان بن موھب کی غلطی ہے اور یہ روایت غلط ہے کیونکہ

انہوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ حج کے لیے نکلے تھے حالانکہ آپ عمرہ کے لیے نکلے تھے اور حج اور عمرہ احرام کی دو قسمیں ہیں اور ایک دوسرے کی قسیم اور مقابل ہیں اور قسموں میں تضاد ہوتا ہے اور ایک چیز سے اس کی ضد کا ارادہ کرنا جائز نہیں جیسے آگ سے پانی کا ارادہ کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ دونوں بھی عنصر کی قسمیں اور متقابل اور متضاد ہیں' پس حج سے عمرہ کا ارادہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آگ بول کر اس سے پانی کا ارادہ کرے۔

نبی ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اجتہاد کرنا' زخمی شکار کو ذبح کیے بغیر کھانے کا جواز اور دیگر مسائل اور فوائد

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوقتادہ نے ان پر حملہ کر کے ایک گدھی کو زخمی کر دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلی روایات میں جس جنگلی گدھے کو زخمی کرنے کا ذکر تھا اس سے مراد بھی گدھی ہے۔ نبی ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت کو ساحل سمندر کے راستہ سے جانے کا حکم دیا تھا اور دوسرے صحابہ آپ کے ساتھ دوسرے راستے میں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہِ ملک کو چاہیے کہ جب وہ کسی سفر پر جائے تو شرکاء سفر کو مختلف ٹولیوں کی صورت میں روانہ کرے۔

حضرت ابوقتادہ نے اس جنگلی گدھی کو صرف زخمی کیا تھا' باقاعدہ ذبح نہیں کیا تھا' پھر اس کو پکا کر کھالیا' اس سے معلوم ہوا کہ شکار کو صرف زخمی کرنا کافی ہے' ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔

حضرت ابوقتادہ اور دیگر اصحاب نے اپنے اجتہاد سے اس شکار کو کھالیا حالانکہ ان میں محرم بھی تھے' بعد میں انہوں نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں صحابہ اجتہاد کرتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۶-۲۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٦ - بَابٌ اِذَا اَهْدٰى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَّحْشِيًّا حَيًّا لَّمْ يَقْبَلْ

جب محرم کو زندہ جنگلی گدھا ہدیہ کیا جائے تو وہ قبول نہ کرے

١٨٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ اَنَّهُ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَّحْشِيًّا، وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ، فَرَدَّهٗ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَاٰى مَا فِىْ وَجْهِهٖ قَالَ اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۷۳-۲۵۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت الصعب بن جثامہ اللیثی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مقام الابواء یا ودّان میں ایک جنگلی گدھا ہدیہ کیا' آپ نے ان کو وہ گدھا واپس کر دیا' پھر جب آپ نے دیکھا کہ ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہیں تو آپ نے فرمایا: ہم نے اس کو صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۱۹۳' الرقم المسلسل: ۲۷۳۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۷۳' سنن ترمذی: ۸۴۹' سنن نسائی: ۲۸۱۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۰' المنتقی: ۴۳۶' صحیح ابن حبان: ۳۹۶۹' المعجم الکبیر: ۷۴۳۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۱' شرح السنۃ: ۱۹۸۷' الاحاد والمثانی: ۹۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۰۳' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۸۰' سنن کبریٰ: ۸۶۲۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۲۳- ج ۲۶ ص ۳۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن شہاب الزہری (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۶) حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ یہ سرزمین حجاز میں ارض ودان میں رہتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت صعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شکار کیا ہوا جنگلی گدھا پیش کیا' جس کو آپ نے واپس کر دیا۔

غیر مُحرم کے کیے ہوئے شکار کو مُحرم کے لیے کھانے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے شعبی' طاؤس' مجاہد' ثوری اور ایک روایت کے مطابق امام مالک نے اس پر استدلال کیا ہے کہ جس شکار کو غیر محرم نے ذبح کیا ہو' اس کو محرم کے لیے کھانا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک غیر محرم نے جس کو شکار کیا ہو' اس کو محرم کے لیے کھانا حرام نہیں ہے' ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

معاذ بن عبدالرحمٰن بن عثمان التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہم محرم تھے' پھر حضرت طلحہ کے لیے ایک پرندہ ہدیہ کیا گیا' اس وقت وہ سوئے ہوئے تھے' ہم میں سے بعض لوگوں نے اس کو کھایا اور بعض لوگوں نے پرہیز کیا' جب حضرت طلحہ بیدار ہوئے تو انہوں نے ان کی موافقت کی جنہوں نے اس کو کھالیا تھا اور انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کو کھایا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹۷' الرقم المسلسل: ۲۷۴۹' سنن نسائی: ۲۸۱۳)

اس حدیث کی وجہ سے فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کو غیر محرم نے شکار کیا ہو' اس کو محرم کھا سکتا ہے خواہ غیر محرم نے محرم کے لیے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

عطاء نے کہا ہے کہ امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ جس جانور کو محرم کی وجہ سے شکار کیا گیا ہو' اس کو محرم کے لیے کھانا جائز نہیں ہے اور جس کو اس کے لیے شکار نہ کیا گیا ہو اس کو کھانا جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

از عمرو از المطلب از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے جب کہ تم خود اس کو شکار نہ کرو یا اس کو تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۵۱)

اس حدیث کو عمرو نے المطلب سے روایت کیا ہے' امام ترمذی نے کہا ہے کہ المطلب کا حضرت جابر سے سماع معروف نہیں ہے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا' اسی طرح ابوحاتم الرازی نے کہا ہے۔ امام ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ کثیر الحدیث ہے اور ان کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

امام نسائی نے کہا ہے کہ عمرو بن ابی عمرو حدیث میں قوی نہیں ہیں۔

اس باب کی حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جس کو غیر محرم' محرم کے لیے شکار کرے اس کو کھانا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی علامت کی بناء پر حکم لگانا جائز ہے [illegible] کی وجہ سے ہدیہ کو واپس کرنا جائز ہے اور اس

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ہدیہ واپس کیا جائے تو ہدیہ دینے والے کی دل جوئی کے لیے اپنا عذر بیان کر دینا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۵۲۔ ۲۵۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں ''ابواء'' کا ذکر ہے' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ ایک پہاڑ ہے' اور اس میں ودّان کا ذکر ہے' یہ الجحفہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۲۶' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٭ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۴۱۔ ج ۳ ص ۳۰۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① محرم کے لیے خشکی کے شکار کھانے میں مذاہب ائمہ ② احناف کا نظریہ ③ احناف کے دلائل ④ شوافع اور دوسرے ائمہ کی دلیل ⑤ حضرت صعب بن جثامہ کی روایت کا جواب۔

۷ - بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ
محرم کن جانوروں کو قتل کر سکتا ہے

اس باب میں ''الدّواب'' کا ذکر ہے' ''دابّۃ'' اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر از خود چلتی ہو' ''دابۃ'' کے آخر میں تاء مبالغہ کے لیے ہے اور اس کا اطلاق ہر مذکر اور مؤنث پر ہوتا ہے' پھر عرف میں اس کا اطلاق چوپایہ پر ہوتا ہے' جیسے گھوڑے' خچر اور گدھے' اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب میں کوے اور چیل کا ذکر ہے اور یہ چوپایوں میں سے نہیں ہیں اور اگر امام بخاری عنوان میں حیوان (جانور) لکھتے تو زیادہ صحیح تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب کی احادیث میں زیادہ تر ''الدّواب'' کا ذکر ہے' اس وجہ سے امام بخاری نے عنوان میں بھی ''الدّواب'' کا ذکر کیا ہے۔

۱۸۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِيْ قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ. [طرف الحدیث: ۳۳۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانوروں میں سے پانچ کو قتل کرنے کا محرم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث کی دوسری سند یہ ہے:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ.

از عبداللہ بن دینار از عبداللہ بن عمر کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

۱۸۲۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِيْ اِحْدٰى نِسْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از زید بن جبیر' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے تھے کہ مجھے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ محرم قتل کر دے......

مذکور السند احادیث مختصر ہیں' ان کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

۱۸۲۸ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہم کو اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی از یونس از ابن

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ اَلْغُرَابُ، وَالْحِدَاَةُ، وَالْفَارَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

شہاب از سالم انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانوروں میں سے پانچ ایسے ہیں جن کو قتل کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے: کوا' چیل' چوہا' بچھو اور کاٹنے والا کتا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۰' الرقم المسلسل: ۲۷۵۸' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۶' سنن ترمذی: ۸۳۸' سنن نسائی: ۲۸۳۲' مصنف عبد الرزاق: ۸۳۹۳' مسند الحمیدی: ۶۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۴۵۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۴۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۶۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۴۳۔ ج ۸ ص ۱۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مُحرم اور غیر مُحرم دونوں کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنے کا جواز اور ان پانچ کے علاوہ دیگر جانوروں کا بیان

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "غراب" کا ذکر ہے یعنی کوے کا' الموعب میں مذکور ہے کہ "غراب ابقع" وہ ہے جس کے سینہ میں سفیدی ہو' المحکم میں مذکور ہے کہ جس میں سیاہی اور سفیدی مخلوط ہو۔

اور اس حدیث میں دوسرے نمبر پر چیل کا ذکر ہے' اس کے بعد چوہے کا ذکر ہے اور اس کے بعد بچھو کا ذکر ہے اور آخر میں کاٹنے والے کتے کا ذکر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے اور جب محرم کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے تو غیر محرم کے لیے ان کو قتل کرنا بہ درجہ اولیٰ جائز ہے' اور ان پانچ میں حصر نہیں ہے کیونکہ امام ابوعوانہ نے اپنی مستخرج میں سانپ کا بھی ذکر کیا ہے اور امام ابن خزیمہ اور امام ابن المنذر نے بھیڑیے اور چیتے کا بھی ذکر کیا ہے اور امام ابن ماجہ کی روایت میں پھاڑنے والے درندے کا ذکر ہے' وہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سانپ' بچھو' پھاڑنے والے درندے' کاٹنے والے کتے اور فاسق چوہے کو محرم قتل کر دے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۸' سنن ترمذی: ۸۳۹)

حضرت ابوسعید خدری سے پوچھا گیا کہ آپ نے چوہے کو فاسق کیوں فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ سے بیدار ہو گئے' وہ چراغ کی بتی کو لے کر جا رہا تھا' جس کا انجام یہ تھا کہ گھر میں آگ لگ جاتی۔

کوے کی اقسام اور ان کے احکام

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ "غراب" (کوے) سے مراد وہ ہے جو مردار کھاتا ہے اور وہ "ابقع" ہے (جس کے سینہ میں سفیدی ہو)۔

امام ابویوسف نے اس پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں' ان کو حرم میں اور خارج از حرم میں قتل کر دیا جائے گا: (۱) سانپ (۲) غراب ابقع (وہ کوا جس کے سینہ پر سفیدی ہو) (۳) چوہا (۴) کاٹنے والا کتا (۵) اور چیل۔

(صحیح مسلم: ۱۱۹۸' سنن نسائی: ۲۸۲۶' سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۷)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جن روایات میں مطلقاً کوّے کا ذکر آیا ہے' یہ حدیث ان روایات کے لیے قید ہے' اسی وجہ سے ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ صرف اسی کوّے کو قتل کیا جائے گا' جس کے سینہ پر سفیدی ہوگی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہر کوے کو قتل کیا جائے گا خواہ اس کے سینہ پر سفیدی ہو یا نہ ہو' انہوں نے کہا ہے کہ ابقع (جس کے سینہ پر سفیدی ہو)' یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ عام طور پر کوّا ایسا ہی ہوتا ہے' اور کوّے کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ وہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء کرتا ہے اور ایذاء پہنچانے کی ابتداء صرف غراب ابقع ہی کرتا ہے اور جو ابقع کا غیر ہو' وہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء نہیں کرتا' اس لیے اس کو قتل کرنا مباح نہیں ہے' جیسے عقعق اور کھیت کا کوّا اور اس کو زاغ کہا جاتا ہے (یہ کوّا دانے وغیرہ کھاتا ہے' گندگی اور مردار نہیں کھاتا یا گندگی اور دانوں کو ملا کر کھاتا ہے' خالص گندگی نہیں کھاتا)' علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے' اس کے علاوہ جو باقی کوّے ہیں' وہ ابقع کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ حدیث میں جس کوّے کو قتل کرنے کا فرمایا ہے' اس سے مراد الغداف اور ابقع ہے کیونکہ یہ دونوں مردار کھاتے ہیں' رہا کھیت کا کوّا تو اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔

کوّے کی اقسام میں سے ایک کوّا عقعق ہے' اس کی شکل کوے کی طرح ہوتی ہے اور یہ جسامت میں کبوتر کے برابر ہوتا ہے' اس کو عقعق اس لیے کہتے ہیں کہ عقعق کا معنی ہے: کاٹنے والا اور یہ چوزوں کو کاٹتا ہے اور ان کو کھائے بغیر چھوڑ دیتا ہے۔

اور اس تفصیل سے کوّے کی ایک اور قسم معلوم ہوگئی' عرب اس کوّے کو منحوس قرار دیتے ہیں اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ جو شخص سفر کے لیے نکلا' پس اس نے عقعق کی آواز سنی اور (وہ اس آواز کو مؤثر حقیقی سمجھ کر) لوٹ آیا' اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

چیل کو قتل کرنے کے متعلق اقاویل فقہاء

چیل کو قتل کرنا جائز ہے خواہ محرم قتل کرے یا غیر محرم قتل کرے کیونکہ یہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء کرتی ہے اور لوگوں کے ہاتھوں سے گوشت جھپٹ کر لے جاتی ہے' امام مالک سے چیل اور کوّے کے متعلق ایک روایت ہے کہ ان کو صرف اس وقت قتل کیا جائے' جب یہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء کریں اور ان کا مشہور مذہب اس کے خلاف ہے' ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ کوّے اور چیل کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء نہ کریں' ابوبکر نے کہا ہے کہ اصل مذہب یہ ہے کہ جو پرندہ ایذاء دے' صرف اس کو قتل کیا جائے اور دوسرے جانوروں کو ابتداءً قتل کیا جائے۔

چوہے کو قتل کرنے کے متعلق اقاویل فقہاء

چوہے کو مطلقاً قتل کرنا جائز ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ النخعی نے محرم کو حرم میں چوہے کے قتل کرنے سے منع کیا ہے' باقی تمام علماء کے نزدیک محرم کے لیے چوہے کو قتل کرنا جائز ہے۔

الساجی نے ابراہیم النخعی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ محرم چوہے کو قتل نہ کرے' پس اگر محرم نے چوہے کو قتل کیا تو وہ اس کا فدیہ دے گا' یہ قول نص کے خلاف ہے اور تمام اہل علم کے اقوال کے خلاف ہے اور جب ابراہیم النخعی نے یہ کہا تو اہل کوفہ نے کہا ہے کہ ابراہیم النخعی کا اس سے زیادہ غلط قول اور کوئی نہیں تھا' بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ چھوٹے چوہے کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ ایذاء پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہر قسم کے چوہوں کو قتل کر دینا چاہیے کیونکہ ان کی وجہ سے طاعون ایسی مہلک بیماری پھیلتی ہے۔

بچھو کو قتل کرنے کے متعلق اختلافِ فقہاء

بچھو کو مطلقاً قتل کرنا جائز ہے حتیٰ کہ نماز کے دوران بھی اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ یہ ڈنک مارتا ہے' حماد بن ابی سلیمان اور حکم نے ذکر کیا ہے کہ محرم سانپ اور بچھو کو قتل نہ کرے' ان کی دلیل یہ ہے کہ سانپ اور بچھو حشرات الارض میں سے ہیں اور قاضی نے کہا ہے کہ سانپ اور بچھو کو قتل کرنے میں اختلاف نہیں ہے اور نہ اس میں اختلاف ہے کہ غیر محرم' حرم میں گرگٹ کو قتل کر سکتا ہے' ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ امام مالک اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حرم اور خارج از حرم میں سانپ' بچھو اور افعی کو قتل کرنا جائز ہے۔

کاٹنے والے کتے کو قتل کرنے کے متعلق اختلافِ فقہاء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کاٹنے والا کتا شیر کے حکم میں ہے' اور امام مالک سے روایت ہے کہ ہر وہ جانور جو لوگوں کو کاٹتا ہے اور ان پر حملہ کرتا ہے' وہ شیر اور چیتے کے حکم میں ہے اور جو درندے حملہ نہیں کرتے مثلاً لگڑ بگڑ یا بجو اور لومڑی وغیرہ ان کو محرم قتل نہ کرے اور اگر اس نے ان کو قتل کر دیا ہے تو وہ ان کا فدیہ دے گا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ مُحرِم اور غیر مُحرِم کے لیے کاٹنے والے کتے کو حرم میں اور خارج از حرم میں قتل کرنا جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور اوزاعی نے کہا ہے کہ اس سے مراد معروف کتا ہے اور بھیڑیے کو بھی اس کے ساتھ لاحق کیا ہے' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہر چیر نے پھاڑنے والا درندہ ہے اور امام مالک نے موطأ میں کہا ہے کہ ہر وہ جانور جو لوگوں پر حملہ کرے' ان کو کاٹے اور ان کو ڈرائے جیسے شیر' چیتا اور بھیڑیا وہ کاٹنے والے کتے کے حکم میں ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: اس حدیث میں کتے سے مراد خصوصیت کے ساتھ کتا ہے' اس حکم میں بھیڑیے کے سوا اور کوئی جانور کتے کے ساتھ لاحق نہیں ہوگا۔

کتے کو قتل کرنے کے متعلق شافعی علماء کے اقوال

جو کتا کاٹنے والا نہ ہو اور اس کو رکھنے کی اجازت نہ ہو' اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' قاضی حسین اور الماوردی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کو قتل کرنا حرام ہے' اور امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ اس کو قتل کرنا جائز ہے' علامہ نووی کا کلام اس مسئلہ میں مختلف ہے' شرح المہذب کی کتاب البیوع میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کتا محترم ہے' اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب التیمم اور کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ کتا غیر محترم ہے اور کتاب الحج میں لکھا ہے کہ کتے کو قتل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور یہ بہت شدید اختلاف ہے' علامہ رافعی نے صرف اس پر اقتصار کیا ہے کہ کتے کو قتل کرنا مکروہ ہے' علامہ نووی نے الروضۃ میں اس کی اتباع کی ہے اور اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کو قتل کرنا مکروہ تنزیہی ہے' جمہور نے یہ کہا ہے کہ ان پانچ جانوروں کے علاوہ دوسرے جانوروں کو بھی اس حکم کے ساتھ لاحق کیا جائے گا لیکن ان کا معنی میں اختلاف ہے' پس کہا گیا ہے کہ کتا موذی جانور ہے اور ہر موذی کو قتل کرنا جائز ہے' سو اس کو بھی قتل کرنا جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کتا ان جانوروں میں سے ہے جن کو کھایا نہیں جاتا' اسی بناء پر ہر وہ جانور جس کو قتل کرنا جائز ہے' اس کو حرم میں قتل کرنے پر کوئی فدیہ نہیں ہے' یہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے مذہب کا خلاصہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۵۸-۲۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۲۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ، كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ، يَقْتُلُهُنَّ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ، وَالْحِدَاَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَارَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور سب کے سب فاسق ہیں' ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے گا: کوا' چیل' بچھو' چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

[طرف الحدیث: ۳۳۱۴]

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۸ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۶۵۔ ج ۳ ص ۷۷ ۳۴ میں مذکور ہے۔ اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) موذی جانوروں کی تعداد (۲) موذی جانوروں کے قتل کرنے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب (۳) موذی جانوروں کے قتل میں احناف کا مذہب (۴) کوے اور کتے وغیرہ کو فاسق کہنے کی وجہ (۵) عام کوے اور زاغ (غراب زرع) میں فرق (۶) کوے کی اقسام اور عقعق کا حکم (۷) قرآن مجید سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت (۸) احادیث سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت (۹) بعض علماء کا عام کوے کو حلال کہنے میں تفرد۔

۱۸۳۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَارٍ بِمِنًى، اِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ (المرسلات:۱) وَاِنَّهُ لَيَتْلُوْهَا، وَاِنِّيْ لَاَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ، وَاِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا، اِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوْهَا. فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا. [اطراف الحدیث: ۳۳۱۷۔ ۴۹۳۰۔ ۴۹۳۱۔ ۴۹۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منٰی کے غار میں تھے' اس وقت آپ پر یہ سورۃ نازل ہوئی: "والمرسلٰت" (المرسلٰت:۱) آپ اس سورت کی تلاوت فرمار ہے تھے اور میں آپ کے منہ سے سن کر اس کو یاد کر رہا تھا' اور آپ کا منہ اس کی تلاوت کے ساتھ تر و تازہ تھا' اچانک ایک سانپ ہمارے اوپر کودا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل کر دو' ہم لوگ اس کو قتل کرنے کے لیے جھپٹے تو وہ نکل گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہاری مار کی زد سے اس طرح بچ گیا جس طرح تم اس کے ڈسنے سے بچ گئے۔

(صحیح مسلم: ۵۷۲۸۔ ۲۲۳۴' سنن نسائی: ۲۸۳۲' سنن کبریٰ: ۱۱۶۴۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۶۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۸' المعجم الکبیر: ۱۰۱۴۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۱۰' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۵۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۸۶۔ ج ۶ ص ۶۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سانپوں کو قتل کرنے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا: حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سانپوں کو بغیر کسی استثناء کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۴۹) اور دوسروں نے کہا ہے کہ گھروں میں رہنے والے سانپوں کو پہلے عہد سنایا جائے' اگر وہ اس کے بعد بھی گھروں میں رہیں تو پھر ان کو قتل کر دیا جائے' انہوں نے اس کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

نبی ﷺ نے فرمایا: مدینہ میں کچھ جنات ہیں جو اسلام لا چکے ہیں' اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو تین دن تک ان کو ڈراؤ' اس کے بعد اگر وہ تم کو دکھائی دیں تو پھر ان کو قتل کر دو' وہ شیطان ہیں۔ (صحیح مسلم:۲۲۳۶' سنن ابوداؤد:۵۲۵۷' سنن ترمذی:۱۴۸۴)

امام طبری نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کی یہ تمام احادیث حق اور صدق ہیں اور ان میں سے کوئی حدیث دوسری کے مخالف نہیں ہے اور نبی ﷺ سے بغیر کسی استثناء کے سانپوں کو قتل کرنے کی جو روایت ہے وہ مجمل ہے اور دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ گھروں اور آبادیوں میں رہنے والے سانپوں کو اعلان کرنے کے بعد قتل کیا جائے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جب تم اپنے گھروں میں ان میں سے کسی کو دیکھو تو کہو: میں تم کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو تم سے حضرت نوح نے لیا تھا' میں تم کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو تم سے حضرت سلیمان نے لیا تھا کہ تم ہم کو ایذاء نہ دینا' پھر اگر وہ دوبارہ آئیں تو ان کو قتل کر دو۔

(سنن ابوداؤد:۵۲۶۰' سنن ترمذی:۱۴۸۵)

ابن ابی ملیکہ نے حضرت عائشہ بنت طلحہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ایک دن اپنے غسل خانے میں ایک سانپ دیکھا' انہوں نے اس کو قتل کر دیا' وہ سانپ ان کے خواب میں آیا اور اس نے کہا: آپ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا' حضرت ام المؤمنین نے فرمایا: اگر وہ مسلمان ہوتا تو ام المؤمنین کے غسل خانہ میں داخل نہ ہوتا تو کہا گیا: وہ اس وقت داخل ہوا تھا جب آپ نے کپڑے پہنے ہوئے تھے' پس حضرت عائشہ گھبرا گئیں اور صبح کو انہوں نے مساکین میں بارہ ہزار درہم صدقہ کیے۔

ابن نافع نے کہا ہے کہ صرف مدینہ کے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو ڈرایا جائے گا جیسا کہ ظاہر حدیث میں ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ مدینہ ہو یا کوئی اور شہر ہو' ہر گھر میں رہنے والے سانپوں کو ڈرایا جائے گا اور مدینہ کے گھروں کے سانپوں کو ڈرانے کے لیے اعلان کرنا واجب ہے اور صحراء میں سانپوں کو نہیں ڈرایا جائے گا۔

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ ڈرانے کے لیے مدینہ اور غیر مدینہ برابر ہے کیونکہ ڈرانے کی علت جنات کا مسلمان ہونا ہے اور کسی مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ جن ہو یا انسان۔

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۵۷۱۹۔ ج۶ ص ۶۱۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: سانپ مارنے کے حکم کی تفصیل۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۴۴۔ ۴۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۳۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ فُوَيْسِقٌ. وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّمَا اَرَدْنَا بِهٰذَا اَنَّ مِنًى مِّنَ الْحَرَمِ' وَاَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ الْحَيَّةِ بَاْسًا. [طرف الحدیث:۳۳۰۶]

(صحیح مسلم:۲۲۳۹' الرقم المسلسل:۵۷۳۸' سنن ابن ماجہ:۳۲۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ کہ رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو ''فویسق'' کہا' اور میں نے یہ نہیں سنا کہ آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہو' امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا ہے کہ ہمارا اس حدیث کو روایت کرنے کا یہ مقصد ہے کہ منیٰ حرم میں ہے اور صحابہ سانپ کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

چھپکلی' بھڑ اور کوّے کو قتل کرنے اور اس کو کھانے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو فاسق فرمایا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ چھپکلی کاٹتی ہے جیسا کہ آپ نے باقی جانوروں کو فواسق فرمایا ہے اور الدراوردی نے از مالک از ابن شہاب از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۶۲)

امام مالک نے کہا ہے کہ چھپکلی کو حرم میں قتل نہ کرے' اگر اس کو حرم میں قتل کر دیا تو پھر کچھ صدقہ دے' ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے تو انہوں نے کہا کہ کتنی چیزوں کے قتل کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی ہے لیکن ان کو حرم میں نہیں قتل کیا جائے گا۔

ابن القاسم اور ابن وہب نے بیان کیا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ میرے نزدیک مُحرِم چھپکلی کو قتل نہ کرے کیونکہ یہ اس جنس سے نہیں ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر اس نے قتل کر دیا ہے تو وہ صدقہ دے اور محرم بندر کو اور خنزیر کو اور چھوٹے سانپ کو اور چھوٹے درندے کو قتل نہ کرے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ جن جانوروں کو مُحرِم کے لیے قتل کرنا جائز ہے' ان میں چھوٹے اور بڑے برابر ہیں اور ان کے قتل کرنے پر کوئی تاوان نہیں ہے' اور امام مالک نے الموطأ میں کہا ہے کہ محرم نقصان پہنچانے والے پرندوں کو قتل نہ کرے مگر جس پرندہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوّا اور چیل فرمایا ہے اور اگر ان کے علاوہ کسی پرندے کو قتل کیا تو اس پر فدیہ لازم ہے۔

اسماعیل نے کہا ہے کہ اہل مدینہ کا بھڑ (تطیّہ) میں اختلاف ہے' بعض نے اس کو سانپ اور بچھو کے مشابہ کہا ہے' اگر کسی انسان کے اوپر بھڑ آئے اور وہ اس کو دور کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے کا حکم دیتے تھے' عطاء نے کہا: امام احمد کے نزدیک اس میں کوئی تاوان نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ کوئی چیز کھلا دے۔

اسماعیل نے کہا ہے کہ کاٹنے والے کتوں کے پلّے ان کے حکم میں نہیں ہیں کیونکہ وہ کم عمری میں کسی کو کاٹتے نہیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ جانوروں کو فواسق فرمایا ہے اور فواسق وہ ہیں جو برا کام کریں اور ان پلّوں کا کوئی فعل نہیں ہوتا۔

ابن قتیبہ نے کہا: میری رائے میں کوّے کو اس لیے فاسق فرمایا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے حکم کے بغیر باہر نکلا اور مُردوں پر آیا اور اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کی۔

قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوّا فاسق ہے' لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: کیا کوّے کا گوشت کھایا جائے گا؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: نہیں! اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو فاسق فرما چکے ہیں تو اس کو کون کھائے گا' اللہ کی قسم! وہ طیّبات میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۸)

عمرہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ آیت تھی:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ. (الاعراف: ۱۵۷)

وہ (رسول) ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کریں گے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کریں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۴۵۔ ۴۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

"الوزغ" کا معنی گرگٹ ہے یا چھپکلی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

"الوزغ"، "وزغة" کی جمع ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ "الوزغ" ایک چوپایہ ہے جو گھاس کی جڑوں میں دوڑتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ اونٹنی کے تھن سے دودھ نکال کر اس کو پی جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جو آگ جلائی گئی تھی، یہ اس میں پھونک مار رہا تھا۔ الجوہری نے کہا ہے کہ "الوزغة" ایک چھوٹا سا چوپایہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ "الوزغة" کی یہ تفسیر گرگٹ پر صادق آتی ہے، دوسری تفسیر درج ذیل ہے، اس کے اعتبار سے اس کا معنی چھپکلی ہے۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ "الوزغة" کو ہی سام ابرص کہا جاتا ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) یہی تعریف صحیح ہے، یہ وہی ہے جو دیواروں اور چھتوں پر چلتی رہتی ہے، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: جب بیت المقدس کو آگ لگائی گئی تو چھپکلیاں اس میں پھونکیں مار رہی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا ہو۔ (میں کہتا ہوں کہ متعدد احادیث میں چھپکلی کو قتل کرنے کے حکم کی تصریح ہے۔)

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

چھپکلی کو قتل کرنے کے متعلق احادیث

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کا نام "فویسق" رکھا۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے پہلی ضرب میں چھپکلی کو قتل کر دیا، اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی اور جس نے دوسری ضرب میں چھپکلی کو قتل کیا، اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی جو پہلی ضرب میں قتل کرنے سے کم ہوں گی اور جس نے تیسری ضرب میں اس کو قتل کیا، اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی جو دوسری ضرب میں قتل کرنے سے کم ہوں گی۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۶۳، سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۹)

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے پہلی ضرب میں چھپکلی کو قتل کیا، اس کو ستر نیکیاں ملیں گی۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۶۴)

الفاکہہ بن المغیرہ کی باندی بیان کرتی ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں تو انہوں نے آپ کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا، انہوں نے پوچھا: اے ام المؤمنین! آپ اس نیزہ کے ذریعہ کیا کرتی ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم اس سے چھپکلیوں کو قتل کرتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو چھپکلی کے سوا ہر جانور اس آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور چھپکلی اس آگ میں پھونکیں مار رہی تھی، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۱)

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلیوں کو مارنے کا حکم دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۸، صحیح البخاری: ۳۳۰۷، صحیح مسلم: ۲۲۳۷، سنن نسائی: ۲۸۸۴)

❋ باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۵۷۰۶-۲، ج ۶ ص ۶۱۶ پر مذکور ہے اور اس کا عنوان ہے: گرگٹ کو مارنے اور اس پر اجر و ثواب ملنے کی حکمت۔

۸ - بَابٌ لَّا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

حرم کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ.

حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرم کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول امام بخاری نے اسی باب میں روایت کی ہے۔

۱۸۳۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَدِ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِي، وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ، أَنَّهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ، إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا، وَلَا فَارًّا بِدَمٍ، وَلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ. خُرْبَةٌ بَلِيَّةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابی شریح العدوی رضی اللہ عنہ انہوں نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا: اے امیر! مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو ایک قول سناؤں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل فتح مکہ کے دن فرمایا تھا' اس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا جب آپ نے اس کا ارشاد فرمایا تھا' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا ہے اور اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' پس کسی ایسے شخص کے لیے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو' یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون بہائے یا مکہ کے درختوں کو کاٹے' پس اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کرنے کی وجہ سے مکہ میں قتال کرنے کی اجازت پر استدلال کرے تو اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی اور تمہارے لیے اجازت نہیں دی اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے (قتال کی) اجازت دی تھی اور آج اس کی حرمت کل کی حرمت کی طرح لوٹ آئی ہے اور حاضر کو چاہیے کہ وہ یہ حدیث غائب کو پہنچا دے' پھر حضرت ابو شریح سے پوچھا گیا کہ آپ کو پھر عمرو نے کیا جواب دیا؟ انہوں نے بتایا کہ اس نے کہا: اے ابا شریح! میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں' بے شک حرم کسی نافرمانی کرنے والے کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس کو پناہ دیتا ہے جو کسی کا خون کر کے بھاگا ہو اور نہ اس کو جو چوری کر کے بھاگا ہو۔ ''خربۃ'' کا معنی آزمائش ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۹ - بَابٌ لَّا يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ

حرم کے شکار کو بھگایا نہ جائے

۱۸۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ وَاِنَّمَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا فَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُعَرِّفٍ. وَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا الْاِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا؟ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ. وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ اَنْ يُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ يَنْزِلُ مَكَانَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے مکہ کو حرم بنایا ہے پس مکہ مجھ سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال تھا نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا وہ میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اس کی سبز گھاس کو نہ کاٹا جائے نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے اور نہ اس کے شکار کو متنفر کیا جائے اور نہ اعلان کرنے والے کے سوا اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اذخر گھاس کی اجازت دے دیں وہ ہمارے سناروں کے کام آتی ہے اور ہماری قبروں میں رکھی جاتی ہے تو آپ نے فرمایا: اذخر کے سوا اور از خالد از عکرمہ انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھگانے کا کیا مطلب ہے؟ وہ یہ ہے کہ کوئی شخص شکار کو سائے کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ

مکہ میں قتال جائز نہیں ہے

وَقَالَ اَبُوْ شُرَيْحٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْفِكُ بِهَا دَمًا.

اور حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے بیان کیا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ مکہ میں خون نہ بہایا جائے۔

۱۸۳۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ افْتَتَحَ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا فَاِنَّ هٰذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهٗ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهٗ اِلَّا مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو آ جاؤ پس بے شک اللہ نے اس شہر میں (قتال کو) اس وقت حرام کیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا اور وہ اللہ کی حرمت سے قیامت تک کے لیے حرام ہے اور بے شک اس میں مجھ سے پہلے کسی کے لیے قتال حلال نہیں ہوا اور نہ میرے لیے حلال ہوا مگر صرف دن کی اس ساعت میں پس وہ اللہ کی حرمت سے قیامت

عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا. قَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ، قَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

تک کے لیے حرام ہے' نہ اس کا کانٹا کاٹا جائے گا اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اعلان کرنے والے کے سوا اس کی گری پڑی چیز کو' کوئی اٹھائے گا اور نہ اس کی سبز گھاس کو کاٹا جائے گا۔ حضرت عباس نے کہا: یا رسول اللہ! ماسوا اذخر کے' کیونکہ وہ ہمارے لوہاروں کے لیے ہے اور ہمارے گھروں کے لیے ہے' آپ نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا فصد لگوانا

وَكَوٰى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو (گرم لوہے سے بہ طور علاج) داغ لگایا اور وہ محرم تھے۔

عنوان میں فصد لگانے کا ذکر ہے اور اس تعلیق میں داغ لگانے کا ذکر ہے مگر یہ تعلیق اس اعتبار سے عنوان کے مناسب ہے کہ فصد کا لگانا اور داغ لگانا دونوں ضرورت کے وقت علاج کے طریقے ہیں' اس تعلیق کے مناسب حدیث موصول سنن سعید ابن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۳)

وَيَتَدَاوٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ طِيْبٌ.

اور محرم اس چیز سے علاج کر سکتا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

اس تعلیق کے مناسب حدیث موصول امام طبری نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ اگر مسافر کے سر پر چوٹ لگ جائے تو اگر زخم کے گرد بالوں کو کاٹ کر زخم پر ایسی دوا لگائے جس میں خوشبو نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۴)

۱۸۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ لَعَلَّهٗ سَمِعَهٗ مِنْهُمَا. [اطراف الحدیث: ۱۹۳۸-۱۹۳۹-۲۱۰۳-۲۲۷۸-۲۲۷۹-۵۶۹۱-۵۶۹۴-۵۶۹۵-۵۶۹۹-۵۷۰۰-۵۷۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا: پہلی حدیث جو میں نے عطاء سے سنی' وہ یہ تھی کہ وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فصد لگوائی اور اس وقت آپ مُحرم تھے' پھر میں نے عطاء کو یہ کہتے ہوئے سنا: مجھے طاؤس نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس' میں نے دل میں کہا: شاید انہوں نے ان دونوں سے وہ حدیث سنی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۲' الرقم المسلسل: ۲۷۷۴' سنن ابوداؤد: ۱۸۳۵' سنن ترمذی: ۸۴۰' سنن نسائی: ۲۸۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) طاؤس الیمانی (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۴)

محرم کے فصد لگوانے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لیے فصد لگوانا مطلقاً جائز ہے۔عطاء' مسروق' ابراہیم' طاؤس' شعبی' ثوری اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے' انہوں نے ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ بہ شرطیکہ اس سے محرم کے بال نہ کٹیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور امام مالک نے یہ کہا ہے کہ بغیر ضرورت کے محرم فصد نہ لگوائے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ضرر کی وجہ سے فصد لگوائی تھی۔اس سلسلہ میں یہ احادیث بھی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم تھے اور آپ نے فصد لگوائی تھی کیونکہ آپ کے سر میں کوئی تکلیف یا بیماری تھی۔(صحیح البخاری:۵۷۰۰' سنن ابوداؤد:۱۸۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم تھے اور آپ نے اپنے قدم کی پشت پر فصد لگوائی' کیونکہ اس میں درد تھا۔(سنن ابوداؤد:۱۸۳۷' سنن نسائی:۲۸۴۹' سنن ترمذی:۳۴۸)

اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ محرم کے لیے اپنے سر کے بال مونڈنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ یوم النحر کو جمرۃ العقبہ پر کنکریاں نہ مارلے' اِلَّا یہ کہ اس کو کوئی ضرورت ہو اور اگر اس نے کسی ضرورت کی وجہ سے بال مونڈے تو اس پر فدیہ لازم ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا۔اگر محرم اپنے بال نہ مونڈے اور صرف رگ کو کٹوائے یا کسی پھنسی کو دبا کر اس کا مواد نکالے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک اس پر کوئی تاوان نہیں ہے سوائے حسن بصری کے' انہوں نے کہا ہے کہ اس پر فدیہ ہے۔

فصد لگوانے کی متعدد اقسام اور وجوہ

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ فصد لگوانے کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ قسم ہے جس میں بال مونڈنے کی ضرورت ہے' اس فعل پر وہ فدیہ دے گا' اور اصل میں یہ اس حدیث کی وجہ سے جائز ہے اور بال مونڈنے کی وجہ سے اس پر فدیہ ہوگا' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ. (البقرہ:۱۹۶)

پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں سر کے بالوں کے علاوہ بال منڈانے کی ضرورت پڑے' اس میں بھی فدیہ دے گا' عبد الملک نے المبسوط میں کہا ہے کہ سر کے بال اور جسم کے بال برابر ہیں' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے' اہل الظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ صرف سر کے بال منڈانے پر فدیہ ہے اور اگر ایسی جگہ پر فصد لگائی جائے جہاں بال مونڈنے کی ضرورت نہ ہو تو اگر اس کی ضرورت ہو تو یہ جائز ہے اور اس پر فدیہ نہیں ہے اور اگر بغیر ضرورت کے فصد لگوائے تو امام مالک نے اس سے منع کیا ہے اور سحنون مالکی نے اس کی اجازت دی ہے اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✱ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۱۱۔ ج ۳ ص ۳۱۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

پچھنے لگوانے میں مذاہب۔

١٨٣٦ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ إِحْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، بِلَحْيِ جَمَلٍ فِيْ وَسَطِ رَأْسِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از علقمہ بن ابی علقمہ از عبدالرحمان الاعرج از حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لَحْیِ جَمَل (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) میں اپنے سر کے وسط میں فصد لگوائی۔

[طرف الحدیث: ۵۶۹۸]

(صحیح مسلم: ۱۲۰۳' الرقم المسلسل: ۲۷۷۵' سنن نسائی: ۲۸۴۷' سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خالد بن مخلد البجلی' الواقدی نے کہا: یہ محرم ۲۱۳ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب' ان کو ابو محمد القرشی التیمی بھی کہا جاتا ہے (۳) علقمہ بن ابی علقمہ' ان کا نام بلال ہے' یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے' یہ ابوجعفر کی خلافت کی ابتداء میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبدالرحمان بن هرمز الاعرج (۵) حضرت عبداللہ بن بحینہ' یہ عبداللہ بن مالک القشب ہیں اور بحینہ ان کی ماں ہیں' یہ الارت کی بیٹی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۶)

''لحی جمل'' کا محل وقوع اور دیگر مسائل

اس حدیث میں ''لحی جمل'' کا ذکر ہے: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے' یہ جگہ مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔ البکری نے لکھا ہے: یہ جمل کا کنواں ہے' اس کا ذکر ابوجہم کی حدیث میں ہے جو تیمم میں گزر چکی ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ السقیاء سے سات میل پر الجحفۃ کے پیچھے ہے' اس میں اور بھی اقوال ہیں۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ محرم کے لیے رگ سے خون نکلوانا جائز ہے اور پھنسی کو دبا کر اس سے خون نکالنا بھی جائز ہے جب کہ اس سے کسی ممنوع کام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے اور اس میں کوئی فدیہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۷-۲۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۲- ج ۳ ص ۳۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٢ - بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ — مُحرِم کا عقد نکاح کرنا

اس باب میں محرم کے نکاح کا مسئلہ مذکور ہے' امام بخاری نے عنوان میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں' بہ ظاہر یہ حدیث جواز پر دلالت کرتی ہے گویا کہ امام بخاری کے نزدیک اس سے ممانعت ثابت نہیں اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

١٨٣٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالمغیرہ عبدالقدوس بن الحجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن ابی رباح نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ

مُحْرِمٌ. [اطراف الحدیث:۴۲۵۸-۴۲۵۹-۵۱۱۴] رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور آپ اس وقت محرم تھے۔

(صحیح مسلم:۱۴۱۰' الرقم المسلسل:۳۳۴۱' سنن ترمذی:۸۴۵' سنن نسائی:۳۲۶۹' سنن ابن ماجہ:۱۹۶۵' المعجم الکبیر:۱۱۹۱۹' صحیح ابن حبان:۴۱۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۵ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۰۰- ج ۴ ص ۷۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تعارف ہو چکا ہے' اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور اس وقت آپ مُحرِم تھے۔

مُحرِم کے نکاح کرنے کے جواز میں اختلاف ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
جمہور علماء مدینہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا تھا جب آپ غیر محرم تھے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' اہل مدینہ یہ کہتے ہیں کہ محرم کسی سے نکاح نہ کرے' اگر اس نے نکاح کیا تو وہ نکاح باطل ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابورافع اور ایک انصاری رضی اللہ عنہما کو بھیجا' انہوں نے آپ کا حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عمرہ کے لیے) روانہ ہونے سے پہلے مدینہ میں تھے۔ (موطأ امام مالک- باب نکاح المحرم- حدیث:۶۹- ج ۱ ص ۲۲۶' المکتبۃ التوفیقیہ' سنن ترمذی:۸۴۲)

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ نے ابان بن عثمان کی طرف پیغام بھیجا اور ابان اس وقت حج کے امیر تھے اور وہ دونوں محرم تھے' انہوں نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں طلحہ بن عمر کا شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے نکاح کر دوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس نکاح کی تقریب میں شرکت کریں' ابان نے اس پر انکار کیا اور کہا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ محرم نہ خود نکاح کرے گا اور نہ کسی کا نکاح کرے گا اور نہ نکاح کا پیغام دے گا۔ (موطأ امام مالک- کتاب الحج- باب نکاح المحرم- حدیث:۷۰' صحیح مسلم:۱۴۰۹' سنن ابوداؤد:۱۸۴۱' سنن ترمذی:۸۴۰' سنن نسائی:۲۸۴۲' سنن ابن ماجہ:۱۹۶۶)

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابوغطفان بن طریف المری نے بیان کیا کہ ان کے والد طریف نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ اس وقت محرم تھے تو حضرت عمر بن الخطاب نے ان کے نکاح کو رد کر دیا۔
(موطأ امام مالک- کتاب الحج- باب نکاح المحرم- حدیث:۷۱' امام مالک اس روایت میں منفرد ہیں)

امام مالک از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ محرم نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے' اپنا نہ دوسرے کا۔ (موطأ امام مالک- کتاب الحج- باب نکاح المحرم- حدیث:۷۲' اس حدیث کی روایت میں بھی امام مالک منفرد ہیں- ج ۲ ص ۲۲۶' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: الثوری اور فقہاء احناف کا یہ مذہب ہے کہ محرم کے لیے اپنا نکاح کرنا بھی جائز ہے اور دوسروں کا نکاح کرانا بھی جائز ہے اور یہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا موقف ہے۔
امام طبری نے یہ کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محرم کا نکاح فاسد ہے اور اس نکاح کو فسخ کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکاح سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' اس کے معارض دوسرے صحابہ کی وہ احادیث ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا' اس وقت آپ غیر محرم تھے' اور وہ احادیث جن میں یہ ذکر ہے کہ آپ اس وقت محرم تھے' ان احادیث سے اولیٰ اور ان پر راجح نہیں ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کی تائید میں محرم کے نکاح کے جواز کے ثبوت میں احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ محرم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نکاح کرے نہ دوسرے کا' نہ نکاح کا پیغام دے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ محرم نکاح کرے لیکن وہ اپنی بیوی سے عمل تزویج نہیں کرسکتا حتیٰ کہ وہ احرام کھول کر حلال ہو جائے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' سو آپ تین دن مکہ میں ٹھہرے' پھر آپ کے پاس حوطب بن عبدالعزیٰ تیسرے دن قریش کی جماعت میں سے آپ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جتنی مدت کی مہلت دی تھی' وہ پوری ہو چکی ہے اب آپ ہمارے پاس سے چلے جائیں' تو آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے اتنا وقت گزارنے دو کہ میں تمہارے درمیان شب زفاف گزارلوں اور ہم کھانا پکائیں اور تم بھی اس میں شریک ہو تو اس میں تمہیں کوئی حرج نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے' آپ چلے جائیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ روانہ ہو گئے اور آپ نے مقام سرف (مکہ سے دس میل دور ایک جگہ) میں شبِ زفاف گزاری۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۲۱' صحیح البخاری: ۱۸۳۷' صحیح مسلم: ۱۴۱۰' سنن نسائی: ۳۲۶۹' سنن ترمذی: ۸۴۵' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۱۔ ۳۶۰۔ ۳۵۴۔ ۳۵۱۔ ۳۴۶۔ ۳۳۶۔ ۳۳۳۔ ۳۳۰۔ ۳۲۴۔ ۲۸۶۔ ۲۸۵۔ ۲۸۳۔ ۲۷۵۔ ۲۷۰۔ ۲۶۶۔ ۲۴۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۹)

محرم کے نکاح کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے مزید دلائل

امام ابوجعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ پہلے قول کے قائلین (ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین) نے کہا: تمہارا متبع کون ہے؟ جب کہ ابورافع اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ اس وقت غیر محرم تھے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور آپ نے ان سے شب باشی کی اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور میں ان کے درمیان پیغام رساں تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۱' سنن ترمذی: ۸۴۲' مسند احمد: ۶۹۳)

از یزید بن الاصم حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے واپسی پر مجھ سے مقام سرف

میں نکاح کیا اور اس وقت ہم دونوں غیر محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۴ صحیح مسلم: ۱۴۱۱ سنن ابوداؤد: ۱۸۴۳ مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵-۳۳۳-۳۳۲)

ائمہ ثلاثہ کی تائید میں حضرت میمونہ کی حدیث کا مرجوح ہونا

حضرت میمونہ کی حدیث یزید بن الاصم سے مروی ہے اور جعفر بن برقان نے از میمون بن مہران روایت کیا ہے کہ یہ یزید بن الاصم کا قول ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں ہے اور نہ یہ حدیث کسی اور سے مروی ہے اور جنہوں نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو اس وقت آپ مُحرم تھے وہ اس کو زیادہ جاننے والے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے زیادہ ثقہ اصحاب سعید بن جبیر عطاء طاؤس مجاہد عکرمہ اور جابر بن زید ہیں اور یہ سب ائمہ اور فقہاء ہیں اور ان کی روایات اور ان کی آراء سے استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح ان میں عمرو بن دینار ایوب السختیانی اور عبداللہ بن نجیح ہیں اور یہ بھی ایسے ائمہ ہیں جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

محرم کے نکاح کے جواز میں عقلی دلیل

امام طحاوی نے اس مسئلہ پر عقلی دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ روزہ دار اور معتکف ان میں سے ہر ایک پر جماع کرنا حرام ہے لیکن روزے اور اعتکاف کی وجہ سے عقد نکاح حرام نہیں ہے اسی طرح محرم پر بھی جماع حرام ہے لیکن اس پر عقد نکاح حرام نہیں ہے سو اس باب میں نظر کا بھی تقاضا ہے کہ محرم پر عقد نکاح حرام نہیں ہونا چاہیے اور یہی امام ابوحنیفہ امام یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان کی تائید میں صحابہ کرام کے حسب ذیل آثار ہیں:

محرم کے نکاح کے جواز میں آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاویٰ

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۷ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۱۷ مجلس علمی بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۸ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۲۲ مجلس علمی بیروت)

محمد بن ابی بکر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے محرم کے نکاح کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ عقد تو بیع کی طرح ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۳۹)

فقہاء تابعین میں سے جابر بن زید عطاء ابراہیم النخعی عبدالرحمان بن القاسم حماد قتادہ عکرمہ اور مسروق اس کے قائل تھے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۹۲-۹۰ مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

روایتِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وجوہ ترجیح از مصنف

نیز اس مسئلہ میں قوی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر دو حدیثیں ہیں ایک حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو آپ محرم تھے دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ جب آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تھا تو آپ غیر محرم تھے پہلی حدیث کو حسب ذیل وجوہ سے ترجیح ہے:

(۱) پہلی حدیث صحیح بخاری کی روایت ہے اور دوسری حدیث صحیح مسلم سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی وغیرہ کی روایت ہے اور صحیح بخاری کی روایت کو دیگر کتب حدیث کی روایت پر ترجیح ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث کو صحیح مسلم سنن ترمذی سنن نسائی اور

سنن ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۲) پہلی حدیث' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس گھر کے آدمی ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں اور حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں اور حضرت ابورافع غیر اور باہر کے آدمی ہیں اور نکاح کے معاملہ کو گھر کا آدمی باہر کے آدمی کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے' اس لیے حضرت ابن عباس کی روایت حضرت ابورافع کی روایت سے اس لحاظ سے بھی راجح ہے اور قوتِ سند کے اعتبار سے بھی راجح ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس کی روایت میں اس واقعہ کا ثبوت ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے اور حضرت ابورافع کی روایت میں اس واقعہ کی نفی ہے اور جب کسی واقعہ کے ثبوت اور اس واقعہ کی نفی کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے' اس اعتبار سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت حضرت ابورافع کی روایت پر راجح ہے۔ ترجیح کی ان تین وجوہ میں سے پہلی دو وجوہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کی ہیں اور یہ مجھ پر نعمۃ الباری ہے۔

وللّٰه الحمد علٰی ذالك.

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۴۸۔ ج ۳ ص ۸۱۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① محرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ ② امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر علامہ نووی کے اعتراضات ③ علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات۔

۱۳ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم اور محرمہ کو خوشبو لگانے کی ممانعت

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ اَوْ زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ محرمہ ایسا کپڑا نہ پہنے جو ورس (خوشبودار بوٹی جس سے زرد رنگ نکلے) یا زعفران سے رنگا ہوا ہو۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۳ پر مذکور ہے۔

۱۸۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَاذَا تَاْمُرُنَا اَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْاِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيْصَ، وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا الْبَرَانِسَ، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدٌ لَيْسَتْ لَهٗ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوْا شَيْئًا مَسَّهٗ زَعْفَرَانٌ وَّلَا الْوَرْسُ، وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. تَابَعَهٗ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَاِسْمَاعِيْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں احرام میں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم قمیص نہ پہنو اور شلواریں نہ پہنو اور عمامے نہ پہنو اور کنٹوپ نہ پہنو تاہم اگر کسی شخص کے پاس دو جوتے نہ ہوں تو وہ دو موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اور تم کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جو ورس یا زعفران سے رنگا ہوا ہو اور جو عورت محرمہ وہ نقاب نہ ڈالے اور دستانے نہ پہنے۔ موسیٰ بن عقبہ

بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ وَجُوَيْرِيَةُ وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ وَالْقُفَّازَيْنِ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَلَا وَرْسٌ. وَكَانَ يَقُولُ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ. وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن اسحاق نے نقاب اور دستانوں میں لیث کی متابعت کی ہے اور عبید اللہ نے کہا کہ ورس میں نہ رنگا ہو اور وہ کہتے تھے کہ محرمہ نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے اور امام مالک نے کہا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: محرمہ نقاب نہ ڈالے۔ اور لیث بن ابی سلیم نے امام مالک کی متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الحکم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک محرم شخص کو اس کی اونٹنی نے گرادیا سو اس کو ہلاک کر دیا پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ نے فرمایا: اس کو غسل دو اور اس کو کفن پہناؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو اور نہ اس کے قریب خوشبو لاؤ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم حمام میں داخل ہو سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم محرم کے کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

۱۸۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْعَبَّاسِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از ابراہیم بن عبداللہ بن حنین از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ کا مقام ابواء میں اختلاف ہوا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور نے کہا: محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا پس مجھے حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کی

يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ، أَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ أَبُوْ أَيُّوْبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتّٰى بَدَا لِي رَأْسُهُ، ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اُصْبُبْ، فَصَبَّ عَلٰى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، وَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

طرف بھیجا تو میں نے دیکھا کہ وہ کنویں کی دو لکڑیوں کے درمیان نہا رہے ہیں' اور انہوں نے ایک کپڑے سے پردہ کیا ہوا ہے' میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں عبداللہ بن حنین ہوں' مجھے آپ کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس نے بھیجا ہے' میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب محرم ہوتے تھے تو اپنا سر کس طرح دھوتے تھے؟ تو حضرت ایوب نے اپنا ہاتھ پردہ پر رکھا' پھر اس کو اتنا نیچا کیا حتیٰ کہ مجھے ان کا سر دکھائی دیا' پھر ایک شخص سے کہا جو ان پر پانی ڈال رہا تھا کہ پانی ڈالو' پس اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا' پھر دونوں ہاتھوں سے انہوں نے سر کو ہلایا' سر کو آگے لے گئے اور پیچھے لائے اور کہا: میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۵' الرقم المسلسل: ۲۷۷۸' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۰' سنن نسائی: ۲۶۶۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۴' مسند الحمیدی: ۳۷۹' سنن دارمی: ۱۷۹۳' المنتقیٰ: ۴۴۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۵۰' المعجم الکبیر: ۳۹۷۷' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۶' مسند احمد: ۲۳۵۲۹۔ ج ۳۸ ص ۵۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

محرم کے سر دھونے میں ائمہ کا اختلاف' صحابہ کا فقہی مسائل میں اختلاف کرنا اور مسئلہ کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرنا

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا جیسے حضرت مسور اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مُحرِم کے سر دھونے میں اختلاف ہوا اور وہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے تھے' پھر اس کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے جیسے انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری کی طرف رجوع کیا اور انہوں نے محرم کے سر دھونے کے متعلق حدیث بیان کی۔

حضرت ابوایوب ایک کپڑے سے پردہ کر کے نہا رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ نہانے والے کو پردہ میں نہانا چاہیے۔

ایک شخص حضرت ابوایوب پر پانی ڈال رہا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں محفوظ طریقہ سے کسی سے مدد لینا جائز ہے۔

عبداللہ بن حنین نے ان کو سلام کر کے اپنا مسئلہ پیش کیا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص غسل کر رہا ہو' اسے سلام کرنا اور اس سے دین اور شریعت کے متعلق باتیں کرنا جائز ہے۔ (نوٹ: آج کل کے اٹیچڈ باتھ روم (Attached Bath Room) میں دینی مسائل نہیں پوچھنے چاہئیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

جب حضرت مسور اور حضرت عبداللہ بن عباس میں اختلاف ہوا تو انہوں نے حضرت ابوایوب سے مسئلہ کا حل معلوم کرایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب دو عالموں میں اختلاف ہو تو کسی تیسرے بڑے عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس میں حیاء اور انا کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے۔

اپنے بدن کو ہاتھوں سے مل مل کر دھو رہے تھے۔

محرم کے سر دھونے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک محرم کا سر دھونا جائز ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی محرم کا سر دھونا جائز ہے اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک محرم کے سر دھونے کو مکروہ کہتے تھے' اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احتلام کے سر نہیں دھوتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۵۔ ج ۳ ص ۳۶۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:
① محرم کے غسل کے متعلق مسائل اور احکام ② محرم کا خوشبودار صابن سے غسل اور شیمپو سے سر دھونے کا حکم۔

۱۵ - بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو پہن لے

۱۸٤۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ مَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ' وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ لِلْمُحْرِمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں خطبہ دے رہے تھے کہ جس کو دو جوتے نہ ملیں وہ دو موزے پہن لے اور جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے' یہ حکم محرم کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۰ میں گزر چکی ہے' البتہ بعض الفاظ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

اگر محرم کو تہبند دستیاب نہ ہو اور وہ شلوار پہن لے تو آیا اس پر فدیہ لازم ہوگا یا نہیں؟

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جب مُحرم کو تہبند نہ ملے تو اس کے لیے شلوار پہننا جائز نہیں ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ جب مُحرم کو تہبند نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ عطاء' ثوری' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابو ثور نے کہا ہے: وہ شلوار پہن لے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب مُحرم نے شلوار پہنی تو اس پر فدیہ واجب ہے' خواہ اس کو تہبند ملا ہو یا نہ ملا ہو' تاہم وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند بنا لے۔ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے' آپ کا یہ ارشاد اس صورت پر محمول ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح پہن لے' جس طرح موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر ان کو جوتوں کی جگہ پہنا جاتا ہے (گویا اس ارشاد میں مطلق مقید پر محمول ہے) اور جب حدیث سے اس معنی کا ارادہ کیا جائے گا تو اس حدیث کی مخالفت لازم نہیں آئے گی بلکہ اس حدیث میں تاویل ہوگی۔

اور نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ جب محرم کو تہبند میسر ہو تو اس کے لیے شلوار کو پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا احرام اس سے منع کرتا ہے' پس ہم نے ارادہ کیا کہ ہم یہ دیکھیں کہ اگر اس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو آیا اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں! پس ہم نے یہ دیکھا کہ متعدد کام پہلے جائز ہوتے ہیں اور احرام میں وہ ممنوع ہوتے ہیں جیسے عمامہ باندھنا اور شلوار اور قمیص پہننا اور جو شخص سخت دھوپ اور گرمی میں ضرورت کی وجہ سے اپنا سر ڈھانپ لے یا سخت سردی کی وجہ سے کپڑے پہن لے تو اس پر کفارہ ہے' اسی طرح اس کے لیے پہلے اپنا سر مونڈنا جائز تھا اور احرام نے اس پر اپنے سر مونڈنے کو حرام کر دیا اور جس شخص نے مرض کی ضرورت کی وجہ سے اپنا سر مونڈا تو اس پر کفارہ لازم ہے' اسی طرح جب کسی شخص کو تہبند نہیں ملا تو اس نے برہنگی سے بچنے کی ضرورت کی وجہ سے شلوار کو پہن لیا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۰۲۔۲۰۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ مخالفین نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہو کہ جس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو اس کا یہ عمل جائز ہے' یا آپ کی یہ مراد ہو کہ شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط ہو جائے گا' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ نے ضرورت کی وجہ سے باقی سلے ہوئے کپڑوں میں سے صرف شلوار کو مستثنیٰ کیا ہو' کیونکہ دیگر سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی کوئی خصوصیت نہیں ہے' پھر یہی متعین ہو جاتا ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ضرورت کی وجہ سے شلوار پہننے سے اس پر فدیہ نہیں ہوگا۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ جب اس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ شلوار پہن سکتا ہے کیونکہ تہبند سے مقصود شرم گاہ کو چھپانا ہوتا ہے اور یہ شلوار کا بدل ہے اور اس جگہ کو منکشف کرنا اور کھولنا جائز ہے اور قمیص بدن کے اوپر والے حصہ پر پہنی جاتی ہے اور اس کو کھولنا جائز ہے' پس قمیص کی بہ نسبت شلوار کی زیادہ شدید ضرورت ہے' پس جب اس نے شلوار پہن لی تو اس کی شرم گاہ کا ستر ہو گیا اور اس کا باقی جسم احرام کے حکم سے کھلا رہے گا اور اس عذر کی بناء پر شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوگا جیسے عذر کی وجہ سے سر کے بال مونڈنے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵۔۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن الحسن' امام الحرمین اور فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح بنا کر پہن لے اور امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ محرم کے لیے شلوار پہننا مطلقاً منع ہے' امام مالک سے بھی اس کی مثل منقول ہے اور ہمارے اصحاب میں سے امام ابوبکر رازی نے یہ کہا ہے کہ جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن سکتا ہے اور اس پر فدیہ لازم ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام محمد بن الحسن کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے اور امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی تحقیق اور علامہ ابن بطال کے دلائل اور امام ابوبکر رازی کا قول اس کی تائید کرتے ہیں۔

۱۸۴۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَقَالَ لَا يَلْبَسِ الْقَمِيصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَّلَا وَرْسٌ، وَإِنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

سے یہ سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامے نہ پہنے اور شلواریں نہ پہنے اور کنٹوپ (لمبی ٹوپی جو کان ڈھانپ لے) نہ پہنے اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور ورس (ایک جڑی بوٹی جس سے زرد رنگ نکلتا ہے) میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ دے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابٌ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْاِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ

جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن لے

۱۸۴۳ - حَدَّثَنِيْ اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَجِدِ الْاِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عرفات میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴۱' اور ۱۸۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷ - بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لیے ہتھیار پہننے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت محرم ہتھیار پہن سکتا ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ اِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدٰى. وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

اور عکرمہ نے کہا: جب محرم کو دشمن سے خطرہ ہو تو وہ ہتھیار پہن لے اور فدیہ دے' اور فدیہ دینے میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ محرم حج اور عمرہ میں ہتھیار اٹھا لے اور حسن بصری نے اس کو مکروہ کہا ہے اور یہ حدیث حسن بصری کے خلاف حجت ہے جو خطرہ کے وقت ہتھیار اٹھانے کو مکروہ کہتے ہیں اور عکرمہ کے خلاف حجت ہے جو اس پر فدیہ کو واجب کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۴۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ اِسْرَائِيلَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، فَاَبٰى اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ يَدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا اِلَّا فِي الْقِرَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے اس سے انکار کر دیا کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل ہونے کے لیے چھوڑ دیں حتیٰ کہ انہوں نے اس پر صلح کی کہ آپ مکہ میں ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر داخل ہوں

گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۱ میں گزر گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ دُخُوْلِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ

مکہ میں اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہ ہوتو وہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہوسکتا ہے۔

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں اقامت کی' پھر وہ مدینہ جانے کے لیے مکہ سے نکلے حتیٰ کہ جب وہ مقام قدید (مکہ سے سوکلومیٹر ایک جگہ) پر پہنچے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ فتنہ پرور لوگوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہو چکا ہے تو اب انہوں نے اہل مدینہ کے پاس جانے کو ناپسند کیا تو وہ مکہ واپس آ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

جعفر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اور عمرو بن دینار اپنی زمینوں کی طرف گئے جو حرم سے خارج تھیں' پھر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَاِنَّمَا اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاِهْلَالِ لِمَنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' وَلَمْ يَذْكُرْهُ لِلْحَطَّابِيْنَ وَغَيْرِهِمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھنے کا حکم صرف ان لوگوں کو دیا ہے جو حج اور عمرہ کریں اور لکڑ ہاروں وغیرہ کو یہ حکم نہیں دیا۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جو جنگل سے لکڑیاں چن کر بیچنے کے لیے مکہ لاتے ہیں' اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۸۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ' وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ' وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ' هُنَّ لَهُنَّ' وَلِكُلِّ اٰتٍ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ' مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ اَنْشَاَ' حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ ان کے لیے میقات ہیں اور جو ان جگہوں پر آنے والے ہوں اور ان جگہوں کے رہنے والے نہ ہوں' جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں' اور جو لوگ ان مقامات کے ماوراء رہتے ہوں' ان کے لیے

میقات ہے جہاں سے وہ روانہ ہوں حتیٰ کہ مکہ والے' مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۲۱ میں گزر چکی ہے تاہم مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے مسئلہ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

امام بخاری کے اس پر دلائل کہ جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو' وہ بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوسکتا ہے

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوسکتا ہے' اس پر امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ میقات ان لوگوں کے لیے مقرر کیے ہیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جن کا ارادہ حج اور عمرہ کا نہ ہو' وہ ان جگہوں سے بغیر احرام کے بھی گزر سکتے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کی دوسری حدیث سے بھی استدلال کیا ہے' وہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود تھا۔ الحدیث (صحیح البخاری:۱۸۴۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا سر خود سے ڈھکا ہوا تھا اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا۔

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القصار نے کہا ہے: جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو' اس کے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے متعلق امام شافعی اور امام مالک کا قول مختلف ہے' ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ مکہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے شہروں سے مختلف ہے' سوائے لکڑ ہاروں کے اور جو اس کے قریب ہوں مثلاً جدہ اور طائف اور عسفان کے لوگ کیونکہ ان کا وہاں اکثر آنا جانا ہوتا ہے' امام ابوحنیفہ اور لیث کا بھی یہی قول ہے' اور دوسری بار انہوں نے یہ کہا کہ مکہ میں احرام باندھ کر داخل ہونا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۷۔۴۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جن کا گھر کسی میقات میں ہو یا ان کا گھر میقات سے کم فاصلہ پر ہو' اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اور جس کا گھر میقات سے پہلے ہو' اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن عمر مکہ سے مدینہ جانے کے لیے نکلے' جب وہ مقام قدید کے قریب پہنچے تو ان کو مدینہ میں فسادیوں کی خبر پہنچی' پھر وہ واپس لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۱۰۷' مجلس علمی' بیروت) (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۶۔۳۴۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے جواز پر بعض علماء کی دلیل

جن علماء نے مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو جائز کہا ہے' انہوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ حج زندگی میں ایک بار فرض ہے' اسی طرح عمرہ بھی ایک بار ہوتا ہے' پس جنہوں نے مطلقاً مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کو واجب کہا ہے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرح اس کو واجب کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۷۔۴۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دلیل مذکور پر مصنف کا رد کرنا اور اس پر دلیل قائم کرنا کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ آخری دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے لیکن نفل حج کو زندگی میں ہر سال کرنا مشروع ہے۔ اسی طرح عمرہ بھی زندگی میں ایک بار کرنا سنت مؤکدہ یا واجب ہے' لیکن اگر کوئی شخص زندگی میں بار بار عمرہ کرتا رہے تو یہ بھی مشروع ہے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زندگی میں ہر سال حج اور عمرہ کرتے رہے حتیٰ کہ جس سال مسلمانوں کی خارجیوں کے ساتھ جنگ متوقع تھی' وہ اس سال بھی حج اور عمرہ کے لیے گئے اور اپنے بیٹوں کے منع کرنے سے نہیں رکے اور اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ بغیر احرام باندھے کرنا صحیح نہیں ہے اور مکہ میں دخول کے لیے احرام کو کسی نے اپنی عقل سے واجب نہیں کیا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے واجب کیا ہے:

بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے' اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' سو جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ مکہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے' اور اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس میں قتال کرنے سے اس میں قتال کرنے کی رخصت پر استدلال کرے تو تم اس سے کہو کہ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور مجھے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی اور اب کل کی طرح اس کی حرمت آج پھر لوٹ آئی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۲)

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری التوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے: میرے لیے مکہ کو دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۳) اس کا معنی ہے: مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا اور اب میرے بعد کسی کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پس مکہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا کوئی اٹھائے گا اور نہ اس کی سبز گھاس کو کاٹا جائے گا ماسوا اذخر کے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۴۔ ۱۸۳۳)

اور جب مکہ قیامت تک کے لیے حرم ہے تو قیامت تک اس میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے' ماسوا ان لوگوں کے جو مکہ کے میقات کے اندر رہتے ہیں اور انہیں لکڑیاں چن کر لانے کے لیے یا پھل توڑ کر لانے کے لیے بار بار مکہ میں جانا پڑتا ہے کیونکہ اگر ان پر بھی مکہ میں دخول کے لیے احرام کو واجب کیا جائے تو اس سے ان پر حرج لازم آئے گا اور حرج کی وجہ سے احکام میں تخفیف کر دی جاتی ہے جیسے مرض اور سفر کی وجہ سے روزہ ترک کرنے کی رخصت دی گئی ہے یا نابینا اور لنگڑے سے جہاد کی فرضیت کو ساقط کیا گیا ہے یا بیمار اور مسافر سے وضوء کو ساقط کر کے تیمم کی رخصت دی گئی ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳ ملخصاً' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر علامہ عینی کے تتبع سے فقہاء کے اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ الزہری' الحسن البصری' امام شافعی کا ایک قول' امام مالک کی ایک روایت' اور ابن وہب اور داؤد بن علی ظاہری

(غیر مقلدین کا امام اور اس فرقے کا بانی) ان سب کا قول یہ ہے کہ حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عطاء بن ابی رباح 'لیث بن سعد' ثوری' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک کی دوسری روایت جو ان کی صحیح روایت ہے اور امام شافعی کا مشہور قول' امام احمد' ابوثور اور الحسن بن حی کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا گھر میقات کے پار ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا' اگر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گیا تو اس نے برا کام کیا' امام شافعی کے نزدیک اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ کرے۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ شہروں کے فقہاء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لکڑیاں چننے والا اور جو ہمیشہ دن رات میں کئی بار مکہ میں داخل ہوتے ہیں' ان کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس میں ان پر مشقت ہے اور ابن وہب مالکی نے کہا کہ میں ابن شہاب کے اس قول کو مسترد کرتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' سوا اس شخص کے جو طائف سے پھل لے کر آتا ہے یا لکڑیاں بیچنے کے لیے لاتا ہے' اس کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا' ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو دوبارہ مکہ میں گئے تھے تو بغیر احرام کے گئے تھے' اس کا کیا جواب ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر کا اس وقت عذر تھا کیونکہ اس وقت مدینہ میں دہشت گرد اور مفسدین داخل ہو چکے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر مصنف کے تتبع سے احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین

میں کہتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول کی ممانعت اور عدم جواز کے ثبوت میں علامہ عینی حنفی نے اقوالِ فقہاء ذکر کیے ہیں' ان کو چاہیے تھا کہ وہ اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار پیش کرتے کیونکہ وہ کسی فقہ کی کتاب کی شرح نہیں لکھ رہے تھے بلکہ حدیث کی کتاب کی شرح لکھ رہے تھے' بہر حال ہم اپنی بساط کے مطابق اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار پیش کر رہے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یہ حدیث مرسل ہے اور اس کو خصیف نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اور اس کا حافظہ ٹھیک نہیں تھا مگر اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی حدیث متصل السند ہے:

از خصیف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۲۳۶' ج ۱۱ ص ۴۳۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں خصیف ہے اور اس میں بحث ہے اور ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۷' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث کی مزید تائید اور تقویت حسب ذیل آثار اور فتاویٰ تابعین سے ہوتی ہے:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص ذات عرق سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

داؤد بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے ان سے کہا کہ جب تم دوسرے شہر سے آؤ تو احرام باندھے بغیر حد سے تجاوز نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ محمد نے کہا کہ کوئی شخص احرام کے بغیر میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدمی چاہے اپنے گھر سے احرام باندھے یا گھر سے تجاوز کر کے باندھے لیکن میقات سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۳۔ ج ۳ ص ۵۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس شخص پر رد کرتے تھے جو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرتا تھا' یعنی اس کو واپس لوٹاتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۴۔ ج ۳ ص ۵۳۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰' مسند الشافعی ج ۲ ص ۱۴۰)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: جس نے خطاءً میقات سے احرام نہیں باندھا یا عمداً میقات سے احرام نہیں باندھا' وہ واپس میقات پر جا کر احرام باندھے' سوا اس صورت کے کہ وہ کسی مرض یا درد کی وجہ سے معذور ہو یا اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ واپس گیا تو اس کا حج فوت ہو جائے گا تو اس پر ایک قربانی کرنا لازم ہے اور کم سے کم قربانی بکری کی ہے (امام شافعی نے کہا ہے کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں)۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۵۔ ج ۳ ص ۵۳۶' کتاب الام للامام الشافعی ج ۲ ص ۱۳۹)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور واپس نہیں لوٹا' اس پر قربانی کے وجوب میں امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص حج کے افعال میں سے کسی فعل کو بھول گیا یا اس نے کسی فعل کو ترک کر دیا تو وہ اس کے لیے قربانی کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۵۳۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کسی شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور اس کو یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ میقات سے احرام باندھنے کے لیے واپس لوٹا (تو اس کا حج فوت ہو جائے گا) تو اس پر ایک قربانی کرنا واجب ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۶۔ ج ۳ ص ۵۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کا وجوب

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا تو فقہاء احناف نے بھی اس پر ایک قربانی لازم کی ہے۔

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

پھر جب آفاقی (دوسرے ملک کا باشندہ) مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوا اور اس کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں تھا' اس پر واجب ہے کہ وہ مکہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے داخل ہو کیونکہ جب وہ مکہ میں دخول کے قصد سے میقات تک پہنچ گیا تو اس پر احرام باندھنا واجب ہو گیا اور احرام حج کے لیے ہوتا ہے یا عمرہ کے لیے ہوتا ہے' پس اس پر لازم ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا احرام باندھے اور جو چیز کسی انسان پر واجب ہو' وہ اس کے ادا کرنے سے ہی ساقط ہوتی ہے' پس اگر اس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور وہ میقات تک واپس نہیں گیا تو اس پر ایک قربانی لازم ہے کیونکہ اس نے میقات کا حق ترک کر دیا اور اگر وہ میقات پر واپس گیا اور اس نے وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو پھر اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۲۔ ۴۱۳' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٨٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ اقْتُلُوْهُ. [اطراف الحدیث: ۳۰۴۴-۴۲۸۶-۵۸۰۸]

شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ میں) داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خَود (لوہے کی ٹوپی) تھی' جب آپ نے خَود اتارا تو ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۷' الرقم المسلسل: ۳۱۹۸' سنن ابوداؤد: ۲۶۸۵' سنن ترمذی: ۱۶۹۹' سنن نسائی: ۲۸۶۵-۲۸۶۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۵)

مکہ میں دخول کے وقت آپ نے خَود پہنا ہوا تھا یا عمامہ' ان حدیثوں میں تطبیق اور دیگر مسائل

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان تھا: مکہ اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خَود تھا' اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو اس وقت آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا' اس کی زیادہ وضاحت اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور آپ بغیر احرام کے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۵۸' سنن نسائی: ۵۳۴۴-۲۸۶۶' سنن ترمذی: ۱۶۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۱۵۷-ج ۲۳ ص ۳۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس پر یہ اشکال ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق آپ نے خَود پہنا ہوا تھا اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ قاضی عیاض نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ابتداءً آپ کے سر پر خَود تھا' بعد میں آپ نے خود اتار کر عمامہ باندھ لیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر خود دیکھا تھا اور حضرت جابر نے آپ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا تھا' جس نے آپ کو جس کیفیت میں دیکھا' اس نے اسی کو روایت کر دیا۔

دوسروں نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ نے خَود کے اوپر سیاہ عمامہ لپیٹ لیا تھا یا خَود کے نیچے عمامہ تھا تاکہ لوہے کے زنگ سے آپ کے سر پر نشان نہ پڑے' بہر حال ان روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے۔ حضرت انس نے خود کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ جنگ کے لیے تیار تھے اور حضرت جابر نے عمامہ کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

اس حدیث سے امام بخاری کا یہ مقصد پورا ہوتا ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے سر میں کوئی تکلیف ہو' جس کی وجہ سے آپ نے سر پر خود یا عمامہ پہنا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کا موقف ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' اس پر امام طحاوی کا تعاقب

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اہل مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا اور ان پر اپنے رسول اور مؤمنین کو مسلط کر دیا اور بے شک مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور وہ میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اور بے شک وہ اس ساعت میں حرام ہے [illegible] اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا اور اعلان

کرنے والے کے سوا اس میں گری پڑی چیز کو کوئی نہیں اٹھائے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۷۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے اس دن وہ آپ کے لیے حلال تھا' اس لیے آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے اور اس کے بعد مکہ حرام ہو گیا' پس اس کے بعد اس میں کوئی شخص بغیر احرام کے داخل نہیں ہو گا۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ حلال تھا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا حلال تھا بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ اس دن اس میں آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور خون بہانا حلال تھا اور اس کے بعد یہ حرام ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معنی غلط ہے کیونکہ اگر بالفرض مکہ پر مشرکین کا غلبہ ہو جائے اور وہ مسلمانوں سے وہاں لڑیں تو مسلمانوں کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور مشرکین کا خون بہانا مباح ہو گا اور جب اس حدیث میں قتال کے معنی کی نفی ہو گئی تو متعین ہو گیا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا حلال تھا اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا یہ مؤقف کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' صرف داؤد ظاہری اور غیر مقلدین کے نزدیک صحیح ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا صحیح نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک بھی مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا صحیح ہے

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق خان بن حسن متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے اس شخص کا داخل ہونا صحیح ہے جو حج کا ارادہ نہ کرے خواہ وہ کسی وجہ سے بار بار داخل ہو' جیسے لکڑیاں اور گھاس لانے والے اور پانی لانے والے اور شکار کرنے والے وغیرہم یا وہ بار بار داخل نہ ہوں جیسے تاجر اور زائر' خواہ وہ امن سے ہوں یا خوف زدہ ہوں۔ (السراج الوھاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۳ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے' امام شافعی کہتے ہیں کہ مکہ میں داخل ہونے والے پر احرام باندھنا واجب نہیں' باقی امام واجب کہتے ہیں' حنابلہ نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن کو بار بار آنے جانے کی حاجت پڑتی ہے' ابن عمر رضی اللہ عنہما اور زہری اور حسن (بصری) اور اہل ظاہر کا بھی یہی قول ہے اور حنفیہ سے یہ منقول ہے کہ وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو میقات کے اِس طرف رہتے ہوں' ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اکثر صحابہ اور تابعین وجوب کے قائل ہیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۲۵۸' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

یعنی غیر مقلدین کا مذہب اکثر صحابہ و تابعین کے خلاف ہے اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

ابن خطل کے ساتھ جن دوسرے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ از مصعب بن سعد از والد خود روایت کرتے ہیں:

جب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو امان دے دی' اور آپ نے فرمایا: ان (چھ افراد) کو قتل کر دو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا پاؤ: (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبد اللہ بن خطل (۳) مقیس بن صبابہ

مُحْرِمٌ. [اطراف الحدیث: ۴۲۵۸-۴۲۵۹-۵۱۱۴] رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور آپ اس وقت محرم تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۰، الرقم المسلسل: ۳۳۴۱، سنن ترمذی: ۸۴۵، سنن نسائی: ۳۲۶۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵، المعجم الکبیر: ۱۱۹۱۹، صحیح ابن حبان: ۴۱۲۹، مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۰۰- ج ۴ ص ۷۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تعارف ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور اس وقت آپ مُحرِم تھے۔

مُحرِم کے نکاح کرنے کے جواز میں اختلاف ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء مدینہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا تھا جب آپ غیر محرم تھے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' اہل مدینہ یہ کہتے ہیں کہ محرم کسی سے نکاح نہ کرے' اگر اس نے نکاح کیا تو وہ نکاح باطل ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابورافع اور ایک انصاری رضی اللہ عنہما کو بھیجا' انہوں نے آپ کا حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عمرہ کے لیے) روانہ ہونے سے پہلے مدینہ میں تھے۔ (موطأ امام مالک- باب نکاح المحرم- حدیث: ۶۹- ج ۱ ص ۲۲۶' المکتبۃ التوفیقیہ' سنن ترمذی: ۸۴۲)

- امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ نے ابان بن عثمان کی طرف پیغام بھیجا اور ابان اس وقت حج کے امیر تھے اور وہ دونوں محرم تھے' انہوں نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں طلحہ بن عمر کا شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے نکاح کر دوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس نکاح کی تقریب میں شرکت کریں' ابان نے اس پر انکار کیا اور کہا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ محرم نہ خود نکاح کرے گا اور نہ کسی کا نکاح کرے گا اور نہ نکاح کا پیغام دے گا۔ (موطأ امام مالک- کتاب الحج- باب نکاح المحرم- حدیث: ۷۰' صحیح مسلم: ۱۴۰۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۱' سنن ترمذی: ۸۴۰' سنن نسائی: ۲۸۴۲' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۶)

- امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابوغطفان بن طریف المری نے بیان کیا کہ ان کے والد طریف نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ اس وقت محرم تھے تو حضرت عمر بن الخطاب نے ان کے نکاح کو رد کر دیا۔

(موطأ امام مالک- کتاب الحج- باب نکاح المحرم- حدیث: ۷۱' امام مالک اس روایت میں منفرد ہیں)

امام مالک از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ محرم نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے' اپنا نہ دوسرے کا۔ (موطأ امام مالک- کتاب الحج- باب نکاح المحرم- حدیث: ۷۲' اس حدیث کی روایت میں بھی امام مالک منفرد ہیں۔ ج ۲ ص ۲۲۶' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

- علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: الثوری اور فقہاء احناف کا یہ مذہب ہے کہ محرم کے لیے اپنا نکاح کرنا بھی جائز ہے اور دوسروں کا نکاح کرانا بھی جائز ہے اور یہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا موقف ہے۔

- امام طبری نے یہ کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محرم کا نکاح فاسد ہے اور اس نکاح کو فسخ کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکاح سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' اس کے معارض دوسرے صحابہ کی وہ احادیث ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا' اس وقت آپ غیر محرم تھے' اور وہ احادیث جن میں یہ ذکر ہے کہ آپ اس وقت محرم تھے' ان احادیث سے اولیٰ اور ان پر راجح نہیں ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کی تائید میں محرم کے نکاح کے جواز کے ثبوت میں احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ محرم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نکاح کرے نہ دوسرے کا' نہ نکاح کا پیغام دے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ محرم نکاح کرے لیکن وہ اپنی بیوی سے عمل تزویج نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ احرام کھول کر حلال ہو جائے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' سو آپ تین دن مکہ میں ٹھہرے' پھر آپ کے پاس حوطب بن عبدالعزیٰ تیسرے دن قریش کی جماعت میں سے آپ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جتنی مدت کی مہلت دی تھی' وہ پوری ہو چکی ہے اب آپ ہمارے پاس سے چلے جائیں' تو آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے اتنا وقت گزارنے دو کہ میں تمہارے درمیان شب زفاف گزار لوں اور ہم کھانا پکائیں اور تم بھی اس میں شریک ہو تو اس میں تمہیں کوئی حرج نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے' آپ چلے جائیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ روانہ ہو گئے اور آپ نے مقام سرف (مکہ سے دس میل دور ایک جگہ) میں شب زفاف گزاری۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۲۱' صحیح البخاری: ۱۸۳۷' صحیح مسلم: ۱۴۱۰' سنن نسائی: ۳۲۶۹' سنن ترمذی: ۸۴۵' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱ ۔۳۶۰۔۳۵۴۔۳۵۱۔۳۴۶۔۳۳۶۔۳۳۳۔۳۳۰۔۳۲۴۔۲۸۶۔۲۸۵۔۲۸۳۔۲۷۵۔۲۷۰۔۲۶۶۔۲۴۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۹)

محرم کے نکاح کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے مزید دلائل

امام ابوجعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ پہلے قول کے قائلین (ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین) نے کہا: تمہارا متبع کون ہے؟ جب کہ ابو رافع اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ اس وقت غیر محرم تھے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور آپ نے ان سے شب باشی کی اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور میں ان کے درمیان پیغام رساں تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۱' سنن ترمذی: ۸۴۲' مسند احمد: ۶۹۳)

از یزید بن الاصم حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے واپسی پر مجھ سے مقام سرف

میں نکاح کیا اور اس وقت ہم دونوں غیر محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۳' صحیح مسلم: ۱۴۱۱' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵_۳۳۳_۳۳۲)

ائمہ ثلاثہ کی تائید میں حضرت میمونہ کی حدیث کا مرجوح ہونا

حضرت میمونہ کی حدیث یزید بن الاصم سے مروی ہے' اور جعفر بن برقان نے از میمون بن مہران روایت کیا ہے کہ یہ یزید بن الاصم کا قول ہے' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں ہے اور نہ یہ حدیث کسی اور سے مروی ہے اور جنہوں نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو اس وقت آپ مُحرم تھے' وہ اس کو زیادہ جاننے والے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے زیادہ ثقہ اصحاب' سعید بن جبیر' عطاء' طاؤس' مجاہد' عکرمہ اور جابر بن زید ہیں اور یہ سب ائمہ اور فقہاء ہیں اور ان کی روایات اور ان کی آراء سے استدلال کیا جاتا ہے' اسی طرح ان میں عمرو بن دینار' ایوب السختیانی اور عبداللہ بن نجیح ہیں اور یہ بھی ایسے ائمہ ہیں جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

محرم کے نکاح کے جواز میں عقلی دلیل

امام طحاوی نے اس مسئلہ پر عقلی دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ روزہ دار اور معتکف ان میں سے ہر ایک پر جماع کرنا حرام ہے لیکن روزے اور اعتکاف کی وجہ سے عقد نکاح حرام نہیں ہے' اسی طرح محرم پر بھی جماع حرام ہے لیکن اس پر عقد نکاح حرام نہیں ہے' سو اس باب میں نظر کا بھی تقاضا ہے کہ محرم پر عقد نکاح حرام نہیں ہونا چاہیے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان کی تائید میں صحابہ کرام کے حسب ذیل آثار ہیں:

محرم کے نکاح کے جواز میں آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاویٰ

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۱۷' مجلس علمی' بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۲۲' مجلس علمی' بیروت)

محمد بن ابی بکر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے محرم کے نکاح کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ عقد تو بیع کی طرح ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۳۹)

فقہاء تابعین میں سے جابر بن زید' عطاء' ابراہیم النخعی' عبدالرحمان بن القاسم' حماد' قتادہ' عکرمہ اور مسروق اس کے قائل تھے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۹۲_۹۰' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

روایتِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وجوہ ترجیح از مصنف

نیز اس مسئلہ میں قوی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر دو حدیثیں ہیں' ایک حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو آپ محرم تھے' دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ جب آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تھا تو آپ غیر محرم تھے' پہلی حدیث کو حسب ذیل وجوہ سے ترجیح ہے:

(۱) پہلی حدیث' صحیح بخاری کی روایت ہے اور دوسری حدیث صحیح مسلم' سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی وغیرہ کی روایت ہے اور صحیح بخاری کی روایت کو دیگر کتب حدیث کی روایت پر ترجیح ہے جب کہ صحیح بخاری کی حدیث کو صحیح مسلم' سنن ترمذی' سنن نسائی اور

سنن ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۲) پہلی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس گھر کے آدمی ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں اور حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں اور حضرت ابورافع غیر اور باہر کے آدمی ہیں اور نکاح کے معاملہ کو گھر کا آدمی باہر کے آدمی کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے اس لیے حضرت ابن عباس کی روایت حضرت ابورافع کی روایت سے اس لحاظ سے بھی راجح ہے اور قوت سند کے اعتبار سے بھی راجح ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس کی روایت میں اس واقعہ کا ثبوت ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے اور حضرت ابورافع کی روایت میں اس واقعہ کی نفی ہے اور جب کسی واقعہ کے ثبوت اور اس واقعہ کی نفی کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے اس اعتبار سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت حضرت ابورافع کی روایت پر راجح ہے۔ ترجیح کی ان تین وجوہ میں سے پہلی دو وجوہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کی ہیں اور یہ مجھ پر نعمة الباری ہے۔

وللّٰہ الحمد علیٰ ذالك.

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۴۸-۸۔ ج ۳ ص ۸۱۱ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:
① محرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ ② امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر علامہ نووی کے اعتراضات ③ علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات۔

۱۳ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم اور محرمہ کو خوشبو لگانے کی ممانعت

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ اَوْ زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ محرمہ ایسا کپڑا نہ پہنے جو ورس (خوشبودار بوٹی جس سے زرد رنگ نکلے) یا زعفران سے رنگا ہوا ہو۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۳ پر مذکور ہے۔

۱۸۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا اَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْاِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيْصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا الْبَرَانِسَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَّلَا الْوَرْسُ وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. تَابَعَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ [illegible]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں احرام میں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم قمیص نہ پہنو اور شلواریں نہ پہنو اور عمامے نہ پہنو اور کنٹوپ نہ پہنو تاہم اگر کسی شخص کے پاس دو جوتے نہ ہوں تو وہ دو موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اور تم کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جو ورس یا زعفران سے رنگا ہوا ہو اور جو عورت [illegible] نقاب نہ ڈالے اور دستانے نہ پہنے۔ موسیٰ بن عقبہ

بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، وَجُوَيْرِيَةُ، وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ وَالْقُفَّازَيْنِ، وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ وَلَا وَرْسٌ. وَكَانَ يَقُولُ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ. وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن اسحاق نے نقاب اور دستانوں میں لیث کی متابعت کی ہے اور عبید اللہ نے کہا کہ ورس میں نہ رنگا ہو اور وہ کہتے تھے کہ محرمہ نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے اور امام مالک نے کہا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: محرمہ نقاب نہ ڈالے۔ اور لیث بن ابی سلیم نے امام مالک کی متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ، وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الحکم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک محرم شخص کو اس کی اونٹنی نے گرا دیا، سو اس کو ہلاک کر دیا، پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ نے فرمایا: اس کو غسل دو اور اس کو کفن پہناؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو اور نہ اس کے قریب خوشبو لاؤ، یہ قیامت کے دن لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم حمام میں داخل ہو سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم محرم کے کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

۱۸۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْعَبَّاسِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از ابراہیم بن عبد اللہ بن حنین از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ کا مقام ابواء میں اختلاف ہوا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور نے کہا: محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا، پس مجھ کو حضرت عبد اللہ بن عباس نے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کی

يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ، اَرْسَلَنِي اِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ، اَسْاَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ اَبُوْ اَيُّوْبَ يَدَهٗ عَلَى الثَّوْبِ فَطَاْطَاَهٗ حَتّٰى بَدَا لِيْ رَاْسُهٗ، ثُمَّ قَالَ لِاِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اُصْبُبْ، فَصَبَّ عَلٰى رَاْسِهٖ ثُمَّ حَرَّكَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ، وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

طرف بھیجا تو میں نے دیکھا کہ وہ کنویں کی دو لکڑیوں کے درمیان نہار ہے ہیں' اور انہوں نے ایک کپڑے سے پردہ کیا ہوا ہے' میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں عبداللہ بن حنین ہوں' مجھے آپ کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس نے بھیجا ہے' میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ جب محرم ہوتے تھے تو اپنا سر کس طرح دھوتے تھے؟ تو حضرت ایوب نے اپنا ہاتھ پردہ پر رکھا' پھر اس کو اتنا نیچا کیا حتیٰ کہ مجھے ان کا سر دکھائی دیا' پھر ایک شخص سے کہا جو ان پر پانی ڈال رہا تھا کہ پانی ڈالو' پس اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا' پھر دونوں ہاتھوں سے انہوں نے سر کو ہلایا' سر کو آگے لے گئے اور پیچھے لائے اور کہا: میں نے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۵' الرقم المسلسل: ۲۷۷۸' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۰' سنن نسائی: ۲۶۶۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۴' مسند الحمیدی: ۳۷۹' سنن داری: ۱۷۹۳' المنتقی: ۴۴۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۵۰' المعجم الکبیر: ۳۹۷۷' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۶' مسند احمد: ۲۳۵۲۹' ج ۳۸ ص ۵۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

محرم کے سر دھونے میں ائمہ کا اختلاف' صحابہ کا فقہی مسائل میں اختلاف کرنا اور مسئلہ کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرنا

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا جیسے حضرت مسور اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا محرم کے سر دھونے میں اختلاف ہوا اور وہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے تھے' پھر اس کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے جیسے انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری کی طرف رجوع کیا اور انہوں نے محرم کے سر دھونے کے متعلق حدیث بیان کی۔

حضرت ابوایوب ایک کپڑے سے پردہ کر کے نہار ہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ نہانے والے کو پردہ میں نہانا چاہیے۔

ایک شخص حضرت ابوایوب پر پانی ڈال رہا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں محفوظ طریقہ سے کسی سے مدد لینا جائز ہے۔

عبداللہ بن حنین نے ان کو سلام کر کے اپنا مسئلہ پیش کیا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص غسل کر رہا ہو' اسے سلام کرنا اور اس سے دین اور شریعت کے متعلق باتیں کرنا جائز ہے۔ (نوٹ: آج کل کے اٹیچڈ باتھ روم (Attached Bath Room) میں دینی مسائل نہیں پوچھنے چاہئیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

جب حضرت مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس میں اختلاف ہوا تو انہوں نے حضرت ابوایوب سے مسئلہ کا حل معلوم کرایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب دو عالموں میں اختلاف ہو تو کسی تیسرے بڑے عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس میں حیاء اور انا کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے۔

۔ علامہ قرطبی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ غسل میں بدن کو ہاتھوں سے ملنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوایوب انصاری

اپنے بدن کو ہاتھوں سے مل مل کر دھو رہے تھے'۔

محرم کے سر دھونے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک محرم کا سر دھونا جائز ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی محرم کا سر دھونا جائز ہے اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک محرم کے سر دھونے کو مکروہ کہتے تھے' اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احتلام کے سر نہیں دھوتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۵۔ ج ۳ ص ۳۶۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:
① محرم کے غسل کے متعلق مسائل اور احکام ② محرم کا خوشبودار صابن سے غسل اور شیمپو سے سر دھونے کا حکم۔

۱۵ - بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو پہن لے

۱۸۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ مَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ لِلْمُحْرِمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں خطبہ دے رہے تھے کہ جس کو دو جوتے نہ ملیں وہ دو موزے پہن لے اور جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے' یہ حکم محرم کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۰ میں گزر چکی ہے' البتہ بعض الفاظ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

اگر محرم کو تہبند دستیاب نہ ہو اور وہ شلوار پہن لے تو آیا اس پر فدیہ لازم ہوگا یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جب مُحرِم کو تہبند نہ ملے تو اس کے لیے شلوار پہننا جائز نہیں ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ جب مُحرِم کو تہبند نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ عطاء' ثوری' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے کہا ہے: وہ شلوار پہن لے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب مُحرِم نے شلوار پہنی تو اس پر فدیہ واجب ہے' خواہ اس کو تہبند ملا ہو یا نہ ملا ہو' تاہم وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند بنا لے۔ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے' آپ کا یہ ارشاد اس صورت پر محمول ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح پہن لے' جس طرح موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر ان کو جوتوں کی جگہ پہنا جاتا ہے (گویا اس ارشاد میں مطلق مقید پر محمول ہے) اور جب حدیث سے اس معنی کا ارادہ کیا جائے گا تو اس حدیث کی مخالفت لازم نہیں آئے گی بلکہ اس حدیث میں تاویل ہوگی۔

اور نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ جب محرم کو تہبند میسر ہو تو اس کے لیے شلوار کو پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا احرام اس سے منع کرتا ہے' پس ہم نے ارادہ کیا کہ ہم یہ دیکھیں کہ اگر اس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو آیا اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں! پس ہم نے یہ دیکھا کہ متعدد کام پہلے جائز ہوتے ہیں اور احرام میں وہ ممنوع ہوتے ہیں جیسے عمامہ باندھنا اور شلوار اور قمیص پہننا اور جو شخص سخت دھوپ اور گرمی میں ضرورت کی وجہ سے اپنا سر ڈھانپ لے یا سخت سردی کی وجہ سے کپڑے پہن لے تو اس پر کفارہ ہے' اسی طرح اس کے لیے پہلے اپنا سر مونڈنا جائز تھا اور احرام نے اس پر اپنے سر مونڈنے کو حرام کر دیا اور جس شخص نے مرض کی ضرورت کی وجہ سے اپنا سر مونڈا تو اس پر کفارہ لازم ہے' اسی طرح جب کسی شخص کو تہبند نہیں ملا تو اس نے برہنگی سے بچنے کی ضرورت کی وجہ سے شلوار کو پہن لیا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۰۲-۲۰۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ مخالفین نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مراد ہو کہ جس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو اس کا یہ عمل جائز ہے' یا آپ کی یہ مراد ہو کہ شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط ہو جائے گا' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ نے ضرورت کی وجہ سے باقی سلے ہوئے کپڑوں میں سے صرف شلوار کو مستثنیٰ کیا ہو' کیونکہ دیگر سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی کوئی خصوصیت نہیں ہے' پھر یہی متعین ہو جاتا ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ضرورت کی وجہ سے شلوار پہننے سے اس پر فدیہ نہیں ہوگا۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ جب اس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ شلوار پہن سکتا ہے کیونکہ تہبند سے مقصود شرم گاہ کو چھپانا ہوتا ہے اور یہ شلوار کا بدل ہے اور اس جگہ کو منکشف کرنا اور کھولنا جائز ہے اور قمیص بدن کے اوپر والے حصہ پر پہنی جاتی ہے اور اس کو کھولنا جائز ہے' پس قمیص کی بہ نسبت شلوار کی زیادہ شدید ضرورت ہے' پس جب اس نے شلوار پہن لی تو اس کی شرم گاہ کا ستر ہو گیا اور اس کا باقی جسم احرام کے حکم سے کھلا رہے گا اور اس عذر کی بناء پر شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوگا جیسے عذر کی وجہ سے سر کے بال مونڈنے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵-۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن الحسن' امام الحرمین اور فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح بنا کر پہن لے اور امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ محرم کے لیے شلوار پہننا مطلقاً منع ہے' امام مالک سے بھی اس کی مثل منقول ہے اور ہمارے اصحاب میں سے امام ابوبکر رازی نے یہ کہا ہے کہ جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن سکتا ہے اور اس پر فدیہ لازم ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام محمد بن الحسن کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے اور امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی تحقیق اور علامہ ابن بطال کے دلائل اور امام ابوبکر رازی کا قول اس کی تائید کرتے ہیں۔

۱۸۴۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فَقَالَ لَا يَلْبَسِ الْقَمِيصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

سے یہ سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامے نہ پہنے اور شلواریں نہ پہنے اور کنٹوپ (لمبی ٹوپی جو کان ڈھانپ لے) نہ پہنے اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور ورس (ایک جڑی بوٹی جس سے زرد رنگ نکلتا ہے) میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ دے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابٌ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ

جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن لے

۱۸۴۳ - حَدَّثَنِي آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ مَنْ لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عرفات میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۴۱، اور ۱۸۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷ - بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لیے ہتھیار پہننے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت محرم ہتھیار پہن سکتا ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدٰى. وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

اور عکرمہ نے کہا: جب محرم کو دشمن سے خطرہ ہو تو وہ ہتھیار پہن لے اور فدیہ دے، اور فدیہ دینے میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ محرم حج اور عمرہ میں ہتھیار اٹھا لے اور حسن بصری نے اس کو مکروہ کہا ہے اور یہ حدیث حسن بصری کے خلاف حجت ہے جو خطرہ کے وقت ہتھیار اٹھانے کو مکروہ کہتے ہیں اور عکرمہ کے خلاف حجت ہے جو اس پر فدیہ کو واجب کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۸۴۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَبٰى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے اس سے انکار کر دیا کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل ہونے کے لیے چھوڑ دیں حتیٰ کہ انہوں نے اس پر صلح کی کہ آپ مکہ میں ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر داخل ہوں

گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۱ میں گزر گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ دُخُوْلِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ
مکہ میں اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہ ہو تو وہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہو سکتا ہے۔

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں اقامت کی' پھر وہ مدینہ جانے کے لیے مکہ سے نکلے حتیٰ کہ جب وہ مقام قدید (مکہ سے سو کلو میٹر ایک جگہ) پر پہنچے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ فتنہ پرور لوگوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہو چکا ہے تو اب انہوں نے اہل مدینہ کے پاس جانے کو ناپسند کیا تو وہ مکہ واپس آ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۰۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

جعفر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اور عمرو بن دینار اپنی زمینوں کی طرف گئے جو حرم سے خارج تھیں' پھر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۰۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۰۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَإِنَّمَا اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِهْلَالِ لِمَنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' وَلَمْ يَذْكُرْهُ لِلْحَطَّابِيْنَ وَغَيْرِهِمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کا حکم صرف ان لوگوں کو دیا ہے جو حج اور عمرہ کریں اور لکڑہاروں وغیرہ کو یہ حکم نہیں دیا۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جو جنگل سے لکڑیاں چن کر بیچنے کے لیے مکہ لاتے ہیں' اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۸۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ' وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ' وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ' هُنَّ لَهُنَّ' وَلِكُلِّ اٰتٍ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ' مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ اَنْشَاَ' حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ ان کے لیے میقات ہیں اور جو ان جگہوں پر آنے والے ہوں اور ان جگہوں کے رہنے والے نہ ہوں' جو حج اور عمرہ کا ارادہ ... مقامات کے ماوراء رہتے ہوں' ان کے لیے وہ

میقات ہے جہاں سے وہ روانہ ہوں حتیٰ کہ مکہ والے مکہ سے

احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۱ میں گزر چکی ہے تاہم مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے مسئلہ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

امام بخاری کے اس پر دلائل کہ جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو وہ بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوسکتا ہے

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوسکتا ہے' اس پر امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ میقات ان لوگوں کے لیے مقرر کیے ہیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جن کا ارادہ حج اور عمرہ کا نہ ہو وہ ان جگہوں سے بغیر احرام کے بھی گزر سکتے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کی دوسری حدیث سے بھی استدلال کیا ہے' وہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود تھا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۱۸۴۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا سر خود سے ڈھکا ہوا تھا اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا۔

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القصار نے کہا ہے: جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو اس کے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے متعلق امام شافعی اور امام مالک کا قول مختلف ہے' ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ مکہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے شہروں سے مختلف ہے' سوائے لکڑہاروں کے اور جو اس کے قریب ہوں مثلاً جدہ اور طائف اور عسفان کے لوگ کیونکہ ان کا وہاں اکثر آنا جانا ہوتا ہے' امام ابوحنیفہ اور لیث کا بھی یہی قول ہے' اور دوسری بار انہوں نے یہ کہا کہ مکہ میں احرام باندھ کر داخل ہونا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۷۔۴۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جن کا گھر کسی میقات میں ہو یا ان کا گھر میقات سے کم فاصلہ پر ہو' اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اور جس کا گھر میقات سے پہلے ہو' اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن عمر مکہ سے مدینہ جانے کے لیے نکلے' جب وہ مقام قدید کے قریب پہنچے تو ان کو مدینہ میں فسادیوں کی خبر پہنچی' پھر وہ واپس لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۱' مجلس علمی' بیروت)(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۶۔۳۴۵' قدیمی کتب خانہ کراچی)

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے جواز پر بعض علماء کی دلیل

جن علماء نے مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو جائز کہا ہے' انہوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ حج زندگی میں ایک بار فرض ہوتا ہے' اسی طرح عمرہ بھی ایک بار ہوتا ہے' پس جنہوں نے مطلقاً مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کو واجب کہا ہے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرح اس کو واجب کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۷۔۴۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دلیل مذکور پر مصنف کا رد کرنا اور اس پر دلیل قائم کرنا کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ آخری دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے لیکن نفل حج کو زندگی میں ہر سال کرنا مشروع ہے۔ اسی طرح عمرہ بھی زندگی میں ایک بار کرنا سنت مؤکدہ یا واجب ہے لیکن اگر کوئی شخص زندگی میں بار بار عمرہ کرتا رہے تو یہ بھی مشروع ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زندگی میں ہر سال حج اور عمرہ کرتے رہے حتیٰ کہ جس سال مسلمانوں کی خارجیوں کے ساتھ جنگ متوقع تھی وہ اس سال بھی حج اور عمرہ کے لیے گئے اور اپنے بیٹوں کے منع کرنے سے نہیں رکے اور اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ بغیر احرام باندھے کرنا صحیح نہیں ہے اور مکہ میں دخول کے لیے احرام کو کسی نے اپنی عقل سے واجب نہیں کیا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے واجب کیا ہے:

بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا سو جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ مکہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس میں قتال کرنے سے اس میں قتال کرنے کی رخصت پر استدلال کرے تو تم اس سے کہو کہ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور مجھے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی اور اب کل کی طرح اس کی حرمت آج پھر لوٹ آئی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۲)

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ ھ لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے: میرے لیے مکہ کو دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۳) اس کا معنی ہے: مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا اور اب میرے بعد کسی کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۴ ھ)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پس مکہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا کوئی اٹھائے گا اور نہ اس کی سبز گھاس کو کاٹا جائے گا ماسوا اذخر کے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۴۔ ۱۸۳۳)

اور جب مکہ قیامت تک کے لیے حرم ہے تو قیامت تک اس میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے ماسوا ان لوگوں کے جو مکہ کے میقات کے اندر رہتے ہیں اور انہیں لکڑیاں چن کر لانے کے لیے یا پھل توڑ کر لانے کے لیے بار بار مکہ میں جانا پڑتا ہے کیونکہ اگر ان پر بھی مکہ میں دخول کے لیے احرام کو واجب کیا جائے تو اس سے ان پر حرج لازم آئے گا اور حرج کی وجہ سے احکام میں تخفیف کر دی جاتی ہے جیسے مرض اور سفر کی وجہ سے روزہ ترک کرنے کی رخصت دی گئی ہے یا نابینا اور لنگڑے سے جہاد کی فرضیت کو ساقط کیا گیا ہے یا بیمار اور مسافر سے وضوء کو ساقط کر کے تیمم کی رخصت دی گئی ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳ ملخصاً المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۴ ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر علامہ عینی کے تتبع سے فقہاء کے اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ الزہری الحسن البصری امام شافعی کا ایک قول امام مالک کی ایک روایت اور ابن وہب اور داؤد بن علی ظاہری

(غیر مقلدین کا امام اور اس فرقے کا بانی)' ان سب کا قول یہ ہے کہ حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عطاء بن ابی رباح' لیث بن سعد' ثوری' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک کی دوسری روایت جو ان کی صحیح روایت ہے اور امام شافعی کا مشہور قول' امام احمد' ابوثور اور الحسن بن حی کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا گھر میقات کے پار ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا' اگر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گیا تو اس نے برا کام کیا' امام شافعی کے نزدیک اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ کرے۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ شہروں کے فقہاء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لکڑیاں چننے والا اور جو ہمیشہ دن رات میں کئی بار مکہ میں داخل ہوتے ہیں' ان کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس میں ان پر مشقت ہے اور ابن وہب مالکی نے کہا کہ میں ابن شہاب کے اس قول کو مسترد کرتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' سوا اس شخص کے جو طائف سے پھل لے کر آتا ہے یا لکڑیاں بیچنے کے لیے لاتا ہے' اس کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا' ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو دوبارہ مکہ میں گئے تھے تو بغیر احرام کے گئے تھے' اس کا کیا جواب ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر کا اس وقت عذر تھا کیونکہ اس وقت مدینہ میں دہشت گرد اور مفسدین داخل ہو چکے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر مصنف کے تتبع سے احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین

میں کہتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول کی ممانعت اور عدم جواز کے ثبوت میں علامہ عینی حنفی نے اقوالِ فقہاء ذکر کیے ہیں' ان کو چاہیے تھا کہ وہ اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار پیش کرتے کیونکہ وہ کسی فقہ کی کتاب کی شرح نہیں لکھ رہے تھے بلکہ حدیث کی کتاب کی شرح لکھ رہے تھے' بہر حال ہم اپنی بساط کے مطابق اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار پیش کر رہے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یہ حدیث مرسل ہے اور اس کو خصیف نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اور اس کا حافظہ ٹھیک نہیں تھا مگر اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی حدیث متصل السند ہے:

از خصیف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔(المعجم الکبیر: ۱۲۲۳۶' ج ۱۱ ص ۳۴۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ' اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں خصیف ہے اور اس میں بحث ہے اور ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۷' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث کی مزید تائید اور تقویت حسب ذیل آثار اور فتاویٰ تابعین سے ہوتی ہے:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص ذات عرق سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

داؤد بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے ان سے کہا کہ جب تم دوسرے شہر سے آؤ تو احرام باندھے بغیر حد سے تجاوز نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۴ ' مجلس علمی ' بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۵ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ محمد نے کہا کہ کوئی شخص احرام کے بغیر میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۵ ' مجلس علمی ' بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۶ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدمی چاہے اپنے گھر سے احرام باندھے یا گھر سے تجاوز کر کے باندھے لیکن میقات سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۳۔ ج ۳ ص ۵۳۶ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۱۲ ھ)

ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس شخص پر رد کرتے تھے جو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرتا تھا' یعنی اس کو واپس لوٹاتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۴۔ ج ۳ ص ۵۳۶ ' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰ ' مسند الشافعی ج ۲ ص ۱۴۰)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: جس نے خطاءً میقات سے احرام نہیں باندھا یا عمداً میقات سے احرام نہیں باندھا' وہ واپس میقات پر جا کر احرام باندھے' سوا اس صورت کے کہ وہ کسی مرض یا درد کی وجہ سے معذور ہو یا اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ واپس گیا تو اس کا حج فوت ہو جائے گا تو اس پر ایک قربانی کرنا لازم ہے اور کم سے کم قربانی بکری کی ہے (امام شافعی نے کہا ہے کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں)۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۵۔ ج ۳ ص ۵۳۶ ' کتاب الام للامام الشافعی ج ۲ ص ۱۳۹)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور واپس نہیں لوٹا' اس پر قربانی کے وجوب میں امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص حج کے افعال میں سے کسی فعل کو بھول گیا یا اس نے کسی فعل کو ترک کر دیا تو وہ اس کے لیے قربانی کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۵۳۷ ' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کسی شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور اس کو یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ میقات سے احرام باندھنے کے لیے واپس لوٹا (تو اس کا حج فوت ہو جائے گا) تو اس پر ایک قربانی کرنا واجب ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۶۔ ج ۳ ص ۵۳۷ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۱۲ ھ)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کا وجوب

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا تو فقہاء احناف نے بھی اس پر ایک قربانی لازم کی ہے۔

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ ھ لکھتے ہیں:

پھر جب آفاقی (دوسرے ملک کا باشندہ) مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوا اور اس کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں تھا' اس پر واجب ہے کہ وہ مکہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے داخل ہو کیونکہ جب وہ مکہ میں دخول کے قصد سے میقات تک پہنچ گیا تو اس پر احرام باندھنا واجب ہو گیا اور احرام حج کے لیے ہوتا ہے یا عمرہ کے لیے ہوتا ہے' پس اس پر لازم ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا احرام باندھے اور جو چیز کسی انسان پر واجب ہو' وہ اس کے ادا کرنے سے ہی ساقط ہوتی ہے' پس اگر اس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور وہ میقات تک واپس نہیں گیا تو اس پر ایک قربانی لازم ہے کیونکہ اس نے میقات کا حق ترک کر دیا اور اگر وہ میقات پر واپس گیا اور اس نے وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو پھر اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۱۴۔ ۱۳ ' ۱۴ ' المجلس العلمی ' بیروت ' ۱۴۲۴ ھ)

۱۸۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُّتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ. [اطراف الحدیث: ۳۰۴۴-۴۲۸۶-۵۸۰۸]

شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ میں) داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خَود (لوہے کی ٹوپی) تھی' جب آپ نے خَود اتارا تو ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۷' الرقم المسلسل: ۳۱۹۸' سنن ابوداؤد: ۲۶۸۵' سنن ترمذی: ۱۶۹۹' سنن نسائی: ۲۸۶۵-۲۸۶۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۵)

مکہ میں دخول کے وقت آپ نے خَود پہنا ہوا تھا یا عمامہ' ان حدیثوں میں تطبیق اور دیگر مسائل

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان تھا: مکہ اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خَود تھا' اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو اس وقت آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا' اس کی زیادہ وضاحت اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور آپ بغیر احرام کے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۵۸' سنن نسائی: ۵۳۵۴-۲۸۶۶' سنن ترمذی: ۱۶۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۱۵۷- ج ۲۳ ص ۳۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس پر یہ اشکال ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق آپ نے خَود پہنا ہوا تھا اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ قاضی عیاض نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ابتداءً آپ کے سر پر خَود تھا' بعد میں آپ نے خود اتار کر عمامہ باندھ لیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر خود دیکھا تھا اور حضرت جابر نے آپ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا تھا' جس نے آپ کو جس کیفیت میں دیکھا' اس نے اسی کو روایت کر دیا۔

دوسروں نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ نے خَود کے اوپر سیاہ عمامہ لپیٹ لیا تھا یا خَود کے نیچے عمامہ تھا تاکہ لوہے کے زنگ سے آپ کے سر پر نشان نہ پڑے' بہرحال ان روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے۔ حضرت انس نے خود کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ جنگ کے لیے تیار تھے اور حضرت جابر نے عمامہ کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

اس حدیث سے امام بخاری کا یہ مقصد پورا ہوتا ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے سر میں کوئی تکلیف ہو' جس کی وجہ سے آپ نے سر پر خود یا عمامہ پہنا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کا موقف ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' اس پر امام طحاوی کا تعاقب

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اہل مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا اور ان پر اپنے رسول اور مؤمنین کو مسلط کر دیا اور بے شک مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا اور وہ میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اور بے شک وہ اس ساعت میں حرام ہے' اس کے درخت کو کاٹا جائے گا نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا اور اعلان

کرنے والے کے سوا اس میں گری پڑی چیز کو کوئی نہیں اٹھائے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۷۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے' اس دن وہ آپ کے لیے حلال تھا' اس لیے آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے اور اس کے بعد مکہ حرام ہو گیا' پس اس کے بعد اس میں کوئی شخص بغیر احرام کے داخل نہیں ہو گا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ حلال تھا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا حلال تھا بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ اس دن اس میں آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور خون بہانا حلال تھا اور اس کے بعد یہ حرام ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معنی غلط ہے کیونکہ اگر بالفرض مکہ پر مشرکین کا غلبہ ہو جائے اور وہ مسلمانوں سے وہاں لڑیں تو مسلمانوں کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور مشرکین کا خون بہانا مباح ہو گا اور جب اس حدیث میں قتال کے معنی کی نفی ہو گئی تو معین ہو گیا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا حلال تھا اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۵۔۳۴۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا یہ مؤقف کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' صرف داؤد ظاہری اور غیر مقلدین کے نزدیک صحیح ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا صحیح نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک بھی مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا صحیح ہے

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق خان بن حسن متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے اس شخص کا داخل ہونا صحیح ہے جو حج کا ارادہ نہ کرے خواہ وہ کسی وجہ سے بار بار داخل ہو' جیسے لکڑیاں اور گھاس لانے والے اور پانی لانے والے اور شکار کرنے والے وغیرہم یا وہ بار بار داخل نہ ہوں جیسے تاجر اور زائر' خواہ وہ امن سے ہوں یا خوف زدہ ہوں۔ (السراج الوھاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۳ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے' امام شافعی کہتے ہیں کہ مکہ میں داخل ہونے والے پر احرام باندھنا واجب نہیں' باقی امام واجب کہتے ہیں' حنابلہ نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن کو بار بار آنے جانے کی حاجت پڑتی ہے' ابن عمر رضی اللہ عنہما اور زہری اور حسن (بصری) اور اہل ظاہر کا بھی یہی قول ہے اور حنفیہ سے یہ منقول ہے کہ وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو میقات کے اس طرف رہتے ہوں' ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اکثر صحابہ اور تابعین وجوب کے قائل ہیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۲۵۸' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

یعنی غیر مقلدین کا مذہب اکثر صحابہ و تابعین کے خلاف ہے اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

ابن خطل کے ساتھ جن دوسرے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ از مصعب بن سعد از والد خود روایت کرتے ہیں:

جب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو امان دے دی' اور آپ نے فرمایا: ان (چھ افراد) کو قتل کر دو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا پاؤ: (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبد اللہ بن خطل (۳) مقیس بن صبابہ

(۴) عبداللہ بن سعد بن ابی السرح' ان چار میں عبداللہ بن خطل تو اس وقت پایا گیا جب وہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا' حضرت سعید بن حریث اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اس کی طرف جھپٹے' پس حضرت سعید نے حضرت عمار پر سبقت کی اور وہ دو مردوں سے زیادہ جوان تھے' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' مقیس بن صُبابہ کو لوگوں نے بازار میں پکڑ کر قتل کر دیا' عکرمہ بن ابی جہل سمندر میں سوار ہو کر چلا گیا' پس ان کو آندھی اور طوفان نے آ لیا تو کشتی والوں نے کہا: اپنے اپنے خداؤں سے اخلاص کے ساتھ دعا کرو کیونکہ آج تم کو اس طوفان سے کوئی نہیں بچا سکتا' تب عکرمہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر آج مجھے اس سمندری طوفان سے صرف اخلاص بچا سکتا ہے تو خشکی میں بھی مجھ کو صرف اخلاص ہی بچا سکتا ہے' اے اللہ! میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر آج تو نے مجھے اس طوفان سے بچا لیا تو میں سیدھا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤں گا حتیٰ کہ میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا' پس میں ان کو ضرور بخشنے والا مہربان پاؤں گا' لہٰذا وہ آ کر مسلمان ہو گئے' جہاں تک عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کا تعلق ہے تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر چھپ گیا تھا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو حضرت عثمان نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا' اور کہا: یا رسول اللہ! عبداللہ کو بیعت کر لیجئے' آپ نے سر اٹھا کر اس کو تین دفعہ دیکھا اور ہر بار اس کو بیعت کرنے سے انکار کیا' پھر تین دفعہ انکار کے بعد آپ نے اس کو بیعت کر لیا' پھر آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں تھا جو اس کی طرف کھڑا ہوتا اور جب وہ مجھے دیکھتا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے انکار کر رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا' تو آپ کے اصحاب نے کہا: ہمیں کیا پتا تھا یا رسول اللہ! کہ آپ کے دل میں کیا ہے' آپ نے اپنی آنکھ سے ہماری طرف اشارہ کیوں نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا: بے شک خیانت کرنے والی آنکھ نبی کی شان کے لائق نہیں ہے۔

(سنن نسائی: ۴۰۷۳' سنن ابو داؤد: ۲۶۸۳' دار الفکر' بیروت)

ابن خطل اور اس کی دو باندیوں کا تذکرہ اور ان کو قتل کر دینے کے حکم کی وجہ

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن خطل کا نام عبدالعزیٰ بن خطل تھا' یہ اسلام لے آیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا' اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کسی مہم کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ خزاعہ کا ایک آدمی بھی بھیجا' وہ اس کے لیے کھانا تیار کرتا تھا اور اس کی خدمت کرتا تھا' وہ دونوں مجمع میں ٹھہرے' مجمع وہ جگہ ہے جہاں عرب جمع ہو کر صدقات پہنچاتے تھے' اس نے اُس خزاعی کو حکم دیا کہ وہ اس کے لیے کھانا تیار کرے' اور وہ دوپہر کے وقت سو گیا اور جب وہ بیدار ہوا تو خزاعی سویا ہوا تھا اور اس نے اس کے لیے کچھ تیار نہیں کیا تھا' پس ابن خطل نے اس پر حملہ کیا اور اس کو جان سے مار ڈالا اور اسلام سے مرتد ہو کر مکہ بھاگ کر چلا گیا اور وہ اشعار کہتا تھا اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو اور مذمت کرتا تھا' اس کی دو گانے والی باندیاں تھیں (یہی وہ دو عورتیں تھیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا)' یہ دونوں باندیاں بدکار تھیں' ابن خطل نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو گانا سنائیں اور گانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کریں۔

ان دو عورتوں میں سے ایک کا نام سارہ تھا' یہ عمرو بن ہاشم بن المطلب کی باندی تھی' یہ مکہ میں نوحہ کرنے والی اور گانے والی تھی' یہ فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' اس نے آپ سے اپنی ضرورت کا اظہار کیا اور آپ سے مدد طلب کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے گانا سنانے سے تمہاری ضروریات پوری نہیں ہوتیں؟ تو اس نے کہا: جب سے قریش کو بدر میں شکست ہوئی ہے انہوں نے گانا سننا چھوڑ دیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مدد کی اور ایک اونٹ پر اس کی ضرورت کا سامان

لا دیا' وہ قریش کی طرف لوٹ گئی اور ابن خطل اس کو رسول اللہ ﷺ کی ہجو یاد کراتا تھا اور وہ اسے گایا کرتی تھی اور یہی وہ عورت تھی جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا مکتوب چھپا کر لے گئی تھی' پھر یہ مسلمان ہو گئی اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہی۔

دوسری عورت کا نام ارنب تھا' یہ بھی ابن خطل کی باندی تھی' یہ دونوں ابن خطل کی گانے والیاں تھیں اور ابن خطل کو رسول اللہ ﷺ کی ہجو گا کر سنایا کرتی تھیں' ان میں سے ایک سے ایمان کو طلب کیا گیا تو وہ مسلمان ہو گئی اور دوسری کو قتل کر دیا گیا' ان میں سے ایک کا نام فرتنیٰ تھا اور دوسری کا نام قریبہ تھا' اور یہی ارنب ہے جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ فرتنیٰ مسلمان ہو گئی تھی اور قریبہ کو قتل کر دیا تھا۔

محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مقام ذی طویٰ تک پہنچے تو ابن خطل مکہ کی بلند پہاڑیوں سے آ رہا تھا' وہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار تھا' اس دوران وہ سعید بن العاص کی بیٹیوں کے پاس سے گزرا اور کہا: سنو! یہاں سے (سیدنا) محمد (ﷺ) جب گزریں تو تم ان کا خون اسی طرح گرانا جیسے مشک کے منہ سے پانی گرتا ہے' پھر یہ مقام خندمہ پر گیا تو اس نے اللہ کے لشکر میں گھوڑوں کو اور جنگ کا منظر دیکھا تو اس پر رعب طاری ہو گیا' یہ گھوڑے سے اترا اور کعبہ کے پاس پہنچ گیا' اس نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور بیت اللہ میں داخل ہو گیا اور کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا۔

عبد اللہ بن سعد بن ابی السرح اور عکرمہ کا تذکرہ

عبد اللہ بن سعد بن ابی السرح اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا' فتح مکہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی تھی تو اس کا خون معاف کر دیا گیا' اس کے بعد یہ پھر اسلام لے آیا تو اس کا اسلام قبول کر لیا گیا اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد نیک عمل کیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بعض عہدوں پر مقرر کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو گورنر بنایا اور یہ صبح کی نماز میں سجدہ کی حالت میں فوت ہوئے' یہ قریش کے نجباء' کرماء اور عقلاء میں سے تھے۔

حضرت عکرمہ بن ابی جہل کا اسلام بھی قبول کر لیا گیا تھا۔

مِقْیَس بن صُبابہ کا تذکرہ

یہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا' جب رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام لے کر قتل کرنے کا حکم دیا تو اس کو مکہ کے بازار میں لوگوں نے پکڑ کر قتل کر دیا تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۵ ص ۲۲۶۔ ۲۲۳ ملخصاً و مرتباً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۰۵۔ ج ۳ ص ۱۳۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے جو آٹھ دس سطروں پر مشتمل ہے' اس کے عنوان یہ ہیں:

(۱) مکہ میں دخول کے وقت آپ کے سر پر خود تھا یا سیاہ عمامہ (۲) مکہ میں بغیر احرام کے دخول میں مذاہب (۳) ابن خطل کو قتل کرنے کی تحقیق۔

۱۹ - بَابٌ إِذَا أَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ

اگر کوئی لاعلمی سے قمیص پہنے ہوئے احرام باندھ لے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص کو احرام کے احکام کا علم نہ ہو اور وہ شخص اس حال میں احرام باندھ لے' جب

قمیص پہنے ہوئے ہوتو اس پر فدیہ واجب ہوگا یا نہیں۔

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ جَاهِلًا أَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

اور عطاء نے کہا کہ جب کوئی شخص خوشبو لگا لے یا ناواقفیت کی وجہ سے یا بھول کر سلا ہوا کپڑا پہن لے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک جو شخص بھول کر خوشبو لگا لے یا بھول کر سلا ہوا کپڑا پہن لے تو اس پر بھی فدیہ واجب ہوگا' جس طرح کوئی شخص بھول کر نماز میں کچھ کھا لے تو اس سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۹۷)

۱۸۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ فِيهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ أَوْ نَحْوُهُ، كَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِي تُحِبُّ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ تَرَاهُ؟ فَنَزَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ نے از والد خود حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ کے پاس جبہ پہنے ہوئے ایک شخص آیا' جس میں زرد رنگ یا اس جیسی کسی چیز کا اثر تھا' حضرت عمر نے مجھ سے کہا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھو جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی' پھر جب آپ سے وہ کیفیت دور ہوگئی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے عمرہ میں وہی کام کرو' جو اپنے حج میں کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۴۸ - وَعَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ، يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ایک شخص نے دوسرے شخص کو کاٹ لیا تو اس شخص نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت اکھڑ گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دانتوں کی دیت کو باطل کر دیا۔

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا جواز اور ہاتھ پر کاٹنے والے کی دیت کو ساقط کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ دوسری حدیث ہے اور اس سے ایک مستقل مسئلہ ثابت ہوتا ہے' امام بخاری نے اس کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث حدیث سابق کا تمہ ہے۔

عطاء بن ابی رباح' الزہری' سعید بن جبیر' محمد بن سیرین' امام مالک اور امام محمد بن الحسن نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ احرام میں خوشبو کا استعمال کرنا مکروہ ہے' اور محمد بن الحنفیہ' عمر بن عبد العزیز' عروۃ بن الزبیر' اسود بن یزید' خارجہ بن زید' القاسم بن محمد' ابراہیم النخعی' سفیان الثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام زفر' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہ مذہب ہے کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر یہ (غیر مقلدین) کا بھی یہی مذہب ہے اور اس حدیث کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس شخص کے جبہ پر خوشبو کا لیپ تھا اور وہ پیلے رنگ کا لیپ (اُبٹن یا کریم کا نشان) تھا اور یہ مرد کے احرام باندھتے وقت مکروہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں احرام میں ممنوع ہیں جیسے سلا ہوا کپڑا یا خوشبو' اگر احرام باندھتے وقت ان میں سے کوئی چیز محرم کے جسم پر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے' احرام باندھنے کے بعد وہ خوشبو کے نشان کو دھو ڈالے گا اور سلا ہوا کپڑا اتار دے گا۔

محرم قمیص یا جبہ کو اتارے گا اور اس کو اتارتے وقت وہ اس کے سر کا احاطہ کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے' اس کو پھاڑ کر یا کاٹ کر اتارنا ضروری نہیں ہے۔

اس حدیث میں کسی کے ہاتھ پر کاٹنے کا بھی مسئلہ ہے' اس کو امام بخاری عنقریب کتاب الدیات میں ذکر کریں گے' وہاں یہ باب ہے: جب آدمی کسی شخص کو کاٹ لے اور اس کے دانت گر جائیں' اور حدیث اس طرح ہے:

از صفوان بن یعلیٰ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا تو ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ کو کاٹ لیا' اس شخص نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچا تو کاٹنے والے کے سامنے کے دانت گر گئے' پھر ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مقدمہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص دوسرے شخص کا ہاتھ بیل کی طرح کاٹتا ہے' تمہارے لیے کوئی دیت نہیں' صحیح مسلم میں ہے: آپ نے اس کے دانتوں کی دیت کو ساقط کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۶۸۹۳۔ ۶۸۹۲' صحیح مسلم: ۱۶۷۳' سنن ترمذی: ۱۴۱۶' سنن نسائی: ۴۷۶۰' سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۷)

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس حدیث سے مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ کو جب کاٹا جائے اور وہ اپنا ہاتھ کھینچے اور اس ہاتھ کھینچنے سے کاٹنے والے کے دانت گر جائیں تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ اس کا تاوان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۰۔ ۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ثانی الذکر حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ اس کی مجھے اور کوئی وجہ سمجھ نہیں آسکی سوائے اس کے کہ یہ دونوں حدیثیں حضرت صفوان بن یعلیٰ سے مروی ہیں یا پھر یہ کہ پہلی حدیث میں مذکور جس طرح احرام باندھتے وقت کسی نے جبہ پہن لیا یا اس پر خوشبو لگا لی تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' اسی طرح جب کسی شخص نے کاٹنے والوں کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کاٹنے والے کے دانت گر گئے تو ہاتھ کھینچنے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے' یہ دونوں مناسبتیں بہت بعید ہیں اور امام بخاری کی حدیث کی باب کے ساتھ اکثر مناسبتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر دونوں نے اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت بیان کرنے کی زحمت نہیں کی حالانکہ علامہ ابن خلدون نے کہا ہے کہ امام بخاری نے حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت بیان کرنے کا قرض امت پر چھوڑ دیا ہے اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ قرض امت کی طرف سے اتار دیا ہے' بہرحال زیر بحث حدیث کی مناسبت کا قرض یہ دونوں بزرگ نہیں اتار سکے اور اس ناکارہ نے جیسے تیسے کر کے یہ قرض اتارا ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک۔

۲۰ - بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوْتُ بِعَرَفَةَ وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُؤَدّٰى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ

محرم میدانِ عرفات میں مر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا کہ اس کی طرف سے اس کا بقیہ حج ادا کیا جائے

۱۸۴۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ... امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَّاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَّاحِلَتِهٖ فَوَقَصَتْهُ، أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ، أَوْ قَالَ ثَوْبَيْهِ، وَلَا تُحَنِّطُوْهُ، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ایک آدمی میدانِ عرفات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وقوف کر رہا تھا تو اچانک اس کی اونٹنی نے اس کو گرا دیا' پس اس کی گردن ٹوٹ گئی' یا کہا: اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں میں کفن پہناؤ یا فرمایا: اس کے دو کپڑوں میں' اور اس کو خوشبو نہ لگانا اور اس کا سر نہ ڈھانپنا کیونکہ قیامت کے دن اللہ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ یہ ''اللّٰھم لبیك اللّٰھم لبیك'' پڑھ رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۵۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَّاقِفٌ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، إِذْ وَقَعَ عَنْ رَّاحِلَتِهٖ فَوَقَصَتْهُ، أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تَمَسُّوْهُ طِيْبًا، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدانِ عرفات میں وقوف کر رہا تھا' اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر گیا' پس اس کی گردن ٹوٹ گئی' یا کہا: اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو' اور اس کو دو کپڑوں میں کفن پہناؤ' اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو اور نہ اس کو کافور لگاؤ کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ یہ ''اللّٰھم لبیك اللّٰھم لبیك'' پڑھ رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۱ - بَابُ سُنَّةِ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

جب محرم مر جائے تو اس کو کفن دینے کا طریقہ

۱۸۵۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' اونٹنی نے حالت احرام میں (اس کو گرا کر) اس کی گردن توڑ ڈالی' پس وہ فوت ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل ...

تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ، فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

اس کو اس کے دو کپڑوں میں کفن دو، اور نہ اس کو خوشبو لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن ''لبیک لبیک'' کہتا ہوا اٹھے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ، وَالرَّجُلِ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْاَةِ

میت کی طرف سے حج کرنا اور نذروں کو پورا کرنا اور مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میت کی طرف سے حج کرنے کا کیا حکم ہے اور میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے کا کیا حکم ہے اور مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنے کا کیا حکم ہے۔

۱۸۵۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ، جَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ، اَفَاَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ، حُجِّيْ عَنْهَا، اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اِقْضُوا اللّٰهَ، فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ. [اطراف الحدیث: ۶۶۹۹۔ ۷۳۱۵] (سنن نسائی: ۲۶۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، سو اس نے حج نہیں کیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو، یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں! اللہ کا قرض ادا کرو، اللہ تعالیٰ قرض کی ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

فوت شدہ شخص کی طرف سے اس کا حج ادا کرنے میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب ایک آدمی فوت ہو جائے اور اس پر حجۃ الاسلام ہو یا اس پر نذر کا حج ہو تو ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے خواہ اس نے اس کی وصیت نہ کی ہو، اس کی طرف سے یہ حج کفایت کرے گا، صحابہ میں سے حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء، ابن سیرین، مکحول، سعید بن المسیب اور اوزاعی کا یہی مختار ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (علامہ عینی نے کہا ہے کہ جس پر حجۃ الاسلام ہو اور وہ حج کرنے سے پہلے مرگیا ہو تو اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے خواہ اس نے حج کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو) اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے حج نہ کرے، حضرت ابن عمر، القاسم بن محمد اور النخعی کا یہی قول ہے۔

امام مالک اور لیث نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے حج نہ کرے مگر اس میت کی طرف سے جس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو اور یہ حج اس کے فرض کا قائم مقام نہیں ہوگا اور اگر میت نے اس کی وصیت کی ہو تو پھر امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت کو پورا کیا جائے گا، النخعی کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کے اصل مال سے اس کی

وصیت کو پورا کیا جائے گا (علامہ عینی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب نہیں ہے)۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے' ان کی دلیل

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حج کو قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور دوسرے شخص کی طرف سے اس کا قرض ادا کرنا جائز ہے خواہ اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت کی شرط نہیں لگائی' اور اگر وہ عورت اپنی ماں کی طرف سے حج کرے گی تو یہ اس کی ماں کا امر ہے اور اگر یہ حج اس کی ماں کی طرف سے ادا نہ ہوتا تو نبی ﷺ بتا دیتے کہ یہ جائز نہیں ہے اور فرما دیتے کہ اگر تم اپنی ماں کے حکم کی وجہ سے حج کرو گی تو یہ حج ادا نہیں ہوگا اور جب نبی ﷺ نے یہ بتا دیا کہ یہ اس کی ماں کی طرف سے حج ہو جائے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی زندگی میں حج کرنے سے عاجز ہو گیا تو اس کی طرف سے بھی حج کرنا صحیح ہے۔ امام طبری نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے حج کو قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس کے تمام مال سے حج کرنا جائز ہے نہ کہ تہائی مال سے' جیسا کہ باقی قرضوں کا یہی حکم ہے اور امام ابن المنذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمان کی وفات کے بعد ان کی طرف سے اعتکاف کیا۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہے

جو فقہاء دوسرے کی طرف سے حج کرنے کو ناجائز کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حج کرنا انسان کے بدن کا عمل ہے اور اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا' اسی طرح سے دوسرے کی طرف سے حج بھی نہیں کیا جائے گا۔ علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا' اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس عورت سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتیں؟ یہ سوال آپ نے اس لیے کیا تھا کہ جب اس عورت کی ماں کا ترکہ نہ ہوتا تو اس عورت پر یہ واجب تھا کہ وہ اپنی ماں کا قرض ادا کرتی' کیونکہ حج بدن کا عمل ہے اور یہ ایسی عبادت ہے جس کو کوئی شخص دوسرے کی طرف سے انجام نہیں دے سکتا خواہ وہ اپنی زندگی میں اس عبادت پر قادر ہو یا عاجز ہو' اسی طرح اس کی موت کے بعد بھی وہ اس کی طرف سے حج نہیں کر سکتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۷۱-۷۰ ۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان فقہاء نے صریح نص کے مقابلہ میں قیاس کیا ہے' جب نبی ﷺ نے واضح طور پر حج کو قرض کے مشابہ قرار دے کر فرما دیا: ہاں! تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو' پھر فرمایا: اللہ کا قرض ادا کرو' اور قرض ادا کیے جانے کا اللہ سب سے زیادہ مستحق ہے' تو پھر حج کو نماز پر قیاس کر کے دوسرے کی طرف سے حج کرنے کو ناجائز قرار دینے کی کیا ضرورت ہے؟

امام بخاری پر ایک اعتراض کا جواب

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے کہ مرد عورت کی طرف سے حج کرے' اور اس کے تحت جو حدیث وارد کی ہے اس میں عورت کے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنے کا ذکر ہے' پس انہیں عنوان میں یوں کہنا چاہیے تھا کہ عورت' عورت کی طرف سے حج کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس عورت کو مذکر کے صیغہ (''اقضوا اللّٰہ'' اللہ کا قرض ادا کرو) سے خطاب فرمایا ہے' جس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں اور مرد عورت کی طرف سے حج کرے یا عورت مرد کی طرف سے حج کرے' اس میں حسن بن صالح کے سوا کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۷۱ ۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اعتراض مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس اعتراض کا ایک اور جواب دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

مجھے یہ ظاہر ہوا ہے کہ امام بخاری نے اس ترجمہ سے اُس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو شعبہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے' جس کو امام بخاری نے کتاب النذور میں درج کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ الحدیث' اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ تم اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ وہ اس کا زیادہ مستحق ہے' اور اس حدیث کو امام احمد اور امام نسائی نے بھی شعبہ سے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ص ۱۵۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر دونوں کے جوابوں کو رد کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کا جواب اس لیے غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام حکم نہیں بیان فرمایا جس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں بلکہ خاص عورت سے خطاب کرتے ہوئے ''نعم حجی عنها'' ہاں! تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو اور یہ مؤنث کا صیغہ ہے' اس لیے امام بخاری پر یہ اعتراض برقرار رہے گا کہ انہوں نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے کہ ''مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنا'' اور اس عنوان کے تحت وہ حدیث درج کی ہے جس میں عورت کے عورت کی طرف سے حج کرنے کا ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عورت ہی حاضر تھی اور آپ نے اسی کے سوال کا مؤنث کے صیغہ سے جواب دیا تھا اور بعد میں اس کو عام صیغہ سے مؤکد فرمایا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب اس لیے غلط ہے کہ اعتراض تو اس حدیث پر ہو رہا ہے جو کتاب جزاء الصید میں درج ہے کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے اور حافظ ابن حجر اس کے جواب میں کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث ایک اور عنوان کے مطابق ہے جو کتاب النذور میں درج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ص ۳۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ صحیح بخاری پر جو اعتراض ہے کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے' اس کا ایک جواب علامہ ابن بطال نے دیا اور دوسرا جواب حافظ ابن حجر نے دیا اور جب یہ دونوں جواب مسترد ہو گئے تو امام بخاری اور ان کا صحیح بخاری پر اعتراض برقرار رہا۔

حافظ ابن حجر کے جواب میں ایک اور سنگین غلطی

میں کہتا ہوں کہ یہاں پر حافظ ابن حجر نے ایک اور فاش غلطی کی ہے جس کی طرف علامہ عینی نے توجہ نہیں کی' وہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے ایک اور حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو شعبہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے اور اس کو امام بخاری نے کتاب النذور میں درج کیا ہے' میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب جزاء الصید کے علاوہ کتاب الوصایا' کتاب النذور اور کتاب الحیل میں تین اور جگہوں میں درج کیا ہے اور کسی جگہ بھی یہ حدیث از شعبہ از ابی بشر مروی نہیں ہے' ہم تینوں جگہوں سے اس حدیث کو مع سند ذکر کر رہے ہیں: کتاب الوصایا میں یہ حدیث اس طرح ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی اور اس پر نذر تھی؟ آپ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے نذر ادا کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۷۶۱)

اس کی سند میں شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے۔

اور کتاب النذور میں یہ حدیث مع سند اس طرح ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نذر کے متعلق سوال کیا جو اُن کی ماں پر تھی' پھر وہ نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گئیں' آپ نے یہ جواب دیا کہ وہ (سعد بن عبادہ) اس نذر کو اپنی ماں کی طرف سے ادا کریں' پھر بعد میں یہ عمل سنت ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۲۶۹۸)

اس حدیث کی سند میں بھی شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے۔

اور کتاب الحیل میں یہ حدیث مع سند اس طرح ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نذر کے متعلق سوال کیا جو ان کی ماں پر تھی اور وہ اس کو ادا کرنے سے پہلے فوت ہو گئی تھیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس نذر کو اپنی ماں کی طرف سے ادا کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۹۵۹)

اس حدیث کی سند میں بھی شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے۔

مؤخر الذکر ان تینوں حدیثوں کی سند میں شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے اور کتاب جزاء الصید میں ابوعوانہ از ابی بشر کا ذکر تو ہے' شعبہ کا ذکر اس میں بھی نہیں ہے' حافظ ابن حجر کا یہ وہم فاسد ہے کہ کتاب النذور میں یہ حدیث شعبہ سے مروی ہے' امام بخاری نے یہ حدیث چار جگہ ذکر کی ہے اور کسی جگہ بھی یہ حدیث شعبہ سے مروی نہیں ہے' یہ حافظ ابن حجر کی سنگین غلطی ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کو حدیث کے تمام طرق مستحضر نہیں تھے اور ان کی طرقِ حدیث پر نظر نہیں تھی' وہ حافظ کہلاتے ہیں اور حافظ کی تعریف یہ کی جاتی ہے: جس کو ایک لاکھ احادیث متناً و سنداً محفوظ ہوں۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر از علی قاری' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

سنن نسائی: ۲۶۲۸ میں یہ حدیث شعبہ از ابی بشر سے مروی ہے' اور مسند احمد میں یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اور ایک سند میں شعبہ از ابی بشر کا بھی ذکر ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰) تاہم یہ وہ حدیث نہیں ہے جس کا امام بخاری نے کتاب جزاء الصید میں ذکر کیا ہے' جس کی شرح میں حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے' ہم ان دونوں کتابوں کا متن ذکر کر دیتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث کتاب جزاء الصید کی حدیث سے مختلف ہے: امام نسائی روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہو گئی' پھر اس کا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس اللہ کا قرض ادا کرو' وہ ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ (سنن نسائی: ۲۶۲۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کرنے کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہو گئی تو اس کا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے فرمایا: تو تم اللہ عزوجل کا قرض ادا کرو' وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۴۰' ج ۴ ص ۴۳۔ ۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام بخاری کی کتاب جزاء الصید کی حدیث میں ذکر ہے کہ ایک عورت نے اپنی ماں کے متعلق سوال کیا اور امام نسائی اور امام

احمد کی حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی بہن کے متعلق سوال کیا' لہٰذا امام بخاری کی حدیث مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کیونکر صحیح ہوگا کہ یہ حدیث سنن نسائی اور مسند احمد میں بھی شعبہ از ابی بشر مروی ہے' کیونکہ امام بخاری کی اس مضمون کی کوئی حدیث شعبہ سے مروی نہیں ہے اور امام نسائی اور امام احمد کی حدیث شعبہ سے مروی ہے مگر یہ وہ حدیث نہیں ہے اور امام بخاری کی کتاب جزاء الصید سے بالکل مختلف ہے۔

میت کی طرف سے حجۃ الاسلام کرنے میں امام اعظم کے مذہب کی وضاحت' قیاس کی اصل' فتویٰ میں دلائل لکھنے کی اصل اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں حسب ذیل مسائل اور فوائد لکھے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی عورت کی ماں نے جو حج کی نذر مانی ہو اور وہ فوت ہو جائے تو وہ عورت اپنی ماں کی طرف سے حج کرسکتی ہے' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ایسی صورت میں مرد بھی عورت کی طرف سے حج کرسکتا ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر حجۃ الاسلام ہے' اس کے وارثوں پر اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے خواہ اس نے یہ وصیت کی ہو کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے یا وصیت نہ کی ہو (تاہم یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ امام اعظم نے ورثاء پر حج کے وجوب کی نفی کی ہے اور اس حدیث میں ورثاء کی طرف سے حج کرنے کا جواز ہے)۔

اس قول کی وجہ یہ ہے کہ حج ایسی عبادت ہے جس میں مال کا بھی خرچ ہے اور بدنی مشقت بھی ہے اور جو شخص فوت ہو گیا اب اس کا مال بھی خرچ نہیں ہوگا اور نہ اس کو بدنی مشقت ہوگی کیونکہ وہ اب دنیا سے جا چکا ہے' اس وجہ سے امام اعظم نے ورثاء پر حج کے لزوم کی نفی کی ہے۔

تاہم امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے اور کوئی قید نہیں لگائی تھی تو اس کے تہائی مال سے حج کیا جائے گا' اگر اس کے شہر سے حج کرنے میں اس کا تہائی مال کافی ہو' اور اگر اس کا تہائی مال کافی نہ ہو تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی وصیت باطل ہو جائے' لیکن استحسان یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو' اس کے مال سے خرچ کر کے اسی کی طرف سے حج کیا جائے۔

مصنف کے نزدیک امام شافعی کا مذہب' باب مذکور کی حدیث کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حجۃ الاسلام بھی فرض ہے اور نذر کا پورا کرنا بھی فرض ہے اور جب اس حدیث کے تقاضے سے میت کی طرف سے حج کی نذر پوری کی جاسکتی ہے تو جس شخص کا فرض حج رہ گیا ہو اور اس کے وارثوں میں سے کوئی اس حج کو ادا کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہونا چاہیے اور اگر اس نے حج کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت کو پورا کرنا اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے جب کہ امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے' صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ کا بھی یہی مؤقف ہے اور متعدد تابعین کا بھی یہی مذہب ہے اور باب مذکور کی حدیث سے بھی اس کی قوی تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب' اور ہم نے پہلے بتایا ہے کہ امام اعظم ورثاء کی طرف سے حج کے جواز کی نفی نہیں کرتے' اس لیے یہ حدیث امام اعظم کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث میں قیاس کی اصل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نذر کو قرض پر قیاس فرمایا ہے۔

(۴) [illegible]

طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیان فرمایا کہ وہ عورت اپنی ماں کی طرف سے حج کرے اور اس کی نذر پوری کرے تو اس کی دلیل بھی بیان فرمادی کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! تاکہ سوال کرنے والے کا ذہن مطمئن ہو جائے۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس معاشرہ میں یہ معروف تھا کہ قرض کو ادا کرنا واجب ہے اور میت کی طرف سے بھی قرض کو ادا کرنا لازم ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اصل بنا کر اس پر یہ متفرع کیا کہ جب میت کا قرض ادا کرنا لازم ہے تو اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا تو زیادہ موکد ہے۔

(۶) بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب میت نے مال چھوڑا ہو حتیٰ کہ اس کی طرف سے اس کا قرض ادا کیا جائے' اس کا جواب یہ ہے کہ میت کا مال چھوڑنا ضروری نہیں ہے' میت کا وارث اپنی طرف سے بھی تبرعاً میت کا قرض ادا کر سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۵۔ ۳۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۳ - بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَّا يَسْتَطِيعُ الثُّبُوْتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

اس کی طرف سے حج کرنا جو سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ہے: زندوں میں سے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۵۳۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس پر لکھا ہے کہ یہ تفسیر عبث ہے کیونکہ کسی کے ذہن میں بھی یہ نہیں آتا کہ مردے بھی سواری پر بیٹھ سکتے ہیں یا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۵۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ امْرَاَةً (ح).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن شہاب از سلیمان بن یسار از حضرت ابن عباس از حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہم کہ ایک عورت (ح)

۱۸۵٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ، اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ يَقْضِيْ عَنْهُ اَنْ اَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حجۃ الوداع کے سال ایک عورت آئی' اس نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کا اپنے بندوں پر فریضہ حج ہے' میں نے اپنے باپ کو بہت بوڑھا پایا ہے' وہ سواری پر سیدھا نہیں بیٹھ سکتا تو میں اس کی طرف سے حج کروں تو اس کا حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

یہ حدیث حج بدل کی اصل ہے' اس کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۵۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۲٤ - بَابُ حَجِّ الْمَرْاَةِ عَنِ الرَّجُلِ

عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

۱۸۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَّالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَتِ امْرَاَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ اِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ، فَقَالَتْ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ. وَذٰلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سلیمان بن یسار از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے پس خثعم کے قبیلہ کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے سوال کیا کہ بے شک (حج) اللہ کا فریضہ ہے' میرا باپ بہت بوڑھا ہے' وہ سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کے سال کا ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ

بچوں کا حج کرنا

بچوں کے حج میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

داؤد ظاہری اور بعض محدثین کا یہ مذہب ہے کہ جب بچہ حج کر لے تو اس کا وہ حج حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور بالغ ہونے کے بعد اس پر حج فرض نہیں ہوگا' اور حسن بصری' عطاء بن ابی رباح' مجاہد' النخعی' الثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور دوسرے متعدد فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ بچہ نے جو حج کیا ہے وہ اس کے حجۃ الاسلام سے کافی نہیں ہے اور بالغ ہونے کے بعد اس پر از سر نو حج کرنا فرض ہے۔

جو علماء یہ کہتے ہیں کہ بچہ نے جو حج کیا ہے وہ اس کے لیے حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور اس کو دوبارہ حج نہیں کرنا ہوگا' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مقام روحاء پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات سواروں کی ایک جماعت سے ہوئی' آپ نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم لوگ مسلمان ہیں! پھر انہوں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' پھر ایک عورت نے اپنا بچہ آپ کو دکھا کر پوچھا: کیا اس بچہ کے لیے بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس کا اجر تم کو ملے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۶' الرقم المسلسل: ۳۱۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۳۶' سنن نسائی: ۲۶۴۴۔ ۲۶۴۳)

امام بخاری نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا' اس کی ظاہر وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے موافق نہیں تھی یا وہ اس حدیث پر مطلع نہیں ہوئے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ بچہ کا کیا ہوا حج منعقد بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ امام مالک' امام شافعی اور داؤد ظاہری کا یہ مذہب ہے کہ اس کا کیا ہوا حج منعقد ہو جاتا ہے' اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا کیا ہوا حج منعقد نہیں ہوتا' پھر جو علماء کہتے ہیں کہ اس کا حج منعقد ہو جاتا ہے' ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بالغ ہونے کے بعد پھر دوبارہ اس پر حج کرنا فرض ہے یا نہیں؟ داؤد ظاہری نے کہا: بالغ

ہونے کے بعد اس کو دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں ہے' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: اس کے لیے وہ حج کافی نہیں ہے اور بالغ ہونے کے بعد اس کو دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

امام طحاوی نے کہا: صحیح مسلم کی حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ اس بچہ کا حج ہو جائے گا اور اس کا اجر تم کو ملے گا' لیکن اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اس کا یہ حج اس کے حجۃ الاسلام سے کافی ہوگا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے قلم (تکلیف) اٹھا لیا گیا ہے: سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے اور بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۸' سنن نسائی: ۳۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۰۳' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۰' المستدرک ج ۲ ص ۵۹' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۳۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۶' مشکوٰۃ: ۳۲۸۷)

اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ بچہ مکلف نہیں ہے' اس لیے اس پر حج فرض نہیں ہے جیسے نابالغ نے کسی وقت کی فرض نماز پڑھ لی' پھر اسی وقت میں وہ بالغ ہوگیا تو بالغ ہونے کے بعد وہ اس نماز کو نہیں دہرائے گا' پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک بچہ نے حج فاسد کر دیا تو اس پر قضا نہیں ہے اور اگر اس نے شکار کر لیا تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٨٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ بَعَثَنِي' أَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی یزید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ سے رات کو سامان کے ساتھ منیٰ بھیج دیا' یا فرمایا: مجھے پہلے بھیج دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نابالغ تھے' سو اس حدیث میں نابالغ کے حج کرنے کا ثبوت ہے۔

١٨٥٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ' أَسِيرُ عَلٰى أَتَانٍ لِي' وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمِنًى' حَتّٰى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ' ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ' فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ يُونُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں اپنی گدھی پر سوار ہو کر آیا' اس وقت میں بلوغت کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے' میں صف اول کے کسی حصہ سے گزرا' پھر میں گدھی سے اترا' وہ چرنے لگی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگوں کے ساتھ نماز کی صف میں شامل ہو گیا اور یونس نے کہا از ابن شہاب: حجۃ الوداع کے سال منیٰ میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۶۰ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی بھی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں حضرت ابن عباس کے حج کرنے کا بیان ہے' جس وقت وہ نابالغ تھے۔

۱۸۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ' عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ حُجَّ بِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ. (سنن الترمذی: ۹۲۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمان بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از محمد بن یوسف از السائب بن یزید' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے ساتھ حج کرایا گیا اور اس وقت میری عمر سات سال تھی۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

۱۸۵۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ' عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَقُوْلُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ' وَكَانَ قَدْ حُجَّ بِهٖ فِیْ ثَقَلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۶۷۱۲-۶۷۳۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زُرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قاسم بن مالک نے خبر دی از جعید بن عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے عمر بن عبدالعزیز سے سنا' وہ حضرت السائب بن یزید سے کہہ رہے تھے: اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے ساتھ حج کرایا گیا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی بھی عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت سائب بن یزید نے بچپن میں حج کیا تھا۔

۲۶ - بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ — عورتوں کا حج کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے حج کا طریقہ مردوں کی طرح ہے یا اس سے مختلف ہے۔

۱۸۶۰ - وَقَالَ لِیْ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ جَدِّهٖ قَالَ اَذِنَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِاَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا. فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

امام بخاری فرماتے ہیں: اور مجھ سے احمد بن محمد نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو آخری حج کیا تھا' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو بھی حج پر جانے کی اجازت دی تھی اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

تمام مسلمان امہات المؤمنین کے محارم ہیں

یہ حدیث اس حیثیت سے عنوان کے مطابق ہے کہ اس میں خواتین کے حج کا ذکر ہے' لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس میں مردوں کے بھی حج کرنے کا ذکر ہے اور وہ اس لیے ہے کہ حج میں خواتین کی ضروریات کو مہیا کرنے اور ان کے قیام اور طعام کے انتظام کی کفالت کے لیے مردوں کی ضرورت ہے اور عنقریب حدیث میں آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی عورت دو دن کی مسافت کا سفر بغیر شوہر یا محرم کے نہ کرے' اور چونکہ تمام ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین ہیں' اس لیے تمام امت ان کی محرم ہے' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمان کو ان کے ساتھ بہ طور محرم کے بھیجا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات حضرت عمر رضی اللہ کی اجازت کے بعد ہی حج کے لیے نکلی تھیں' پہلے حضرت عمر اس معاملہ میں متردد رہے تھے' پھر بعد میں ان پر منکشف ہوا کہ ازواجِ مطہرات کا حج کرنا جائز ہے تو انہوں نے ازواجِ مطہرات کو حج پر جانے کی اجازت دی اور امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ ام درۃ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے فرمایا: ہمیں حضرت عمر رضی اللہ نے حج اور عمرہ سے منع کر دیا تھا حتیٰ کہ جب ان کی خلافت کا آخری سال تھا تو انہوں نے ہمیں اجازت دی۔ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ نے اپنی خلافت کے ایام میں ازواجِ مطہرات کو حج کرایا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۹)

یہ روایت اس باب کی حدیث کے موافق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ پہلے ازواجِ مطہرات کو حج سے منع کرتے تھے' پھر بعد میں انہوں نے اجازت دی۔ روافض حضرت عائشہ پر طعن کرتے ہیں کہ عورتوں کو گھر میں رہنے کا حکم ہے' حضرت عائشہ نے اس حکم کی مخالفت کی اور گھر سے باہر نکلیں' اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کو اپنی ضرورت میں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے اور واقعہ جمل میں حضرت عائشہ مسلمانوں میں اصلاح کے قصد سے نکلی تھیں' یہ قوی ضرورت تھی۔

* اس کی پوری تفصیل ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۹ ص ۴۳۳۔ ۴۲۷ میں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن الولید ابو محمد ازرقی' امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف ابو اسحاق الزہری القرشی المدنی (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم (۴) ان کے دادا ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف (۵) حضرت عمر رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ محرم وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ دائماً نکاح حرام ہوتا ہے اور ازواجِ مطہرات کے ساتھ تمام مسلمانوں کا نکاح دائماً حرام ہے' اس لیے تمام مسلمان ازواجِ مطہرات کے محارم ہیں' یہ بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں کہی تھی' جب آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ امہات المؤمنین نے ان مسلمانوں کے ساتھ سفر حج کس دلیل سے کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ اَبِي عَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَتْنَا عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ' عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَلَا نَغْزُوْ اَوْ نُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ لَكُنَّ اَحْسَنُ الْجِهَادِ وَاَجْمَلُهُ الْحَجُّ' حَجٌّ مَبْرُوْرٌ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا اَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ اِذْ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عائشہ بنت طلحہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم غزوہ میں شریک نہ ہوں یا کیا ہم جہاد نہ کریں' آپ نے فرمایا: لیکن سب سے زیادہ حسین و جمیل جہاد حج مبرور ہے' تب حضرت عائشہ رضی اللہ نے کہا: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے' اس کے بعد میں کسی حج کو ترک نہیں کرتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حج مبرور کا ذکر ہے' ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو یا

جس میں دکھاوا اور شہرت کا قصد نہ ہو یا اس سے مراد ہے: حج مقبول یا جس حج میں لڑائی جھگڑا' فحش باتیں اور دیگر گناہ نہ کیے ہوں یا جس حج کے بعد گناہ نہ کیے ہوں اور اس حج میں نیک باتیں کی ہوں اور لوگوں کو کھانا کھلایا ہو۔

۱۸۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ، وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَيْشِ كَذَا وَكَذَا، وَامْرَأَتِي تُرِيدُ الْحَجَّ! فَقَالَ اُخْرُجْ مَعَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی معبد مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور عورت کے پاس کوئی شخص اسی وقت آئے جب اس کے پاس محرم ہو' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں فلاں فلاں لشکر میں جانا چاہتا ہوں اور میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ جاؤ۔

[اطراف الحدیث: ۳۰۰۶-۳۰۶۱-۵۲۳۳] (صحیح مسلم: ۱۳۴۱' الرقم المسلسل: ۳۱۶۲' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۰' مسند الحمیدی، ۴۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۴۰۹-۶' سنن کبریٰ ۹۲۱۸' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۹' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۱' المعجم الکبیر: ۱۲۲۰۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹' شرح السنۃ: ۱۸۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۳۴- ج ۳ ص ۴۰۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرنے جاؤ' اس میں عورتوں کے شوہر کے ساتھ حج کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) عمرو بن دینار (۴) ابومعبد' ان کا نام نافذ ہے (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۵)

بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کی ممانعت پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت محرم کے سوا کوئی سفر نہیں کر سکتی اور الفاظ کا عموم سفر کے عموم پر دلالت کرتا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر محرم کے عورت کا سفر حرام ہے خواہ وہ سفر کم ہو یا زیادہ' حج کے لیے ہو یا کسی اور کام کے لیے ہو' ابراہیم النخعی' الشعبی' طاؤس اور ظاہر یہ (غیر مقلدین) کا یہی مذہب ہے' انہوں نے صحیح بخاری کے باب مذکور سے استدلال کیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران: ۹۷)

بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔

یہ آیت مردوں اور عورتوں دونوں کے حق میں عام ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں سے جس کو بھی حج کی استطاعت حاصل ہو جائے تو اس پر حج فرض ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے' یہ بھی ہر سفر کے لیے عام ہے اور اس میں حج کا سفر بھی داخل ہے۔ امام ... عموم کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ جب عورت پر حج

فرض ہو تو وہ بغیر محرم کے حج پر جاسکتی ہے بہ شرطیکہ اس کے ساتھ چند عورتیں ہوں اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کے عموم کو ترجیح دی ہے یعنی وہ بغیر محرم کے حج پر نہیں جاسکتی اور اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ استطاعت میں محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا داخل ہے یعنی جس عورت کے ساتھ محرم یا شوہر نہیں ہے اس کو حج کی استطاعت حاصل نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۶-۳۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

بغیر محرم کے عورت کے سفرِ حج کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور مصنف کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے حج نہ کرے امام احمد اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے اس حدیث کی ممانعت کو ہر سفر پر محمول کیا ہے اور امام مالک اور جمہور فقہاء نے اس کو مخصوص سفر پر محمول کیا ہے اور ان کے نزدیک اس سفر سے غیر واجب سفر مراد ہیں اور ان کا استدلال اس آیت کے عموم سے ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. (آل عمران:۹۷) بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔

لہٰذا اس آیت کے خطاب میں عورت بھی داخل ہے اور اس پر حج کا فرض ادا کرنا لازم ہے۔

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطال کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں مطلقاً حج کو فرض نہیں کیا گیا بلکہ بہ شرط استطاعت حج کو فرض کیا گیا اور عورت کو سفرِ حج کی استطاعت تب ہی حاصل ہوگی جب اس کے ساتھ اس سفر میں اس کا شوہر یا محرم ہوگا۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: عورت کو سفرِ حج کرنے سے نہیں منع کیا جائے گا جیسا کہ عورت کو نماز اور روزے سے منع نہیں کیا جاتا۔

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطال کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے روزے کا ذکر تو انہوں نے عبث کیا ہے کیونکہ روزے رکھنے کے لیے سفر نہیں کرنا پڑتا البتہ نماز کے لیے عورتوں کو مساجد میں جانا پڑتا ہے اور عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے لیکن مساجد گھروں کے ساتھ اور گھروں کے قریب ہوتی ہیں ان کے لیے سفر شرعی نہیں کرنا پڑتا یعنی ۶۱ (اکسٹھ) میل یا اس سے زائد کی مسافت جس میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے لہٰذا علامہ ابن بطال کا اس سے بھی استدلال کرنا باطل ہے علاوہ ازیں عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى. (الاحزاب:۳۳) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرنا۔

اسی طرح احادیث میں بھی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ فرماتی ہیں: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو عورتوں نے اب نکالا ہے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے اس طرح منع کر دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع کر دیا تھا۔ (صحیح البخاری:۸۶۹ سنن ابوداؤد:۵۶۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اس کے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (سنن ابوداؤد:۵۷۰)

اس لیے عورتوں کے مسجد میں نماز پڑھنے سے بغیر شوہر یا محرم کے حج کے لیے جانے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

نیز علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب عورت دارالکفر میں اسلام لے آئے تو وہ دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف بغیر محرم کے سفر کرے گی' اسی طرح ہر واجب کو ادا کرنے کے لیے وہ بغیر محرم کے سفر کرے گی' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو بغیر محرم کے جس سفر سے منع کیا ہے' یہ وہ سفر ہے جو واجب نہ ہو۔

میں کہتا ہوں کہ دارالکفر سے دارالایمان کی طرف جو سفر کرے گی وہ اضطرار کی صورت ہے کیونکہ دارالکفر میں اس کو اپنے ایمان اور اپنی عزت اور آبرو کا خطرہ ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں اپنی جان کا بھی خطرہ ہوتا ہے اور حج تو وسعت اور اختیار کی صورت میں کیا جاتا ہے' لہٰذا سفر حج کو سفر ہجرت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی عورت کو فرض حج ادا کرنے سے روکے' عورت اس کی اجازت کے بغیر حج کے لیے جا سکتی ہے اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ عورت مرد کی اجازت کے بغیر حج کے لیے نہ جائے اور ان کا دوسرا قول وہ ہے جس میں انہوں نے باقی علماء کی موافقت کی ہے (یعنی امام مالک کی) اور اس پر اجماع ہے کہ مرد عورت کو نماز اور روزے سے منع نہیں کر سکتا' اسی طرح حج سے بھی منع نہیں کر سکتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۸۱۔ ۴۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال نے یہ جو کچھ لکھا ہے' یہ ان کے محض دعاوی ہیں' انہوں نے اپنے ان دعاوی پر قرآن اور سنت سے کوئی دلائل قائم نہیں کیے' اس لیے ہم ان پر تبصرہ سے گریز کرتے ہیں۔

عورت کا سلامتی کے ساتھ سفر حج صرف امام اعظم کے مذہب کے مطابق ہی ہو سکتا ہے

نیز ہماری دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں فلاں فلاں لشکر میں جانا چاہتا ہوں اور میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۸۶۲)

اگر عورت کا شوہر یا محرم کے بغیر سفر حج پر جانا جائز ہوتا تو آپ اس شخص سے فرماتے: بیوی کو تنہا حج پر جانے دو اور تم لشکر میں شامل ہو کر جہاد کی فضیلت حاصل کرو کیونکہ وہ زمانہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا تھا اور اس زمانہ میں جہاد کی سخت ضرورت تھی' اس کے باوجود آپ نے فرمایا: تم اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جاؤ' نیز اسی کتاب الحج کی متعدد احادیث میں گزر چکا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ رہ گیا تھا اور انہوں نے اس کی جگہ عمرہ کرنا تھا تو آپ نے حضرت عائشہ کو مقام ذی طویٰ سے تنعیم عمرہ کے لیے بھیجا اور ان کے ساتھ ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بھیجا حالانکہ مقام ذی طویٰ اور تنعیم میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے لیکن آپ نے حضرت عبدالرحمان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھیج کر یہ واضح کیا کہ سفر کم ہو یا زیادہ' عورت بغیر محرم کے سفر نہیں کر سکتی' امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ جب چند عورتیں ساتھ ہوں تو پھر محرم کی ضرورت نہیں رہتی' میں کہتا ہوں کہ عورت فتنہ کا محل ہے' جب زیادہ عورتیں مل کر جائیں گی تو زیادہ فتنہ ہوگا اور یہ فتنہ کسی محافظ ہی کی وجہ سے اٹھ سکتا ہے جو عورت کی صرف حفاظت کرے اور خود اس کی خواہش نہ کرے اور ایسا محافظ شوہر یا محرم ہی ہو سکتا ہے' خصوصاً اس پُرفتن اور پُرآشوب دور میں جہاں سر بازار عورتوں کی عزتیں اور عصمتیں لوٹ لی جاتی ہیں اور عورتوں کو حج کے لیے دور دراز مسافتوں کا سفر کرنا پڑتا ہے جو کئی کئی ہفتوں پر محیط ہوتا ہے' اس لیے عورت کے سفر حج کے لیے محفوظ اور مامون طریقہ وہی ہے جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے مستنبط کر کے امام ابوحنیفہ نے بتایا ہے' اسی طریقہ پر عمل کرنے میں امن اور سلامتی ہے۔

✱ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۶۸۔ ج ۳ ص ۶۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① بغیر زوج یا محرم کے عورت پر حج کی فرضیت میں شوافع کا نظریہ ② زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوافع کا نظریہ

③ زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ ④ زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ ⑤ عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ ⑥ عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات ⑦ زمانہ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق ⑧ بذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم حج پر جانے کی تحقیق ⑨ تین مسجدوں کے علاوہ رخت سفر باندھنا۔

۱۸۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّتِهٖ، قَالَ لِاُمِّ سِنَانٍ الْاَنْصَارِيَّةِ مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ؟ قَالَتْ اَبُوْ فُلَانٍ، تَعْنِيْ زَوْجَهَا، كَانَ لَهٗ نَاضِحَانِ حَجَّ عَلٰى اَحَدِهِمَا، وَالْاٰخَرُ يَسْقِيْ اَرْضًا لَّنَا. قَالَ فَاِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ تَقْضِيْ حَجَّةً مَّعِيْ. رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حبیب المعلم نے خبر دی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حج سے واپس آئے تو آپ نے حضرت ام سنان انصاریہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہیں حج پر جانے سے کیا چیز مانع تھی؟ انہوں نے کہا: ابوفلاں ان کی مراد تھی ان کا شوہر اس کے پاس پانی لاد کر لانے والے دو اونٹ تھے ایک اونٹ پر بیٹھ کر وہ حج پر چلا گیا اور دوسرے اونٹ کے ذریعہ ہم اپنی زمین کو پانی سے سیراب کرتے ہیں آپ نے فرمایا: بے شک رمضان کے مہینہ میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریج نے عطاء سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عبید اللہ نے کہا از عبد الکریم از عطاء از جابر از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۷۸۲ میں گزر چکی ہے اس باب کا عنوان ہے: عورتوں کا حج کرنا اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تمہیں حج پر جانے سے کیا چیز مانع تھی؟ اس جملہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو حج پر جانے کی ترغیب دی ہے اور عمرہ کرنے پر بھی برانگیختہ کیا ہے۔

۱۸۶۴ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ مَوْلٰى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ، وَقَدْ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، قَالَ اَرْبَعٌ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ قَالَ يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبْنَنِيْ وَاٰنَقْنَنِيْ اَنْ لَّا تُسَافِرَ امْرَاَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى، وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از قزعہ جو زیاد کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے سنا اور حضرت ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوے کیے تھے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار ایسی احادیث سنی ہیں یا انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار ایسی احادیث سنی ہیں جو مجھے بہت اچھی لگیں اور مجھے بہت پسند ہیں (وہ یہ ہیں:) (۱) کوئی عورت بغیر شوہر یا محرم کے دو دن کا سفر نہ کرے (۲) دو دن روزے نہ رکھے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو (۳) دو نمازوں کے بعد کوئی نماز جائز

تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى.

نہیں، عصر کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے (۴) اور تین مسجدوں کے علاوہ سامانِ سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۵۸۶ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق اور دیگر احادیث کی شرح کا تعین

اس حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنی چار پسندیدہ حدیثوں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے پہلی حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر شوہر یا محرم کے دو دن کا سفر نہ کرے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن، دو دن اور تین دن کے سفر سے بھی منع فرمایا ہے، ان میں باہم کس طرح تطبیق ہوگی؟ اس کا جواب اور احادیث کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

ایک دن کی مسافت کے سفر کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو، وہ ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

(صحیح البخاری:۱۰۸۸، صحیح مسلم:۱۳۳۹، سنن ابوداؤد:۱۷۲۴، سنن ترمذی:۱۱۷۳، سنن ابن ماجہ:۲۸۹۹، صحیح ابن خزیمہ:۲۵۲۵، مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۳۱۷، سنن بیہقی ج ۳ص ۱۳۹، مسند احمد ج ۲ص ۲۵۱ طبع قدیم، مسند احمد:۷۴۱۴، ج ۱۲ص ۳۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ایک دن کی مسافت سے عورت کو بغیر محرم کے سفر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء اسلام میں منع فرمایا تھا، جب مسلمان کم تعداد میں تھے، کفار کی تعداد زیادہ تھی اور عورت کو تنہا سفر کرنے میں اپنی جان و مال، اور عزت و عصمت کی حفاظت کرنے میں بہت خطرات تھے۔

دو دن کی مسافت کے سفر کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت محرم یا شوہر کے بغیر دو دن کی مسافت کا سفر نہ کرے۔ (صحیح البخاری:۱۸۹۷۔۱۱۶۴، صحیح مسلم:۸۲۷، الرقم المسلسل:۳۱۵۲۔۳۱۵۱، سنن ترمذی:۳۲۶، سنن ابن ماجہ:۱۴۱۰، مسند احمد ج ۳ ص ۵۲ طبع قدیم، مسند احمد:۱۱۴۸۳، ج ۱۸ص ۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بغیر محرم کے عورت کو دو دن کی مسافت کے سفر سے آپ نے اس وقت منع فرمایا، جب مسلمانوں کی تعداد قدرے زیادہ ہوگئی تھی اور مسلمان عورتوں کو کفار کے پریشان کرنے کے خطرات کم ہو گئے تھے۔

اور تین دن کی مسافت کے سفر کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔ (صحیح البخاری:۱۰۸۷، صحیح مسلم:۱۳۳۸، الرقم المسلسل:۳۱۴۸، سنن ابوداؤد:۱۷۲۷، سنن ترمذی:۱۱۷۳، سنن ابن ماجہ:۲۸۹۸، سنن بیہقی ج ۳ص ۱۳۸، صحیح ابن خزیمہ:۲۵۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ص ۵، صحیح ابن حبان:۲۷۳۰، مسند احمد ج ۲ص ۱۳ طبع قدیم، مسند احمد:۴۶۱۵، ج ۸ ص ۲۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بغیر محرم کے عورت کو تین دن کی مسافت کے سفر سے آپ نے اس وقت منع فرمایا جب مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی اور مسلمان عورتوں کو کفار کے پریشان کرنے کا بالکل خطرہ نہیں رہا تھا' پھر ہمیشہ کے لیے عورت کے سفر کے متعلق مسافت کا یہی معیار اور پیمانہ مقرر ہو گیا۔

اس حدیث میں صبح اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے' اس پر مفصل بحث حدیث:۵۸۶ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اونٹنی پر سامانِ سفر کسنے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے' اس کی مفصل بحث حدیث: ۱۱۸۹ میں گزر چکی ہے' نیز اس میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے' اس کی مفصل بحث ان شاء اللہ عنقریب حدیث:۱۹۹۱ میں آئے گی۔

۲۷ - بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ جس نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی تو آیا اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور جب اس پر نذر پورا کرنا واجب تھا اور اس نے نذر پوری نہیں کی یا وہ نذر کو پورا کرنے سے عاجز تھا تو اس پر کیا لازم ہوگا۔

۱۸٦٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ قَالَ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى شَيْخًا يُهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ قَالَ مَا بَالُ هٰذَا؟ قَالُوْا نَذَرَ اَنْ يَّمْشِيَ. قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِيٌّ. وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّرْكَبَ. [طرف الحدیث:٦٧٠١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از حمید الطویل' انہوں نے کہا: مجھے ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اپنے دو بیٹوں کے (کندھوں پر) ٹیک لگا کر چل رہا تھا' آپ نے پوچھا: اس کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی تھی' آپ نے فرمایا: یہ جو اپنے آپ کو عذاب دے رہا ہے' اللہ اس سے مستغنی ہے اور آپ نے اس کو سوار ہونے کا حکم دیا۔

(صحیح مسلم:۱٦۴۲' الرقم المسلسل:۴۱۳۸' سنن ابوداؤد:۳۳۰۱' سنن نسائی:۳۸۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۵' مسند احمد:۱۳۴٦۸۔ج ۲۱ ص ۴۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کعبہ تک پیدل جانے کی نذر کے متعلق فقہاء کا اختلاف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اہل ظاہر نے اس حدیث سے اور اس کے بعد آنے والی حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص پیدل چلنے سے عاجز ہو جائے اس پر کوئی قربانی نہیں ہے' اور پیدل چلنا کسی نذر کو واجب نہیں کرتا کیونکہ اس میں تقشف (تکلف) ہے اور بدن کو مشقت میں ڈالنا ہے اور جس شخص نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہو' اس پر پیدل چلنا واجب نہیں ہے۔

باقی فقہاء نے اس کے برخلاف کہا ہے' حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جس نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی' پھر وہ پیدل چلنے سے عاجز ہو گیا تو جب وہ عاجز ہو تو سوار ہو جائے اور ایک بکری کی قربانی دے۔ عطاء اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر وہ عاجز ہوئے بغیر سوار ہو گیا تو قسم توڑنے کی وجہ سے اپنی قسم کا کفارہ دے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ وہ احتیاطاً قربانی کرے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ

لوٹ کر جائے اور جتنے راستہ میں سوار ہوا ہے اس میں پیدل چلے اور اس پر قربانی واجب ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ وہ لوٹ کر جائے' پھر دوبارہ حج کرے اور جتنی مسافت سوار ہوا تھا' اس میں پیدل چلے اور اس پر قربانی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے یہ علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی عبارت کو نقل کیا ہے' البتہ اس کے بعد جو عبارت تھی' وہ انہوں نے چھوڑ دی ہے' وہ یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن المسیب اور النخعی سے مروی ہے کہ وہ لوٹ جائے اور جتنی مسافت میں وہ سوار ہوا تھا اتنی مسافت میں پیدل چلے' اور یہی امام مالک کا قول ہے' انہوں نے دونوں چیزوں کو جمع کر لیا ہے' پیدل چلنے کو اور قربانی کرنے کو' کیونکہ اس سفر میں اس پر پیدل چلنا لازم تھا اور وہ اس میں سوار بھی ہوا اور پیدل بھی چلا تو احتیاطاً اس پر قربانی واجب ہے۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے جو محض اللہ عزوجل کی عبادت ہو اور اس نذر کا پورا کرنا کوئی نیک کام ہو' اور اپنے نفس کو عذاب دینے میں اللہ عزوجل کی کوئی عبادت ہے نہ کوئی نیک کام ہے گویا کہ اس نذر ماننے والے نے ایسی چیز کی نذر مانی جس کو پورا کرنے پر وہ قادر نہیں ہے اور یہ ابواسرائیل کی اس نذر کی طرح ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہے گا اور سائے میں نہیں بیٹھے گا اور اس دن کا روزہ رکھے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کفارہ دینے کا حکم دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا تساہل اور عدم تتبع کی وجہ سے صحیح اور مکمل حدیث کے خلاف نقل کرنا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کو اس حدیث کے بیان کرنے میں شدید غلطی ہوئی ہے اور انہوں نے اصل کتاب سے مراجعت کیے بغیر یہ حدیث لکھ دی ہے۔ صحیح اور پوری حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے' آپ نے اس کے متعلق استفسار کیا تو صحابہ نے کہا: یہ ابواسرائیل ہے' اس نے نذر مانی تھی کہ یہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں' اور نہ سائے میں رہے گا' اور نہ کسی سے بات کرے گا اور روزہ رکھے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو کہ یہ باتیں کرے اور سائے میں رہے اور بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۰۴' سنن ابوداؤد: ۳۳۰۰' سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۶' موطأ امام مالک' کتاب النذور' حدیث: ۶۔ ج ۲ ص ۲۲' المکتبۃ التوفیقیہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے خواہ مآل کے اعتبار سے تکلیف ہو اور اس کام کا مشروع ہونا کتاب اور سنت سے ثابت نہ ہو' جیسے ننگے پیر چلنا اور دھوپ میں بیٹھنا تو یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں ہے اور نہ اس سے نذر منعقد ہوگی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابواسرائیل کو صرف روزہ پورا کرنے کا حکم دیا اور کوئی حکم نہیں دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ روزہ رکھنا اس پر مشقت کا باعث نہیں ہے اور اس کو بیٹھنے کا اور باتیں کرنے کا اور سائے میں جانے کا حکم دیا' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ابواسرائیل کے اس قصہ میں جمہور فقہاء کی اس پر واضح دلیل ہے کہ جس نے معصیت کی نذر مانی یا اس کام کی نذر مانی جو عبادت نہیں ہے تو اس نذر کو توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام مالک اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابواسرائیل کو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو صرف یہ حکم دیا

تھا کہ وہ صرف اس چیز کو مکمل کرے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو اور اس چیز کو ترک کردے جو اللہ تعالیٰ کی معصیت ہو۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۲۲ المکتبۃ التوفیقیہ)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو اسرائیل کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا' جبکہ علامہ ابن بطال نے یہ لکھا کہ آپ نے ابو اسرائیل کو کفارہ دینے کا حکم دیا تھا اور یہ ان کی سنگین غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے' یقیناً ان کو علم تھا کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو' اس کو آپ کی طرف منسوب کرنے کا کتنا سخت گناہ ہے' لیکن ان کا صرف اتنا قصور ہے کہ اس حدیث کو یہاں لکھنے سے پہلے انہوں نے اس کی اچھی طرح چھان بین اور جانچ پڑتال نہیں کی۔

١٨٦٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ' وَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُهُ' فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ. قَالَ وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن موسیٰ نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی' ان کو یزید بن ابی حبیب نے خبر دی' ان کو ابوالخیر نے از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یہ خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میری بہن نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ بیت اللہ تک پیدل جائیں گی اور انہوں نے مجھ سے یہ کہا کہ میں ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کروں' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق استفسار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پیدل جانا چاہیے اور سوار ہونا چاہیے۔ اور ابوالخیر' حضرت عقبہ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ' عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ' عَنْ يَزِيدَ' عَنْ أَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عُقْبَةَ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از یحییٰ بن ایوب از یزید از ابی الخیر از حضرت عقبہ' پھر پوری حدیث ذکر کی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۴۴' الرقم المسلسل: ۴۱۴۱' سنن ابوداؤد: ۳۲۹۹' سنن نسائی: ۳۸۲۳۔ ۳۸۱۴' مصنف عبدالرزاق: ۱۵۸۷۳' مشکل الآثار: ۲۱۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۳۸۶۔ ج ۲۸ ص ۶۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التیمی الفراء ابواسحاق (۲) ہشام بن یوسف بن عبدالرحمان (۳) عبدالملک بن جریج (۴) سعید بن ابی ایوب الخزاعی' ان کے والد کا نام ابوایوب مقلاص ہے (۵) یزید بن ابی حبیب ابورجاء' اس میں ابی حبیب کا نام سوید ہے (۶) ابوالخیر' ان کا نام مرثد بن عبداللہ ہے (۷) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۱)

حدیث مذکور کی متعدد روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ ان کی بہن نے کہا: وہ بیت اللہ ننگے پیر پیدل جائیں گی......! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پیدل چلے اور سوار ہو۔

مسند احمد اور سنن کی روایات میں ہے کہ اس نے نذر مانی تھی' وہ ننگے پیر بغیر دوپٹے کے جائے گی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۲)

سنن ابوداؤد میں ہے کہ اس کی بہن نے نذر مانی تھی وہ بیت اللہ پیدل جائے گی اور اس کے ضعف کی شکایت کی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۹۹)

عبداللہ بن مالک کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: اسے کہو: وہ دوپٹہ اوڑھے اور سوار ہو اور تین دن کے روزے رکھے۔

اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ اسے کہو: وہ دوپٹہ اوڑھے اور سوار ہو اور حج کرے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ اسے کہو: وہ سوار ہو اور ایک اونٹ کی قربانی کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۱۳۷۔ ج ۴ ص ۵۳۳۔ ۵۳۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① لغوی قسم اور لغوی نذر کی تحقیق ② مصیبت کے وقت کٹر مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی نذر ماننا ③ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے بارے میں راہِ اعتدال اپنایئے ④ نذر سے ممانعت کی وجوہات۔

اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح ہے۔

''ابواب المحصر وجزاء الصید'' کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین. آج ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ/ ۹' اکتوبر ۲۰۰۷ء بہ روز منگل ابواب المحصر وجزاء الصید کی احادیث کی شرح مکمل ہو گئی' ان میں ۶۱' احادیث ہیں جن میں ۱۳' معلق احادیث ہیں اور باقی موصول ہیں' ان ابواب میں اور اس سے پہلے ابواب میں ۳۸' احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث ۲۳ ہیں۔

الٰہ العٰلمین میری اس محنت اور کاوش کو قبول فرما اور اپنے فضل و کرم سے نعمۃ الباری کو مکمل کرا دے جیسے اس سے پہلے تو نے اپنے انعام اور احسان سے شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو مکمل کرا دیا ہے' اور میری تمام تصانیف کو بقاء دوام عطا فرما اور میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے احباب اور میرے تلامذہ اور تمام قارئین کی مغفرت فرما اور ہم میں سے جو زندہ ہیں' ان کا نیکی اور ایمان پر خاتمہ فرما! آمین یا رب العٰلمین بحرمۃ سیّد المرسلین سیّدنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین O

اس کے بعد ان شاء اللہ کتاب فضائل المدینہ شروع ہو گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۹ - کِتَابُ فَضَائِلِ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ منورہ کے فضائل کا بیان

یعنی یہ باب مدینہ منورہ کے فضائل میں ہے' کیونکہ ویسے تو مدینہ کا معنی شہر ہے لیکن جب مطلقاً مدینہ کا لفظ بولا جائے تو فوراً ذہن میں اس لفظ سے مدینہ منورہ آتا ہے' مدینہ کا لفظ مَدَن سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ہموار زمین' جس میں بہ کثرت کھجور کے درخت ہوں' پہلے اس شہر کا نام ''یثرب'' تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ. اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا: اے اہل یثرب!

(الاحزاب: ۱۳)

یثرب کا معنی ہے: ملامت کرنا' قرآن مجید میں ہے: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ (یوسف: ۹۲) آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے' اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ○

اس کو یثرب اس لیے کہتے تھے کہ یہ بیماریوں کا گھر تھا' جو وہاں جاتا تھا بیمار ہو جاتا تھا' پھر لوگ اس کو ملامت کرتے تھے کہ تم یثرب کیوں گئے' صحت مند گئے' بیمار ہو کر آئے' طاقت ور سے کمزور ہو کر آ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا اور وہ دونوں مکہ کو یاد کرتے اور بلند آواز سے مکہ کی یاد میں اشعار پڑھتے تھے۔ حضرت بلال نے کہا: اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما! جنہوں نے ہمیں اپنی سرزمین سے اس وباؤں اور بلاؤں کی زمین کی طرف نکال دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف مدینہ کو مکہ کی طرح محبوب بنا دے یا اس سے زیادہ محبوب بنا دے' اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے صاع (چار کلو کا پیمانہ) میں اور ہمارے مُد (ایک کلو کا پیمانہ) میں برکت دے اور اس کو ہمارے لیے صحت کا سبب بنا دے اور اس کے بخار کو جحفہ (وادی) کی طرف منتقل کر دے' حضرت عائشہ نے بتایا: جب ہم مدینہ میں آئے تو یہ جگہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وباؤں والی تھی۔ حضرت عائشہ نے کہا: مدینہ میں بطحان نام کا ایک نالہ تھا' اس میں تھوڑا تھوڑا پانی بہتا تھا اور وہ بدبودار تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۹' صحیح مسلم: ۱۳۷۶)

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے بعد وہی مدینہ آپ کی اس دعا کی برکت سے صحت اور شفاء کا مرکز بن گیا۔ پہلے وہاں صحت مند جاتے تھے تو بیمار ہو جاتے تھے' توانا جاتے تھے تو نحیف اور لاغر ہو جاتے تھے اور اب وہاں بیمار جاتے ہیں تو تندرست ہو جاتے ہیں' لاغر اور کمزور جاتے ہیں تو قوی اور توانا ہو جاتے ہیں' پہلے وہاں لوگ جانے پر ملامت کرتے تھے کہ تم مدینہ کیوں گئے اور اب حال یہ ہے کہ کوئی شخص حج کر کے آئے اور مدینہ ہو کر نہ آئے تو لوگ اس کو مدینہ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں کہ افسوس! تم حج کر کے آئے اور مدینہ ہو کر نہ آئے!

پہلے اس کا نام یثرب تھا' اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام طیبہ اور طابہ رکھ دیا' حدیث میں ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مدینہ کا نام یثرب لیا' وہ اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کرے' یہ طابہ ہے' یہ طابہ ہے (پاکیزہ اور برکت والی جگہ)۔

(مسند ابویعلیٰ: ۱۶۸۸' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۱۹۔ ج ۳۰ ص ۴۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طیبہ رکھا ہے (یعنی پاکیزہ اور خوشبودار)۔

(مسند ابویعلیٰ: ۷۴۴۴' المعجم الکبیر: ۱۹۷۶' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹' مسند احمد: ۲۰۸۲۲۔ ج ۳۴ ص ۵۱۵)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد کی طرف گئے تو جو لوگ آپ کے ساتھ گئے تھے' وہ لوٹ آئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے دو گروہ ہو گئے' ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ ان منافقین کو قتل کر دیا جائے اور دوسرے فرقہ کا کہنا تھا کہ نہیں' تب یہ آیت نازل ہوئی:

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ. (النساء:۸۸) تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو رائیں ہو گئیں

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ طیبہ ہے' اور یہ خبث کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۵۸۹۔ ۴۰۵۰۔ ۱۸۸۴' صحیح مسلم: ۱۳۸۴' شرح مشکل الآثار: ۵۱۷۵۔ ۵۱۷۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۰۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۲۰' المعجم الکبیر: ۴۸۰۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۵۹۹۔ ج ۳۵ ص ۴۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۱ - بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ — مدینہ حرم ہے

یہ باب حرمِ مدینہ کی فضیلت میں ہے' حرم کا نام حرم اس لیے رکھا گیا ہے کہ بہت سی چیزیں جو دوسری جگہوں میں حرام نہیں ہوتیں وہ اس شہر میں حرام ہوتی ہیں اور یہ حرمت سے ماخوذ ہے یعنی جس کی آبرو ریزی کرنا حرام ہو۔

۱۸۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلٰى كَذَا، لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا، وَلَا يُحْدَثُ فِيهَا حَدَثٌ، مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ. [طرف الحدیث: ۷۳۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم ابوعبدالرحمان الاحول نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: مدینہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے' اس کے کسی درخت کو کاٹا جائے گا نہ اس میں کوئی جرم کیا جائے گا اور جس نے مدینہ میں کوئی جرم کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۶۶، الرقم المسلسل: ۳۲۱۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) ثابت بن یزید (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۵)

حرم مدینہ کی حدود اور لعنت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: مدینہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے' امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے: مدینہ عیر سے فلاں جگہ تک حرم ہے' امام بخاری نے حرم مدینہ کی انتہاء کا نام نہیں لیا اور دوسری روایت میں ہے: مدینہ عیر سے ثور تک حرم ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے عمداً انتہاء کے نام کو ساقط کر دیا کیونکہ اہل مدینہ' مدینہ میں ثور نام کے کسی پہاڑ کا انکار کرتے ہیں' ثور نام کا پہاڑ صرف مکہ میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں کوئی حدث نہیں کیا جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جائے گا جو لوگوں کا معمول نہ ہو اور سنت میں معروف نہ ہو۔

جس نے ایسا کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو' لعنت سے مراد ہے: جنت سے دور کرنا' اور اس لعنت سے وہ لعنت مراد نہیں ہے جو کفار پر ہوتی ہے یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور کر دینا۔

مدینہ کے شرعی حرم ہونے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث سے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ مدینہ حرم ہے' اس کے کسی درخت کو کاٹنا اور اس کے کسی شکار کو پکڑنا جائز نہیں ہے لیکن ان کے نزدیک اس کے ارتکاب پر کوئی تاوان لازم نہیں ہوگا۔

عبداللہ بن المبارک' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ مدینہ مکہ کی طرح حرم نہیں ہے' اور کسی کو مدینہ کے درخت کاٹنے اور مدینہ میں شکار کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا' اور حدیث میں جو آپ نے مدینہ کے درخت کاٹنے اور شکار کرنے سے منع فرمایا ہے' وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مدینہ میں یہ افعال حرام ہیں بلکہ وہ اس وجہ سے ہے کہ درختوں اور شکار کی وجہ سے مدینہ کی زیب و زینت قائم ہے۔

مدینہ کے شرعی حرم نہ ہونے پر امام ابوحنیفہ کے دلائل

امام طحاوی نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حمید طویل نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوطلحہ کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ سے جو بیٹا تھا' اس کا نام ابوعمیر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر داخل ہوتے تو اس سے خوش طبعی کی باتیں فرماتے تھے' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو ابوعمیر کو غمگین پایا' آپ نے پوچھا: ابوعمیر کو کیا ہوا؟ آپ کو بتایا گیا: یا رسول اللہ! اس کا نغیر (پالتو پرندہ) مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یا ابا عمیر! ما فعل النغیر'' ''اے ابوعمیر! تمہارے نغیر کو کیا ہوا؟ (صحیح البخاری: ۶۱۲۹' صحیح مسلم: ۳۳۳' سنن ابوداؤد: ۴۹۶۹' سنن ترمذی: ۳۳۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۰۰' مشکوٰۃ: ۴۸۸۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۶۲' کنز العمال: ۸۳۲۴)

نغیر' نغر کی تصغیر ہے' یہ چڑیا کے مشابہ ایک پرندہ ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے' اس کی جمع نغران ہے۔

امام طحاوی نے کہا: یہ پرندہ مدینہ میں تھا' اگر مدینہ کے پرندوں کا وہ شرعی حکم ہوتا جو مکہ کے پرندوں کا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پرندہ کو حضرت ابوعمیر کی قید سے آزاد کرا دیتے اور ان سے خوش طبعی کا جملہ نہ فرماتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۷-۳۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے امام طحاوی کی دلیل پر درج ذیل اعتراض کیا ہے:

یہ احتمال ہے کہ یہ پرندہ ان جانوروں میں سے ہو' جن کا شکار کرنا حلال ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۶۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ احتمال چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے مردود ہے' نیز شوافع کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ پرندہ کسی اور شہر سے پکڑ کر مدینہ میں لایا گیا ہو۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: جب یہ پرندہ مدینہ میں آ گیا تو اس کا حکم مدینہ کے پرندہ کا ہو گیا اور اگر مدینہ کے پرندوں کو پکڑنا ناجائز ہوتا تو اس کو پکڑنا بھی ناجائز ہوتا حالانکہ اس پرندہ کو پکڑا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پکڑنے کو منع نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے پرندوں کا وہ حکم نہیں ہے جو مکہ کے پرندوں کا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابوحنیفہ قدس سرہ پر بہت عجلت میں یہ اعتراض کیا ہے' ورنہ اگر وہ غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حرم مکہ میں خشکی کا شکار حرام ہے اور حلال صرف سمندر کا شکار ہے' قرآن مجید میں ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ. (المائدہ:۹۶) تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے' تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے۔

اور پرندے سمندر کا شکار نہیں ہیں تو وہ کس طرح حلال شکار میں داخل ہو سکتے ہیں اور علامہ عینی کو بھی جواب دینے کی شتابی تھی ورنہ وہ حافظ ابن حجر سے دلیل کا مطالبہ کرنے کے بجائے اس آیت کو پیش کر کے دلیل سے ان کا رد کر دیتے۔

۱۸۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وَأَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُوْنِي. فَقَالُوْا لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ، فَأَمَرَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور مسجد بنانے کا حکم دیا' پس فرمایا: "اے بنی النجار! مجھے قیمۃً (یہ باغ دے دو)" انہوں نے کہا کہ ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے لیں گے' پھر آپ کے حکم سے مشرکین کی قبریں اکھاڑ دی گئیں' پھر کھنڈرات کو برابر کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا' پھر مسجد کے قبلہ کی دیوار میں ان درختوں کو قطار سے لگا دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۶۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان

الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى لِسَانِي. قَالَ وَاَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي حَارِثَةَ، فَقَالَ اَرَاكُمْ يَا بَنِي حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ، ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ بَلْ اَنْتُمْ فِيْهِ.

[طرف الحدیث: ۱۸۷۳]

کی از عبید اللہ از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دو پتھر یلے کناروں میں جو زمین ہے اس کو میری زبان سے حرم قرار دیا گیا ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو حارثہ کے پاس آئے اور فرمایا: اے بنو حارثہ! تم حرم کی حد سے باہر نکل گئے ہو' پھر توجہ کر کے فرمایا: نہیں! بلکہ تم حرم کے اندر ہو۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم حرم کی حد سے باہر نکل گئے ہو کیونکہ آپ کو اسی پر ظن غالب تھا' اس سے معلوم ہوا کہ ظن غالب پر یقین کر کے خبر دینا جائز ہے' پھر آپ نے توجہ کر کے فرمایا: نہیں! تم حرم میں ہو' اس سے معلوم ہوا کہ ظن غالب سے دی ہوئی خبر سے رجوع کرنا جائز ہے۔

۱۸۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ اِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيْفَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ، مَا بَيْنَ عَائِرٍ اِلٰى كَذَا، مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا، اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. وَقَالَ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ، فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ، وَمَنْ تَوَلّٰى قَوْمًا بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَدْلٌ فِدَاءٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود از حضرت علی رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا اور کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے اور یہ صحیفہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ مدینہ عائر سے لے کر فلاں جگہ تک حرم ہے' جس نے اس میں کوئی جرم کیا یا مجرم کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی' اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل اور فرمایا: تمام مسلمانوں کا عہد واحد ہے' پس جس نے کسی مسلمان کا عہد توڑ دیا' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی' اس کا کوئی نفل قبول ہوگا نہ فرض اور جو اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی اور کو اپنا مالک بنا لے' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی' اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل' امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: عدل سے مراد فدیہ ہے۔

اس حدیث کے بعض اہم الفاظ کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور کو بیان کیا جارہا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) عبدالرحمان بن مہدی بن حسان العنبری (۳) سفیان الثوری (۴) سلیمان الاعمش (۵) ابراہیم بن یزید بن شریک التیمی (۶) ان کے والد یزید (۷) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۳۱)

حضرت علی کے پاس صرف کتاب اللہ لکھی ہونے کی توجیہ "احداث فی الدین" کا معنی اور تمام مسلمانوں کے عہد کے واحد ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی نے فرمایا: ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا اور کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا احکامِ شریعت میں سے کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے' کیونکہ اس وقت (عموماً) احادیث کو نہیں لکھا جاتا تھا' اور نہ احادیث کی کتابوں میں تدوین کی گئی تھی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے پہلے کتاب العلم میں گزر چکا ہے کہ اس صحیفہ میں قصاص اور دیت کے احکام لکھے ہوئے ہیں اور قیدیوں کو چھڑانے کا حکم لکھا ہوا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۱) اور یہاں فرمایا ہے کہ اس صحیفہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مدینہ عائر سے لے کر فلاں جگہ تک حرم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے اور یہ سب اس صحیفہ میں لکھا ہوا تھا۔

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: جس نے مدینہ میں احداث کیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے دین میں ایسا کوئی نیا کام نکالا جس کی اصل کتاب و سنت میں نہیں ہے اور وہ شریعت کے کسی حکم کا مُغیّر ہو اور اس نے اس کو دین میں داخل کر لیا ہو' اسی کو دین میں احداث کہتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے: جس نے مدینہ میں ظلم کیا یا ظالم کی مدد کی۔

نیز اس میں فرمایا ہے: تمام مسلمانوں کا عہد واحد ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ جب کسی ایک مسلمان نے کسی کافر کو امان دے دی تو وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے امان ہے اور دوسرے کسی مسلمان کے لیے اس امان کو توڑنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں شیعہ کا رد ہے' جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت لکھی ہوئی تھی اور اس میں دین کے اسرار اور قواعد لکھے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا جواز ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر عورت اور غلام بھی کسی کافر کو امان دے دیں تو جائز ہے کیونکہ وہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہیں اور آپ نے فرمایا ہے: تمام مسلمانوں کا عہد واحد ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب غلام کو اس کا مالک اجازت دے دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح غلام کا اپنے مالک کے غیر کی طرف منسوب ہونا حرام ہے' اسی طرح کسی شخص کا اپنے باپ کے نسب کے غیر کی طرف منسوب ہونا حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۴۔۳۴۳ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۲ - بَابُ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَاَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ

مدینہ کی فضیلت اور مدینہ کا بُرے آدمیوں کو نکالنا

اس باب میں مدینہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ فاسق العقیدہ لوگوں کو مدینہ سے نکال دیتا ہے۔

۱۸۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْحُبَابِ سَعِيْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ

سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ، يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى، يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ، وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

بن سعید انہوں نے کہا: میں نے ابوالحباب سے سنا کہ سعید بن یسار کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا ہے جو تمام بستیوں کو کھالے گی (منافق) لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے' وہ بُرے لوگوں کو اس طرح دور کردے گی جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۸۱' الرقم المسلسل: ۳۲۴۲' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۹۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۷۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۹۸۴۔ ج ۱۴ ص ۵۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کی نسبت کی تعیین میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کا مناقشہ

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے رجال کے متعلق لکھتے ہیں:

امام بخاری کے شیخ ابوالحباب کے علاوہ اس حدیث کے تمام راوی مدنی ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۰۷' دارالمعرفہ' بیروت)

علامہ بدرالدین اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طرح نہیں ہے' اس حدیث کے ایک راوی عبداللہ بن یوسف التنیسی ہیں اور وہ دمشق کے رہنے والے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدینہ دوسری بستیوں کو کھا جائے گا' اس کا کیا معنی ہے؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں کو کھالے گی۔

بستیوں کو کھانے کا معنی یہ ہے کہ وہ بستی تمام بستیوں پر غالب آجائے گی' کیونکہ کھانے والا کھانے کی چیز پر غالب آجاتا ہے' علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ کھانے کا معنی یہ ہے کہ مدینہ ابتداء سے لشکر اسلام کا مرکز رہا ہے' یہیں سے شہروں کو فتح کیا جاتا تھا اور یہیں پر مالِ غنیمت لایا جاتا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسری بستیوں کو کھانے کا یہ معنی ہو کہ مدینہ کے فضائل دوسری بستیوں کے فضائل پر غالب ہیں۔

مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بعض منافق مدینہ کو یثرب کہتے ہیں۔

ہم اس سے پہلے امام احمد کی اس حدیث کو ذکر کر چکے ہیں کہ جس نے مدینہ کا نام یثرب لیا وہ اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کرے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۸۶) اسی وجہ سے عیسیٰ بن دینار مالکی نے کہا ہے کہ جس نے مدینہ کو یثرب کہا' اس کا ایک گناہ لکھا جائے گا' اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یثرب کا لفظ "تشریب" سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: جھڑکنا اور ملامت کرنا' یا "ثرب" سے ماخوذ ہے' جس کا معنی فساد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھے نام کو پسند کرتے تھے اور قبیح نام کو ناپسند کرتے تھے۔

اگر مدینہ اشرار اور مفسدین کو مدینہ سے نکال دیتا ہے تو پھر ہر زمانہ میں مدینہ میں اشرار کیوں کر رہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ (بستی) بُرے لوگوں کو اس طرح دور کر دے گی جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں مدینہ میں اشرار اور مفسدین رہے ہیں' پھر اس حدیث کا صدق کیسے ظاہر ہوگا؟

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ مراد ہے' آپ کے زمانے میں جتنے منافقین اور مفسدین تھے' مدینہ نے ان سب کو باہر نکال دیا' یا اس سے قرب قیامت کا زمانہ مراد ہے جب مدینہ میں صرف مؤمن رہیں گے اور بے دین لوگوں کا مدینہ سے اخراج ہو جائے گا۔

مکہ اور مدینہ کی افضلیت میں ائمہ کا اختلاف اور امام مالک کے افضلیت مدینہ کے دلائل پر شیخ ابن حزم کا تعاقب

المہلب بن ابی صفرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو مدینہ کو مکہ سے افضل قرار دیتے ہیں کیونکہ مکہ بھی اسلام کی بستیوں میں داخل ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ مدینہ تمام بستیوں کو کھا جائے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مدینہ مکہ کے فضائل کو بھی کھا جائے گا اور مدینہ کے فضائل' مکہ کے فضائل پر غالب آ جائیں گے۔ امام مالک اور اہل مدینہ کا یہی مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا اس میں اختلاف ہے۔

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابن عمر' حضرت ابن الزبیر اور عبید اللہ بن عدی رضی اللہ عنہم سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے اور یہ تمام صحابہ اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔

امام مالک نے مدینہ کی فضیلت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام بنایا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں' میں مدینہ کی دو جانبوں کے درمیانی جگہ کو حرام قرار دیتا ہوں' اس میں کسی کا خون نہیں بہایا جائے گا اور نہ اس میں قتال کے لیے ہتھیار لائے جائیں گے اور جانوروں کے چارہ کے سوا اس کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۷۴)

ابن حزم نے کہا: اس میں مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی کوئی دلیل نہیں ہے' اس میں صرف یہ بیان ہے کہ مدینہ کو آپ نے حرم بنایا ہے۔

اور امام مالک نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں نازل کی ہیں' مدینہ میں اس سے دو ضِعف (چار گنی) برکتیں نازل فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۵' صحیح مسلم: ۱۳۶۹)

ابن حزم نے کہا: اس حدیث میں بھی مدینہ کی مکہ پر فضیلت کا کوئی ذکر نہیں ہے' اس میں صرف مدینہ کے لیے برکتوں کے حصول کی دعا ہے۔

امام مالک نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مثل ہے' وہ بُرے لوگوں کو مدینہ سے نکال دے گا جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۷۱' صحیح مسلم: ۱۳۸۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس کا مصداق کسی ایک وقت میں تھا

دوسرے وقت میں نہیں تھا اور کسی ایک قوم کے متعلق تھا' دوسری قوم کے متعلق نہیں تھا اور یہ خاص لوگوں کے متعلق تھا عام لوگوں کے متعلق نہیں تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ سے بہت صحابہ نکل گئے' حضرت معاذ' حضرت ابوعبیدہ' حضرت ابن مسعود اور ایک جماعت' پھر حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عمار اور دوسرے صحابہ اور یہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور نیک تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ مدینہ سے جو لوگ بھی نکلیں گے وہ اشرار اور مفسدین ہوں گے اور کئی لوگ مدینہ میں رہے اور وہ خبیث تھے' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ O (التوبہ:۱۰۱)

اور تمہارے گرد بعض اعرابی (دیہاتی) منافق ہیں' وہ نفاق پر جم چکے ہیں' آپ انہیں نہیں جانتے' انہیں ہم جانتے ہیں' عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے' پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے O

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں رہنے والے کچھ لوگ منافق تھے' ان کو مدینہ نے نہیں نکالا' یعنی مدینہ سے سب منافقوں کو نہیں نکالا گیا اور نہ ہی مدینہ سے نکلنے والے سب منافق تھے بلکہ ان میں اعلیٰ درجہ کے مؤمنین کاملین بھی تھے' سو مدینہ کے بھٹی ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس نے سب اشرار اور مفسدین کو ہر زمانہ میں نکال دیا تھا' کسی زمانہ میں کچھ اشرار' مفسدین اور منافقین مدینہ سے چلے گئے' تب بھی یہ معنی پایا گیا کہ مدینہ اشرار کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح بھٹی زنگ کو دور کر دیتی ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ مدینہ ہر زمانہ میں ہر منافق اور ہر مفسد کو نکال دے گا' لہٰذا اس حدیث کے صدق کے لیے یہ کافی ہے کہ کسی زمانہ میں کچھ منافق مدینہ سے نکل گئے ہوں' کیونکہ بھٹی بھی ہر لوہے کے زنگ کو نہیں نکالتی' سو جب مشبہ بہ میں عموم اور استغراق نہیں ہے تو مشبہ میں عموم اور استغراق کیوں لازم ہوگا! (عمدۃ القاری ج۱۰ ص۳۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳ - بَابُ الْمَدِيْنَةُ طَابَةٌ

مدینہ طابہ (پاکیزہ) ہے

اس عنوان کا معنی یہ ہے کہ مدینہ کا ایک نام طابہ ہے اور اصل میں طابہ کا لفظ طیبہ تھا کیونکہ یہ طیب سے بنا ہے' پھر اس یا کو الف سے بدل دیا گیا کیونکہ یا متحرک ہے اور اس کا ماقبل مفتوح ہے' اور اس کا وزن ''قالۃ'' ہے نہ کہ ''فاعۃ''۔

۱۸۷۲ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى' عَنْ عَبَّاسِ ابْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ' عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَبُوْكَ' حَتّٰى اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ' فَقَالَ هٰذِهٖ طَابَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از حضرت عباس بن سہل بن سعد از ابی حمید رضی اللہ عنہ' ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس آئے حتیٰ کہ جب ہم نے سر اٹھا کر مدینہ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ طابہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ کے دو پتھریلے کنارے

۱۸۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان

اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَوْ رَاَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِيْنَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ.

کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ یہ کہتے تھے کہ اگر میں ہرنوں کو چرتے ہوئے دیکھوں تو میں ان کو نہیں بھگاؤں گا یا نہیں ڈراؤں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مدینہ کی دو پتھریلی جانبوں میں جو زمین ہے' وہ حرام ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ مَنْ رَّغِبَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ

جو شخص مدینہ سے اعراض کرے

یعنی جو شخص مدینہ سے اعراض کرے وہ قابل مذمت ہے۔

١٨٧٤ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ' لَا يَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافُ يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ وَاٰخِرُ مَنْ يُّحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُّزَيْنَةَ' يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ' يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوْشًا' حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ' خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا.

(صحیح مسلم: ۱۳۸۹' الرقم المسلسل: ۳۲۵۶' شرح السنۃ: ۲۰۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۳٫۷ - ج ۱۲ ص ۱۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم مدینہ کو انتہائی اچھے حال میں چھوڑ جاؤ گے (پھر ایسی ویرانی ہو جائے گی کہ) کہ اس میں صرف چوپائے اور پرندے ہوں گے' آپ کی مراد یہ تھی کہ اس میں صرف وحشی جانور اور پرندے ہوں گے' اور آخر میں مُزینہ کے دو چرواہے مدینہ میں آئیں گے' وہ اپنی بکریوں کو ہانک رہے ہوں گے تو وہ وہاں پر صرف وحشی جانور دیکھیں گے حتیٰ کہ جب وہ ثنیۃ الوداع پر پہنچیں گے تو وہ منہ کے بل گر پڑیں گے۔

قربِ قیامت میں مدینہ منورہ کی کیفیت

یعنی اہل مدینہ' مدینہ سے اس وقت چلے جائیں گے جب وہ بہت اچھے حال میں ہوگا' وہاں بہت آبادی اور خوش حالی ہوگی' پھر وہاں ایسی ویرانی ہوگی کہ وہاں جنگلی جانوروں' وحشی پرندوں اور چوپایوں اور درندوں کے سوا اور کوئی نہیں ہوگا۔ قاضی عیاض نے کہا: یہ آپ کا معجزہ ہے کہ آپ نے اس بات کی خبر دی جب کہ لوگوں نے فتوحات اور دولت کی کثرت کے باوجود مدینہ چھوڑ کر کوفہ اور دمشق کو دارالخلافہ بنا لیا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ مدینہ کو چھوڑنے کا یہ واقعہ آخر زمانہ میں قربِ قیامت میں ہوگا۔

محجن بن ادرع اسلمی بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا' پھر آپ مجھ سے اس وقت ملے جب میں مدینہ کے کسی راستہ سے نکل رہا تھا' آپ نے میرا ہاتھ پکڑا حتیٰ کہ ہم اُحد پہاڑ پر آئے' پھر آپ مدینہ کی طرف چلے' پس فرمایا: اس بستی پر افسوس ہے' جب اس میں رہنے والے اُس وقت اس سے نکل جائیں گے' جب وہ پھلوں سے لدی ہوئی ہوگی' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کے پھلوں کو کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا: وحشی پرندے اور درندے۔ الحدیث (المستدرک ج ۴ ص ۴۲۷' المعجم الکبیر: ۷۰۶' ج ۲۰' المعجم الاوسط: ۲۴۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۲ ... مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۶۲۔ ج ۳ ص ۱۴۱۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۸۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِيْ زُهَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُفْتَحُ الْيَمَنُ' فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ' فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ' وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَتُفْتَحُ الشَّامُ' فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ' فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ' وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ. وَتُفْتَحُ الْعِرَاقُ' فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ' فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ' وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ.

(صحیح مسلم: ۱۳۸۸' الرقم المسلسل: ۳۲۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما از سفیان بن ابی الزہیر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یمن کو فتح کیا جائے گا' پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے متبعین کو سواریوں پر لاد کر مدینہ سے نکل جائیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! ان کو علم ہوتا اور شام کو فتح کیا جائے گا' پھر وہاں سے کچھ لوگ سواریوں کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے' پھر وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے متبعین کو سواریوں پر سوار کر کے مدینہ سے نکل جائیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! ان کو علم ہوتا اور عراق کو فتح کیا جائے گا' پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے' پھر وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے متبعین کو سواریوں پر سوار کر کے مدینہ سے نکل جائیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! وہ لوگ جانتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (۵) عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ان کے بھائی (۶) سفیان بن ابی زہیر النمری الازدی' ابوزہیر کا نام نمیر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت یہ ہے کہ یہ لوگ فتوحات کے بعد مختلف شہروں میں قیام پذیر ہو گئے اور انہوں نے مدینہ میں سکونت سے اعراض کیا۔

اس حدیث کے موافق درج ذیل حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضرور لوگوں پر مدینہ میں ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مدینہ سے نکل کر مختلف شہروں میں چلے جائیں گے' وہ وسعت اور کشادگی کی طلب میں دوسرے شہروں میں جائیں گے' پس وہ کشادگی کو پالیں گے' پھر وہ اپنے گھر والوں کو بھی اس کشادگی کی طرف لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! ان کو علم ہوتا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۶۸۰۔ ج ۲۳ ص ۷۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۶۰۔ ج ۳ ص ۱۴۰۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦ - بَابٌ اَلْاِيْمَانُ يَاْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ — ایمان کا مدینہ کی طرف سمٹ جانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف لوٹ کر چلا جائے گا۔

۱۸۷٦ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَاْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَاْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی از خبیب بن عبدالرحمٰن از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل (سوراخ) کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۷ الرقم المسلسل: ۳۶۹ سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۱ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۱ صحیح ابن حبان: ۳۷۲۹ شرح السنۃ: ۶۵ مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۶ طبع قدیم مسند احمد: ۷۸۴۶۔ ج ۱۳ ص ۲۴۰۔۲۳۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابواسحاق الخزامی یہ ابراہیم بن عبد اللہ بن المنذر بن المغیرہ ہیں (۲) انس بن عیاض ابوضمرہ (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) خبیب بن عبد الرحمان یہ عبید اللہ کے ماموں ہیں (۵) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان بعینہٖ متن حدیث ہے۔

جس حدیث میں ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس کی تشریح علامہ مہلّب علامہ داؤدی علامہ قرطبی اور علامہ عینی سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مدینہ میں صرف مؤمن آتا ہے اور اس کو مدینہ کی طرف صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لے جاتی ہے گویا جس طرح ایمان پہلے مدینہ سے نکلا تھا اسی طرح مدینہ میں لوٹ جاتا ہے پھر جس طرح سانپ اپنے بل سے باہر نکل کر اِدھر اُدھر جاتا ہے پھر جب کسی چیز سے خوف زدہ ہوتا ہے تو پھر واپس اپنے بل میں آجاتا ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ چیز صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے قرن میں تھی کیونکہ اس وقت لوگ راہِ راست پر تھے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ اس وقت کے لوگوں کا مذہب صحیح تھا اور بدعت سے سلامت تھا اور ان کا عمل حجت تھا جیسا کہ امام مالک نے روایت کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدین اور قرونِ ثلٰثہ تک کے اکابر کا زمانہ ہے جو تین سو سال پر محیط ہے اس کے بعد احوال متغیر ہو گئے اور بدعات بہ کثرت ہو گئیں خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی تشریح مصنف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلّب علامہ داؤدی علامہ قرطبی اور علامہ عینی نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے مگر یہ کوئی خاص بات اور قابل ذکر چیز نہیں ہے اس حدیث کی شرح میں اہم اور قابل ذکر بات یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو سانپ کے ساتھ کیوں تشبیہ دی ہے اور

یہ کیوں فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے؟

میں اپنی بساط کے مطابق اس حدیث کا مطلب جو سمجھ سکا ہوں' وہ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رکھنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں اور ایمان کے لیے جو جان و مال کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور ایمان کے تقاضوں اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے میں جو مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور نفس کی خواہشوں اور اس کی مرغوب چیزوں کو جو ترک کرنا پڑتا ہے' انہیں دیکھ کر نفس پرست' تن آسان اور کم ہمت لوگ گھبرا جاتے ہیں اور حوصلہ ہار جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ایمان اور اسلام کی وجہ سے تو ان کو فلاں فلاں مشکل اور مشقت والا کام کرنا پڑے گا' مرغوب اور لذیذ چیزوں کو چھوڑنا پڑے گا تو پھر وہ ایمان کے تقاضوں اور اسلام کے احکام سے اس طرح خوف زدہ ہوتے ہیں. جس طرح کوئی شخص سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتا ہے۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے ☆ لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

چوں بگویم مسلمانم بلرزم ☆ کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

اور قرآن مجید میں ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ○ (العنکبوت:۲) کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ان کو یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا○

سو زیر بحث حدیث میں یہی خبر دی گئی ہے کہ لوگ ایمان لانے اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے سے اس طرح خوف زدہ ہوں گے جس طرح وہ سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتے ہیں' اس کا مشاہدہ ہمارے زمانہ میں بہ آسانی ہو سکتا ہے کہ لوگ پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھتے' زکوٰۃ ادا نہیں کرتے' روزے نہیں رکھتے' بالعموم بینک کا سود کھاتے ہیں' رشوت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے' مرد ڈاڑھی منڈاتے ہیں' تنگ اور چست لباس پہنتے ہیں جس سے ان کا ستر نہیں ہو پاتا اور سرین کا اُبھار صاف دکھائی دیتا ہے' عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور نیم عریاں لباس پہنتی ہیں' رشتہ کے بھائی بہنوں سے بے تکلف اور بے حجاب باتیں ہوتی ہیں' مخلوط تعلیم کا رواج ہے' اسمبلیوں میں' دفتروں میں' تجارتی اداروں میں اور ہسپتالوں میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول رہتا ہے اور جب انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ اسلام کے حکم کے مطابق ان کو یہ تمام معمولات ترک کرنے ہوں گے' ثقافت اور تہذیب کے نام پر موسیقی کو سننا ترک کرنا پڑے گا تو ان کو اسلام سانپ سے بھی زیادہ کوئی ڈراؤنی چیز دکھائی دیتی ہے اور وہ اسلام کے احکام اور اس کے تقاضوں سے ڈر کر اس طرح دور بھاگتے ہیں جیسے لوگ سانپ سے دور بھاگتے ہیں' اور آخر زمانہ میں اسلام پر عمل کرنے والے مؤمن صرف مدینہ منورہ میں رہ جائیں گے اور اسلام مدینہ میں اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح جب سانپ کو کوئی گوشہ عافیت نہ ملے تو وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۰۔ ج۱ ص ۶۱۵ میں ہے' اس کی شرح میں اسلام کے اجنبی ہونے کی وضاحت کی گئی ہے' جبکہ یہاں پر عمدہ شرح ہے۔

۷ - بَابُ اِثْمِ مَنْ كَادَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے' اس کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے اور ان کے ساتھ برائی کرے اس کا کتنا گناہ ہے۔

۱۸۷۷ - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ' عَنْ جُعَيْدٍ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسین بن حریث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضل نے خبر دی از جعید از

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَکِیْدُ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ اَحَدٌ اِلَّا انْمَاعَ، کَمَا یَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ. (صحیح مسلم: ۱۳۸۷، الرقم المسلسل: ۳۲۵۱، سنن کبریٰ: ۴۲۶۷، شرح السنۃ: ۲۰۱۴، مسند احمد ج ا ص ۱۸۱ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۵۸۔ ج ۳ ص ۱۳۱ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بھی اہل مدینہ کو دھوکا دے گا' وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے گا' اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو اس طرح گلا دے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ بہت سخت اور بہت بڑا گناہ ہے۔

۸ - بَابُ اٰطَامِ الْمَدِیْنَةِ
مدینہ کے بلند اور بڑے بڑے مکان

اس باب کے عنوان میں ''اطام'' کا لفظ ہے' یہ ''اطم'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: پتھروں سے بنائے ہوئے قلعے اور محلات' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ایسے مکان ہیں' جو مربع اور مسطح ہوں یعنی عالی شان مکان۔

۱۸۷۸ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ سَمِعْتُ اُسَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِیْنَةِ، فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی؟ اِنِّیْ لَاَرٰی مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ . تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَّسُلَیْمَانُ بْنُ کَثِیْرٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۶۷۔ ۳۵۹۷۔ ۷۰۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے بلند مکانوں میں سے کسی مکان کو نظر اٹھا کر دیکھا' پھر فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تمہارے بلند مکانوں کے درمیان فتنوں کے وقوع کی جگہوں کو بارش کے قطروں کی طرح دیکھ رہا ہوں۔ سلیمان بن عبداللہ کی متابعت معمر اور سلیمان بن کثیر نے کی ہے از الزہری۔

(صحیح مسلم: ۲۸۹۵' الرقم المسلسل: ۷۱۳۹' مسند الحمیدی: ۵۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۴' مسند البزار: ۲۵۶۵' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۰۵' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۱۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۷۴۸۔ ج ۳۶ ص ۷۸ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فتنوں کی ایک مثالی صورت بنائی گئی اور آپ نے اپنی آنکھوں سے فتنوں کا نزول دیکھا اور آپ نے اپنی امت کو ان فتنوں سے ڈرایا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات نبوت میں سے ایک علامت ہے' کیونکہ اس میں آپ نے غیب کی خبر دی ہے' پھر اس کے بعد فتنے قطرہ' قطرہ کر کے نازل ہوتے رہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹ - بَابٌ لَّا یَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِیْنَةَ
دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

۱۸۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث

أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ' لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ' عَلٰى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ. [اطراف الحدیث:۷۱۲۵-۷۱۲۶]

بیان کی از والد خود از جد خود از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہیں ہوگا' اس دن مدینہ میں سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو فرشتے ہوں گے۔

(المعجم الاوسط:۱۰۷۸' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد:۲۰۴۴۱- ج ۳۴ ص ۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ابو القاسم القرشی العامری الاویسی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف ابو اسحاق القرشی قاضی بغداد (۳) سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان ابو اسحاق الزہری القرشی (۴) ان کے دادا' ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف ابو محمد (۵) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۶-۳۴۵)

اس حدیث کی مطابقت پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہیں ہوگا اور حدیث کے عنوان میں مذکور ہے کہ مدینہ میں دجال داخل نہیں ہوگا' لہٰذا حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ثابت نہیں ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب دجال کا رعب مدینہ میں داخل نہیں ہوگا تو یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ دجال بھی مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔

''رعب'' اور ''المسیح الدجال'' کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''رعب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: خوف۔

نیز اس میں ''المسیح الدجال'' کا لفظ ہے' اس کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ زمین کی مسافت بہت جلد قطع کرے گا یا یہ کہ مسیح' ممسوح کے معنی میں ہے' کیونکہ اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی ہوگی اور وہ کانا ہوگا۔ دجال کا لفظ دجل سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: جھوٹ بولنا اور کسی چیز کو خلط ملط کرنا۔ دجل کا دوسرا معنی ہے: اونٹ کو جب خارش ہو تو اس پر تیل کی مالش کرنا' دجال بھی چونکہ جادو کر کے حقائق کو چھپائے گا' اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۸۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ' لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ. [اطراف الحدیث:۵۷۳۱-۷۱۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نعیم بن عبد اللہ المجمر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دروازوں پر فرشتے ہیں' وہاں طاعون داخل ہوگا نہ دجال۔

(صحیح مسلم:۱۳۷۹' الرقم المسلسل:۳۲۴۰' سنن کبریٰ:۷۵۲۶-۴۲۷۳' شرح السنۃ:۲۰۲۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۷ طبع قدیم' مسند احمد:۷۲۲۸- ج ۱۲ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''انقاب'' اور ''طاعون'' کے معنی کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''انقاب''، ''نقب'' کی جمع ہے' ابن وہب نے کہا ہے کہ ''انقاب'' کا معنی ہے: داخل ہونے کے راستے۔ ایک قول یہ ہے

کہ اس کا معنی ہے دروازے۔علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ راستے جن پر لوگ چلتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ. (قٓ:۳۶) انہوں نے بہت سے شہروں کو کھنگال ڈالا۔

ابوالمعانی نے کہا ہے کہ ''نقب'' کا معنی ہے: پہاڑ میں سوراخ کرنا۔ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جس چیز میں بھی سوراخ کیا جائے وہ نقب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۷ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''طاعون'' ایک وباء کا نام ہے' جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ طاعون کی بیماری کی اصل وجہ ایک خوردبینی جرثومہ ہے جو ایک پسّو نما کیڑے میں پرورش کرتا ہے' یہ پسّو زیادہ تر چوہوں اور چوہوں کی اقسام کے جانوروں میں پائے جاتے ہیں اور چوہے کی کھال کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ چمٹے ہوتے ہیں۔جب یہ چوہے طاعون زدہ پسّو کو سوار کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں تو پسّو دوسرے جانوروں یا انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔یہ بیماری زیادہ تر ان ہی پسّوؤں کے کاٹنے سے جنم لیتی ہے۔اس کے علاوہ یہ بیماری دوسرے ذرائع سے بھی ہوتی ہے' اس میں ہوا کے ذریعہ جرثومہ کی بیمار آدمی سے تندرست آدمی تک ن یا جرثومہ کا کسی اور جانور میں منتقل ہونا اور بعد ازاں بیماری کی وجہ بننا شامل ہے۔

طاعون دراصل جسم میں نکلنے والی گلٹیاں (غدود) ہیں' یہ گلٹیاں کہنیوں' بغلوں' ہاتھوں' انگلیوں اور سارے بدن میں نکلتی ہیں' اس کے ساتھ سوجن ہوتی ہے اور سخت درد ہوتا ہے' یہ گلٹیاں جلن کے ساتھ نکلتی ہیں اور ان کی جگہ سیاہ' سرخ یا سبز ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔

طاعون کا علاج ڈاکٹر کے مشورہ سے اینٹی بائیوٹک (Antibiotics) دواؤں سے کریں' اور اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت توبہ اور استغفار کریں۔(تبیان القرآن ج ۱ ص ۴۳۰-۴۲۹ ' فرید بک سٹال' لاہور)

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۴۶- ج ۳ ص ۷۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۸۸۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ' إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ' لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا' ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ' فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ.

[اطراف الحدیث: ۷۱۲۴-۷۱۳۴-۷۴۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مکہ اور مدینہ کے سوا ہر شہر کو دجال روندے گا' مدینہ کے راستوں میں سے ہر راستہ پر صفیں باندھے ہوئے فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہیں' پھر مدینہ وہاں کے رہنے والوں پر تین بار لرزے گا' پھر اللہ ہر کافر اور منافق کو نکال دے گا۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا اظہار ہے کیونکہ آپ نے اس چیز کی خبر دی جو قُرب قیامت میں واقع ہوگی' نیز اس حدیث میں مدینہ اور اہل مدینہ اور مؤمنین خالصین کی فضیلت کا بیان ہے۔

۱۸۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث

اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيمَا حَدَّثَنَا بِهِ أَنْ قَالَ يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ، أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَهُ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ لَا، فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ أَقْتُلُهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ.

[طرف الحدیث:۷۱۳۲]

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دجال کے متعلق ایک طویل حدیث سنائی' اس میں آپ نے ہم سے فرمایا کہ مدینہ کے راستوں میں آنا تو دجال پر حرام کر دیا گیا ہے' وہ مدینہ کی ایک شور والی (کھاری) زمین پر اترے گا' اس دن مدینہ سے ایک شخص اس کی طرف نکلے گا' جو سب لوگوں سے افضل ہوگا یا افضل لوگوں میں سے ہوگا' وہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیث سنائی ہے' پس دجال کہے گا: یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو ابھی قتل کر دوں' پھر فوراً زندہ کر دوں تو کیا تم میرے معاملہ میں شک کرو گے؟ تو وہ لوگ کہیں گے کہ نہیں! پس وہ اس کو قتل کر دے گا' پھر اس کو زندہ کر دے گا' پس جس وقت وہ اس کو زندہ کرے گا تو وہ شخص کہے گا: مجھے آج سے پہلے تیرے (دجال ہونے کے متعلق) اتنی بصیرت نہیں تھی' پھر دجال کہے گا: میں اس کو قتل کرتا ہوں لیکن وہ اس پر مسلط نہیں ہو سکے گا۔

(صحیح مسلم:۲۹۳۸' الرقم المسلسل:۷۲۶۹' سنن کبریٰ:۴۲۷۵' شرح السنۃ:۴۲۵۸' مسند البزار:۳۳۹۴' مسند ابویعلیٰ:۱۰۷۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۶ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۳۱۸۔ ج ۱۷ ص ۴۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی تفصیل

امام مسلم نے اس روایت کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے' وہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال کا خروج ہوگا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص اس کی طرف روانہ ہوگا' اور ہتھیاروں سے مسلح دجال کے لوگ اس سے ملیں گے' وہ اس سے پوچھیں گے کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ بتائے گا: میرا ارادہ اس شخص کی طرف ہے جس کا خروج ہوا ہے' وہ اس سے کہیں گے کہ کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے؟ وہ شخص کہے گا کہ ہمیں اپنے رب کے متعلق قسم کا خفا نہیں ہے' وہ کہیں گے کہ اس کو قتل کر دو' وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تمہارے رب نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ تم اس کے بغیر کسی کو قتل نہیں کرنا' پھر وہ اس شخص کو دجال کے پاس لے جائیں گے۔ جب دجال کو وہ مؤمن شخص دیکھے گا تو کہے گا: اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا تھا' پھر دجال اس مؤمن کو پکڑنے اور اس کا سر پھاڑنے کا حکم دے گا' اس مؤمن کی پیٹھ اور اس کے پیٹ پر ضرب لگائی جائے گی' پھر دجال اس مؤمن سے کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ مؤمن کہے گا: تم مسیح کذاب ہو' پھر اس مؤمن کو آرے سے چیرنے کا حکم دیا جائے گا اور سر کی مانگ سے لا کر اس کے قدموں تک اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں گے' پھر دجال اس کے جسم کے ٹکڑوں کے پاس جا کر کہے گا: کھڑا ہو جا! تو وہ مؤمن

سیدھا کھڑا ہو جائے گا' پھر دجال اس مؤمن سے کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ مؤمن کہے گا: مجھے تو اب (تیرے دجال ہونے پر) اور زیادہ یقین ہو گیا' پھر وہ مؤمن کہے گا: اے لوگو! اب میرے بعد دجال کسی اور کے ساتھ یہ کارروائی نہیں کر سکے گا' دجال اس مؤمن کو پھر ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا لیکن اس مؤمن کے گلے سے لے کر ہنسلی تک کا حصہ تانبے کا بن جائے گا اور وہ اس کو ذبح کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا' پھر وہ اس کے ہاتھ اور پیر پکڑ کر پھینک دے گا' لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس کو آگ میں پھینکا ہے' حالانکہ وہ شخص جنت میں پہنچے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی شہادت کا حامل ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۸' الرقم المسلسل: ۷۲۷۰' امام مسلم اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

۱۰ - بَابٌ اَلْمَدِيْنَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ

مدینہ خبث (برے آدمیوں) کو نکال دیتا ہے

۱۸۸۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَهُ عَلَى الْاِسْلَامِ، فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُوْمًا، فَقَالَ اَقِلْنِيْ، فَاَبٰى، ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَقَالَ اَلْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا، وَيَنْصَعُ طِيْبُهَا.

[اطراف الحدیث: ۷۲۰۹-۷۲۱۱-۷۲۱۶-۷۳۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) آیا' آپ نے اس کو اسلام پر بیعت کر لیا' وہ دوسرے روز بخار میں مبتلا آیا اور کہنے لگا: میری بیعت توڑ دیں' آپ نے تین مرتبہ انکار کیا' پھر فرمایا: مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو زنگ کو دور کر دیتی ہے اور خالص چیز رکھ لیتی ہے۔

جو اعرابی مدینہ سے نکلنا چاہتا تھا' اس کی بیعت نہ توڑنے کی متعدد وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ جب اس اعرابی نے بیعت توڑنے کے لیے کہا تو آپ نے اس کی بیعت کیوں نہیں توڑی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو اسلام لا چکا ہو' اس کا اسلام ترک کرنا جائز نہیں ہے اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر چکا ہو' اس کا ہجرت کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور اپنے وطن کی طرف واپس جانا جائز نہیں ہے' اور یہ اعرابی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ہجرت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مدینہ میں رہنے کی بیعت کی تھی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے اس کی بیعت فتح مکہ کے بعد ہو' جب ہجرت کرنے کی فرضیت ساقط ہو چکی تھی اور اس نے اسلام کی بیعت کی تھی اور اس بیعت کو توڑنے کے لیے کہا تو آپ نے بیعت فسخ نہیں کی۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ اس نے اسلام سے مرتد ہونے کا ارادہ نہیں کیا تھا کیونکہ اس نے ایسی چیز کی بیعت کی تھی جس کو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے توڑنے کا ارادہ کیا تھا اور اگر اس کا مدینہ سے نکلنا اسلام سے نکلنے کے برابر ہوتا تو آپ اس کو اسی وقت قتل کر دیتے لیکن وہ معصیت (گناہ) کرتا ہوا نکلا اور چونکہ اس کو بخار تھا اس لیے آپ نے اس کو معذور قرار دیا اور گویا کہ اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس پر ہجرت فرض ہے اور وہ ان لوگوں میں سے تھا' جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ. (التوبہ: ۹۷)

اور (وہ دیہاتی) اسی لائق ہیں کہ وہ ان احکام شرعیہ سے لاعلم رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیے ہیں۔

علامہ عینی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ بعض منافق تو مدینہ میں ہی مر گئے تھے

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ منافقین مدینہ میں رہتے رہے اور وہ وہیں مدینہ میں مر گئے اور مدینہ نے ان کو وہاں سے نہیں نکالا؟ تو میں کہوں گا کہ مدینہ ان کا اصلی وطن تھا' وہ وہاں پر اسلام لانے کی وجہ سے نہیں رہ رہے تھے بلکہ اپنی معاشی ضرورت کی وجہ سے رہتے تھے اور نبی ﷺ نے جو بھٹی کی مثال بیان فرمائی تھی یہ صرف ان لوگوں کے لیے تھی جنہوں نے اسلام میں رغبت کر کے اسلام کو قبول کیا' پھر ان کے دل میں خبث آ گیا اور وہ اسلام سے منحرف ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ مدینہ ہر ہر بدعقیدہ یا بدعمل شخص کو نکال کر باہر کر دے گا۔ آپ نے مدینہ کی مثال بھٹی کے ساتھ دی تھی جو لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے اور ظاہر ہے بھٹی بھی ہر ہر لوہے کے زنگ کو دور نہیں کرتی بلکہ کچھ لوہوں کا زنگ دور کرتی ہے' اس لیے اس اعرابی یا اس جیسے اور بدعمل یا بدعقیدہ لوگوں کا مدینہ میں رہنا' اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔

۱۸۸٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أُحُدٍ، رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ، وَقَالَتْ فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ، فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ (النساء:۸۸). وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۵۰-۴۵۸۹] (صحیح مسلم: ۱۳۸۴' الرقم المسلسل: ۳۲۲۶' سنن ترمذی: ۳۰۳۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۶۳۰- ج ۳۵ ص ۴۹۶-۴۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از عبد اللہ بن یزید' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ (جنگ کے لیے) اُحد کی طرف گئے تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے تو مسلمانوں میں سے بعض نے کہا: ہم ان کو قتل کریں گے اور بعض لوگوں نے کہا: ہم ان کو قتل نہیں کریں گے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے متعلق تمہاری دو رائیں ہو گئیں۔ (النساء:۸۸) اور نبی ﷺ نے فرمایا: مدینہ (بُرے) لوگوں کو نکال دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

ان منافقین کا مصداق جن کے متعلق النساء:۸۸ نازل ہوئی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ احد کی طرف گئے تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے۔

یہ غزوہ احد کا واقعہ ہے جو کہ ۳ھ میں برپا ہوا' اس روز ہفتہ تھا اور شوال کی پندرہ تاریخ تھی۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب روانہ ہوئے' آپ لوگوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور حملہ آور مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی' رسول اللہ ﷺ روانہ ہو کر اُحد پہاڑ پر اترے' عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت لوٹ کر چلا گیا' اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات سو افراد رہ گئے۔

مشرکین کے گھڑ سواروں میں حضرت خالد بن ولید تھے جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے' اور ان کے ساتھ ایک سو گھڑ سوار تھے اور مسلمانوں کے پاس ایک گھوڑا بھی نہیں [illegible]

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور ایک گھوڑا حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

عبداللہ بن ابی کے جو تین سو ساتھی عین معرکہ کارزار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے' ان کے متعلق یہ آیت (النساء:۸۸) نازل ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۲۔۳۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے علاوہ ان منافقین کے مصداق کے متعلق اور بھی اقوال ہیں جن کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہماری تفسیر تبیان القرآن میں النساء:۸۸ کی تفسیر میں کیا گیا ہے۔

۱۱ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور وہ جس باب کا عنوان نہ لکھیں وہ ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اور یہ باب دو وجہوں سے ابوابِ سابقہ کے مناسب ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ بابِ سابق میں یہ حدیث تھی کہ مدینہ بُرے لوگوں کا زنگ اتار دیتا ہے' اور اس باب میں یہ حدیث ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کے لیے برکت کی دعا کی اور جن لوگوں کے دلوں کا زنگ اتر گیا ہو' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے لیے برکت کی دعا کی جائے' دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مدینہ کے ساتھ محبت تھی' اس لیے مدینہ نے اہل مدینہ کے لوگوں کے دلوں کا زنگ اتارا تھا اور اسی محبت کا تقاضا تھا کہ آپ نے ان لوگوں کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

۱۸۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَىْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ. تَابَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ يُوْنُسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یونس سے سنا از ابن شہاب از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے دعا کی: اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں نازل کی ہیں' مدینہ میں اس کی دو ضعف برکتیں نازل فرما (یعنی چار گنا برکتیں نازل فرما)۔ جریر کی متابعت عثمان بن عمر نے کی ہے از یونس۔

(صحیح مسلم:۱۳۶۹' الرقم المسلسل:۳۲۱۶' مسند ابو یعلیٰ:۳۶۲۰۔۳۵۷۸' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۶۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۲ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۴۵۲۔ ج ۱۹ ص ۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ میں برکت کی دعا کی ہے' آیا اس سے مراد عام برکت ہے خواہ دنیاوی اُمور میں برکت ہو یا اخروی اُمور میں یا خاص دنیاوی برکت مراد ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الجوہری نے لکھا ہے کہ کسی چیز کا ضعف اس کی مثل ہوتا ہے اور اس کے دو ضعف اس کی دو مثلیں ہوتی ہیں' اور فقہاء نے کہا ہے کہ کسی چیز کا ضعف اس کی دو مثلیں ہوتی ہیں اور اس کے دو ضعف اس کی تین مثلیں ہوتی ہیں۔ (مصنف کے نزدیک یہ چار مثلیں ہونی چاہئیں)

اس حدیث میں برکت سے مراد دنیا کی برکت ہے' اور برکت کا معنی ہے: کثرتِ خیر۔ دنیا کی برکت کی دلیل یہ ہے کہ دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا: ... صاع اور مد میں برکت نازل فرما۔ (صحیح البخاری:۱۸۸۹)

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس حدیث کے الفاظ عام ہیں' ان کا تقاضا یہ ہے کہ مدینہ میں نماز پڑھنے کا ثواب مکہ میں نماز پڑھنے سے دوضعف زیادہ ہو؟ علامہ عینی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر ہم یہاں الفاظ کا عموم تسلیم کر لیں تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا' کیونکہ دوسری حدیث سے اس کی تخصیص ہو گئی ہے جس میں آپ نے یوں دعا کی ہے: اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مد میں برکت دے۔ (صحیح البخاری:۱۸۸۹) اور اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں برکت سے مراد دنیاوی چیزوں میں برکت ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ برکت سے مراد عام ہے خواہ دین کے اُمور میں ہو یا دنیا کی چیزوں میں' یعنی وہ چیزیں بڑھ جائیں اور زیادہ ہو جائیں اور دین میں برکت کا یہ معنی ہے کہ زکوٰۃ اور کفارہ میں اضافہ ہو جائے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب کسی وقت میں برکت حاصل ہو جائے تو آپ کی دعا کا مقبول ہونا ثابت ہو جائے گا لیکن وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ یہ برکت دائماً ہو یا ہر وقت ہو یا ہر شخص کے لیے ہو۔

علامہ عینی نے کہا: اس معنی پر وہ اعتراض ہے جو اس میں مستور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے متعلق یہ کہنا کہ وہ دائماً مقبول نہیں ہوتی' آپ کی محبت سے محرومی' بے ادبی اور خلافِ تحقیق ہے

میں کہتا ہوں کہ یہ معنی صحیح نہیں ہے کیونکہ جب ایک مرتبہ مدینہ میں برکت ثابت ہوئی اور آپ کی دعا کا مقبول ہونا ثابت ہو گیا تو دوسری مرتبہ آپ کی دعا کے مقبول نہ ہونے پر کیا دلیل ہے اور اس کے مقبول ہونے سے کیا چیز مانع ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ حدیثِ قدسی روایت کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے متعلق فرماتا ہے:

ولئن سالنی لاعطینہ. اگر میرا ولی مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور بالضرور عطا فرماؤں گا۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲' المعجم الاوسط: ۹۳۴۸' مسند البزار: ۳۶۴۷ - ۳۶۴۷' کتاب الزہد للبیہقی: ۶۹۸' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۳۹' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۹' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۱۹۳ - ج ۴۳ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جب اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی ہر دعا قبول فرماتا ہے اور کسی دُعا کو مسترد نہیں فرماتا تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو کسی وقت کب مسترد فرمائے گا اور آپ کی دعا کیوں دائماً قبول نہیں ہو گی!

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھ لوگوں پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی: ۲۱۵۴' مصابیح السنۃ: ۸۷' المستدرک ج ۱ ص ۳۶' صحیح ابن حبان: ۵۷۴۹' مشکوٰۃ: ۱۰۹)

علامہ قرطبی کی اصل عبارت

صحیح مسلم: ۱۲۲۰ میں مذکور ہے: اور مدینہ ان کے لیے زیادہ بہتر ہے کاش وہ جانتے۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: حضرت انس کی حدیث میں ہے:

اے اللہ! مکہ میں جتنی برکتیں ہیں مدینہ میں اس کی دوضعف برکتیں نازل کر دے' اور برکت کا معنی یہ ہے کہ جو چیز اس کے صاع اور مُد کے پیمانہ سے ناپی جائے اس کو زیادہ کر دے اور اس کا وجود دگنا کر دے' یا اس سے زیادہ سیر کر دے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر چیز کو مدینہ میں [illegible]

لائے گئے' اور اس میں کھانے والوں کی کمی کے باوجود اس میں کثرت کی گئی اور خوراک میں ان کی حرص کو چھوڑ دیا گیا وہ دن میں صرف ایک مرتبہ کھاتے تھے اور مٹھی بھر کھجوریں انہیں کافی ہوتی تھیں' پھر یہ لازم نہیں ہے کہ یہ برکت دائمی ہو اور نہ یہ لازم ہے کہ ہر شخص میں ہو بلکہ جب کئی زمانوں میں اور اکثر لوگوں میں یہ برکت پائی جائے تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کے مقبول ہونے کے لیے کافی ہے۔

(المفہم ج ۳ ص ۴۸۰' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مکہ کی مدینہ پر فضیلت کا بیان

اس حدیث کی شرح میں مکہ اور مدینہ کے درمیان افضلیت کی بحث علامہ ابن بطال مالکی نے بھی کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے لیے جو دعا کی ہے اس سے دگنی دعا مدینہ کے لیے کی ہے اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر مدینہ کے لیے دگنی برکت کی دعا کرنا اس کو مستلزم ہو کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے تو پھر شام اور یمن کو بھی مکہ سے افضل ہونا چاہیے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام اور یمن کے لیے کئی بار دعا کی ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے' صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں' تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت دے' صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں' تو آپ نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۷۱۰۴)

اس حدیث میں مکہ کے لیے دعا کا ذکر نہیں ہے اور شام کے لیے دو بار برکت کی دعا کا ذکر ہے' سو اسی طرح مدینہ کے لیے دو ضعف برکت کی دعا کرنا اور مکہ کے لیے دعا نہ کرنا' مدینہ کی مکہ پر فضیلت کا موجب نہیں ہے۔

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۲۲۔ ج ۳ ص ۷۰۲ میں مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مکہ اور مدینہ میں کون افضل ہے۔

١٨٨٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِينَةِ، أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا، مِنْ حُبِّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے' پھر مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری کو تیز دوڑاتے اور اگر آپ سواری پر ہوتے تو مدینہ کی محبت کی وجہ سے سواری کو تیز چلاتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۰۲ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ

مدینہ کو خالی اور ویران کرنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند تھا

١٨٨٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ ... امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث ...

عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ، عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَّتَحَوَّلُوْا اِلٰی قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُعْرَی الْمَدِيْنَةُ، وَقَالَ يَا بَنِیْ سَلِمَةَ، اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ. فَاَقَامُوْا.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بنوسلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ مسجد (نبوی) کے قریب منتقل ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا کہ مدینہ کو خالی اور ویران کر دیا جائے' آپ نے فرمایا: اے بنوسلمہ! (تم دور سے چل کر) آنے میں اپنے قدموں کا ثواب شمار نہیں کرتے! پھر وہ وہیں رہ گئے۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۶۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ

باب

۱۸۸۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَّحْيٰی، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِیْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان (جگہ) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۹۶ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض چیزوں کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

آپ کے حجرہ اور منبر کے درمیان زمین کا ٹکڑا آیا حقیقۃً جنت ہے یا مجازاً؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رحمت کے نزول اور حصول سعادت میں میرے حجرہ اور میرے منبر کی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ کی مثل ہے یا معنی یہ ہے کہ اس جگہ پر عبادت کرنا جنت تک پہنچا دیتا ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ جگہ حقیقۃً جنت ہے' بایں طور کہ آخرت میں بعینہٖ یہ جگہ جنت کی طرف منتقل کر دی جائے گی اور یہ اس کا خلاصہ ہے جو علماء نے اس حدیث کی تاویل میں کہا ہے۔

نیز اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ منبر منتقل کر کے میرے حوض پر نصب کر دیا جائے گا اور اکثر نے یہی کہا ہے کہ یہی منبر میرے حوض پر نصب کیا جائے گا اور بعض نے کہا ہے کہ قیامت کے دن ایک منبر میرے حوض پر رکھا جائے گا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص نیک اعمال کرنے کے لیے میرے منبر کا قصد کرے گا اور اس کے سامنے حاضر ہوگا تو یہ منبر اس شخص کو حوض پر لے جائے گا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس حوض سے پیے گا۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ کے حجرہ اور منبر کے درمیان زمین کا جو ٹکڑا ہے' وہ جنت ہے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضرور جنت میں کمان کی ایک قاب (نصف دائرہ) جتنی جگہ بھی ان جگہوں سے افضل ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۳' صحیح مسلم: ۱۸۸۲)

شیخ ابن حزم نے اس پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اس جگہ کا جنت ہونا مجازاً ہے کیونکہ اگر یہ جگہ حقیقۃً جنت ہوتی تو اس میں بھوک

اور پیاس نہ لگتی' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ○ (طٰہٰ:۱۱۸) بے شک آپ جنت میں نہ بھوکے رہیں گے نہ برہنہ ○

بلکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنا جنت تک پہنچا دیتا ہے اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (صحیح مسلم:۱۷۴۲) اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ زمین کا یہ ٹکڑا حقیقۃً جنت ہے تو بالخصوص زمین کا یہ ٹکڑا مکہ سے افضل ہوگا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۸۱۔۳۸۰' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی تقریباً اسی طرح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۵۔۳۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی دیگر روایات

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(المعجم الکبیر:۱۳۱۵۶' المعجم الاوسط:۷۔۴۳' ۶۱۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۶۹)

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کی قبر کب تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے مستقبل کے اعتبار سے مجازاً فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے حجرے اور میرے مصلّٰی کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (المعجم الاوسط:۷۔۵۲۲' ج ۶ ص ۱۱۱' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بیت اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (المعجم الاوسط:۶۴۴۰' ج ۷ ص ۲۲۸' مکتبۃ المعارف' ریاض)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بیت اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے' وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(المعجم الاوسط:۹۸' ج ۱ ص ۱۰۱' صحیح البخاری:۷۳۳۵' سنن ترمذی:۳۹۴۱' سنن کبریٰ:۴۲۹۰' مسند البزار:۱۱۹۵' مشکل الآثار:۲۸۷۳' مسند الحمیدی:۲۹۰' المعجم الکبیر:۱۳۱۵۶۔۲۳۳۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد:۷۲۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث "من زار قبری وجبت له شفاعتی" کی تحقیق

باب مذکور کی حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغات میں سے ہے۔

(صحیح البخاری:۱۸۸۸)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور کی فضیلت کا بیان ہے' اسی طرح درج ذیل حدیث بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ مبارک کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے:

امام علی بن عمر الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

... هلال العبدي عن عبيد الله بن عمر عن ...

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زار قبری وجبت له شفاعتی۔

موسیٰ بن ہلال العبدی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(سنن دار قطنی: ۲۶۵۸۔ ج ۲ ص ۵۳۱ دار المعرفہ بیروت سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۸ نشر السنۃ ملتان)

حدیث ”من زار قبری“ کی سند پر غیر مقلد عالم کا اعتراض

اس حدیث کی سند کے ایک راوی موسیٰ بن ہلال العبدی پر ایک غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی نے حسب ذیل اعتراض کیا ہے:

موسیٰ بن ہلال العبدی شیخ بصری ہیں ابوحاتم نے کہا: یہ مجہول ہیں العقیلی نے کہا: ان کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی ابن عدی نے کہا: مجھے امید ہے کہ ان کی حدیث میں کوئی خوف یا حرج نہیں ہے الذہبی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ وہ صالح الحدیث ہیں اور ان کی حدیث ”من زار قبری“ کو منکر قرار دیا گیا ہے۔ (حاشیہ سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۷۹۔۲۷۸ نشر السنۃ ملتان)

اس حدیث کے راوی موسیٰ بن ہلال العبدی کو مجہول قرار دینے کا جواب

علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین السبکی الشافعی المتوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں:

رہا ابوحاتم کا یہ کہنا کہ موسیٰ بن ہلال العبدی مجہول ہیں تو ان کے مجہول ہونے سے کوئی ضرر نہیں ہے کیونکہ اس سے جہالۃ العین مراد ہوگی یا جہالۃ الوصف مراد ہوگی اگر اس سے جہالۃ العین مراد ہے اور فن اصول حدیث میں غالب اصطلاح یہی ہے تو یہ جہالت مرتفع ہے کیونکہ موسیٰ بن ہلال العبدی سے حسب ذیل ائمہ حدیث نے حدیث روایت کی ہے:

(۱) امام احمد بن حنبل (۲) محمد بن جابر المحاربی (۳) محمد بن اسماعیل الاحمسی (۴) ابوامیہ محمد بن ابراہیم الطرطوسی (۵) عبید بن محمد الوراق (۶) الفضل بن سہل (۷) جعفر بن محمد البزوری۔

اگر حدیث کے دو امام کسی شخص سے حدیث روایت کریں تو اس کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے تو جس شخص سے سات ائمہ حدیث حدیث روایت کریں وہ کیسے مجہول العین رہے گا جب کہ امام ابن عدی نے ان کے متعلق کہا ہے: مجھے امید ہے کہ ان کی حدیث کی روایت میں کوئی خوف یا حرج نہیں ہے۔

اور اگر اس سے مراد جہالۃ الوصف ہے تو وہ اس طرح مرتفع ہو جاتی ہے کہ امام احمد نے موسیٰ بن الہلال سے روایت کی ہے اور علامہ ابن الجوزی نے امام احمد بن حنبل کے مشائخ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ثقہ ہیں کیونکہ امام احمد صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں اور خود مخالف نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث میں جرح اور تعدیل کے علماء دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں: جیسے امام مالک شعبہ یحییٰ بن سعید عبد الرحمان بن مہدی امام احمد بن حنبل اسی طرح امام بخاری اور ان کے امثال۔

(شفاء السقام ص ۱۰۔۹)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی نے ہر چند کہ ”من زار قبری“ کی روایت کو منکر کہا ہے لیکن موسیٰ بن ہلال العبدی کی تعدیل اور توثیق کی ہے وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ وہ صالح الحدیث ہیں ان سے امام احمد الفضل بن سہل الاعرج ابوامیہ الطرطوسی احمد بن غرزہ اور دوسروں نے حدیث کی روایت کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۶ ص [illegible] دار الکتب العلمیہ بیروت [illegible])

اسی طرح حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی موسیٰ بن ہلال العبدی کی توثیق کی ہے وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ وہ روایت حدیث کی صلاحیت رکھتے ہیں' ان سے امام احمد' الفضل بن سہل الاعرج' ابوامیہ الطرطوسی' احمد بن عزرہ اور دوسروں نے حدیث کی روایت کی ہے۔ (لسان المیزان ج ۶ ص ۱۳۵۔۱۳۴' مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات' ۱۳۹۰ھ)

تاہم حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے:

جس نے میری قبر کی زیارت کی یا میری زیارت کی' میں اس کے حق میں شہادت دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا اور جو کسی ایک حرم میں فوت ہو گیا' اللہ اس کو قیامت کے دن امن یافتہ لوگوں میں سے اٹھائے گا۔

(المطالب العالیہ: ۱۲۵۳۔ ج ۱ ص ۲۷۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

موسیٰ بن ہلال العبدی کی روایت کی عدم متابعت کا جواب

علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین السبکی التوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں:

رہا عُقیلی کا یہ کہنا کہ اس حدیث کی روایت میں موسیٰ بن ہلال العبدی کی متابعت نہیں کی گئی ہے' اور امام بیہقی کا یہ کہنا کہ خواہ انہوں نے عبید اللہ سے روایت کی ہو یا عبد اللہ سے' بہر صورت یہ حدیث منکر ہے' ان کے علاوہ کسی اور نے یہ روایت نہیں کی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفین کو اس حدیث پر اس کے سوا اور کوئی اعتراض نہیں ملا کہ موسیٰ بن ہلال کے سوا اور کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کی۔ (الیٰ قولہ)

ہم کو موسیٰ بن ہلال کی اس روایت کے متعدد متابعات اور شواہد مل گئے ہیں' جن کا ان شاء اللہ عنقریب ہم ذکر کریں گے' اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ یہ حسن ہو اور حدیث حسن کی دو قسمیں ہیں' ایک یہ کہ اس کی سند مستور ہو اور اس کی اہلیت محقق نہ ہو' اور اس کا راوی غافل اور کثیر الخطاء نہ ہو اور اس کے فسق کا کوئی سبب ظاہر نہ ہو' اس کے ساتھ اس کی حدیث کے متن کی مثل کسی دوسری سند سے مروی ہو اور موسیٰ بن ہلال العبدی کا کم از کم یہی مرتبہ ہے اور ان کی روایت بھی اسی مرتبہ کی ہے۔

حدیث حسن کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا راوی صدق اور امانت میں مشہور ہو اور حفظ میں کمی کی وجہ سے وہ حدیث صحیح کے راویوں کے برابر نہ پہنچا ہو' اس کے باوجود اس کا مرتبہ ان سے بلند ہو جن کی حدیث منکر قرار دی جاتی ہے' اور یہ حدیث اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کے اوپر حسن کا اطلاق کیا جائے۔

رہا یہ کہ یہ حدیث عبید اللہ سے مروی ہے اور اس کو عبد اللہ کی روایت پر ترجیح ہے یا یہ حدیث دونوں سے مروی ہے' یا بر سبیل تنزل یہ صرف عبد اللہ سے مروی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ حدیث حسن ہے' اور اگر بالفرض یہ حدیث ضعیف ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث حسن ہے۔

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرے گا' اس کو آپ کی شفاعت کی بشارت ہے اور یہ اس کو متضمن ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو گا۔ (شفاء السقام ص ۱۴۔۱۰ ملخصا)

حدیث "من زار قبری" کا متابع اوّل (۱)

امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار التوفی ۲۹۲ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حدثنا قتیبۃ ' ثنا عبد اللّٰہ بن ابراھیم' ثنا عبد الرحمٰن بن زید عن ابیہ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زار

قبری حلت له شفاعتي۔

نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار: ۱۱۹۸۔ ج ۲ ص ۵۷ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲ حافظ نورالدین الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن ابراہیم الغفاری ضعیف ہے لیکن اسے اس سے ضرر نہیں کیونکہ یہ حدیث متابعات میں سے ہے بہر حال اس حدیث سے عقیلی کا یہ کہنا غلط ہو گیا کہ اس حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے کیونکہ امام دارقطنی نے اس حدیث کو موسیٰ بن ہلال العبدی سے روایت کیا ہے اور امام بزار نے اس حدیث کو عبدالرحمان بن زید از والد خود روایت کیا ہے دارقطنی کی روایت میں "وجبت" کا لفظ ہے اور امام بزار کی روایت میں "حلت" کا لفظ ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۴ وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثانی (۲)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبدان بن احمد ثنا عبد الله بن محمد العبادی البصری ثنا مسلم بن سالم الجهنی حدثنی عبید الله بن عمر عن نافع عن سالم عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من جاء نی زائرا لا یعمده حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری زیارت کے لیے آیا اور اس کو میری زیارت کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۱۴۹۔ ج ۱۲ ص ۲۲۵ داراحیاء التراث العربی بیروت شفاء السقام ص ۱۶) (المعجم الاوسط: ۴۵۴۳۔ ج ۵ ص ۲۷۶۔۲۷۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۰۳ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ نورالدین علی بن احمد السمہودی المتوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثالث (۳)

امام علی بن عمر الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۶ نشر السنۃ ملتان شفاء السقام ص ۲۰ شعب الایمان: ۴۱۵۴۔ ج ۳ ص ۴۸۹ سنن دارقطنی: ۲۶۵۶۔ ج ۲ ص ۵۳۰ دار المعرفہ بیروت المعجم الاوسط: ۲۸۷ الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۹۰ جمع الجوامع: ۲۰۵۵۱ الجامع الصغیر: ۸۶۲۸ تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۰۲ وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع رابع (۴)

حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مالک عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من حج البیت فلم یزرنی فقد جفانی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بیت اللہ کا حج کیا' پھر میری زیارت نہیں کی' اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ (الضعفاء الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۸۰' المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل' پاکستان' شفاء السقام ص ۲۷' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع خامس (۵)

امام سلیمان بن داؤد بن الجارود المتوفی ۲۰۴ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابوداؤد حدثنا سوار بن میمون ابو الجراح العبدی قال حدثنی رجل من آل عمر عن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من زار قبری او قال من زارنی کنت لہ شفیعا او شھیدًا ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ فی الامنین یوم القیامۃ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا: جس نے میری زیارت کی' میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو دو حرموں میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہو گیا' اس کو اللہ عزوجل قیامت کے دن امن والے لوگوں میں سے اٹھائے گا۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۵۔ ج ۱ ص ۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ' شفاء السقام ص ۲۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۳۶۲' اللآلی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۰۹' الفوائد المجموعۃ للشوکانی: ۱۱۷' الترغیب والترہیب: ۱۸۰۲' شعب الایمان: ۴۱۵۳۔ ج ۳ ص ۴۸۸' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع سادس (۶)

امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی المتوفی ۳۲۲ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن سوار بن میمون عن ھارون بن قزعۃ عن رجل من آل الخطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من زارنی متعمدًا کان فی جوار اللہ یوم القیامۃ۔

آل خطاب میں سے ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قصداً میری زیارت کی' وہ قیامت کے دن اللہ کی پناہ میں ہوگا۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی: ۱۹۷۳۔ ج ۴ ص ۳۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' شفاء السقام ص ۳۱' الترغیب والترہیب: ۱۸۰۱۔ ج ۲ ص ۱۸۶' دار ابن کثیر' ۱۴۱۴ھ' شعب الایمان: ۴۱۵۱' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع سابع (۷)

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن حاطب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی۔ (الحدیث)

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (الحدیث) (سنن دارقطنی: ۲۶۵۷۔ ج ۲ ص ۵۳۱۔ ۵۳۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ' تلخیص الحبیر: ۱۰۷۵۔ ج ۳ ص ۹۰۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ' شفاء السقام ص ۳۲' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثامن (۸)

امام ابوجعفر عقیلی متوفی ۳۲۲ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ (الحدیث)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی' گویا اس نے میری حیات میں زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی حتیٰ کہ وہ میری قبر تک پہنچا' میں قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی: ۱۵۱۳۔ ج ۳ ص ۴۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' شفاء السقام ص ۳۸' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع تاسع (۹)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات فی احد الحرمین بعث من الامنین یوم القیامة ومن زارنی محتسبا الی المدینة کان فی جواری یوم القیامة۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھے گا اور جس نے اخلاص سے مدینہ میں میری زیارت کی' وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا۔ (شعب الایمان: ۴۱۵۸۔ ج ۳ ص ۴۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ' الترغیب والترہیب: ۱۸۰۳۔ ج ۲ ص ۱۸۶' شفاء السقام ص ۳۶' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع عاشر (۱۰)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللّٰه به ملکا یبلغنی وکفی امر آخرته ودنیاه وکنت له شهیدا وشفیعا یوم القیامة۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام عرض کرتا ہے' اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو مجھ کو سلام پہنچاتا ہے اور وہ اس کی دنیا اور آخرت سے کفایت کرتا ہے اور قیامت کے دن میں اس شخص کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

(شعب الایمان: ۴۱۵۶۔ ج ۳ ص ۴۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع حادی عشر (۱۱)

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ متوفی ۱۵۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوحنیفة عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قبل القبلة ویجعل ظهرك الی القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر (مبارک) پر قبلہ کی جانب سے آؤ' پھر اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو اور اپنا منہ قبر (انور) کی طرف کرو' پھر تم کہو: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته''۔

(مسند الامام الاعظم ص ۱۲۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر نے فرمایا: سنت یہ ... حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم قبلہ کی طرف سے آؤ'

پھر اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اپنا منہ آپ کی قبر انور کی طرف کرو اور پیٹھ قبلہ کی طرف کرو' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا سب سے خاص ادب ہے۔ (شرح مسند ابوحنیفہ ص ۲۰۲۔۲۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

فاضل عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ' اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

علماء اس پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے عظیم ذریعہ ہے' اور تمام اعمال شرعیہ میں سب سے افضل عمل ہے' اور جس نے اس کے جواز کا انکار کیا' وہ خود بھی گم راہ ہے اور دوسروں کو بھی گم راہ کرتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب کے قریب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی اور دوسری احادیث ہیں جن کی امام طبرانی' امام دار قطنی اور امام ابن عدی وغیرہم نے روایت کی ہے اور یہ ابن تیمیہ کی خطاء ہے کہ اس نے کہا: اس باب میں وارد تمام احادیث ضعیف ہیں بلکہ موضوع ہیں۔

(حاشیہ مسند ابوحنیفہ ص ۲۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثانی عشر (۱۲)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن دینار قال رایت عبد الله بن عمر یقف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ابی بکر و عمر۔

عبداللہ بن دینار نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس کھڑے ہوئے آپ پر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے۔

(موطأ امام مالک' کتاب قصر الصلوٰۃ' باب: ۲۲' حدیث: ۶۸۔ ج ۱ ص ۱۰۷' المکتبۃ التوفیقیہ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثالث عشر (۱۳)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا مالك اخبرنا عبد الله بن دینار ان ابن عمر کان اذا اراد سفرا او قدم من سفر جاء قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی علیه و دعا ثم انصرف قال محمد هکذا ینبغی ان یفعله اذا قدم المدینة یاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتے یا کسی سفر سے واپس آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آ کر آپ پر صلوٰۃ پڑھتے اور دعا کرتے' پھر چلے جاتے' امام محمد نے فرمایا: اسی طرح کرنا چاہیے جب مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (انور) پر آئے۔ (موطأ امام محمد ص ۳۹۴' نور محمد اصح المطابع' کراچی)

حدیث "من زار قبری" کا متابع رابع عشر (۱۴)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن معمر عن ایوب عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیك یا رسول الله السلام علیك یا ابا بکر السلام علیك یا ابتاه۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاتے اور عرض کرتے: "السلام علیك یا رسول الله! السلام علیك یا ابا بکر" اور اے اباجان! آپ پر سلام ہو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۷۵۳۔ ج ۳ ص ۳۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' نشر السنہ' ملتان)

ابن تیمیہ کی تحریف اور اس کی تکفیر

شیخ ابن تیمیہ نے الموطأ کے حوالے سے اس حدیث کو اس طرح لکھا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے: ''السلام علیك یا رسول اللہ' السلام علیك یا ابا بکر السلام علیك یا ابت''۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۹' دارالجلیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

یہ ابن تیمیہ کی تحریف ہے اور اس کا حدیث کے الفاظ کو بدلنا ہے۔ موطأ امام مالک' موطأ امام محمد' مصنف عبدالرزاق اور سنن بیہقی سب میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ابن عمر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آتے تو سلام عرض کرتے اور ابن تیمیہ نے اپنے فاسد عقیدہ کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے بجائے مسجد کا لفظ لکھا اور حدیث میں خیانت کی۔

اس تحریف اور خیانت کی وجہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کا فاسد عقیدہ یہ ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا حرام ہے' وہ لکھتے ہیں:

رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا نہ کہ آپ کی مسجد میں نماز کے قصد سے سفر کرنا تو اکثر علماء کے نزدیک یہ سفر جائز نہیں ہے۔ (الیٰ قولہ) جو شخص انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لیے سفر کرنے والا ہو' اس کے لیے اس سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سفر اللہ کی اطاعت نہیں ہے بلکہ معصیت اور حرام ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۲۰۔۱۹ ملخصاً' دارالجلیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

اور یہی وجہ ہے جس کے سبب سے ملا علی قاری نے ابن تیمیہ کو کافر قرار دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے' کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو' اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو' اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا۔

(شرح الشفاء علیٰ ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴' دارالفکر' بیروت)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع خامس عشر (۱۵)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی مجھ پر سلام پیش کرتا ہے تو اللہ میری روح کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۴۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' المعجم الاوسط: ۳۱۱۶' تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۰۴' مشکوٰۃ: ۹۲۵' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۹۹' اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۴۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۶۱۴۔ ج ۱۶ ص ۳۵۹۔۳۵۸' فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۴)

الحمد للہ رب العلمین! ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل' انوار الٰہیہ کے فیضان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے اس حدیث کے پندرہ متابع بیان کر دیئے ہیں اور اس سے عُقیلی کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ حدیث ''من زار قبری'' کا کوئی متابع نہیں ہے۔ اب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے جواز پر مشاہیر مصنفین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں:

نبی ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے جواز پر حافظ ابن حجر کی جمع کردہ احادیث

حافظ ابن حجر نے زیارۃ قبر النبی ﷺ کا باب قائم کیا ہے' اس باب کے تحت انہوں نے درج ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

عمر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے واپس آتے تو نبی ﷺ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے' پھر قبر (مبارک) پر آتے اور کہتے: ''السلام علیك یا رسول اللّٰہ ' السلام علیك یا ابا بکر السلام علیك یا ابه'' (اے ابا! آپ پر سلام ہو)۔ (مسدد نے یہ حدیث روایت کی)

(المطالب العالیہ: ۱۲۵۰۔ ج ۱ ص ۱۷۱ '۳ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے' پھر قبر مبارک پر جاتے۔ (مسند ابویعلیٰ' المطالب العالیہ: ۱۲۵۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی یا میری زیارت کی تو میں اس کے حق میں شہادت دینے والا اور شفاعت کرنے والا ہوں اور جو حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہو گیا' اللہ عزوجل اس کو قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھائے گا۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی' المطالب العالیہ: ۱۲۵۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حج کیا' پھر میری وفات کے بعد میری زیارت کی' وہ اس کی مثل ہے جس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (مسند ابویعلیٰ' المطالب العالیہ: ۱۲۵۴)

نبی ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے جواز پر حافظ سیوطی کی جمع کردہ احادیث

(۱) امام ابن حبان نے الضعفاء میں اور امام ابن عدی نے کامل میں اور امام الدارقطنی نے العلل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی' اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲ ' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۲) امام سعید بن منصور' امام ابویعلیٰ' امام طبرانی' امام ابن عدی' امام الدارقطنی اور امام بیہقی نے الشعب میں اور امام ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے حج کیا' پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی' وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۳) حکیم ترمذی' امام بزار' امام ابن خزیمہ' امام ابن عدی' امام الدارقطنی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی' اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۴) امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو میری زیارت کرنے کے لیے اس حال میں آیا کہ وہ کسی اور ضرورت سے نہیں آیا تھا تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۵) امام ابوداؤد الطیالسی اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی' میں اس کے لیے شفاعت کرنے والا یا شہادت دینے والا ہوں گا اور جو حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھائے گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۶) امام بیہقی نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے

میری حیات میں میری زیارت کی اور جو حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' قیامت کے دن اللہ اس کو امن والوں میں سے اٹھائے گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۷) امام عقیلی نے الضعفاء میں اور امام بیہقی نے الشعب میں آل خطاب کے ایک مرد سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری عمداً زیارت کی' وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا' اور جو مدینہ میں رہا اور اس نے وہاں کی مصیبتوں پر صبر کیا تو میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دینے والا اور شفاعت کرنے والا ہوں گا' اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' قیامت کے دن اللہ اس کو امن والوں میں سے اٹھائے گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۸) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ مدینہ میں میری زیارت کی' میں قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دینے والا اور اس کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۹) امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام عرض کرتا ہے' اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو مجھے اس کا سلام پہنچاتا ہے اور اس کی دنیا اور آخرت میں اس سے کفایت کرتا ہے اور میں قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دینے والا اور اس کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۱۰) امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جو مسلمان بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ میری روح کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۱۱) امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ قبر پر جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کرتے تھے اور قبر کو مَس نہیں کرتے تھے' پھر حضرت ابوبکر کو سلام عرض کرتے' پھر حضرت عمر کو سلام عرض کرتے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۱۲) امام بیہقی نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہاں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان (کی جگہ) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۳)

(۱۳) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے منیب بن عبد اللہ بن ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر آ کر کھڑے ہوئے' پھر دونوں ہاتھ بلند کیے' میں نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے نماز شروع کی ہے' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا' پھر چلے گئے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۳)

(۱۴) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے سلیمان بن سحیم سے روایت کی ہے کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ آ کر آپ کو سلام عرض کرتے ہیں' کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور میں ان کو جواب دیتا ہوں۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۳)

(۱۵) امام بیہقی نے حاتم بن مروان سے روایت کی ہے کہ عمر بن عبد العزیز مدینہ میں ایک قاصد کو روانہ کرتے تھے تا کہ وہ آپ کو سلام عرض کرے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۳)

(۱۶) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے ابو فدیک سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس کھڑا ہوا اور اس نے یہ آیت تلاوت کی: ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا O'' (الاحزاب:۵۶) پھر ستر (۷۰) مرتبہ پڑھا: ''صلی اللہ علیک یا محمد'' تو فرشتہ اس کے جواب میں کہتا ہے: اے فلاں! اللہ تم پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجتا ہے' تمہاری کوئی حاجت ساقط نہیں ہوگی۔

(الدرالمنثور ج۱ص ۵۳۳)

(۱۷) امام بیہقی نے ابوحرب ہلالی سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے دروازہ پر اپنی اونٹنی بٹھادی' پھر اس کو باندھ دیا' پھر مسجد میں داخل ہوا' حتیٰ کہ قبر (انور) پر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' میں گناہوں اور خطاؤں کے بوجھ تلے دبا ہوا آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ سے شفاعت طلب کر رہا ہوں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا ہے: اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اگر یہ آپ کے پاس آ جاتے' پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا' بے حد رحم فرمانے والا پاتے O (النساء:۶۴) اور آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! میں گناہوں اور خطاؤں کے بوجھ تلے دبا ہوا آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ سے شفاعت طلب کرتا ہوں کہ آپ میرے متعلق اپنے رب کے پاس میری شفاعت کریں کہ وہ میرے گناہوں کو بخش دے' پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں ☆ جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے

میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں ☆ اس میں عفو ہے' اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

(الدرالمنثور ج۱ص ۵۳۳' داراحیاء التراث العربی' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے النساء: ۶۴ کی تفسیر میں لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطاء اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آ کر استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لیے اللہ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج۱ص ۵۸۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت سے یہ ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دعاء مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات میں ہو سکتی ہے' اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن ج۲ص ۴۶۰-۴۵۹' ادارۃ المعارف' کراچی)

ان تفسیروں کے علاوہ علامہ قرطبی کی الجامع لاحکام القرآن ج۵ص ۲۶۵' علامہ ابوالحیان کی البحر المحیط ج۳ص ۶۹۴ اور علامہ نسفی حنفی کی مدارک التنزیل علیٰ حامش الخازن ج۱ص ۳۹۹ میں بھی یہ اثر مذکور ہے اور اس اثر اور دیگر آثار میں بھی یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے آپ کی قبر پر حاضر ہونا صحابہ' فقہاء تابعین اور اسلاف امت کا طریقہ اور معمول ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے سترہ احادیث ذکر کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہونا جائز اور مستحب ہے اور ان میں سے کوئی حدیث موضوع یا شدید ضعیف نہیں ہے اور یہ احادیث تعدد اسانید کی وجہ

سے حسن لغیرہ ہیں اور ان کے تقاضے پر عمل کے استحباب پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اس کا انکار کفر ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے تصریح کی ہے۔

حدیث ''من زار قبری'' اگر بالفرض ضعیف السند بھی ہے تو وہ اہل علم کے عمل سے قوی ہو گئی ہے!

بر تقدیر تنزل ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی حدیث انفرادی طور پر ضعیف السند بھی ہو تو جس ضعیف السند حدیث پر اہل علم نے عمل کیا ہو تو ان کے عمل سے وہ ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے کیونکہ امام ترمذی نے صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اور یہ لکھا ہے کہ امام عبداللہ بن المبارک نے اس حدیث پر عمل کیا ہے اس لیے یہ حدیث قوی ہو گئی۔

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کے متعلق امام ترمذی لکھتے ہیں:

صلوٰۃ التسبیح کے متعلق اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں اور ان میں سے کوئی حدیث زیادہ صحیح نہیں ہے اور عبداللہ بن المبارک اور ایک سے زیادہ اہل علم نے اس پر عمل کو جائز قرار دیا ہے اور اس کی فضیلت ذکر کی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۲۲۶' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کو امام ابن ماجہ نے (سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۶) امام ترمذی نے (سنن ترمذی: ۴۸۲) اور امام بیہقی نے (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۵۲-۵۱) میں روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ امام عبداللہ بن المبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے اور صالحین ایک دوسرے کو دیکھ کر اس حدیث پر عمل کرتے تھے اور اس سے حدیث مرفوع کی تقویت ہے اور امام ترمذی نے کہا: عبداللہ بن المبارک اور ایک سے زیادہ اہل علم نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۵۳۰-۵۲۹' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (التعقبات علی الموضوعات ص ۱۳ طبع قدیم' ۱۳۰۳ھ)

غیر مقلد عالم محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۶۰۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

دیوبندی عالم شیخ تقی عثمانی' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں جتنی روایات آئی ہیں' سنداً وہ سب کی سب ضعیف ہیں' چنانچہ حدیث باب بھی موسیٰ بن عبیدہ کی بناء پر ضعیف ہے' اس سے متعلقہ تمام احادیث کے ضعف ہی کی وجہ سے علامہ ابن جوزی نے اس نماز کی مشروعیت سے انکار کیا ہے' البتہ حافظ ابن حجر نے ''الاعمال المکفرۃ'' میں لکھا ہے کہ تعدد طرق کی بناء پر یہ حدیث (حدیث باب) حسن لغیرہ بن گئی ہے' اس کے علاوہ یہ مؤید بالتعامل بھی ہے' لہٰذا صلوٰۃ التسبیح کو بدعت یا خلاف سنت کہنا یا اس کی فضیلت کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔

(درس ترمذی ج ۲ ص ۲۵۰' مکتبہ دارالعلوم کراچی' ۱۴۲۳ھ)

غور فرمایئے! صلوٰۃ التسبیح کی حدیث ضعیف السند ہے مگر عبداللہ بن المبارک کے عمل کی وجہ سے وہ قوی ہو گئی اور حدیث ''من زار قبری'' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت جابر' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کے عمل اور امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام محمد رحمہم اللہ کی تصریحات کی وجہ سے کیوں قوی نہیں ہو گی!!

خلاصۂ بحث اور حرف آخر

چند دن پہلے عزیز القدر حکیم عظمت اللہ نے مجھے فون کر کے یہ بتایا تھا کہ بعض غیر مقلدین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر

روضہ انور پر حاضری اور زیارت کو حرام قرار دیا ہے اور اخبار میں یہ مضمون چھاپا ہے کہ اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن ہلال عبدی مجہول ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے اس لیے یہ حدیث منکر ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آج کل صحیح بخاری کی کتاب الحج کی شرح لکھ رہا ہوں اور عنقریب میں نعمۃ الباری میں کسی مناسب مقام پر اس کا جواب لکھ دوں گا' سو میں نے انوار الٰہیہ کے فیضان اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے التفات اور توجہ سے اس اعتراض کا جواب لکھا اور یہ بتایا کہ موسیٰ بن ہلال العبدی مجہول نہیں ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور میں نے مفصل حوالوں کے ساتھ اس کے پندرہ متابع ذکر کیے اور حافظ سیوطی کے حوالہ جات کے ساتھ سترہ احادیث ذکر کیں جن میں انہوں نے صحابہ اور فقہاء تابعین کے حوالوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا جواز اور استحباب بیان کیا ہے اور اس ضمن میں' میں نے ابن تیمیہ کی خیانت اور تحریف کو بیان کیا اور آخر میں یہ بتایا کہ اگر بالفرض یہ حدیث ضعیف السند بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث اہل علم کے عمل کی وجہ سے قوی ہوگئی اور اس چیز کو مخالفین کے حوالوں سے واضح کیا' اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور مجھے اتنی صحت اور توانائی عطاء فرمائے کہ میں نعمۃ الباری کو مکمل کرلوں اور ان سطور کو موافقین کے لیے موجب طمانیت اور استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنا دے' مجھے تا حیات ایمان کی سلامتی کے ساتھ نیک اعمال پر قائم رکھے اور زندگی میں اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے میری مغفرت فرما دے۔ (آمین)

حدیث ''من زار قبری'' کی تحقیق کے بعد اب میں پھر صحیح بخاری کی احادیث کی شرح کا سلسلہ جوڑتا ہوں:

۱۸۸۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ أَبُوْ بَكْرٍ وَّ بِلَالٌ فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُوْلُ

كُلُّ امْرِئٍ مُّصَبَّحٌ فِيْ أَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ عَقِيْرَتَهٗ يَقُوْلُ

أَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ أَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَّحَوْلِيْ إِذْخِرٌ وَّجَلِيْلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَّطَفِيْلُ

وَقَالَ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كَمَا أَخْرَجُوْنَا مِنْ أَرْضِنَا إِلٰى أَرْضِ الْوَبَاءِ. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَفِيْ مُدِّنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا اور حضرت ابوبکر کو جب بخار چڑھا تو وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ہر شخص اپنے گھر میں صبح کو ہوتا ہے
اور موت اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ نزدیک ہوتی ہے

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اتر جاتا تو وہ بلند آواز سے رو رو کر یہ اشعار پڑھتے تھے:

سنو! کاش میں پھر اس وادی میں ایک رات رہوں
اور میرے گرد اذخر اور جلیل گھاس ہو
اور کیا میں پھر کسی دن مجنہ کے پانی پر وارد ہوں گا
اور کیا پھر میرے لیے شامہ اور طفیل پہاڑ ظاہر ہوں گے

اور انہوں نے دعا کی: اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما' جس طرح انہوں نے ہمیں اپنے وطن سے وبا والی زمین کی طرف نکال دیا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی

وَانْقُلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ . قَالَتْ وَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ اَوْبَاُ اَرْضِ اللّٰهِ، قَالَتْ فَكَانَ بُطْحَانُ يَجْرِيْ نَجْلًا، تَعْنِيْ مَاءً اٰجِنًا.

اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو اس طرح محبوب بنا دے جس طرح ہمیں مکہ محبوب ہے یا اس سے بھی زیادہ' اے اللہ! ہمارے صاع (چار کلو کا پیمانہ) میں اور ہمارے مد (دو کلو کا پیمانہ) میں برکت دے اور مدینہ کی ہوا کو صحت آفریں بنا دے اور اس کے بخار کو الجحفہ کی طرف منتقل کر دے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: جب ہم مدینہ میں آئے تھے تو وہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وبا والی تھی اور مدینہ میں بطحان نام کا ایک نالہ تھا' اس میں تھوڑا تھوڑا پانی بہتا تھا اور وہ بھی بدمزہ اور بدبودار تھا۔

مدینہ میں آ کر حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا بیماریوں میں مبتلا ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو جو بخار چڑھا اور انہوں نے اس موقع پر جو اشعار پڑھے' اس کے متعلق بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کرائی اور آپ کے اصحاب کو وطن کے فراق میں اور ان امراض میں مبتلا کیا جو ان کو طبعی طور پر ناپسند تھے تو ان میں سے ہر ایک نے وہی کہا جو اس کے یقین اور مستقبل کے متعلق اس کے علم کا تقاضا تھا' حضرت ابوبکر نے بخار چڑھتے وقت اپنی صبح اور شام کی کیفیات کا ذکر کیا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہر انسان کی یہی کیفیت ہوتی ہے' اس لیے انہوں نے کہا: ہر انسان صبح کو اپنے اہل میں ہوتا ہے اور موت اس کے قریب ہوتی ہے' یعنی صبح اور شام وہ آفات اور مصائب میں گھرا ہوا ہوتا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ تمنا کی کہ وہ اپنے وطن مکہ لوٹ جائیں جہاں وہ ہمیشہ صحت مند رہتے تھے۔ اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ دنیا بہت جلد فنا ہونے والی ہے اور موت ان کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ ان کے قریب ہے۔

مدینہ کو محبوب بنانے کی دعا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا کہ آپ کے اصحاب کو بخار چڑھ گیا ہے اور دیگر مصائب آ گئے ہیں تو آپ کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ انسان پر ناپسندیدہ حالات گراں گزرتے ہیں تو کہیں آپ کے اصحاب اس شہر سے نفرت نہ کرنے لگیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ اس وباء کو ان سے اٹھا لے اور مدینہ کو ان کے نزدیک مکہ کی طرح محبوب بنا دے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز سے محبت اور اس سے نفرت کے اسباب اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ کے اصحاب مدینہ سے ایسی محبت کرنے لگے جو ان کی وفات تک ان کے دلوں میں نقش رہی۔

بیماری اور مصائب کو دور کرنے کی دعا کا جواز اور جاہل صوفیاء کا رد

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مدینہ کو صحت افزاء مقام بنا دے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے لیے یہ مباح کر دیا ہے کہ وہ جب بیماری اور مصائب میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے جسم کی صحت اور اس سے مصائب کے دور ہونے کی دعا مانگے' جس طرح وہ اللہ تعالیٰ سے رزق کا اور نصرت کا ... اللہ تعالیٰ سے شکوہ اور شکایت نہیں ہوتی'

جیسے جنگ بدر میں نبی ﷺ نے بہت گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ سے فتح اور نصرت کی دعا کی اور کہا:

اے اللہ! تو اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرما' اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

(صحیح البخاری:۲۹۱۵)

ان دعاؤں میں صوفیاء کے اس قول کا رد ہے کہ: ولی کی ولایت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ تمام نازل ہونے والے مصائب میں اللہ سے راضی نہ ہو جائے' اور وہ ان مصائب کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے اور اگر اس نے ایسی دعا کی تو اس کی ولایت کامل نہیں ہوگی۔

یہ قول اس لیے مردود ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کون کامل ہوگا اور انہوں نے ایسی دعائیں کی ہیں:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (الانبیاء:۸۳)

اور ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ۝

اور باب مذکور کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب پر کوئی مصیبت آتی تو وہ اس مصیبت کا ذکر کر کے اس کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعائیں کرتے تھے۔

الجحفہ کے خلاف دعاءِ ضرر کرنے کی توجیہ

نبی ﷺ نے دعا میں عرض کیا کہ: اس بخار کو الجحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ ان دنوں میں الجحفہ شرک کا گھر تھا اور جن لوگوں نے اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا ان سے یہ خطرہ تھا کہ وہ کفار کی مدد کریں گے' نبی ﷺ اکثر ان کے خلاف دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسی چیزوں میں مبتلا کر دے جن کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے سے باز رہیں' اور جب آپ اپنی قوم اہلِ مکہ کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو آپ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی:

اے اللہ! مُضَر کے خلاف اپنی گرفت کو سخت کر دے' اے اللہ! ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم کی طرح قحط کے سال مسلط کر دے۔ (صحیح البخاری:۱۰۰۶)

آپ نے اہل جحفہ کے خلاف بخار کی دعا کی' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام شہروں سے زیادہ جحفہ کے رہنے والوں کو بخار آتا تھا۔ وہاں ایک چشمہ تھا جس کو عین خُم (بخار کا چشمہ) کہا جاتا تھا' جو بھی اس سے پانی پیتا تھا اس کو بخار آ جاتا تھا' اور اس کا پانی بہت بدمزہ تھا' آج تک جحفہ بخار کا گھر ہے' جو بھی وہاں کا پانی پیتا ہے' اس کو بخار آ جاتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''الجحفہ'' کا ذکر ہے: اب یہ مصر' شام اور مغرب والوں کا میقات ہے' ان دنوں میں یہ مشرکین کی بستی تھی۔

اس میں اذخر اور جلیل کا ذکر ہے' یہ مکہ کی گھاس کا نام ہے۔

اس میں شامہ اور طفیل کا ذکر ہے' یہ مکہ کے دو پہاڑوں کا نام ہے۔ الفاکہانی نے کہا ہے کہ ان پہاڑوں اور مکہ کے درمیان تقریباً تیس میل کا فاصلہ ہے' علامہ خطابی نے کہا: میں ایک دفعہ ان کے پاس سے گزرا تو میں یہ سمجھا کہ یہ دو پہاڑ ہیں حتیٰ کہ مجھ پر منکشف ہوا کہ یہ دو چشمے ہیں۔

اس میں ''مجنۃ'' کا ذکر ہے: یہ مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر مرّ الظہران کے قریب ایک جگہ ہے' اس کو سوق ہجر بھی کہتے ہیں۔

''بطحان'' نشیب میں ایک وادی ہے۔ ''نجل'' اور'' اجن'' کا معنی ہے: بدمزہ اور بدبودار پانی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۰۹۔۵۰۷ ملخصا وموضحا ومخرجاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں مکہ سے دگنی چوگنی برکت کی جو دعا کی تھی اس کا تعلق دنیاوی چیزوں میں برکت سے تھا کیونکہ آپ نے دعا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے اللہ! ہمارے صاع (چار کلو کا پیمانہ) اور ہمارے مُد (دو کلو کا پیمانہ) میں برکت دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اتر جاتا تو وہ بلند آواز سے رو رو کر اشعار پڑھتے تھے۔ اس کی شرح میں ہم غناء پر بحث کریں گے۔

علامہ عینی نے غناء میں اس طرح مذاہب بیان کیے کہ ان میں تضاد اور تعارض ہے

اس حدیث میں غناء کی ایک قسم یعنی گانے کا ثبوت ہے علامہ عینی حنفی نے لکھا ہے: اس میں کئی مذاہب ہیں: امام ابوحنیفہ امام مالک امام احمد اور عکرمہ شعبی نخعی حماد ثوری اور اہل کوفہ کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ غناء یعنی گانا حرام ہے اور دوسروں نے اس کو مکروہ کہا ہے حضرت ابن عباس سے اور امام شافعی سے بھی اسی طرح منقول ہے اور صحابہ کی ایک جماعت سے بھی اس کی حکایت کی گئی ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی اسی طرح (ایک قول) مروی ہے اور دوسروں نے غناء کو جائز کہا ہے لیکن وہ ایسا غناء نہیں ہے جیسا اب مروج ہے۔ تمہید میں مذکور ہے کہ صحابہ میں سے غناء کے مجوز حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم ہیں ان کا امام ابن ابی شیبہ اور الماوردی نے ذکر کیا ہے امام بیہقی نے کہا: حضرت ابومسعود البدری حضرت اسامہ بن زید حضرت بلال اور حضرت خوات بن جبیر بھی غناء کے مجوز ہیں اور علامہ ابن عبد البر نے حضرت عبداللہ بن ارقم اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے اور امام ابونعیم نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے اور صاحب القوت نے حضرت ابن جعفر حضرت معاویہ حضرت عمرو بن العاص حضرت نعمان بن بشیر حضرت حسان بن ثابت حضرت خارجہ بن زید حضرت عبدالرحمان بن حسان رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی مؤقف ہے۔

ایک جماعت نے غناء کثیر اور غناء قلیل (زیادہ گانا اور کم گانا) میں فرق کیا ہے (یعنی زیادہ گانا حرام ہے اور کم گانا جائز ہے) اور یہ امام شافعی سے منقول ہے اور ایک جماعت نے مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق کیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر اجنبی مردوں اور عورتوں کے درمیان غناء ہو تو یہ حرام ہے اور اگر ان کے درمیان نہ ہو تو پھر جائز ہے ابن حزم نے کہا: جو اس قصد سے گائے یا گانا سنے کہ اس سے اس کے دل کو راحت ہو اور عبادت کرنے میں طاقت حاصل ہو تو وہ اطاعت کرنے والا ہے اور اگر اس کی یہ نیت ہو کہ اس کو اس سے گناہ پر طاقت حاصل ہو تو پھر وہ نافرمان ہے اور اگر اس کی کوئی نیت نہ ہو تو پھر اس کا گانا اور سننا مباح ہے اور استاذ ابومنصور ماتریدی نے کہا: جب گانے یا گانا سننے کی وجہ سے کوئی فرض ضائع نہ ہو اور اس کی وجہ سے مشائخ کی تعظیم کو ترک نہ کرے تو پھر یہ عمل محمود ہے اور اس پر اس کو اجر ملے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۹۔۳۵۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف نے غناء میں اس طرح مذاہب بیان کیے کہ ان میں تضاد اور تعارض نہیں ہے اور علامہ عینی کا رد کیا ہے

میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین نے اس غناء (گانے) کو جائز کہا ہے جس کے ساتھ آلاتِ موسیقی نہ ہوں اور وہ فحش اشعار پر مشتمل نہ ہو جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی دلی کیفیت اور مکہ سے جدائی کے غم میں اشعار پڑھے

تھے۔ علامہ عینی کا اس حدیث کی شرح میں یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک غناء حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے' کیونکہ ائمہ اربعہ نے اس طرح کے اشعار پڑھنے کو حرام یا مکروہ تحریمی نہیں کہا ہوگا' حرام یا مکروہ تحریمی صرف اس قسم کے اشعار پڑھنا ہیں جو آلاتِ موسیقی کے ساتھ ہوں یا جو فحش اشعار ہوں' ورنہ جو اشعار اللہ تعالیٰ کی حمد' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت اور اولیاء کرام اور علماء عظام کی منقبت یا پند و نصائح پر مشتمل ہوں' ان کو حرام یا مکروہ کون کہہ سکتا ہے جب کہ انہیں آلاتِ موسیقی کے بغیر پڑھا جائے اور صحابہ کرام اور فقہاء تابعین نے جس غناء کو جائز کہا ہے' وہ یہی غناء اور اس کا سماع ہے اور ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء نے جس غناء کو حرام یا مکروہ تحریمی کہا ہے' یہ وہ غناء ہے جو آلاتِ موسیقی کے ساتھ ہو کیونکہ آلاتِ موسیقی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ سخت وعید ہے:

عبدالرحمٰن بن غنم الاشعری نے کہا: مجھے حضرت ابو عامر یا حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم! انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ضرور میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو ریشم کو اور خمر (انگور کی شراب) کو اور آلاتِ موسیقی کو حلال کہیں گے اور ایک پہاڑ کے پہلو میں ضرور ایسے لوگ اتریں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ کہیں گے: ''کل آنا'' اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (خمر اور آلاتِ موسیقی حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰)

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آلاتِ موسیقی کے مجوزین پر اتنی سخت وعید فرمائی ہے تو آلاتِ موسیقی کے ساتھ اشعار پڑھنے کو صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کب جائز کہہ سکتے ہیں۔

اسی طرح جن اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت ہو' ان کو ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء کب حرام اور مکروہ کہہ سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حمد کے اشعار پڑھا کرتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم خندق کو خندق کھود کر اس کی مٹی ڈال رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

واللّٰه لو لا اللّٰه ما اهتدينا	ولا تصدقنا ولا صلينا
اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے	نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے
فانزلن سكينة علينا	وثبت الاقدام ان لاقينا
سو ہم پر ضرور سکون نازل فرما	اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ
ان الاولى قد بغوا علينا	اذا ارادو فتنة ابينا

بے شک پہلوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' جب وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم (سر جھکانے سے انکار کر دیں گے)
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے ''اَبَیْنَا اَبَیْنَا'' فرماتے اور اس کی تکرار کرتے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۰۴' صحیح مسلم: ۱۸۰۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۲)

اور نعت کے اشعار کیسے ناجائز ہوں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نعت سنتے تھے' حدیث میں ہے:

ابو سلمہ بن عبدالرحمان بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے گواہی طلب کر رہے تھے کہ اے ابو ہریرہ! میں تم کو قسم دیتا ہوں کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جواب دو' اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۶۱۵۲_ ۳۲۱۲_ ۴۵۳)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نعتیہ اشعار پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ حمد کے اشعار پڑھتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے اور مٹی ڈالتے وقت یہ کہتے تھے:

نحن الذین بایعوا محمدًا علی الجهاد ما بقینا ابدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر ابد تک جہاد کی بیعت کی ہے' جب تک ہم زندہ رہیں گے

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اس طرح جواب دیتے تھے:

اللّٰهم لاعیش الا عیش الا آخرة فاغفر للانصار والمهاجرة

اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

(صحیح البخاری: ۲۸۳۵' صحیح مسلم: ۱۸۰۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۲)

ہوسکتا ہے کہ کسی کو اس جگہ یہ شبہ ہو کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شعر پڑھنا ثابت کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شعر کے علم کی نفی کی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ۝ (یٰس: ۶۹) اور ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے' یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے ۝

اس کا جواب یہ ہے کہ شعر کے دو معنی ہیں' ایک معنی ہے: کلام موزون' یعنی جس کلام میں ایک وزن کے کلمات ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اشعار پڑھے ہیں' وہ اسی معنی میں ہیں اور اس کے علم کی قرآن کریم نے نفی نہیں کی اور شعر کا دوسرا معنی ہے: خیالی اور جھوٹی باتیں' کفار قریش جو آپ کو شاعر کہتے تھے وہ اسی معنی کے اعتبار سے کہتے تھے کہ آپ جو جنت اور دوزخ کی خبر دیتے ہیں یہ صرف خیالی باتیں اور جھوٹ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے شعر و شاعری کے اسی معنی کے علم کی آپ سے نفی کی ہے اور نہ یہ شعر و شاعری آپ کے لائق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر آلاتِ موسیقی کے حمد اور نعت کے اشعار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ نے پڑھے ہیں اور ان کے پڑھنے کو ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء حرام یا مکروہ نہیں کہہ سکتے اور آلاتِ موسیقی کے ساتھ اور فحش اشعار پڑھنے پر احادیث میں وعید ہے' سو ان کو صحابہ کرام جائز نہیں کہہ سکتے۔

علامہ عینی نے بغیر کسی قید کے یہ لکھ دیا کہ غناء یعنی شعر پڑھنے کو ائمہ اربعہ حرام یا مکروہ کہتے ہیں' انہیں یہاں پر یہ قید لگانی چاہیے تھی کہ جو اشعار آلاتِ موسیقی کے ساتھ پڑھے جائیں یا جو اشعار مخرّب اخلاق اور فحش ہوں' ان کے پڑھنے کو ائمہ اربعہ حرام یا مکروہ کہتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے مطلقاً بغیر کسی قید کے لکھ دیا کہ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین غناء یعنی شعر پڑھنے کو جائز کہتے ہیں' انہیں یہاں پر بھی یہ قید لگانی چاہیے تھی کہ حمد اور نعت کے اشعار یا منقبت کے اشعار یا حکمت آموز اشعار پڑھنے کو صحابہ کرام اور فقہاء تابعین جائز اور کار ثواب کہتے ہیں۔

جس طرح علامہ عینی نے غناء میں مذاہب بیان کیے ہیں' اس سے تو ائمہ اربعہ اور صحابہ کے نظریات میں تعارض اور تضاد معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو ائمہ اربعہ حرام کہتے ہیں' اسی کو صحابہ اور فقہاء تابعین جائز کہتے ہیں حالانکہ حرام کو حلال کہنا تو معاذ اللہ کفر ہے اور جس طرح ہم نے بحمدہ تعالیٰ اس مقام کی تقریر کی ہے اس سے ائمہ اربعہ اور صحابہ اور فقہاء تابعین کے کلام میں تعارض اور تضاد نہیں رہتا۔

۱۸۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ سَمِعْتُ عُمَرَ نَحْوَهُ. وَقَالَ هِشَامٌ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَفْصَةَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از خالد بن یزید از سعید بن ابی ہلال از زید بن اسلم از والد خود از حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کردے اور ابن زریع نے کہا از روح بن القاسم از زید بن اسلم از والدہ خود از حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل سنی اور ہشام نے کہا از زید از والد خود از حضرت حفصہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی ایک قوی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ علم ہوتا کہ مدینہ سے افضل کوئی اور جگہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے کہ ان کو وہاں موت آئے اور ان کی قبر وہاں بنے اور مدینہ کی مکہ پر فضیلت کے لیے اس سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور آپ کی قبر کے لیے مدینہ کی سرزمین کو منتخب فرمایا جبکہ آپ افضل البشر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مکرم نبی کی موت اور ان کی قبر کے لیے اسی جگہ کو اختیار کرے گا جو جگہ روئے زمین میں سب سے افضل ہو اور جو شخص جہاں فوت ہوتا ہے اس جگہ کی مٹی سے اس کے بدن کے اجزاء اصلیہ بنائے جاتے ہیں اور چونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ہیں اور مدینہ کی مٹی سے آپ کا مادہ تخلیق بنایا گیا ہے تو اس سے واضح ہوا کہ مدینہ کی زمین بہ شمول مکہ تمام زمینوں سے افضل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تاریخ اور جس جگہ آپ مدفون ہیں اس جگہ کا عرش سے بھی افضل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کو شہادت عطا فرمائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلؤ نے آپ کی کوکھ میں خنجر مار کر آپ کو قتل کر دیا تھا اس وقت آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور یہ بدھ کا دن تھا اور ذوالحجہ کی چھبیس تاریخ تھی اور حضرت عمر کی عمر اس وقت ۶۳ سال تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر بھی وفات کے وقت ۶۳ سال تھی حضرت عمر کو حضرت ابوبکر کے جوار میں دفن کیا گیا اور حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کیا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں نفوس قدسیہ زمین کے جس ٹکڑے میں مدفون ہیں یہ بلا اختلاف روئے زمین کا سب سے افضل ٹکڑا ہے اور متعدد مشاہیر امت نے یہ تصریح کی ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر رکھا ہوا ہے وہ ٹکڑا عرش سے بھی افضل ہے۔

شہادت کی دعا پر ایک اشکال کا جواب

آج سے بتیس سال پہلے لاہور میں نماز جمعہ کے بعد ایک بزرگ نمازی نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی شہادت کے حصول کی دعا کی' جب کہ شہادت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان کو کوئی کافر قتل کر دے اور مقتول مغلوب ہوتا ہے اور قاتل غالب ہوتا ہے' سو یہ تو مسلمان کے مغلوب ہونے اور کافر کے غالب ہونے کی دعا ہے؟

میں نے اس کے جواب میں کہا: ایک چیز قبیح لذاتہٖ ہوتی ہے اور حسن لغیرہٖ ہوتی ہے جیسے جہاد کرنا یہ فی نفسہٖ قبیح لذاتہٖ ہے کیونکہ اس سے شہر برباد ہوتے ہیں اور لوگ مارے جاتے ہیں لیکن چونکہ یہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے' اس وجہ سے یہ حسن لغیرہٖ ہے' اسی طرح شہادت کا معاملہ ہے۔ مسلمان کا' کافر کے ہاتھوں مغلوب ہونا قبیح لذاتہٖ ہے اور چونکہ یہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ بنتا ہے' اس لیے حسن لغیرہٖ ہے۔

فضائل مدینہ کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین۔ آج ۲ شوال ۱۴۲۸ھ/ ۱۵' اکتوبر ۲۰۰۷ء کو فضائل مدینہ کے ابواب کا اختتام ہو گیا' الٰہ العٰلمین! صحیح البخاری کے باقی ابواب کی بھی تکمیل کرا دے' اس کتاب نعمۃ الباری کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرما' میرا ایمان پر خاتمہ فرما اور آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب کی' میرے تلامذہ کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے۔ (آمین)

فضائل مدینہ میں چھبیس احادیث ہیں' جن میں سے چار معلق ہیں اور ان میں نو مکرر احادیث ہیں اور خالص سترہ احادیث ہیں اور ان میں صرف ایک اثر ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا ہے' جس میں انہوں نے حسن خاتمہ کی دعا کی ہے۔ سو میں بھی اللہ تعالیٰ سے پھر دعا کرتا ہوں کہ وہ عاقبتِ حُسنیٰ پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور اس شرح کی تکمیل میں میری مدد فرمائے اور اس شرح کو قبولِ عام عطا فرمائے' بے شک اللہ تعالیٰ قادر و قیوم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ آمین یا رب العٰلمین بجاہ حبیبك سیّد المرسلین.

اب ان شاء اللہ العزیز کتاب الصوم شروع ہو گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۰ - کِتَابُ الصَّوْمِ

روزوں کا بیان

روزوں کے بیان کو باقی عبادات کے اخیر میں بیان کرنے کی توجیہ

جو عبادات ایمان کے ارکان ہیں' وہ چار ہیں: نماز' زکوٰۃ' حج اور روزے' امام بخاری نے ایمان کے بعد نماز اور زکوٰۃ کے ابواب مقرر کیے کیونکہ قرآن مجید میں ان کی یہی ترتیب ہے:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ (البقرہ:۳)

جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں ○

اس آیت میں پہلے ایمان کا ذکر ہے' پھر نماز قائم کرنے کا' پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کا' سو امام بخاری نے بھی اسی ترتیب سے یہ تین ابواب قائم کیے' اس کے بعد امام بخاری نے حج کے ابواب ذکر کیے' کیونکہ نماز محض بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ محض مالی عبادت ہے اور حج بدنی اور مالی عبادت کا مرکب اور مجموعہ ہے' اس لیے نماز اور زکوٰۃ کے بعد حج کے ابواب ذکر کیے اور اب عبادات میں سے صرف روزہ باقی رہ گیا تھا' اس لیے حج کے بعد روزے کے ابواب بیان کیے' نیز نماز' زکوٰۃ اور حج میں کچھ کاموں کے کرنے کا ذکر ہے جبکہ روزے میں کچھ کاموں کے نہ کرنے کا ذکر ہے۔ نماز' زکوٰۃ اور حج میں فعل کا ذکر ہے اور روزے میں ترک کا ذکر ہے یعنی طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کھانے' پینے اور عمل تزویج کو ترک کرنا اور فعل ترک پر مقدم ہوتا ہے' اس لیے نماز' زکوٰۃ اور حج کو روزے پر مقدم کیا اور ان کے بعد روزے کے ابواب کو قائم کیا' یہ امام بخاری کی بہترین ترتیب اور بہت عمدہ مناسبت ہے اور باقی مصنفین نے نماز اور زکوٰۃ کے بعد روزہ کے ابواب ذکر کیے ہیں' اس لیے ان کی ترتیب میں وہ حسن اور سلاست نہیں ہے جو امام بخاری کی ترتیب میں ہے۔

روزہ کا لغوی اور شرعی معنی

روزہ کا لغوی معنی ہے: ''امساك'' (رُکے رہنا) اور کسی کام کو ترک کرنا' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے اس قول کو بیان فرمایا ہے:

اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ

(تم اشارہ سے کہو) کہ میں نے رحمٰن کے لیے یہ نذر مانی ہے

اِنْسِیًّا (مریم:۲۶)　کہ میں آج ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کروں گی

اور شریعت میں روزہ کا معنی ہے: طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے' پینے اور عمل ازدواج سے رکے رہنا۔

اس میں اختلاف ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے کون سا روزہ واجب ہوا؟ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے عاشوراء یعنی دس محرم کا روزہ واجب ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ہر ماہ کے تین روزے واجب ہوئے' کیونکہ امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہر ماہ کے تین روزے رکھتے تھے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۹۴)

پھر جب رمضان کے روزے رکھنے فرض ہوئے تو ہر قسم کے روزے رکھنے کا وجوب منسوخ ہو گیا' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ:۱۸۵)　سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو' وہ ضرور اس مہینہ میں روزے رکھے۔

رمضان کے روزے شعبان ۲ھ میں فرض ہوئے' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو سال رمضان کے مہینوں میں روزے رکھے' فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ رمضان سے پہلے کسی روزہ کا رکھنا فرض نہیں تھا اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھنا فرض تھا' پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس سے پہلے کے تمام روزوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱ - بَابُ وُجُوْبِ صَوْمِ رَمَضَانَ　رمضان کے روزے کی فرضیت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ:۱۸۳).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ (البقرہ:۱۸۳)

امام بخاری نے یہ آیت اس لیے ذکر فرمائی ہے کہ یہ رمضان کے روزوں کی فرضیت میں صریح نص ہے۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر تبیان القرآن میں مطالعہ کریں' تاہم اس کی تفسیر کے لیے ہم امام ابومنصور ماتریدی کی کتاب سے کچھ حصہ پیش کر رہے ہیں:

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل نے اس آیت کے ذریعہ یہ واضح فرمایا ہے کہ صرف یہ امت روزوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ دوسری امتوں کی بہ نسبت روزہ رکھنے کی زیادہ مستحق ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں روزوں سے مراد کون سے روزے ہیں؟ بعض نے کہا: وہ عاشوراء کا روزہ ہے اور بعض نے کہا: وہ ایامِ بیض (ہر چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے ہیں اور بعض نے کہا: اس سے مراد رمضان کے روزے ہیں اور رمضان کے روزوں سے باقی روزوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۲۰-۲۲ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

روزے کی فرضیت اور فضیلت کے متعلق احادیث

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ منبر کے پاس حاضر ہو' سو ہم منبر کے پاس حاضر ہوئے' جب آپ (منبر کی) پہلی سیڑھی پر چڑھے تو آپ نے فرمایا: آمین' پھر جب آپ دوسری سیڑھی پر چڑھے تو آپ نے فرمایا: آمین' پھر جب آپ تیسری سیڑھی پر چڑھے تو آپ نے فرمایا: آمین' پھر جب آپ منبر سے اترے تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے

آج آپ سے ایسی بات سنی جو ہم نے آپ سے پہلے نہیں سنی تھی' آپ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: جس نے رمضان کو پایا اور اس کی مغفرت نہ کی گئی' میں نے کہا: آمین' پھر انہوں نے کہا: جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا (اس کی بھی مغفرت نہ کی جائے)' میں نے کہا: آمین' جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا: جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا' میں نے کہا: آمین۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۵۳' علامہ ذہبی نے بھی حاکم کی موافقت میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے' صحیح ابن حبان: ۴۰۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۸۸)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیا' اس میں فرمایا: اے لوگو! تم پر عظیم' مبارک مہینہ سایا فگن ہوا ہے' اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے' یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے اس کے روزوں کو فرض قرار دیا ہے' اور اس کی رات میں قیام کو نفل قرار دیا ہے' جس نے اس مہینہ میں کوئی نفلی نیکی کی وہ اس مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرنے کی مثل ہے' اور جس نے اس مہینہ میں کوئی فرض ادا کیا وہ اس مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کرنے کی مثل ہے' یہ صبر کرنے کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے' اور یہ غم خواری کرنے کا مہینہ ہے' یہ وہ مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق زیادہ کر دیا جاتا ہے' جس نے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو یہ اس کے گناہوں کی مغفرت ہے اور اس کی گردن کی دوزخ سے آزادی ہے' اور اس کو بھی روزہ دار کے اجر کی مثل اجر ملے گا اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کی وسعت نہیں رکھتا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ یہ اجر اس کو بھی عطا فرمائے گا جو روزہ دار کو ایک کھجور سے روزہ افطار کرا دے یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ افطار کرا دے یا تھوڑے سے پانی ملے دودھ سے روزہ افطار کرا دے' یہ وہ مہینہ ہے جس کے اوّل میں رحمت ہے اور جس کے اوسط میں مغفرت ہے اور جس کے آخر میں دوزخ سے آزادی ہے' جس نے اس مہینہ میں اپنے غلام (یا نوکر) کے کام میں تخفیف کی' اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دے گا' اس مہینہ میں چار کام بہ کثرت کرو: دو کام تو ایسے ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے اور دو کام ایسے ہیں جن کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں' وہ کام جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے' وہ یہ ہیں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور تم اللہ سے مغفرت طلب کرو' اور رہے وہ دو کام جن کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں' وہ یہ ہیں کہ تم اللہ سے جنت کا سوال کرو اور اللہ سے دوزخ سے پناہ طلب کرو اور جس نے کسی روزہ دار کو پانی پلایا' اللہ اس کو میرے حوض سے ایسا پانی پلائے گا جس سے وہ (کبھی) پیاسا نہیں ہوگا حتیٰ کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۸۷' شعب الایمان: ۳۶۰۸' الترغیب والترہیب للاصبہانی: ۱۷۲۶' الترغیب والترہیب للمنذری: ۱۴۹۲' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا مسترد نہیں ہوتی: (۱) جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے (۲) امام عادل (۳) مظلوم کی دعا' اللہ اس کے اوپر سے بادل ہٹا دیتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب فرماتا ہے: میری عزت اور جلال کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا' خواہ کچھ وقت کے بعد۔

(سنن ترمذی: ۳۵۹۸' اس کی سند حسن ہے' سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۰۱' صحیح ابن حبان: ۳۴۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۵' مسند البزار: ۳۱۳۹' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا' اللہ اس کے چہرہ کو ستر سال کی مسافت تک دوزخ سے دور کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۶۲۲' سنن نسائی: ۲۲۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۸' اس کی سند حسن ہے)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے علاوہ ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا' اللہ اس کو تیز رفتار مضمّر گھوڑے کی سو سال کی مسافت تک دوزخ سے دور کر دیتا ہے۔ (مضمّر اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کو خوب کھلایا پلایا جائے' پھر چند دن بھوکا پیاسا رکھا جائے' تاکہ وہ مشقت جھیلنے اور تیز دوڑنے کا عادی ہو)۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۳ ص ۱۴۸۶' الترغیب والترہیب للمنذری: ۱۴۴۶' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی زبان بن فائد ہے' اس میں بہت کلام ہے اور اس کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۴)

روزہ کی تعریف' اس کی فرضیت اور اس کے فضائل بیان کرنے کے بعد اب ہم روزہ کے مسائل بیان کر رہے ہیں:

روزہ کے مکروہات اور مستحبات

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ بیان کرتے ہیں:

(۱) روزہ میں دنداسہ چبانا مکروہ ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں اسی طرح مذکور ہے۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے تجنیس میں لکھا ہے کہ فرض روزہ میں کسی چیز کو چکھنا مکروہ ہے نفل روزہ میں مکروہ نہیں ہے' شہد یا تیل کو خریدتے وقت اس لیے چکھنا کہ عمدہ اور ردّی میں تمیز ہو جائے یہ مکروہ نہیں ہے (بہ شرط یہ کہ حلق میں اس کا اثر نہ جائے)۔ اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے۔

(۲) السراج الوہاج میں مذکور ہے کہ استنجاء میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے' اسی طرح غرارے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے' شمس الائمہ الحلوانی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ منہ میں بہت زیادہ پانی نہ روکے۔ محیط برہانی میں بھی اسی طرح ہے۔

(۳) اگر روزہ دار پانی میں ہوا خارج کرے خواہ آواز سے یا بغیر آواز کے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن یہ فعل مکروہ ہے۔ (معراج الدرایہ) امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ بغیر وضوء کے روزہ دار کے لیے غرارہ کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا مکروہ ہے' اسی طرح غسل کرنا اور سر پر پانی ڈالنا اور گیلا کپڑا لپیٹنا مکروہ ہے' امام ابو یوسف نے کہا: یہ مکروہ نہیں ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (محیط سرخسی)

(۴) روزہ دار کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس کو نگل لے۔ (فتاویٰ ظہیریہ)

(۵) روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا اور مونچھوں پر تیل لگانا مکروہ نہیں ہے۔ (کنز الدقائق)

(۶) اگر روزہ دار کو اپنی کمزوری کا خطرہ نہ ہو تو اس کے لیے فصد لگوانا مکروہ نہیں ہے اور اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ زیادہ خون نکلنے سے اس قدر کمزوری ہوگی کہ اس کو روزہ توڑنا پڑے گا تو پھر یہ مکروہ ہے۔ (محیط)

میں کہتا ہوں کہ آج کل سرنج (Syringe) سے خون نکلوانا بھی اسی حکم میں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

(۷) جس روزہ دار کو انزال کا خطرہ نہ ہو' اس کے لیے اپنی بیوی کا بوسہ لینا مکروہ نہیں ہے اور اگر اس کو انزال کا خطرہ ہو یا اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ شہوانی جذبات سے مغلوب ہو کر جماع کرے گا تو پھر اس کے لیے یہ مکروہ ہے' بیوی کو مس کرنا بھی اسی حکم میں ہے۔ (تبیین الحقائق)

(۸) جو شخص صبح کو اٹھے تو جنبی ہو یا دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (محیط السرخسی)

(۹) رات کے آخری وقت میں سحری کرنا مستحب ہے۔ (السراج الوہاج)

(۱۰) افطار کو جلد کرنا مستحب ہے اور سنت یہ ہے کہ افطار کے وقت یہ دعا کرے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ

تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ''۔اور سحری کے وقت یہ دعا کرے:'' وَصَوْمُ الْغَدِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَوَيْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ ''۔(معراج الدرایۃ)

(۱۱) عیدین کا اور ایام تشریق کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو روزہ ہو جائے گا۔(فتاویٰ قاضی خاں)

(۱۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہے خواہ مسلسل روزے رکھے یا متفرق' امام ابویوسف کے نزدیک مسلسل روزے رکھنا مکروہ ہے اور متفرق روزے رکھنا مکروہ نہیں ہے' لیکن عامۃ المشائخ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے (یعنی کسی بھی طریقہ سے یہ روزے رکھنا جائز ہے' خواہ اکٹھے رکھے جائیں یا متفرق)۔(البحرالرائق)

(۱۳) مسلسل پورے سال اس طرح روزے رکھے کہ جن ایام میں روزہ رکھنا منع ہے' ان میں بھی روزہ رکھے تو یہ مکروہ ہے اور جب ایام ممنوعہ کے روزے چھوڑ دے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔(خلاصۃ الفتاویٰ)

(۱۴) افضل یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن بغیر روزے کے گزارے۔(خلاصۃ الفتاویٰ)

(۱۵) چپ رہنے کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ روزہ رکھے اور اس میں کلام نہ کرے۔(فتاویٰ قاضی خاں)

(۱۶) جب مسافر کو روزہ رکھنے سے مشقت ہو تو اس کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر مشقت نہ ہو تو پھر روزہ رکھنا افضل ہے۔

(فتاویٰ ظہیریہ)

(۱۷) ایام بیض یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنا مستحب ہے۔(فتاویٰ قاضی خاں)

(۱۸) پیر اور جمعرات کی طرح صرف جمعہ کا روزہ رکھنا اکثر فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔(البحرالرائق)

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کا روزہ نہ رکھے مگر اس صورت میں کہ اس سے پہلے دن یا اس کے بعد کے دن کا بھی روزہ رکھے۔

(صحیح البخاری:۱۹۸۵' صحیح مسلم:۱۱۴۴' سنن ابوداؤد:۲۴۲۰' سنن ترمذی:۷۴۳' سنن ابن ماجہ:۱۷۲۳)

(۱۹) حُجاج کے لیے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا اس صورت میں مکروہ ہے کہ جب روزے سے ان کو اتنا ضعف طاری ہو کہ وہ افعالِ حج اچھی طرح ادا نہ کرسکیں۔

(۲۰) صرف دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔(محیط السرخسی)

(فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص ۲۰۲۔۱۹۹' ملتقطاً وموضحاً' مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

نوٹ: ان میں سے بعض روزوں کی کراہت یا استحباب کے متعلق عنقریب احادیث میں تصریح آئے گی۔ ان شاء اللہ

جن کاموں سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں ہوتا

روزہ کے فساد کی دو قسمیں ہیں' پہلی قسم وہ ہے جس سے روزہ کی قضاء واجب ہوتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

(۱) جب روزہ دار بھولے سے کھالے یا پی لے یا بھولے سے جماع کرے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا' اس میں فرض روزہ اور نفلی کا کوئی فرق نہیں ہے۔(ہدایہ اوّلین)

(۲) اگر روزہ دار کو جبراً کھلایا گیا یا اس نے خطاءً کھالیا تو اس پر قضاء ہے' کفارہ نہیں ہے۔(فتاویٰ قاضی خاں)

(۳) خطاء یہ ہے کہ روزہ دار کو یاد ہو کہ اس کا روزہ ہے اور اس کا روزہ توڑنے کا قصد نہ ہو' پھر وہ خطاء سے کھالے یا پی لے۔

(النہر الفائق)

(۴) جب روزہ دار نے بھول کر کھا لیا یا پی لیا یا جماع کر لیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹا' اس میں فرض اور نفل کا کوئی فرق نہیں۔ (ہدایہ اولین)
یہ مسئلہ عالم گیری میں مکرر ہے' سو ہم نے اس کو اسی طرح باقی رکھا ہے۔

(۵) جب روزہ دار ایسی چیز کھالے جو غذا ہو نہ دوا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ نہیں ہے' مثلاً وہ کنکری کھالے یا مٹی کھالے یا کاغذ کھالے۔ (تبیین الحقائق)

(۶) جب روزہ دار غسل کر رہا ہو اور پانی اس کے حلق میں اس کے قصد کے بغیر چلا جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

(۷) اگر اس کے پیٹ میں مکھی چلی گئی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (ایضاح الکرمانی)

(۸) اگر اس کے حلق میں غبار یا دھواں چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (السراج الوہاج)

(۹) تیل کی مالش سے تیل بدن کے مسامات میں داخل ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (شرح المجمع)

(۱۰) اگر آنکھوں میں دوا کے قطرے ٹپکائے تو ہمارے نزدیک اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا' خواہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو اور اگر اس نے تھوکا اور سرمہ کا اثر اور رنگ اس نے تھوک میں دیکھا تو عامۃ المشائخ کے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔
(الذخیرہ' یہی قول زیادہ صحیح ہے' تبیین الحقائق)

ہمارے نزدیک سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ سرمہ لگانا حدیث سے ثابت ہے' اور یہ حدیث خلاف قیاس ہے' لہٰذا آنکھوں میں دوا ڈالنے کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ جو حدیث خلاف قیاس ہو' وہ اپنے مورد میں بند ہوتی ہے۔
خلاصہ یہ کہ آنکھوں میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور سرمہ لگانے سے نہیں ٹوٹے گا۔

(۱۱) جس کو منہ بھر کر قے آئی یا وہ از خود منہ بھر کر قے لایا یا خود بخود تھوڑی قے آئی اور وہ دوبارہ قے لایا اور قے آئی تو صحیح مذہب پر اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (النہر الفائق)

(۱۲) جس نے حُقنہ (انیما) (Inhaller یا Anema) لگوایا' یا ناک میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ٹپکایا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین) (چونکہ جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ کان اور معدے کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے' اس لیے کان میں تیل ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ سعیدی غفرلہٗ)

(۱۳) اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (ہدایہ اولین)

(۱۴) اگر پیٹ کے زخم میں یا دماغ کے زخم میں دوا لگائی اور دوا پیٹ میں یا دماغ میں پہنچ گئی تو عامۃ المشائخ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر دوا جوف دماغ یا پیٹ کے اندر نہیں پہنچی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ مدار اس پر ہے کہ دوا جوف دماغ یا جوف بطن میں پہنچ جائے۔ (تبیین الحقائق)

ہمارے نزدیک اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا' کیونکہ جس چیز سے بدن کو منفعت حاصل ہو اور وہ بدن میں پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح انجیکشن لگانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا' خواہ رگ میں انجیکشن لگایا جائے یا مسل (Muscle) میں۔ اس پر دلائل اور اس کی مفصل بحث' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸ ۳۔ ۳۴۲ میں مذکور ہے۔

(۱۵) جب روزہ دار نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔ (المحیط)

(۱۶) جب روزہ دار نے اپنے آلہ کو مَس کر کے یا مساج کر کے اس سے منی نکالی تو اس پر روزہ کی قضاء ہے کفارہ نہیں ہے۔ (البحرالرائق)

(۱۷) اگر اس نے اپنی بیوی کے ہاتھ سے یہ عمل کرایا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر بھی کفارہ نہیں ہے۔ (البحرالرائق)

(۱۸) اگر دو عورتوں نے آپس میں جنسی عمل کیا اور دونوں کو انزال ہو گیا تو دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور ان پر کفارہ نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

(۱۹) جب کسی شخص نے جانور سے بدفعلی کی اور اس کو انزال ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس پر کفارہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۲۰) عورت کو چھونے' اس سے مصافحہ اور معانقہ کرنے کا حکم' اس کو بوسا دینے کے حکم کی مثل ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۰۵۔ ۲۰۳ ' ملخصاً ومحققاً' مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر)

جن اُمور سے روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضاء واجب ہے

(۱) جس نے روزے میں عمداً مباشرت کی یا قوم لوط کا عمل کیا خواہ صرف اپنے آلہ کو داخل کیا ہو اور انزال نہ ہوا ہو' اس پر اس روزے کی قضاء بھی ہے اور کفارہ بھی ہے۔ (ہدایہ اوّلین)

(۲) اگر عورت یا مفعول بھی اس پر راضی ہو تو اس پر بھی روزہ کی قضاء اور کفارہ ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۳) اگر روزہ دار نے عمداً دوا یا غذا کھالی تو اس پر اس روزہ کی قضاء اور کفارہ ہے۔ (خزانۃ المفتین)

(۴) اگر کوئی شخص سارا رمضان بے ہوش رہا تو اس پر پورے رمضان کے روزوں کی قضاء ہے۔ (معراج الدرایہ)

(۵) مجاہد کو اگر یہ علم ہو کہ اس کو رمضان میں قتال کرنا ہو گا اور روزہ سے اس کو ضعف ہو گا تو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۰۸ ' ملخصاً' مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

جن اعذار کی وجہ سے روزہ توڑنا یا روزہ چھوڑنا جائز ہے

(۱) سفر میں روزہ چھوڑنا (یعنی روزہ نہ رکھنا) مباح ہے لیکن جس دن اس نے سفر شروع کیا ہے' اس دن نہیں۔ (غایۃ)

(۲) اس دن میں اس کے لیے روزہ توڑنا جائز نہیں ہے لیکن اگر اس نے روزہ توڑ لیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ (محیط السرخسی)

(۳) مریض کو جب اپنی جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے روزہ توڑنا بالاجماع جائز ہے۔ اسی طرح اگر روزہ پر برقرار رہنے سے مرض کے زیادہ ہونے یا بڑھنے کا خطرہ ہو تب بھی اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے اور اس پر صرف قضاء لازم ہے۔ (محیط)

پھر اس کی معرفت مریض کے اجتہاد سے ہو گی نہ کہ وہم سے' بلکہ غلبہ ظن سے یا علامت سے یا تجربہ سے یا مسلمان طبیب یا ڈاکٹر کے کہنے سے جو ظاہراً فاسق نہ ہو۔ (فتح القدیر)

(۴) جس تندرست آدمی کو یہ خطرہ ہو کہ وہ روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائے گا' اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ (تبیین الحقائق)

(۵) جس کو باری کا بخار چڑھتا ہو' وہ بخار چڑھنے سے پہلے روزہ نہ رکھے تو جائز ہے۔ (فتح القدیر)

(۶) حاملہ اور دودھ پلانے والی کو اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا خطرہ ہو تو ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے' وہ روزہ کی قضاء کریں گی اور ان پر کفارہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ) (بچہ کے یا اپنے بیمار ہونے کا یقینی خطرہ ہو تو بھی روزہ چھوڑنا جائز ہے)

(۷) جب عورت کو حیض یا نفاس آئے تو وہ روزہ نہ رکھے (بعد میں قضاء کرے)۔ (ہدایہ)

(۸) جب روزہ دار کو شدید بھوک یا پیاس ہو' جس سے جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو یا عقل زائل ہونے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے' اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے۔(فتح القدیر)

(۹) شیخ فانی اور دائم المریض جو روزے رکھنے پر قادر نہ ہو' وہ روزے نہ رکھے اور ہر روز کے روزہ کا فدیہ دے جو ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔(ہدایہ)

(۱۰) بہت بوڑھی عورت بھی اسی کی مثل ہے۔(السراج الوہاج)

(فتاویٰ عالم گیری ج ا ص ۲۰۷ ملخصاً وموضحاً' مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

فدیہ کی مقدار حسب حیثیت ہے' غریب لوگ دو کلو گندم یا اس کی قیمت یومیہ کے حساب سے ادا کریں' متوسط لوگ چار کلو کھجور یا جَو کے حساب سے ادا کریں' امیر لوگ چار کلو کشمش یا پنیر کے حساب سے ادا کریں۔

روزہ کے فضائل اور مسائل بیان کرنے کے بعد اب ہم صحیح البخاری کی احادیث کی شرح کر رہے ہیں:

۱۸۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرَ الرَّأْسِ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَخْبِرْنِيْ مَاذَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا. فَقَالَ أَخْبِرْنِيْ مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ؟ فَقَالَ شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا. فَقَالَ أَخْبِرْنِيْ بِمَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكٰوةِ؟ فَقَالَ فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ، قَالَ وَالَّذِيْ أَكْرَمَكَ لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا، وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ، أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی سہیل از والد خود از حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں آیا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے خبر دیجئے کہ مجھ پر اللہ نے کون سی نمازیں فرض کی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: پانچ نمازیں فرض ہیں' ان کے سوا جو کچھ تم نفل پڑھو' پھر اس نے کہا: مجھے خبر دیجئے کہ اللہ نے مجھ پر کون سے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: رمضان کے مہینہ کے' ان کے سوا جو تم نفل روزے رکھو' اس نے کہا: آپ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ نے مجھ پر کتنی زکوٰۃ فرض کی ہے؟ حضرت طلحہ نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کے شرعی احکام کی خبر دی' اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کی تکریم کی ہے! اللہ نے جو چیزیں مجھ پر فرض کی ہیں میں ان پر کچھ اضافہ کروں گا نہ کمی کروں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا' یا (فرمایا:) اگر اس نے سچ کہا ہے تو جنت میں داخل ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۹۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ. وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَصُوْمُهٗ اِلَّا اَنْ يُّوَافِقَ صَوْمَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۰۰-۴۵۰۱]

نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا اور حضرت عبداللہ بن عمر صرف اس صورت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے جب ان کے نفلی روزہ کے دن عاشوراء ہو۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حدیث سابق سے معلوم ہوا کہ فرائض کی ادائیگی جنت کو واجب کرتی ہے اور سنن اور نوافل کی ادائیگی سے جنت کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ جنت کسی عمل سے واجب نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے)

امام طبری نے کہا ہے کہ اب عاشوراء کے روزے کے حکم میں اختلاف ہے' آیا عاشوراء کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور اس کا انتہائی عظیم ثواب ہے جتنا رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے تھا؟ پس بعض فقہاء نے کہا: اس دن یہود' اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزے رکھتے تھے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور بنو اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا کی تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو آپ نے اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا نہ اس سے منع فرمایا' پس جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس دن کا روزہ نہ رکھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن عمر اس دن کے روزہ کو کیوں مکروہ قرار دیتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مکروہ ہونا رجب کے روزہ کی طرح ہے' کیونکہ ایامِ جاہلیت میں مشرکین اس مہینہ کی تعظیم کرتے تھے' تو حضرت ابن عمر نے اسلام میں اس کام کو مکروہ جانا' جس کی زمانہ جاہلیت میں تعظیم ہوتی تھی' بغیر اس کے کہ اس دن کے روزہ کو حرام قرار دیں اور نہ اس دن کے روزہ رکھنے والے کو اس ثواب سے مایوس کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان سے وعدہ فرمایا ہے جبکہ کوئی شخص اس روزہ سے ثواب کو طلب کرنے کی نیت کرے اور اس سے اس کی نیت زمانہ جاہلیت کے مشرکین کے طریقہ کی اتباع نہ ہو' اسی طرح رجب کے روزہ کا حکم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ اَنَّ عِرَاكَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ عُرْوَةَ اَخْبَرَهٗ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهٖ حَتّٰى فُرِضَ رَمَضَانُ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَآءَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب کہ ان کو عراک بن مالک نے حدیث بیان کی' ان کو عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے روزہ رکھنے کا حکم دیا یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۲ - بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

روزہ کی فضیلت

١٨٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ، وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي، الصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا.

[اطراف الحدیث: ۱۹۰۴-۵۹۲۷-۷۴۹۲-۷۵۳۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے پس کوئی شخص (روزے میں) فحش بات کرے نہ جہالت کی بات کرے اگر کوئی شخص اس سے جنگ کرے یا اس کو گالی دے تو اس کو دو مرتبہ کہنا چاہیے کہ میں روزہ دار ہوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو ضرور اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے وہ اپنے کھانے اور اپنے پینے کو اور اپنے نفس کے تقاضوں کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا اور نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۱، الرقم المسلسل: ۲۵۹۳، سنن نسائی: ۲۲۱۴، سنن دارمی: ۱۷۷۰، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۵۴۰، ج ۱۶ ص ۳۱۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے اور اس حدیث کا عنوان ہے: روزہ کی فضیلت اور اس کا بیان متن حدیث میں تفصیل سے مذکور ہے۔

لفظ ''جُنّة'' کے معانی اور روزہ کے ڈھال ہونے کی توجیہات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''جُنّة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ڈھال ''جنّ'' کے مادہ سے جو لفظ بنتا ہے اس میں سَتر (پوشیدگی) کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لفظ سے ''مِجَنٌّ'' بنا ہے اس کا معنی ڈھال ہے کیونکہ وہ دشمن کے حملہ سے مستور اور محفوظ رکھتی ہے اور اس سے جنت ہے کیونکہ وہ درخت کے پتوں سے مستور ہے اور روزہ دوزخ کے عذاب سے ڈھال ہے کیونکہ روزہ شہوت کے تقاضوں سے روکتا ہے اور دوزخ شہوت کے تقاضوں سے گھری ہوئی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت تکلیفوں سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ شہوات سے گھری ہوئی ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶۸، صحیح مسلم: ۲۸۲۲، الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۷۹۶، ج ۷ ص ۲۶۶۱، کنز العمال: ۶۸۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۰-۳۰۸، ج ۳ ص ۲۸۴-۲۵۴-۱۵۳)

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ روزے کے ڈھال ہونے کا معنی یہ ہے کہ روزہ، روزہ دار کو اس کی ان شہوات کو پورا کرنے سے بچاتا ہے جن سے اس کو عذاب ہو قاضی عیاض نے کہا: اس کا معنی ہے: روزہ، روزہ دار کو گناہوں سے بچاتا ہے یا دوزخ کے عذاب سے بچاتا ہے۔

''رفث'' کا معنی

[illegible]

اور اس کے مقدمات (بوس و کنار) پر بھی ہوتا ہے۔

''جہل'' کا معنی اور روزہ میں جہالت کے کاموں کی ممانعت کی زیادہ تاکید

نیز اس میں مذکور ہے: اور وہ جہل نہ کرے اس کا معنی ہے: وہ افعالِ جاہلیت میں سے کوئی کام نہ کرے مثلاً کسی کو گالی نہ دے یا اس کا مذاق نہ اُڑائے علامہ قرطبی نے کہا: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روزہ کے بغیر یہ کام جائز ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزے میں جاہلیت کے کاموں کی ممانعت زیادہ مؤکد ہے۔

اللہ تعالیٰ سونگھنے سے منزہ اور پاک ہے پھر روزہ دار کے منہ کی بو اس کو مشک سے زیادہ کیسے پسند ہے؟ -- اس کی توجیہات

نیز اس حدیث میں فرمایا: روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضرور مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مجاز اور کنایہ ہے کیونکہ یہ انسان اور حیوان کی صفت ہے کہ وہ اچھی خوشبوؤں کو سونگھ کر ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور بدبوؤں کو سونگھ کر اس سے متنفر ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ تو سونگھنے سے منزہ ہے لیکن ہماری عادت یہ ہے کہ ہم اچھی خوشبوؤں کو اپنے قریب کرتے ہیں اسی طرح اس حدیث میں روزہ دار کے منہ کی بو کو پسند کرنے سے اس کو قریب کرنے کا کنایہ اور استعارہ ہے یعنی اللہ عزوجل اس کو اپنے قریب کرلے گا اور آخرت میں اس کو عمدہ جزاء دے گا اور اس کے منہ سے مشک سے زیادہ عمدہ خوشبو آئے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے کا یہ معنی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہوگا اور اس کی ثناء جمیل فرمائے گا اور اس کو ثواب عظیم عطا فرمائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فرشتوں کو روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے زیادہ اچھی لگے گی کیونکہ فرشتوں کو خوشبو سے راحت ملتی ہے علامہ بغوی علامہ قدوری علامہ ابن العربی علامہ الصابونی علامہ سمعانی وغیرہم نے یہ کہا کہ روزہ دار کے منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے کا یہ معنی ہے کہ اللہ کی جناب میں اس کا روزہ مقبول ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ علامہ عزالدین بن عبدالسلام کے نزدیک روزہ دار کے منہ سے مشک سے اچھی خوشبو آنا آخرت پر محمول ہے جیسے شہید کے خون کے متعلق حدیث میں ہے کہ اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۱۱۵۱)

اور شیخ تقی الدین ابن صلاح کے نزدیک یہ خوشبو دنیا کی خوشبو پر محمول ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

اور روزہ دار کے منہ کی بو جب وہ طعام کو چھوڑتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔

(صحیح ابن حبان: ۳۴۲۴- ج ۸ ص ۲۱۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ عینی نے فرمایا: اس سے کوئی چیز مانع نہیں کہ اس کے منہ سے یہ خوشبو دنیا میں بھی آئے اور آخرت میں بھی آئے۔

اس اعتراض کا جواب کہ تمام اعمال اللہ کے لیے ہیں پھر یہ کیوں فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے؟

اس حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔

(۱) کیونکہ روزہ کا ثواب بہت زیادہ ہے اس لیے فرمایا میں اس کی جزاء دوں گا یعنی میرے علاوہ اور کوئی اتنی جزاء نہیں دے سکتا

جزاء خود اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

فرمایا: روزہ میرے لیے ہے یعنی روزے میں ریاء اور دکھاوا نہیں ہوتا' جیسے دوسری عبادات میں ہوتا ہے' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۲) اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی روزہ کا شرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ جیسے فرمایا: ''نَاقَةَ اللّٰهِ'' (الشمس: ۱۳) اللہ کی اونٹنی' حالانکہ تمام عالم اور جہان اللہ کا ہے لیکن اس اونٹنی کی عزت افزائی کے لیے فرمایا: اللہ کی اونٹنی۔

(۳) اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ روزہ دار کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے اور کھانے پینے سے مستغنی ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' پس روزہ دار اس صفت کی وجہ سے اللہ کے قریب ہو جاتا ہے' اگرچہ اللہ کی صفت کے کوئی مشابہ نہیں ہوتا۔

(۴) اس کی چوتھی توجیہ یہ ہے کہ کھانے پینے سے مستغنی ہونا فرشتوں کی صفت ہے اور فرشتے اللہ کے بہت قریب ہیں' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۵) اس کی پانچویں توجیہ یہ ہے کہ دنیا میں مختلف طریقوں سے غیر اللہ کی عبادت کی گئی ہے' ان کو سجدہ کیا گیا' ان کے لیے رکوع کیا گیا' ان کے لیے صدقہ کیا گیا' ان کو پکارا گیا لیکن کسی معبود کے لیے روزہ نہیں رکھا گیا' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۶) چھٹی توجیہ یہ ہے کہ جس شخص کے اوپر بندوں کے حقوق ہوں گے تو حقوق العباد میں اس کی دوسری نیکیاں دے دی جائیں گی حتیٰ کہ صرف روزہ رہ جائے گا' قریب تھا کہ اس کا روزہ بھی کسی بندہ کے حق میں اس کو دے دیا جاتا' اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: روزہ میرے لیے ہے' یعنی اس کے روزہ کی عبات کسی کو نہیں دی جائے گی' حدیث میں ہے:

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سفیان بن عیینہ سے سوال کیا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کیا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے ماسوا روزے کے کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں دوں گا؟

ابن عیینہ نے کہا: یہ بہت عمدہ اور بہت مستحکم حدیث ہے کیونکہ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے حساب لے گا اور بندوں کے حقوق میں اس کے تمام نیک اعمال دے دیئے جائیں گے حتیٰ کہ صرف روزہ باقی رہ جائے گا تو اس بندہ کے اوپر جو بندوں کے حقوق باقی ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ادا کر دے گا اور روزہ کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور یہ اس حدیث کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔

(الجامع لشعب الایمان ج ۵ ص ۲۰۵' مکتبۃ الرشد مدینہ منورہ' ۱۴۲۳ھ)

چھٹی توجیہ پر ایک اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے بھی اس جواب کا ذکر کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ میں پہلے اس جواب کو بہت عمدہ سمجھتا تھا حتیٰ کہ میں نے ایک حدیث میں غور کیا جس میں انسان کو اس کے حقوق دلائے جائیں گے' اس میں روزہ بھی ان اعمال میں داخل ہے جو اعمال صاحب حق کو دلائے جائیں گے۔ وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا: ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی درہم ہو نہ کوئی [illegible] میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن

نماز' روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا' اور اُس نے اِس شخص کو گالی دی ہوگی' اور اِس شخص پر تہمت لگائی ہوگی اور اِس شخص کا مال کھایا ہوگا اور اِس شخص کا خون بہایا ہوگا اور اِس کو مارا ہوگا' تو اس کی نیکیوں میں سے اِس کو دیا جائے گا اور اُس کی نیکیوں میں سے اِس کو دیا جائے گا' اُس پر جو لوگوں کے حقوق ہیں' ان کے ختم ہونے سے پہلے پھر حقوق والوں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم:۲۵۸۱' سنن ترمذی:۲۴۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۴۔۳۰۳)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ باقی اعمال کی طرح اس کا روزہ بھی لے لیا جائے گا۔
(المفہم ج ۳ ص ۲۱۲' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابن حجر اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر ابن عیینہ کا قول ثابت ہو تو صحیح مسلم کی اس حدیث سے روزوں کی تخصیص کرنا ممکن ہے اور اس کی تخصیص پر یہ حدیث دلیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: روزے کے سوا ہر عمل کفارہ ہو جائے گا' روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۰۰۲۵۔ج ۱۶ ص ۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شیخ الارنؤط اس حدیث کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اسی طرح امام ابوداؤد الطیالسی نے اس حدیث کو اپنی مسند میں از شعبہ از محمد بن زیاد روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: تمہارا رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: روزے کے سوا ہر عمل کفارہ ہے۔ (مسند الطیالسی:۲۴۸۵ طبع قدیم)

اسی طرح اس حدیث کو قاسم بن اصبغ نے دوسری سند کے ساتھ شعبہ سے روایت کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:

روزے کے سوا ابن آدم جو بھی عمل کرتا ہے' وہ کفارہ ہو جاتا ہے۔

امام بخاری نے کتاب التوحید میں شعبہ سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' وہ تمہارے رب سے روایت کرتے ہیں: ہر عمل کے لیے کفارہ ہوتا ہے اور روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں دوں گا۔ الحدیث (صحیح البخاری:۷۵۳۸)

اس حدیث میں استثناء کو حذف کر دیا' اسی طرح اس حدیث کو امام احمد نے از غندر از شعبہ روایت کیا ہے' لیکن یہ کہا کہ ہر عمل کا کفارہ ہے اور روزہ میرے لیے ہے۔ (الحدیث) (مسند احمد:۹۸۸۸۔ج ۱۵ ص ۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۶ طبع قدیم)

اور یہ حدیث آدم کی روایت کے خلاف ہے' کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ گناہوں میں سے ہر گناہ کا عبادات کفارہ بن جاتی ہیں۔ اور غندر کی روایت کا معنی یہ ہے کہ عبادات کا ہر عمل گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اس استثناء کا جو ذکر کیا گیا ہے' یہ ابن عیینہ کی روایت کی صحت کی گواہی دیتا ہے اور ہر چند کہ اس روایت کی سند صحیح ہے لیکن اس کے معارض حضرت حذیفہ کی یہ روایت ہے: مرد کا اس کے اہل' مال اور اولاد میں جو فتنہ (گناہ) ہوتا ہے' نماز' روزہ اور صدقہ اس کا کفارہ ہیں' اور عنقریب میں ان حدیثوں کی تطبیق کو بیان کروں گا۔ (میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر ان حدیثوں میں تطبیق نہیں کر سکے اور بالآخر یہی ثابت ہوا کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور علامہ قرطبی کا اعتراض نہیں اٹھ سکا اور توجیہ مذکور باطل ہوگئی۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۹-۳۸۸ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

(۷) ساتویں توجیہ یہ ہے کہ اس کے روزہ کے ثواب کی مقدار اور اس کی نیکیوں کے دگنے چوگنے ہونے کو صرف میں جانتا ہوں اور باقی عبادات پر دوسرے لوگ بھی مطلع ہو جاتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ دوسرے اعمال کے ثواب کی مقدار پر لوگ مطلع ہو جاتے ہیں کہ ان کا ثواب دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے ماسوا روزہ کے کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی مقدار کے تعین کے اس کا ثواب عطا فرماتا ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو ضرور اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے وہ اپنی شہوت اور اپنے کھانے اور اپنے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑتا ہے پس روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں ہی دوں گا کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے سوا روزہ کے پس وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔

(موطأ امام مالک کتاب الصوم باب: ۵۸۔ ج ا ص ۲۰۱ مکتبۃ التوفیقیہ صحیح البخاری: ۱۸۹۴)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میں روزے کی جزاء کسی تعیین کے بغیر بہت زیادہ دوں گا اور یہ اس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ○ صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا○ (الزمر:۱۰)

اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں صبر کرنے والوں سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۱۳ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اعمال سات ہیں دو عمل واجب کرنے والے ہیں اور دو عمل ان کی مثل ہیں ایک عمل وہ ہے جس کا اجر دس گنا ہے ایک عمل وہ ہے جس کا اجر سات سو گنا ہے اور ایک عمل وہ جس کے عمل کرنے والے کے ثواب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' رہے وہ دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں تو جس نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتا تھا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا اس کے لیے جنت واجب ہے' اور جس نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بناتا تھا اس کے لیے دوزخ واجب ہے' اور جس نے برائی کی' اس کو بدلا دیا جائے گا' اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا' پھر اس کو نہیں کیا' اس کو نیکی کی مثل کا بدلا دیا جائے گا اور جس نے نیکی کی اس کو دس گنا اجر دیا جائے گا اور جس نے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا' اس کو ایک درہم خرچ کرنے پر سات سو درہم اور ایک دینار خرچ کرنے پر سات سو دینار دیے جائیں گے' اور روزہ وہ عمل ہے کہ اس کے ثواب کی مقدار کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(المعجم الاوسط: ۸۶۹' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند جمہور کے نزدیک ضعیف ہے' ابن معین نے اس کی ایک سند کی توثیق کی ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۲' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے' فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کی جزاء میں خود دوں گا' اور عرف یہ ہے کہ جب کریم یہ کہے کہ میں خود عطا کروں گا تو یہ اس عطاء کی انتہائی تعظیم کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۸۸' دار المعرفہ بیروت '۱۴۲۶ھ)

(۸) آٹھویں توجیہ یہ ہے کہ روزے کا عمل ظاہر نہیں ہے کہ کراماً کاتبین اس کو لکھ لیں' اس لیے روزہ کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور وہی اس کا اجر عطا فرمائے گا' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۹) نویں توجیہ یہ ہے کہ روزہ کا عمل خالص اللہ کے لیے ہے بندہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور حصہ سے مراد یہ ہے کہ روزہ کے عمل کو دیکھ کر کوئی روزہ دار کی تعریف نہیں کرتا اور باقی عبادات کو دیکھ کر لوگ ان عبادات کی تعریف کرتے ہیں۔

(۱۰) دسویں توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ روزہ مجھے تمام عبادات سے زیادہ محبوب ہے اور یہ میرے نزدیک تمام عبادات پر مقدم ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا: مجھ کو ایسی چیز کا حکم دیں جس پر میں آپ کی طرف سے عمل کروں' تو آپ نے فرمایا: تم روزہ رکھو کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۱۶)

علامہ سندھی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ شہوت کو توڑنے میں اور نفس امارہ اور شیطان کو دفع کرنے میں اس کی کوئی مثل نہیں ہے یا حصول تقویٰ میں اور کثرتِ ثواب میں اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث صحیح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دوسری حدیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: استقامت پر رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے اور یاد رکھو تمہارے اعمال میں بہترین عمل نماز ہے' اور وضوء کی حفاظت صرف مؤمن کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۷۸-۲۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۷)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض بالکل نہیں ہوتا کیونکہ سنن نسائی کی حدیث میں روزہ کی مطلقاً فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اس کی مثل کوئی عبادت نہیں ہے اور سنن ابن ماجہ میں نماز کی مخاطب کے اعتبار سے اضافی فضیلت بیان فرمائی ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جس میں سب سے زیادہ دوام ہو' اگرچہ وہ تھوڑا عمل ہو۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۳۱۷- ج ۴۲ ص ۱۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین عمل وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو' خواہ تھوڑا ہو۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۵۷۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

آپ کا یہ ارشاد بھی مخاطب کے اعتبار سے ہے اور دائمی عمل کی فضیلت اضافی ہے ورنہ اگر کوئی شخص دائماً سلام کا جواب دے یا سلام میں پہل کرے یا دائماً وضوء کرے تو کیا اس کا یہ عمل نماز' روزے' قرآن مجید کی تلاوت اور حج اور عمرہ سے افضل ہوگا!

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷۱' ۳' موضحاً مخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ طالقانی نے حظائر القدس میں اس حدیث کی دس سے زیادہ توجیہات کی ہیں' میں اس کتاب پر مطلع نہیں ہو سکا' اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہاں روزے سے مراد وہ روزہ ہے جو قولی اور فعلی گناہوں سے خالی ہو۔ (تاہم چونکہ ایک توجیہ باطل ہے اس لیے کل نو توجیہات ہوئیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

روزہ کی اقسام

علامہ ابن العربی نے بعض اصحابِ زُہد سے نقل کیا ہے کہ یہ مقام خواص الخواص کے روزے کے ساتھ مخصوص ہے' انہوں نے بیان کیا کہ روزہ کی چار قسمیں ہیں:

(۱) عوام کا روزہ: اور یہ کھانے پینے اور جماع سے اجتناب کرنا ہے۔

(۲) خواص عوام کا روزہ: یہ کھانے پینے اور جماع کے علاوہ قولی اور فعلی محرمات سے اجتناب کرنا ہے۔

(۳) خواص کا روزہ: وہ ان چیزوں سے اجتناب کے ساتھ ساتھ اللہ کی یاد کے علاوہ دیگر چیزوں سے اجتناب کرنا اور نفلی عبادات میں مشغول رہنا ہے۔

(۴) خواص الخواص کا روزہ: وہ غیر اللہ سے روزہ رکھنا ہے (یعنی اللہ عزوجل کے سوا کسی سے تعلق نہ رکھا جائے) یہ لوگ صرف قیامت کے دن افطار کریں گے۔

یہ بہت بلند مقام پر ہیں لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حدیث میں روزہ دار سے مراد یہی لوگ ہیں۔

روزہ کی فضیلت کا مدار دو چیزوں پر ہے

روزہ کو یہ فضیلت دو وجہوں سے عطا کی گئی ہے:

(۱) باقی عبادات پر بندے مطلع ہو جاتے ہیں اور روزہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز ہے' بندہ یہ عمل خالص اللہ کے لیے اور اس کی رضا کو طلب کرنے کے لیے کرتا ہے' اس کی طرف حدیث میں یہ اشارہ ہے: روزہ میرے لیے ہے۔

(۲) دوسری نیکیاں مال کو خرچ کرنے یا بدن کی مشقت سے وجود میں آتی ہیں اور روزہ کسرِ نفس اور بدن کو کمزور کرنے سے وجود میں آتا ہے' اور اس میں بھوک اور پیاس اور ترکِ شہوت پر صبر کرنا ہے اور اس کی طرف حدیث میں یہ اشارہ ہے: بندہ اپنی شہوت کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۶۰۰۔ ج ۳ ص ۱۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں روزے کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت کی دس وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

۳ - بَابٌ اَلصَّوْمُ كَفَّارَةٌ

روزہ کفارہ ہے

۱۸۹۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَامِعٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَنْ يَّحْفَظُ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ؟ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جامع نے حدیث بیان کی از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے پوچھا: فتنہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ

وَجَارِهٖ، تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ. قَالَ لَيْسَ اَسْاَلُ عَنْ ذِهٖ، اِنَّمَا اَسْاَلُ عَنِ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ. قَالَ حُذَيْفَةُ وَاِنَّ دُوْنَ ذٰلِكَ بَابًا مُّغْلَقًا، قَالَ فَيُفْتَحُ اَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ يُكْسَرُ، قَالَ ذَاكَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا يُغْلَقَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ، سَلْهُ اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ؟ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ نَعَمْ، كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ.

نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مرد کا اس کے اہل اس کے مال اور اس کے پڑوسی کی وجہ سے جو فتنہ (گناہ) ہوتا ہے اس کا کفارہ نماز، روزہ اور صدقہ ہو جاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا سوال اس کے متعلق نہیں تھا، میں اس فتنہ کے متعلق سوال کر رہا تھا جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ آئے گا، حضرت حذیفہ نے کہا: آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے، حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: اس کو توڑا جائے گا، حضرت عمر نے فرمایا: پھر لائق ہے کہ اس (فتنہ کے دروازہ) کو قیامت تک بند نہیں کیا جائے گا۔ ابووائل نے بیان کیا: ہم نے مسروق سے کہا: حضرت حذیفہ سے پوچھو: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازہ کو جانتے تھے، پس انہوں نے سوال کیا تو حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! جس طرح وہ جانتے تھے کہ آج صبح کے بعد رات ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۲۵ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں۔

روزے کے کفارہ ہونے اور کفارہ نہ ہونے کی متعارض حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث باب سابق کی اس حدیث کے معارض ہے، جس میں مذکور ہے: روزہ کے سوا باقی اعمال گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ روزہ بھی گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں کفارہ کا ثبوت ہے اس کو کسی خاص گناہ کے کفارہ پر محمول کیا جائے گا اور جس حدیث میں کفارہ کی نفی ہے، اس کو کسی اور خاص گناہ کے کفارہ کی نفی پر محمول کیا جائے گا، امام بخاری نے اس حدیث کو باب الزکوٰۃ میں مطلقاً گناہ کے کفارہ کے ثبوت میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے، پھر اس باب میں بعینہٖ اسی حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۵)

اور روزوں کے مطلقاً کفارہ ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ وہ گناہ کبیرہ سے اجتناب کرے۔
(صحیح مسلم: ۲۳۳، الرقم المسلسل: ۵۴۰)

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور ان کی حدود کو پہچانا اور جن کاموں کی حفاظت کرنی چاہیے تھی ان کی حفاظت کی تو یہ روزے اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے۔

(صحیح ابن حبان: ۳۴۳۳، مسند ابویعلیٰ: ۱۰۵۸، مسند احمد ج ۳ ص ۵۵، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۴)

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق میں اللہ سے یہ امید رکھتا ہوں کہ اس روزہ کو اللہ اس سے پہلے سال کے اور اس کے بعد کے سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔

(سنن ترمذی:۷۴۹'صحیح مسلم:۱۱۶۲'سنن ابوداؤد:۲۴۲۵۔۲۴۲۶'سنن نسائی:۲۳۷۹'سنن ابن ماجہ:۱۷۳۸۔۱۷۳۰۔۱۷۱۳)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ عاشوراء کے روزہ کے متعلق میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ اس روزہ کو ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔ (صحیح مسلم:۱۱۶۲)

لہٰذا اس سے پہلی حدیث کی شرح میں جو مسند احمد کی یہ حدیث ذکر کی گئی ہے کہ روزے کے علاوہ ہر عمل کفارہ ہو جاتا ہے' ہوسکتا ہے اس کا معنی اس طرح ہو کہ ہر عمل کفارہ ہو جاتا ہے ماسوا روزے کے کیونکہ روزہ گناہوں کا کفارہ بھی ہو جاتا ہے اور اس میں کفارہ سے زائد ثواب بھی ملتا ہے' اور اس روزہ سے مراد ایسا روزہ ہوگا جو ریا کاری اور اس کے شائبہ سے پاک ہو جیسا کہ اس حدیث کی شرح میں گزر چکا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۹۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی حدیث مذکور کی شرح اور حدیث سابق کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی شرح کے آخر میں جو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے اور یہ مان لیا ہے کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے تو اس حدیث کی شرح کے اوّل میں جو انہوں نے لکھا تھا وہ باطل ہو گیا کہ روزہ کا کفارہ ہونا اضافی ہے اور یہ لکھا تھا کہ جس حدیث میں روزہ کے کفارہ ہونے کا ثبوت ہے' اس کو کسی خاص گناہ کے کفارہ پر محمول کیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی اس شرح کا آخر اس شرح کے اوّل کے منافی ہے' کیونکہ آخر میں انہوں نے متعدد احادیث کے حوالوں سے لکھا ہے کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اس شرح کے اوّل میں انہوں نے لکھا ہے کہ روزہ کسی خاص گناہ کا کفارہ ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر کی دوسری غلطی یہ ہے کہ حدیث سابق کی نویں توجیہ (ہم نے اس کو چھٹے نمبر پر ان کے حوالے سے ذکر کیا ہے) میں علامہ قرطبی کے اعتراض کے جواب میں لکھا تھا کہ روزہ گناہوں کا کفارہ نہیں ہوتا اور اس کے ثبوت میں انہوں نے مسند احمد' مسند ابوداؤد الطیالسی کے حوالوں سے حدیثیں لکھی تھیں اور صحیح بخاری کی کتاب التوحید کی حدیث جو اس کے خلاف تھی' اس کی تاویل کی تھی' اور اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے تو وہ توجیہ باطل ہو گئی کیونکہ وہ توجیہ اسی پر مبنی تھی کہ لوگوں کے حقوق کے بدلہ میں تمام نیکیاں دے دی جائیں گی اور روزہ نہیں دیا جائے گا' بلکہ اللہ فرمائے گا کہ روزہ میرے لیے ہے اور دیگر نیکیوں کی طرح روزہ کفارہ نہیں ہوگا' سو یہ توجیہ باطل ہو گئی اور علامہ قرطبی نے جو اس پر اعتراض کیا تھا کہ روزہ بھی کفارہ ہو جاتا ہے' وہ اعتراض قائم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس نویں توجیہ کو فتح الباری ج ۳ ص ۳۸۸ پر ذکر کیا ہے اور علامہ عینی نے بھی اس توجیہ کو علامہ قرطبی کا اعتراض نقل کیے بغیر عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷۳ پر ذکر کیا ہے۔

ان دونوں بزرگوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے' انہوں نے یہ غور نہیں کیا کہ جب علامہ قرطبی کا اعتراض نہیں اٹھ سکتا تھا تو وہ اپنی شرحوں میں اس توجیہ کا ذکر ہی نہ کرتے' خواہ مخواہ توجیہات کے نمبر بڑھانے کے لیے اس باطل توجیہ کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی' جس کی وجہ سے ان دونوں حدیثوں کی شرح میں تضاد ہو گیا' خلاصہ یہ کہ حافظ ابن حجر کی اس حدیث کی شرح کا آخری حصہ اس شرح کے اوّل حصہ کے منافی ہے' اور اس سے پہلی حدیث کی شرح کی نویں توجیہ کے بھی منافی ہے' کاش! یہ دونوں بزرگ حدیث کی شرح

کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی کر لیتے!

٤ - بَابٌ اَلرَّيَّانُ لِلصَّائِمِينَ — روزہ داروں کے لیے جنت کا دروازہ

اس باب کے عنوان میں ''رَیَّان'' کا ذکر ہے۔''رَیَّان'' جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ہے' جو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے۔''ریّان''،''رِیٌّ'' سے ماخوذ ہے' جو پیاس کی ضد ہے یعنی سیرابی۔

١٨٩٦ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ' يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ' لَا يَدْخُلُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ' يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ' فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ' فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ.

[طرف الحدیث:۳۲۵۷](صحیح مسلم:۱۱۵۲' الرقم المسلسل:۲۵۹۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے' اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے' ان کے سوا کوئی اور داخل نہیں ہوگا' کہا جائے گا: روزہ رکھنے والے کہاں ہیں' پھر روزہ دار کھڑے ہوں گے' اس دروازہ سے ان کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا' پھر جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔

جنت کے دروازوں کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

باب الریان کے علاوہ اور بھی جنت کے دروازے ہیں' جن کی تعداد آٹھ ہے' ان میں سے ایک باب الصلوٰۃ ہے جس سے نمازی داخل ہوں گے یعنی جو لوگ فرض نمازوں کے علاوہ بہ کثرت نوافل پڑھتے ہوں گے' اور باب الجہاد ہے جس سے مجاہدین داخل ہوں گے اور باب الصدقہ ہے جس سے فرض صدقہ کے علاوہ نفل صدقہ دینے والے داخل ہوں گے۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں لکھا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ باب محمد ہے اور یہ باب الرحمۃ ہے اور یہی باب التوبہ ہے' اور جب سے اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے یہ دروازہ کھلا ہے اور بند نہیں ہوا' اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا' پھر قیامت تک نہیں کھولا جائے گا' اور باقی ابواب نیک اعمال پر تقسیم کیے جائیں گے' باب الزکوٰۃ ہے' باب الحج ہے' باب العمرہ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: ایک باب الکاظمین الغیظ ہے یعنی غصہ پینے والوں کا دروازہ' باب الراضی یعنی اللہ کو راضی کرنے والوں کا دروازہ' الباب الایمن' اس دروازہ سے وہ لوگ داخل ہوں گے جن سے حساب نہیں ہوگا۔

کتاب الآجری میں یہ حدیث مذکور ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو باب الضحیٰ کہا جاتا ہے' پس جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی نداء کرے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جو ہمیشہ صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) پڑھا کرتے تھے' یہ تمہارا دروازہ ہے تم اس میں داخل ہو جاؤ۔

کتاب الفردوس للدیلمی میں مذکور ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک

دروازہ ہے جس کو باب الفرح کہا جاتا ہے' اس دروازے سے وہی داخل ہوں گے جو بچوں کو خوش کرتے ہوں گے۔

امام ترمذی کے نزدیک ایک باب الذکر ہے اور علامہ ابن بطال کے نزدیک ایک باب الصابرین ہے۔

البرقی نے کتاب الروضہ میں امام احمد بن حنبل کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی جانب سے جنت میں ایک دروازہ ہے' جس سے صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جنہوں نے کسی کی زیادتی کو معاف کیا ہوگا۔

علامہ قشیری نے کتاب التفسیر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نیک اور اچھے اخلاق کے حامل کے گلے میں اللہ کی رضا کا طوق ہے جو رحمت کی زنجیر سے بندھا ہوا ہے اور وہ زنجیر وہاں تک ہے جہاں تک اچھے اخلاق ہیں' وہ زنجیر اس کو کھینچے گی حتیٰ کہ اس دروازہ سے داخل کر دے گی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تمام ابواب جنت کے ان بڑے آٹھ دروازوں میں داخل ہیں جن کی دو چوکھٹوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۷ '۳ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۶۰۶۔ ج ۳ ص ۱۴۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۸۹۷ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، نُوْدِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ! هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ. فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِاَبِي اَنْتَ وَاُمِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ، فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا؟ قَالَ نَعَمْ، وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ. [اطراف الحدیث: ۲۸۴۱-۳۲۱۶-۳۶۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں ایک جوڑا خرچ کرے گا' اس کو جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا: اے اللہ کے بندے! یہ خیر ہے' پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو شخص مجاہدوں میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا' اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا اور جو شخص اہل صدقہ میں سے ہوگا' اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا' تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اگر کسی کو ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازہ سے بلایا جائے تو وہ بھی بہت اچھا ہے لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے کہ ایسے تم ہو گے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۷' الرقم المسلسل: ۲۲۶۰' سنن ترمذی: ۳۶۹۳' سنن نسائی: ۳۱۳۲' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۰۵۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۸۰' صحیح ابن حبان: ۳۴۱۹' شرح السنۃ: ۱۶۳۵' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۷۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۳۳۔ ج ۱۳ ص ۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''زوجین'' کا معنیٰ' تمام فرائض پر عمل کرنے کا وجوب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جو شخص اللہ کی راہ میں زوجین (ایک جوڑا) خرچ کرے گا: یعنی دو دینار یا دو درہم' یا دو کپڑے' اللہ کی راہ سے مراد جہاد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے عموم مراد ہے (یعنی ہر نیک راستہ اس میں داخل ہے)۔

اس میں مذکور ہے کہ اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا: اس سے مراد جنت کے آٹھ بڑے دروازوں کے علاوہ دوسرے دروازے ہیں۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے اسی طرح لکھا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مؤمن کو اس کی عزت افزائی کے لیے ان دروازوں سے بلایا جائے گا لیکن اس کا دخول صرف ایک دروازہ سے ہوگا اور اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔

پس جو نمازیوں میں سے ہوگا' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا: ہر شخص پر فرض نماز پڑھنا فرض ہے' اسی طرح اس پر فرض زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے' اسی طرح اس پر فرض روزے رکھنا ضروری ہیں اور ان فرائض کو ادا کیے بغیر کسی کی نجات نہیں ہوگی' اس لیے اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص فرض نمازیں ادا کرنے کے علاوہ نفل نمازیں بہ کثرت پڑھتا ہوگا' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا' اسی طرح جو فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ نفل صدقہ بہ کثرت دیتا ہوگا' اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو شخص فرض روزوں کے علاوہ نفل روزے بہ کثرت رکھتا ہوگا' اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۷۸-۳۷۶ 'ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث میں حضرت ابوبکر کے متعلق فرمایا ہے کہ ان کو سب دروازوں سے بلایا جائے گا: اس کی توضیح اس طرح ہے کہ جس شخص نے نماز کے شعبہ میں سب سے زیادہ نمازیں پڑھی ہوں گی' تو اس شعبہ میں اس کی اوّل پوزیشن ہوگی' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا' اور جس نے صدقہ کے شعبہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہوگی اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جس نے روزہ کے شعبہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہوگی اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا اور تنہا حضرت ابوبکر ایسے ہوں گے جنہوں نے عبادت کے تمام شعبوں میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہوگی' اس لیے ان کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۶۷- ج ۲ ص ۹۵۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ابوبکر کی فضیلت

۵ - بَابٌ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ اَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ، وَمَنْ رَّاٰى كُلَّهٗ وَاسِعًا

آیا رمضان کہا جائے یا رمضان کا مہینہ کہا جائے؟ اور جس کے نزدیک ان سب کی گنجائش ہے

الزمخشری نے کہا ہے کہ ''رمضان'' کا لفظ ''رمض'' سے بنا ہے' جب کوئی چیز سخت گرمی سے جل جائے تو اس کو ''الرمضاء'' کہتے ہیں' پس اس مہینہ کو رمضان کہا گیا کیونکہ بھوک کی گرمی اور پیاس کی شدت سے روزہ داروں کے بدن جلنے لگتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رمضان کا مہینہ سردیوں میں بھی آتا ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ نام رکھنے کے لیے اتنی مناسبت کافی ہے اور وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی' مثلاً پاجامہ کو پاجامہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ پیروں کا لباس ہے لیکن پیروں کا لباس تو شلوار اور تہبند بھی ہیں لیکن ان کو پاجامہ نہیں کہا جاتا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کا روزہ رکھا۔

یعنی آپ نے رمضان فرمایا' رمضان کا مہینہ نہیں فرمایا' اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۹۰۱ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ لَا تَقَدَّمُوْا رَمَضَانَ. اور آپ نے فرمایا: رمضان سے (ایک دن یا دو دن) پہلے روزہ نہ رکھو۔

اس حدیث میں بھی رمضان کا مہینہ نہیں فرمایا اور صرف رمضان فرمایا' اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۹۱۴ میں مذکور ہے۔

۱۸۹۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ. [اطراف الحدیث:۱۸۹۹۔۳۲۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابو سہیل از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم:۱۰۷۹' الرقم المسلسل:۲۳۸۴' سنن نسائی:۲۰۹۳' سنن ابن ماجہ:۱۶۴۲' سنن دارمی:۱۷۷۵' سنن کبریٰ:۲۴۰۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۸۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۲' شرح السنۃ:۱۷۰۴۔۱۷۰۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷ طبع قدیم' مسند احمد:۸۶۸۴۔ج ۱۴ ص ۳۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر ابو ابراہیم الانصاری مولیٰ زریق المؤدب (۳) ابو سہیل' ان کا نام نافع بن مالک بن ابی عامر عمرو بن الحارث بن غیمان الاصبحی ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے عمِ محترم ہیں (۴) ابو مالک بن ابو عامر' یہ عظیم تابعی ہیں' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا تھا (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب رمضان آتا ہے' کیونکہ اس میں رمضان کا مہینہ نہیں فرمایا۔

بغیر مہینہ کے اضافہ کے لفظ رمضان کہنے کا جواز

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن النحاس نے کہا ہے کہ عطاء اور مجاہد رمضان کہنے کو مکروہ قرار دیتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہم وہی کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ. (البقرہ:۱۸۵) رمضان کا مہینہ۔

کیونکہ ہمیں معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہو۔

علامہ ابن بطال نے کہا: یہ قول ضعیف ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر مہینہ کے اضافہ کے رمضان فرمایا ہے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۲۳۹۱۔ج ۳ ص ۸۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں:

① لفظ رمضان کو بلا اضافت استعمال کرنے کی تحقیق ② شیاطین کو مقید کرنے کی وضاحت۔

١٨٩٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ، مَوْلَى التَّيْمِيِّينَ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی انس مولی التیمیین نے خبر دی کہ ان کے والد نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٩٨ میں گزر چکی ہے تاہم بعض دیگر اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے۔

آسمانوں کے دروازوں کو کھولنا جنت کے دروازوں کو کھولنے کے منافی نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس سے پہلی حدیث میں فرمایا تھا: جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں آسمانوں کے دروازوں سے مراد جنت کے دروازے ہیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دوزخ کا ذکر ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ایک روایت میں رحمت کے دروازوں کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم: ١٠٧٩' الرقم المسلسل: ٢٤٨٥) اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ آسمان کے دروازوں سے جنت کی طرف چڑھا جاتا ہے کیونکہ جنت آسمانوں کے اوپر ہے' اور اس کی چھت رحمان کا عرش ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ثابت ہے۔

اور رحمت کے دروازوں کا اطلاق جنت کے دروازوں پر بھی کیا جاتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور دوزخ کا مباحثہ ہوا' تو جنت نے کہا: مجھ میں ضعفاء اور مساکین داخل ہوں گے' دوزخ نے کہا: مجھ میں جبار اور متکبر داخل ہوں گے' پھر اللہ نے دوزخ سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو' میں تمہارے ذریعہ جس سے چاہوں گا انتقام لوں گا' اور جنت سے فرمایا: تم میری رحمت ہو' میں تمہارے ذریعہ جس پر چاہوں گا رحم فرماؤں گا۔ (سنن ترمذی: ٢٥٧٠' صحیح البخاری: ٤٨٥٠' صحیح مسلم: ٢٨٤٦)

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ آسمانوں کے دروازے کھولنے کا یہ فائدہ ہے کہ فرشتے روزہ داروں کے نیک کاموں پر واقف ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان عظیم ہے' نیز اس میں یہ فائدہ ہے کہ جب بندوں کو اس خبر صادق سے معلوم ہوگا کہ آسمان کے دروازوں کے پار فرشتے ان کے نیک اعمال کو دیکھ رہے ہیں تو ان میں خوشی اور تازگی پیدا ہوگی اور وہ زیادہ ذوق اور شوق سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔

دوزخ کے دروازے بند کرنے کی وجوہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ عذاب سے ڈھال ہے' اس لیے دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' نیز اس مہینہ میں لوگ گناہوں کو اور بُرے کاموں کو ترک کر دیتے ہیں اور وہی کام

دوزخ میں دخول کا موجب ہوتے ہیں' اور اس مہینہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ گناہوں پر مواخذہ بہت کم فرماتا ہے اور نیک لوگوں کی برکت سے بدکاروں سے درگزر فرماتا ہے اور یہی دوزخ کے دروازوں کے بند ہونے کا معنی ہے۔

شیاطین کو قید کرنے کی وجوہ اور شیاطین کے مقید ہونے کے باوجود معصیت کے وقوع کا سبب

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے:

علامہ حلیمی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے' اس سے مراد یہ ہو کہ جب شیاطین چوری سے چھپ کر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے تو رمضان کی راتوں میں ان کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا تھا کیونکہ نزولِ قرآن کے زمانہ میں ان کو چھپ کر فرشتوں کی باتیں سننے سے منع کر دیا گیا تھا' پھر اس کی حفاظت میں مبالغہ کرنے کے لیے ان کو جکڑنے میں اضافہ کیا گیا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ وہ مسلمانوں کو بہکا کر اور ورغلا کر عبادت سے نہ روک سکیں جیسا کہ غیر رمضان میں وہ مسلمانوں کو ناجائز ترغیبات اور ناجائز لذتوں میں منہمک کر کے نیک کاموں سے روک دیتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث میں شیاطین سے مراد تمام شیاطین نہیں ہیں بلکہ بعض شیاطین مراد ہیں اور وہ بڑے بڑے سرکش شیاطین ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین کو اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' پس اس کا کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' سو اس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک منادی یہ ندا کرتا ہے: اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ اور شر کے طلب گار! (اپنے شر میں) کمی کر! اور اللہ کے لیے دوزخ سے (کچھ لوگ) آزاد کر دیئے جاتے ہیں اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۶۸۲' صحیح مسلم: ۱۰۷۹' سنن نسائی: ۲۰۹۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے جو مبارک مہینہ ہے' اللہ عزوجل نے اس میں تم پر روزے فرض کر دیئے ہیں' اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کے گلوں میں طوق ڈال دیئے جاتے ہیں' اس میں ایک رات ہے (جس میں عبادت کرنا) ہزار مہینوں سے بہتر ہے' جو اس رات سے محروم ہوا' وہ محروم ہو گیا۔ (سنن نسائی: ۲۱۰۴۔ ۲۱۰۳۔ ۲۱۰۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رمضان کے مہینہ میں بھی بہت گناہ اور بُرے کام کیے جاتے ہیں' اگر شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں تو پھر یہ گناہ کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فقط اُن شیاطین کو جکڑا جاتا ہے جو بڑے بڑے شیاطین ہیں' سب شیطانوں کو نہیں جکڑا جاتا اور مقصود یہ ہے کہ اس مہینہ میں برائیاں کم ہوتی ہیں اور نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں اور اس کا عام مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس مہینہ میں مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں اور نمازیوں کو جگہ نہیں ملتی' فرض نمازوں کے علاوہ لوگ بہ کثرت نوافل پڑھتے ہیں' لوگ مسجدوں میں اور گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں' تراویح اور تہجد پڑھتے ہیں' صدقہ و خیرات بہت زیادہ کرتے ہیں' جن پر زکوٰۃ فرض ہے وہ اسی مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

اور شیاطین کو قید کرنے سے اور زنجیروں میں جکڑنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بُرے کام بالکل نہ ہوں کیونکہ شیاطین کے بہکانے کے علاوہ شر اور فساد کے اور بہت اسباب ہیں جیسے نفوسِ خبیثہ' عاداتِ قبیحہ اور شیاطین انسیہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ . وَقَالَ غَيْرُهُ، عَنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ وَّ يُونُسُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ.

[اطراف الحدیث:۱۹۰۶۔۱۹۰۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزہ رکھو' اور جب تم (عید کا) چاند دیکھو تو روزے چھوڑ دو' اور اگر (چاند گرد وغبار یا بادلوں میں) چھپ جائے تو تم اندازہ کرو۔ یحییٰ بن بکیر کے غیر نے یعنی عبداللہ بن صالح کاتب اللیث نے کہا از لیث' مجھے عقیل اور یونس نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہلال رمضان کے متعلق فرمایا تھا (کہ اگر تم اس کو دیکھ لو تو روزہ رکھو)۔

(صحیح مسلم:۱۰۸۱' الرقم المسلسل:۲۴۰۳' سنن نسائی:۲۱۱۵' سنن ابن ماجہ:۱۶۵۵' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۰۸' صحیح ابن حبان:۳۴۴۳' مصنف عبدالرزاق:۷۳۰۴' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' مسند احمد:۵۱۶۷۔ج ۱۲ ص ۴۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے مسائل اور رؤیت ہلال کی تاکید کے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے: تم اندازہ کرو' اس کا معنی ہے: تم جس مہینہ کو گزار رہے ہو' اس کے تیس دن تک گنو' کیونکہ اصل یہ ہے کہ مہینہ کو اس کے پورے دنوں تک باقی رکھا جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ چاند کی منازل اور اس کی رفتار کا اندازہ کرو کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ مہینہ انتیس دن کا ہے یا تیس دن کا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے اور عید کرنے کا معاملہ رؤیت ہلال پر موقوف ہے۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ہلالِ رمضان نہ دیکھو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو اور اگر تم ہلالِ شوال نہ دیکھو تو رمضان کے تیس دن پورے کرو۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۱۹۱۔ج ۴ ص ۱۵۴ طبع قدیم' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہلالِ شعبان کو رمضان کے مہینہ کی رؤیت کی علامت بناؤ' پس جب تم ہلالِ رمضان دیکھو تو روزے رکھو اور جب تم ہلالِ شوال دیکھو تو عید کرو اور اگر ہلالِ عید (گرد وغبار یا بادلوں سے) مستور ہو تو (تیس دن کی) گنتی پوری کرو۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۱۹۳۔ج ۴ ص ۱۵۵ طبع قدیم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے ہلال کو لوگوں کے اوقات کی علامت بنایا ہے' پس تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزے چھوڑو (عید کرو)' اگر (گرد وغبار یا ابر کی وجہ سے) چاند مستور ہو تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۱۹۶۔ج ۴ ص ۱۵۵ طبع قدیم' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۰۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۵)

یوم شک (تیس شعبان) کے روزے سے ممانعت اور اس کی حکمت' یوم شک کی تعریف اور اس دن کے روزہ میں اختلاف فقہاء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ اس دن تم میں سے کوئی شخص عادۃً روزہ رکھتا ہو اور تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم چاند کو دیکھ لو پھر تم روزے رکھتے رہو حتیٰ کہ تم (عید کا) چاند دیکھ لو پس اگر چاند کے سامنے بادل حائل ہو تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو' پھر تم عید کرو اور مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۲۷' سنن ترمذی: ۶۸۸' سنن نسائی: ۲۱۲۸)

- علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ رمضان کا فرض روزہ اس سے پہلے کے نفل روزہ کے ساتھ مختلط اور ملتبس نہ ہو جائے۔ اس میں ہمیں نصاریٰ کے طریقہ سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ اپنی فاسد رائے سے فرائض پر اضافہ کرتے تھے' اور اکثر صحابہ' تابعین اور بعد کے فقہاء نے یوم الشک (تیس شعبان) کا روزہ رکھنے سے منع کیا ہے' ان صحابہ میں حضرت علی' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ' حضرت انس اور حضرت ابووائل ہیں اور فقہاء تابعین میں ابن المسیب' عکرمہ' ابراہیم نخعی' اوزاعی اور ثوری ہیں' اور ان کے بعد کے فقہاء میں ائمہ اربعہ' ابوعبید' ابوثور اور اسحاق ہیں۔

بعض صحابہ سے رمضان سے پہلے روزہ رکھنے کا جواز بھی منقول ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں رمضان کا روزہ رکھنے میں ایک دن جلدی کروں تو وہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں رمضان کا روزہ رکھنے میں ایک دن کی تاخیر کروں کیونکہ اگر میں نے عجلت کی تو رمضان کا روزہ مجھ سے قضاء نہیں ہوگا اور اگر میں نے تاخیر کی تو رمضان کا ایک روزہ مجھ سے قضاء ہو جائے گا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی اس قول کی مثل مروی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں شعبان کے ایک دن کا روزہ رکھ لوں تو وہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دوں۔ اس قول کی مثل حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

- اگر چاند کے دکھائی دینے میں بادل یا گرد و غبار حائل ہو جائے تو فقہاء احناف' امام مالک' امام شافعی' امام اوزاعی اور ثوری کے نزدیک اس دن (تیس شعبان) کا روزہ رکھنا واجب نہیں ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' امام احمد اور ایک قلیل جماعت کے نزدیک بادل والے دن روزہ رکھنا واجب ہے۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ لوگ اس میں اپنے امام کی پیروی کریں' اگر وہ تیس شعبان کا روزہ رکھے تو وہ بھی روزہ رکھیں اور اگر وہ روزہ چھوڑے تو وہ بھی روزہ چھوڑ دیں۔ ابن سیرین' سوار العنبری' شعبی اور ایک روایت کے موافق امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے یوم شک کا روزہ رکھا اور اس میں نفل کی نیت کی تو یہ فقہاء احناف کے نزدیک مکروہ نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ خواص کے حق میں نفل کی نیت سے یوم شک کا روزہ رکھنا افضل ہے اور عوام پر یہ فرض ہے کہ وہ زوال کے وقت تک انتظار کریں' اگر شرعی ثبوت (اور وہ ہلال رمضان کی گواہی ہے یا خبر مستفیض ہے) سے یہ ظاہر ہو جائے تو وہ روزہ کی نیت کر لیں ورنہ وہ افطار کر لیں اور اگر کسی نے رمضان سے پہلے تین دن روزے رکھے یا پورے شعبان میں روزے رکھے یا وہ ہفتہ کے اس دن میں ہمیشہ روزہ رکھتا تھا اور اب اتفاق سے وہ یوم شک ہے تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ نفل کی نیت سے روزہ رکھ لے۔

المبسوط میں یہ مذکور ہے کہ یوم شک کا نفلی روزہ رکھنا افضل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے جو منع فرمایا' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس دن رمضان کے فرض روزے کی نیت سے روزہ نہ رکھے اور المحیط میں مذکور ہے کہ اگر اس دن اس کی عادت روزہ رکھنے کی تھی تو روزہ رکھنا افضل ہے ورنہ روزہ چھوڑنا افضل ہے اور رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ رکھنا مکروہ ہے اور تین دن پہلے روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔

یوم شک کی تعریف یہ ہے کہ تیس شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور چاند نظر نہ آیا ہو یا قاضی کے پاس چاند دیکھنے کی ایسے شخص نے گواہی دی ہو جس کی گواہی قبول نہ کی جاتی ہو یا ایک غلام یا ایک عورت نے چاند دیکھنے کی خبر دی ہو۔ یہ تعریف امام طحاوی نے کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۰-۳۸۸ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یوم شک کے روزے کی ممانعت اور شعبان کے روزے رکھنے کے ثبوت میں احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے مہینہ سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو سوا اس کے کہ تم میں سے کسی کی اس دن روزہ رکھنے کی عادت تھی۔ (سنن ترمذی: ۶۸۴' صحیح البخاری: ۱۹۱۴' صحیح مسلم: ۱۰۸۲' سنن ابوداؤد: ۲۳۳۵)

صلۃ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو وہ ایک بھنی ہوئی بکری لے کر آئے اور کہا: کھاؤ' تو لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں روزہ دار ہوں۔ حضرت عمار نے کہا: جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی۔ (سنن ترمذی: ۶۸۶' صحیح البخاری: ۱۹۰۶' سنن ابوداؤد: ۲۳۳۴' سنن نسائی: ۲۱۸۷' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۵)

امام ترمذی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ اور ان کے بعد کے فقہاء تابعین کا اسی پر عمل ہے' سفیان ثوری' امام مالک بن انس' عبد اللہ بن المبارک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے یوم شک کے روزہ کو مکروہ قرار دیا ہے (فقہاء احناف کا مسلک گزشتہ سطور میں المبسوط اور المحیط کے حوالہ سے گزر چکا ہے)۔ (سنن ترمذی ص ۲۲۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

شعبان کے روزے رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے سوا سال کے کسی مہینہ میں مکمل روزے نہیں رکھتے تھے' آپ شعبان کو رمضان کے ساتھ ملاتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۳۶' سنن ترمذی: ۷۳۶' سنن نسائی: ۲۱۷۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان ہو جائے تو روزے نہ رکھو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۳۷' سنن ترمذی: ۷۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۱)

یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جسے رمضان کے روزوں میں کمزوری کا خدشہ ہو۔ اگر ایسا کوئی خطرہ نہ ہو تو وہ نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھ سکتا ہے۔

✱ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۰۱۔ ج ۳ ص ۲۴ پر مذکور ہے' اس حدیث کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) چاند دیکھنے کے بعد کی دعا (۲) رویت ہلال میں مذاہب ائمہ (۳) سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ (۴) پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ (۵) سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے!

٦ - بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا وَّنِيَّةً

جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا

اس باب کے عنوان میں ''احتساب'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ثواب کی نیت سے کوئی کام کرنا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ قیامت کے دن اپنی نیتوں کے اعتبار سے اٹھائے جائیں گے۔

تعلیق مذکور ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا' جب وہ لوگ بیداء میں پہنچیں گے (مکہ اور مدینہ میں بیداء نام کی مشہور جگہ ہے) تو اوّل سے لے کر آخر تک تمام لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اوّل سے آخر تک سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا اور ان میں لوگوں کے بازار بھی ہوں گے' اور ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اُن میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ان کو اوّل سے لے کر آخر تک دھنسا دیا جائے گا' پھر لوگوں کو ان کی نیتوں کے اعتبار سے (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۱۱۸' صحیح مسلم: ۲۸۸۴)

۱۹۰۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا' غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ' وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پہلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا اور جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے' اس کے پہلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابٌ اَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے

۱۹۰۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ' وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ' حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ' يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ' فَاِذَا لَقِيَهٗ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ' كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خیر کی سخاوت کرنے والے تھے اور رمضان میں آپ سب سے زیادہ سخاوت کرتے تھے' جب آپ سے حضرت جبریل ملاقات کرتے تھے' اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان ختم ہو جاتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ قرآن مجید کو دہراتے تھے' پس جب آپ سے حضرت جبریل

مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

علیہ السلام ملاقات کرتے تو آپ بارش برسانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ، وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ

جس نے روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہیں چھوڑا

اس باب کے عنوان میں ''الزور'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جھوٹ بولنا' حق سے تجاوز کرنا' تہمت لگانا اور باطل پر عمل کرنا۔

١٩٠٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ. [طرف الحدیث: ۶۰۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے اور پینے کے چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۶۲' سنن ترمذی: ۷۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۹)

روزے میں جھوٹ بولنے سے یہ خطرہ ہے کہ روزہ قبول نہ ہو

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ روزہ کا حکم یہ ہے کہ جھوٹی اور فحش باتوں کو ترک کر دیا جائے اور اگر اس نے جھوٹی اور فحش باتوں کو اور فحش کاموں کو ترک نہیں کیا تو اس کا روزہ ناقص ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہوگا اور اس کے روزہ کے نامقبول ہونے کا موجب ہوگا۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس سے کہا جائے کہ اگر تم جھوٹی باتوں کو نہیں چھوڑتے تو تم روزہ رکھنا چھوڑ دو بلکہ اس حدیث کا معنی اس کو جھوٹ بولنے سے ڈرانا ہے' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر (انگور کی شراب) کو فروخت کیا اس کو چاہیے کہ وہ خنزیر کو (بھی) ذبح کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۸۹' مسند الحمیدی: ۷۶۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۵' سنن دارمی: ۲۱۰۲' المعجم الکبیر: ۸۸۴' ج ۲۰' المعجم الاوسط: ۸۵۲۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۲۱۴' ج ۳۰ ص ۱۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں آپ نے خنزیر کو ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ نے ڈرانے کے لیے اور شراب فروخت کرنے کی سنگینی کو بیان کرنے کے لیے اس طرح فرمایا ہے' اسی طرح آپ نے روزہ دار کو جھوٹ بولنے اور جھوٹی باتوں پر عمل کرنے سے ڈرایا ہے تاکہ وہ ان کو ترک کر دے اور اس کے روزہ رکھنے کا اجر کامل ہو جائے۔

اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی ضرورت نہیں ہے' یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کہ جو شخص جھوٹ بولنے کو ترک کر دے یا جھوٹ نہ بولے' اس کے روزہ رکھنے کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہے بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا

روزہ قبول نہیں فرمائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۰-۱۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۴ھ)

جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹنے کے متعلق اختلافِ علماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ غیبت' جھوٹ اور چغلی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ جمہور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا' تاہم روزے کے تمام وکمال کے لیے ان سے احتراز کرنا ضروری ہے' امام غزالی اور بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

لیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: دو خصلتیں ایسی ہیں جس نے ان سے اپنی حفاظت کی اس کا روزہ سلامت رہے گا:

(۱) غیبت اور (۲) جھوٹ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۰ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اعمش بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ فقہاء کہتے ہیں کہ جھوٹ روزہ دار کا روزہ توڑ دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۱ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یزید بن ابان بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا گوشت کھاتا رہا' اس کا روزہ نہیں ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۹۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

روزے کے تمام وکمال کے لیے جھوٹ اور غیبت کو ترک کرنا

سلیمان بن موسیٰ نے بیان کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم روزہ رکھو تو تمہارے ساتھ تمہاری سماعت اور بصارت کا بھی روزہ ہونا چاہیے اور تمہاری زبان کا جھوٹ اور گناہ سے روزہ ہونا چاہیے اور تم اپنے خادم کی ایذاء پر کچھ نہ کہنا اور تمہیں اپنے روزہ کے دن میں وقار اور متانت کے ساتھ رہنا چاہیے اور اپنے روزہ چھوڑنے کے دن کو اور روزہ رکھنے کے دن کو ایک جیسا نہ کر دینا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۷۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روزہ صرف کھانے' پینے کو ترک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ' جھوٹ' باطل اور لغو باتوں کو ترک کرنے کا نام ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۷۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روزہ صرف کھانے' پینے کو ترک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ جھوٹ' باطل اور لغو چیزوں کے ترک کا نام ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۷۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت حفصہ بیان کرتی ہیں کہ ابوالعالیہ نے کہا: روزہ دار اس وقت تک عبادت میں رہتا ہے جب تک غیبت نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۹ - بَابٌ هَلْ يَقُوْلُ اِنِّي صَائِمٌ اِذَا شُتِمَ

جب روزہ دار کو گالی دی جائے تو کیا وہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں!

۱۹۰۴ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ، فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ، وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبردی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبردی از ابی صالح الزیات' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے' پس بے شک روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا' اور روزہ ڈھال ہے' جب تم میں سے کوئی شخص کسی دن روزہ سے ہو تو وہ فحش بات کرے نہ شور کرے' اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ میں روزے سے ہوں' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو ضرور اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہوں گی جن سے وہ خوش ہوگا' ایک خوشی اس وقت ہوگی جب وہ روزہ افطار کرے گا اور دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب وہ اپنے روزے کی وجہ سے اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلٰى نَفْسِهِ الْعُزُوْبَةَ

اس کنوارے مرد کا روزے رکھنا جس کو اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہو

اس باب کے عنوان میں ''عُزوبۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی اصل میں بُعد ہے یعنی جو نکاح سے بعید ہو' جس شخص کی بیوی نہ ہو اس کو ''عزبہ'' کہتے ہیں اور جس عورت کا خاوند نہ ہو اس کو ''عزبۃ'' کہتے ہیں۔ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''عزب'' کا معنی ہے: جو نکاح سے بعید ہو اور یہاں ''عزوبۃ'' سے مراد زنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۶)

۱۹۰۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ.

[اطراف الحدیث: ۵۰۶۵۔۵۰۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابراہیم از علقمہ' انہوں نے بیان کیا: جس وقت میں حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا تو انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے تو ایک بار آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو' وہ نکاح کر لے کیونکہ نکاح نظر کو نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ لازماً روزے رکھے کیونکہ روزے اس کو خصی کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۰۰' الرقم المسلسل: ۳۳۸۸' سنن ابوداؤد: ۲۰۴۶' سنن ترمذی: ۱۰۸۳' سنن نسائی: ۳۲۰۶۔ ۲۲۳۵' سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۵' مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۸۰' مسند الحمیدی: ۱۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۲۷۔ ۱۲۶' سنن کبریٰ: ۷ ۲۵۴' المعجم الکبیر: ۱۰۱۶۸' شرح السنۃ: ۲۲۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۴' مسند احمد: ۴۰۲۳۔ ج ۷ ص ۱۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان' یہ عبد اللہ بن عثمان ہیں (۲) ابوحمزہ' ان کا نام محمد بن میمون السکری ہے (۳) سلیمان الاعمش ہے (۴) ابراہیم نخعی (۵) علقمہ بن قیس نخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ لازماً روزے رکھے کیونکہ روزے رکھنا اس کو خصی کر دیتا ہے۔

روزے سے شہوت ٹوٹتی ہے' اس پر ایک اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نکاح نہ کرنے کے لیے دواؤں کے ذریعہ خصی ہونے کا ثبوت ہے۔ علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ انسان کو خصی ہونے کا اختیار ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ روزہ نکاح کی شہوت کو قطع کرنے والا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ روزہ رکھنے سے طبعی حرارت تیز اور متحرک ہوتی ہے تو اس سے شہوت کیسے کم ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداء میں ایسا ہوتا ہے لیکن جب انسان مسلسل روزے رکھتا ہے تو پھر اس کی شہوت کم ہو جاتی ہے کیونکہ نکاح کی شہوت کھانے پینے کی شہوت کے تابع ہے' کھانے پینے سے بدن کو قوت حاصل ہوتی ہے اور اس سے نکاح کی شہوت میں اضافہ ہوتا ہے اور کھانے پینے میں کمی کرنے سے بدن کی قوت میں کمی ہوتی ہے اور اس سے نکاح کی شہوت میں تخفیف ہوتی ہے۔

نکاح کا حکم اس کے لیے ہے جس کے خون میں ہیجان ہو اور اُبال اٹھتا ہو اور جمہور کے نزدیک یہ حکم استحباب کے لیے ہے' واجب نہیں ہے۔

نکاح کرنے کی اقسام اور نکاح کرنے کے متعلق احادیث

نکاح کی تین قسمیں ہیں: ایک یہ کہ جب آدمی کی حالت اعتدال پر ہو یعنی اس کے خون میں زیادہ اُبال نہ ہو اور اس کی مالی حالت مستحکم ہو اور وہ بیوی بچوں کا خرچ اٹھا سکتا ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا سنت ہے۔ اس مسئلہ میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا' مسواک کرنا' خوشبو لگانا اور نکاح کرنا میری سنت میں سے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۸۶' مصنف عبد بن حمید: ۲۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۱' سنن ترمذی: ۱۰۸۰)

حضرت سعید بن ابی ہلال رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح کرو اور تم اپنی تعداد کثیر کرو' کیونکہ میں دوسری اُمتوں پر تمہاری کثرت کے سبب سے فخر کروں گا' ایک آدمی اہل ذمہ کی جوان اور حسین عورت سے نکاح کرتا ہے اور جب وہ بوڑھی ہو جاتی ہے تو اس کو طلاق دے دیتا ہے' عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو' عورت کا اپنے خاوند پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو کھلائے اور پہنائے اور اگر وہ بے حیائی کا کام کرے تو اس کو ...

(مصنف عبدالرزاق:۲۸۸۷ ‛ج ۶ ص ۱۳۸‛ دارالکتب العلمیہ‛ بیروت‛ ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک صاحب آئے جن کا نام عکاف بن بشر التمیمی تھا‛ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تمہاری بیوی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کوئی باندی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: تم خوش حال اور خیریت سے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں خوش حال اور خیریت سے ہوں! آپ نے فرمایا: تب تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو‛ اگر تم نصاریٰ میں سے ہوتے تو ان کے راہبوں میں سے ہوتے! بے شک ہماری سنت میں سے نکاح کرنا ہے‛ تم میں بدترین لوگ کنوارے ہیں اور تمہارے بدترین مُردے کنوارے ہیں‛ تم شیاطین کے ساتھ کھیلتے ہو‛ شیاطین کے پاس صالحین کے خلاف عورتوں سے زیادہ کوئی مؤثر ہتھیار نہیں ہے‛ ماسوا شادی شدہ لوگوں کے‛ وہ پاکیزہ لوگ ہیں‛ بے حیائی سے بَری ہیں‛ اے عکاف! تم پر افسوس ہے! یہ عورتیں حضرت ایوب‛ حضرت داؤد‛ کرسف اور حضرت یوسف علیہم السلام کے زمانوں کی عورتوں کی طرح ہیں‛ بشر بن عطیہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کرسف کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک شخص تھا جو تین سو سال تک سمندر کے ساحلوں میں سے کسی ساحل پر اللہ کی عبادت کرتا رہا‛ پھر کسی عورت کے عشق کے سبب سے اس نے اللہ العظیم کا کفر کیا اور وہ اپنے رب کی جو عبادت کرتا تھا اس کو چھوڑ دیا‛ پھر اس کے بعض نیک کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی تلافی کی تو اس کی توبہ قبول فرمائی‛ تم پر افسوس ہے! اے عکاف! تم نکاح کرو‛ ورنہ تم مُذبذبین (ڈانواں ڈول قسم کے لوگوں) میں سے ہو جاؤ گے‛ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ میرا نکاح کر دیجئے‛ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلثوم الحمیری کی بیٹی سے ان کا نکاح کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق:۲۸۸۵‛ مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۳)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا: کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے کہا: تم احمق ہو یا بدکار ہو! ایک روایت میں ہے: آپ نے کہا: تم نامرد ہو یا بدکار ہو۔ (مصنف عبدالرزاق:۱۰۴۲۵-۱۰۴۲۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ نکاح کرنے کی دوسری قسم یہ ہے کہ جب انسان میں غلبہ شہوت ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ جب انسان کو یہ خوف ہو کہ وہ انصاف نہیں کر سکے گا تو اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہے‛ کیونکہ متعدد مصلحتوں کی وجہ سے نکاح مشروع کیا گیا ہے اور جب اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے گا تو پھر وہ مصلحتیں حاصل نہیں ہو سکیں گی‛ پھر اس حالت میں اس کو روزوں کے ساتھ مشغول رہنا چاہیے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مشروع کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کو مستحب قرار دیا ہے تاکہ مسلمان اپنے کامل دین پر رہیں اور وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھ کر اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کر کے اپنے کمالِ دین پر قائم رہیں‛ اور چونکہ تمام لوگ عورتوں سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتے اور بعض اوقات ان کو نکاح کے بعد بھی بدکاری کا خوف ہوتا ہے تو اس خطرہ کو دور کرنے کے لیے اور ان کی شہوات کے زور کو توڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزوں کو مشروع کیا جو شہوتِ جماع کی تحریک کو قطع کرتے ہیں اور اعصاب اور پٹھوں کو ڈھیلا کر دیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۸-۳۹۷‛ موضحاً مخرجاً‛ دارالکتب العلمیہ‛ بیروت‛ ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث‛ شرح صحیح مسلم: ۳۲۹۵- ج ۳ ص ۹۷۷ پر مذکور ہے‛ اس کی شرح میں درج ذیل عنوان ہیں:
① نکاح کی اقسام میں مذاہب فقہاء ② نکاح کرنا افضل ہے یا نفلی عبادت ③ ترک سنت کے دو محمل ④ تبتل کا معنی۔

۱۱ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جب تم ہلال (رمضان) دیکھو تو روزے رکھو اور جب تم (ہلال) عید دیکھو تو روزے چھوڑ دو

وَقَالَ صِلَةٌ عَنْ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور صلہ نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ سے یہ روایت ہے کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا' اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ابن حزم نے یہ کہا ہے کہ صلہ سے مراد صلہ بن اشیم ہے اور یہ ان کا وہم ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ صلہ سے مراد صلہ بن زفر ہے' اور عمار سے مراد حضرت عمار بن یاسر العبسی ہیں جو جنگ صفین میں شہید ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۸)

تعلیق مذکور کی حدیث موصول درج ذیل کتب حدیث میں ہے:

سنن ترمذی: ۶۸۶' سنن ابوداؤد: ۲۳۳۴' سنن نسائی: ۲۱۸۷' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۵۔

یوم شک ۳۰ شعبان کے دن کو کہتے ہیں جس میں لوگ یہ کہیں کہ چاند دکھائی دے گیا ہے اور شرعی طور پر اس کی رؤیت ثابت نہ ہو' یعنی ایک شخص چاند دیکھنے کی گواہی دے اور اس کی گواہی مسترد کر دی گئی ہو یا دو شخص گواہی دیں اور وہ دونوں فاسق ہوں اور ان دونوں کی گواہی مسترد کر دی گئی ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یوم شک کا نفلی روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ اہل علم کا قول ہے' اوزاعی' لیث بن سعد' امام احمد' اسحاق اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اس دن کا روزہ رکھتی تھیں۔ قاضی ابویعلیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت انس بن مالک' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم یہ سب یوم شک کا روزہ رکھتے تھے (یعنی نفلی روزہ رکھتے تھے)۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ تمام اکابر صحابہ اور فقہاء تابعین یوم شک کو رمضان کا فرض روزہ نہیں رکھتے تھے جس کے رکھنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے بلکہ یہ اس دن نفلی روزہ رکھتے تھے۔

نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یوم شک کے روزے کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) کوئی شخص اس دن رمضان کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھے' اس نیت سے روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس میں اوزاعی اور سفیان ثوری کا اختلاف ہے۔

(۲) کسی اور فرض روزے کی نیت کر کے روزہ رکھنا مثلاً اس پر کسی اور رمضان کے روزے یا نذر کے روزہ کی قضاء واجب ہو یا وہ کسی کفارہ کا روزہ رکھے' یہ بھی مکروہ ہے مگر اس کی کراہت پہلی قسم کی کراہت سے کم ہے۔

(۳) وہ نفلی روزہ کی نیت کرے' یہ ہمارے نزدیک مکروہ نہیں ہے' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

(۴) وہ سحری کے وقت یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو وہ روزہ رکھے گا اور اگر شعبان ہوا تو وہ روزہ نہیں رکھے گا' اس نیت کے ساتھ اس کا کوئی بھی روزہ نہیں ہوا۔

(۵) وہ یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو اس کا رمضان کا روزہ ہے ورنہ اس پر جو کوئی اور روزہ واجب ہے' وہ روزہ ہے' یہ روزہ بھی مکروہ ہے۔

(۶) وہ یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو اس کا رمضان کا روزہ ہے ورنہ نفلی روزہ ہے' یہ روزہ بھی مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یوم شک کا نفلی روزہ رکھنے پر فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ یوم شک کا نفلی روزہ رکھنا جائز ہے' صاحب ہدایہ نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یوم شک میں رمضان کا روزہ نہ رکھا جائے صرف نفلی روزہ رکھا جائے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۹۳) مگر علامہ زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نے کہا ہے: یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۴۶۰) اسی طرح علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے کہا ہے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲۰) تاہم علامہ ابن ہمام نے حضرت عمران کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۸۳) لہٰذا تیس شعبان کا نفلی روزہ رکھنا جائز قرار پایا اور امام طحاوی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس شخص کی کسی دن روزہ رکھنے کی عادت ہو اور وہ دن تیس شعبان ہو تو اس کا نفلی روزہ جائز ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۷۴)

١٩٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ' فَقَالَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ' وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ' فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا' پھر فرمایا: تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم ہلال (رمضان) دیکھ لو اور تم روزہ نہ چھوڑو حتیٰ کہ تم ہلال (شوال) دیکھ لو اور اگر تم پر مطلع غبار آلود یا اَبر آلود ہو تو (روزوں کی) گنتی پوری کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۰۰ میں گزر چکی ہے۔

١٩٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً' فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ' فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے' اس لیے تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم (ہلال رمضان کو) دیکھ لو' پس اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الرقم المسلسل: ۲۳۹۱' سنن ابوداؤد: ۲۳۲۱-۲۳۲۰' سنن نسائی: ۲۱۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۵' صحیح ابن حبان: ۳۴۵۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۱۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۱۱۔ ج ۸ ص ۲۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

١٩٠٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا. وَخَنَسَ الْاِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ. [اطراف الحدیث: ۱۹۱۳-۵۳۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جبلہ بن سحیم' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ اتنے دنوں کا اور اتنے [illegible] (آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کیا) اور تیسری

المسلسل:۲۳۹۵' باقی تخریج حسب سابق ہے) بار میں انگوٹھے کو دبالیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں بار اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر دکھایا' یہ بیس عدد ہوئے اور تیسری بار ایک انگوٹھے کو دبالیا' یہ نو دن ہوئے اور کل انتیس دن ہوئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس اشارہ سے بات سمجھ میں آ جائے' اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔

۱۹۰۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اَوْ قَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ' فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے' یا کہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو اور اگر چاند چھپا ہوا ہو تو شعبان کے تیس روزوں کی گنتی پوری کرو۔

(صحیح مسلم:۱۰۸۱' الرقم المسلسل:۲۴۰۳' سنن نسائی:۲۱۱۵' سنن ابن ماجہ:۱۶۵۵' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۰۸' صحیح ابن حبان:۳۴۴۳' مصنف عبدالرزاق:۷۳۰۴' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' مسند احمد:۷۵۱۶۔ ج ۱۲ ص ۴۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح بھی سابق حدیث:۱۹۰۰ کی مثل ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

علم نجوم اور چاند کی منازل کا سفر ہلال رمضان اور ہلال عید کے سفر میں معتبر نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر گرد و غبار یا اَبر چھا جانے کی وجہ سے تمہیں چاند نظر نہ آئے تو تم شعبان کے تیس دن پورے کرو کیونکہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملہ میں علوم نجوم اور چاند کی منازل اور اس کے سفر کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ اگر آپ روزے کے معاملہ میں اپنی امت کو اس کا مکلف کرتے تو ان پر دشوار ہوتا' کیونکہ نجوم اور چاند کے سفر کا علم بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے دین کے اندر کوئی تنگی اور دشواری نہیں رکھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صورت میں تیس دن پورے کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کی سب کو معرفت ہوتی ہے' سو آپ نے یہ ہدایت دی ہے کہ جب چاند دکھائی نہ دے تو شعبان کے تیس دن پورے کرنے کے بعد روزے رکھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان کی اتنی حفاظت کرتے تھے جتنی دوسرے مہینوں کی حفاظت نہیں کرتے تھے' پس جب آپ ہلال رمضان کو دیکھ لیتے تو روزہ رکھتے' پس اگر مطلع ابر آلود ہوتا تو آپ تیس دن پورے کرتے' پھر روزہ رکھتے۔ (سنن ابوداؤد:۲۳۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے ثبوت کے لیے کسی اور علم کی ضرورت نہیں ہے' اگر ایسا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چاند دکھائی نہ دینے کی صورت میں اس علم کا اعتبار کرتے اور ہمیں اس کا حکم دیتے۔

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ رمضان کا روزہ [illegible] ثابت ہو جائے کہ شعبان کا مہینہ ختم ہو گیا ہے

اور یہ یقین اس وقت حاصل ہوگا جب رمضان کا چاند دکھائی دے یا شعبان کے تیس دن پورے ہو جائیں' اسی طرح رمضان کے مہینے کے نکلنے کا یقین بھی اس وقت حاصل ہوگا جب شوال کا چاند دکھائی دے یا رمضان کے تیس روزے پورے ہو جائیں' نیز عنقریب یہ حدیث آرہی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم ایسی امت ہیں جو (مکتب میں) پڑھی لکھی نہیں ہے' نہ ہم (مہینے کو) لکھتے ہیں نہ (اس کا) حساب کرتے ہیں' مہینہ اس طرح' اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے (آپ نے دو بار ہاتھ کی انگلیوں سے دس کا اشارہ کیا) اور تیسری بار ایک انگلی کو دبا لیا' یعنی مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور تیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۱۳' صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الرقم المسلسل: ۲۴۰۰' سنن ابوداؤد: ۲۳۱۹' سنن نسائی: ۲۱۳۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان یا عید کے چاند کو علوم نجوم یا چاند کی منازل سفر کے حساب سے معین کرنا شریعت میں معتبر نہیں ہے' شریعت میں معتبر صرف یہ ہے کہ چاند دکھائی دے ورنہ پھر شعبان یا شوال کے تیس روزے پورے کیے جائیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

رؤیت ہلال رمضان و عید کے مسئلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر مطلع ابر آلود ہو یا اس پر گرد و غبار ہو تو امام (سربراہِ ملک یا مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا چیئرمین) ایک نیک آدمی کی گواہی کو قبول کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت' آزاد ہو یا غلام کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے اس لیے یہ روایت احادیث کے مشابہ ہے' گواہی دینے کے لیے گواہ کا نیک اور صالح ہونا' اس لیے ضروری ہے کہ دینی معاملات میں فاسق کا قول قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رؤیت ہلال رمضان میں ایک آدمی کی گواہی کو قبول فرمایا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی نے آکر کہا: بے شک میں نے ہلال دیکھا ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

(سنن ترمذی: ۶۹۱' سنن ابوداؤد: ۲۳۴۰' سنن نسائی: ۲۱۱۲' سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۲)

پھر جب امام ایک صالح آدمی کی گواہی قبول کرے تو سب تیس روزے رکھیں' ایک صالح آدمی کی گواہی سے رمضان کی رؤیت ہلال تو ثابت ہو گی لیکن عید کے ہلال کے لیے ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہے۔

اور جب آسمان پر ابر یا گرد و غبار نہ ہو اور مطلع صاف ہو تو ایک آدمی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ اتنی جماعت کثیرہ چاند دیکھنے کی خبر دے جن کے خبر دینے سے یقین ہو جائے' اس کے برخلاف جب مطلع ابر آلود ہو تو ایک آدمی کی خبر سے اس لیے رؤیت ثابت ہو جائے گی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک آن کے لیے چاند سے یہ بادل ہٹ گیا ہو اور اس وقت کسی آدمی نے چاند کو دیکھ لیا ہو۔

جماعت کثیرہ کے متعلق کئی اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک محلہ کے لوگ ہوں' امام ابو یوسف کا قول ہے کہ پچاس آدمی ہونے چاہئیں (اس طرح اور بھی اقوال ہیں' اس کو خبر مستفیض کہتے ہیں)۔

اور جب آسمان پر گرد و غبار یا ابر ہو تو ہلال عید کے ثبوت کے لیے ایک آدمی کی رؤیت کافی نہیں ہوگی' اس کے لیے کم از کم دو آدمیوں کی گواہی ہونی چاہیے کیونکہ اس کے ساتھ بندے کا نفع متعلق ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۹۶۔ ۱۹۵ ملخصاً و مخرجاً' طبع کراچی)

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ ھ لکھتے ہیں:

رمضان کا روزہ رکھنے اور چھوڑنے کے لزوم میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) دو صالح آدمیوں کی گواہی کے بغیر نہ رمضان کا روزہ رکھا جائے گا نہ چھوڑا جائے گا' یہ امام مالک' امام اسحاق' امام احمد اور امام شافعی کا ایک قول ہے۔

(۲) امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ رمضان تو ایک آدمی کی گواہی سے ثابت ہو جائے گا لیکن عید دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر ثابت نہیں ہوگی۔

(۳) ابوثور کا قول یہ ہے کہ ایک آدمی کی گواہی سے روزہ رکھا بھی جائے گا اور چھوڑا بھی جائے گا۔

(۴) جب آسمان صاف ہو تو بغیر خبر مستفیض کے ہلال رمضان کی رؤیت ثابت نہیں ہوگی۔

(عارضۃ الاحوذی جز ۳ ص ۱۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

۱۹۱۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ' عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ' عَنْ عِكْرَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلٰى مِنْ نِّسَائِهٖ شَهْرًا' فَلَمَّا مَضٰى تِسْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ يَوْمًا غَدَا' اَوْ رَاحَ' فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّكَ حَلَفْتَ اَنْ لَّا تَدْخُلَ شَهْرًا! فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا. [طرف الحدیث: ۵۲۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از عکرمہ بن عبد الرحمان از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جائیں گے' جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح یا شام کو ان کے پاس آ گئے' آپ سے کہا گیا کہ آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہیں آئیں گے تو آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۵' الرقم المسلسل: ۲۴۱۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۱' سنن کبریٰ: ۹۱۸۵' المعجم الکبیر: ۶۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۶۹۸۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۶۸۳۔ ج ۴۴ ص ۲۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل الضحاک بن مخلد (۲) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۳) یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی (۴) عکرمہ بن عبد الرحمٰن بن الحارث المخزومی' یہ یزید بن عبد الملک کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۰۳)

ایلاء کی تحقیق

اس حدیث میں ایلاء کا ذکر ہے' ایلاء کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ: ۲۲۷۔۲۲۶)

جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں ان کے لیے چار مہینہ کی مہلت ہے' اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کر لیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ۝ اور اگر انہوں نے طلاق کا ارادہ کر لیا ہے تو بے شک اللہ خوب سننے والا

بہت جاننے والا ہے O

شرعاً ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ چار مہینے تک اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کرے گا' اگر اس نے چار مہینہ سے کم کے اندر اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے چار مہینہ تک اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کی تو اس کی بیوی پر از خود طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی' اور اگر اس نے چار مہینہ سے کم کی قسم کھائی تھی تو یہ شرعی ایلاء نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۴۰۲-۴۰۱' شرکت علمیہ' ملتان)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی اس لیے یہ شرعی ایلاء نہیں تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۱۹- ج ۳ ص ۶۴ میں مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) چاند دیکھنے کے بعد کی دعا (۲) رؤیت ہلال میں مذاہب ائمہ (۳) سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ (۴) پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ (۵) سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے؟

۱۹۱۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اٰلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهٖ، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهٗ فَاَقَامَ فِيْ مَشْرَبَةٍ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً، ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اٰلَيْتَ شَهْرًا؟ فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلاء کیا اور آپ کی ٹانگ میں چوٹ آ گئی تھی (ٹانگ کا جوڑ اپنی جگہ سے کھسک گیا تھا) آپ انتیس راتوں تک بالاخانے (مچان) میں رہے' پھر آپ اتر آئے' لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی' تو آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلاء کرنے کے متعلق صریح حدیث اور ایلاء کی وجہ

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایلاء کیا' اور حرام قرار دیا (یعنی) حلال کو حرام قرار دیا اور قسم میں کفارہ مشروع کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۰۱' سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۲)

اس حدیث میں حلال کو حرام قرار دینے سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ایک حلال چیز سے نفع اٹھانے سے اپنے آپ کو روک لیا' اور شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا یا حضرت ماریہ قبطیہ سے مقاربت کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔

علامہ ابوبکر ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی اور آپ نے وہ ایک ماہ بالا خانہ (مچان) پر گزارا تھا' اس کی حسب ذیل تین وجوہ ہو سکتی ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام المومنین زینب [illegible] کے ہاں ٹھہرے اور وہ آپ کو شہد پلاتی تھیں' حضرت عائشہ اور

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی محبت سے مغلوب ہو کر یہ مشورہ کیا کہ وہ آپ سے کہیں گی کہ آپ سے مغافیر (کیکر کے گوند) کی بو آ رہی ہے' آپ نے مغافیر تو نہیں پیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے (حضرت) زینب کے پاس شہد پیا تھا' اگر تم کو یہ ناگوار معلوم ہوتا ہے تو میں دوبارہ شہد نہیں پیوں گا' ان کی اس بات سے آپ ناراض ہوئے اور آپ نے ان کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھالی۔

(۲) آپ نے حضرت حفصہ کی باری میں ان کے گھر میں حضرت ماریہ قطبیہ سے مقاربت کی' اس وقت حضرت حفصہ گھر میں نہیں تھیں' جب وہ آئیں اور ان کو پتا چلا تو وہ بہت روئیں تو آپ نے ان کو راضی کرنے کے لیے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لیا' پھر آپ نے اس بات پر ناراض ہو کر ایک ماہ کے لیے حضرت حفصہ سے ایلاء کر لیا۔

التحریم: ۵۔۱ کی آیات میں ان واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) ازواجِ مطہرات نے آپ سے زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا تھا تا کہ وہ عمدہ لباس اور اچھی چیزیں خریدیں' اس سے آپ ناراض ہوئے اور آپ نے ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ کے لیے ایلاء کر لیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًاO وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًاO (الاحزاب: ۲۹۔۲۸)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوںO اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا' تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہےO

(عارضۃ الاحوذی ج: ۵ ص ۱۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

۱۲ - بَابٌ شَهْرَا عِيْدٍ لَّا يَنْقُصَانِ

عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے

اس باب کے عنوان میں عید کے جن دو مہینوں کا ذکر ہے' ان سے مراد رمضان اور ذوالحجہ ہے' ہر چند کہ عید شوال میں ہوتی ہے لیکن رمضان کے مہینہ پر عید کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے کیونکہ رمضان کے متصل بعد عید کا وقوع ہوتا ہے یا رمضان کے روزوں کی جزاء میں عید کی نعمت ملتی ہے۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ إِسْحَاقُ وَإِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَامٌّ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَّا يَجْتَمِعَانِ كِلَاهُمَا نَاقِصٌ.

امام ابو عبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ اسحاق بن راھویہ نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا: اگر رمضان کے دن تیس ایام سے کم ہوں تب بھی وہ مکمل ہیں یعنی پورے ایک ماہ کے روزوں کا ثواب ملتا ہے' اور محمد بن سیرین نے کہا: یہ دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے یعنی دونوں مہینے انتیس دن کے نہیں ہوتے' اگر ایک مہینہ ۲۹ دن کا ہو تو دوسرا مہینہ ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔

۱۹۱۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ إِسْحَاقَ يَعْنِي ابْنَ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اسحاق سے سنا یعنی ابن سوید سے از عبدالرحمان بن

وَسَلَّمَ. ح. وَحَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرَا عِيدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحَجَّةِ.

از والد خود از نبی ﷺ (ح) اور مجھے مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن ابی بکرہ نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: دو مہینے کم نہیں ہوتے جو عید کے دو مہینے ہیں' رمضان اور ذوالحجہ۔

صحیح مسلم: ۱۰۸۹' الرقم المسلسل: ۲۴۲۰' سنن ابوداؤد: ۲۳۲۳' سنن ترمذی: ۶۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۶۳' مسند البزار: ۳۶۲۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۹۹۔ ج ۳۴ ص ۴۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے متعدد محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے' اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) بعض علماء نے کہا کہ یہ دو مہینے ہر چند کہ حساب کے اعتبار سے کم ہوں لیکن حکم کے اعتبار سے کم نہیں ہوتے۔

(۲) بعض نے کہا: یہ دونوں مہینے ایک سال میں کم نہیں ہوتے' اگر ان میں سے ایک انتیس دن کا ہو تو دوسرا تیس دن کا ہوتا ہے۔

(۳) ذوالحجہ کا مہینہ اجر و ثواب میں رمضان سے کم نہیں ہوتا۔

(۴) امام ابن حبان نے کہا: اگرچہ آنکھ سے دیکھنے میں دو مہینے تیس دنوں سے کم ہوں کیونکہ آنکھوں کے سامنے بادل یا گرد و غبار حائل ہو جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ کم نہیں ہوتے۔

(۵) امام ابن حبان نے دوسرا معنی یہ بیان کیا ہے کہ یہ دو مہینے فضائل میں کم نہیں ہوتے۔

(۶) امام طحاوی نے کہا: خواہ یہ دونوں مہینے انتیس دن کے ہوں پھر بھی یہ فضائل میں کم نہیں ہیں کیونکہ ایک مہینہ میں روزے ہیں اور دوسرے میں حج ہے۔

(۷) علامہ المازری نے کہا: ایک سال میں ان دونوں مہینوں کے دن تیس سے کم نہیں ہوں گے۔

(۸) علامہ خطابی نے کہا: ذوالحجہ کا اجر رمضان کے اجر سے کم نہیں ہے۔

(۹) علامہ ابن بطال نے کہا: امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور عطاء اور حسن بصری کا قول یہ ہے کہ ہر چند کہ میدان عرفات کے وقوف کے دن میں اجتہادی خطاء ہو جائے یا رمضان کے روزوں میں خطاء اجتہادی ہو جائے' ان کے اجر میں کمی نہیں ہوتی۔

(۱۰) علامہ طیبی نے کہا ہے کہ ان دو مہینوں کی تخصیص اس لیے فرمائی گئی کہ اگر ان دو مہینوں میں اجتہادی خطاء ہو جائے تو ان کے اجر و ثواب میں کمی نہیں ہوتی اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ باقی مہینوں کے اجر و ثواب میں کمی ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۰۸۔ ۴۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' بیروت)

* اس باب کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۲۷۔ ج ۳ ص ۷۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں

۱۹۱۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

الْاَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا. يَعْنِيْ مَرَّةً تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاسود بن قیس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: ہم ایسی امت ہیں جو (مکتب میں) پڑھی ہوئی نہیں ہے ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں مہینہ اس طرح یا اس طرح ہوتا ہے یعنی کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٩٠٨ میں کی جا چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جار ہے ہیں:

اُمّی کے متعدد معانی اور حساب نہ کرنے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم اُمّی امت ہیں اس کے حسب ذیل معانی ہیں:

(١) اُمّی کا معنی ہے: جو اُم (ماں) کی طرف منسوب ہو اور ماں عموماً مکتب میں پڑھی ہوئی نہیں ہوتی۔

(٢) اس سے مراد ہے: امت عرب (یعنی عرب والے) اور وہ عموماً لکھتے نہیں تھے۔

(٣) ہم جس کیفیت سے اپنی ماؤں سے پیدا ہوئے اسی کیفیت پر باقی ہیں۔

(٤) ہم ام القریٰ یعنی مکہ کی طرف منسوب ہیں یا اپنی اُمہات کی طرف منسوب ہیں۔

(٥) ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں کیونکہ عربوں میں لکھنا پڑھنا بہت نادر تھا قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ. وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا۔ (الجمعہ: ٢)

(٦) حساب نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ ہم علم نجوم کا حساب نہیں کرتے یا ستاروں کے چلنے اور ان کی رفتار کا حساب نہیں رکھتے۔

(٧) ہم ایسی امت ہیں جس کو اپنے روزوں اور دیگر عبادات میں حساب و کتاب کی معرفت کا مکلف نہیں کیا گیا ہماری عبادات واضح نشانیوں اور اُمورِ ظاہرہ کے ساتھ مربوط ہیں۔

(٨) اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ کے تعین میں علم نجوم کا دخل نہیں ہے اور ستاروں کی رفتار کے حساب کا دخل نہیں ہے۔

(٩) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ روزہ تیس کا بھی ہوتا ہے اور انتیس کا بھی ہوتا ہے اس کا معنی ہے کہ ہاتھ کے اشارے سے عدد کا تعین صحیح ہے لہٰذا کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے اور انگلیوں سے تین کا اشارہ کرے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔

١٤ - بَابٌ لَّا يَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَّلَا يَوْمَيْنِ

رمضان سے ایک روز پہلے یا دو روز پہلے روزہ نہ رکھے

١٩١٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے

سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ ایک آدمی کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو تو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۲' الرقم المسلسل: ۲۴۰۷' سنن ابوداؤد: ۲۳۳۵' سنن ترمذی: ۶۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۱۸۴۔ج ۱۶ ص ۱۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعبان کے آخری دن نفلی روزہ رکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر' حضرت علی' حضرت عمار' حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے سعید بن المسیب' شعبی' نخعی حسن بصری' ابن سیرین اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ شعبان کے آخری دن نفلی روزہ رکھنا صرف اس کے لیے جائز ہے جس کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو' انہوں نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم یہ حکم دیتے تھے کہ شعبان اور رمضان کے درمیان ایک دن یا دو دن روزہ نہ رکھ کر فصل کیا جائے' جس طرح وہ اس کو مستحب قرار دیتے تھے کہ فرض نماز اور نفل کے درمیان کلام کے ساتھ یا قیام کے ساتھ یا تقدیم یا تاخیر کے ساتھ فصل کیا جائے اور عکرمہ یہ کہتے تھے کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا' اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یوم شک کے نفلی روزہ کو جائز قرار دیا ہے' حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما یوم شک کا نفلی روزہ رکھتی تھیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کہتی تھیں کہ اگر میں شعبان کے آخری دن کا روزہ رکھوں تو وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں رمضان کے ایک دن کا روزہ نہ رکھوں' امام مالک' اوزاعی' امام ابوحنیفہ' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا: اس قول کی دلیل یہ ہے کہ ہم یوم شک کے روزہ کو قطعی طور پر مکروہ کہتے ہیں' جب اس نیت سے روزہ ہو کہ ہو سکتا ہے کہ وہ رمضان کا روزہ ہو یا اس خوف سے کہ وہ رمضان کا روزہ ہو تو فرض کے ساتھ وہ چیز مل جائے گی جو اس کی جنس نہیں ہے لیکن جب خالص نفل کی نیت سے روزہ رکھا جائے تو پھر اس میں شک کا معنی نہیں ہوگا۔ اس کی نیت یہ ہوگی کہ وہ رمضان کا روزہ نہیں رکھ رہا ہے جیسے اس دن وہ نذر کا روزہ یا قضاء رمضان کی نیت سے روزہ رکھے' اس دن صرف رمضان کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھنے کی ممانعت ہے اور نفلی روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹۔۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رمضان سے پہلے اس نیت سے روزہ نہ رکھو کہ وہ رمضان کے روزہ سے مختلط ہو جائے' جس طرح نصاریٰ نے اپنی فاسد رائے سے فرائض پر اضافہ کر دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیتے پہلے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا تو آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے' پھر بعد میں آپ کو اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا۔

آپ نے رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنے کی قوت اور فرح

حاصل ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۱۲۔۴۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۱۴۔ ج ۳ ص ۴۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (البقرہ:۱۸۷)۔

تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے' وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو' اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو' اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو۔ (البقرہ:۱۸۷)

آیت مذکورہ کا شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمانوں کا کیا حال تھا؟ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رمضان میں جب کوئی شخص روزہ رکھ کر شام کو سو جاتا تو اس پر کھانا' پینا اور عمل زوجیت حرام ہو جاتا' حتیٰ کہ وہ اگلے دن روزہ افطار کرتا' ایک رات کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دیر تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس باتیں کرتے رہے' پھر جب وہ گھر گئے تو ان کی بیوی سو رہی تھیں' حضرت عمر نے ان کے ساتھ عمل زوجیت کا ارادہ کیا' انہوں نے کہا: میں سو چکی ہوں' حضرت عمر نے کہا: تم نہیں سوئیں اور ان کے ساتھ عمل کر لیا' حضرت کعب بن مالک نے بھی اسی طرح کیا تھا' پھر صبح حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو رات کا ماجرا سنایا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو۔ (البقرہ:۱۸۷) پس اللہ تعالیٰ نے تمام رات میں کھانے' پینے اور عمل زوجیت کو مباح کر دیا' یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت اور رخصت ہے۔

اس آیت میں "الرفث" کا لفظ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء وغیرہم نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہاں پر جماع ہے یعنی عمل زوجیت' اور اس آیت میں ارشاد ہے: وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو' حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ نے کہا: اس کا معنی ہے: تم ان کے لیے باعث سکون ہو اور وہ تمہارے لیے باعث سکون ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ مرد اور عورت میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہم آغوش ہوتا ہے تو مناسب یہ تھا کہ رمضان کی راتوں میں بھی ان کو مجامعت کی اجازت دی جائے تاکہ روزے ان پر دشوار نہ ہوں اور وہ حرج میں مبتلا نہ ہوں۔

نیز اس آیت میں فرمایا: تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' یعنی اپنی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے تھے اور کھاتے اور پیتے تھے جب کہ رات کو سونے کے بعد یہ کام تمہارے لیے حرام کر دیئے گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۱۴۔۴۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹۱۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ

تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا، فَحَضَرَ الْاِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ اَنْ يُّفْطِرَ، لَمْ يَاْكُلْ لَيْلَتَهٗ وَلَا يَوْمَهٗ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَاِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا، فَلَمَّا حَضَرَ الْاِفْطَارُ اَتٰى اِمْرَاَتَهٗ فَقَالَ لَهَا اَعِنْدَكِ طَعَامٌ؟ قَالَتْ لَا، وَلٰكِنْ اَنْطَلِقُ فَاَطْلُبُ لَكَ، وَكَانَ يَوْمَهٗ يَعْمَلُ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ، فَجَاءَ تْهُ اِمْرَاَتُهٗ، فَلَمَّا رَاَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ، فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ﴾ (البقرہ:۱۸۷) فَفَرِحُوْا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا، وَنَزَلَتْ ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ (البقرہ:۱۸۷).

[طرف الحدیث:۴۵۰۸] (سنن ابوداؤد: ۲۳۱۴، سنن ترمذی:۲۹۶۸)

بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب پر یہ فرض تھا کہ جب کوئی شخص روزہ دار ہوتا اور پھر روزہ کے افطار کے وقت وہ افطار کرنے سے پہلے سو جاتا تو پھر وہ اس رات کو (شرعاً) کھا نہیں سکتا تھا اور نہ اس دن میں کھا سکتا تھا حتیٰ کہ شام ہو جاتی' اور حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ روزے سے تھے' جب افطار کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کھانا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! لیکن میں جا کر تمہارے لیے کچھ ڈھونڈتی ہوں' حضرت قیس دن بھر کام کرتے رہے تھے' اس لیے ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی' پھر ان کی بیوی آئی' اس نے ان کو سویا ہوا دیکھا تو کہا: یہ تمہاری نامرادی ہے' پھر جب (دوسرے دن کی) دوپہر ہو گئی تو ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی: تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ (البقرہ:۱۸۷) تب مسلمان اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی: اور کھاتے پیتے رہو' یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ (البقرہ:۱۸۷)

رمضان کی راتوں کے حلال ہونے کے متعلق دو روایتیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

زید بن اسلم اور ابراہیم التیمی نے کہا ہے کہ مسلمان ابتداء اسلام میں اس طرح کرتے تھے جس طرح اہل کتاب کرتے تھے کہ جب ان میں سے کوئی شخص سو جاتا تو وہ کھا نہیں سکتا تھا حتیٰ کہ دوسری رات آ جائے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور مجاہد نے کہا: بعض مسلمان اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کے لیے ساری رات میں کھانا' پینا اور جماع کرنا حلال کر دیا' خواہ سونے سے پہلے خواہ سونے کے بعد' گویا اس آیت کے دو محمل ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۶ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ عزوجل کا ارشاد:

﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ﴾ (البقرہ:۱۸۷).

اور کھاتے پیتے رہو' یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' پھر روزے کو رات آنے تک پورا کرو۔ (البقرہ:۱۸۷)

فِيْهِ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت براء کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے

۱۹۱۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ (البقرہ:۱۸۷) عَمَدْتُّ اِلٰى عِقَالٍ اَسْوَدَ وَاِلٰى عِقَالٍ اَبْيَضَ، فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِيْ، فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِيْنُ لِيْ، فَغَدَوْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ، فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ.

[اطراف الحدیث:۴۵۰۹۔۴۵۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حصین بن عبدالرحمان نے خبر دی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ' انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: یہاں تک کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ (البقرہ:۱۸۷) تو میں نے کالی اور سفید دو رسیاں لیں' پس میں نے ان کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا' پس میں ان کو رات میں دیکھتا رہا لیکن مجھ پر ان کے رنگ واضح نہ ہوئے' صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۹۰' الرقم المسلسل:۲۴۲۲' سنن ابوداؤد:۲۳۴۹' سنن ترمذی:۲۹۸۱' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۲۵' صحیح ابن حبان:۳۴۶۲' شرح مشکل الآثار:۱۵۰۵۔۱۵۰۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸' سنن دارمی:۱۶۹۴' سنن کبریٰ:۲۴۷۹' المعجم الکبیر:۱۷۹۔۱۷۸۔ ۱۷۷۔ ج ۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۳۷۰۔ ج ۳۲ ص ۱۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال السلمی (۲) ہشیم بن بشیر السلمی (۳) حصین بن عبدالرحمٰن السلمی' ان کی کنیت ابوالہذیل ہے (۴) عامر بن شراحیل الشعبی (۵) حضرت عدی بن حاتم الصحابی رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۱۸)

سحری کھانے کی آخری حد میں صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دو قول

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ابوعبید نے کہا ہے کہ سفید دھاگے سے مراد صبح صادق ہے' اور سیاہ دھاگے سے مراد رات ہے' اور دھاگے سے مراد نور ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ روزہ رکھنے والے کے اوپر کس وقت کھانا اور پینا حرام ہوتا ہے۔ امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جب دوسری فجر (فجر صادق) آسمان کے کناروں میں پھیل جاتی ہے تو روزہ دار کے اوپر کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے' حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' اور عطاء اور عام شہروں کے علماء کا بھی یہی قول ہے۔

اس مسئلہ میں حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی' حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہم کا دوسرا قول ہے' سالم بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے دو مرتبہ فجر کی طرف دیکھا' پھر تیسری مرتبہ میں سحری کی' پھر کھڑے ہو کر دو رکعت (سنت فجر) پڑھی' پھر حضرت بلال رضی اللہ نے نماز کی اقامت کہی اور حضرت علی رضی اللہ نے جس وقت فجر کی نماز پڑھائی تو فرمایا: اب تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو گیا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ نے جب فجر طلوع ہو گئی تو انہوں نے سحری کی' پھر نماز پڑھی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے بھی اس کی مثل منقول ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ امام طحاوی نے ... جب حضرت حذیفہ نے نماز پڑھ لی تو کہا: اسی

طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا لیکن اس وقت سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔

حماد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اذان سنتے تھے اور برتن ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! میں نے روزہ کو پالیا۔

حسن بصری نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

حضرت ابوبکر' حضرت علی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کی روایات کو ذکر کرنے کے بعد اسحاق نے کہا: یہ لوگ کھانے پینے اور فرض نماز پڑھنے کے درمیان فرق نہیں سمجھتے تھے اور ان کا یہ نظریہ تھا کہ فجر کی سفیدی پھیلنے کے بعد بھی کھانا پینا جائز ہے حتیٰ کہ دن کی سفیدی رات کی سیاہی سے متمیز ہو جائے اور اسحاق کا میلان پہلے قول کی طرف تھا اور وہ دوسرے قول کے قائلین پر کوئی طعن نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان لوگوں نے وقت کی رخصت میں تاویل کی ہے' لہٰذا جس نے اس وقت میں کھایا' اس پر روزے کی قضاء ہے نہ کفارہ جب کہ وہ تاویل سے اس وقت میں سحری کرتا ہو۔

امام طحاوی نے حضرت حذیفہ کی حدیث کو ذکر کیا اور یہ کہا کہ حضرت حذیفہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ روزہ کا اوّل وقت وہ ہے جب سورج طلوع ہوتا ہے اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے کا وقت رات کے حکم میں ہے اور ہمارے نزدیک یہ قول اس صورت پر مبنی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' یعنی دن رات سے ممتاز ہو جائے اور اس وقت تک آیت کا آخری حصہ ''من الفجر'' نازل نہیں ہوا تھا اور جب ''من الفجر'' نازل ہو گیا تو اب یہ معنی ہوا کہ فجر کی سفیدی تک کھاتے رہو اور دن کی سفیدی تک کھاتے رہنے کا جواز منسوخ ہو گیا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۲۔۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی' حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کا یہ نظریہ تھا کہ طلوع آفتاب سے پہلے پہلے دن کی سفیدی پھیلنے تک روزہ دار کے لیے سحری کرنا اور کھانا پینا جائز ہے اور جمہور صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ میں سے امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا یہ نظریہ ہے کہ سحری کھانے کے جواز کی آخری حد فجر صادق کا طلوع ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۲۹۔ ج ۳ ص ۷۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹۱۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. ح.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد۔ (ح)

قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أُنْزِلَتْ ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ وَلَمْ يَنْزِلْ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾. فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلِهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ، وَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ

انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: اور کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے تو اس وقت تک ''من الفجر'' (فجر کے سفید دھاگے) نازل نہیں ہوئی تھی تو لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے کوئی

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهٗ رُؤْیَتُهُمَا، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدُ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ اِنَّمَا یَعْنِی اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ. [طرف الحدیث:۴۵۱۱]

(صحیح مسلم:۱۰۹۱' الرقم المسلسل:۲۴۲۳)

شخص اپنی ٹانگ کے ساتھ سفید دھاگا اور کالا دھاگا باندھ لیتا اور اس وقت تک کھاتا رہتا تھا حتیٰ کہ اس کو وہ دونوں دھاگے واضح طور پر نظر آتے' پھر اللہ تعالیٰ نے ''من الفجر'' (البقرہ:۱۸۷) کو نازل کیا' تب ان کو معلوم ہوا کہ ان دھاگوں سے مراد رات اور دن ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم' وہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہیں (۲) ابن ابی حازم' ان کا نام عبد العزیز ہے (۳) ان کے والد ابو حازم ہیں' ان کا نام سلمہ بن دینار ہے (۴) ابو غسان' ان کا نام محمد بن طریف ہے (۵) سہل بن سعد بن مالک الساعدی الانصاری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۰ص۴۲۱)

حضرت سہل اور حضرت عدی کی حدیثوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عدی بن حاتم کی حدیث میں ہے کہ وہ اپنے تکیہ کے نیچے سفید اور کالا دھاگا رکھتے تھے اور حضرت سہل بن سعد کی حدیث میں ہے کہ لوگوں میں سے کوئی شخص اپنی ٹانگ پر سفید اور کالا دھاگا باندھ لیتا تھا' ان دونوں متعارض حدیثوں میں کس طرح تطبیق ہوگی؟ علامہ قرطبی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت سہل کی حدیث میں پہلے کا واقعہ مذکور ہے' اس وقت تک ''من الفجر'' نازل نہیں ہوئی تھی یعنی سیاہ دھاگے سے مراد رات کی سیاہی ہے اور سفید دھاگے سے مراد فجر کی سفیدی ہے' اس کے بعد وہ واقعہ ہوا جس کو حضرت عدی بن حاتم نے بیان کیا ہے۔ علامہ داؤدی متوفی ۴۰۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت عدی کی حدیث محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے بیان کو اس کی ضرورت کے وقت سے مؤخر نہیں کرتا اور اگر حضرت سہل کی حدیث بھی محفوظ ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ پہلے اسی طرح حکم تھا' بعد میں ''من الفجر'' نازل ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج۱۰ص ۴۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۲۴۳۱۔ ج۳ص ۸۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۷ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سَحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ تمہیں (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ رمضان میں آدھی رات کو اس لیے اذان دیتے تھے کہ جو شخص سو رہا ہو یا تہجد پڑھ رہا ہو' وہ سحری کھانے کی طرف متوجہ ہو جائے' نبی ﷺ نے یہ تنبیہ کی کہ کوئی شخص اس اذان کو فجر کی سمجھ کر سحری کو ترک نہ کرے' فجر کی اذان حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم فجر کے وقت دیا کرتے تھے اور اس وقت سحری کا وقت ختم ہو جاتا تھا اور نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا تھا۔

۱۹۱۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابو اسامہ از عبید اللہ از نافع از ابن عمر و القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ.

رات کو اذان دیتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں کیونکہ وہ اذان نہیں دیتے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جائے۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۱۹ - قَالَ الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَرْقِيَ ذَا وَيَنْزِلَ ذَا.

القاسم نے کہا: ان دونوں کی اذانوں میں صرف یہ فرق تھا کہ یہ چڑھتے تھے اور وہ اترتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۲۲ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

رمضان میں حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم کی اذانوں کے معمولات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت بلال اس وقت اذان دیتے تھے جب نبی ﷺ نے انہیں اذان دینے کا حکم دیا تھا تا کہ تہجد پڑھنے والا سحری کھانے کی طرف لوٹے اور سونے والا بھی بیدار ہو کر سحری کھانے کی طرف لوٹے۔

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم کی اذانوں میں اتنا فرق تھا کہ ایک (اذان کی جگہ سے) اترتا تھا اور دوسرا (اس جگہ) چڑھتا تھا' یہ بعض اوقات پر محمول ہے ورنہ اکثر اوقات میں حضرت بلال آدھی رات ہی کو اذان دیتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی اسی شرح کو نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲۴۔ ۴۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ تَأْخِيرِ السُّحُوْرِ — سحری کو تاخیر سے کرنا

اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ سحری کو طلوع فجر صادق تک مؤخر کرنے کا کیا حکم ہے اور صحیح بخاری کے کثیر نسخوں میں اس باب کا عنوان ہے: ''تعجیل السحور'' یعنی سحری کو جلدی کرنا' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اگر ان نسخوں میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان ہوتا تو مستحسن تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶) صاحب التوضیح نے کہا ہے: لگتا ہے علامہ ابن بطال نے صحیح بخاری کے ان نسخوں کو نہیں دیکھا جن میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان ہے۔

صحیح بخاری کے عنوان کی شرح میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس عنوان کی شرح میں لکھا ہے:

میں نے صحیح بخاری کے کسی نسخہ میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان نہیں دیکھا' امام بخاری نے ''تعجیل السحور'' کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ جلدی سحری کھا کر فجر کی نماز پڑھنے مسجد میں جاتے تھے اور ان کو خطرہ ہوتا تھا کہ سحری کرنے میں تاخیر کی وجہ سے ان سے فجر کی نماز نہ رہ جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۱۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حافظ ابن حجر پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ میں نے صحیح بخاری کے کسی نسخہ میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان نہیں دیکھا تو کیا ان کا یہ ادعا ہے کہ انہوں نے صحیح بخاری کے تمام نسخے دیکھ لیے ہیں [illegible] العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ عینی کے رد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ برصغیر میں جو صحیح بخاری کے نسخے ہیں' ان میں "تاخیر السحور" کا عنوان ہے اور علامہ ابن بطال نے "تاخیر السحور" کی یہ وجہ ترجیح بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر منہ اندھیرے پڑھتے تھے اور اس میں طویل قراءت ترتیل کے ساتھ کرتے تھے تاکہ نمازی نماز میں قراءت پر تدبر کرے اور اس کو سمجھے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت میں جو ترتیل کا حکم دیا ہے اس پر عمل کرتے تھے' اس وجہ سے امام بخاری اگر "تعجیل" کے بجائے "تاخیر السحور" کا عنوان قائم کرتے تو زیادہ اچھا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

گویا علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر دونوں کے سامنے صحیح بخاری کا وہ نسخہ تھا جس میں "تعجیل السحور" کا عنوان تھا۔

۱۹۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ حَازِمٍ، عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِىْ اَهْلِىْ، ثُمَّ تَكُوْنُ سُرْعَتِىْ اَنْ اُدْرِكَ السُّجُوْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اہل میں سحری کرتا تھا' پھر میں جلدی (سے مسجد جاتا تھا) تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدے میں پالوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۷ میں گزر چکی ہے۔

مذکورہ مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سحری کر کے جلدی مسجد میں جاتے تھے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے سجدہ میں پالیں' اس سے معلوم ہوا کہ وہ تاخیر سے سحری کرتے تھے' کیونکہ اگر وہ جلدی سحری کرتے تو پھر ان کے پاس مسجد میں پہنچنے کے لیے کافی وقت ہوتا اور ان کو جلدی جلدی جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے سجدہ میں پانے کی فکر نہ ہوتی بلکہ وہ اطمینان سے چلتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پوری نماز پڑھ لیتے اور اس سے علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی تائید ہوتی ہے۔

۱۹ - بَابُ قَدْرِ كَمْ بَيْنَ السُّحُوْرِ وَصَلٰوةِ الْفَجْرِ
سحری اور نمازِ فجر میں کتنا وقت ہونا چاہیے؟

۱۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ، قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالسُّحُوْرِ؟ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کی' پھر آپ نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے' میں نے پوچھا کہ آپ کی سحری اور آپ کے نماز پڑھانے کے درمیان کتنے وقت کا وقفہ تھا' انہوں نے کہا: پچاس آیات (پڑھنے کی) مقدار جتنا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۰- بَابُ بَرَكَةِ السُّحُوْرِ مِنْ غَيْرِ اِيْجَابٍ سحری کو واجب قرار دیئے بغیر اس کی برکت

لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ وَاصَلُوْا وَلَمْ يُذْكَرِ السُّحُوْرُ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے وصال کے روزے رکھے اور سحری کا ذکر نہیں کیا۔

اس عنوان سے امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سحری کیا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۲۳)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: سحری کیا کرو اور یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے تو پھر یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوگا کہ آپ نے سحری کھانے کو واجب نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے' وجوب کے لیے نہیں ہے اور وجوب کے لیے وہ امر ہوتا ہے جو وجوب کے خلاف قرائن سے خالی ہو اور یہاں پر ایسا قرینہ ہے جو وجوب کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ سحری کھانا اس لیے ہوتا ہے کہ بدن کو قوت اور طاقت حاصل ہو' پس سحری کھانا ہماری منفعت کے لیے ہے اور اگر اس کو واجب قرار دیا جائے تو اس میں ہماری منفعت کے بجائے ضرر ہوگا کیونکہ اگر کسی نے سحری نہیں کی تو وہ گناہ گار ہوگا اور یہ اس کے لیے باعث ضرر ہے' لہٰذا سحری کرنے کا امر وجوب کے لیے نہیں ہوگا۔

علامہ ابن بطال کا امام بخاری پر غفلت کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں امام بخاری سے غفلت ہوئی ہے' کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے وصال کے روزے رکھے اور اس میں سحری کا ذکر نہیں کیا۔

یہ امام بخاری کی غفلت ہے کیونکہ اس باب کی حدیث: ۱۹۲۲ کے بعد حدیث: ۱۹۶۷ میں انہوں نے وصال کے روزوں کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ سحری کا ذکر بھی ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم وصال کے روزے نہ رکھو' تم میں سے اگر کوئی وصال کرنا چاہے تو وہ سحری تک نہ کھائے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں! آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' میں رات گزارتا ہوں تو مجھے ایک کھلانے والا کھلا دیتا ہے اور ایک پلانے والا پلا دیتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۶۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سحری میں کچھ کھا کر وصال کو منقطع کرنے کا ارادہ کیا تھا' پس پہلی حدیث مجمل ہے اور یہ حدیث مفصل ہے اور مفصل مجمل پر راجح ہوتی ہے' اور امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: سحری تک وصال کرنا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۹۔۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کے امام بخاری پر اعتراض کا علامہ عینی نے یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں یہ نہیں کہا کہ وصال کے روزوں میں سحری کرنا جائز نہیں ہے' بلکہ یہ کہا ہے کہ وصال کے روزوں میں سحری کرنا واجب نہیں ہے اور اس حدیث کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ سحری تک وصال کیا جائے' یعنی روزہ افطار کرنے کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا جائے اور افطار کا سحری سے وصال کیا جائے اور درمیان میں کچھ نہ کھایا جائے' لہٰذا ان دونوں عنوانوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۲۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَنَهَاهُمْ قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ اَظَلُّ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے تو صحابہ نے بھی وصال کے روزے رکھ لیے ان پر وصال دشوار ہو گیا تو آپ نے صحابہ کو منع فرمایا' صحابہ نے کہا: آپ تو وصال کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تمہاری ہیئت کی مثل نہیں ہوں' مجھے تو برابر کھلایا پلایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۰۳' الرقم المسلسل: ۲۴۵۲' سنن ابوداؤد: ۲۳۶۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۹۱۷۔ ج ۱۰ ص ۱۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال کے روزے رکھنا اور صحابہ کو اس سے منع فرمانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے یعنی ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے ملایا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو افطار کیے بغیر دو روزوں کو ملایا تو صحابہ نے بھی آپ کی اتباع میں دو روزوں کو ملایا۔

نیز حدیث میں ہے: ان پر وصال دشوار ہو گیا' کیونکہ اس میں بھوک اور پیاس کی مشقت تھی۔

آپ نے فرمایا: میں تمہاری ہیئت کی مثل نہیں ہوں' مجھے تو برابر کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے کھانے اور پینے کی مثل مجھے نہیں کھلایا پلایا جاتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسی کیفیت کا فیضان کرتا ہے جو کھانے پینے کے قائم مقام ہوتی ہے' اس سے مجھے بھوک اور پیاس کا احساس نہیں ہوتا اور قویٰ کے ضعف اور حواس کی تھکاوٹ سے مجھے محفوظ رکھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے روزہ کی کیفیت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو جنت کا طعام اور مشروب عطا کیا جاتا ہو اور دنیا کے طعام اور مشروب کے اعتبار سے آپ کا وصال ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض علماء نے یہ قول کیا ہے اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ آپ اللہ عزوجل کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب آپ نے جنت کا کھانا کھا لیا اور مشروب پی لیا تو پھر آپ کے روزہ کا دوسرے روزہ سے وصال تو نہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت کا طعام اور مشروب دنیا کے طعام اور مشروب کی مثل نہیں ہے' لہٰذا اس کا کھانا اور پینا وصال کو قطع نہیں کرتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت کا طعام کھانا آپ کے خصائص میں سے ہے اور آپ کی امت کا کوئی فرد اس میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

وصال کے روزوں سے ممانعت کی حکمت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو جو وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے' اس کی کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وصال کے روزے رکھنے سے ضعف پیدا ہوتا ہے اور اطاعت اور عبادت اور اس کے حقوق ادا کرنے سے اور اس پر مشقت اختیار کرنے سے انسان عاجز ہو جاتا ہے' اسی طرح کسب معاش کرنے میں اور دنیاوی حقوق ادا کرنے میں تھکاوٹ اور لاغری

ہوتی ہے اور انسان اپنے معمولات میں چاق و چوبند اور پر جوش اور سرگرم نہیں رہتا' اس لیے آپ نے مسلمانوں کو وصال کے روزے رکھنے سے منع فرما دیا اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے کیونکہ جس کام سے فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں تقصیر لازم آئے' اس کے مکروہ تحریمی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

بعض صحابہ اور بعد کے صالحین کا وصال کے روزے رکھنا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بعض صحابہ اور بعد کے صالحین وصال کے روزے رکھتے تھے' چنانچہ العسکری کی کتاب الاوائل میں مذکور ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے پندرہ وصال کے روزے رکھے حتیٰ کہ ان کی انتڑیاں خشک ہو گئیں' جب ان کے افطار کا دن ہوتا تو ان کے پاس گھی لایا جاتا' وہ اپنے آپ کو اس کے کھانے سے روکتے اور تھوڑا سا گھی چاٹ لیتے' اور عامر بن عبد اللہ بن الزبیر نے رمضان کے پندرہ یا سولہ دن مسلسل وصال کے روزے رکھے' وہ گھی سے روزہ افطار کرتے تھے' پس وہ کہتے تھے کہ گھی میری رگوں کو تر کر دیتا ہے اور پانی میرے جسم سے نکل جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔ (مزید تفصیل آگے آئے گی)

وصال کے روزوں میں مذاہب فقہاء

وصال کے روزوں کی ممانعت کی حکمت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے امت کو بہ طور شفقت وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے اور جو شخص ان روزوں کو رکھنے پر قادر ہو' اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی محبت میں کھانے اور پینے کو چھوڑتا ہے اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کئی کئی دن وصال کے روزے رکھتے تھے اور ان کے بعد کے صالحین نے بھی وصال کے روزے رکھے ہیں' اور امام احمد اور اسحاق ایک سحری کو دوسری سحری سے ملانے کو مکروہ نہیں کہتے تھے یعنی ان کے درمیان میں روزہ افطار نہ کیا ہو یا پانی کا ایک گھونٹ پی کر افطار کے حکم پر عمل کر لیا ہو اور امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء اور محدثین کی ایک جماعت ہر حال میں وصال کو مکروہ کہتی ہے' خواہ اس میں وصال کے روزوں کی قوت ہو یا نہ ہو اور یہ ائمہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ آدمی روزہ کو روزہ سے ملائے یا سحری کو سحری سے ملائے یا افطار کو سحری سے ملائے اور درمیان میں کچھ نہ کھائے کیونکہ اس باب کی احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً روزوں کے وصال سے منع فرمایا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ وصال کے روزے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہیں اور امت کے اوپر یہ روزے رکھنا ممنوع ہیں اور اہل الظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ وصال کے روزے رکھنا امت پر حرام ہے' اور شرح المہذب میں مذکور ہے کہ وصال کے روزے رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ بعض صحابہ اور بعد کے بعض صالحین سے مروی ہے کہ وہ کئی کئی دن کھانا چھوڑ دیتے تھے' بعض اس وجہ سے چھوڑ دیتے تھے کہ ان کو اس پر قدرت تھی اور وہ اپنے افطار کا طعام فقراء اور دیگر ضرورت مندوں کو دے دیتے تھے' اور بعض اس وجہ سے کھانا چھوڑ دیتے تھے کہ وہ کھانے سے مستغنی تھے اور بعض اس وجہ سے چھوڑ دیتے تھے کہ ان کا نفس اس کا عادی ہو گیا تھا جیسا کہ الاعمش نے التیمی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض دفعہ تیس دن تک نہیں کھایا اور روزہ سے رہا ہوں اور یہ عمل میری ضرورتوں اور معمول کے کاموں سے مانع نہیں ہوتا' اور الاعمش نے کہا کہ ابراہیم التیمی دو مہینہ تک نہیں کھاتے تھے لیکن ایک گھونٹ نبیذ کا پی لیتے تھے اور ان میں سے بعض اپنے نفس کی شہوت کو توڑنے کے لیے ایسا کرتے تھے اور بغیر ضرورت کے نہیں کھاتے تھے' وہ اپنے نفس پر قہر کے ارادہ سے یہ کرتے تھے اور ان کو اپنے واجب کی ادائیگی سے عاجز ہونے کا خطرہ نہیں تھا اور وہ اس کو افضل پ

محمول کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲۹۔۴۲۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

صومِ وصال کی تعریف میں علامہ ابن بطال' علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کی عبارات کا اضطراب

میں کہتا ہوں کہ وصال کے روزہ کی تعریف میں علامہ عینی کی عبارت میں اضطراب ہے' ان کی شرح کے اوّل حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صومِ وصال کا معنی یہ ہے کہ ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے ملایا جائے اور درمیان میں کچھ کھایا پیا نہ جائے اور انہوں نے اپنی شرح میں جہاں بعض صحابہ اور بعد کے صالحین کے وصال کے روزوں کا ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر افطار یا سحری کے وقت معمولی مقدار کو کھا پی لیا جائے (جیسے گھی چاٹنا یا نبیذ کا ایک گھونٹ پینا) پھر بھی وصال کا روزہ ہوتا ہے۔

اسی طرح ہم نے علامہ ابن بطال کی جو عبارت نقل کی تھی' اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ وصال کے روزہ کا معنی یہ ہے کہ افطار کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا پیا جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۹۔۳۸)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال سے منع کیا' پھر ایک دن روزہ کو روزہ سے ملایا' پھر دوسرے دن ملایا' پھر انہوں نے شوال کا چاند دیکھ لیا' تب آپ نے فرمایا: اگر ہلالِ شوال میں تاخیر ہوتی تو میں زیادہ وصال کرتا' یہ آپ نے ان کو تنبیہ کے لیے فرمایا جب وہ صومِ وصال رکھنے سے باز نہیں آ رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۶۵)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ سحری کرنا واجب نہیں ہے' کیونکہ اگر سحری کرنی واجب ہوتی تو آپ مسلسل روزہ کو روزے سے نہ ملاتے کیونکہ صومِ وصال سحری کے ترک کرنے کو مستلزم ہے خواہ ہم یہ کہیں کہ صومِ وصال حرام ہے یا نہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۴۱۳ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ صوم وصال میں ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے ملایا جاتا ہے اور درمیان میں کچھ کھایا پیا نہیں جاتا' جبکہ علامہ ابن بطال کی جو عبارت ذکر کی گئی' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افطار کے باوجود وصال برقرار رہتا ہے۔

چونکہ صومِ وصال کے متعلق علامہ ابن بطال' علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کی عبارتوں میں تعارض اور اضطراب ہے' اس لیے ہم دیگر محققین کی عبارات سے صوم وصال کی تعریف ذکر کرنا چاہتے ہیں:

صومِ وصال کا شرعی معنی اور صومِ وصال کے متعلق مالکی' شافعی اور حنفی فقہاء کا نظریہ

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

صومِ وصال یہ ہے کہ دو دن یا کئی دن کے مسلسل روزے رکھے جائیں اور ان میں افطار نہ کیا جائے۔

(النہایہ ج ۵ ص ۱۶۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

علامہ محمد طاہر گجراتی متوفی ۹۸۶ ھ اور علامہ حسین بن محمد طیبی نے بھی یہی تعریف لکھی ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۵ ص ۶۹ 'دار الایمان' مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ ھ' شرح الطیبی ج ۴ ص ۱۵۲ 'طبع کراچی)

علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی مالکی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

روزوں کو ملانے کا معنی یہ ہے کہ کھانے کو ترک کرنے میں رات کو دن سے ملا دیا جائے۔

(کشف المشکل ج ۳ ص ۱۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

صوم وصال یہ ہے کہ دو دن یا اس سے زیادہ کے روزے رکھے جائیں اور ان کے درمیان کھایا پیا نہ جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۵ ص ۲۹۹۰، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

روزوں میں وصال یہ ہے کہ رات کو افطار کیے بغیر متواتر روزے رکھے جائیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۴۷۹، المکتبۃ الحقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ ھ لکھتے ہیں:

دو دن یا اس سے زیادہ دن، ان کے درمیان کھائے پیے بغیر روزے رکھنا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۸۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ ھ لکھتے ہیں:

دو روز یا اس سے زیادہ روز، فرض یا نفل روزے رکھے جائیں اور ان کے درمیان کسی چیز کو کھایا پیا نہ جائے۔

(تیسیر الباری ج ۲ ص ۲۰۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صومِ وصال کا شرعی معنی اور صومِ وصال کے متعلق حنبلی فقہاء کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

صومِ وصال کی تعریف یہ ہے کہ دو دنوں کے درمیان کھانے اور پینے کو چھوڑ دیا جائے، اکثر اہل علم کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں صومِ وصال رکھتے تھے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں صومِ وصال رکھے، پس لوگوں نے بھی صومِ وصال رکھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صومِ وصال رکھنے سے منع کیا تو انہوں نے کہا: آپ بھی تو صومِ وصال رکھ رہے ہیں! تو آپ نے فرمایا: بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۶۲، صحیح مسلم: ۱۱۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۳۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۳۔ ۱۴۳۔ ۱۰۲۔ ۲۱)

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ صومِ وصال آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے اس کے ساتھ لاحق نہیں۔

آپ نے جو فرمایا: مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کا یہ معنی ہو کہ صومِ وصال میں آپ کی مدد کی جاتی ہے اور اللہ عزوجل نے آپ کو کھانے اور پینے سے مستغنی کر دیا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو حقیقتاً کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

امام شافعی نے ظاہر منع کرنے کی وجہ سے صومِ وصال کو حرام قرار دیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کھانے اور پینے کو ترک کرنا مباح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس سے منع فرمایا ہے وہ امت کو مشقت سے بچانے کے لیے اور ان پر نرمی کرنے کے لیے ان کو صومِ وصال سے منع فرمایا ہے، جیسے آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو مسلسل دن میں روزہ رکھنے اور رات میں قیام کرنے سے منع فرمایا تھا اور تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنے سے منع فرمایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں پر رحمت کی وجہ سے ان کو صومِ وصال سے منع فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۹۶۴، صحیح مسلم: ۱۱۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۷۷۔ ۳۔ ۲۵۷۔ ۲۵۳۔ ۲۳)

یہ حدیث تحریم کا تقاضا نہیں کرتی، اسی وجہ سے صحابہ نے اس سے تحریم کو نہیں سمجھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد صومِ وصال رکھے، اگر وہ صومِ وصال کو حرام سمجھتے تو وہ حرمت سے تجاوز نہ کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم وصال سے منع کیا' پھر جب صحابہ صوم وصال رکھنے سے نہ رکے تو آپ نے ایک دن ان کے ساتھ صوم وصال رکھا اور دوسرے دن رکھا' پھر انہوں نے (شوال کا) چاند دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا: اگر چاند تاخیر سے نکلتا تو میں تم کو مزید صوم وصال رکھواتا' آپ نے ان کو یہ بہ طور ڈانٹ ڈپٹ کے فرمایا جب وہ صوم وصال رکھنے سے باز نہیں آ رہے تھے۔ (صحیح البخاری:۱۹۶۵' صحیح مسلم:۱۱۰۳' سنن دارمی:۱۷۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۶-۲۸۱)

اور اگر کسی شخص نے ایک سحری کو دوسری سحری سے ملایا تو یہ جائز ہے کیونکہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص روزہ کو ملانا چاہے وہ روزہ کو سحری تک ملائے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۶۳' سنن ابوداؤد:۲۳۶۱' مسند احمد ج ۳ ص ۸) یعنی سحری تک روزہ کے افطار کو مؤخر کر دے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: لیکن روزہ کو جلدی افطار کرنا افضل ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

(المغنی ج ۴ ص ۲۳۷-۲۳۵ ملخصاً' دارالحدیث' القاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۵۹-ج ۳ ص ۸۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① صوم وصال کا معنی ② صوم وصال میں مذاہب ③ حضور کے صوم وصال پر ایک اعتراض کا جواب ④ حضور کی مثل کی تحقیق ⑤ امتناع نظیر۔

۱۹۲۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا' فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سحری کیا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۹۵' الرقم المسلسل:۲۴۳۸' سنن ترمذی:۷۰۸' سنن نسائی:۲۱۴۲' سنن ابن ماجہ:۱۶۹۲' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸' المنتقی:۳۸۳' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۱۳' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۵۴' شعب الایمان:۳۹۰۸' مسند البزار:۹۷۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۵-۳۴' مسند احمد ج ۳ ص ۹۹ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۹۵۰-ج ۱۹ ص ۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سحری کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت عبداللہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو آپ سحری کر رہے تھے' پس آپ نے فرمایا: سحری کیا کرو کیونکہ یہ وہ برکت ہے جو تم کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔ (سنن نسائی:۲۱۵۸)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں سحری کھانے کی دعوت دے رہے تھے' آپ نے فرمایا: آؤ مبارک غذا کی طرف! (سنن ابوداؤد:۲۳۴۴' سنن نسائی:۲۱۵۹)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔ (صحیح مسلم:۱۰۹۶' سنن ابوداؤد:۲۳۴۳' ۷۰۹' سنن نسائی:۲۱۶۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سحری کے وقت فرمایا: اے انس! میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں مجھے کوئی

چیز کھلاؤ' پس میں آپ کے پاس کھجوریں اور ایک برتن میں پانی لایا اور یہ حضرت بلال رضی اللہ کے اذان دینے کے بعد کا واقعہ ہے' پھر آپ نے فرمایا: دیکھو! کوئی شخص ہو جو میرے ساتھ کھائے' تب میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ کو بلایا' انہوں نے آ کر کہا: میں نے ستو پئے ہیں اور میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہوں' پس انہوں نے آپ کے ساتھ سحری کی' پھر آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نماز پڑھانے چلے گئے۔(سنن نسائی: ۲۱۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دن کے روزہ پر رات کی سحری کے طعام سے مدد حاصل کرو' اور رات کے قیام پر دن کے قیلولہ سے مدد حاصل کرو۔(سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۳' المستدرک: ۱۵۹۱۔ ج ۲ ص ۵۸' دار المعرفہ بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص روزہ رکھنے کا ارادہ کرے وہ کسی چیز کے ساتھ سحری کرے۔(مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۹۔ ۳۶۷' مسند ابو یعلیٰ: ۱۹۳۰' مسند البزار: ۹۷۹' اس کی سند میں ایک راوی شریک القاضی ہے' وہ ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سحری کھانا برکت ہے اس کو مت چھوڑو' خواہ تم میں سے کوئی شخص پانی کا ایک گھونٹ پی لے' بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کھانے والے پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ابو رفاعہ ہیں' میں نے ان کی توثیق دیکھی ہے نہ جرح اور اس کی سند کے باقی رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۰)

۲۱ - بَابٌ اِذَا نَوٰی بِالنَّهَارِ صَوْمًا

جب کسی شخص نے دن میں روزہ کی نیت کی

وَقَالَتْ اُمُّ الدَّرْدَاءِ كَانَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَاِنْ قُلْنَا لَا' قَالَ فَاِنِّي صَائِمٌ يَوْمِي هٰذَا.

اور حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ پوچھتے: کیا تمہارے پاس طعام ہے؟ پس اگر ہم کہتے: نہیں ہے! تو وہ فرماتے: پھر میں آج کے دن روزے سے ہوں۔

حضرت ام الدرداء کا نام خیرہ ہے اور حضرت ابو الدرداء کا نام عویمر بن قیس انصاری ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل روایت ہے:

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ صبح کو اٹھ کر کہتے: کیا تمہارے پاس ناشتہ ہے؟ بعض اوقات ہمارے پاس ناشتہ نہ ہوتا تو وہ کہتے: پھر بے شک میں روزہ سے ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَفَعَلَهُ اَبُوْ طَلْحَةَ' وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ' وَابْنُ عَبَّاسٍ وَّحُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اور حضرت ابو طلحہ' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عباس اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم نے اس طرح کیا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ اپنی اہلیہ کے پاس جا کر پوچھتے: کیا تمہارے پاس ناشتہ ہے' اگر وہ کہتیں: نہیں ہے! تو وہ کہتے: پھر میں روزہ سے ہوں۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابن المسیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کو بازار میں پھرتے ہوئے دیکھا' پھر وہ اپنے گھر والوں کے

پاس گئے اور پوچھا: کیا تمہارے پاس طعام ہے؟ اگر انہوں نے کہا: نہیں! تو پھر وہ کہتے کہ میں روزہ سے ہوں۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۴ 'نشر السنۃ' ملتان)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو عبد الرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ زوال آفتاب کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو روزہ رکھنے کا خیال آیا تو انہوں نے روزہ رکھ لیا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۴ 'نشر السنۃ' ملتان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صبح کو اٹھتے حتیٰ کہ ظہر ہو جاتی اور کہتے: اللہ کی قسم! میں صبح کو اٹھا اور میرا روزہ کا ارادہ نہیں تھا اور میں نے صبح سے کوئی طعام کھایا اور نہ کوئی مشروب پیا اور میں ضرور آج کے دن روزہ رکھوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۱۱۴ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

دن میں روزہ کی نیت کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جو شخص فجر صادق کے طلوع کے بعد روزہ کی نیت کرے' اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' اوزاعی' امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل اور اسحاق نے کہا ہے کہ رمضان کے روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے اور یہی ظاہر یہ (غیر مقلدین) کا مذہب ہے' اور ابراہیم نخعی' سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام زفر نے کہا ہے کہ رمضان کے روزہ' نذر معین کے روزہ اور نفلی روزہ کی نیت دن میں زوال سے پہلے کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۳۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۱۹۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ' عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يُّنَادِيْ فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ إِنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ' أَوْ فَلْيَصُمْ' وَمَنْ لَّمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ. [اطراف الحدیث: ۲۰۰۷-۷۲۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشوراء کے دن ایک شخص کو بھیجا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس نے آج کچھ کھا لیا ہے وہ اب سارا دن کچھ نہ کھائے یا روزہ رکھ لے اور جس نے کچھ نہیں کھایا سو وہ نہ کھائے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۳۵' الرقم المسلسل: ۲۵۵۷' سنن نسائی: ۲۳۱۷)

رات کو روزہ کی نیت نہ کرنے کے جواز پر حافظ ابن حجر کے اعتراض کا جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے اس باب کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص رات کو روزے کی نیت نہ کرے' اس کا روزہ صحیح ہے خواہ وہ رمضان کا روزہ ہو یا غیر رمضان کا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن کے درمیان میں روزہ رکھنے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ رات کو روزہ رکھنے کی نیت کرنا شرط نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۳۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے:

حدیث سلمہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص رات کو روزہ کی نیت نہ کرے اس کا روزہ صحیح ہے خواہ اس کا روزہ فرض ہو یا نہ ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب ہو' اور اقوال علماء سے جو چیز راجح ہے وہ یہ ہے کہ

عاشوراء کا روزہ فرض نہیں تھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۱۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس کے جواب میں علامہ بدرالدین عینی نے حسب ذیل احادیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ عاشوراء کا روزہ پہلے فرض یا واجب تھا' بعد میں رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن کے روزہ کا حکم دیا حتیٰ کہ رمضان فرض ہوگیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔
(صحیح البخاری: ۱۸۹۳' صحیح مسلم: ۱۱۲۵' الرقم المسلسل: ۲۵۳۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ روزہ رکھا اور مسلمان بھی رمضان کے روزہ کے فرض ہونے سے پہلے اس دن کا روزہ رکھتے تھے' پھر جب رمضان فرض ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عاشوراء اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے' پس جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس دن کا روزہ چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۲۶' الرقم المسلسل: ۲۵۳۱)

۲۲ - بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا — صبح کو روزہ دار حالت جنابت میں اٹھے

اس باب میں اس روزہ دار کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے جو صبح کو حالت جنابت میں اٹھے۔

۱۹۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَّوْلٰى اَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَبِيْ حِيْنَ دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ (ح).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سُمَی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام المغیرہ' انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے سنا' انہوں نے کہا: جب میں اور میرے والد' حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ (ح)

۱۹۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ اَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَ مَرْوَانَ اَنَّ عَائِشَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ، وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ اَهْلِهٖ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ. وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَرِّعَنَّ بِهَا اَبَا هُرَيْرَةَ، وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَرِهَ ذٰلِكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا اَنْ نَّجْتَمِعَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، وَكَانَتْ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ اَرْضٌ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ اِنِّيْ ذَاكِرٌ لَّكَ اَمْرًا، وَلَوْ لَا مَرْوَانُ اَقْسَمَ عَلَيَّ فِيْهِ لَمْ اَذْكُرْهُ لَكَ، فَذَكَرَ قَوْلَ

ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام نے خبر دی کہ ان کے والد عبدالرحمٰن نے مروان کو خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے اس کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کا وقت اس حال میں پاتے کہ آپ اپنے اہل سے جنبی ہوتے تھے' پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے اور مروان نے عبدالرحمان بن الحارث سے کہا: میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلند آواز سے سناؤ اور مروان اس وقت مدینہ کے حاکم تھے' پس ابوبکر نے کہا: عبدالرحمان نے اس بات کو پسند نہیں کیا' پھر اتفاق سے ہم لوگ ذوالحلیفہ میں جمع ہوئے' وہاں حضرت ابوہریرہ کی زمین تھی' پس عبدالرحمان نے حضرت ابوہریرہ سے کہا: میں تم سے ایک بات ذکر کرنے والا ہوں

عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ' فَقَالَ كَذٰلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، وَهُوَ اَعْلَمُ. وَقَالَ هَمَّامٌ وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ، وَالْاَوَّلُ اَسْنَدُ.

اور اگر مروان نے مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں تم سے اس کا ذکر نہ کرتا' پھر انہوں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا ذکر کیا' حضرت ابوہریرہ نے کہا: (بات یہ ہے کہ) حضرت فضل بن عباس نے مجھ سے اسی طرح حدیث بیان کی تھی اور وہ زیادہ جاننے والے ہیں' اور ہمام نے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ ایسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ چھوڑنے کا حکم دیتے تھے مگر حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث زیادہ مستند ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۹۳۰-۱۹۳۱] (صحیح مسلم: ۱۱۰۹' الرقم المسلسل: ۲۴۷۸' سنن ابوداؤد: ۲۳۸۹-۲۳۸۸' سنن ترمذی: ۷۷۹' سنن کبریٰ: ۳۰۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۰' المعجم الاوسط: ۲۰۷۶' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۳۹۱- ج ۴۳ ص ۴۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ (۳) سُمی (۴) ابوبکر بن عبدالرحمان القرشی راہب قریش (۵) عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی' یہ عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام کے عم زاد ہیں' یہ ۴۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) ابوالیمان الحکم بن نافع (۷) شعیب بن ابی حمزہ (۸) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۹) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا (۱۰) حضرت ام المؤمنین ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کا وقت اس حال میں پاتے تھے کہ آپ اپنے اہل سے جنبی ہوتے تھے۔

باب مذکور کی حدیث کی دیگر روایات

ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو صبح کو جنبی اٹھا اس کا روزہ نہیں ہے' ابوبکر بن عبدالرحمان نے کہا: پھر میں اور میرے والد گئے اور ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو ان دونوں نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر احتلام کے صبح کو حالت جنابت میں اٹھتے تھے' پھر آپ روزہ رکھ لیتے تھے' پھر ہم مروان کے پاس گئے' پھر ہم نے اس کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث کی خبر دی' تو اس نے کہا: میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم دونوں حضرت ابوہریرہ کے پاس جاؤ اور ان کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث کی خبر دو' ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے کہا: پھر ہم مسجد کے دروازہ کے پاس حضرت ابوہریرہ سے ملے تو ان سے میرے والد نے کہا کہ امیر نے ہم کو قسم دی ہے کہ ہم آپ سے ایک حدیث کا ذکر کریں۔ حضرت ابوہریرہ نے پوچھا: وہ کون سی حدیث ہے؟ تو میرے والد نے ان کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث سنائی' تب حضرت ابوہریرہ کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر انہوں نے کہا: ہم کو حضرت فضل بن عباس نے اُسی طرح حدیث سنائی تھی اور وہ اس کو زیادہ جاننے والے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۸' سنن ترمذی: ۷۷۹)

عبدالملک بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص فجر کو جنبی ہو کر اٹھا' اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۶' صحیح مسلم: ۱۱۰۹' سنن دارمی: ۱۷۲۵)

عبداللہ بن مرداس بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس قبیلہ کا ایک شخص آیا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو چاندنی رات میں دیکھا' وہ مجھے اچھی لگی تو میں نے رمضان کے مہینہ میں اس سے جماع کر لیا' پھر میں سو گیا' حتیٰ کہ میں صبح کو اٹھا تو میں نے اس سے کہا کہ تم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یا ابوحکیم المزنی کے پاس جاؤ' پس وہ شخص حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گیا اور ان سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: جب تم جنبی تھے تو تمہارے لیے نماز پڑھنا جائز نہیں تھا' پھر تم نے غسل کر لیا تو تمہارے لیے نماز جائز ہو گئی اور تمہارے لیے روزہ بھی جائز ہو گیا' پس تم روزہ رکھو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۴۳۲- ج ۴ ص ۱۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صبح کو انسان جنبی اٹھے تو اس کے روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے کے متعلق فقہاء کے اقوال اور مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مروان نے عبدالرحمٰن کو قسم دے کر کہا تھا کہ تم ضرور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث بلند آواز سے سنانا تو عبدالرحمٰن نے مروان سے کہا: اللہ تمہاری مغفرت کرے' حضرت ابوہریرہ میرے پڑوسی ہیں اور میں ان کو ایسی بات نہیں سنانا چاہتا جو ان کو ناپسند ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جو صبح کو جنبی ہو کر اٹھے وہ اس دن کا روزہ چھوڑ دے' اور سنن نسائی میں ہے: وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔ ابراہیم نخعی' عروہ بن زبیر اور طاؤس کا بھی یہی مذہب ہے' لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے اس قول پر قائم نہیں رہے اور انہوں نے اس مسئلہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹا دیا اور کہا: ان کو مجھ سے زیادہ علم ہے' (یا کہا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور احوال کو وہ مجھ سے زیادہ جاننے والی ہیں' اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا تھا۔

علامہ خطابی اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ عمدہ بات یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث منسوخ ہے' کیونکہ پہلے روزہ دار پر سونے کے بعد جماع حرام تھا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کے لیے طلوع فجر تک جماع کو جائز کر دیا تو روزہ دار کے لیے جائز ہو گیا کہ جب وہ صبح کو حالت جنابت میں اٹھے تو غسل کر کے روزہ رکھ لے' حضرت ابوہریرہ نے حضرت فضل بن عباس سے یہ سنا تھا کہ اس صورت میں وہ شخص روزہ نہیں رکھ سکتا اور ان کو اس حدیث کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا' لیکن جب ان کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی اس حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔

نیز علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو شخص صبح کو حالت جنابت میں اٹھے اور وہ روزہ رکھنا چاہتا ہو تو آیا اس کا روزہ صحیح ہو گا یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا روزہ مطلقاً صحیح ہے خواہ فرض ہو یا نفل' اس نے غسل کو طلوع فجر سے عمداً مؤخر کیا ہو یا نیند کی وجہ سے بھول کر' کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں عموم ہے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابوالدرداء' حضرت ابوذر' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حجاز' عراق اور دیگر تمام شہروں کے اہل فتویٰ کا یہی قول ہے اور مجتہدین میں سے امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جو صبح جنبی ہو کر اٹھا ہو' اس کا روزہ مطلقاً صحیح نہیں ہے۔ حضرت فضل بن عباس' حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے' [illegible] رجوع کر لیا تھا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اگر اس کو اپنی جنابت کا علم تھا پھر بھی اس نے عمداً غسل کو مؤخر کر دیا تو اس کا روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے ورنہ صحیح ہے۔ یہ طاؤس' عروہ بن زبیر اور ابراہیم نخعی کا قول ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس صورت میں فرض روزہ رکھنا صحیح نہیں اور نفلی رکھنا صحیح ہے' یہ حسن بصری کا قول ہے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ وہ اس دن کا پورا روزہ رکھے اور بعد میں اس کی قضاء کرے' یہ سالم بن عبد اللہ اور عطاء بن ابی رباح کا قول ہے۔

چھٹا قول یہ ہے کہ اس صورت میں فرض روزے کی قضاء کرنا مستحب ہے نہ کہ نفل کی' یہ حسن بن صالح بن حی کا قول ہے۔

ساتواں قول یہ ہے کہ اگر اس صورت میں اس کے غسل کرنے اور نماز پڑھنے سے پہلے سورج طلوع ہو گیا تو اس کا روزہ باطل ہو گیا۔ یہ ابن حزم کا قول ہے کیونکہ اس کے نزدیک عمداً معصیت سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

علماء کا حکام کے پاس جانا' صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف' قبولِ حق میں پس و پیش نہ کرنا اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے جو دیگر مسائل مستنبط ہوتے ہیں' وہ درج ذیل ہیں:

(۱) صحابہ اور فقہاء تابعین کا حکام کے پاس جانا اور ان سے علمی مسائل میں مذاکرہ کرنے کا جواز۔

(۲) مروان دنیاوی معاملات میں مستغرق ہونے کے باوجود علمی اور فقہی مسائل میں دل چسپی لیتا تھا اور حدیث کو مقدم رکھنے پر زور دیتا تھا اور اس کا بیٹا عبد الملک بن مروان بھی اسی مزاج کا حاکم تھا۔

(۳) جب کسی معاملہ میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اس قول کو مقدم رکھنا چاہیے جو حدیث کے مطابق ہو۔

(۴) صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال کا ازواجِ مطہرات کو زیادہ علم تھا۔

(۵) جس مسئلہ میں کتاب اللہ کی نص نہ ہو' اس مسئلہ میں حجت قاطعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

(۶) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بعض مسائل میں اختلاف ہوتا تھا' اس کے باوجود وہ باہمی احترام کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے' اس کے برعکس آج کل اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو لوگ ایک دوسرے کی تجہیل اور بعض اوقات ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ جاتے ہیں۔

(۷) یہ تفتیش اور تحقیق کرنا کہ اگر کسی عالم نے کسی مسئلہ میں کوئی مؤقف اختیار کیا ہے تو اس مؤقف پر اس کی دلیل کیا ہے اور اس کے مؤقف کے منشاء کا سراغ لگانا' جیسے مروان نے یہ جاننا چاہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہتے ہیں کہ اس صورت میں کوئی شخص روزہ نہ رکھے تو انہوں نے یہ بات کس دلیل سے کہی ہے۔

(۸) عالم کو جب اپنے مؤقف کے غلط ہونے کا علم ہو جائے تو وہ اس کا اعتراف کرلے اور حق کی طرف رجوع کرے اور حق کو قبول کرنے میں اس کا نفس اور اس کی اَنا حائل نہ ہو' جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور علماء دین کو یہی روش اپنانی چاہیے۔

(۹) جو معاملات خواتین پر منکشف ہوتے ہیں' ان میں مردوں کو خواتین کے قول اور ان کی خبر پر اعتماد کرنا چاہیے' جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خبر پر اعتماد کیا اور حضرت فضل بن عباس سے سنی ہوئی روایت کے سنانے کو ترک کر دیا۔

(۱۰) جب مروان نے ابوبکر بن عبد الرحمان سے کہا کہ تم جا کر حضرت ابو ہریرہ کو بلند آواز سے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی روایت سناؤ تو انہوں نے اس میں تامل کیا [illegible] کے ساتھ حسن ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور

ان کو حق بات بھی ادب اور احترام سے سنانی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۔ ۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۸۵۔ ج ۳ ص ۱۰۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی چند سطروں میں شرح کی گئی ہے۔

۲۳ - بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ — روزہ دار کا اپنی بیوی سے بغل گیر ہونا

اس باب کے عنوان میں "مباشرت" کا لفظ ہے' اُردو میں اس سے مراد جماع ہے اور عربی میں اس کا معنی ہے: ایک دوسرے کی کھال کو مَس کرنا' بغل گیر ہونا یا ہم آغوش ہونا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: روزہ دار کے اوپر اپنی بیوی کی شرم گاہ حرام ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھے روزہ دار کو اپنی بیوی کا بوسہ لینے کی اجازت دی اور جوان مرد کو اس سے منع کیا اور فرمایا: بوڑھا آدمی اپنی خواہش کو ضبط کر لے گا اور جوان آدمی اپنے روزہ کو فاسد کر دے گا۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۲' نشر السنۃ' ملتان)

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۸۷' الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۴۱۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۲۔ ۲۳۱)

۱۹۲۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ اَمْلَكَكُمْ لِاِرْبِهٖ. وَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مَاٰرِبُ﴾ (طٰہٰ:۱۸) حَاجَةٌ. قَالَ طَاوُسٌ ﴿اُولِى الْاِرْبَةِ﴾ (النور:۳۱) اَلْاَحْمَقُ لَا حَاجَةَ لَهٗ فِى النِّسَاءِ. [طرف الحدیث:۱۹۲۸]

(صحیح مسلم: ۱۱۰۶' الرقم المسلسل: ۲۴۶۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۶۳۔ ۵۹' سنن ابوداؤد: ۲۳۸۲' سنن ترمذی: ۷۲۹' سنن کبریٰ: ۳۱۰۱' شرح السنۃ: ۱۷۴۹۔ ۱۷۴۸' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۸۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۵۴۔ ج ۴۰ ص ۱۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: از شعبہ از الحکم از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بوسا دیتے اور ان سے بغل گیر ہوتے اور آپ روزہ سے ہوتے اور آپ اپنی خواہش پر تم سب سے زیادہ ضبط کرنے والے تھے۔ امام بخاری نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "مآرب" کا معنی حاجت ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اس میں میرے اور بھی کئی فوائد ہیں۔ (طٰہٰ:۱۸) اور طاؤس نے کہا: "اولی الاربۃ" کا معنی ہے: احمق (نامرد) جس کو عورتوں کی ضرورت نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: یا ان نوکروں پر جن کو عورتوں کی خواہش نہ ہو۔ (النور:۳۱)

روزے میں بوس و کنار کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

روزہ دار کے لیے بغل گیر ہونے اور بوسا لینے کا حکم واحد ہے۔ اشہب نے کہا: بوسہ لینے کا حکم بغل گیر ہونے سے کم ہے' اور ابن حبیب نے کہا: عورت سے بغل گیر ہونے' جنسی چھیڑ خوانی کرنے' بوسا لینے' ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے اور باتیں کرنے سے روزہ دار کا اجر کم ہو جاتا ہے اگر چہ روزہ ٹوٹتا نہیں ...

بغل گیر ہونے میں اختلاف ہے' متقدمین کے ایک گروہ نے اس کو مکروہ کہا ہے' شعبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روزہ دار کو بوسا لینے اور بغل گیر ہونے سے منع کرتے تھے' حماد بن سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو مکروہ فرماتی تھیں' حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ وہ روزہ میں دوپہر کے وقت اپنی بیوی کے ساتھ بغل گیر ہوتے تھے' مسروق بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ مرد کے لیے روزہ میں اپنی بیوی سے کیا چیز حلال ہے؟ انہوں نے کہا: جماع کے سوا ہر چیز حلال ہے اور عکرمہ کہتے ہیں کہ روزہ دار کے لیے بغل گیر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنی بیوی کو ہاتھ لگانا اور معمولی لمس کرنا حلال کر دیا ہے لیکن وہ حد سے تجاوز نہ کرے۔

آیا بغل گیر ہونے سے انزال ہو جائے تو پھر روزہ کی فقط قضاء ہے یا کفارہ بھی ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے بغل گیر ہوا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا ہے کہ اس کے اوپر صرف روزہ کی قضاء ہے' کیونکہ کفارہ صرف اندام نہانی میں آلہ کے دخول سے واجب ہوتا ہے' عطاء نے کہا: اس پر قضاء کفارہ کے ساتھ ہے' حسن بصری' ابن شہاب' امام مالک' ابن المبارک' ابوثور اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب عورت کے ساتھ بغل گیر ہوا اور اس کو انزال ہو گیا تو وہ معنی حاصل ہو گیا جو جماع سے مقصود ہوتا ہے اور لذت کی انتہائی طلب اسی سے پوری ہوتی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۷-۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۴۷- ج ۳ ص ۹۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) روزہ میں بوسہ لینے میں مذاہب (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرتِ ذنب کی تحقیق۔

۲۴ - بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ — روزہ دار کے لیے بوسا لینے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ دار کے لیے بوسا لینے کا کیا حکم ہے۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ إِنْ نَظَرَ فَأَمْنٰى يُتِمُّ صَوْمَهٗ.

اور جابر بن زید نے کہا: اگر کسی شخص نے دیکھا' پھر اس کو انزال ہو گیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

اس تعلیق کے موافق حسب ذیل حدیث ہے:

عمرو بن ہرم بیان کرتے ہیں کہ جابر بن زید سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے رمضان میں اپنی بیوی کی طرف دیکھا تو اس کو شہوت سے انزال ہو گیا' کیا وہ روزہ چھوڑ دے؟ انہوں نے کہا: نہیں! وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۵۷۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۹۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے کی حالت میں اپنی کسی زوجہ کو بوسا

وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ ضَحِكَتْ. دیتے تھے پھر وہ ہنسیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۹۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۲۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ، إِذْ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ، فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي، فَقَالَ مَا لَكِ أَنُفِسْتِ. قُلْتُ نَعَمْ، فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ، وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ، وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن ابی عبداللہ انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از زینب بنت ام سلمہ از والدہ خود رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹی تھی مجھے حیض آ گیا، میں چپکے سے اٹھی، سو میں نے اپنے حیض کے کپڑے لیے، آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ کیا تم کو نفاس (حیض) آ گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر میں آپ کے ساتھ اس چادر میں داخل ہو گئی اور وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے اور آپ روزہ میں ان کا بوسا لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ اِغْتِسَالِ الصَّائِمِ — روزہ دار کا غسل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ دار کا غسل کرنا جائز ہے خواہ اس کا روزہ فرض ہو یا سنت ہو یا نفل ہو۔

روزہ دار کے غسل کے متعلق حافظ ابن حجر کا امام ابوحنیفہ کی ایک غیر معتمد روایت کے سبب سے احناف پر اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

گویا کہ امام بخاری نے حضرت علی کی اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں روزہ دار کو حمام میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور اس روایت میں ضعف ہے اس ضعیف روایت پر فقہاء احناف نے اعتماد کیا ہے اور انہوں نے روزہ دار کے لیے غسل کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۲۴، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر کی اس عبارت پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کہ امام بخاری نے حضرت علی کی اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے یہ بالکل عبث کلام ہے اس جگہ اشارہ کا لغوی معنی صحیح ہے نہ اصطلاحی۔ (علامہ عینی کے اس اعتراض پر عنقریب باب: ۳۴ میں کلام آ رہا ہے)

نیز ان کا مطلقاً یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ فقہاء احناف نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کا اس طرح کا ایک غیر معتمد قول ہے اور مذہب مختار یہ ہے کہ روزہ دار کا غسل کرنا مکروہ نہیں ہے اس روایت کا حسن بن زیاد نے از امام ابوحنیفہ ذکر کیا ہے اور صاحب الواقعات نے اس پر تنبیہ کی ہے اور اس کا الروضہ میں ذکر کیا ہے اور جوامع الفقہ میں مذکور ہے کہ گرمی کی وجہ سے روزہ دار کا غسل کرنا اور کپڑا گیلا کرنا اور سر پر پانی ڈالنا مکروہ نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب سے

آپ روزہ سے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۶۵ ص ۴۴۲ دارالفکر بیروت مصنف عبدالرزاق: ۷۰۱۹-۷۰۱۸) اور عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ وہ اپنے اوپر پانی ڈال کر راحت حاصل کر رہے تھے اور وہ روزہ سے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۶ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت) (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے فقہاء احناف کی جس غیر معتمد روایت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ روزہ دار کا ناک میں پانی ڈالنا اور غسل کرنا اور سر پر پانی ڈالنا اور اپنے اوپر گیلا کپڑا لپیٹنا تو یہ افعال مکروہ (تنزیہی) ہیں کیونکہ اس میں عبادت پر بے صبری کا اظہار ہے اور عبادت کی مشقت کو برداشت کرنے سے اپنے آپ کو روکنا ہے۔

اور جو روایت علامہ عینی کے نزدیک معتمد ہے وہ یہ ہے:

امام ابو یوسف نے کہا: یہ افعال مکروہ نہیں ہیں انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرمی کی شدت سے اپنے سر کے اوپر پانی ڈالا اور اس وقت آپ روزے سے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۶۵ ص ۴۴۲ دارالفکر بیروت مصنف عبدالرزاق: ۷۰۱۹)

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۶۳۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ نے بھی یہ دو روایات ذکر کی ہیں۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۳۵۷ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۴ھ)

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثَوْبًا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کپڑا گیلا کر کے اپنے اوپر ڈال لیا اور اس وقت وہ روزہ دار تھے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں یہ اثر ہے:

عبداللہ بن ابی عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کپڑا گیلا کر کے اپنے اوپر ڈال رہے تھے اور اس وقت وہ روزے سے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۳ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ گیلا کپڑا بدن پر ڈالنا اس کے قائم مقام ہے کہ بدن پر پانی بہا کر بدن کو ہاتھ سے ملا جائے اور امام بخاری نے حضرت ابن عمر کے اس اثر کو ذکر کر کے اس سے ابراہیم نخعی کے اس اثر سے معارضہ کیا ہے جو اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ یہ ہے کہ وکیع نے از حسن بن صالح از مغیرہ یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ روزہ دار کے لیے کپڑا گیلا کرنا مکروہ قرار دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۹ مجلس علمی بیروت) (فتح الباری ج ۳ ص ۴۲۴ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ ابراہیم نخعی کا اثر حضرت ابن عمر کے اثر سے زیادہ قوی ہے تو پھر یہ اس سے معارضہ کب ہوا؟ معارضہ تو دو مساوی قوت کے آثار میں ہوتا ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ.

اور شعبی حمام میں داخل ہوئے اور وہ روزہ دار تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ شعبی حمام میں داخل ہوئے اور وہ روزہ دار تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۵۳۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ:۹۴۴۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ اَنْ يَّتَطَعَّمَ الْقِدْرَ اَوِ الشَّيْءَ.

اور حضرت ابن عباس نے کہا: اگر (روزہ دار) دیگچی کو یا کسی چیز کو چکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں یہ آثار ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر کوئی روزہ دار سرکہ کو یا کسی چیز کو چکھ لے تو جب تک وہ چیز اس کے حلق میں نہ داخل ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۳۶۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ:۹۲۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر روزہ دار دیگچی سے کوئی چیز چکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۳۷۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ:۹۲۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہشام نے کہا: حسن بصری کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ روزہ دار شہد یا گھی منہ میں ڈالے پھر اس کو تھوک دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۳۷۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ:۹۲۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

روزہ دار کے طعام چکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

توضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک روزہ دار طعام کو چکھنے سے اس خطرہ سے احتراز کرے کہ کہیں طعام اس کے حلق میں نہ داخل ہو جائے، اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اگر طعام اس کے حلق میں داخل نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اس کا روزہ مکمل ہے، اوزاعی کا بھی یہی قول ہے، امام مالک نے کہا: میرے نزدیک یہ مکروہ ہے اور اگر اس کے حلق میں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی ہے تو وہ روزہ نہ چھوڑے اور یہ ہمارے قول کی مثل ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر روزہ دار خاتون اپنے بچے کے لیے طعام چبائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ اس کے حلق میں طعام نہ جائے، حسن بصری اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی موقف ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۹۳۸۶۔۹۳۸۵، مجلس علمی بیروت) امام مالک، سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے سوائے اس صورت کے جب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری التوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے کتاب الاصل میں کہا ہے کہ روزہ دار کے لیے اپنی زبان سے کسی چیز کو چکھنا مکروہ ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ حکم فرض روزے میں ہے اور نفلی روزہ میں یہ مکروہ نہیں ہے، شمس الائمہ الحلوانی نے کہا ہے کہ فرض روزے میں بھی اس وقت مکروہ ہے جب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہو اور فرض روزہ میں جب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے مثلاً اس نے شہد یا تیل وغیرہ کوئی چیز خریدنی ہو اور اس کو یہ علم ہو کہ اگر اس نے اس کو نہیں خریدا تو اس کو بہت نقصان ہوگا یا کسی عورت کا شوہر بدمزاج ہو اور اس کے لیے سالن کا چکھنا ضروری ہو تو ان صورتوں میں فرض روزہ میں بھی چکھنا مکروہ نہیں ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کا اپنے بچہ کے لیے نوالہ کو چبانا مکروہ ہے، قدوری میں ہے کہ اگر اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے، امام ابو یوسف نے کہا کہ بھیگی ہوئی مسواک کو چبانا مکروہ ہے اور خشک مسواک کو چبانا مکروہ نہیں ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۳۵۷-۳۵۶ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۴ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ.

اور حسن بصری نے کہا: روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل اثر ہے:

امام عبد الرزاق حسن بصری سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں نے عثمان بن ابی العاص کو میدانِ عرفات میں دیکھا' وہ روزہ سے تھے اور پانی کی کلی کر رہے تھے اور اپنے اوپر پانی ڈال رہے تھے' امام عبد الرزاق نے کہا: حسن بصری روزے سے تھے اور کلی کر کے پانی تھوک رہے تھے اور یہ سخت گرمی کا واقعہ ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۵۳۵-ج ۴ ص ۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ إِذَا كَانَ صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِينًا مُتَرَجِّلًا.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم میں سے کسی شخص کا روزہ ہو تو وہ اس حال میں صبح کرے کہ اس نے تیل لگایا ہوا ہو اور کنگھی کی ہوئی ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' مصنف عبد الرزاق: ۷۹۴۲ (ج ۴ ص ۲۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ) میں ہے۔

بہ ظاہر اس تعلیق کی اس باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: روزہ دار کا غسل کرنا' لیکن اس کی مناسبت اس طرح ہو سکتی ہے کہ عموماً غسل کرنے کے بعد سر پر تیل لگایا جاتا ہے اور کنگھی کی جاتی ہے' ثانیاً اس طرح کہ جب سر پر تیل لگانا اور کنگھی کرنا روزے کے منافی نہیں ہے تو غسل کرنا بھی روزے کے منافی نہیں ہوگا۔

وَقَالَ أَنَسٌ إِنَّ لِي أَبْزَنًا أَتَقَحَّمُ فِيهِ وَأَنَا صَائِمٌ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک میرے پاس ابزن ہے جس کے اندر میں داخل ہوتا ہوں اور میں روزے سے ہوتا ہوں۔

ابزن کا معنی ہے: چھوٹا حوض یا نہانے کا بڑا ٹب۔ اس تعلیق کو قاسم بن ثابت نے غریب الحدیث میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸)

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ اِسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے مسواک کی اور آپ روزہ سے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار مرتبہ روزہ میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ترمذی: ۷۲۵' سنن ابوداؤد: ۲۳۶۴)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ يَسْتَاكُ أَوَّلَ النَّهَارِ وَاٰخِرَهُ' وَلَا يَبْلَعُ رِيقَهُ.

اور حضرت ابن عمر نے کہا کہ دن کے اوّل اور آخر حصہ میں مسواک کرے اور اپنا تھوک نہ نگلے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ دن میں دو مرتبہ مسواک کرتے تھے' صبح کو اور شام کو اور وہ روزہ سے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۴۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عَطَاءٌ اِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَهُ لَا اَقُوْلُ يُفْطِرُ.

اور عطاء نے کہا: اگر اس نے تھوک نگل لیا تو میں نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَاْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ، قِيْلَ لَهُ طَعْمٌ، قَالَ وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ، وَاَنْتَ تُمَضْمِضُ بِهِ.

اور ابن سیرین نے کہا: تر مسواک کو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' ان پر اعتراض کیا گیا کہ اس کا ذائقہ ہوتا ہے' انہوں نے کہا: پانی کا بھی ذائقہ ہوتا ہے اور تم اس سے کلی کرتے ہو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عقبہ بن ابی جسرہ المازنی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن سیرین سے دریافت کیا: روزہ دار کے مسواک کرنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اس نے کہا: یہ درخت کی شاخ ہے اور اس کا ذائقہ ہوتا ہے' انہوں نے کہا: پانی کا بھی ذائقہ ہوتا ہے اور تم اس سے کلی کرتے ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۶۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۱/۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَلَمْ يَرَ اَنَسٌ وَّالْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَاْسًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ' حسن بصری اور ابراہیم نخعی کے نزدیک روزہ دار کے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت انس کا اثر' سنن ترمذی: ۷۲۶ میں ہے' اور حسن بصری کا اثر مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۶۱ (مطبوعہ مجلس علمی) میں ہے اور ابراہیم نخعی کا اثر' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۶۰ (مجلس علمی) میں ہے۔

مسواک کرنے کے آثار کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ غسل کے دوران مسواک کی جاتی ہے اور سرمہ لگانے کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ سرمہ بناؤ سنگھار (میک اَپ کرنے) کے لیے لگایا جاتا ہے اور عموماً غسل کے بعد میک اَپ کیا جاتا ہے اور اس باب کا عنوان ہے: روزہ دار کا غسل کرنا۔

۱۹۳۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَاَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ جُنُبًا فِيْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلْمٍ، فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ اور ابوبکر وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں فجر کا وقت اس حال میں پاتے کہ آپ بغیر احتلام کے جنبی ہوتے' پھر آپ غسل کر کے روزہ رکھ لیتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۳۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَبِيْ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی مولیٰ ابی بکر بن عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام بن المغیرہ' انہوں نے ابوبکر بن عبد الرحمان سے سنا' انہوں نے کہا: میں اور میرے والد ساتھ گئے حتیٰ کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس

أَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِّنْ جِمَاعٍ غَيْرِ اِحْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُوْمُهُ.

انہوں نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کو ضرور جماع سے بغیر احتلام کے جنبی اٹھے تھے' پھر آپ نے روزہ رکھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۳۲ - ثُمَّ دَخَلْنَا عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ.

پھر ہم حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' انہوں نے بھی اس کی مثل بیان کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا

جب روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے تو آیا اس پر اس روزہ کی قضاء ہے یا نہیں!

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِيْ حَلْقِهٖ لَا بَأْسَ إِنْ لَّمْ يَمْلِكْ.

اور عطاء نے کہا: اگر اس نے ناک میں پانی ڈالا اور پانی اس کے حلق میں چلا گیا اور اسے اس کے روکنے پر قدرت نہیں تھی تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: ایک شخص نے ناک میں پانی ڈالا تو وہ پانی اس کے حلق میں چلا گیا؟ انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' معمر نے بھی قتادہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۴۰۹۔ ج ۴ ص ۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور حسن بصری نے کہا: اگر مکھی اس کے حلق میں داخل ہوگئی تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے حلق میں مکھی داخل ہوگئی' انہوں نے فرمایا: وہ روزہ نہ توڑے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور حسن بصری اور مجاہد نے کہا: اگر کسی شخص نے بھول کر جماع کرلیا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق اثر حسب ذیل ہیں:

ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: اگر کوئی شخص رمضان میں روزے سے ہو اور بھول کر اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۴۰۵۔ ج ۴ ص ۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بصری نے کہا: وہ شخص بھول کر کھانے یا پینے کے حکم میں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۴۰۴۔ ج ۴ ص ۱۳۵)

۱۹۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان

قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ. [طرف الحدیث:٦٦٦٩]

کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن سیرین نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص بھول کر کھالے اور پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

(صحیح مسلم:١١٥٥ الرقم المسلسل:٢٦٠٥ سنن ابوداؤد:٢٣٩٨ سنن دارقطنی ج ٢ ص ١٧٨ سنن دارمی:١٧٢٦ سنن کبریٰ:٣٢٧٦ مسند ابویعلیٰ: ٦٠٥٨ صحیح ابن خزیمہ:١٩٨٩ صحیح ابن حبان:٣٥١٩ سنن بیہقی ج ٤ ص ٢٢٩ شرح السنۃ:١٧٥٤ مسند احمد ج ٢ ص ٤٢٥ طبع قدیم مسند احمد:٩٤٨٩۔ ج ١٥ ص ٢٩٦ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

روزہ دار کے بھول کر کھانے پینے کے حکم میں اختلافِ ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب کوئی روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے تو حضرت علی حضرت ابن عمر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے عطاء طاؤس اور ابراہیم نخعی اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سفیان ثوری اوزاعی امام شافعی ابوثور امام احمد اور ابواسحاق نے کہا ہے کہ اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: اس پر قضاء ہے یہ ربیعہ امام مالک اور سعید بن عبدالعزیز کا قول ہے۔

ربیعہ نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص بھی اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق بھول گیا وہ حق اس کی طرف لوٹتا ہے۔

ابن القصار نے کہا: کھانا روزے کے منافی ہے اور یہ طے شدہ ہے کہ اگر اس نے کھالیا اور اس کے نزدیک فجر طلوع نہیں ہوئی تھی اور واقع میں فجر طلوع ہو چکی تھی تو اس پر اس روزہ کی قضاء واجب ہے اسی طرح جب وہ روزہ کے درمیان میں بھول جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔

امام مالک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ ہم نے اجتہاد کیا ہے اور ایک روزہ کی قضاء کرنا معمولی بات ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٤ ص ٥٢ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ سب عقلی شبہات ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد سے مزاحم ہونے کی قوت نہیں رکھتے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:٢٦١٢۔ ج ٣ ص ١٥١ پر مذکور ہے اس کا عنوان ہے: روزے میں بھول کر کھانے پینے والے کے بارے میں مذاہب۔

٢٧ - بَابُ السِّوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کے لیے تر اور خشک مسواک کرنے کا حکم

عنوان مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے فقہاء مالکیہ اور شعبی کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ روزہ دار کے لیے تر مسواک کرنا مکروہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۲۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس عنوان سے قطعاً وہ مراد نہیں ہے جو اس قائل نے بیان کی ہے' چونکہ امام بخاری نے اس باب کی تعلیقات میں مطلقاً مسواک کرنے کی احادیث بیان کی ہیں' اس لیے انہوں نے اس باب کے عنوان میں تنبیہ کی کہ ان کی مراد اس سے عموم ہے یعنی مسواک خواہ تر ہو یا خشک ہو۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ، مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ.

اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزہ میں اتنی بار مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے جس کا میں شمار نہیں کر سکتا۔

اس تعلیق کی اصل' سنن ابوداؤد: ۲۳۶۴' اور سنن ترمذی: ۷۲۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر وضوء کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۸۸۷' اور سنن نسائی: ۷ میں مذکور ہے۔

وَيُرْوَى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ وَّ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اس حدیث کی مثل حضرت جابر اور حضرت زید بن خالد سے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی گئی ہے۔

دونوں حدیثوں کو حافظ ابونعیم نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷)

وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ.

مسواک کے اس حکم میں روزہ دار کو اس کے غیر سے مخصوص نہیں کیا گیا۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ مسواک کے اس حکم کی جو حضرت جابر وغیرہ سے روایت ہے' ان میں روزہ دار کی تخصیص نہیں ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔

تعلیق مذکور کی حدیث' سنن نسائی: ۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ وَّقَتَادَةُ يَبْتَلِعُ رِيقَهُ.

اور عطاء اور قتادہ نے کہا: اس کا لعاب نگل لے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول درج ذیل ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا روزہ دار مسواک کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان سے پوچھا گیا: آیا وہ لعاب نگل سکتا ہے؟ (انہوں نے کہا: نہیں) میں نے کہا: اگر اس نے لعاب نگل لیا تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟ انہوں نے

کہا: لیکن اس کو اس سے منع کیا جائے گا' میں نے پھر کہا: اگر اس نے اس کو نگل لیا جب کہ اس کو اس سے منع کیا گیا تھا تو پھر؟ انہوں نے کہا: اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۵۱۷۔ ج ۴ ص ۱۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ وہ مسواک کا لعاب نگل لے اور امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ اگر اس نے منع کرنے کے باوجود مسواک کا لعاب نگل لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۱۹۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ' عَنْ حُمْرَانَ قَالَ رَاَيْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَوَضَّاَ' فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلَاثًا' ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ' ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا' ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا' ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا' ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ' ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا' ثُمَّ الْيُسْرٰى ثَلَاثًا' ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا' ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا' ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهٗ فِيْهِمَا بِشَيْءٍ' اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حمران' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ نے وضوء کیا' سو آپ نے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر تین مرتبہ اپنے چہرہ کو دھویا' پھر اپنا دایاں ہاتھ تین مرتبہ کہنی سمیت دھویا' پھر بایاں ہاتھ تین مرتبہ کہنی سمیت دھویا' پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ نے میرے وضوء جیسا وضوء کیا' پھر فرمایا: جس نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا پھر دو رکعت اس طرح نماز پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے بالکل بات نہیں کی تو اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۸ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمِنْخَرِهِ الْمَاءَ وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: جب تم وضوء کرو تو اپنی ناک کے دونوں نتھنوں میں پانی ڈالو اور آپ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا

اس عنوان میں جو حدیث ذکر کی گئی ہے' اس کی امام مسلم نے روایت کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں از سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو اپنے دونوں نتھنوں میں پانی ڈالے' پھر ناک صاف کرے۔ (صحیح مسلم: ۲۳' ۷' الرقم المسلسل: ۴۴۹)

اس حدیث کے آخر میں جو لکھا ہے: آپ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا' یہ امام بخاری کی اپنی عبارت ہے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناک میں پانی ڈالنے میں روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا' لیکن سنن کی احادیث میں یہ فرق مذکور ہے۔

عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وضوء کے متعلق بتایئے' آپ نے فرمایا: مکمل وضوء کرو اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو' ماسوا اس کے کہ تم روزہ

دار ہو۔ (سنن ابوداؤد:۲۳۶۶ 'سنن ترمذی:۷۸۸ 'سنن نسائی:۸۷ 'سنن ابن ماجہ:۴۰۷)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالسَّعُوْطِ لِلصَّائِمِ اِنْ لَّمْ يَصِلْ اِلٰى حَلْقِهٖ' وَيَكْتَحِلُ.

اور حسن بصری نے کہا: روزہ دار کے لیے ناک میں دوا چڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ وہ دوا اس کے حلق میں نہ پہنچ جائے اور وہ سرمہ لگا سکتا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' لیکن انہوں نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے:

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: روزہ دار کے لیے ناک میں دوا چڑھانا مکروہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۳۵۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۹۲۶۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عَطَاءٌ اِنْ تَمَضْمَضَ ثُمَّ اَفْرَغَ مَا فِيْ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيْرُهٗ اِنْ لَّمْ يَزْدَرِدْ رِيْقَهٗ وَمَاذَا بَقِيَ فِيْ فِيْهِ.

اور عطاء نے کہا: اگر اس نے کلی کی اور منہ میں جو پانی تھا وہ تھوک دیا تو اس کے روزہ میں کوئی نقصان نہیں ہے' بہ شرطیکہ اس نے لعاب نہ نگلا ہو اور جو اس کے منہ میں بچا ہوا پانی ہو (وہ بھی نہ نگلا ہو)۔

اس تعلیق کی حدیث موصول امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۰)

وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ' فَاِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَ الْعِلْكِ لَا اَقُوْلُ اِنَّهٗ يُفْطِرُ' وَلٰكِنْ يُّنْهٰى عَنْهُ' فَاِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهٗ لَا بَأْسَ' لِاَنَّهٗ لَمْ يَمْلِكْ.

اور (روزہ دار) دنداسہ نہ چبائے اور اگر اس نے دنداسہ کا لعاب نگل لیا تو میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس سے منع کیا جائے گا اور اگر اس نے ناک میں پانی ڈالا اور وہ پانی اس کے حلق میں چلا گیا تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس پانی کو روکنا اس کی قدرت میں نہیں ہے۔

اس تعلیق کے متعلق امام عبد الرزاق نے حسب ذیل آثار روایت کیے ہیں۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا روزہ دار دنداسہ چبا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے کہا: وہ دنداسہ کا لعاب تھوک دے' اس کو نگلے نہ چوسے' انہوں نے کہا: اگر اس نے اس کا لعاب نہیں نگلا تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اس نے اس کا لعاب نگل لیا اور وہ اس سے منع کرتا تھا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(مصنف عبد الرزاق:۷۵۲۸۔ ج ۴ ص ۱۵۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے سنا' ان سے دنداسہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں اس کو روزہ دار اور غیر روزہ دار دونوں کے لیے مکروہ قرار دیتا ہوں۔ (مصنف عبد الرزاق:۷۵۲۹)

شعبی نے بھی روزہ دار کے لیے دنداسہ چبانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق:۷۵۳۰)

امام بخاری نے اس باب میں اپنی سند کے ساتھ کسی حدیث کو روایت نہیں کیا' صرف تعلیقات پر اکتفاء کی ہے' ہو سکتا ہے کہ انہیں اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو یا انہوں نے اپنے مسودہ میں حدیث تو درج کی ہو لیکن بعد میں ناقلین سے وہ درج کرنی رہ گئی ہو اور ایسا بہت ممکن ہے کیونکہ اب بھی بار بار پروف ریڈنگ اور بسیار تفتیش اور چھان پھٹک کے باوجود مسودہ کی کوئی نہ کوئی بات چھپنے سے رہ جاتی ہے اور پہلے دور میں اتنا [illegible]

۲۹ - بَابٌ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ

جب کوئی شخص رمضان میں جماع (عمل زوجیت) کرلے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص رمضان میں دن کے وقت عمداً جماع کرلے تو اس پر کفارہ واجب ہو جائے گا۔

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ، مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَّلَا مَرَضٍ، لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعاً ذکر کی جاتی ہے کہ جس شخص نے رمضان میں دن کے وقت عمداً بغیر عذر اور بغیر مرض کے روزہ توڑ لیا تو خواہ وہ ساری عمر روزے رکھتا رہے' اس روزہ کا بدل نہیں ہوسکتا۔

یہ تعلیق' سنن ابوداؤد: ۲۳۹۶' سنن ترمذی: ۷۲۳' سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۲' اور مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۶ میں مذکور ہے۔

وَبِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

مذکور الصدر تعلیق' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۲۸ (نشر السنۃ' ملتان) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَّإِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ وَحَمَّادٌ يَقْضِي يَوْمًا مَّكَانَهُ.

اور سعید بن المسیب' شعبی' ابن جبیر' ابراہیم' قتادہ اور حماد نے کہا: وہ اس کے عوض میں ایک دن کا روزہ رکھ لے۔

امام بخاری نے مذکور الصدر تعلیق میں چھ فقہاء تابعین سے اس صورت میں ایک روزہ کی قضاء کرنے کو نقل کیا ہے' تاہم ان میں سے چار نے تو ایسا ہی کہا ہے اور دو نے ایک سے زیادہ روزوں کی قضاء کرنے کو کہا ہے۔

سعید بن المسیب کے متعلق یہ اثر ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں نے رمضان کا ایک روزہ توڑ لیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم صدقہ کرو اور اللہ سے معافی طلب کرو اور اس کی جگہ ایک روزہ رکھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۶۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' سنن ابوداؤد: ۲۳۸۵' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۱۱' سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱)

ابراہیم نخعی اور شعبی کے متعلق درج ذیل اثر ہے:

ابراہیم اور ابن ابی خالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس روزہ کی جگہ ایک روزہ قضاء کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۶۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن جبیر کے متعلق یہ اثر ہے:

یعلیٰ بن حکیم روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ جس شخص نے رمضان کا ایک دن کا روزہ عمداً توڑ لیا' وہ اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے اور اس کی جگہ ایک روزہ قضاء کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۷۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قتادہ کے متعلق یہ اثر ہے:

ہشام بیان کرتے ہیں کہ قتادہ نے سعید بن المسیب سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے رمضان کا روزہ عمداً توڑ لیا' وہ ایک ماہ کے روزے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۷۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۷۴۹۶)

حماد کے متعلق یہ اثر ہے:

حماد ٔابراہیم سے روایت کرتے ہیں ٔانہوں نے کہا: اس شخص پر تین ہزار دنوں کے روزے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۷۵ ٔمجلس علمی ٔبیروت ٔمصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۸۲ ٔدار الکتب العلمیہ ٔبیروت ٔمصنف عبدالرزاق: ۷۵۰۴)

امام بخاری کی قتادہ سے خلافِ واقع روایت

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے جو قتادہ سے رمضان کا روزہ توڑنے پر ایک روزہ کی قضاء کے لزوم کا لکھا ہے ٔوہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قتادہ سے ایک ماہ کے روزوں کی قضاء کی روایت ہے ٔالبتہ حماد سے ایک روزہ کو قضاء کرنے کی بھی روایت ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۵۰۱)

علامہ ابن بطال نے بھی لکھا ہے کہ امام بخاری نے جو متعدد تابعین کی طرف کفارہ کے سقوط کو منسوب کیا ہے وہ مجھے تابعین کی تصانیف میں نہیں ملا (الی قولہ) بلکہ اس کے برخلاف امام عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس نے رمضان کے روزہ میں عمداً کھایا ٔوہ ایک ماہ کے روزے رکھے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۸ ملخصاً ومحصلاً ٔدار الکتب العلمیہ ٔبیروت ٔ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی سعید بن المسیب سے ایک ماہ کی قضاء کی روایت ذکر کی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۱)

۱۹۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ قَالَ سَمِعَ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ٔ هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ اَخْبَرَهٗ ٔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ ٔ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ اِحْتَرَقَ. قَالَ مَا لَكَ؟ قَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ. فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ ٔ فَقَالَ اَيْنَ الْمُحْتَرِقُ؟ قَالَ اَنَا ٔ قَالَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا. [طرف الحدیث: ۶۸۲۲]

(صحیح مسلم: ۱۱۱۲ ٔالرقم المسلسل: ۲۴۹۰ ٔسنن ابوداؤد: ۲۳۹۵-۲۳۹۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی ٔانہوں نے کہا کہ انہوں نے یزید بن ہارون سے سنا ٔانہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی ٔوہ ابن سعید ہیں کہ عبدالرحمان بن القاسم نے ان کو خبر دی از محمد بن جعفر بن الزبیر بن العوام بن خویلد از عباد بن عبداللہ بن الزبیر ٔانہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ٔوہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ وہ (دوزخ کے عذاب میں) جل گیا ٔآپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی کو حاصل کر لیا ٔپھر آپ کے پاس (کھجوروں کا) ایک تھیلا آیا جس کو العرق کہتے ہیں ٔآپ نے پوچھا: وہ (عذاب میں) جلنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں ٔآپ نے فرمایا: ان کو صدقہ کر دو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن منیر الزاہد ابوعبدالرحمان (۲) یزید بن ہارون ابوخالد (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) عبدالرحمان بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۵) محمد بن جعفر (۶) عباد بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر

مشکل الفاظ کے معانی اور بعض جملوں کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس کا نام سلمہ بن صخر یا سلمان بن صخر تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اس نے کہا: میں جل گیا' اس کا خیال تھا کہ وہ قیامت کے دن دوزخ کے عذاب میں جل جائے گا۔

نیز اس میں ''مِکتل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھجور کی چھال کا بڑا تھیلا' جس میں ساٹھ کلو چیزیں آ جائیں۔

اس میں مذکور ہے: ان کو صدقہ کر دو' آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کھجوروں کو ساٹھ مسکینوں پر صدقہ کر دو۔

آیا اس شخص مذکور پر کفارہ واجب تھا یا نہیں اور کفارہ کی کھجوروں کو اس شخص پر صرف کرنے کی توجیہات اور محامل

المبسوط میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا' یہ نفل تھا۔ اس پر اس حال میں کفارہ واجب نہیں تھا' کیونکہ اس وقت وہ عاجز تھا' اسی لیے اس کے واسطے یہ بھی جائز تھا کہ وہ ان کھجوروں کو اپنے اوپر یا اپنے اہل وعیال کے اوپر خرچ کرے۔

ابوجعفر طبری نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ' سفیان ثوری اور ابوثور کا قول یہ ہے کہ روزہ کا کفارہ ادا کرنا اس پر قرض تھا اور اس کی غربت کی وجہ سے اس سے ساقط نہیں ہوا تھا' اس پر لازم تھا کہ جب اس کے پاس مال آ جائے تو وہ اس روزہ کا کفارہ ادا کرے۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کے دو محمل ہیں' ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے فقر کی وجہ سے اس کے لیے اس کے روزہ کے کفارہ کو کھانا اس پر مباح کر دیا تھا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ان کھجوروں کو کھانا صرف اس شخص کے ساتھ خاص تھا اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ وہ شخص تین احکام کے ساتھ مخصوص تھا: (۱) روزہ رکھنے کی قدرت کے باوجود کھانا کھلانا (۲) صدقہ کی کھجوروں کو اپنے اوپر خرچ کرنا (۳) اس کے کفارہ میں پندرہ صاع (ساٹھ کلو) کھجوروں کا کافی ہونا۔

روزہ میں جماع کرنے سے آیا صرف مرد پر کفارہ واجب ہوتا ہے یا عورت پر بھی واجب ہوتا ہے؟

امام شافعی' داؤد ظاہری اور غیر مقلدین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ روزے میں جماع کرنے سے مرد اور عورت دونوں پر صرف ایک کفارہ لازم آتا ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عوت کے حکم کا ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ بیان کا موقع تھا۔

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور ابوثور نے کہا ہے کہ اگر عورت خاوند کی جماع میں موافقت کرے تو اس پر بھی کفارہ واجب ہے' اگر عورت پر جبر کیا جائے اور وہ مرد کی موافقت کرے تو اس پر بھی کفارہ واجب ہے' ورنہ نہیں۔

کفارہ کی ترتیب میں مذاہب فقہاء

کفارہ میں ترتیب واجب ہے' اوّل حکم غلام کو آزاد کرنے کا ہے' اگر وہ نہ ملے تو پھر دو ماہ کے روزے رکھے جائیں' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے' اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ اس شخص کو ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس کے کفارہ کی ترتیب کفارہ ظہار کی ترتیب کی طرح ہے' اگر

ممکن ہو تو وہ غلام آزاد کرے ورنہ وہ ساٹھ دن کے روزے رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

کفارہ کے روزوں میں یہ شرط ہے کہ وہ لگاتار رکھے جائیں بہ شرطیکہ ان کے درمیان رمضان کے روزے یا عیدین اور ایام تشریق کے روزے نہ آ جائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۴۰۔۳۶ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

✱ باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۹۷۔ ج ۳ ص ۱۰۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① روزے کے کفارے میں مذاہب ② روزہ میں انجکشن لگوانے کا حکم ③ غربت کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

۳۰ - بَابٌ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ

جب کسی روزہ دار نے رمضان میں جماع کیا اور اس کے پاس کوئی مال نہیں تھا پھر اس پر صدقہ کیا گیا تو پھر وہ کفارہ ادا کرے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی روزہ دار نے رمضان کے دن میں عمداً روزہ توڑ دیا اور وہ غلام آزاد کر سکتا تھا اور نہ کسی کو کچھ کھلا سکتا تھا اور نہ اس میں روزہ رکھنے کی طاقت تھی پھر کفارہ کی مقدار کے مطابق اس پر صدقہ کیا گیا تو اس پر اب کفارہ دینا واجب ہے کیونکہ اب اس کو کفارہ پر قدرت ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غربت اور افلاس کی وجہ سے کسی شخص کے ذمہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

۱۹۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! هَلَكْتُ. قَالَ مَا لَكَ؟ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قَالَ لَا. قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا. فَقَالَ فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟ قَالَ لَا، قَالَ فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ؟ فَقَالَ أَنَا. قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ. فَقَالَ الرَّجُلُ أَعَلٰى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي. فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبد الرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا آپ نے پوچھا: تم کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں روزہ میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہارے پاس غلام ہے جس کو تم آزاد کرو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت ابوہریرہ نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے ہم لوگ اسی طرح بیٹھے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کی چھال کا بنا ہوا بڑا تھیلا آیا جس میں کھجوریں تھیں اور عرق کا معنی تھیلا ہے آپ نے پوچھا: وہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں! آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں لو اور ان کو صدقہ کر دو اس شخص نے کہا: کیا مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند پر؟ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ان دو پتھریلے کناروں کے درمیان اس کی مراد مدینہ کے دو کنارے تھے میرے

[اطراف الحدیث: ۱۹۳۷-۲۶۰۰-۲۶۸-۵۳۶۸-۶۰۸۷-۶۱۶۴-۶۷۰۹-۶۷۱۰-۶۷۱۱-۶۷۲۱]

گھر والوں سے زیادہ ضرورت مند اور کوئی گھر والا نہیں ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں' پھر آپ نے فرمایا: تم یہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۱' الرقم المسلسل: ۲۴۸۴' سنن ابوداؤد: ۲۳۹۲-۲۳۹۱-۲۳۹۰' سنن ترمذی: ۷۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱' مسند الحمیدی: ۱۰۰۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۰۶' سنن کبریٰ: ۳۱۱۷' المنتقیٰ: ۳۸۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۴' صحیح ابن حبان: ۳۵۲۴' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۱۰-۲۰۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۲۱' شرح السنۃ: ۱۷۵۲' سنن دارمی: ۱۷۱۶' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۹۰-ج ۱۲ ص ۲۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان' الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حمید بن عبدالرحمن بن عوف الزہری المدنی (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس نے کہا: میں نے روزہ میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر لیا۔

ہلاکت اور عذاب میں جلنا مترادف ہیں اور کفارہ کے تین حکموں کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: میں ہلاک ہو گیا' اور اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا: میں جل گیا' اور ان دونوں لفظوں کا مآل واحد ہے۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں اس طرح روایت کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں نے بغیر کسی عذر کے اور بغیر کسی مرض کے رمضان کا روزہ توڑ لیا' آپ نے فرمایا: تم نے بہت برا کام کیا' اس نے کہا: درست ہے' اب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک غلام آزاد کرو' اس نے کہا: وہ میرے پاس نہیں ہے' آپ نے فرمایا: پھر تم دو ماہ کے روزے رکھو' اس نے کہا: مجھ پر جو مصیبت آئی ہے وہ روزہ رکھنے کی ہی وجہ سے تو آئی ہے' اس کا مطلب تھا کہ وہ جماع کی خواہش پر صبر نہیں کر سکے گا' آپ نے فرمایا: پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ' اس نے کہا: میں اس کی وسعت نہیں رکھتا۔

(المعجم الاوسط: ۸۱۸۰-ج ۹ ص ۸۶' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

کفارہ کے تین حکموں کی مناسبت

اس کو غلام آزاد کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر کسی عذر اور مرض کے عمداً توڑنا بہت سنگین معصیت ہے جس کا تقاضا دوزخ کا عذاب ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ اس عذاب سے نجات کے لیے کوئی فدیہ دیا جائے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک غلام کو آزاد کرے تو غلام کا ہر عضو' آزاد کرنے والے کے ہر عضو کا دوزخ کے عذاب سے فدیہ ہو جاتا ہے' اور دو ماہ کے روزے رکھنے کا حکم اس لیے دیا کہ اس نے روزہ میں معصیت کی تھی تو اس کا کفارہ بھی روزے کی جنس سے ہونا چاہیے تھا اور دو ماہ کے روزے رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ جس نے ایک روزہ کو فاسد کیا تو گویا اس نے پورے مہینہ کے روزوں کو فاسد کر دیا کیونکہ سب روزے ایک ہی جنس سے ہیں اور چونکہ اس کا [illegible]

ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم اس لیے دیا کہ ایک روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے مقابلہ میں ہے۔ چونکہ کفارہ میں اس پر ساٹھ روزے فرض تھے اس لیے ان روزوں کے مقابل اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا فرض کیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنسنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غالب احوال یہ تھے کہ آپ تبسم فرماتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ آپ صرف آخرت کے امور میں ہنستے تھے اور دنیاوی اُمور میں تبسم فرماتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے متضاد احوال کی وجہ سے ہنسے تھے' کیونکہ جب وہ شخص آیا تھا تو اپنی تقصیر کی وجہ سے بہت خوف زدہ تھا اور اس کو اپنے اوپر آخرت کے عذاب کا خطرہ تھا اور جب اس کو رخصت میسر ہوئی تو اس نے اپنے کفارہ کے مال کو کھانے میں رغبت کی' ایک قول یہ ہے کہ آپ اس پر ہنسے تھے کہ وہ شخص خوفِ خدا سے آپ کے پاس آیا اور اس نے احسن طریقہ سے اپنا مدعا پیش کیا اور اپنے مقصود کو اچھے طریقہ سے حاصل کیا۔

کفارہ کے ساتھ قضاء کے لزوم میں اختلافِ فقہاء

امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب' ثوری' ابوثور' امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ عمداً روزہ توڑنے والے کے اوپر کفارہ بھی ہے اور قضاء بھی ہے' اور اوزاعی نے کہا ہے کہ اگر اس نے غلام آزاد کر کے کفارہ دیا ہے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر کفارہ دیا ہے تو وہ ایک روزہ کی قضاء کرے گا اور اگر اس نے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ کر کفارہ دیا ہے تو قضاء کا ایک روزہ بھی ان ہی روزوں کے ضمن میں آ گیا' الگ سے قضاء کا روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس سے پہلے متعدد احادیث اور آثار میں ایک روزہ قضاء کا رکھنے کا ذکر آ چکا ہے' امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے قضاء ساقط ہے اور ایک قول اوزاعی کے قول کی مثل ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۹)

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صورت مذکورہ میں عورت پر کفارہ بیان نہ کرنے کی توجیہ

جمہور کے نزدیک اس صورت میں عورت پر بھی کفارہ واجب ہوتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت پر کفارہ کا حکم کیوں بیان نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورت نے خود اعتراف کیا تھا نہ سوال کیا تھا' اور اس کے خاوند کا اعتراف اس کے اوپر کسی حکم کو واجب نہیں کرتا جب تک کہ وہ عورت خود اعتراف نہ کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق جو سکوت فرمایا' ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ عورت کسی وجہ سے روزہ دار نہ ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے مرد کا حکم بیان فرما دیا تو یہ بیان عورت کے حکم کو بھی شامل ہے کیونکہ دونوں اس حکم میں مشترک تھے کہ دونوں پر روزہ توڑنا حرام تھا' اور روزہ کی حرمت پامال کرنا ممنوع تھا' جس طرح آپ نے مرد کو غسل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا کیونکہ یہ بات واضح تھی' اسی طرح یہ امر بھی واضح اور معلوم تھا کہ مردوں کے عام احکام عورتوں پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور سے مستفاد ہونے والے دیگر مسائل

اس حدیث سے جو دیگر مسائل معلوم ہوتے ہیں' وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) جب کسی شخص نے کوئی خلافِ شرع کام کر لیا ہو تو اس کے متعلق کسی عالم دین سے سوال کرنا چاہیے۔

(۲) جو کام قبیح ہو اس کا صراحۃً ذکر کرنے کے بجائے اس کو کنایہ سے تعبیر کرنا چاہیے کیونکہ اس شخص نے صراحۃً یہ نہیں کہا کہ میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے وطی کی یا جماع کیا' بلکہ یہ کہا: میں اس پر واقع ہوا یا میں نے اس کو حاصل کر لیا۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ڈانٹا نہیں نہ اس پر غضب کا اظہار کیا بلکہ اس کو نرمی اور ملائمت سے مسئلہ بتایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد عالم دین کے پاس شرعی حکم معلوم کرنے آئے تو اس کو نرمی سے مسئلہ بتانا چاہیے۔

(۴) وہ شخص گناہ کرنے کے بعد اس پر نادم ہوا اور اس کو اس پر عذاب کا خوف دامن گیر ہوا' اس لیے اس نے کہا: میں (دوزخ کے عذاب میں) جل گیا یا کہا: میں ہلاک ہو گیا۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے یا پڑھانے کے علاوہ بھی مسجد میں بیٹھتے تھے اور آپ کے ساتھ صحابہ بھی بیٹھتے تھے' اس سے دینی مسائل کی تعلیم مقصود تھی اور پیش آمدہ مسائل کا حل بتلانا تھا۔

(۶) جب سائل نے یہ کہا کہ مدینہ میں مجھ سے زیادہ محتاج کوئی نہیں ہے تو آپ ہنسے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہنسی کا کوئی سبب ہو تو مسجد میں بھی ہنسنا جائز ہے۔

(۷) بیوی اور شوہر کے درمیان جواز دواجی عمل ہوتا ہے' عام حالات میں اس کو چھپانے اور اس کا کسی سے ذکر نہ کرنے کا حکم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ اپنے جماع کرنے کی کیفیت کا کسی سے ذکر کریں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۷۴' سنن ترمذی: ۲۷۸۷' سنن نسائی: ۵۱۳۳)

لیکن ضرورت شرعی اور مسئلہ معلوم کرنے کے لیے اس کا عالم کے سامنے ذکر کرنا جائز ہے' جیسے اس شخص نے کہا: میں رمضان میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا یا میں نے اس کو رمضان میں حاصل کر لیا۔

(۸) اسی طرح اگر انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کو چھپانے کا حکم ہے' حتیٰ کہ اگر حاکم کسی شخص سے پوچھے کہ تم نے فلاں سے زنا کیا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کوئی ذو معنی جملہ بول کر کہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا' کیونکہ زنا کا اظہار بھی بے حیائی ہے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۵۲۵ طبع جدید) جب ہزال نے ماعز کے زنا کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کاش! تم اس کے زنا پر پردہ رکھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۷۷) لیکن عالم دین سے شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے ایسے گناہ کا اظہار کرنا جائز ہے' تاکہ عالم دین اس کو بتائے کہ اب اس پر کیا تاوان واجب ہے۔

(۹) اس شخص نے کہا: مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سخی داتا کے سامنے اپنی تنگی اور فقر کو بیان کرنا جائز ہے اور جس حال کو اس کے بتائے بغیر کوئی اس پر مطلع نہیں ہو سکتا اس کا بیان کرنا اور اس کے بیان کو قبول کرنا بھی جائز ہے۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو کفارہ ادا کرنے کے لیے کھجوروں کا بڑا تھیلا عطا کیا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس جو مال آتا تھا' آپ اس کو اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور ضرورت مندوں کو عطا کر دیتے تھے اور یہ کہ عبادت میں تعاون کرنا چاہیے کیونکہ کفارہ ادا کرنا بھی عبادت ہے اور کسی مسلمان کو مصیبت سے چھڑانے میں اس کی مدد کرنی چاہیے' اور جب اس نے کہا کہ مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی ضرورت مند نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: جا کر اپنے اہل کو کھلاؤ' اس سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت مند مسلمان کے قول کی تصدیق کرنی چاہیے اور کسی شخص کو اس کی ضرورت سے زیادہ دینا بھی جائز ہے کیونکہ وہ کھجوریں تقریباً ساٹھ کلو تھیں اور یہ کہ کسی ایک گھر والے کو بھی پورا کفارہ دینا جائز ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کھجوروں میں سے جو زائد ہوں وہ کسی اور ضرورت مند کو دے دینا' اس سے معلوم ہوا کہ ایک ضرورت مند پر دوسرے ضرورت مند کو دینا واجب نہیں ہے۔

(فتح الباری مع زیادۃ ج ۳ ص ۲۳۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۹۱۔ ج ۳ ص ۱۰۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: روزے کے کفارے میں مذاہب اورافلاس کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

۳۱ - بَابُ الْمُجَامِعِ فِي رَمَضَانَ، هَلْ يُطْعِمُ اَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ اِذَا كَانُوْا مَحَاوِيجَ؟

رمضان میں جماع کرنے والا آیا اپنے گھر والوں کو کفارہ سے کھلا سکتا ہے جب وہ ضرورت مند ہوں؟

اس باب کے عنوان میں '' محاویج '' کا لفظ ہے یہ اسم آلہ '' محواج '' کی جمع کا صیغہ ہے اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے: جو بہت زیادہ ضرورت مند ہو۔

۱۹۳۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْاٰخِرَ وَقَعَ عَلٰى اِمْرَاَتِهٖ فِي رَمَضَانَ. فَقَالَ اَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً؟ قَالَ لَا. قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا. قَالَ اَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهٖ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ قَالَ لَا. قَالَ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ. وَهُوَ الزَّبِيْلُ، قَالَ اَطْعِمْ هٰذَا عَنْكَ. قَالَ عَلٰى اَحْوَجَ مِنَّا؟ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا، قَالَ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الزہری از حمید بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ ایک آدمی رمضان میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا آپ نے پوچھا: کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! راوی نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑا تھیلا آیا جس میں کھجوریں تھیں آپ نے فرمایا: یہ تم اپنی طرف سے کھلاؤ اس نے کہا: ان دو پتھریلے کناروں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے آپ نے فرمایا: پھر تم یہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۹۳۶۔ ۱۹۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲ - بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا فصد لگوانا اور قے کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فصد لگوانا اور قے کرنا آیا روزہ کے لیے مفسد ہیں یا نہیں فصد لگوانے کا معنی ہے: جونک یا کسی آلہ کے ذریعہ جسم سے خون نکلوانا۔

وَقَالَ لِيْ يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ، اِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُوْلِجُ.

اور مجھ سے یحییٰ بن صالح نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمر بن الحکم بن ثوبان وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب کوئی روزہ دار قے کر دے تو وہ روزہ نہ چھوڑے قے کسی چیز کو خارج کرتی ہے داخل نہیں کرتی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو ازخود قے آ جائے اس پر روزہ کی قضاء نہیں ہے اور جو شخص عمداً قے لائے وہ اس روزہ کی قضاء کرے۔ (سنن ترمذی: ۷۲۰، سنن ابوداؤد: ۲۳۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۸)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اہل علم کا حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث پر عمل ہے امام شافعی ثوری امام احمد اور اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔ (سنن ترمذی)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن اس کو امام ترمذی نے ذکر نہیں کیا اور وہ اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہ کا ذکر نہیں کرتے صرف ایک جگہ امام ابوحنیفہ کا رد کرنے کے لیے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ اشعار سنت ہے اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بدعت ہے۔ کتاب الحج میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ يُفْطِرُ، وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ.

اور حضرت ابوہریرہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ قے کرنے والا روزہ چھوڑ دے اور پہلی نقل زیادہ صحیح ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس اثر کو امام الحازمی نے صیغہ تمریض سے ذکر کیا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ اثر ضعیف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۲)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرَمَةُ اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ نے کہا: روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو (جسم میں) داخل ہو نہ کہ اس چیز سے جو (جسم سے) خارج ہو۔

اس تعلیق کے موافق آثار حسب ذیل ہیں:

ابوظبیان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روزہ دار کے فصد لگوانے کے متعلق فرمایا: روزہ (جسم میں) کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے نہ کہ کسی چیز کے خارج ہونے سے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۱۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۱۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عکرمہ سے روزہ دار کے فصد لگوانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ فلاں اور فلاں چیز کی مثل ہے جو تمہارے جسم سے نکلتی ہے اور انہوں نے قضاء حاجت کا ذکر کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۳۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

فصد لگوانے میں جونک یا کسی آلہ کے ذریعہ جسم سے خون نکالا جاتا ہے جس طرح اور چیزوں کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح خون نکلنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روزے میں فصد لگواتے تھے پھر انہوں نے اس کو ترک کر دیا پھر وہ رات کو فصد لگواتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روزے میں فصد لگواتے تھے پھر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اس کو کس وجہ سے ترک کیا آیا انہوں نے اس کو مکروہ قرار دیا یا کمزور ہو گئے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۲۸ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۳۶ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَاحْتَجَمَ اَبُوْ مُوْسٰی لَیْلًا. اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے رات کو فصد لگوائی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس شام کے وقت گیا' وہ اس وقت بصرہ کے حاکم تھے' میں نے دیکھا وہ کھجوریں کھا رہے تھے اور شوربا پی رہے تھے' اور انہوں نے فصد لگوائی تھی' میں نے ان سے پوچھا: آپ دن میں فصد کیوں نہیں لگواتے؟ انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ میں روزہ میں اپنا خون نکلواؤں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۹ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۷ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَاُمِّ سَلَمَةَ اِحْتَجَمُوْا صِيَامًا. اور حضرت سعد' حضرت زید بن ارقم اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے روزہ میں فصد لگوائی۔

حضرت زید بن ارقم کی حدیث' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۱۶ (مجلس علمی) میں ہے' اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۲۷ میں ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث' مصنف عبد الرزاق: ۷۵۰۰ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ بُكَيْرٌ عَنْ اُمِّ عَلْقَمَةَ كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا تَنْهٰى. اور بکیر نے ام علقمہ سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس فصد لگواتے تھے اور آپ ہمیں منع نہیں فرماتی تھیں۔

علامہ عینی نے اس تعلیق کے لیے امام بخاری کی تاریخ کبیر کا حوالہ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۳) مگر مجھے اس میں یہ حدیث نہیں ملی۔

وَيُرْوٰى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ مَرْفُوْعًا فَقَالَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ. اور حسن بصری نے متعدد صحابہ سے یہ روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے اور جس کو فصد لگائی جائے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

اس تعلیق کا ثبوت درج ذیل آثار میں ہے:

حضرت معقل بن سنان الاشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اٹھارہ رمضان کو کسی کے فصد لگا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے' پس آپ نے فرمایا: فصد لگانے والے کا اور جس کے فصد لگائی جائے' دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۸۹ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۹۷ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس آئے' وہ بقیع میں کسی کے فصد لگا رہے تھے' اس دن رمضان کی اٹھارہ تاریخ تھی' آپ نے فرمایا: فصد لگانے والے کا اور جس کو فصد لگائی جائے' دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۲ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۰ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فصد لگانے والے کا اور جس کے فصد لگائی جائے' دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۴ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۲ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

- یہ روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۳) حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف: ۹۳۹۵) حضرت علی سے بھی منقول ہے۔ (مصنف: ۹۳۹۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ (مصنف: ۹۴۰۲)

فصد لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی احادیث کے جوابات

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں جو روزہ ٹوٹنے کا ذکر ہے وہ فصد لگانے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کسی اور سبب سے ہے کہ وہ فصد لگانے والا اور جس کے فصد لگائی گئی تھی، وہ دونوں کسی شخص کی غیبت کر رہے تھے' اسی وجہ سے نبی ﷺ نے ان دونوں کے روزہ ٹوٹنے کی خبر دی' امام شافعی نے بھی ان احادیث کو اسی معنی پر محمول کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ کا اجر ساقط ہو جاتا ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض صحابہ نے دورانِ خطبہ باتیں کرنے والے سے کہا: تمہارا جمعہ نہیں ہوا' نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا لیکن اس کو نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے جمعہ کا اجر ساقط ہو گیا' اسی طرح غیبت کرنے والے کا اجر ساقط ہو گیا اور غیبت کرنے والے کا روزہ ٹوٹنا اس طرح نہیں ہے جس طرح کھانے' پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے بلکہ غیبت کرنے کی وجہ سے ان کے روزہ کا اجر ضائع ہو جاتا ہے اور ان احادیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے ان پر اس روزہ کی قضاء واجب ہو جاتی ہے۔

پھر امام طحاوی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہم روزہ دار کے لیے فصد لگوانے کو اس لیے مکروہ کہتے ہیں کہ اس سے اس پر بہت زیادہ ضعف طاری ہو جائے گا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

جس سے یہ خطرہ ہو گا کہ کمزوری کی وجہ سے اس کو روزہ توڑنا پڑے گا۔

اور روزہ میں فصد لگوانے کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فصد لگوائی اور آپ مُحرِم (صاحبِ احرام) اور روزہ دار تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۸۔ ۱۸۳۵' صحیح مسلم: ۱۲۰۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۳۵' سنن ترمذی: ۷۷۵' سنن نسائی: ۲۸۴۳)

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۶۳۔ ۱۵۶ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مذکورہ جوابات کے علاوہ ان احادیث کے جواب یہ ہیں:

جس روزہ دار نے فصد لگوائی ہے' اس کا روزہ اس وجہ سے ٹوٹ جائے گا کہ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے ہو سکتا ہے اس پر اتنی نقاہت اور غشی طاری ہو جائے کہ اس کو روزہ توڑنا پڑے اور جس نے فصد لگائی ہے' ہو سکتا ہے کہ خون چوستے وقت کچھ خون اس کے پیٹ میں چلا جائے اور اس کا روزہ ٹوٹ جائے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ پرانا طریقہ تھا کہ جسم کے کسی حصہ میں سینگ چبھو کر چوستے تھے اور اس کی رگ سے خون نکل آتا تھا۔ موجودہ دور میں سرنج کے ذریعہ خون نکالا جاتا ہے جس میں اب یہ احتمال بالکل نہیں ہے کہ خون پیٹ میں چلا جائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ ان کے پاس شام کے وقت گزر رہے تھے جب ان کے روزہ افطار کرنے کا وقت آ لگا تھا تو آپ نے فرمایا: فصد لگوانے والے اور فصد لگانے والے دونوں کا روزہ افطار ہو گیا' یعنی ان کے افطار کرنے کا وقت آ گیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ ان دونوں کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ صحیح البخاری: ۱۹۳۸' سے ان شاء اللہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۶۔ ۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ لِيْ عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الْحَسَنِ مِثْلَهُ. فَقِيْلَ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ.

اور مجھ سے عیاش نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حسن بصری سے اس کی مثل حدیث روایت کی ان سے کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر کہا: اللہ ہی جانتا ہے!

یعنی حسن بصری نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے اور فصد لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

تعلیق مذکور میں حسن بصری کی جس روایت کا ذکر ہے وہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۵ اور ۹۳۹۷ پر مذکور ہے۔

۱۹۳۸ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور آپ مُحرِم تھے اور آپ نے فصد لگوائی اور آپ روزہ دار تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۳۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس وقت آپ روزہ دار تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۴۰ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ يَسْاَلُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ؟ قَالَ لَا، اِلَّا مِنْ اَجْلِ الضَّعْفِ. وَزَادَ شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ثابت البنانی سے سنا، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کر رہے تھے: کیا آپ لوگ روزہ دار کے لیے فصد لگوانے کو مکروہ کہتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! مگر ضعف کی وجہ سے، اور شبابہ نے یہ اضافہ کیا کہ ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں۔

اس کی شرح تعلیقات میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْاِفْطَارِ

سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا دونوں مباح ہیں اور مکلف کو اس میں اختیار ہے، خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان۔

۱۹۴۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ لِرَجُلٍ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، الشَّمْسُ! قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الشَّمْسُ! قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي. فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ، ثُمَّ رَمَى بِيَدِهِ هَا هُنَا، ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ. تَابَعَهُ جَرِيرٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۹۵۵۔۱۹۵۶۔۱۹۵۸۔۵۲۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق شیبانی کہ انہوں نے حضرت ابن ابواوفی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے' آپ نے ایک شخص سے فرمایا: (سواری سے) اترو اور میرے لیے ستو گھولو اس نے کہا: یارسول اللہ! (ابھی) سورج (ہے)' آپ نے فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! (ابھی) سورج (ہے)' آپ نے فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھولو پس اس نے اتر کر ستو گھولے' آپ نے ستو پئے' پھر اس طرف ہاتھ مار کر فرمایا: جب تم رات کو اس طرف سے آتے ہوئے دیکھو تو روزہ دار کے روزہ کے افطار کا وقت ہو گیا۔ سفیان کی جریر نے اور ابوبکر بن عیاش نے متابعت کی ہے' از الشیبانی از حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۰۱' الرقم المسلسل: ۲۴۴۸' سنن ابوداؤد: ۲۳۵۲' مصنف عبد الرزاق: ۷۵۹۴' مسند الحمیدی: ۷۱۴' سنن کبریٰ: ۳۳۱۱' صحیح ابن حبان: ۳۵۱۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۳۹۹۔ ج ۳۲ ص ۱۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ بن جعفر' جن کو ابن المدینی کہا جاتا ہے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابو اسحاق الشیبانی' ان کا نام سلیمان بن ابی سلیمان ہے اور ابو سلیمان کا نام فیروز شیبانی ہے' ان کی نسبت شیبان بن وھل کی طرف ہے (۴) حضرت عبداللہ بن ابواوفی' ان کا نام علقمہ الاسلمی رضی اللہ عنہ ہے' یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۹)

اس حدیث کی مطابقت عنوان کے جزءِ اوّل کے ساتھ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا ہوا تھا۔

سفر میں روزہ رکھنے یا روزہ چھوڑنے کے متعلق اختلافِ فقہاء اور روزہ کے افطار کا وقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنے کی بہ نسبت روزہ رکھنا افضل ہے جب کہ وہ سفر رمضان کے مہینہ میں ہو' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت ابن عباس' حضرت انس اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم اور سعید بن المسیب' عطاء' سعید بن جبیر' حسن بصری' نخعی' مجاہد' اوزاعی اور لیث یہ کہتے ہیں کہ سفر کرنے والے کو اختیار ہے خواہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے' اور عمر بن عبدالعزیز' شعبی' قتادہ' محمد بن علی اور امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنا افضل ہے اور اسود بن یزید' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے' التوضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت عثمان بن ابی العاص اور حضرت انس بن مالک کا بھی یہی قول ہے' حضرت عمر' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' اگر کسی نے سفر میں روزہ رکھا تو

اس پر واجب ہے کہ وہ حضر میں اس کی قضاء کرے اور حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: سفر میں روزہ رکھنے والا اس شخص کی مثل ہے جو حضر میں روزہ چھوڑ دے' اہل الظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی قول ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' قیس بن عباد' ابو الاسود' ابن سیرین' حضرت ابن عمر اور ان کے بیٹے سالم' عمرو بن میمون اور حضرت ابو وائل سفر میں روزہ رکھتے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے حضر میں رمضان کا مہینہ پایا' پھر اس نے سفر کیا تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ:۱۸۵) سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ اس ماہ کے روزے رکھے۔

نیز اس حدیث میں روزہ کے وقت کی انتہاء کا بیان ہے' الاستذکار میں علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جب مغرب کا وقت شروع ہو جائے تو روزہ دار کے روزہ کے افطار کا وقت آ گیا' خواہ اس کا روزہ فرض ہو یا نفل اور اس پر بھی اجماع ہے کہ مغرب کی نماز کا وقت' رات کے ایک جز میں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ. (البقرہ:۱۸۷) پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔

علامہ رافعی نے کہا ہے کہ جب تک روزہ دار کو سورج کے غروب ہونے کا یقین نہ ہو' اس وقت تک روزہ افطار نہ کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ دار کے لیے رات کے ایک جز تک ٹھہرنا واجب نہیں ہے بلکہ جب اس کے نزدیک سورج کا غروب ہونا محقق ہو جائے' وہ روزہ افطار کر لے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۲۔۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۴۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي' عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ حَمْزَةَ ابْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيَّ' قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّي اَسْرُدُ الصَّوْمَ. [طرف الحدیث:۱۹۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں مسلسل روزہ رکھتا ہوں۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرهد (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن زبیر بن العوام (۵) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا (۶) حمزہ بن عمرو الاسلمی ابو صالح' ایک قول ابو محمد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۳)

اس باب کا عنوان ہے: سفر میں روزے رکھنا' اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جو شخص مسلسل روزے رکھے گا' وہ سفر میں بھی روزے رکھے گا۔

حدیث مذکور کا صوم دھر کی ممانعت سے تعارض کا جواب

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ان فقہاء کا رد ہوتا ہے جو صوم الدھر (ہمیشہ روزے رکھنا) کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے یہ خبر دی کہ وہ مسلسل روزے رکھتے ہیں تو آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا' بلکہ آپ نے ان کو سفر میں روزے رکھنے کی اجازت دی اور جب سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے تو حضر میں روزہ رکھنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلسل روزہ رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کے بغیر بھی صادق آتا ہے' لہٰذا یہ صوم دھر کی کراہت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا' سو یہ حدیث اس ممانعت سے معارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو ان کے ضعف کی وجہ سے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا' لہٰذا یہ حدیث اس کے معارض نہیں ہے کیونکہ حضرت حمزہ اسلمی کو مسلسل روزے رکھنے کی قوت اور طاقت تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۶۴۔ ۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَأَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ وَكَانَ كَثِيرَ الصِّيَامِ، فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا میں سفر میں بھی روزے رکھوں؟ اور وہ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے' آپ نے فرمایا: تم چاہو تو (سفر میں) روزہ رکھو اور تم چاہو تو (سفر میں) روزہ چھوڑ دو۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۹۴۲ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

۳۴ - بَابٌ اِذَا صَامَ اَيَّامًا مِّنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

جب رمضان میں کئی روزے رکھے' پھر سفر کیا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے رمضان کے کئی ایام روزے رکھے' پھر اس نے سفر کیا تو آیا اس کے لیے سفر میں روزہ چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس عنوان میں اس سوال کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے لیے بھی سفر میں روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

حدیث مذکور کے عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس پر حضر میں رمضان کا چاند طلوع ہو گیا' پھر اس کے بعد اس نے سفر کیا تو اس کے لیے سفر میں روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ:۱۸۵)

سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو' وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے۔

اور اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان کے بعد سفر کرے اور جس پر رمضان کا چاند طلوع ہو چکا ہو' ان کے سفر میں کوئی فرق نہیں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ "فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" کو اس سے متصل آیت نے منسوخ کر دیا ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. (البقرہ:۱۸۵)

اور جو مریض یا مسافر ہو (اور روزے نہ رکھے) تو وہ دوسرے دنوں سے (مطلوبہ) عدد پورا کرے۔

پھر امام بخاری نے جمہور کے مؤقف پر اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۴۴۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم متعدد مرتبہ اس قائل کی اس قسم کی عبارت کا رد کر چکے ہیں کہ اشارہ تو صرف حاضرین (محسوس مُبصر) کی طرف کیا جاتا ہے' یہاں پر کون سے حاضرین تھے جن کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے اور اس قائل کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ امام بخاری' حضرت علی کی مذکور الصدر روایت پر مطلع ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے اس باب کے عنوان سے اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا اور اگر بالفرض ہم یہ مان لیں کہ امام بخاری' حضرت علی کی اس روایت پر مطلع تھے تو بھی یہ کیسے لازم آیا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۵۔ ۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے حضرت علی کی طرف منسوب روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' اس پر علامہ عینی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اشارہ تو ناظرین کی طرف یعنی محسوس مُبصر کی طرف ہوتا ہے اور حدیث کے عنوان سے ایک روایت کو رد کرنا یہ تو معنوی امر ہے' اس کی طرف اشارہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اشارہ کا لغوی یا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی امام بخاری نے صراحۃً اس روایت کا رد نہیں کیا اور یہ نہیں کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے بلکہ اس روایت کے خلاف عنوان قائم کیا' جس سے پتا چلا کہ یہ روایت ضعیف ہے ورنہ امام بخاری اس کے خلاف عنوان قائم نہ کرتے اور ایسے مواقع پر کہا جاتا ہے کہ ماتن نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے اور اس طرح کی عبارت اکثر شروع میں ہوتی ہے۔ خود علامہ عینی کی بھی اس طرح کی عبارت ہے اور وہ یہ ہے:

امام بخاری نے ایک تعلیق میں کہا ہے: ایک سے زیادہ صحابہ نے یہ مرفوعاً روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے کا اور جس کو فصد لگائی جائے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اس تعلیق کی شرح میں علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ حسن بصری نے صحابہ کی ایک جماعت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے اور جس کو فصد لگائی گئی ہے اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور یہ صحابہ حضرت ابوہریرہ' حضرت ثوبان اور حضرت معقل بن یسار وغیرہ ہیں' رضی اللہ عنہم۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اب کیا علامہ عینی اپنے اوپر بھی یہ اعتراض کریں گے کہ اشارہ تو ناظرین کی طرف اور محسوس مبصر کی طرف ہوتا ہے اور علامہ عینی نے جو یہ بتایا ہے کہ اس تعلیق کو لانے سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث متعدد صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے یہ ایک امر معنوی ہے' کوئی محسوس مبصر چیز نہیں ہے' اس کی طرف نہ اشارہ لغوی معنی میں صحیح ہے نہ اصطلاحی معنی میں' بلکہ یہاں پر اشارہ کا مجازی معنی مراد ہے کہ امام بخاری نے صراحۃً ان متعدد روایات کا ذکر نہیں کیا بلکہ ان روایات کی طرف اپنی تعلیق سے اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح علامہ عینی کا دوسرا اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کہ حافظ ابن حجر کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ امام بخاری' حضرت علی کی اس روایت پر مطلع تھے حتیٰ کہ انہوں نے اس روایت کے خلاف عنوان قائم کر کے اس کے رد کی طرف اشارہ کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری عظیم محدث تھے' ان کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ مستحضر تھیں اور تین لاکھ احادیث غیر صحیحہ مستحضر تھیں' اس بناء پر سمجھا جاسکتا ہے کہ

حضرت علی کی طرف منسوب یہ ضعیف روایت بھی ان کو مستحضر تھی اور انہوں نے اس روایت کے خلاف عنوان قائم کر کے اس کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ جو شخص رمضان کا چاند دیکھ لے وہ اس کے بعد سفر کرے تو روزہ نہ چھوڑے اور امام بخاری نے عنوان میں یہ لکھا ہے: ''جس نے رمضان میں کئی روزے رکھے پھر سفر کیا'' اور اس کے بعد یہ حدیث لا کر یہ ثابت کیا کہ وہ اس سفر میں روزہ چھوڑ سکتا ہے۔

ہم علامہ عینی کے مُحب اور ان کے حامی ہیں اور حتی الامکان ان کا دفاع کرتے ہیں لیکن ان کی محبت ہمیں حق سے عدول اور تجاوز پر نہیں اُبھار سکتی' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا. کسی قوم کی عداوت تمہیں بے انصافی پر نہ اُبھارے۔

(المائدہ:۸)

اس لیے اس مبحث میں ہم علامہ عینی کی تائید اور نصرت سے قاصر رہے' اس حدیث کے عنوان کی شرح کے بعد' اب ہم اس کی حدیث کا ذکر کر رہے ہیں:

١٩٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ' حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ اَفْطَرَ' فَاَفْطَرَ النَّاسُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْكَدِيْدُ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مکہ کی طرف گئے تو آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ جب آپ مقام کدید پر پہنچے تو آپ نے روزہ چھوڑ دیا اور لوگوں نے (بھی) روزہ چھوڑ دیا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: ''الکدید'' عسفان اور قدید کے درمیان پانی کا ایک چشمہ ہے۔

[اطراف الحدیث:۱۹۴۸۔۲۹۵۳۔۴۲۷۵۔۴۲۷۶۔۴۲۷۷۔۴۲۷۸۔۴۲۷۹] (صحیح مسلم:۱۱۱۳' الرقم المسلسل:۲۴۹۳' سنن نسائی: ۲۳۰۹' المعجم الکبیر:۱۰۹۴۵' مسند احمد ج۱ص۳۲۵ طبع قدیم' مسند احمد:۲۹۹۴۔ ج۵ص۱۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن رمضان کے روزے رکھے' پھر مکہ کا سفر کیا اور اس میں روزہ رکھا۔

سفر میں روزہ کھولنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا اور اس میں ان علماء کا رد ہے جو سفر میں روزہ جائز نہیں قرار دیتے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ سفر میں روزہ کھولنا مباح ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ دار سفر میں دن کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد روزہ کھول سکتا ہے۔

امام مالک نے کہا: جو شخص سفر میں روزہ کھول لے اس پر صرف روزہ کی قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے' امام ابوحنیفہ' امام

شافعی' داؤد' طبری اور اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سفر میں روزہ کھولنے کی مفصل روایت

صحیح بخاری کی مذکور الصدر روایت میں اختصار ہے' صحیح مسلم اور مسند احمد میں اس روایت کی تفصیل ہے:

صحیح مسلم کی روایت اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں سفر کیا' پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ آپ مقام عسفان پر پہنچ گئے' پھر آپ نے برتن منگایا جس میں مشروب تھا' آپ نے وہ مشروب دن میں اس طرح پیا کہ لوگ دیکھ لیں' پھر آپ نے روزہ چھوڑ دیا حتیٰ کہ آپ مکہ میں داخل ہو گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ چھوڑا بھی ہے' سو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۱۳' الرقم المسلسل: ۲۴۹۷' صحیح البخاری: ۱۹۴۸' سنن ابوداؤد: ۲۴۰۴' سنن نسائی: ۲۲۸۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۵ طبع قدیم' الرقم المسلسل: ۲۹۹۳۔ ج ۵ ص ۱۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ کی طرف گئے' پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ کراع الغمیم (ایک مقام) میں پہنچ گئے' پس لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا' پھر آپ نے پانی منگا کر اس کو اوپر اٹھایا حتیٰ کہ لوگوں نے اس کو دیکھ لیا' پھر آپ نے پانی پی لیا' پھر اس کے بعد آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگوں نے اپنے روزہ کو برقرار رکھا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: وہ نافرمان ہیں' وہ نافرمان ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۴' الرقم المسلسل: ۲۴۹۹' سنن ترمذی: ۷۱۰' سنن نسائی: ۲۲۵۹' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۴)

سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا اختلاف اور مذاہبِ فقہاء

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے' بعض اہل علم صحابہ اور فقہاء تابعین نے کہا ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنا افضل ہے' حتیٰ کہ بعض نے یہ کہا ہے کہ جو سفر میں روزہ رکھے وہ اس روزہ کو دوبارہ رکھے' امام احمد اور اسحاق کا مختار ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑ دے اور بعض دوسرے اہل علم صحابہ اور تابعین نے یہ کہا ہے کہ اگر قوت ہو تو سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر اس نے روزہ چھوڑا تو یہ بھی مستحسن ہے' یہ سفیان ثوری' امام مالک بن انس اور عبداللہ بن المبارک کا مذہب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: یہ لوگ نافرمان ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل نے اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہیں کیا تھا' لیکن جس کا یہ اعتقاد تھا کہ روزہ افطار کرنا مباح ہے اور اس کو روزہ کی قوت تھی' اس لیے اس نے روزہ رکھ لیا تو وہ میرے نزدیک بہت عمدہ ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۱۷۔۳۱۶' دارالمعرفہ' بیروت)

امام ترمذی نے مذاہب فقہاء میں امام ابوحنیفہ کا مذہب نہیں بیان کیا حالانکہ ان کا بھی وہی مذہب ہے جس کو انہوں نے آخر میں بیان کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۰۰۔ ج ۳ ص ۱۰۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں مذاہب (۲) مسلسل نفلی روزوں کا حکم۔

۳۵- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کے تحت حدیث ... کوئی باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور ایسی صورت میں یہ باب' باب

سابق کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔

۱۹۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ ابْنِ جَابِرٍ اَنَّ اِسْمَاعِيْلَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهُ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهِ فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ، حَتّٰى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلٰى رَاْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، وَمَا فِيْنَا صَائِمٌ اِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ رَوَاحَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن یزید بن جابر کہ ان کو اسماعیل بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی از ام الدرداء از ابوالدرداء رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہم کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے' وہ سخت گرم دن تھا حتیٰ کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے ایک آدمی اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیتا تھا اور ہم میں سے کوئی شخص روزہ دار نہیں تھا سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن رواحہ کے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۲۲' الرقم المسلسل: ۲۵۱۹' سنن ابوداؤد: ۲۴۰۹' سنن ابن ماجہ: ۱۶۶۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۴۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۶۹۸۔ ج ۳۶ ص ۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) یحییٰ بن حمزہ الدمشقی متوفی ۱۸۳ھ (۳) عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر الشامی' یہ ۱۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ام الدرداء صغریٰ' ان کا نام ہجیمہ ہے' یہ تابعیہ ہیں اور حضرت ام الدرداء کبریٰ' ان کا نام خیرہ ہے اور یہ صحابیہ ہیں اور یہ دونوں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیویاں ہیں' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ابن مندہ اور ابونعیم نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور اس طرح نہیں ہے اور ابومسہر نے بھی کہا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں' اور صحیح وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے (۵) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ' ان کا نام عویمر بن مالک انصاری خزرجی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۶)

سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا' دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ گرمی کے دنوں کے کسی سفر میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ روزے سے تھے اور باقی صحابہ میں سے کسی کا روزہ نہیں تھا' پس اگر رمضان کے مہینہ میں سفر کرنے والوں کا روزہ کو چھوڑنا جائز نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزہ چھوڑنے پر ان کو برقرار نہ رکھتے اور نہ اس کو جائز قرار دیتے۔

حدیث سابق میں اور اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے' جو کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور سفر میں روزہ چھوڑنا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے اور عزیمت ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی شدید گرمی کے دن میں روزہ رکھا تھا' اگر سفر میں روزہ نہ رکھنا عزیمت ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنی شدید گرمی میں روزے کی مشقت نہ اٹھاتے' آپ کا ارادہ صرف یہ تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا آپ کی سنت ہو جائے تاکہ آپ کی امت اس کی اقتداء کرے۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اس لیے روزہ چھوڑا تھا کہ تم پر آسانی ہو' پس جس کے لیے سفر میں روزہ رکھنا آسان ہو' وہ سفر میں روزہ رکھے اور جس کے لیے سفر میں روزہ چھوڑنا آسان ہو' وہ سفر میں روزہ چھوڑ دے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر میں روزہ چھوڑنے کو سفر میں روزہ رکھنے کے لیے ناسخ نہیں قرار دیا بلکہ یہ کہا کہ آپ نے

سفر میں روزہ چھوڑنا صرف اپنی امت کی آسانی کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۲۶۔ ج ۳ ص ۱۱۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① سفر میں روزہ رکھنے یا روزہ نہ رکھنے کے بارے میں مذاہب ② مسلسل نفلی روزوں کا حکم۔

۳۶ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ

جس شخص کے اوپر گرمی کی شدت سے سایا کیا گیا اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے

اس باب کے عنوان میں ''بر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اطاعت اور عبادت اور اس ارشاد سے آپ کی مراد یہ ہے کہ گرمی کے سفر میں اس قدر مشقت اٹھا کر روزہ رکھنا کوئی نیک کام اور عبادت نہیں ہے۔

۱۹۴۶ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَرَاٰى زِحَامًا وَّرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَقَالُوْا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد الرحمان انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے سنا از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں لوگوں کی بھیڑ دیکھی' اس میں ایک شخص کے اوپر سایا کیا ہوا تھا' آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ روزہ دار ہے! تو آپ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۵' الرقم المسلسل: ۲۵۰۱' سنن ابوداؤد: ۲۴۰۷' سنن نسائی: ۲۲۵۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۱۷' صحیح ابن حبان: ۳۵۵۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۴۲' سنن دارمی: ۱۷۰۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۹۳۔ ج ۲۲ ص ۱۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے مختلف محامل کہ سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل الظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ جب سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا گناہ ہے۔

امام ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر فتح مکہ کے موقع پر مکہ کی طرف تھا۔

صاحب التلویح نے کہا ہے کہ جس روزہ دار کے اوپر سایا کیا ہوا تھا' اس کا نام ابو اسرائیل تھا' یہ تقشف پسند تھے' یعنی مشکل اور پُر مشقت عبادات کو پسند کرنے والے تھے۔ کتاب الحج میں ان کے متعلق ایک حدیث گزر چکی ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا: اس حدیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے' وہ اسی شخص ابو اسرائیل کے متعلق فرمایا تھا۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کسی انسان کو سفر میں اتنی مشقت اٹھا کر روزہ نہیں رکھنا چاہیے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو روزہ چھوڑنے کی بھی رخصت دی ہے' ہر چند کہ سفر میں روزہ رکھنا گناہ نہیں ہے جیسا کہ بعض اہل ظاہر نے کہا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی شدید گرمی میں روزہ رکھا ہے' اگر

یہ گناہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ گناہ سے دور رہنے والے تھے' اس حدیث کا دوسرا معنی یہ ہے کہ کبھی سفر میں روزہ چھوڑنا زیادہ بڑی نیکی ہوتا ہے تا کہ حج اور عمرہ کرنے اور جہاد کرنے کی قوت برقرار رہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا ان نیک کاموں میں سے نہیں ہے' جن کا کرنا واجب ہے۔

جس عبادت کی اس امت کو طاقت نہیں ہے' اس عبادت کو اس امت سے اٹھالیا گیا ہے

اس حدیث میں تاویل کی اس لیے ضرورت ہے کہ قاعدہ شرعیہ یہ ہے کہ جس عبادت کی اس امت کو طاقت نہیں ہے' اس امت سے اس عبادت کو اٹھالیا گیا ہے' لہٰذا مریض سے اور جس کو روزہ کی مشقت کو برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو' اس سے روزہ اٹھالیا گیا ہے اور جس کو روزہ رکھنے سے اپنی جان کے تلف ہونے کا خطرہ ہو' اس کے لیے روزہ رکھنا ممنوع ہے اور صحیح مسلم کی حدیث میں آپ نے جن لوگوں کے متعلق فرمایا تھا: یہ نافرمان ہیں' ان سے مراد اسی طرح کے لوگ ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث اور روزہ چھوڑنے کی احادیث میں تعارض نہیں ہے' جن لوگوں کا حال حضرت ابو اسرائیل کی طرح ہو' جو سفر میں روزہ رکھ کر گرمی کی شدت سے بے ہوش ہو گئے تھے' ان کے لیے سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور جو لوگ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ کی طرح ہوں' جن کو سفر میں روزہ رکھنے کی قوت تھی' ان کے لیے سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے۔

اس قاعدہ کی تاکید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عمرو بن امیہ الضمری بیان کرتے ہیں کہ میں کسی سفر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' آپ نے فرمایا: اے ابوامیہ! ناشتہ کا انتظار کرو' میں نے کہا: میں روزہ دار ہوں' آپ نے فرمایا: میرے قریب آؤ! حتیٰ کہ میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اللہ عزوجل نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز معاف کر دی ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۶۵۔ ۲۲۶۴۔ ۲۲۶۳)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے اس حدیث میں مسافر سے جس روزہ کے معاف کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ روزہ ہو' جس کا رکھنا فرض ہو یا ضروری ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۶۔۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو اس پر فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص نفلی روزہ رکھے ہوئے کسی شخص سے ملنے جاتا ہے اور جس سے ملنے جاتا ہے' وہ کھانا کھا رہا ہوتا ہے یا کسی شخص نے رمضان کا فرض روزہ رکھا ہوتا ہے اور جس سے وہ ملنے جاتا ہے' وہ اپنے دائمی مرض یا بڑھاپے یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے کھانا کھا رہا ہوتا ہے' ہر چند کہ وہ رمضان کے احترام کی وجہ سے سرعام نہیں کھاتا' اپنے گھر میں کھاتا ہے' ایسی صورت حال کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' آپ کے قریب طعام لایا گیا' آپ کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے بعض کا روزہ تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو فرشتے اس پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں' یعنی اس کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۷۸۶۔ ۷۸۵۔ ۷۸۴' سنن نسائی: ۳۲۶۸۔ ۳۲۶۷' سنن ابن ماجہ: ۱۷۴۸' الآحاد والمثانی: ۳۳۰۷' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۹' شرح السنۃ: ۱۸۷۲' صحیح ابن حبان: ۳۴۳۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۴۰۔ ۲۱۳۹' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۰۸' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۶۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو اس کے تمام جوڑ تسبیح کرتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۶۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو فرشتے اس پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰/۷۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۶۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۰۸۔ ج ۳ ص ۱۱۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۷ - بَابٌ لَّمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں ایک دوسرے کی مذمت نہیں کرتے تھے

اس عنوان سے سفر میں روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے پر ایک دوسرے کی مذمت نہ کرنا مراد ہے۔

۱۹۴۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ' وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ.

(صحیح مسلم: ۱۱۱۸' الرقم المسلسل: ۲۵۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے تو روزہ رکھنے والا روزہ چھوڑنے والے کی مذمت نہیں کرتا تھا اور روزہ چھوڑنے والا روزہ رکھنے والے کی مذمت نہیں کرتا تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۱۱۔ ج ۳ ص ۱۱۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۸ - بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

جس نے سفر میں روزہ کھولا تاکہ لوگ دیکھ لیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے سفر میں اس لیے روزہ کھولا تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیں اور اس کی اتباع کرتے ہوئے وہ بھی اپنے اپنے روزے کھول لیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ کھولنے کی افضلیت صرف اس کے ساتھ خاص نہیں ہے جس کو روزہ رکھنے میں مشقت ہو یا جس شخص کو اپنے نفس پر تکبر اور ریاء کا خطرہ ہو یا جو چاہتا ہو کہ لوگ روزہ کھولنے میں اس کی اتباع کریں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن کے وقت میں روزہ افطار کیا تاکہ آپ کو دیکھ کر لوگ بھی آپ کی اقتداء میں روزہ افطار کریں' آپ نے روزہ اس لیے وقت سے پہلے افطار کرلیا کہ مسلمانوں کو گرمی کے پُر مشقت سفر میں روزے سے ضرر ہو رہا تھا تو آپ نے ان کے ساتھ نرمی اور آسانی کا ارادہ کیا اور اس آیت پر عمل کیا:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ.

اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے' اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (البقرہ: ۱۸۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنے کا حکم' اس کی اپنے بندوں پر آسانی اور نرمی ہے' پس جس نے اللہ کی رخصت کو اختیار کیا اور سفر میں یا مرض میں روزہ چھوڑ دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا نہیں ہے اور جس نے روزہ رکھنے کو اختیار کیا تو اس نے افضل پر عمل کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا ہے۔

۱۹۴۸ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلٰى يَدَيْهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَأَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ. فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَآءَ صَامَ وَمَنْ شَآءَ أَفْطَرَ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے' پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ آپ مقام عُسفان پر پہنچے' پھر آپ نے پانی منگایا' پھر اس کو اپنے ہاتھوں پر رکھ کر اس قدر اونچا کیا کہ لوگ دیکھ لیں' پس آپ نے روزہ کھول لیا' حتیٰ کہ آپ مکہ میں پہنچ گئے اور یہ رمضان کا واقعہ ہے' لہٰذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ چھوڑا بھی ہے' پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ افطار کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۹ - بَابٌ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (البقرہ:۱۸۴)

اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر روزہ کا) فدیہ' ایک مسکین کا کھانا ہے۔ (البقرہ:۱۸۴)

اس باب میں البقرہ: ۱۸۴ کا حکم بیان فرمایا ہے' یعنی جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں' ان کے لیے روزہ چھوڑنے کا کوئی عذر نہیں ہے' ایک مسکین کے طعام کا فدیہ' نصف صاع (دوکلو) گندم ہے' یا کھجور اور کشمش وغیرہ سے ایک صاع ہے' یعنی چار کلو' ابتداء اسلام میں جب ان پر روزے فرض کیے گئے تھے اور روزے ان پر دشوار ہوئے تو ان کو یہ رخصت دے دی کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور اس کا فدیہ دے دیں۔

حضرت معاذ نے کہا: یہ ابتداء اسلام میں تھا' جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا روزہ چھوڑ دیتا اور روزہ کے عوض ایک دن ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا حتیٰ کہ اس کے بعد جو آیت نازل ہوئی اس نے اس رخصت کو منسوخ کر دیا' اور وہ آیت البقرہ: ۱۸۵' ہے۔

اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ رخصت ان بوڑھے مردوں اور عورتوں کے لیے ہے' جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے' ان کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور روزہ کا فدیہ دے دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ جو لوگ دائمی مرض مثلاً ذیابیطس' بلند فشار خون یا دمہ (Ashtyma) وغیرہ میں مبتلا ہوں اور ان کو روزہ رکھنے میں دشواری ہو' وہ بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ نَسَخَتْهَا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم نے کہا: اس آیت (البقرہ: ۱۸۴) کو اس کے بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا اور وہ یہ ہے: رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا' لوگوں کو ہدایت دینے والا اور روشن دلیلیں ہدایت دینے والیں اور حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والیں' سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے' اور جو مریض یا مسافر ہو (اور روزے نہ رکھے) تو وہ دوسرے دنوں سے (مطلوبہ)

عدد پورا کرے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا اور تاکہ تم (مطلوبہ) عدد پورا کرو اور اللہ کی کبریائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ تم شکر ادا کرو O (البقرہ:۱۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ اس آیت نے البقرہ: ۱۸۴ کو منسوخ کر دیا یعنی جو لوگ روزہ رکھنے کی طاعت رکھتے ہیں اور ان کے لیے روزہ چھوڑنے کا کوئی عذر نہیں ہے' وہ ایک مسکین کے طعام کا فدیہ دیں۔

اس آیت (البقرہ: ۱۸۴) کے متعلق متقدمین میں اختلاف ہے' حضرت سلمہ' حضرت ابن عمر اور حضرت معاذ کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ آیت محکمہ ہے' یعنی منسوخ نہیں ہے اور یہ آیت صرف بہت بوڑھے شخص اور دائمی مریض کے متعلق ہے' جن پر اپنے بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے روزہ رکھنا دشوار ہو' ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو طعام کھلا دیں' یہ حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ فقہاء میں سے سعید بن جبیر' طاؤس' امام ابوحنیفہ' ثوری' اوزاعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے' امام مالک نے کہا: اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے' کیونکہ اگر اس نے اپنے عجز کی وجہ سے روزہ کو ترک کیا ہے تو اس پر فدیہ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ کسی نے اس مرض کی وجہ سے روزہ ترک کیا' جو موت کے ساتھ متصل ہو۔ ربیعہ' داؤد اور ابوثور کا یہی مذہب ہے' امام شافعی اور امام طحاوی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' قول جدید یہ ہے کہ وہ فدیہ دے گا۔

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى قَالَ حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانُ' فَشَقَّ عَلَيْهِمْ' فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِينًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُطِيقُهُ' وَرُخِّصَ لَهُمْ فِي ذٰلِكَ' فَنَسَخَتْهَا ﴿وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرہ:۱۸٤) فَأُمِرُوا بِالصَّوْمِ.

اور ابن نمیر نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حدیث بیان کی کہ رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو مسلمانوں پر یہ حکم دشوار ہوا تو بعض لوگ جن کو روزہ رکھنے کی طاقت تھی' وہ روزہ چھوڑ دیتے اور اس کے عوض ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے اور ان کو اس کی رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا کہ'' تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے'' (البقرہ: ۱۸۴) پھر ان کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

لوگ مدینہ میں آئے اور ان کو پہلے روزہ رکھنے کا علم نہیں تھا' وہ ہر ماہ کے تین روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ رمضان کے مہینہ کی آیت نازل ہو گئی تو انہوں نے ان روزوں کو زیادہ سمجھا اور ان پر روزے دشوار ہوئے تو جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت تھی تو وہ ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے' ان کو اس کی رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا کہ:

وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ O اور اگر تمہیں علم ہو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے O

(البقرہ: ۱۸۴)

پھر ان لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۰ 'نشر السنۃ' ملتان)

۱۹۴۹ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَرَأَ ﴿فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنَ﴾. (البقرہ: ۱۸۴) قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ. [طرف الحدیث: ۴۵۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے یہ آیت پڑھی: فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے (البقرہ: ۱۸۴) انہوں نے کہا: یہ آیت منسوخ ہے۔

امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں۔

علامہ عینی کا دوبارہ لفظ اشارہ لکھنا' جس پر انہوں نے حافظ ابن حجر پر اعتراض کیا تھا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس روایت سے اس تعلیق کے وصل کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو انہوں نے اس باب کے شروع میں ان الفاظ سے شروع کیا تھا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع نے کہا کہ اس آیت کو البقرہ: ۱۸۵ نے منسوخ کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی شرح میں علامہ عینی نے پھر اشارہ کا لفظ لکھا ہے حالانکہ اشارہ ناظرین اور محسوس مبصر کی طرف کیا جاتا ہے اور یہاں پر اشارہ کا لغوی معنی مراد ہے نہ اصطلاحی' علامہ عینی بھول گئے کہ شرح میں لفظ اشارہ لکھنے پر انہوں نے علامہ ابن حجر عسقلانی پر کیا اعتراض کیا تھا۔ بہر حال ان کی عبارت کی یہی توجیہ کی جائے گی کہ یہاں پر اشارہ کا مجازی معنی مراد ہے' کیونکہ امام بخاری نے پہلے حضرت ابن عمر کی روایت کو سند حذف کر کے بہ طور تعلیق لکھا' پھر بعد میں اسی روایت کو سند کے ساتھ بہ طور حدیث موصول لکھا اور اس سے اسی تعلیق کا متن مراد ہے' خواہ یوں کہا جائے: یہ اسی کی طرف اشارہ ہے یا کچھ اور کہا جائے۔

۴۰ - بَابٌ مَّتٰى يُقْضٰى قَضَاءُ رَمَضَانَ — رمضان کے روزوں کی کب قضاء کی جائے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ رمضان کے جو روزے سفر میں یا بیماری میں قضاء ہو گئے تھے ان کو کب ادا کیا جائے' آیا یہ روزے مسلسل رکھے جائیں یا متفرق طور پر۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ اَنْ يُّفَرَّقَ، لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (البقرہ: ۱۸۴).

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر یہ روزے متفرق رکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو اور وہ روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں ان کا عدد پورا کرنا لازم ہے۔ (البقرہ: ۱۸۴)

اس تعلیق کی اصل میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام مالک اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ جس نے بیماری یا سفر کی وجہ سے رمضان کے روزے مسلسل چھوڑے ہوں' وہ ان کی قضاء میں مسلسل روزے رکھے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب: ۱۷' حدیث: ۴۵- ج ۱ ص ۲۷۹' المکتبۃ التوفیقیہ)

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا رمضان کے روزوں کی قضاء میں اختلاف ہوا' ان میں سے ایک نے کہا: یہ روزے متفرق رکھے جائیں' اور دوسرے نے کہا: اس میں تفریق نہ کی جائے' مجھے نہیں معلوم کہ تفریق کا ان میں سے کس نے کہا تھا۔ (موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب:۱۷' حدیث:۴۶)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ سعید بن مسیب سے رمضان کے روزوں کی قضاء کے متعلق سوال کیا گیا تو سعید نے کہا: میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کو متفرق طور پر قضاء نہ کیا جائے اور یہ کہ ان کو مسلسل رکھا جائے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب:۱۷' حدیث:۴۸)

یحییٰ نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا' جس نے رمضان کے متفرق روزے قضاء کیے' اس پر ان روزوں کو دہرانا لازم نہیں ہے اور یہ روزے اس سے کفایت کر جائیں گے اور میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ وہ قضاء کے روزے مسلسل رکھے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب:۱۷' ج۱ ص۱۹۷' المکتبۃ التوفیقیہ)

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ حَتّٰى يَبْدَاَ بِرَمَضَانَ.

اور سعید بن مسیب نے کہا کہ ذوالحج کے دس روزے (قضاء رمضان کی) صلاحیت نہیں رکھتے حتیٰ کہ رمضان سے ابتداء کرے۔

اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ جب سعید بن مسیب سے ذوالحج کے دس روزوں کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ قضاء رمضان کی صلاحیت نہیں رکھتے حتیٰ کہ پہلے قضاء رمضان کی ابتداء نہ کی جائے۔

اس تعلیق کے متعلق حسب ذیل آثار صحابہ ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذوالحج کے دس روزوں میں رمضان کے روزوں کی قضاء کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۶۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:9515' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس پر رمضان کے روزے قضاء ہوں وہ ان کو ذوالحج میں قضاء نہ کرے' کیونکہ وہ قربانی کا مہینہ ہے (یعنی یہ دس روزے تمتع کی قربانی کے عوض میں رکھے جاتے ہیں)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۶۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:9516' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پہلے فرض سے ابتداء کرو اور اگر تم ذوالحج کے دس روزوں میں ان کی قضاء کی نیت کر لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۹۶۱۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:9517' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم اور ابن مسیب نے کہا: اگر ان دس روزوں میں قضاء رمضان کے روزے رکھ لیے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۶۱۲-۹۶۱۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:9519-9518' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ان آثار کا معنی یہ ہے کہ ذوالحج کے دس روزوں میں بھی رمضان کے قضاء روزے رکھنا جائز ہیں لیکن افضل یہ ہے کہ ذوالحج کے دس روزوں سے ابتداء کی جائے' اس کے بعد رمضان کے قضاء روزے رکھے جائیں۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِذَا فَرَّطَ حَتّٰى جَاءَ رَمَضَانُ اٰخَرُ يَصُوْمُهُمَا وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا.

اور ابراہیم نے کہا: جس شخص نے رمضان کے قضاء روزوں کو ادا کرنے میں تاخیر کی حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ دونوں کے روزے رکھے اور ان کے نزدیک اس پر کھانا کھلانا واجب نہیں

یعنی پہلے وہ اس دوسرے رمضان میں ادا روزے رکھے اس کے بعد گزشتہ رمضان کی قضاء کرے اور اس پر فدیہ دینا لازم نہیں ہے تاہم اس نے اتنی تاخیر کر کے بُرا کیا' اس کو چاہیے کہ وہ اللہ سے مغفرت طلب کرے اور روزے رکھے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا وَّعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ يُطْعِمُ. وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ الْاِطْعَامَ، اِنَّمَا قَالَ ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (البقرہ: ۱۸۴).

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ وہ کھانا کھلائے اور اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلانے کا ذکر نہیں کیا' اللہ تعالیٰ نے صرف یہ ذکر کیا ہے کہ دوسرے دنوں میں ان کا عدد پورا کرنا لازم ہے۔ (البقرہ: ۱۸۵-۱۸۴)

اس تعلیق کے موافق حسب ذیل اثر ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جس شخص کو رمضان نے پایا اور اس وقت وہ بیمار تھا' پھر تندرست ہو گیا' پھر ابھی اس نے ان روزوں کی قضاء نہیں کی تھی کہ دوسرا رمضان آ گیا تو پہلے وہ اس دوسرے رمضان کے روزے رکھے' پھر پہلے رمضان کے روزے رکھے اور ہر روزے کے عوض نصف گندم کھلائے' معمر نے کہا: میں اس صورت میں اس کے سوا اور کوئی قول نہیں جانتا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۶۵۰۔ ج ۴ ص ۱۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ از مجاہد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے چھوڑ دیئے' پھر وہ تندرست ہو گیا اور اس نے وہ روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ اس کو دوسرے رمضان نے پالیا' اُنہوں نے کہا: پہلے وہ اس دوسرے رمضان کے روزے رکھے' پھر اس مہینہ کے روزے رکھے جس میں اس نے روزے چھوڑے تھے اور ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائے' اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن نافع اور ابن وجیہ دونوں ضعیف راوی ہیں۔

(سنن دار قطنی: ۲۳۱۱۔ ج ۲ ص ۴۲۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ البردیجی نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۵۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ يَكُوْنُ عَلَىَّ الصَّوْمُ مِنْ رَّمَضَانَ، فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَقْضِىَ اِلَّا فِىْ شَعْبَانَ. قَالَ يَحْيٰى الشُّغْلُ مِنَ النَّبِىِّ، اَوْ بِالنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (صحیح مسلم: ۱۱۴۶' الرقم المسلسل: ۲۵۷۶' سنن ابوداؤد: ۲۳۹۹' سنن نسائی: ۲۳۱۵' سنن ابن ماجہ: ۱۶۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے اور میں ان کو صرف شعبان کے مہینہ میں قضاء کر سکتی تھی۔ یحییٰ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولیت کی وجہ سے یا آپ کے سبب سے مشغولیت کی وجہ سے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' یہ احمد بن عبد اللہ بن یونس التربوعی التمیمی ہیں (۲) زہیر بن معاویہ ابوخیثمہ الجعفی (۳) یحییٰ' صاحب التلویح نے کہا کہ اس یحییٰ میں اختلاف ہے' الضیاء المقدسی نے کہا کہ یہ یحییٰ القطان ہیں اور علامہ ابن التین نے کہا کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ یحییٰ بن ابی کثیر ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ یحییٰ بن سعید الانصاری ہیں (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمان (۵) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۸)

باب مذکور کی حدیث کے موافق ایک اور حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے کوئی (زوجہ رسول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں روزے چھوڑ دیتی تھی' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان روزوں کو قضاء نہیں کر سکتی تھی حتیٰ کہ شعبان کا مہینہ آ جاتا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۶' الرقم المسلسل: ۲۵۸۰' سنن نسائی: ۲۱۷۴)

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان میں بہت روزے رکھتے تھے' اس لیے ازواجِ مطہرات کو شعبان میں قضاء روزے رکھنے کا موقع مل جاتا تھا ورنہ باقی دنوں میں ان کو یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی ضرورت ہو' اس لیے وہ روزے نہیں رکھتی تھیں۔

ازواجِ مطہرات شعبان میں روزے کیوں قضاء کرتی تھیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان میں بہت کثرت سے روزے رکھتے تھے' اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شعبان میں قضا روزوں کے لیے مہلت پاتی تھیں' اور آپ کی ازواجِ مطہرات میں سے ہر زوجہ اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تیار رکھتی تھی تاکہ آپ کسی بھی وقت ان سے فائدہ اٹھا سکیں اگر چاہیں' اور ان میں سے کسی کو پتا نہیں تھا کہ آپ کس وقت ان میں سے کسی کا ارادہ کریں گے' اس لیے وہ رمضان کے سوا روزے نہیں رکھتی تھیں کہ مبادا آپ کو ان میں سے کسی کی خواہش ہو اور وہ روزہ سے ہو اور آپ اس سے اپنی خواہش پوری نہ کر سکیں' اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب عورت کا خاوند اس کے پاس موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ قضاء کرنے میں وسعت ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضاء روزوں کو دوسرا رمضان شروع ہونے سے پہلے شعبان میں ادا کر لیتی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۸۳۔ ج ۳ ص ۱۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: قضاء علی الفور واجب نہیں ہے۔

۴۱- بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلٰوةَ

حائضہ روزہ اور نماز کو ترک کر دے

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں جو کہا ہے کہ ''ترک کر دے'' اس میں یہ اشارہ ہے کہ حسی طور پر روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا ممکن ہے لیکن چونکہ شارع علیہ السلام نے اس کو ایامِ حیض میں روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے منع کیا ہے' اس لیے وہ اپنے اختیار سے ان کو ترک کر دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے یہاں پھر اشارہ کا لفظ لکھا ہے حالانکہ اشارہ ناظرین کی طرف ہوتا ہے اور محسوس مُبصر کے لیے ہوتا ہے اور یہاں پر اشارہ کا لغوی معنی صحیح ہے نہ اصطلاحی معنی اور یہاں پر اس کے علاوہ اور کوئی مفر نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہاں پر اشارہ کا مجازی معنی مراد ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

وَقَالَ اَبُو الزِّنَادِ اِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوْهَ الْحَقِّ لَتَاْتِيْ كَثِيْرًا عَلٰى خِلَافِ الرَّاْيِ' فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُوْنَ بُدًّا

ابوالزناد نے کہا کہ بہ کثرت سنتیں اور حق باتیں رائے کے خلاف ہوتی ہیں اور مسلمانوں کے لیے ان کی پیروی کے سوا اور کوئی

مِنَ اتِّبَاعِهَا، مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ. چارہ کار نہیں ہے۔ ان ہی میں سے یہ ہے کہ حائضہ روزہ کی قضاء کرے گی اور نماز کی قضاء نہیں کرے گی۔

ابو الزناد کے اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ جو اُمورِ شرعیہ عقل اور قیاس کے خلاف ہوں اور ان کی حکمت معلوم نہ ہو ان کی اتباع کرنا واجب ہے اور ان کا معاملہ شارع پر چھوڑ دیا جائے' ان پر عمل کر کے عبادت کی جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ اس طرح کیوں ہے اور اس طرح کیوں نہیں ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کی ایک سنگین غلطی پر متنبہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

کتاب الحیض میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت معاذہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس فرق کے متعلق سوال کیا تھا اور حضرت عائشہ نے ان پر انکار کیا تھا اور ان کو یہ خوف ہوا تھا کہ حضرت معاذہ نے یہ اعتراض خوارج سے حاصل کیا تھا جن کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی عقل سے سنتوں پر اعتراض کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت معاذہ نے حضرت عائشہ سے یہ سوال کیا تھا' دراصل یہ سوال حضرت معاذہ نے نہیں کیا تھا بلکہ ایک عورت نے یہ سوال کیا تھا اور حضرت معاذہ نے اس عورت کے سوال اور حضرت عائشہ کے جواب کی حدیث روایت کی ہے' اصل حدیث کا متن اس طرح ہے:

قتادہ نے کہا: مجھے معاذہ نے حدیث بیان کی کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا ہم میں سے کسی کے لیے یہ کافی ہوگا کہ وہ حیض سے پاک ہو کر نماز پڑھ لے' حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم حروریہ ہو؟ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حیض آتا تھا اور آپ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے یا فرمایا: ہم (حالت حیض میں) نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۲۱' صحیح مسلم: ۳۳۵) (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حیض کے زمانہ کی نمازوں کی قضاء کو ساقط کیا گیا اور روزوں کی قضاء کو ساقط نہیں کیا گیا' اس کی توجیہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حائضہ عورت کو روزہ کی قضاء کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا گیا ہے' اسی طرح مریض کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دی گئی ہے حالانکہ اس میں کچھ قوت ہوتی ہے کیونکہ روزہ رکھنے سے اس کو مشقت ہوگی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ عورت کو روزہ رکھنے سے اتنی نقاہت نہیں ہوتی جتنی نقاہت اس کو حیض کا خون نکلنے سے ہوتی ہے' لہٰذا حائضہ عورت خون نکلنے کی وجہ سے پہلے ہی کمزور ہو چکی ہوتی ہے' اگر حیض سے پاک ہونے کے بعد حیض کے درمیان چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء لازم کر دی جاتی تو اس کو زیادہ مشقت ہوتی اور وہ مردوں سے زیادہ نمازیں پڑھتی' مرد تو صرف ایک نماز پڑھتے اور وہ ادا نماز بھی پڑھتی اور قضاء بھی پڑھتی' روزے تو سال میں صرف ایک بار رکھے جاتے ہیں' ان کی قضاء میں اتنی مشقت نہیں تھی اور نماز تو ہر روز دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے اور حائضہ جو خون نکلنے کی وجہ سے پہلے ہی کمزور ہو چکی تھی' وہ حیض سے پاک ہونے کے بعد یہ نمازیں قضاء کرتی تو اس کو بہت زیادہ مشقت ہوتی تو یہ اللہ کی اس پر بہت رحمت ہے کہ اس پر صرف روزوں کی قضاء لازم کی ہے' نمازوں کی قضاء لازم نہیں کی۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس توجیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مستحاضہ کا خون تو حائضہ سے زیادہ نکلتا ہے حالانکہ اس کو اسی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۲)

میں کہتا ہوں کہ استحاضہ کا وقوع حیض کی بہ نسبت بہت کم ہوتا ہے اور یہ توجیہ اس اعتبار سے بیان کی گئی ہے کہ حیض کے زمانہ کی قضاء نمازیں روزوں کی قضاء سے بہت زیادہ ہیں' اس لیے زمانہ حیض کی صرف نمازوں کو ساقط کر کے عورت کو رخصت مہیا کی گئی ہے۔

۱۹۵۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدٌ، عَنْ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ، فَذٰلِكَ نُقْصَانُ دِينِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے حدیث بیان کی از عیاض از حضرت ابوسعید رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے' سو یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۴۲ - بَابُ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے' اس کا حکم کیا ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُوْنَ رَجُلًا يَوْمًا وَّاحِدًا جَازَ.

اور حسن بصری نے کہا: اگر اس کی طرف سے تیس آدمی ایک دن روزے رکھیں تو یہ جائز ہے۔

علامہ نووی نے شرح المہذب میں کہا ہے کہ میں نے اس تعلیق کے متعلق کسی مذہب کی نقل نہیں دیکھی اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ جائز ہونا چاہیے' اور حسن بصری کا یہ اثر غریب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۲)

۱۹۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى بْنِ أَعْيَنَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ. تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو. وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن موسیٰ بن اعین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث از عبید اللہ بن ابی جعفر کہ محمد بن جعفر نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ محمد بن موسیٰ کے والد کی متابعت ابن وہب نے کی ہے از عمرو' اور اس حدیث کو یحییٰ بن ایوب نے از ابن ابی جعفر روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۷' الرقم المسلسل: ۲۵۸۱' سنن ابوداؤد: ۲۴۰۰)

حدیث مذکور کے رجال

پورا نام محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد ہے' اور ابن عدی نے شیوخ بخاری میں بیان کیا ہے کہ یہ محمد بن خالد بن جبلہ الرافعی ہیں اور راجح یہ ہے کہ یہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن خلی ہیں' امام بخاری نے یہاں ان کو ان کے والد کی طرف منسوب کیا ہے (۲) محمد بن موسیٰ بن اعین ابو یحییٰ الجزری (۳) ان کے والد موسیٰ بن اعین الجزری ابو سعید ہیں' یہ ۱۹۵ یا ۱۹۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عمرو بن حارث بن یعقوب انصاری ابو امیہ مؤدب (۵) عبداللہ بن ابی جعفر یسار اموی قرشی (۶) محمد بن جعفر بن زبیر بن عوام (۷) عروہ بن زبیر (۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کی سند میں آٹھ رجال ہیں اور اس کی نظیر صحیح البخاری میں بہت کم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۳)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص اس حال میں فوت ہو گیا کہ اس کے ذمہ روزے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا۔

میت کے قضاء روزوں کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس شخص کے متعلق اختلاف ہے جو رمضان کے مہینہ میں فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ رمضان کے روزے تھے' ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے' یہ طاؤس' حسن بصری' زہری اور قتادہ کا قول ہے' ابوثور اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے صحیح بخاری کی مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ نذر کے روزے میت کی طرف سے اس کا ولی رکھے گا' اور رمضان کے قضاء روزوں میں میت کی طرف سے کھانا کھلائے گا۔

حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھے گا' یہ امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان کی قضاء میں میت کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا اور اس کی طرف سے روزے نہیں رکھے جائیں گے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ میت کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا' اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ اس کی طرف سے کھانا کھلائے گا اور اس کا کھانا کھلانا اس کی طرف سے روزے رکھنے کے قائم مقام ہے' جب اس نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یعنی ہر روزے کے عوض دو کلو گندم یا چار کلو کھجوریں دے دیں تو گویا میت کے ولی نے اس کی طرف سے روزے رکھ لیے۔

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اگر میت کی طرف سے کوئی بدنی عمل کرنا جائز ہوتا تو لوگ میت کی طرف سے نماز پڑھ لیتے اور اس کی طرف سے ایمان لے آتے اور اگر یہ جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ اس پر حریص تھے' وہ اپنے چچا ابوطالب کی طرف سے ایمان لے آتے کیونکہ آپ کو ان کے ایمان کی بہت خواہش تھی' اور ایمان لانا قلب کا عمل ہے اور قلب بھی بدن کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے' حالانکہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے ایمان لانا جائز ہے نہ کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے نماز پڑھنا جائز ہے' سو اسی طرح کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے روزہ رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب کو اپنی دلیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ ایک نوع کی بے ادبی ہے

علامہ ابن القصار مالکی کہتے ہیں کہ جب بہت بوڑھے شخص کی زندگی میں اس کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جاتا بلکہ اس کی طرف سے روزہ کا فدیہ دیا جاتا ہے تو اس کی موت کے بعد تو یہ زیادہ لائق ہے کہ اس کی طرف سے روزہ نہ رکھا جائے بلکہ فدیہ دیا جائے۔

فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ میت نے خواہ وصیت نہ کی ہو' پھر بھی اس کے مال سے روزوں کا فدیہ دیا جائے' مگر امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس کی موت سے یہ حکم ساقط ہو گیا' اور امام مالک نے یہ کہا ہے کہ میت کی طرف سے اس کے وارثوں کے اوپر کھانا کھلانا واجب نہیں ہے' سوا اس صورت کے کہ اس نے وصیت کی ہو تو پھر میت کے تہائی مال سے اس کے روزوں کے عوض کھانا کھلایا جائے۔

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ میت کی طرف سے کھانا کھلانا واجب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضاء روزوں کو قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ان روزوں کی قضاء یہ ہے کہ ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۵۔ ۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میت کے قضاء روزوں کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر میت نے وصیت کی تھی کہ اس سے جو روزے قضاء ہو گئے ہیں' ان کی طرف سے کھانا کھلایا جائے تو ہر روزے کے عوض ۴ کلو کھجوریں یا کشمش یا دو کلو گندم مسکین کو دیئے جائیں اور اگر میت نے وصیت نہیں کی تھی تو پھر ورثاء پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے عوض ایک دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۷۱۸)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

اس باب میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ میت کی طرف سے روزے رکھے جائیں گے' امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ جب میت پر نذر کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھے جائیں گے اور جب اس پر قضاء رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا' امام مالک' سفیان اور امام شافعی نے کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھے گا۔ (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن امام ترمذی نے تعصب کی وجہ سے ان کا نام نہیں لیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

(سنن ترمذی ص ۲۲۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا جاتا کہ آیا کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے یا کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے؟ تو وہ کہتے تھے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔ (موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب: ۱۶' حدیث: ۴۳' ج ۱ ص ۱۹۶' المکتبۃ التوفیقیہ)

میت کے قضاء روزوں کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب

شیخ وحید الزمان غیر مقلد متوفی ۱۳۲۸ھ صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب باب کی حدیث پر ہے کہ اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے اور شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ جدید قول اس کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) امام شافعی سے بیہقی نے بہ سند صحیح روایت کیا ہے کہ جب کوئی صحیح حدیث میرے قول

کے خلاف مل جائے تو اس پر عمل کرو اور میری تقلید نہ کرو' امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث صحیح کے برخلاف یہ اختیار کیا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۳۱۰' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

ایک اور غیر مقلد عالم محمد داؤد راز نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۰۵' قدوسی کتب خانہ' لاہور)

میں کہتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کا امام ابوحنیفہ پر بہتان ہے کہ انہوں نے حدیث صحیح کے خلاف یہ کہا ہے' بلکہ انہوں نے احادیث صحیحہ کے مطابق یہ کہا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے' ہم اس سے پہلے سنن ترمذی اور موطأ امام مالک کے حوالوں سے اس حدیث کا ذکر کر چکے ہیں اور غیر مقلدین کے ممدوح حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان میں سے بعض احادیث کا ذکر کیا ہے:

میت کی طرف سے قضاء روزے رکھنے کے خلاف حافظ ابن حجر عسقلانی کے دلائل

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کا علامہ ماوردی نے یہ جواب دیا ہے کہ میت کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسا فعل کرے جو روزے کے قائم مقام ہے یعنی کھانا کھلائے' اس کی نظیر یہ حدیث ہے کہ جب مسلمان کو پانی نہ ملے تو مٹی مسلمان کا وضوء ہے' اس حدیث میں بدل (مٹی) کو مبدل منہ (وضوء) کا نام دیا گیا ہے اور فقہاء احناف نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت مر گئی اور اس پر روزے تھے' حضرت عائشہ نے فرمایا: اس کی طرف سے طعام کھلایا جائے گا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۷)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے مُردوں کی طرف سے روزے نہ رکھو اور ان کی طرف سے کھانا کھلاؤ۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۷)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں بیمار ہو گیا اور اس نے روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کی طرف سے ہر روز دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۰۔ ج ۴ ص ۱۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے لیکن اس کے ہر روزہ کے عوض ایک دن دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔

(السنن الکبریٰ: ۲۹۳۰۔ ج ۲ ص ۲۵۷' مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ) (فتح الباری ج ۳ ص ۵۶ ۴' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایات اور ان کے فتاویٰ میں تعارض کے جوابات

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی صحیح بخاری میں روایات یہ ہیں کہ میت کی طرف سے روزے رکھے جائیں اور ان کے مذکورہ فتاویٰ یہ ہیں کہ میت کی طرف سے روزے نہ رکھے جائیں اور جب راوی کی روایت اور اس کے فتویٰ میں تعارض ہو تو اس کے فتویٰ پر عمل کیا جاتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے جو روایت اس کی طرف منسوب ہے وہ صحیح نہ ہو یا وہ روایت اس کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہو' نیز جو روایات ان کی طرف منسوب ہیں' ان میں میت کی طرف سے روزہ رکھنے کا جواز ہے اور جو ان کے فتاویٰ ہیں ان میں میت کی طرف سے روزے رکھنے کی ممانعت ہے اور جب کوئی حدیث یا قول حلت اور حرمت میں متعارض ہو تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کے فتاویٰ کو ترجیح دی جائے گی نہ کہ ان کی روایات کو۔

صحیح بخاری کے باب مذکور کی حدیث مذکور کے ضعف پر فنی اور فقہی دلائل

امام بخاری کی روایت مذکورہ جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: میت کی طرف سے روزے رکھے جائیں' اس

متعلق حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ مھنّی نے کہا: میں نے امام احمد بن حنبل سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے متعلق سوال کیا کہ جو شخص مر گیا اور اس پر روزے ہوں...... تو امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل نے کہا: یہ حدیث محفوظ نہیں ہے' اس حدیث کی سند میں عبیداللہ بن ابی جعفر ہے اور وہ منکر الاحادیث ہے اور وہ فقیہ تھا اور حدیث میں وہ اس پائے کا نہیں ہے' اور امام بیہقی نے کہا: میں نے اپنے بعض اصحاب کو دیکھا وہ حضرت عائشہ کی اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے کیونکہ عمارہ بن عمیر نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت فوت ہوگئی اور اس پر روزے تھے تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا' اور ایک اور سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے مروی ہے: اپنے مردوں کی طرف سے روزے نہ رکھو اور ان کی طرف سے کھانا کھلاؤ' پھر امام بیہقی نے کہا: ان دونوں حدیثوں میں نظر ہے اور اس عبارت پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ میری ماں فوت ہوگئی اور اس پر رمضان کے روزے تھے' کیا یہ صحیح ہے کہ میں ان کی طرف سے رمضان کے روزے رکھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں! لیکن تم ان کی طرف سے ہر روزے کے عوض ایک مسکین پر صدقہ کرو تو یہ تمہارے روزے رکھنے سے بہتر ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا' پس اسی طرح روزوں کا حکم ہونا چاہیے کیونکہ یہ دونوں بدنی عبادتیں ہیں اور علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ جب کسی بوڑھے شخص کی طرف سے اس کی زندگی میں روزے رکھنا جائز نہیں ہیں بلکہ اس کی طرف سے فدیہ دیا جاتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے روزے رکھنا کیوں کر جائز ہوگا!

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء احناف کے مؤقف پر مزید احادیث اور آثار

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن نسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان میں بیمار ہوگیا' پھر وہ بیمار ہی رہا حتیٰ کہ وہ فوت ہوگیا' اس کی طرف سے کھانا نہیں کھلایا جائے گا اور اگر وہ تندرست ہوگیا اور اس نے روزوں کی قضاء نہیں کی حتیٰ کہ وہ فوت ہوگیا تو اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۵۔ ج ۴ ص ۱۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کوئی شخص فوت ہوگیا اور اس پر دوسرے رمضان کے روزے تھے تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے عوض دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۷۳۔ ج ۴ ص ۱۸۳)

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہوگیا' پھر وہ مسلسل بیمار رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے عوض دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۶۔ ج ۴ ص ۱۸۲)

امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ روایت کی ہے کہ میت کی طرف سے طعام کھلایا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۷۔ ج ۴ ص ۱۸۲)

ابن التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن سیرین سے طاؤس کا قول ذکر کیا تو انہوں نے اس کو بہت پسند کیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۸۔ ج ۴ ص ۱۸۲)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: ایک شخص پورا رمضان بیمار رہا' پھر تندرست ہو گیا' ابھی اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تھے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا' انہوں نے کہا: اس کی طرف سے تیس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا' ہر ایک کو ایک کلو' میں نے پوچھا: ایک آدمی پورے رمضان میں بیمار رہا' پھر تندرست ہو گیا' اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تھے حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا' پھر وہ اس رمضان میں یا اس کے بعد فوت ہو گیا' انہوں نے کہا: اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو ساٹھ کلو کھانا کھلایا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۶۷۳۔ ج ۴ ص ۱۸۳)

معمر بیان کرتے ہیں کہ قتادہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص پورا رمضان بیمار رہا' پھر تندرست ہو گیا' اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تھے حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا' وہ اس رمضان میں یا اس کے بعد مر گیا؟ انہوں نے کہا: اس کی طرف سے پہلے رمضان کے ہر روزے کے عوض دو مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۷۳۔ ج ۴ ص ۱۸۳)

معمر بیان کرتے ہیں کہ ابن جریج اور عطاء نے کہا: میت کی طرف سے (ہر روزہ کے عوض) ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۷۹۔ ج ۴ ص ۱۸۴)

محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کے اوپر رمضان کے روزے تھے اور اس پر دوسرے مہینہ کے نذر کے روزے تھے' انہوں نے کہا: اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۸۰۔ ج ۴ ص ۱۸۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۴)

خلاصہ بحث

غیر مقلدین علماء نے لکھا تھا کہ میت کی طرف سے قضاء روزہ رکھنے کے متعلق صحیح بخاری میں حضرت عائشہ کی حدیث ہے جس کے مطابق ان کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب اس حدیث کے خلاف ہے اور ہم نے دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ صحیح بخاری کی یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے اور جب راوی کا قول اسی کی روایت کے خلاف ہو تو اعتبار اس کے قول کا ہوتا ہے' نیز حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ کسی شخص کی طرف سے دوسرے کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' یہ ممانعت کی روایت ہے اور ممانعت کی روایت جواز کی روایت پر مقدم اور راجح ہوتی ہے اور ہم نے بہ کثرت احادیث' آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین بیان کیے ہیں جن میں میت کی طرف سے کھانا کھلانے کی ترجیح ہے اور مزید قوی دلائل ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ان احادیث اور آثار پر مبنی ہے' پھر یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب صحیح حدیث کے خلاف ہے' انصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۸۸۔ ج ۳ ص ۱۳۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ (۲) علامہ نووی کی بحث (۳) علامہ نووی کی بحث کے جوابات (۴) میت کی طرف سے قضاء نہ کرنے میں امام شافعی کی تحقیق۔

١٩٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از اعمش از مسلم البطین از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے

رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، أَفَأَقْضِيْهِ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضٰى. قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ، وَنَحْنُ جَمِيْعًا جُلُوْسٌ حِيْنَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، قَالَا سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ وَمُسْلِمِ الْبَطِيْنِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ. وَقَالَ يَحْيٰى وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ. وَقَالَ أَبُوْ حَرِيْزٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ أُمِّي وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا.

(صحیح مسلم: ۱۱۴۸، الرقم المسلسل: ۲۵۸۲، سنن ابوداؤد: ۳۳۱۰، سنن ترمذی: ۷۱۶-۷۱۷، سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۹)

بیان کیا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں' کیا میں اس کی طرف سے وہ روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ سلیمان نے بیان کیا' پس حکم اور سلمہ نے کہا: اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے جب سلمہ نے یہ حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہم نے مجاہد سے سنا' وہ اس کا حضرت ابن عباس سے ذکر کرتے تھے' اور ابوخالد سے ذکر کیا جاتا ہے' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از حکم اور مسلم البطین اور سلمہ بن کہیل از سعید بن جبیر اور عطاء اور مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک عورت نے کہا: میری بہن فوت ہو گئی...... اور یحییٰ اور ابومعاویہ نے کہا: انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از مسلم از سعید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے اور عبید اللہ نے بیان کیا از زید بن ابی انیسہ از حکم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ بے شک میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس کے اوپر نذر کے روزے ہیں' اور ابوحریز نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر پندرہ دن کے روزے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبدالرحیم ابویحییٰ' انہیں ان کے عمدہ حافظہ کی وجہ سے صاعقہ کہا جاتا تھا' یہ ۲۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) معاویہ بن عمرو بن مہلب ازدی (۳) زائد بن قدامہ ابوصلت ثقفی بکری (۴) سلیمان اعمش (۵) مسلم البطین' یہ مسلم بن ابی عمران ہیں' ان کو ابن عمران کہا جاتا ہے' ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے (۶) سعید بن عباس (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۷)

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک مہینہ کے روزے ہیں' کیا میں اس کی طرف سے ادا کر دوں؟

حدیث مذکور کے متن اور سند میں اختلاف اور اضطراب اور اس کی وجہ سے حدیث مذکور کا ضعیف ہونا

شیخ وحید الزمان غیر مقلد متوفی ۱۳۲۸ھ نے لکھا ہے:

ان سندوں کے بیان کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں بہت سے اختلافات ہیں' کوئی کہتا ہے: پوچھنے والا مرد تھا' کوئی کہتا ہے: عورت نے پوچھا تھا' کوئی ایک مہینے کے' کوئی پندرہ دن کے روزے کہتا ہے' اسی لیے امام احمد اور لیث نے نذر کا روزہ میت کی طرف سے درست کہا ہے اور رمضان کا روزہ درست نہیں رکھا' میں کہتا ہوں: ان اختلافات سے حدیث میں کوئی نقص نہیں آتا' اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور ممکن ہے کہ یہ مختلف مواقع ہوں اور پوچھنے والے متعدد ہوں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۳۱۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن عبدالملک نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عظیم اضطراب ہے جو راویوں کے وہم پر دلالت کرتا ہے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اضطراب سے حدیث سے وجہ استدلال میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۵۷) علامہ عینی اس پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان کا یہ قول مردود ہے' اضطراب سے وجہ استدلال میں کیسے خرابی نہیں ہوگی' جب کہ حال یہ ہے کہ اضطراب صرف وہم سے ہوتا ہے' یا پھر اضطراب کی وجہ سے حدیث ضعیف ہوتی ہے' اور اس قائل نے اضطراب دور کرنے کے لیے یہ کہا ہے کہ سوال دراصل نذر کے متعلق تھا' پھر کسی نے اس کی روزے سے تفسیر کی اور کسی نے اس کی حج سے تفسیر کی اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ دو واقعے تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جو روزہ کی نذر کا سوال کرنے والی تھی وہ خثعمیہ تھی اور جو حج کی نذر کا سوال کرنے والی تھی وہ جُہینہ تھی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ توجیہ اس لیے مردود ہے کہ اس قائل نے کہا ہے کہ ہم پہلے اواخر حج میں لکھ چکے ہیں کہ امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ ایک عورت نے حج اور روزہ دونوں کے بارے میں سوال کیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۱۴۹' سنن ابوداؤد: ۱۶۵۶' سنن ترمذی: ۶۶۷) (حافظ ابن حجر کی یہ عبارت فتح الباری ج ۳ ص ۴۵۷ پر ہے) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ حدیث اور اس قائل کی یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ تھا' لہٰذا یہ حدیث مضطرب رہی اور اس کا اضطراب اور ضعف دور نہ ہو سکا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۸ ملخصاً وموضحاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کا جواب

جن فقہاء نے اس سے پہلی حدیث سے یہ استدلال کیا تھا کہ میت کی طرف سے قضاء روزے رکھنے جائز ہیں' انہوں نے اس حدیث سے بھی یہی استدلال کیا ہے' اور اس حدیث سے ان کے استدلال کا بھی وہی جواب ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح میں گزر چکا ہے' بہ شرطیکہ یہ حدیث صحیح ہو' لیکن یہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ حدیث اضطراب کی وجہ سے ضعیف ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث مذکور کے ناقابل عمل ہونے کی وجوہ

شارح مسلم علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک نے اس حدیث کے موافق حسب ذیل وجوہ سے عمل نہیں کیا:

(۱) اہل مدینہ نے اس حدیث کے موافق عمل نہیں کیا اور امام مالک اہل مدینہ کی اتباع کرتے ہیں۔

(۲) اس حدیث کے متن اور اس کی سند میں کافی اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

(۳) امام بزار نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں مذکور ہے کہ جو چاہے' اور ان الفاظ سے وہ وجوب ساقط ہو گیا جو اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کا موقف ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ میت کی طرف سے اس کے ورثاء پر روزہ رکھنا واجب ہے' حالانکہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے سو یہ حدیث قرآن مجید کے معارض ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا. (الانعام:۱۶۴) اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اُس کا وہی ذمہ دار ہے۔

(۵) اسی طرح یہ حدیث اس آیت کے بھی معارض ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى. (الانعام:۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(۶) صحیح بخاری کی حدیث مذکور درج ذیل حدیث کے بھی معارض ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے لیکن میت کی طرف سے ہر روز ایک کلو طعام کھلایا جائے گا۔

(سنن کبریٰ: ۲۹۳۰۔ ج ۳ ص ۲۵۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ حدیث قیاسِ جلی کے بھی معارض ہے کیونکہ روزہ عبادتِ بدنیہ ہے اور بدنی عبادت دوسرے کی طرف سے نہیں کی جا سکتی۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۰۹ 'دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اب غالباً غیر مقلدین علماء کی سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کے موافق کیوں مؤقف اختیار نہیں کیا۔

۴۳ - بَابٌ مَّتٰى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ کس وقت روزہ دار کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے

وَأَفْطَرَ أَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ حِيْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ.

حضرت ابوسعید خدری نے اس وقت روزہ افطار کیا جب سورج کی ٹکیا غائب ہو گئی۔

اس تعلیق کے موافق حسب ذیل اثر ہے:

عبدالواحد بن ایمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے روزہ افطار کیا اور ہمارا گمان یہ تھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۴۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت ابوسعید کے نزدیک سورج کا غروب ہونا متحقق ہو گیا تو پھر انہوں نے روزہ افطار کرنے میں مزید تاخیر نہیں کی اور اس کی طرف التفات نہیں کیا کہ کوئی اور ان کی موافقت کرتا ہے یا نہیں۔

١٩٥٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا کہ انہوں نے عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات اس طرف (مشرق) سے نمودار ہو جائے اور دن اس طرف (مغرب) میں چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت آ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حمیدی' یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ قرشی اسدی ابوبکر مکی ہیں (۲) سفیان بن عُیینہ (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن عوام ہیں (۵) عاصم بن عمر بن خطاب ابوعمر قرشی (۶) ان کے والد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۲)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۵۵ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ، قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا. فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ! قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ! قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ، فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از شیبانی از حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ روزہ دار تھے' پس جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے کسی سے فرمایا: اے فلاں! اٹھو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ شام کر لیتے تو؟ آپ نے فرمایا: تم سواری سے اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ شام کر لیتے تو؟ آپ نے فرمایا: تم سواری سے اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: ابھی آپ کے اوپر دن ہے' آپ نے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' پس وہ اترا اور اس نے ان کے لیے ستو گھولے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو پئے' پھر آپ نے فرمایا: جب تم رات کو اس طرف (مشرق) سے آتے ہوئے دیکھو تو اس وقت روزہ دار کا روزہ افطار ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۴۴ - بَابٌ يُّفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ عَلَيْهِ، بِالْمَاءِ وَغَيْرِهٖ

روزہ دار کو پانی یا جو چیز بھی میسر ہو اس سے روزہ افطار کر لے

۱۹۵۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ اَمْسَيْتَ! قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے' جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے (کسی سے) فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ شام کر لیں تو؟ آپ نے فرمایا: اترو اور

ثُمَّ قَالَ اِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ اَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ. وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهٖ قِبَلَ الْمَشْرِقِ.

ہمارے لیے ستو گھولو! اس نے کہا: یا رسول اللہ! ابھی آپ کے اوپر دن ہے' آپ نے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' پس وہ سواری سے اترا اور اُس نے ستو گھولے' پھر آپ نے فرمایا: جب تم رات کو اس طرف (مشرق سے) آتے ہوئے دیکھو تو روزہ دار کا روزہ افطار ہو جاتا ہے اور آپ نے اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۴۵ - بَابُ تَعْجِيلِ الْاِفْطَارِ

افطار میں جلدی کرنا

۱۹۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابوحازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس وقت تک ہمیشہ خیر سے رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

(صحیح مسلم:۱۰۹۸' الرقم المسلسل:۲۴۴۳' سنن ابن ماجہ:۱۶۹۷' سنن کبریٰ:۳۳۱۲' مسند ابویعلیٰ:۷۵۱۱' صحیح ابن خزیمہ:۲۰۵۹' المعجم الکبیر: ۵۹۸۱_۵۸۸۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۸۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے پر وعید

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواب میں میرے پاس دو مرد آئے' انہوں نے مجھے میری بغلوں سے پکڑ کر اٹھایا' پھر وہ مجھے ایک دشوار پہاڑ پر لے کر آئے' پھر ان دونوں نے مجھ سے کہا: چڑھیں' میں نے کہا: میں اس پر چڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا' انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے چڑھنا آسان کر دیں گے' پس میں اس پر چڑھا حتیٰ کہ جب میں اس کے درمیان میں پہنچا تو میں نے بہت پُرشور آوازیں سنیں' میں نے پوچھا: یہ کیسی آوازیں ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ اہل دوزخ کا شور ہے' پھر میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کی کونچیں (ایڑی کے اوپر کے پٹھے) لٹکی ہوئی تھیں اور ان کے جبڑے چیرے ہوئے تھے اور ان کے جبڑوں سے خون بہہ رہا تھا' میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو روزے کا وقت آنے سے پہلے روزہ کھول لیتے تھے۔ (امام حاکم فرماتے ہیں:) یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کی روایت نہیں کی۔

(المستدرک:۱۶۰۹' صحیح ابن حبان:۷۴۹۱' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۸۶' المستدرک ج ۲ ص ۲۱۰ طبع قدیم)

غروبِ آفتاب کے بعد جلد روزہ افطار کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میرے سب سے زیادہ پسندیدہ بندے وہ ہیں جو (وقت ہو جانے کے بعد) سب سے جلدی روزہ افطار کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی:۷۰۰' صحیح ابن خزیمہ:۲۰۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۹' مسند احمد:۸۳۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' ہم نے کہا: یا ام المؤمنین! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب

میں سے بعض وہ ہیں جو جلدی روزہ افطار کرتے ہیں اور جلدی نماز پڑھتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو تاخیر سے روزہ افطار کرتے ہیں اور تاخیر سے نماز پڑھتے ہیں' حضرت عائشہ نے پوچھا: وہ کون ہیں جو جلدی روزہ افطار کرتے ہیں اور جلدی نماز پڑھتے ہیں؟ ہم نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کرتے تھے' ابوعطیہ نے کہا: اور دوسرے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ (سنن ترمذی: ۷۰۲' صحیح مسلم: ۱۰۹۹' سنن ابوداؤد: ۲۳۵۴' سنن نسائی: ۲۱۵۴)

ابن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس وقت شام سے ایک قافلہ آیا تو حضرت عمران سے احوال معلوم کرنے لگے' پس انہوں نے پوچھا: کیا اہل شام جلدی روزہ افطار کرتے ہیں؟ قافلہ والوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے فرمایا: وہ جب تک ایسا کرتے رہیں گے تو ہمیشہ خیر سے رہیں گے اور اہل عراق کی طرح ستاروں کے نکلنے کا انتظار نہیں کریں گے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۵۱۹۔ ج ۴ ص ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شہروں کے حکام کی طرف یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ تم روزہ افطار کرنے میں حد سے بڑھنے والوں میں سے نہ ہو جانا' اور نہ تم نماز کا انتظار کرنے میں ستاروں کے جال بننے کا انتظار کرنا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۵۲۰۔ ج ۴ ص ۱۷۳)

عمرو بن میمون اودی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سب لوگوں سے جلدی افطار کرتے تھے اور سب سے دیر میں سحری کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۵۲۱۔ ج ۴ ص ۱۷۳)

جلدی روزہ افطار کرنے کی توجیہ اور اس سلسلہ میں مزید احادیث

المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ افطار کرنے میں جلدی کی ترغیب اس لیے دی ہے تاکہ دن میں رات کا وقت داخل نہ ہو جائے (یعنی روزہ طویل نہ ہو جائے) اور اللہ تعالیٰ نے روزہ کی جو حد فرض کی ہے' اس میں اضافہ نہ ہو جائے' اور وقت پورا ہونے کے بعد روزہ جلد افطار کرنے میں روزہ دار کے لیے نرمی اور سہولت ہے اور روزہ رکھنے میں زیادہ قوت کا باعث ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ روزہ جلد افطار کرنے کے متعلق مزید یہ احادیث اور آثار ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے' کیونکہ یہود اور نصاریٰ تاخیر کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۵۳' سنن نسائی: ۳۳۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۸' صحیح ابن حبان: ۳۵۰۹۔ ۳۵۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۰' المستدرک ج ۱ ص ۴۳۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۳۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اس وقت روزہ افطار نہ کرو جب ستارے ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ یہود کا طریقہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابن التیاح سے پوچھا: کیا سورج غروب ہو گیا؟ انہوں نے کہا: جلدی نہ کریں' آپ نے پھر پوچھا: کیا سورج غروب ہو گیا؟ انہوں نے کہا: جلدی نہ کریں' آپ نے پھر پوچھا: کیا سورج غروب ہو گیا' انہوں نے کہا: جی ہاں! اب روزہ افطار کر لیں' پھر آپ سواری سے اترے اور نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم یہ کہتے تھے کہ جلدی روزہ افطار کرنا سنتوں میں سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۵۰۔ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹۵۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَصَامَ حَتّٰى اَمْسٰى، قَالَ لِرَجُلٍ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ. قَالَ لَوِ انْتَظَرْتَ حَتّٰى تُمْسِيَ، قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ، اِذَا رَاَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از سلیمان از حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ شام کا وقت ہو گیا' آپ نے ایک شخص سے فرمایا: (سواری سے) اترو اور میرے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: آپ انتظار فرمائیں حتیٰ کہ شام ہو جائے' آپ نے فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھولو' جب تم دیکھو کہ رات اس طرف (مشرق) سے آ رہی ہے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٦ - بَابٌ اِذَا اَفْطَرَ فِيْ رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

جب کسی شخص نے رمضان میں روزہ افطار کر لیا' پھر سورج طلوع ہو گیا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے رمضان میں یہ گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا اور اس نے روزہ افطار کر لیا' پھر بعد میں سورج نکل آیا تو اس شخص کا کیا حکم ہے؟ آیا اس پر اس روزہ کی قضاء واجب ہے یا نہیں؟

۱۹۵۹ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ اَفْطَرْنَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَيْمٍ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ. قِيْلَ لِهِشَامٍ فَاُمِرُوْا بِالْقَضَاءِ؟ قَالَ لَابُدَّ مِنْ قَضَاءٍ. وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ هِشَامًا لَا اَدْرِيْ اَقْضَوْا اَمْ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از فاطمہ از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں ایک ابر آلود دن میں روزہ افطار کیا' پھر سورج طلوع ہو گیا' پس ہشام سے کہا گیا تو ان کو روزہ قضاء کرنے کا حکم دیا گیا' انہوں نے کہا: قضاء کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور معمر نے کہا: میں نے ہشام سے سنا: مجھے معلوم نہیں کہ آیا انہوں نے روزہ قضاء کیا تھا یا نہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۵۹' سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن ابی شیبہ' یہ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابوبکر ہیں اور ابوشیبہ کا نام ابراہیم بن عثمان ہے (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ لیثی (۳) ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام (۴) فاطمہ بنت منذر' یہ ہشام کی زوجہ اور ان کی عم زاد ہیں (۵) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۶)

ابر آلود دن میں روزہ افطار کرنے کے متعلق مختلف روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس روزہ دار نے رمضان کا روزہ اس گمان سے افطار کرلیا کہ سورج غروب ہوگیا ہے اور واقع میں سورج غروب نہیں ہوا تھا تو وہ باقی دن کھانے پینے سے رکا رہے گا' اس پر اس روزہ کی قضاء ہے' کفارہ نہیں ہے۔ ابن سیرین' سعید بن جبیر' اوزاعی' سفیان ثوری' امام مالک' امام احمد' امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے' اور اگر اس نے گمان کے بعد جماع کرلیا تھا تو امام احمد کے نزدیک اس پر کفارہ ہے۔

مجاہد' عطاء اور عروہ بن زبیر نے کہا ہے کہ اس پر روزہ کی قضاء نہیں ہے اور ان کے نزدیک وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے بھول کر کھالیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے دو روایتیں ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: جس نے کچھ کھالیا تو وہ اس کے عوض میں ایک روزہ کی قضاء کرے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمر نے روزہ افطار کرلیا اور لوگوں نے بھی روزہ افطار کرلیا' پھر مؤذن نے چڑھ کر یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! سورج غروب نہیں ہوا تو حضرت عمر نے فرمایا: جس نے روزہ افطار کرلیا' وہ اس کی جگہ روزہ رکھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہمیں پرواہ نہیں ہے' اللہ کی قسم! ہم اس کی جگہ روزہ رکھیں گے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۷' نشر السنۃ' ملتان)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ زید بن وہب نے یہ روایت کی ہے کہ ہم رمضان میں مسجد مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور آسمان پر بادل تھے اور سورج غائب تھا اور شام کا وقت ہو چکا تھا' پھر حضرت حفصہ رضی اللہ کے گھر سے ہمارے لیے دودھ آیا' حضرت عمر نے بھی دودھ پیا اور ہم نے بھی دودھ پی لیا' پھر تھوڑی دیر بعد بادل چھٹ گئے اور سورج ظاہر ہوگیا' پھر ہم میں سے کسی نے کہا کہ ہم اس روزہ کی قضاء کریں گے' حضرت عمر رضی اللہ نے یہ سن کر کہا: اللہ کی قسم! ہم اس روزہ کی قضاء نہیں کریں گے' ہم نے عمداً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۷)

المبسوط میں حضرت عمر کی حدیث مذکور ہے' ان کے افطار کرنے کے بعد مؤذن اذان کی جگہ پر چڑھا' اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! سورج نکلا ہوا ہے' حضرت عمر نے کہا: ہم نے تم کو داعی (نماز کی دعوت دینے والا) بنایا ہے' راعی (احکام نافذ کرنے والا) نہیں بنایا' ہم نے عمداً نافرمانی نہیں کی اور ایک روزہ کی قضاء کرنا ہم پر آسان ہے' امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت صہیب نے رمضان میں ابر آلود دن میں روزہ افطار کرلیا' پھر کہا: تم کو اللہ نے کھلایا ہے' تم رات تک اپنا روزہ پورا کرو اور اس روزہ کی جگہ ایک دن روزہ رکھو۔ اس قول کو محمد بن سیرین اور سعید بن جبیر نے روایت کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۸)

حدیث مذکور کے متعلق مذاہب ائمہ

امام مالک' سفیان ثوری' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد' ابوثور اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے' اسحاق نے کہا ہے کہ اس پر قضاء واجب نہیں ہے' لیکن اس کا قضاء کرنا مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۸۔۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں اس طرح کے واقعات اس وقت متصور تھے جب گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں' اب جب کہ گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں تو آسمان پر ابر ہو یا سورج نکلا ہوا ہو' ہر صورت میں وقتِ مقرر پر روزہ افطار کیا جائے گا۔

۴۷ - بَابُ صَوْمِ الصِّبْيَانِ — بچوں کا روزہ رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ ... جمہور کا موقف یہ ہے کہ جن کی عمر بلوغت سے کم ہو!

ان پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے' متقدمین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ان کا روزہ رکھنا مستحب ہے' ابن سیرین اور زہری کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے' انہوں نے کہا کہ جب بچے روزے رکھ سکیں تو ان کو مشق کرانے کے لیے ان سے روزے رکھوانے چاہئیں۔ امام شافعی کے اصحاب کے نزدیک اس کی حد نماز کی طرح سات سال اور دس سال ہے اور اسحاق کے نزدیک اس کی حد بارہ سال ہے اور امام احمد کے نزدیک ایک روایت میں اس کی حد دس سال ہے' اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ بچوں کے حق میں روزہ مشروع نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عبادات اور فرائض صرف بلوغ کے وقت لازم ہوتے ہیں مگر اکثر علماء نے برکت کے لیے بچوں کو عبادات کی مشق کرانا مستحسن قرار دیا ہے تاکہ بچے عبادات کے عادی ہو جائیں اور جب ان پر عبادت لازم ہو تو ان کے لیے عبادت کرنا سہل ہو اور جو ان کو عبادت کی مشق کرائے گا' اس کو اجر ملے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِنَشْوَانٍ فِيْ رَمَضَانَ وَيْلَكَ، وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ فَضَرَبَهُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ نے ایک نشہ باز شخص سے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے (تو نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی ہے) حالانکہ ہمارے بچے بھی روزے سے ہیں' پھر اسے مارا۔

(اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۹)

۱۹۶۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُوْرَاءَ إِلٰى قُرَى الْأَنْصَارِ مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ. قَالَتْ فَكُنَّا نَصُوْمُهُ بَعْدُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكٰى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ.

(صحیح مسلم: ۱۱۳۶' الرقم المسلسل: ۲۵۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن ذکوان نے حدیث بیان کی از حضرت رُبیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کی صبح کو انصار کی بستیوں میں یہ پیغام بھیجا کہ جو شخص صبح کو اس حال میں اٹھا کہ اس کا روزہ نہیں تھا تو وہ باقی دن کھانے سے رکا رہے اور جو صبح کو روزے کی حالت میں اٹھا تو وہ اپنے روزہ پر قائم رہے' حضرت رُبیع نے کہا: ہم اس کے بعد روزے رکھتے تھے اور ہم اپنے بچوں کو بھی روزے رکھواتے تھے اور ہم ان کے لیے رنگین اُون کی گڑیاں بناتے تھے' پس جب ان میں سے کوئی کھانے کے لیے روتا تو ہم اس کو وہ گڑیاں دے دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) بشر بن فضل (۳) خالد بن ذکوان ابو الحسن (۴) حضرت رُبیع انصاریہ رضی اللہ عنہا انہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۹)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بچوں کے کھیلنے کے لیے سُرخ اون سے گڑیاں بنانا جائز ہے تاکہ بچے

روزے میں بہل جائیں' اور شاید کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچوں کے روزوں کا علم نہیں تھا اور یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے بچوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا ہو' کیونکہ یہ ان کو سخت عبادت میں ڈال کر تکلف میں مبتلا کرنا ہے اور ایسی عبادت کا مکلف کرنا ہے جو سال میں مکرر نہیں ہوتی۔

(المفہم ج ۳ ص ۱۹۷)

علامہ قرطبی پر صحیح ابن خزیمہ کی اس حدیث سے رد کیا گیا ہے کہ حضرت رزینہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس محرم میں ان کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے دودھ پیتے بچوں کو شام تک دودھ نہ پلائیں' اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیتے تھے اور آپ بچوں کے منہ میں اپنا لعاب ڈالتے' اور آپ کا لعاب انہیں کافی ہوتا تھا۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۸۹۔۲۰۸۸۔ ج ۳ ص ۲۸۹۔۲۸۸' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ ذہبی نے تجرید الصحابہ میں لکھا ہے کہ حضرت رزینہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں اور آپ کی زوجہ حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں اور ان کی بیٹی اَمۃ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے اور وہ یہی مذکور الصدر حدیث ہے' اس کو امام ابویعلیٰ' امام طبرانی اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۷۱۶۳' المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۲۷۷' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۲۶' المعجم الاوسط: ۲۵۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' حافظ الہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھنا فرض تھا اور اس حدیث میں بچوں کو روزوں کی مشق کرانے کے لیے ان کو روزہ رکھوانے کا جواز ہے' اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب صحابہ یہ کہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہ کام کرتے تھے تو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے اس فعل کو برقرار رکھا ہے اور آپ اس فعل پر راضی ہیں ورنہ آپ اس فعل کا انکار فرما دیتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی حضرت رزینہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند کے راویوں میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس حدیث سے علامہ قرطبی پر رد کیا ہے جنہوں نے بچوں کو روزہ رکھوانے سے منع کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۶۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٨ - بَابُ الْوِصَالِ وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ

وصال کے روزے یعنی روزہ کو روزہ سے ملانا' اور جس نے یہ کہا کہ رات کا روزہ نہیں ہے (یعنی روزہ افطار کرنے کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا پیا جائے)

''وصال'' کا معنی صحیح البخاری: ۱۹۲۲ کی شرح میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ﴾ (البقرہ: ۱۸۷). وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحْمَةً لَّهُمْ وَاِبْقَاءً عَلَيْهِمْ' وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔ (البقرہ: ۱۸۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسلمانوں پر رحمت تھی اور ان کو ان کی طاقت پر برقرار رکھنا تھا اور شرعی حکم کی گہرائی اور گیرائی میں جانے کی کراہت ہے۔

۱۹۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا. قَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِّنْكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقٰى، أَوْ إِنِّي أَبِيْتُ أُطْعَمُ وَأُسْقٰى. (طرف الحدیث:۷۲۴۱)

کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم وصال نہ کرو (یعنی روزہ کے ساتھ روزہ نہ ملاؤ)' صحابہ نے کہا: آپ بھی تو وصال کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' بے شک مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے' یا فرمایا: میں (اپنے رب کے پاس) رات گزارتا ہوں اور مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم:۱۱۰۴' الرقم المسلسل:۲۴۶۰' صحیح ابن خزیمہ:۲۰۷۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۴۸۔ج ۱۹ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صوم وصال میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا ہے' غیر مقلدین کے نزدیک صوم وصال رکھنا حرام ہے' امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک صوم وصال رکھنا مکروہ ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جو صوم وصال رکھ سکتا ہو' اس کے لیے صوم وصال رکھنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ابن عامر اور ابن وضاح مالکی صوم وصال رکھتے تھے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید میں آپ کی مثل کا ثبوت ہے اور حدیث میں آپ کی مثل کی نفی ہے' اس تعارض کا مصنف کی طرف سے جواب اور علماء دیو بند کے جواب کا ردّ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' جب کہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ. (الکہف:۱۱۰)

آپ کہیے: میں (خدا نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں' میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی مثل ہیں اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' اور یہ قرآن مجید اور حدیث صحیح میں تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عدمی صفت ہے اور دوسری آپ کی وجودی صفات ہیں' عدمی صفت یہ ہے کہ آپ خدا نہیں ہیں' اسی طرح آپ واجب اور قدیم نہیں ہیں اور آپ کی کوئی صفت ممتنع الزوال اور غیر متناہی نہیں ہے اور آپ مستحق عبادت نہیں ہیں' دوسری آپ کی وجودی صفات ہیں' مثلاً آپ نبی اور رسول ہیں' اللہ کے محبوب ہیں اور آپ بشری کثافتوں سے منزہ ہیں اور آپ تمام نبیوں اور رسولوں کے قائد اور ان کے سردار ہیں' آپ خلقت میں سب سے اوّل اور بعثت میں سب سے آخر ہیں' وغیرها من الصفات الکمالیة۔

سو قرآن مجید میں جو بیان کیا گیا ہے کہ آپ مسلمانوں کی مثل ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی عدمی صفت یعنی خدا نہ ہونے میں مسلمانوں کی مثل ہیں اور حدیث میں جو ذکر ہے کہ آپ کسی مسلمان کی مثل نہیں ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ کسی وجودی صفت میں کوئی مسلمان آپ کی مثل نہیں ہے۔

بعض علماء (خلیل احمد سہارنپوری متوفی ...) نے اس تعارض کا اس طرح ردّ کیا ہے کہ نفس مخلوق اور نفس بشر ہونے میں آپ

عام مسلمانوں کی مثل ہیں اور فضائل وکمالات میں کوئی مخلوق اور کوئی بشر آپ کی مثل نہیں ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۳' مطبع بلالی' ہند)

میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ دو وجوہوں سے مردود ہے: اوّل اس لیے کہ قرآن مجید نے جو نبی ﷺ کو مسلمانوں کی مثل فرمایا ہے' اس کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ "مجھ پر یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے" اس کا حاصل یہ ہے کہ نہ میں خدا ہوں' نہ تم خدا ہو اور یہ رسول اللہ ﷺ کی عدمی صفت ہے کہ آپ خدا نہیں ہیں' اور اس معنی میں رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں بلکہ تمام مخلوق کی مثل ہیں' سو جنہوں نے یہ کہا ہے کہ آپ نفسِ بشریت میں تمام مسلمانوں کی مثل ہیں' وہ قرآن مجید کی بیان کردہ اس مثلیت کے خلاف ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عوارضِ شخصیہ سے قطع نظر کر کے اور خصائصِ وجود یہ سے صرفِ نظر کر کے نفس بشر کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے' خارج اور نفس الامر میں جب بھی کسی بشر کا وجود ہوگا تو وہ کسی خاص تشخص میں ہوگا' اس کے بغیر نفس بشر کا تحقق اور وجود ممکن ہی نہیں ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نفسِ بشریت میں تو سب آپ کی مثل ہیں' گویا وہ یہ کہتے ہیں کہ بشر کے تمام افراد آپ کی مثل ہیں اور یہ بداہۃً باطل ہے' ورنہ وہ ہمیں بتائیں کہ عوارضِ شخصیہ کے بغیر کون سا بشر خارج میں موجود ہے۔

اس آیت اور اس حدیث کی مزید تفصیل ہماری تفسیر' تبیان القرآن' الکہف: ۱۱۰ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کو کھلانا اور پلانا آپ کے صوم وصال کے منافی نہیں ہے

نیز اس حدیث میں فرمایا: "مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے" اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب آپ کو کھلایا اور پلایا گیا تو پھر وصال کا روزہ تو نہ رہا کیونکہ وصال کے روزہ کا معنی یہ ہے کہ اس میں افطار ہو نہ سحر ہو۔ اس اعتراض کے درج ذیل جوابات ہیں:

(۱) آپ کو کھلانے اور پلانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کو وہ قوت عطا کی جاتی ہے' جو قوت کھانے اور پینے سے حاصل ہوتی ہے۔

(۲) دنیا کے کھانے سے آپ کا روزہ تھا اور اس صورت میں آپ کو جنت کا کھانا کھلایا گیا تھا۔

(۳) کھلانے پلانے سے مراد یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا کیا گیا' جیسے کوئی شخص کئی روز سے بھوکا اور پیاسا ہو' اس کے سامنے طعام اور مشروب رکھا جائے اور اسی وقت اسے اس کا محبوب مل جائے تو وہ کہے: یہ طعام اور مشروب لے جاؤ مجھے تو اپنے محبوب کا دیدار ہی کافی ہے' وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

✱ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۶۸۔ ج ۳ ص ۸۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① صوم وصال کا معنی ② صوم وصال میں مذاہب ③ حضور کے صوم وصال پر ایک اشکال کا جواب ④ حضور کی مثل کی تحقیق ⑤ امتناع نظیر۔

۱۹۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ، اِنِّيْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تو (روزہ کا روزہ سے) وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۲ میں اور اس سے پہلی حدیث کی شرح میں گزر چکی ہے۔

۱۹۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ خَبَّابٍ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا، فَاَيُّكُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ. قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ اِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، اِنِّي اَبِيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُّطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَّسْقِيْنِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن الهاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم روزوں کو (ایک دوسرے سے) نہ ملاؤ' تم میں سے جو شخص روزہ کو (روزہ سے) ملانے کا ارادہ کرے' اس کو چاہیے کہ وہ روزہ کو سحری سے ملائے (یعنی رات بھر کچھ نہ کھائے پیئے)' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو روزہ کو (روزہ سے) ملاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' میں رات بسر کرتا ہوں تو مجھے کوئی کھلانے والا کھلاتا ہے اور کوئی پلانے والا پلاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۲' اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

١٩٦٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدٌ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ. فَقَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ اِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ رَحْمَةً لَّهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ اور محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں پر رحمت کے سبب سے انہیں روزوں کے وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو (روزہ کا روزہ سے) وصال کرتے ہیں' سو آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' بے شک مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ عثمان نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ نے مسلمانوں پر رحمت کے سبب سے منع کیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۹۲۲' اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٩ - بَابُ التَّنْكِيْلِ لِمَنْ اَكْثَرَ الْوِصَالَ — جو زیادہ وصال کے روزے رکھے' اس کو سزا دینا

اس باب کے عنوان میں "تنکیل" کا لفظ ہے' اس کا معنی کسی کو ایسی سزا دینا جس سے دوسروں کو عبرت ہو۔

رَوَاهُ اَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس سزا کی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہینہ کے آخر میں روزوں کا روزوں کے ساتھ وصل کیا تو لوگوں نے بھی روزوں کا روزوں کے ساتھ وصل کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ مہینہ طویل ہوتا تو میں روزوں کا اتنا زیادہ وصل کرتا کہ گہرائی میں ڈوبنے والے اپنی گہرائی کو خیرآباد کہہ دیتے' بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں' مجھے ہمیشہ میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا

ہے۔(صحیح البخاری: ۷۲۴۱)

۱۹۶۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِيْ؟ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ. فَلَمَّا اَبَوْا اَنْ يَّنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ، وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا، ثُمَّ يَوْمًا، ثُمَّ رَاَوُا الْهِلَالَ، فَقَالَ لَوْ تَاَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ. كَالتَّنْكِيْلِ لَهُمْ حِيْنَ اَبَوْا اَنْ يَّنْتَهُوْا.

(صحیح مسلم: ۱۱۰۳، الرقم المسلسل: ۲۴۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کو روزہ کے ساتھ وصل کرنے سے منع فرمایا مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی تو روزہ کو روزہ کے ساتھ ملاتے ہیں آپ نے فرمایا: تم میں سے میری مثل کون ہے؟ بے شک میں اس طرح رات بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے پھر جب صحابہ روزوں کو ملانے سے نہ رکے تو آپ نے ان کے ساتھ ہر دوسرے دن کو روزہ کا وصل کیا پھر جب انہوں نے نیا چاند دیکھا (یعنی ہلال عید) تو آپ نے فرمایا: اگر چاند تاخیر سے نکلتا تو میں زیادہ وصال کے روزے رکھتا گویا جب وہ وصل کے روزوں سے نہیں رکے تو آپ ان کو سزا دے رہے تھے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صومِ وصال سے منع فرما دیا تھا تو پھر صحابہ کیوں نہیں رکے اور انہوں نے آپ کے حکم کی اتباع کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ نے یہ گمان کیا تھا کہ آپ کا منع فرمانا تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ تنزیہ کے لیے ہے۔ باقی شرح وہی ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

۱۹۶۶ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ. مَرَّتَيْنِ قِيْلَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ، فَاكْلَفُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: تم روزوں کو ملانے سے باز رہو کہا گیا کہ آپ بھی تو روزوں کو ملاتے ہیں! آپ نے فرمایا: میں اس طرح رات بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے تم اتنا عمل کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۹۲۲ اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۰ - بَابُ الْوِصَالِ اِلَى السَّحَرِ

سحری تک روزہ کو ملانا

۱۹۶۷ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ يَّزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یزید از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا، فَاَيُّكُمْ اَرَادَ اَنْ يُّوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ. قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ اِنِّىْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، اِنِّىْ اَبِيْتُ لِىْ مُطْعِمٌ يُّطْعِمُنِىْ وَسَاقٍ يَسْقِيْنِىْ.

کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روزہ کو (روزہ کے ساتھ) نہ ملاؤ' پس بے شک اگر تم نے روزہ کو ملانے کا ارادہ کیا تو اس کو سحری کے ساتھ ملاؤ' صحابہ نے کہا: پس بے شک آپ روزہ کو (روزہ کے ساتھ) ملاتے ہیں' یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرے لیے ایک کھلانے والا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۲' اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۱ - بَابُ مَنْ اَقْسَمَ عَلٰى اَخِيْهِ لِيُفْطِرَ فِى التَّطَوُّعِ، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً اِذَا كَانَ اَوْفَقَ لَهٗ

جس نے اپنے بھائی کو قسم دی کہ وہ نفلی روزہ توڑ دے اور اس کے نزدیک اس پر قضاء نہیں تھی جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کے موافق ہو

اس عنوان میں امام بخاری نے کہا کہ "جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کے موافق ہو" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر روزہ کھولنا اس کے موافق نہ ہو تو وہ روزہ نہ کھولے اور اس صورت میں قضاء کے وجوب یا عدم وجوب میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۱۹۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ جُحَيْفَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اٰخَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِى الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا مَا شَاْنُكِ؟ قَالَتْ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِى الدُّنْيَا. فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ، فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا، فَقَالَ كُلْ، قَالَ فَاِنِّىْ صَائِمٌ، قَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ، قَالَ فَاَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْمُ، فَقَالَ نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ، فَقَالَ نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ، قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ، فَصَلَّيَا، فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَاَعْطِ كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ، فَاَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ، فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

[اطراف الحدیث: ۶۱۳۹] (سنن ترمذی: ۲۴۲۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جُحیفہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' پس حضرت سلمان' حضرت ابوالدرداء کی زیارت کے لیے گئے تو انہوں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا تو ان سے پوچھا: یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا میں کوئی دلچسپی نہیں ہے' پھر حضرت ابوالدرداء آئے تو انہوں نے حضرت سلمان کو کھانا پیش کیا' حضرت سلمان نے کہا: آپ بھی کھائیں تو حضرت ابوالدرداء نے کہا: میں روزہ سے ہوں' حضرت سلمان نے کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک کہ آپ نہیں کھائیں گے' پھر حضرت ابوالدرداء نے کھانا کھایا' پھر جب رات ہو گئی تو حضرت ابوالدرداء نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے' حضرت سلمان نے ان سے کہا: آپ سو جائیں' سو وہ سو گئے' پھر (تھوڑی دیر بعد) وہ نماز کے لیے اٹھے' پھر حضرت

سلمان نے کہا: آپ سو جائیں' پھر جب رات کا آخری پہر ہوا تو
حضرت سلمان نے کہا: اب آپ اٹھیں' پھر دونوں نے نماز پڑھی'
پھر ان سے حضرت سلمان نے کہا: آپ کے رب کا آپ پر حق ہے
اور آپ کے نفس کا آپ پر حق ہے اور آپ کی اہلیہ کا آپ پر حق ہے
آپ ہر حق دار کو اس کا حق دیں' پھر حضرت ابوالدرداء' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پاس گئے اور آپ کو یہ قصہ سنایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلمان
نے سچ کہا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) جعفر بن عون مخزومی قرشی (۳) ابوعمیس' ان کا نام عتبہ بن عبداللہ بن مسعود ہے (۴) عون بن ابی جحیفہ (۵) ان کے والد حضرت ابوجُحیفہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۳)

عمداً نماز یا روزہ توڑنے والے پر قضاء کے لزوم میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نفلی نماز یا نفلی روزہ شروع کیا' پھر اس کو عمداً توڑ دیا تو اس پر اس نماز یا روزہ کی قضاء کے لزوم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ اس پر قضاء نہیں ہے' سفیان ثوری' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' کیونکہ حضرت ابوالدرداء نے عمداً اپنا روزہ توڑا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ قصہ بیان کیا گیا تو آپ نے حضرت ابوالدرداء پر قضاء لازم نہیں کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نفلی روزہ کے توڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ایسا شخص اپنے دین سے کھیلنے والا ہے۔ فقہاء تابعین میں سے نخعی' حسن بصری اور مکحول نے اس روزہ کی قضاء لازم کی ہے' علامہ ابن القصار نے امام مالک سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر اس نے بغیر عذر کے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء لازم ہے اور اگر اس نے عذر کے سبب سے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اس پر قضاء لازم ہے خواہ اس نے عذر کے سبب سے روزہ یا نماز توڑی ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

عمداً نماز یا روزہ توڑنے والے پر قضاء کے لزوم میں فقہاء احناف کے دلائل

جس شخص نے نفلی نماز یا نفلی روزہ شروع کیا' پھر اس کو توڑ دیا اور اس کی قضاء نہیں کی تو اس نے اپنے عمل کو باطل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو باطل کریں' قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ○ (محمد: ۳۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو ○

سو جس نے نفلی روزہ رکھا' پھر اس کو توڑ دیا اور اس کی قضاء نہیں کی' اس نے اپنے عمل کو ضائع کر دیا۔

فقہاء احناف کی دلیل پر حافظ ابن حجر کا اعتراض اور اس کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جس نے ''ولا تبطلوا اعمالکم'' سے قضاء کے لزوم پر استدلال کیا ہے' وہ اہل علم کے اقوال سے ناواقف ہے' کیونکہ اکثر علماء کا مختار یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے اعمال میں ریاء اور دکھاوا کر کے ان کو ضائع نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے عمل کرو' اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر کے اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو یا کسی پر صدقہ کرو اور پھر اس پر احسان جتلا کر یا اس کو طعنہ دے کر اپنے صدقہ کے عمل کو ضائع نہ کرو۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۷۷۴' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کوئی قید نہیں لگائی اور مطلقاً اعمال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے' خواہ ریا کاری سے اعمال کو ضائع کیا جائے یا گناہ کبیرہ سے اعمال کو ضائع کیا جائے' خواہ صدقہ پر احسان جتا کر اعمال کو ضائع کیا جائے خواہ نماز یا روزہ توڑنے کے بعد اس کی قضاء نہ کر کے اس عمل کو ضائع کیا جائے۔ اپنی رائے سے اس آیت کو کسی خاص صورت کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں فقہاء احناف کا مؤقف متعدد احادیث سے ثابت ہے' جو کہ ہم سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

نفلی روزہ کو عمداً توڑ کر اس کی قضاء کے وجوب پر احادیث' آثارِ صحابہ اور فتاویٰ تابعین

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے لیے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے طعام ہدیہ کیا گیا' ہم دونوں روزہ دار تھیں' سو ہم دونوں نے روزہ چھوڑ دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تو ہم نے کہا: ہمارے پاس ایک کھانے کا ہدیہ آیا تھا' ہمیں اس کو کھانے کی خواہش ہوئی تو ہم دونوں نے روزہ چھوڑ دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے' تم دونوں اس روزہ کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔ سنن ترمذی میں ہے کہ تم اس کی جگہ ایک روزہ قضاء کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۵۷' سنن ترمذی: ۷۳۵' سنن کبریٰ: ۳۲۹۲' سنن کبریٰ: ۳۲۹۵۔ ۳۲۹۴۔ ۳۲۹۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۰' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۹۱' موطأ امام مالک۔ کتاب الصیام۔ باب: ۱۸۔ حدیث: ۵۰' شرح معانی الآثار: ۳۴۰۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۰۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے نفل روزہ کو چھوڑ دیا (یعنی رکھ کر توڑ دیا) وہ اس کی قضاء کرے۔

(شرح معانی الآثار: ۳۴۰۷' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۹۲۔ ج ۴ ص ۲۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس آئے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے خَیس (کھجور اور پنیر سے بنا ہوا طعام) چھپا کر رکھا ہے' آپ نے فرمایا: میں روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا تھا' اس طعام کو میرے قریب لاؤ' میں عنقریب اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۱۲' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۹۴۔ ج ۴ ص ۲۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شکایت کی کہ میں حیض آنے کی وجہ سے عمرہ نہیں کر سکی' تو آپ نے فرمایا: تم عمرہ کو چھوڑ دو اور اپنے بالوں کو کھول کر کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو' پھر جب وادی حصبہ کی رات آئی تو آپ نے میرے ساتھ (میرے بھائی) حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو تنعیم کی طرف بھیجا' پھر میں نے پہلے عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔

(صحیح البخاری: ۱۷۸۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے نفلی عمرہ توڑ دیا' پھر آپ نے ان کو اس عمرہ کی جگہ عمرہ کرنے کا حکم دیا' اس سے واضح ہوا کہ نفل کو عمداً توڑنے کے بعد اس کی قضاء واجب ہوتی ہے خواہ وہ نماز ہو' روزہ ہو یا عمرہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اصحاب کو یہ خبر دی کہ وہ روزے سے ہیں' پھر وہ ان کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' ان کے اصحاب نے پوچھا: کیا آپ روزے سے نہیں تھے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میرے پاس سے میری باندی گزری' وہ مجھے اچھی لگی' میں نے اس سے اپنی خواہش پوری کر لی' اب میں اس روزے کی جگہ دوسرے دن اس روزہ کی قضاء کروں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۱۳)

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے یوم عرفہ کا روزہ رکھا' پھر اس روزہ نے مجھے تھکا دیا تو میں نے روزہ کھول لیا' پھر میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اس کی جگہ دوسرے دن روزہ رکھو۔

(شرح معانی الآثار: ۳۴۱۴)

امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: انس بن سیرین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اصحاب سے دریافت کیا تو سب نے یہی کہا کہ اس روزہ کی جگہ ایک روزہ کی قضاء کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کی جگہ ایک روزہ کو قضاء کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یزید بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے مکحول سے سوال کیا کہ ایک شخص صبح کو روزہ دار تھا' پھر اس کی ماں نے اس کو قسم دے کر روزہ چھوڑنے پر مجبور کیا اور اس نے اس کو ناپسند کیا' مکحول نے کہا: وہ اس کی جگہ ایک روزہ قضاء کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے کہا: جب کوئی شخص سحری کھالے تو اس پر روزہ واجب ہو جاتا ہے' پھر اگر اس نے روزہ چھوڑا تو اس پر قضاء واجب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبداللہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ عطاء اور مجاہد کسی شخص سے ملاقات کے لیے گئے' اس نے ان دونوں کو کھانے کی دعوت دی' حالانکہ وہ دونوں روزہ دار تھے' اس شخص نے ان سے روزہ چھوڑنے کے لیے کہا تو انہوں نے روزہ کھول لیا اور کہا: ہم اس کی جگہ ایک روزہ رکھیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۹۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص رات سے روزہ رکھنے کی نیت کرے' پھر صبح کو روزے سے اٹھے تو اس کو رات اور دن کا اجر ملے گا اور اگر اس نے روزہ چھوڑ دیا تو اس پر قضاء لازم ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۸۱۸۔ ج ۴ ص ۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بصری اور ابراہیم دونوں نے کہا: روزے کا گھر رات ہے' پھر اس نے روزہ چھوڑ دیا تو اس پر قضاء لازم ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۸۱۹۔ ج ۴ ص ۲۱۱)

ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ نفلی روزہ کی قضاء لازم نہیں ہے اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ جب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے نفلی روزہ چھوڑنے کا ذکر کیا تو آپ نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس کی جگہ ایک اور روزہ رکھنا' میں کہتا ہوں: اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفلی روزہ کی قضاء لازم نہ ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان سے اس لیے نہ فرمایا ہو کہ نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کا مسئلہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کیونکہ ان کثیر احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین میں نفلی روزہ کے توڑنے پر قضاء کے وجوب کی تصریح ہے۔

''مواخاۃ'' کا معنی' اس کی دو قسمیں اور ''مواخاۃ'' پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں ''مواخاۃ'' کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کے بھائی بنادیا۔ اہل السیر والمغازی نے کہا ہے کہ صحابہ میں دوبار ''مواخاۃ'' ہوئی ہے' ایک بار ہجرت سے پہلے بالخصوص مہاجرین میں ہوئی جیسے آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور دوسری بار ہجرت کے بعد ''مواخاۃ'' ہوئی' جب آپ مدینہ منورہ آئے تو آپ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ علامہ واقدی نے زہری سے روایت ذکر کی ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد کوئی ''مواخاۃ'' نہیں ہوئی اور حضرت سلمان' غزوۂ احد کے بعد اسلام لائے تھے اور غزوۂ خندق ان کا پہلا غزوہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے جو مواخاۃ ہوئی تھی اور جو بھائی بنائے جاتے تھے' وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے اور یہی ''مواخاۃ'' بعد میں ممنوع ہوگئی اور حضرت ابوالدرداء اور حضرت سلمان کے درمیان جو ''مواخاۃ'' تھی وہ اس طرح نہیں تھی وہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور غم گساری کے معنی میں تھی۔

حضرت ام الدرداء کا تعارف

اس حدیث میں حضرت ام الدرداء کا ذکر ہے' یہ حضرت ابوالدرداء کی بیوی تھیں اور ان کا نام خیرہ تھا' اور یہ حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں' یہ صحابیہ بنت صحابی تھیں' یہ حضرت ابوالدرداء سے پہلے فوت ہوگئی تھیں' حضرت ابوالدرداء کی ایک دوسری بیوی بھی تھیں' ان کو بھی ام الدرداء رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے' ان کا نام جہیمہ تھا' یہ تابعیہ تھیں اور یہ حضرت ابوالدرداء کے بعد بڑے عرصہ تک زندہ رہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۶)

نفلی عبادت کو عمداً توڑنے پر قضاء کا لزوم' معاشرتی معاملات اور عبادات میں توازن اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کے ہاں دعوت میں جائے اور اس کا نفلی روزہ ہو تو وہ میزبان کے اصرار سے نفلی روزہ کو توڑ سکتا ہے لیکن اس پر اس کی قضاء لازم ہوگی اور اگر صاحب خانہ اس کے روزہ نہ توڑنے پر راضی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث میں مسلمان بھائیوں کی زیارت کرنے اور ان سے ملاقات کرنے کا جواز ہے اور اگر وہ گھر میں موجود نہ ہوں' پھر بھی ان کے گھر جانا جائز ہے۔

اس میں مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا اور اس کو اپنی اہلیہ کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرنے کا جواز ہے اور عبادت اور معیشت میں اعتدال اور توازن قائم رکھنے کا بیان ہے۔

اور اس میں یہ ذکر ہے کہ تقشف (تکلف) اور مشکل اور سخت عبادت سے پرہیز کرنا چاہیے کہ انسان ہر روز روزہ رکھے' تمام رات کو قیام کرے' بلکہ اعتدال سے نفلی روزے رکھے اور توازن سے رات کو قیام کرے۔

اور عورت کو اپنے خاوند کے لیے مزین رہنا چاہیے اور بناؤ سنگھار کرنا چاہیے اور میلے اور پھٹے پرانے کپڑے نہیں پہننے چاہئیں۔

حضرت سلمان نے حضرت ابوالدرداء کو نماز پڑھنے سے منع کیا حالانکہ قرآن مجید میں نماز سے منع کرنے پر وعید ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۝ کیا آپ نے اس کو دیکھا جو منع کرتا ہے ۝ ہمارے بندہ کو ۝ (العلق: ۱۰-۹) جب وہ نماز پڑھے ۝

اس کا جواب یہ ہے کہ نماز پڑھنے سے منع کرنے پر یہ وعید اس شخص کے متعلق ہے' جو نماز پڑھنے کو غلط اور باطل سمجھ کر اس سے منع کرے اور نماز کی اہانت کرے اور حضرت سلمان رضی اللہ نے حضرت ابوالدرداء کو رات کی ابتداء میں نوافل پڑھنے سے منع کیا تھا کیونکہ وہ ساری رات قیام کرنا چاہتے تھے اور اپنی نیند اور اپنی بیوی کے حقوق تلف کر رہے تھے اور انہوں نے ان کو رات کے آخری پہر میں نماز پڑھنے کے لیے اٹھایا اور ان کو دین میں تقشف (تکلف) سے منع کر کے توازن' اعتدال اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق رات کو نماز پڑھنے کے لیے کہا اور خود بھی ان کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھی۔

حضرت سلمان نے حضرت ام الدرداء سے ان کا حال پوچھا اور یہ معلوم کیا کہ انہوں نے زینت کو ترک کر کے اپنا خراب حال کیوں بنایا ہوا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقع پر اجنبی عورت سے بات کرنا جائز ہے' اور اس کی مصلحت کے لیے اس سے اس کے خانگی احوال کے متعلق سوال کرنا جائز ہے۔

اگر کوئی مسلمان احکامِ شرعیہ سے غافل ہو اور عبادت میں غلو کرنے کا شکار ہو جیسے حضرت ابوالدرداء تھے تو اس کی خیر خواہی کے لیے اس کو عملی طور پر فطرت کے مطابق عبادت کی تلقین کرنی چاہیے۔

حضرت سلمان نے رات کے آخری حصہ میں حضرت ابوالدرداء کے ساتھ نماز پڑھی' اس میں نمازِ تہجد کی فضیلت ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورت کا اپنے شوہر پر حق ہے اور اس سے عمل زوجیت کرنا یہ بھی اس کے حقوق میں سے ہے اور یہی حسن معاشرت کا تقاضا ہے کیونکہ حضرت ام الدرداء نے حضرت سلمان سے شکایت کی تھی کہ تمہارے بھائی کو تو دنیا سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص حضرت ابوالدرداء کی طرح مستحبات پر بہت زیادہ عمل کرے جس سے اس کے اپنے نفس کے حقوق اور اس کی بیوی کے حقوق متاثر ہو رہے ہوں تو اس کو مستحبات میں غلو کرنے سے منع کرنا جائز ہے اور یہ خیر اور نیکی سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ دوسری خیر اور نیکی کی دعوت دینا ہے' کیونکہ انسان پر اس کے رب کا بھی حق ہے' اس کے نفس کا بھی حق ہے' اس کی بیوی کا بھی حق ہے اور اس کے مہمان کا بھی حق ہے اور سب کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

روزہ رکھنے اور کسب معاش کی طاقت حاصل کرنے کے لیے رات کو آرام کرنا اور سونا چاہیے۔

حضرت ابوالدرداء نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر صرف یہ بتایا تھا کہ حضرت سلمان نے ان سے یہ کہا تھا کہ تم پر اللہ کا بھی حق ہے اور اپنا اور اپنی بیوی کا بھی حق ہے' جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا تھا: سلمان نے سچ کہا' اور حضرت ابوالدرداء نے آپ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ حضرت سلمان کے اصرار سے میں نے اپنا نفلی روزہ کھول لیا تھا' آیا اب مجھ پر اس کی قضاء ہے یا نہیں' اس لیے اگر آپ نے اس موقع پر ان کو اس روزہ کی قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا تو اس سے امام بخاری اور دوسرے ائمہ کا یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ نفلی روزہ کی قضاء لازم نہیں ہے' اور چونکہ دوسری احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین میں یہ تصریح ہے کہ نفلی روزہ کو عمداً توڑنے سے اس کی قضاء لازم ہوتی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے تو اس حدیث کو بھی اسی صورت پر محمول کیا جائے گا' جب کہ اس حدیث میں آپ نے نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے نہ اس کی قضاء سے منع فرمایا ہے تو اس حدیث کو قضاء سے ممانعت پر کیوں محمول کیا جائے گا اور اس کو قضاء کرنے پر کیوں محمول نہیں کیا جائے گا جب کہ دوسری احادیث سے قضاء کرنے کا ثبوت ہے؟ اور اگر بالفرض دوسری احادیث سے قضاء کے ترک کا جواز ثابت بھی ہو' تب بھی قضاء کے ترک کا عدم جواز ہی راجح ہو گا کیونکہ جب جواز اور عدم جواز اور حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو عدم جواز اور حرمت کو جواز اور حلت پر ترجیح ہوتی ہے' پس واضح ہو گیا کہ

جس نے نفلی عبادت کو شروع کرنے کے بعد عمداً ترک کر دیا' اس پر اس کی قضاء لازم ہے۔ وللّٰہ الحمد علٰی ذالک.

۵۲ - بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ شعبان کے روزے

اس باب میں شعبان کے مہینہ میں روزے رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور نفلی روزوں کے سلسلہ میں یہ پہلا باب ہے۔

''شعبان'' کا لفظ ''شعب'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی اجتماع ہے' چونکہ اس مہینہ میں بھی رمضان کے مہینہ کی طرح خیر کثیر مجتمع ہوتی ہے' اس لیے اس کو شعبان کہا جاتا ہے۔ ثعلب نے کہا کہ ''شعبان''' ''تشعب'' سے ماخوذ ہے اور ''تشعّب'' کا معنی تفرق ہے اور اس مہینہ میں قبائل متفرق ہو کر بادشاہوں کے پاس انعامات لینے جاتے تھے' اور شعبان کے مہینہ میں بھی متفرق عبادات ادا کی جاتی ہیں۔

نصف شعبان کی رات میں استغفار کرنے' قبرستان جانے اور اگلے دن روزہ رکھنے کے متعلق احادیث

شعبان کی فضیلت میں یہ حدیث ذکر کی جاتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ کو (بستر پر) موجود نہ پایا' میں باہر نکلی تو آپ بقیع کے قبرستان میں تھے' پس آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارا یہ گمان تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ ظلم کرے گا' میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے یہ گمان کیا تھا کہ آپ اپنی کسی زوجہ کے پاس گئے ہیں' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۷۳۹' سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۹' شعب الایمان: ۳۸۲۶' شرح السنۃ: ۹۹۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۴۳۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۰۱۸۔ ج ۴۳ ص ۱۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں نے امام بخاری سے سنا' وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے (کیونکہ یہ حدیث از حجاج ارطاۃ از یحییٰ بن ابی کثیر از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے)۔ امام ترمذی لکھتے ہیں: یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں: انہوں نے اس کو عروہ سے نہیں سنا' امام بخاری نے کہا: حجاج بن ارطاۃ نے اس کو یحییٰ بن ابی کثیر سے نہیں سنا۔ (سنن ترمذی ص ۲۳۶۔ ۲۳۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

گویا اس حدیث کی سند میں دو وجوں سے انقطاع ہے اور یہ اس حدیث کی سند کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔

اسی طرح شعبان کی فضیلت میں یہ احادیث بھی ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروبِ آفتاب کے بعد آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: سنو! کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں' کوئی رزق طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو رزق دوں' کوئی مصیبت میں مبتلا ہے تو میں اس کو عافیت میں رکھوں' سنو! کوئی فلاں چیز کا طالب ہے' سنو! کوئی فلاں چیز کا طالب ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۸)

علامہ عبدالرحمان بن اسماعیل الکنانی البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ اسناد ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند کا ایک راوی ابن ابی سبرہ ضعیف ہے' امام احمد بن حنبل اور ابن معین نے کہا: یہ حدیث وضع کرتا تھا۔ (زوائد ابن ماجہ: ۴۵۳ ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نیز امام ابن ماجہ از الولید از ابن لہیعہ...... از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو (خصوصاً) متوجہ ہوتا ہے' پس تمام مخلوق کو معاف فرما دیتا ہے سوا مشرک یا ایک دوسرے سے عداوت رکھنے والے کے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۹۰)

علامہ البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبد اللہ بن لہیعہ سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے اور اس کی سند میں الولید بن مسلم ہے وہ مدلس ہے۔ (زوائد ابن ماجہ: ۴۵۵ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نصف شعبان کی رات کے نوافل کے متعلق شیخ تقی الدین بن صلاح اور شیخ عزالدین بن عبد السلام کے درمیان مناظرے ہوئے' ابن الصلاح یہ کہتے تھے کہ ان نوافل کی سنت میں اصل ہے اور ابن عبد السلام اس کا انکار کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ ان احادیث کی سندوں کو ضعیف کہا گیا ہے لیکن ان میں سے کسی کی سند موضوع نہیں ہے اور فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث پر تمام مستند علماء متفق ہیں کہ ان پر عمل کرنا جائز ہے۔

۱۹۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ، فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَاَيْتُهُ اَكْثَرَ صِيَامًا مِّنْهُ فِيْ شَعْبَانَ.

(اطراف الحدیث: ۱۹۷۰-۶۴۶۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے کہ اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزے چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے' اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے رمضان کے سوا کسی مہینہ میں پورے روزے رکھے ہوں اور میں نے آپ کو کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۶' الرقم المسلسل: ۲۶۱۰' سنن نسائی: ۲۱۷۵' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۰' سنن کبریٰ: ۲۹۰۸' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۱۰۱- ج ۴۲ ص ۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے یا پورے مہینہ کے روزے رکھتے تھے؟

اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکمل شعبان کے مہینہ میں روزے نہیں رکھے' کیونکہ مکمل مہینہ کے روزے آپ نے صرف رمضان میں رکھے ہیں لیکن بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مکمل شعبان کے مہینہ کے روزے بھی رکھے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ماہِ رمضان کے علاوہ) سال کے کسی مہینہ میں مکمل روزے نہیں رکھتے تھے سوائے شعبان کے مہینہ کے' آپ اس کو رمضان کے ساتھ ملاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۳۶' سنن ترمذی: ۷۳۶' سنن نسائی: ۲۱۷۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۸)

اور یہ حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے ہوں سوائے شعبان اور رمضان کے۔ (سنن ترمذی: ۷۳۶ 'سنن ابوداؤد: ۲۳۳۶ 'سنن نسائی: ۲۱۷۴ 'سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۸)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے اور یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا' آپ بہت کم شعبان کے روزے ترک کرتے تھے بلکہ پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۹۷۰-۱۹۶۹ 'صحیح مسلم: ۱۱۵۶ 'سنن ابوداؤد: ۲۴۳۴ 'سنن ترمذی: ۷۳۷ 'سنن نسائی: ۲۳۴۷)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

سالم ابوالنضر اور ایک سے زیادہ لوگوں نے اس حدیث کو از حضرت ابوسلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے' جیسے محمد بن عمرو سے (حدیث مذکور کی) روایت ہے اور ابن المبارک نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ کلام عرب میں یہ جائز ہے کہ جب کوئی شخص مہینہ کے اکثر ایام میں روزے رکھے تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس نے پورے مہینہ کے روزے رکھے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے پوری رات قیام کیا حالانکہ اس نے اس رات میں کھانا بھی کھایا تھا اور کئی دوسرے کام بھی کیے تھے اور ابن المبارک کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں ہم معنی ہیں اور ان کا معنی یہ ہے کہ آپ شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے۔

(سنن ترمذی ص ۲۳۵ 'دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ آپ شعبان کے مہینہ کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے' وہ تحقیق پر مبنی ہے اور حضرت ام سلمہ نے جو فرمایا ہے: آپ پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے' وہ تقریب پر مبنی ہے اور انہوں نے اکثر ایام کو پورے مہینہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

شعبان کے مہینہ میں کثرت سے روزے رکھنے کا سبب

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا: یارسول اللہ! میں نے آپ کو دیکھا ہے آپ جتنے روزے شعبان میں رکھتے ہیں اتنے روزے کسی اور مہینہ میں نہیں رکھتے' آپ نے فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں' یہ رجب اور رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے' اس مہینہ میں اعمال اٹھا کر رب العلمین کے پاس پہنچائے جاتے ہیں' پس میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جس وقت میرے عمل کو اٹھایا جائے' اس وقت میں روزہ دار ہوں۔

(شرح معانی الآثار: ۳۳۴۷-ج ۲ ص ۱۴۱-۱۴۰ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس میں لکھ دیا جاتا ہے کہ اس میں کس کی روح قبض کی جائے گی اور میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب میری روح قبض کی جائے تو میں روزہ دار ہوں۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۹۱۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ رمضان کے بعد کس مہینہ کے روزے سب سے افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا: شعبان کے روزے' رمضان کی تعظیم کی وجہ سے' انہوں نے کہا: پھر کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رمضان میں صدقہ کرنا۔ (سنن ترمذی: ۶۶۳)

شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ مکلف کو پہلے سے رمضان کے روزے رکھنے کی مشق ہو جائے تا کہ اس کو رمضان کے روزے رکھنے میں غیر معمولی مشقت اور کلفت نہ ہو بلکہ رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے وہ روزے رکھنے کا عادی ہو جائے اور شعبان کا مہینہ رمضان کے مہینہ کے مقدمہ کی مثل ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ جب شعبان کا مہینہ شروع ہو تو وہ دن میں زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کریں اور شعبان کی راتوں میں نمازوں میں قیام کریں تا کہ انہیں رمضان کے مہینہ کی راتوں میں تراویح اور تہجد پڑھنا مشکل اور دشوار نہ معلوم ہو۔

اس اعتراض کا جواب کہ شعبان میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں شعبان کے مہینہ میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان ہو جائے تو رمضان تک روزے نہ رکھو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۳۷ 'سنن نسائی: ۲۹۱۱ 'سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۱ 'صحیح ابن حبان: ۳۵۸۳ 'شرح السنۃ: ۱۷۲۱ 'مصنف عبدالرزاق: ۷۳۲۵ 'مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزے نہ رکھے' سوا اس شخص کے جس کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو تو وہ اس دن روزہ رکھ لے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۱۴ 'صحیح مسلم: ۱۰۸۲)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ علامہ زین الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہے' امام طحاوی نے کہا: یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کے ترک پر علماء کا اجماع ہے اور اکثر علماء کا مؤقف یہ ہے کہ اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا' امام شافعی اور ان کے اصحاب نے اس حدیث پر عمل کیا ہے' اور انہوں نے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے سے منع کیا ہے اور ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے کی ممانعت کی علت میں بھی اختلاف ہے' بعض نے کہا: اس میں یہ خطرہ ہے کہ اس سے رمضان کے مہینہ کے روزوں میں اضافہ کا اعتقاد نہ کر لیا جائے' لیکن نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے میں یہ احتمال بہت بعید ہے' البتہ رمضان کے مہینہ کے شروع ہونے سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے اس احتمال کی گنجائش ہے۔

بعض علماء نے کہا: نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے سے بہ طور شفقت منع فرمایا ہے تا کہ رمضان کے روزے رکھتے وقت انسان بہت کمزور نہ ہو جائے اور اس کو رمضان کے روزے رکھنا مشکل نہ ہوں لیکن یہ وجہ بھی مسترد کی گئی ہے کیونکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے شعبان کے یا اکثر شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ (لطائف المعارف ج ۱ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

نصف شعبان میں مساجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے کے متعلق اہل شام اور اہل بصرہ کا مؤقف

نیز علامہ زین الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

اہل شام کے تابعین مثلاً خالد بن معدان' مکحول' لقمان بن عامر وغیرہم نصف شعبان کی رات کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں عبادت کی کوشش کرتے تھے اور لوگوں نے ان سے نصف شعبان کی فضیلت اور تعظیم میں روایات سنیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آثار اسرائیلیہ ہیں اور جب یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی تو اس میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا' بعض لوگوں نے ان روایات کو قبول کیا اور نصف شعبان کی رات کی تعظیم کرنے میں موافقت کی' ان میں اہل بصرہ وغیرہم کے عبادت گزار ہیں اور اہل حجاز کے اکثر علماء نے اس کا انکار کیا اور اس کو فقہاء اہل مدینہ نے بھی [illegible] اور انہوں نے کہا: یہ سب بدعت ہے [illegible]

نصف شعبان کی رات میں عبادت کرنے کے متعلق علماء شام کے دو قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں مساجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے' خالد بن معدان اور لقمان بن عامر وغیرہما اس رات عمدہ کپڑے پہنتے' خوشبو لگاتے' سرمہ لگاتے اور رات کو مسجد میں نوافل پڑھتے۔ اسحاق بن راھویہ نے مسجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے میں ان کی موافقت کی اور کہا: یہ بدعت نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس رات میں نوافل پڑھنے کے لیے اور وعظ کرنے کے لیے اور دعا کرنے کے لیے مساجد میں اجتماع کرنا مکروہ ہے' اور اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھے تو وہ مکروہ نہیں ہے اور یہ اہل شام کے امام' عالم اور فقیہ اوزاعی کا قول ہے اور یہی قول ان شاء اللہ صحت' صواب اور تحقیق کے زیادہ قریب ہے۔

امام شافعی نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ پانچ راتوں میں دعا قبول ہوتی ہے: جمعہ کی رات' عیدین کی رات' یکم رجب کی رات اور نصف شعبان کی رات اور ان تمام راتوں میں عبادت کرنا مستحب ہے۔

کعب سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات حضرت جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجتا ہے اور جنت کو مزین ہونے کا حکم دیتا ہے' امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے بعد نصف شعبان کی شب سے بڑھ کر کوئی رات افضل نہیں ہے' اس رات آسمانِ دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ نزول فرماتا ہے اور مشرک' حاسد اور قطع رحم کرنے والے کے سوا ہر مسلمان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

پس مؤمن کو چاہیے کہ وہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے اور اس سے دعا کرنے کے لیے اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لیے اور مصائب کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس رات سب سے پہلے توبہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

(لطائف المعارف ج ۱ ص ۲۲۸۔۲۲۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

شعبان کی پندرھویں شب مساجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا موقف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے بھی مذکور الصدر عبارت لکھی ہے' اس کے بعد فرماتے ہیں:

شیخ محقق اعلم علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی ما ثبت بالسنۃ میں حدیث صلوۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں: یہ وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقۂ تحقیق' اسناد و تنقید آثار پر ذکر کیا اور اُن سے اسی قدر مبالغہ کا تعجب ہے' اُنہیں اتنا کہنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجۂ صحت کو نہ پہنچی اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہِ انصاف پر چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں' زیادہ انصاف و ترک افراط کے لائق تھا' اس لیے کہ یہ فعل اولیائے عظام و علمائے کرام قدست اسرارہم کی طرف منسوب ہے' پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے دربارۂ صلوٰۃ الرغائب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لیے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کرے اور اُس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا: ''ھذا الحدیث مما وجدته فی کتاب رزین ولم اجدہ فی واحد من الکتب الستة والحدیث مطعون فیه ''یعنی یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اُس پر جرح ہے۔ پھر فرمایا ... سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ذکر اقدس میں صلوٰۃ

الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیاء جمع ہوئے الٰی آخر کلماتہ۔ نیز امام ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہٗ نے بسند خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب وسیدنا تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابنائے حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ روزِ جمعہ پنجم رجب ۵۴۳ھ کو حضرت شیخ بقا بن بطو قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدرسۂ انور حضور پُرنور رضی اللہ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا: مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اوّل وقت کیوں آیا' میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور جمیع اقطارِ عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اُس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں' جو اُس سے اتصال پاتا ہے' اُس کا نور دوبالا ہو جاتا ہے تو میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ ومنبع کیا ہے' کہاں سے چمکا ہے' ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پرنور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ سے صادر ہوا ہے' اب میں نے اُس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نورِ قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے بگے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اُس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اُس رات اُترے تھے سب نے حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہجۃ الاسرار میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ نہ کیا ہو یعنی تمام ملائکۃ اللہ زمین پر آئے اور محبوبِ خدا سے مصافحے کیے) فرشتوں کے یہاں حضور کا نامِ پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملائکہ اُن کے پاس آئے' قال تعالٰی ان قرأن الفجر کان مشھودا ای تشھدہ الملئکۃ) دونوں شاہزادگانِ دو جہاں نے فرمایا: ہم یہ سن کر حضور پُرنور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی: کیا آج کی رات حضور نے صلوٰۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے' یہ شب شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پُرنور رضی اللہ عنہ نے اُس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے: جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہائے رغائب میں میری نماز ہے' وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اُٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب بجا نہ لایا (پیاریاں عالمِ قدس کی تجلیاں ہیں)۔ واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۶۷۔۴۶۶' مکتبہ رضویہ' کراچی)

۱۹۷۰ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ' فَإِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ' وَكَانَ يَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ' فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا. وَأَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ' وَكَانَ إِذَا صَلّٰى صَلٰوةً دَاوَمَ عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے پس بے شک آپ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے اور آپ یہ فرماتے تھے کہ تم اتنا عمل کیا کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمہیں اجر دینے سے) اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک کہ تم (عمل کرنے سے) نہ اکتا جاؤ' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نماز سب سے زیادہ محبوب تھی جس پر دوام کیا گیا ہو خواہ وہ نماز کم ہو' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نماز پڑھتے تو اس پر دوام کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۵۳ - بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِفْطَارِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی تسلسل سے نفلی روزے رکھتے تھے اور کبھی تسلسل سے نفلی روزے چھوڑ دیتے تھے۔

۱۹۷۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَا صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَيَصُومُ حَتّٰى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يَصُومُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے مہینہ کے سوا کسی مہینہ کے مکمل روزے نہیں رکھے آپ روزے رکھتے حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہتا: اللہ کی قسم! آپ روزہ نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہتا: اللہ کی قسم! آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۷ الرقم المسلسل: ۲۶۱۳ سنن نسائی: ۲۳۴۶ سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۱ مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱ طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۵۱۔ ج ۴ ص ۵۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) ابوعوانہ الوضاح بن عبداللہ یشکری (۳) ابوبشر جعفر بن ابی وحشیہ ایاس یشکری (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۱)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے سوا کسی مہینہ کے پورے روزے نہیں رکھے حالانکہ اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ آپ نے شعبان کے پورے روزے رکھے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اُس سے شعبان کے اکثر روزے مراد ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۶۲۰۔ ج ۳ ص ۱۵۴۔ ۱۵۳ پر مذکور ہے وہاں بھی اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۹۷۲ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتّٰى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي الصَّوْمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مہینہ میں روزہ رکھنا چھوڑ دیتے تھے حتیٰ کہ ہم گمان کرتے تھے کہ اب آپ اس مہینہ میں روزے نہیں رکھیں گے اور آپ (کسی مہینہ میں) روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور تم جب بھی آپ کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لو گے اور تم جب بھی آپ کو رات میں سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو

آپ کو سوتا ہوا دیکھ لو گے' اور سلیمان نے از حمید کہا کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ سے روزے کے متعلق سوال کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۱ میں گزر چکی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے تمام اعمال متوازن تھے' آپ کا نفلی روزے رکھنا اور نفلی روزے چھوڑ دینا' رات کو نوافل پڑھنا اور رات کو سونا ان تمام اعمال میں توازن اور اعتدال تھا۔

۱۹۷۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كُنْتُ اُحِبُّ اَنْ اَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا اِلَّا رَاَيْتُهُ' وَلَا مُفْطِرًا اِلَّا رَاَيْتُهُ' وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا اِلَّا رَاَيْتُهُ' وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتُهُ' وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَّلَا حَرِيْرَةً اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَّلَا عَبِيْرَةً اَطْيَبَ رَائِحَةً مِّنْ رَّائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو خالد احمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں جس مہینہ میں بھی آپ کو روزے سے دیکھنا چاہتا تو آپ کو روزہ دار دیکھ لیتا اور میں جس مہینہ میں آپ کو روزہ چھوڑتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو آپ کو روزہ چھوڑتے ہوئے دیکھ لیتا اور میں جس رات میں آپ کو (نوافل کے) قیام میں دیکھنا چاہتا تو آپ کو قیام میں دیکھ لیتا اور میں جس رات میں آپ کو نیند میں دیکھنا چاہتا تو آپ کو نیند میں دیکھ لیتا' میں نے کسی باریک ریشم کو یا کسی دبیز ریشم کو نہیں مَس کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ ملائم ہو اور نہ میں نے رسول اللہ (کے بدن مبارک) کی خوشبو سے زیادہ مشک و عنبر کی خوشبو سونگھی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اور اللہ عزوجل کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اور اس میں امت کے لیے یہ ہدایت ہے کہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نمونہ پر عمل کرے' اس حدیث میں روزے رکھنے اور چھوڑنے سے مراد نفلی روزے ہیں۔

٥٤ - بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ

روزے میں مہمان کا حق ادا کرنا

۱۹۷٤ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ يَعْنِي اِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَقُلْتُ وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ؟ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہارون بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے' پھر یہ حدیث ذکر کی: بے شک تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے' میں نے پوچھا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کس طرح تھے؟ آپ نے فرمایا:

نصف زندگی کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کی وضاحت آئندہ حدیث میں آرہی ہے۔

۵۵ - بَابُ حَقِّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ

روزے میں جسم کا حق

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص مسلسل نفلی روزہ رکھتا ہے' اس کو اپنے جسم کے حق کی رعایت کرنی چاہیے' کہیں مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے وہ بہت زیادہ کمزور نہ ہو جائے اور اگر وہ یہ محسوس کرے کہ مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے اس کے فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں خلل ہو رہا ہے یا روزی کے حصول میں کمی ہو رہی ہے' جس کی وجہ سے وہ اپنے ذمہ حقوق العباد کو ادا نہیں کر سکے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ مسلسل نفلی روزے رکھنا بند کر دے۔

۱۹۷۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ' اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ ؟ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' قَالَ فَلَا تَفْعَلْ' صُمْ وَاَفْطِرْ' وَقُمْ وَنَمْ' فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَاِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ' فَاِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ اَمْثَالِهَا' فَاِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ . فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ . قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنِّي اَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ. قُلْتُ وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ .فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَمَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو' میں نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس تم ایسا نہ کرو' تم روزہ رکھو بھی اور روزہ چھوڑو بھی' اور (رات کو نوافل میں) قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو' کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین دن کے روزے رکھو کیونکہ تمہیں ہر نیکی کا دس گنا اجر ملے گا اور یہ پوری زندگی کے روزے ہیں یعنی ہمیشہ کے روزے ہیں' سو میں نے (اپنے اوپر) سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس کی قوت پاتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو اور ان پر اضافہ نہ کرنا' میں نے پوچھا: اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ نصف زندگی کے روزے ہیں (ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا)۔ پھر حضرت عبداللہ

بوڑھے ہونے کے بعد یہ کہتے تھے: کاش! میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور وضاحت طلب ہیں:

''صیام الدھر'' میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا یہ ''صیام الدھر'' (پوری زندگی کے روزے) ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ ''صیام الدّھر'' کی مثل ہیں۔

''صیام الدھر'' یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' اہل ظاہر یعنی غیر مقلدین نے ان کو ممنوع کہا ہے کیونکہ احادیث میں ان کی ممانعت ہے' اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ہمیشہ روزے رکھنا جائز ہیں بہ شرطیکہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے جائیں جن دنوں میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے' یعنی عیدین اور ایامِ تشریق کے روزے' اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ ہمیشہ روزے رکھنا مستحب ہے۔

سنن الکجی میں ابوتمیمہ ہجیمی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس پر دوزخ کو تنگ کر دیا جائے گا۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمرو سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دو دن عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے علاوہ ہمیشہ روزے رکھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۴)

صحابہ کی ایک جماعت مسلسل روزے رکھتی تھی' ان میں حضرت عمر بن الخطاب' ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عائشہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

''صیام دھر'' اور ''صیام وصال'' میں فرق

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صومِ وصال اور صیامِ دھر میں کیا فرق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کی حقیقت مختلف ہے کیونکہ جس شخص نے ایک دن یا دو دن روزے رکھے اور ان کی راتوں میں کچھ نہیں کھایا پیا تو یہ صوم وصال ہے لیکن صیامِ دھر نہیں ہے اور جس نے ہمیشہ روزے رکھے اور افطار کے بعد سحری تک راتوں میں کھاتا پیتا رہا تو یہ صیامِ دھر ہے لیکن صیامِ وصال نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٦ - بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

تاحیات روزے رکھنا

١٩٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّيْ أَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَأَصُوْمَنَّ النَّهَارَ، وَلَأَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ. فَقُلْتُ لَهُ قَدْ قُلْتُهُ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ، قَالَ فَإِنَّكَ لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا میں ضرور دن میں روزہ رکھوں گا اور ضرور رات میں قیام کروں گا

تَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ، فَصُمْ وَاَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا، وَذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ. قُلْتُ اِنِّي اُطِيقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ يَوْمًا، وَاَفْطِرْ يَوْمَيْنِ. قُلْتُ اِنِّي اُطِيقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمًا، فَذٰلِكَ صِيَامُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ. فَقُلْتُ اُطِيقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ.

پس میں نے آپ سے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! میں اس نے اس طرح کہا ہے' آپ نے فرمایا: پس بے شک تم اس کی طاقت نہیں رکھتے' پس تم روزہ (بھی) رکھو اور روزہ چھوڑو (بھی) اور قیام (بھی) کرو اور سوؤ (بھی) اور ہر مہینے کے تین دنوں میں روزہ رکھو کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے اور یہ تاحیات روزے رکھنے کی مثل ہے' میں نے کہا: بے شک میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھو اور دو دن روزہ چھوڑو' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ چھوڑو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہ سب سے افضل روزے ہیں' پس میں نے کہا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۷ - بَابُ حَقِّ الْاَهْلِ فِي الصَّوْمِ — روزہ میں اہل کا حق

اہل سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا خرچ اٹھانا اس کی ذمہ داری ہے' مثلاً بیوی' بچے اور ماں باپ وغیرہ۔

رَوَاهُ اَبُوْ جُحَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی ابو جحیفہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' ۱۹۶۸ کے تحت گزر چکی ہے جس میں حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کا قصہ ہے۔

۱۹۷۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءً اَنَّ اَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّي اَسْرُدُ الصَّوْمَ، وَاُصَلِّي اللَّيْلَ، فَاِمَّا اَرْسَلَ اِلَيَّ وَاِمَّا لَقِيتُهُ، فَقَالَ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ وَلَا تُفْطِرُ، وَتُصَلِّي وَلَا تَنَامُ؟ فَصُمْ وَاَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا، وَاِنَّ لِنَفْسِكَ وَاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَظًّا. قَالَ وَاِنِّي لَاَقْوٰى لِذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ صِيَامَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. قَالَ وَكَيْفَ؟ قَالَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى. قَالَ مَنْ لِّيْ بِهٰذِهِ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عطاء سے سنا کہ ابو العباس شاعر نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور رات کو نوافل پڑھتا ہوں' پس یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پیغام بھیجا یا میں از خود آپ سے ملا' پس آپ نے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم روزے رکھتے ہو اور روزے چھوڑتے نہیں ہو اور نماز پڑھتے ہو اور سوتے نہیں ہو' پس تم روزہ رکھا کرو اور روزہ چھوڑا بھی کرو' اور رات کو قیام کرو اور سویا بھی کرو' کیونکہ تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے' اور تمہارے اہل کا

نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ عَطَاءٌ لَا اَدْرِيْ كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْاَبَدِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ. مَرَّتَيْنِ.

بھی تم پر حق ہے' انہوں نے کہا: میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو' انہوں نے پوچھا: وہ کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو فرار نہیں ہوتے تھے' اس پر حضرت عبداللہ نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام کی اس خصلت کا (کہ میں میدانِ جنگ سے فرار اختیار نہ کروں) کون ضامن ہوگا! عطاء نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے کس طرح دائمی روزوں کا ذکر کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار فرمایا: جس نے دائمی روزے رکھے' اس نے روزہ نہیں رکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔ یہاں آپ نے جو فرمایا کہ" جس نے دائمی روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا"' اس کا معنی یہ ہے کہ چونکہ اس نے ایک ممنوع روزہ رکھا ہے' اس لیے اس کو اس روزہ کا اجر نہیں ملے گا۔

۵۸ - بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَّاِفْطَارِ يَوْمٍ
ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا

۱۹۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُّغِيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ. قَالَ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ صُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمًا. فَقَالَ اِقْرَاِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ. قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ، فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ فِيْ ثَلَاثٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہر مہینہ سے تین دن کے روزے رکھو' انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' پھر وہ مسلسل زیادہ روزے رکھنے پر اصرار کرتے رہے' حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو' پھر آپ نے فرمایا: ہر مہینہ میں ایک قرآن ختم کرو' انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' پھر وہ مسلسل اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: تین دن میں ختم کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے' علامہ عینی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم نہ کیا جائے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ بعض متقدمین ایک ماہ میں قرآن مجید ختم کرتے تھے اور یہ جلدی ختم کرنے کی کم سے کم مدت ہے اور زیادہ سے زیادہ جلدی کی مدت یہ ہے کہ ایک دن اور ایک رات میں قرآن مجید کے آٹھ ختم کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۹ - بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے

اس سے پہلے باب کا عنوان تھا: ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا' اور یہی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' بہ ظاہر یہ تکرار ہے لیکن پہلے باب سے مقصود یہ ہے کہ اس طرح روزے رکھنا افضل ہے اور اس باب سے مقصود یہ ہے کہ اس طرح روزے

رکھنا حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت ہے۔

۱۹۷۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ، وَكَانَ شَاعِرًا، وَكَانَ لَا يَتَّهَمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ، وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ، صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ. قُلْتُ فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابو العباس المکی سے سنا اور وہ شاعر تھے اور وہ اپنی حدیث میں متہم نہیں تھے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: تم تسلسل سے روزے رکھتے ہو اور (ہر) رات میں قیام کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا کرتے رہے تو تمہاری آنکھیں اندر دھنس جائیں گی یعنی تمہاری بینائی کمزور ہو جائے گی اور تمہارا بدن بہت لاغر ہو جائے گا، جس نے زندگی بھر روزے رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں ہوا، مہینہ میں تین دن کے روزے رکھنا زندگی بھر روزے رکھنے کے برابر ہے، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہیں تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۸۰ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الْمَلِيْحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِيْكَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فَحَدَّثَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِيْ، فَدَخَلَ عَلَيَّ، فَاَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ، فَجَلَسَ عَلَى الْاَرْضِ، وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ، فَقَالَ اَمَا يَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ؟ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ خَمْسًا. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ سَبْعًا. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ تِسْعًا. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ اِحْدٰى عَشْرَةَ. ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، شَطْرَ الدَّهْرِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ، انہوں نے کہا: مجھے ابو الملیح نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں تمہارے والد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس گیا، پس انہوں نے ہمیں یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے روزہ کا ذکر کیا گیا تو آپ میرے پاس تشریف لائے، سو میں نے آپ کے لیے ایک گدا بچھایا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، آپ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ گدا میرے اور آپ کے درمیان تھا، پس آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین روزے رکھو، میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چلو پانچ (روزے رکھ لو)، میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چلو سات (روزے رکھ لو)، میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا:

صُمْ يَوْمًا وَّأَفْطِرْ يَوْمًا.

چلو نو (رکھ لو)' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چلو گیارہ' پھر نبی ﷺ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں سے زیادہ روزے نہ رکھنا' وہ نصف دہر (نصف زندگی) کے روزے ہیں' ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ افطار کرو۔

نبی ﷺ کا احکام شرعیہ کی گہرائی میں جانے سے منع فرمانا اور عمل میں آسانی کی ہدایت دینا اور آپ کی تواضع اور انکسار

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث سے مزید یہ معلوم ہوا کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار سے زیادہ کسی نفلی روزہ میں فضیلت نہیں ہے' اور یہ کہ نبی ﷺ امت کی بہت خیر خواہی اور اُمت پر بہت شفقت کرتے تھے اور ان کو ایسے عمل کرنے کی ہدایت دیتے تھے جس کو وہ آسانی سے دائماً کر سکیں اور ان کو عبادت میں زیادہ گہرائی میں جانے سے منع فرمایا کیونکہ اس سے زیادہ تھکاوٹ اور اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے' جس سے اصل عبادت بھی متروک ہو جانے کا خطرہ ہے' حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے روزوں کا حال بیان کیا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے نیک اعمال کو بیان کر سکتا ہے بہ شرطیکہ اس میں ریاکاری نہ ہو' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے نبی ﷺ کے لیے گدا بچھایا لیکن نبی ﷺ اس گدے پر نہیں بیٹھے بلکہ اس کی دوسری طرف بیٹھ گئے' اس سے آپ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ تنگی اور عسرت میں گزر بسر کرتے تھے کیونکہ اگر حضرت عبداللہ بن عمرو کو اس کھجور کی چھال والے گدے سے اچھا گدا میسر ہوتا تو وہ اسے آپ کے لیے بچھاتے۔

٦٠ - بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ الْبِيْضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ' وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ' وَخَمْسَ عَشْرَةَ

ایامِ بیض یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے

ایامِ بیض سے مراد ہے: چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنا اور چونکہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے' اس لیے مہینہ میں تین روزوں کا اجر پورے مہینہ کے روزوں کا اجر ہوگا اور جو ہر مہینہ میں یہ تین روزے رکھے گا' اس کو صیامِ دہر یعنی پوری زندگی کے روزوں کا اجر مل جائے گا۔

ہر مہینہ کے تین روزوں کے مصادیق میں ائمہ اور فقہاء کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ ہر مہینہ کے تین روزوں کی تعیین میں اختلاف ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حسب ذیل نو اقوال ہیں:

(۱) مہینہ میں بغیر کسی تعیین کے تین روزوں کا رکھنا مستحب ہے' علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ ان تین روزوں کی تعیین کرنا مکروہ ہے اور یہ امام مالک کا مذہب ہے۔

(۲) اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ یہ چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخیں ہیں' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین کا یہی مؤقف ہے' امام شافعی اور ان کے اصحاب' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب' امام احمد اور ابن حبیب مالکی کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۴۹' سنن ترمذی: ۷۶۱' سنن نسائی: ۲۴۳۱)

(۳) ایک قوم کا موقف یہ ہے کہ یہ بارہ' تیرہ اور چودہ تاریخیں ہیں۔
(۴) حسن بصری نے کہا: یہ مہینہ کی پہلی تین تاریخیں ہیں۔
(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مختار یہ ہے کہ یہ ہر مہینہ کا پہلا ہفتہ' اتوار اور پیر ہے' پھر ہر مہینہ کا پہلا منگل' بدھ اور جمعرات ہے۔
(۶) ابراہیم نخعی کا مذہب یہ ہے کہ یہ ہر مہینہ کے آخری تین دن ہیں۔
(۷) ہر مہینہ کے پیر اور جمعرات کے روزے مستحب ہیں۔
(۸) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مہینہ کی پہلی' دسویں اور بیسویں تاریخ کے روزے رکھیں۔
(۹) ابواسحاق بن شعبان مالکی سے روایت ہے کہ پہلی' گیارہویں اور بیسویں تاریخ کے روزے مستحب ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عُثْمَانَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ' وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى' وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی تھی: (۱) ہر مہینہ میں تین دن کے روزے رکھنا (۲) چاشت کی دو رکعت پڑھنا (۳) اور سونے سے پہلے وتر کی نماز پڑھنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷۸ میں گزر چکی ہے۔

۶۱ - بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ

جو شخص کسی سے ملنے گیا اور اس نے اس کے پاس روزہ نہیں کھولا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص روزے سے تھا' پھر وہ کسی کے پاس مہمان گیا اور اس نے وہاں نفلی روزہ نہیں کھولا' یہ باب' اس باب پہلے یعنی باب: ۵۱ کے مقابلہ میں ہے' اس میں یہ مذکور تھا کہ میزبان نے مہمان کے اصرار سے اپنا نفلی روزہ کھول دیا تھا۔

۱۹۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ' فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ' قَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ' وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ' فَاِنِّيْ صَائِمٌ. ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنْ نَّوَاحِي الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ' فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَّاَهْلِ بَيْتِهَا' فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ خُوَيْصَّةً' قَالَ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن الحارث ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' وہ آپ کے پاس کھجوریں اور گھی لے کر آئیں' آپ نے فرمایا: تم اپنا گھی اپنی مشک میں ڈال لو اور اپنی کھجوریں اپنے برتن میں رکھ لو کیونکہ میں روزے سے ہوں' پھر آپ گھر کی جانبوں میں سے ایک جانب گئے' پھر آپ نے نفل نماز پڑھی' پھر آپ نے

قَالَتْ خَادِمُكَ اَنَسٌ، فَمَا تَرَكَ خَيْرَ اٰخِرَةٍ وَّلَا دُنْيَا اِلَّا دَعَا لِيْ بِهٖ، قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّوَلَدًا، وَبَارِكْ لَهٗ. فَاِنِّيْ لَمِنْ اَكْثَرِ الْاَنْصَارِ مَالًا (ح) وَحَدَّثَتْنِيْ اِبْنَتِيْ اُمَيْنَةُ اَنَّهٗ دُفِنَ لِصُلْبِيْ مَقْدَمَ حَجَّاجِ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَمِائَةٌ.

حضرت ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی' حضرت ام سلیم نے کہا: یارسول اللہ! میرا ایک خاص بچہ ہے' آپ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: وہ آپ کا خادم انس ہے' پھر آپ نے دنیا اور آخرت کی ہر خیر کی میرے لیے دعا کی اور آپ نے کہا: اے اللہ! اس کو مال اور اولاد عطا فرما اور اس کو برکت عطا فرما' پس میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں! (ح) اور مجھے میری بیٹی امینہ نے حدیث بیان کی کہ جب حجاج بصرہ میں آیا تو میں اپنی پشت سے پیدا ہونے والے ایک سو بیس اور چند بیٹوں کو دفن کر چکا تھا۔

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: از حضرت انس رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[اطراف الحدیث: ۶۳۳۴-۶۳۴۴-۶۳۷۸-۶۳۸۰] (صحیح مسلم: ۲۴۸۰' الرقم المسلسل: ۶۲۶۶' سنن ترمذی: ۳۸۲۹' الآحاد والمثانی: ۲۳۱۱' صحیح ابن حبان: ۷۱۷۸' المعجم الکبیر: ۳-۷۰۳ ج ۲۵' شرح السنۃ: ج ۱۴ ص ۱۸۸' مسند ابویعلیٰ: ۳۲۳۹' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۴۲۶- ج ۴۵ ص ۴۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم سے فرمایا: تم اپنا گھی اپنی مشک میں ڈال لو اور اپنی کھجوریں اپنے برتن میں رکھ لو' کیونکہ میں روزے سے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ کے لیے آخرت کی خیر کی دعا کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر آپ نے دنیا اور آخرت کی ہر خیر کی میرے لیے دعا کی۔ اس پر یہ سوال ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو مال اور اولاد عطا فرما اور اس میں برکت عطا فرما۔ سوال یہ ہے کہ یہ تو دنیا کی خیر ہے' آخرت کی خیر کا کہاں ذکر ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ راوی نے حدیث میں اختصار کیا ہے اور آخرت کی دعا کا ذکر نہیں کیا' تاہم امام ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ اے اللہ! اس کے مال کو زیادہ کر اور اس کی اولاد کو زیادہ کر اور اس کی عمر زیادہ کر اور اس کے گناہوں کو بخش دے اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ آپ نے میرے لیے تین دعائیں کیں' ان میں سے دو تو میں نے دنیا میں دیکھ لیں اور تیسری کے متعلق مجھے آخرت میں امید ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۸۱' سنن ترمذی: ۳۸۵۳)

امام مسلم نے تیسری دعا کا ذکر نہیں کیا' اس کا امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے اور وہ مغفرت کی دعا ہے۔

حکام کی تاریخ کو محفوظ رکھنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حجاج بصرہ میں آیا۔ حجاج بن یوسف ۷۵ھ میں بصرہ میں آیا تھا' اس وقت حضرت انس رضی اللہ

کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ تھی' خلاصہ یہ ہے کہ حجاج کے آنے کے وقت وہ اپنے ۱۲۰ ' سے زیادہ بیٹے دفن کر چکے تھے' خطیب بغدادی نے لکھا ہے: وہ ۱۲۳ بیٹے تھے۔

حدیث مذکور کا حضرت ابوالدرداء کی حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہو' اس کو بغیر عذر یا بغیر سبب کے اپنا روزہ نہیں کھولنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حدیث: ۱۹۶۸ میں گزر چکا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے کہنے سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنا روزہ توڑ دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تعارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوالدرداء کے روزہ کھولنے کا سبب شرعی موجود تھا' اور وہ یہ تھا کہ حضرت سلمان نے کہا تھا کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ تم بھی نہیں کھاؤ گے اور مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے' پس حضرت ابوالدرداء نے مہمان کی تکریم کے لیے اپنا نفلی روزہ کھول دیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سُلیم کا لایا ہوا گھی اور ان کی کھجوریں واپس کر دیں' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہدیہ دینے والے کو شاق نہ گزرے اور وہ رنجیدہ نہ ہو تو اس کا ہدیہ واپس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھی واپس مشک میں ڈال دو اور کھجوروں کو برتن میں رکھ دو' اس میں یہ دلیل ہے کہ طعام کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔

حضرت انس نے بتایا کہ جب حجاج بصرہ میں آیا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ حکام کے واقعات کی تاریخ محفوظ رکھنی چاہیے اور ہم نے بیان کر دیا ہے کہ وہ ۷۵ ھ کا واقعہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل نماز پڑھی' پھر حضرت ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی' اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد دعا کرنی چاہیے' حضرت ام سلیم نے آپ سے درخواست کی کہ میرا خاص بیٹا ہے اس کے لیے دعا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب صالحین کسی کے گھر جائیں تو انہیں خود بھی گھر والوں کے لیے دعا کرنی چاہیے اور ان سے دعا کی درخواست بھی کرنی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوطلحہ کے گھر گئے اور وہ اس وقت گھر میں نہیں تھے' ان کی اہلیہ حضرت ام سلیم گھر میں تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ جب گھر والا گھر میں موجود نہ ہو تب بھی اس کے گھر جانا جائز ہے' بہ شرطیکہ اسے معلوم ہو کہ گھر والے کو اس کا گھر میں آنا ناگوار نہیں ہوگا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اور کوئی شخص نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کی عمر زیادہ ہوئی اور ان کے ایک سو بیس سے زیادہ بیٹے ہوئے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو یہ بتانا چاہیے کہ اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کی کتنی اور کیا کیا نعمتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کی خبر دینی چاہیے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۞ (الضحیٰ:۱۱) اور آپ اپنے رب کی نعمت کا (خوب) ذکر کریں ۞

زیر بحث حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بھی بیان ہے کیونکہ آپ نے حضرت انس کے مال میں برکت کی دعا کی اور ان کی اولاد میں کثرت کی دعا کی تو ان کی عمر بھی زیادہ ہوئی اور اولاد بھی زیادہ ہوئی۔ مال میں برکت یہ تھی کہ ان کے باغات میں سال میں دو مرتبہ پھل لگتے تھے اور دوسروں کے باغات میں ایک مرتبہ پھل لگتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو دفن کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی وفات کثرتِ اولاد کی دعا کی مقبولیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ موت تو بہر حال سب کو آنی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۴۲۔۱۴۱ 'دار الکتب العلمیہ بیروت'۱۴۲۱ھ)

٦٢ - بَابُ الصَّوْمِ اٰخِرَ الشَّهْرِ — مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنا

اس باب میں مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس کے معارض یہ حدیث ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان کے مہینہ سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے' سوا اس کے کہ کسی شخص کو اس دن روزہ رکھنے کی عادت ہو' وہ اس دن کا روزہ رکھے۔

(صحیح البخاری:۱۹۱۴' صحیح مسلم:۱۰۸۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً رمضان کے مہینہ سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ جس شخص کی کسی مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کی عادت ہو اور وہ شعبان کے مہینہ کے آخر میں بھی روزہ رکھے' اس کا استثناء فرمایا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنا سب کے لیے ممنوع نہیں ہے۔

١٩٨٣ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ. ح. وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ، أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ، فَقَالَ يَا أَبَا فُلَانٍ، أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هٰذَا الشَّهْرِ؟ قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ يَعْنِي رَمَضَانَ، قَالَ الرَّجُلُ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ. لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ أَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ثَابِتٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ.

(صحیح مسلم:۱۱۶۱' الرقم المسلسل:۲۶۳۴' سنن ابوداؤد:۲۳۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از غیلان (ح) اور ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی از مطرف از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے حضرت عمران سے سوال کیا یا آپ نے کسی اور شخص سے سوال کیا اور حضرت عمران سن رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے ابوفلاں! کیا تم نے اس مہینہ کے آخر میں روزے نہیں رکھے؟ ابوالنعمان نے کہا: آپ کی مراد رمضان کے مہینہ کا آخر تھا' اس شخص نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: جب تم (کسی مہینہ کے روزے) چھوڑو تو اس مہینہ کے (آخری) دو دن روزے رکھ لیا کرو۔الصلت بن محمد نے یہ نہیں کہا کہ میرا گمان ہے کہ آپ کی مراد رمضان کا مہینہ تھا۔امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ ثابت نے از مطرف از حضرت عمران از نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا کہ شعبان کے آخری دنوں میں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صلت بن محمد بن عبدالرحمان ابو ہمام خارکی (۲) مہدی بن میمون معولی ازدی (۳) غیلان بن جریر معولی ازدی (۴) ابوالنعمان محمد بن فضل سدوسی (۵) عبداللہ بن شخیر حرشی عامری (۶) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۴۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جب تم (کسی مہینہ کے روزے چھوڑو) تو اس مہینہ

(آخری) دو دن روزے رکھ لیا کرو۔

"سَرَر" کا معنی

اس حدیث میں "سرر" کا لفظ ہے' اس کا مادہ "سِرٌّ" ہے اس کا معنی چھپنا اور پوشیدہ ہونا ہے' جمہور علماء نے کہا: اس سے مراد مہینہ کے آخری ایام ہیں کیونکہ ان دنوں میں چاند چھپا ہوا ہوتا ہے' اور بعض نے کہا: اس کا مادہ "سُرَّۃٌ" ہے' اس کا معنی ناف ہے اور اس سے مراد مہینہ کی درمیانی تاریخیں ہیں یعنی ایامِ بیض تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخیں' لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ۲۸' ۲۹ اور ۳۰ تاریخ ہے۔

آیا حدیث مذکور میں مہینہ کے آخری روزوں سے مراد رمضان کے آخری روزے ہیں یا شعبان کے

ابوالنعمان نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ آپ کی مراد رمضان کا مہینہ تھا یعنی آپ نے کسی شخص سے سوال کیا: کیا تم نے رمضان کے آخری ایام کے روزے رکھے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا کہ اس حدیث میں ابوالنعمان کا رمضان کا ذکر کرنا ان کا وہم ہے' کیونکہ رمضان کے تو پورے روزے رکھنا متعین ہیں' اس لیے اس کے مہینہ کے آخری روزوں کے متعلق آپ کا سوال کرنا بہت بعید ہے' علامہ داؤدی اور علامہ ابن الجوزی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رمضان کے روزوں کے متعلق سوال کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا: کیا تم نے اس مہینہ کے آخری دنوں میں کچھ روزے رکھے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم رمضان کے روزے چھوڑو تو اس کی جگہ دو دن کے روزے رکھ لو۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۱' الرقم المسلسل: ۲۶۴۱' سنن ابوداؤد: ۲۳۲۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری حدیث میں شعبان کا ذکر ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا: کیا تم نے اس مہینہ میں کچھ روزے رکھے ہیں' یعنی شعبان کے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے اس سے فرمایا: جب تم رمضان کے روزے چھوڑو تو اس کی جگہ ایک دن یا دو دن روزے رکھو۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۱' الرقم المسلسل: ۲۶۴۲)

صحیح مسلم کی حدیث پر وارد ہونے والے اشکال کے جواب میں علامہ عینی کا تفرد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس مہینہ کے آخر میں روزے نہیں رکھے؟ اس سے مراد شعبان کے روزے ہیں۔

تاہم یہ سوال ہوگا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم رمضان کے روزے چھوڑو تو اس کی جگہ دو دن کے روزے رکھ لو' اس حدیث کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم نے رمضان کے روزوں میں سے آخری دو روزے چھوڑ دیئے تو اس کی جگہ دو روزے رکھ لو' کیونکہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہو سکتا کہ جب تم نے رمضان کے تمام روزے چھوڑ دیئے تو اس کی جگہ دو روزے رکھ لینا کیونکہ صرف دو روزے رمضان کے تمام روزوں کا بدل نہیں ہو سکتے اور صحیح مسلم کی حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ "جب تم

رمضان کے روزے چھوڑ دؤ' اس میں یہ عبارت مقدر ہے کہ جب تم رمضان کے آخری دو روزے چھوڑ دو۔ پھر اس کے بعد آپ کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ اس کی جگہ دو روزے رکھ لو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی شرح اسی طرح ہوسکتی ہے اور میں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس حدیث پر وارد ہونے والے اشکال کو حل کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس کی رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے والے دن روزہ رکھنے کی عادت نہ ہو' اس کو آپ نے رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور جس کی عادت ہو' اس کے لیے اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہ حدیث اس پر محمول ہے۔

٦٣ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن کا روزہ

فَاِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَّوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ اَنْ يُّفْطِرَ' يَعْنِي إِذَا لَمْ يَصُمْ قَبْلَهٗ' وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يَّصُوْمَ بَعْدَهٗ.

جب کوئی شخص جمعہ کے دن صبح کو نفلی روزہ سے اٹھا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس روزہ کو کھول لے یعنی جب اس نے اس جمعہ سے پہلے روزہ نہ رکھا ہو اور نہ اس جمعہ کے بعد روزہ رکھنے کا ارادہ ہو۔

اس باب میں جمعہ کے دن نفلی روزہ رکھنے کا حکم بیان کیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھا ہے' اس سے پہلے دن روزہ رکھا نہ اس کے بعد روزہ رکھنے کا ارادہ ہے تو وہ اس روزہ کو کھول لے' کیونکہ جمعہ کی خصوصیت کی وجہ سے روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

١٩٨٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ' عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ نَعَمْ. زَادَ غَيْرُ اَبِيْ عَاصِمٍ اَنْ يَّنْفَرِدَ بِصَوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عبدالحمید بن جبیر از محمد بن عباد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ سے سوال کیا کہ (کیا) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ابوعاصم کے علاوہ دوسروں نے یہ کہا ہے کہ جب وہ انفرادی طور پر جمعہ کا روزہ رکھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۳' الرقم المسلسل: ۲۵۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۴' مصنف عبدالرزاق: ۷۸۰۸' سنن دارمی: ۱۷۴۸' سنن بیہقی ج ۴ص ۳۰۲۔ ۳۰۱' سنن کبریٰ: ۲۷۴۶' مسند ابویعلیٰ: ۲۲۰۶' مسند احمد ج ۳ص ۲۹۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۵۴۔ ج ۲۲ص ۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل الضحاک بن مخلد (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبداللہ الحجبی (۴) محمد بن عباد المخزومی حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۴۶)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں صرف جمعہ کا روزہ رکھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔

جمعہ کے دن کا انفرادی روزہ رکھنے کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ یہ کہتے تھے کہ صرف میں نے جمعہ کے دن کے روزے سے منع نہیں کیا' اس بیت اللہ کے رب کی قسم! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۲۷۵۷' مصنف عبدالرزاق: ۷۸۰۷' مسند الحمیدی: ۱۰۱۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۵۷)

محمد بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس وقت سوال کیا جب وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کے روزے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: اس بیت اللہ کے رب کی قسم! ہاں!

(صحیح البخاری: ۱۹۸۴ 'صحیح مسلم: ۱۱۴۳ 'سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۴ 'سنن کبریٰ: ۲۷۵۸)

محمد بن عباد بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپ جمعہ کا منفرد روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ربِ کعبہ کی قسم! (سنن کبریٰ: ۲۷۶۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیگر راتوں میں سے جمعہ کی رات کو (نوافل میں) قیام کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ دیگر ایام میں سے جمعہ کے دن کو تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھنے کے ساتھ خاص کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۴ 'سنن کبریٰ: ۲۷۶۴)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیگر ایام میں سے جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ دیگر راتوں میں سے جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ خاص کرو۔

(سنن کبریٰ: ۲۷۶۵ 'مسند احمد: ۲۷۵۰۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ اس دن روزہ دار تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے (گزشتہ) کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم (آئندہ) کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر تم اپنا روزہ کھول لو۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۶۲ 'سنن کبریٰ: ۲۷۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جمعہ کی رات کو دیگر راتوں میں سے (نوافل کے) قیام کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو دیگر ایام میں سے روزہ رکھنے کے ساتھ خاص کرو سوا اس کے کہ تم میں سے کسی شخص کو اس تاریخ میں روزہ رکھنے کی عادت ہو۔ (سنن کبریٰ: ۲۷۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر جب وہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸۵ 'صحیح مسلم: ۱۱۴۴ 'سنن ابو داؤد: ۲۴۲۰ 'سنن ترمذی: ۷۴۳ 'سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۳ 'سنن کبریٰ: ۲۷۶۹)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن روزہ رکھتے تھے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ کی ابتداء میں تین دن روزے رکھتے تھے اور آپ بہت کم جمعہ کے دن کا روزہ چھوڑتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۷۴۲ 'سنن ابو داؤد: ۲۴۵۰ 'سنن نسائی: ۲۳۶۷ 'سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۵)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ کی یہ حدیث حسن غریب ہے اور اہل علم کی ایک قوم نے جمعہ کے روزہ کو مستحب کہا ہے اور جمعہ کا روزہ مکروہ اس وقت ہے جب صرف جمعہ کا روزہ رکھا جائے' اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھا جائے نہ اس کے ایک دن بعد۔

(سنن ترمذی ص ۲۳۶ 'دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعارض نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمعہ کے دن روزہ رکھنا اسی صورت پر محمول ہے' جب آپ اس سے

ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھیں۔

جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) نخعی، شعبی، زہری اور مجاہد کا یہ قول ہے کہ جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا مطلقاً مکروہ ہے، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت سلمان اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کو عید کا دن قرار دیا ہے، اور عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جمعہ کا دن عید کا دن ہے، پس تم اپنے عید کے دن کو روزہ کا دن نہ بناؤ سوا اس کے کہ تم اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھو۔ (المستدرک ج ۱ ص ۴۳۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۶۱، مسند البزار: ۱۰۶۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۰۲۵۔ ج ۱۳ ص ۳۹۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن المنکدر کا موقف یہ ہے کہ جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا بغیر کسی کراہت کے مطلقاً مباح ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام محمد بن حسن شیبانی کا یہی مذہب ہے، امام مالک نے کہا: جن اہل علم، اہل فقہ اور جن علماء کی اقتداء کی جاتی ہے میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ جمعہ کے دن کا روزہ ممنوع ہے بلکہ انہوں نے کہا کہ جمعہ کا روزہ رکھنا حَسَن ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ، محمد بن سیرین، طاؤس، امام ابویوسف، امام شافعی اور مزنی کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کا منفرد روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں فقہاء احناف کا مختار

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ علامہ عینی نے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا بغیر کسی کراہت کے مطلقاً مباح ہے لیکن ہمارے متاخرین فقہاء احناف کا مختار حدیث کے مطابق ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

صرف جمعہ کا روزہ رکھنا اور صرف جمعہ کی شب قیام کرنا مکروہ ہے۔ (الدرالمختار ج ۱ ص ۱۱۴۔ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، کراچی)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہی معتمد قول ہے کہ انفرادی طور پر جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے، اسی طرح انفرادی طور پر جمعہ کی شب قیام کرنا مکروہ ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۳۰، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ہمارے ہاں بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ وہ رمضان کے مہینہ کے عام دنوں میں روزے نہیں رکھتے اور صرف جمعہ کا روزہ بہت عقیدت اور احترام سے رکھ لیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا ان کے ذمہ باقی روزوں کی تلافی کردے گا اور وہ نہیں جانتے کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے، ہر چند کہ یہ نفلی روزہ کا حکم ہے تاہم فرض روزوں میں بھی یہ کرنا جائز نہیں ہے کہ آدمی رمضان کے باقی دنوں میں روزے نہ رکھے اور صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھ لے اور ایسا کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ہفتہ کے باقی دنوں

میں نماز نہیں پڑھتے اور صرف جمعہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ فیا للاسف!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۷۷۔ ج ۳ ص ۱۳۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں جمعہ کے روزے سے ممانعت کی حکمت اور مذاہب بیان کیے گئے ہیں۔

۱۹۸۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ.

(صحیح مسلم: ۱۱۴۴' الرقم المسلسل: ۲۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۲۴۲۰' سنن ترمذی: ۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص ہرگز جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے سوا اس کے کہ اس سے ایک دن پہلے یا اس کے ایک دن بعد روزہ رکھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۱۹۸۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰی، عَنْ شُعْبَةَ (ح). وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهِیَ صَائِمَةٌ فَقَالَ اَصُمْتِ اَمْسِ؟ قَالَتْ لَا، قَالَ تُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِيْنَ غَدًا؟ قَالَتْ لَا، قَالَ فَاَفْطِرِیْ. وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ اَيُّوْبَ اَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَاَمَرَهَا فَاَفْطَرَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ (ح) اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی ایوب از حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ان کے پاس آئے اور وہ اس وقت روزہ دار تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے (گزشتہ) کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم (آئندہ) کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر تم روزہ کھول لو اور حماد بن الجعد نے کہا: انہوں نے قتادہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ مجھے ابو ایوب نے حدیث بیان کی کہ حضرت جویریہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے ان کو روزہ کھولنے کا حکم دیا تو انہوں نے روزہ کھول لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸۴ میں گزر چکی ہے۔

جمعہ کے دن روزے سے ممانعت کی علماء نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہوتا ہے' نئے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور جامع مسجد کی طرف جلدی جانا ہوتا ہے' نماز کا انتظار کرنا ہوتا ہے اور خطبہ سننا ہوتا ہے اور بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنا ہوتا ہے' سو ان وظائف کو آسانی سے ادا کرنے کے لیے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمان جمعہ کی اتنی تعظیم نہ کریں جس طرح یہود نے ہفتہ کے دن کی تعظیم کی تھی۔

٦٤ - بَابُ هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْأَيَّامِ؟

کیا روزہ رکھنے کے لیے کسی دن کو معین کرنا جائز ہے؟

١٩٨٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ لَا، كَانَ عَمَلُهٗ دِيْمَةً، وَأَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ. [طرف الحدیث: ٦٤٦٦] (صحیح مسلم: ١١٥٦، الرقم المسلسل: ٢٦٠٦، سنن نسائی: ٢١٨١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از منصور از ابراہیم از علقمہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (روزہ رکھنے کے لیے) کسی دن کو مخصوص فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ کا عمل دائمی ہوتا تھا اور تم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جتنی طاقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھتے تھے۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھنے کے لیے کسی دن کو معین نہیں فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن دنوں میں روزے رکھتے تھے' ان کے متعلق احادیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہِ رمضان کے مکمل روزے رکھے اور ماہِ شعبان کے بھی آپ اکثر روزے رکھتے تھے' اس کے علاوہ آپ مختلف ایام کے روزے رکھتے تھے جن کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

عبید اللہ بن مسلم القرشی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سوال کیا (یا) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صیامِ دہر یعنی زندگی بھر روزے رکھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے' تم رمضان کے روزے رکھو اور جو مہینہ اس کے قریب ہے' اور ہر بدھ اور جمعرات کے روزے رکھو' پس جب تم نے یہ روزے رکھ لیے تو یہ زندگی بھر کے روزے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ٢٤٣٢' سنن ترمذی: ٧٤٨)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے' پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے زندگی بھر کے روزے رکھے۔

(صحیح مسلم: ١١٦٤' سنن ابوداؤد: ٢٤٣٣' سنن ترمذی: ٧٥٩' سنن ابن ماجہ: ١٧١٦)

چونکہ ہر نیک کام کا اجر دس گنا ملتا ہے' اس لیے رمضان اور شوال کے چھ روزے ملا کر ٣٦ روزے ہو گئے اور ان کو دس سے ضرب دے کر ٣٦٠ روزے ہو گئے گویا وہ شخص سال بھر روزہ دار رہا اور جو تمام زندگی اس پر عمل کرتا رہا تو گویا وہ تمام زندگی روزہ دار رہا اور یہی صیامِ دہر ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت اسامہ کے ساتھ اپنا مال طلب کرنے وادی القریٰ میں گئے اور حضرت اسامہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے' ان کے غلام نے پوچھا: آپ پیر اور جمعرات کا روزہ کیوں رکھتے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے' آپ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ٢٤٣٦' سنن ترمذی: ٧٤٥' سنن نسائی: ٢٣٥٧' سنن ابن ماجہ: ١٧٣٩)

ایک خاتون' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو ذی الحجہ کو' دس محرم کو' ہر مہینہ کے پہلے تین دن

اور ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۳۷ 'سنن نسائی: ۲۳۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زمانۂ جاہلیت میں اس دن کا روزہ رکھتے تھے' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان کے مہینہ کے روزے فرض ہو گئے تو وہی روزے فرض تھے اور عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۰۲ 'صحیح مسلم: ۱۱۲۵ 'سنن ابوداؤد: ۲۴۴۲ 'سنن ترمذی: ۷۵۳)

ابن ملحان القیسی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں حکم دیتے کہ ہم ایامِ بیض (چاندنی راتوں) کے روزے رکھیں' تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخوں کے' اور فرمایا: ان تاریخوں کے روزے رکھنا زندگی بھر روزے رکھنے کی مثل ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۴۹ 'سنن ترمذی: ۷۶۱ 'سنن نسائی: ۲۴۳۱)

جب ہر مہینہ کے تین روزے رکھے جائیں گے تو ایک سال میں ۳۶ روزے ہو جائیں گے اور چونکہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے تو یہ ۳۶۰ روزے ہو گئے یعنی ایک سال کے روزے اور جب وہ ہر ماہ اتنے روزے رکھے گا تو یہ زندگی بھر کے روزے ہو جائیں گے یعنی صیامِ دہر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ کی ابتداء میں تین دنوں کے روزے رکھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۵۰ 'سنن ترمذی: ۷۴۲ 'سنن نسائی: ۲۳۶۷ 'سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۵)

یہ روزے بھی ہر مہینہ رکھے جائیں تو یہ بھی زندگی بھر کے روزے ہو جائیں گے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہینہ کے ان تین دنوں کے روزے رکھتے تھے: پیر' جمعرات اور اس کے بعد والے جمعہ کے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۵۱ 'سنن نسائی: ۲۳۶۵)

یہ تین روزے رکھنے سے بھی زندگی بھر روزے رکھنے کا ان شاء اللہ اجر و ثواب ملے گا۔

حضرت مُعاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کون سے مہینہ میں رکھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: آپ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ مہینہ کے کون سے دنوں میں روزے رکھیں۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۰ 'سنن ترمذی: ۷۶۳ 'سنن ابوداؤد: ۲۴۵۳ 'سنن ابن ماجہ: ۱۷۰۹)

اس حدیث سے صحیح البخاری کے باب مذکور کی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھنے کے لیے کسی دن کی تعیین نہیں فرماتے تھے۔

٦٥ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ — یومِ عرفہ کا روزہ

اس باب میں یومِ عرفہ کا روزہ رکھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے' چونکہ اس حدیث میں یومِ عرفہ کا روزہ رکھنے کی ترغیب نہیں دی گئی' اس لیے امام بخاری نے عنوان میں اس کے حکم کو مبہم رکھا ہے۔

١٩٨٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَيْرٌ، مَوْلٰى أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از امام مالک' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمیر نے

بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ فَشَرِبَهٗ.

حدیث بیان کی جو حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے کہ حضرت ام الفضل نے ان کو حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ از عمیر مولیٰ حضرت عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنہما از حضرت ام الفضل بنت الحارث کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم عرفہ کے روزہ رکھنے کے متعلق ان کے پاس بحث کی بعض نے کہا: (یوم عرفہ کو) آپ روزہ دار تھے اور بعض نے کہا: آپ روزہ دار نہیں تھے حضرت ام الفضل نے آپ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا اس وقت آپ اپنے اونٹ پر کھڑے ہوئے تھے آپ نے اس دودھ کو پی لیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۶۵۸ میں گزر چکی ہے۔

وقوفِ عرفہ کرنے والے کے لیے روزہ نہ رکھنے کا استحباب اور کھڑے ہو کر پینے کا جواز

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

(۱) جو شخص یوم عرفہ کو سواری پر وقوف کیے ہوئے ہو اس کے لیے اس دن روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔
(۲) کھڑے ہو کر کچھ پینے کا جواز معلوم ہوا۔ اس سے پہلے کتاب الحج میں گزر چکا ہے کہ آپ نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا۔
(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ پیش کرنے کا جواز شادی شدہ عورت کا اپنے شوہر کے مال سے خرچ کرنے کا جواز۔

۱۹۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَوْ قُرِئَ عَلَيْهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ شَكُّوْا فِيْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِحِلَابٍ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ.

(صحیح مسلم: ۱۱۲۴ الرقم المسلسل: ۲۵۲۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی یا ان پر قراءت کی گئی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از کریب از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم عرفہ کے روزہ رکھنے کے متعلق شک کیا تو انہوں نے آپ کے پاس دودھ کا برتن بھیجا آپ میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے وہ دودھ پی لیا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔

اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر دودھ پیا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۵۳۲ - ج ۳ ص ۱۱۷ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: یوم عرفہ کے روزہ میں مذاہب۔

٦٦ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ
عید الفطر کے روزہ کا حکم

۱۹۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ، قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَقَالَ هٰذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَالْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَنْ قَالَ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ قَالَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدْ أَصَابَ. [طرف الحدیث:۵۵۷۱]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابوعبید مولیٰ ابن ازہر وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا' انہوں نے کہا: یہ وہ دو دن ہیں جن میں روزہ رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' ایک دن تمہارے روزوں کے بعد افطار کا دن ہے اور دوسرا دن وہ ہے جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے کہا: جس نے مولیٰ ابن ازہر کہا اس نے درست کہا اور جس نے مولیٰ عبدالرحمٰن بن عوف کہا اس نے بھی درست کہا۔

(صحیح مسلم:۱۱۳۷' الرقم المسلسل:۲۵۶۰' سنن ابوداؤد:۲۴۱۶' سنن ترمذی:۷۷۱' سنن ابن ماجہ:۱۷۲۲' مصنف عبدالرزاق:۷۸۷۹۔۵۶۳۶' مسند ابویعلیٰ:۲۳۲' مسند احمد ج ا ص ۳۴ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۴۔ج ا ص ۳۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عیدالفطر کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ ایک ماہ کے روزوں کے بعد اس دن' دن میں کھانے پینے کی اجازت ہے اور یہ اللہ کی نعمت ہے اور اس دن روزہ رکھنا اللہ کی ناشکری ہے۔

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۲۵۶۷۔ج ۳ ص ۱۲۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: عید کے دن روزہ رکھنے میں مذاہب اور مسائل۔

١٩٩١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَعَنِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدالفطر کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ سے منع فرمایا اور اس طرح تہبند اوپر اٹھا کر چلنے سے منع فرمایا جس سے ستر کھل جائے اور ایک کپڑا پہنے ہوئے اس طرح اکڑوں بیٹھنے سے منع فرمایا کہ دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں کے حلقہ میں لے لیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۶۷ میں گزر چکی ہے۔

١٩٩٢ - وَعَنْ صَلٰوةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ.

اور آپ نے صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابُ الصَّوْمِ يَوْمَ النَّحْرِ

عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت ہے کیونکہ اس دن اللہ کی طرف سے بندوں کو

گوشت کھانے کی دعوت دی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بندوں پر نعمت ہے اور اس دن روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا حرام ہے' اس میں یہ ہدایت ہے کہ بندہ کو اللہ کے احکام کا پابند ہونا ہے' وہ اللہ کے حکم کے مطابق کھانا کھائے اور اللہ کے حکم کے مطابق کھانا چھوڑ دے' رمضان کے مہینہ میں اس کو دن میں کھانا چھوڑنے کا حکم دیا' اور عید کے دن کھانا کھانے کا حکم دیا' وہ رمضان کے مہینہ میں دن میں کھانا کھا نہیں سکتا اور عید کے دن کھانا چھوڑ نہیں سکتا' وہ اپنی مرضی سے کسی دن کھانا کھا سکتا ہے نہ کھانا چھوڑ سکتا ہے اور یہی اس کے بندہ ہونے اور مملوک ہونے کا تقاضا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن کوئی چیز کھا کر عیدگاہ جاتے تھے اور عیدالاضحیٰ کے دن بغیر کچھ کھائے عیدگاہ جاتے تھے اور قربانی کر کے اس کے گوشت سے کچھ کھاتے تھے کیونکہ عیدالفطر کے دن کھانے کا حکم ہے' اس لیے پہلے کچھ کھاتے' پھر نمازِ عید کے لیے جاتے اور عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کا حکم ہے' اس لیے نمازِ عید کے بعد پہلے قربانی کرتے' پھر اس کے گوشت سے کچھ کھاتے' اور ہر عید کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کو مقدم رکھتے۔

۱۹۹۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَنْهٰى عَنْ صِيَامَيْنِ، وَبَيْعَتَيْنِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی از عطاء بن میناء' انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا' وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو روزوں سے اور دو قسم کی بیع سے منع فرماتے تھے' عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روزوں سے اور اس بیع سے کہ جس چیز کو چھو لیا اس کی بیع واجب ہے اور اس بیع سے کہ جس چیز پر کنکری پھینک دی اس کی بیع واجب ہے' یا جس کو اٹھا کر پھینک دیا اس کی بیع واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۹٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ نَذَرَ أَنْ يَصُومَ يَوْمًا، قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ الْاِثْنَيْنِ، فَوَافَقَ يَوْمَ عِيدٍ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ. [اطراف الحدیث: ۶۷۰۵-۶۷۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از زیاد بن جبیر' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' اس نے بتایا کہ ایک شخص نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی' میرا گمان ہے کہ وہ پیر کا دن تھا اور وہ دن اتفاق سے عید کا دن تھا تو حضرت ابن عمر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنی 'ان کا کئی بار تعارف ہو چکا ہے (۲) معاذ بن معاذ العنبری (۳) ابن عون' یہ عبید اللہ بن عون بن ارطبان البصری ہیں (۴) زیاد بن جبیر بن حیہ (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۵۹)

اگر قرآن اور حدیث میں تعارض ہو تو سوال کے جواب میں توقف کیا جائے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ قرآن مجید اور حدیث میں دلائل متعارض ہیں' اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سائل کے جواب میں کوئی فیصلہ نہیں کیا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُوْرَهُمْ. (الحج:۲۹) اور لوگ اپنی نذروں کو پورا کریں۔

ایک قول یہ ہے کہ ممانعت سے بچنا حکم پر عمل کرنے کے اوپر مقدم ہے' اس لیے عید کے دن روزہ نہ رکھے اور نذر کی بعد میں قضاء کرلے اور کئی دلائل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۹۵ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً' قَالَ سَمِعْتُ اَرْبَعًا مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبْنَنِي' قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ اِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ' وَلَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى' وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ' وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ' وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ' وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰى' وَمَسْجِدِيْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قزعہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی تھی' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ایسی حدیثیں سنی ہیں جو مجھے بہت اچھی لگی ہیں: (۱) کوئی عورت دو دن کی مسافت کا سفر بغیر اپنے خاوند یا محرم کے نہ کرے (۲) عید الفطر اور عید الاضحیٰ ان دونوں کے روزے نہ رکھے (۳) صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی (نفل) نماز نہ پڑھے اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک کوئی (نفل) نماز نہ پڑھے (۴) ان تین مسجدوں کے سوا اونٹوں پر کجاوے نہ کسیں جائیں: مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۶۸ - بَابُ صِيَامِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ایامِ تشریق کے روزے

تشریق کا لغوی اور اصطلاحی معنی

ایام تشریق کو ایام معدودات اور ایامِ منٰی بھی کہا جاتا ہے' اور یہ گیارہ' بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کی تاریخیں ہیں' تشریق کا معنی دھوپ میں گوشت سکھانا ہے' کیونکہ ان تاریخوں میں قربانی کے گوشت کو دھوپ میں سکھایا جاتا ہے' اور ان ایام کی منٰی کی طرف اس لیے اضافت ہے کیونکہ ان تاریخوں میں حجاج منٰی میں ہوتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ''تشریق''' 'شرق'' سے ماخوذ ہے اور اس کا

معنی سورج کا چمکنا ہے' اور قربانی کو اسی وقت نحر کیا جاتا ہے جب سورج چمکنے لگتا ہے' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ دس ذوالحجہ کو نماز عید اس وقت پڑھی جاتی ہے جب سورج چمکنے لگتا ہے تو ان ایام کو یوم نحر کے تابع کر کے ایام تشریق کہا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز کے بعد تکبیر پڑھنے کو تشریق کہتے ہیں اور ایام تشریق کی تعیین میں اختلاف ہے' زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ یوم نحر (دس ذوالحجہ) کے بعد تین دن ہیں اور امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ان میں قربانی کے بعد تین دن داخل ہیں۔

ایام تشریق کے روزے رکھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

ایام تشریق کے روزوں کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' حسن بصری' عطاء اور امام شافعی کا قول جدید اور وہی ان کے اصحاب کا مختار ہے' لیث بن سعد' ابن علیہ' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مختار یہ ہے کہ ان ایام میں روزے رکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور یہ ایام روزوں کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتے اور جس تمتع کرنے والے کو ہدی (قربانی) میسر نہ ہو' اس کے لیے بھی ان ایام میں روزے رکھنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے ان ایام میں روزوں کی نذر مان لی تو اس پر ان روزوں کی قضاء کرنا واجب ہے۔

(۲) حضرت زبیر بن العوام اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک ان ایام میں مطلقاً روزے رکھنا جائز ہیں' ابواسحاق مروزی شافعی کا بھی یہی موقف ہے۔

(۳) حضرت عائشہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور عروہ بن الزبیر کا موقف یہ ہے کہ اس تمتع کرنے والے کے لیے ان ایام میں روزے رکھنا جائز ہیں جس کو قربانی میسر نہ ہو اور اس نے اس سے پہلے تین روزے نہ رکھے ہوں' امام مالک' اوزاعی اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے' مزنی نے کہا: امام شافعی نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

(۴) بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ تمتع کرنے والے کے لیے ان ایام کے روزے رکھنا جائز ہیں۔

(۵) علامہ ابن عربی مالکی نے کہا ہے کہ عید الاضحیٰ کے چوتھے دن روزہ رکھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۹۶ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ قَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَصُوْمُ اَيَّامَ مِنًى، وَكَانَ اَبُوْهَا يَصُوْمُهَا.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور مجھ سے محمد بن المثنیٰ نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منیٰ میں روزے رکھتی تھیں اور ان کے والد بھی ان ایام میں روزے رکھتے تھے۔

۱۹۹۷' ۱۹۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عِيْسٰى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَا لَمْ يُرَخَّصْ فِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ اَنْ يُّصَمْنَ، اِلَّا لِمَنْ لَّمْ يَجِدِ الْهَدْيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' ان دونوں نے کہا کہ ایام تشریق میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی سوائے اس شخص کے جس کو

(قربانی) میسر نہ ہو۔

۱۹۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا وَّلَمْ يَصُمْ صَامَ أَيَّامَ مِنًى. وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ. تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ بن عمر از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: جس نے یوم عرفہ میں عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کیا' وہ (ان ایام میں) روزے رکھ سکتا ہے' پس اگر اس کو ہدی میسر نہ ہوئی اور اس نے ان ایام میں روزے بھی نہیں رکھے تو وہ ایامِ منیٰ (ایامِ تشریق) میں روزے رکھے' اور از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی کی مثل مروی ہے' امام مالک کی متابعت ابراہیم بن سعد نے کی ہے از ابن شہاب۔

ان احادیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

احادیث مذکورہ کے رجال

(۱) محمد بن بشار' ان کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے (۲) غندر' یہ محمد بن جعفر ہیں (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) عبداللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ' یہ محمد بن ابی لیلیٰ کے بھتیجے ہیں اور یہ مشہور فقیہ تھے' اور عبداللہ اپنے چچا محمد سے عمر میں بڑے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے چچا سے افضل تھے (۵) محمد بن مسلم الزہری (۶) عروہ بن زبیر بن عوام (۷) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا (۸) سالم بن عبداللہ بن عمر (۹) ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۶۱)

ایامِ تشریق کے روزے رکھنے کے جواز اور ممانعت میں مذاہب ائمہ

اور امام ابوحنیفہ کی تائید میں احادیث اور آثار

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس تمتع کرنے والے کے متعلق فرمایا جس کو ہدی (قربانی) میسر نہیں ہوئی اور نہ اس نے ذوالحجہ کے دس روزے رکھے تو وہ ایام تشریق کے روزے رکھ لے۔

امام طحاوی نے یہ حدیث امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کی طرف سے استدلال میں ذکر کی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جس تمتع کرنے والے نے ہدی نہ ہونے کی وجہ سے ذوالحجہ کے دس دن کے روزے بھی نہیں رکھے وہ ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح حج قِران کرنے والے بھی اور مُحصَر بھی ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۰۹)

پھر امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف سے ان کا مؤقف بیان کیا ہے کہ فقہاء احناف نے ان کی مخالفت کی اور کہا: ان لوگوں کے لیے اور نہ کسی اور کے لیے ایامِ تشریق میں روزے رکھنا جائز ہیں' لیکن تمتع کرنے والے کے اوپر اور قران کرنے والے کے اوپر ایک اور ہدی (قربانی) دینا لازم ہے کیونکہ وہ بغیر ہدی پیش کیے اور بغیر روزے رکھے حلال ہو گئے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث اور آثار سے ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ' یوم النحر اور ایامِ تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔ (سنن ترمذی: ۷۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۴۱۹' سنن نسائی: ۳۰۰۱' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۲)

ج ۳ ص ۴۶۰-۴۵۱ ۔ج ۴ ص ۳۳۵ ۔ج ۵ ص ۷۶-۷۵ ' صحیح مسلم: ۱۱۴۲-۱۱۴۱ 'شرح معانی الآثار: ۴۰۱۲ ۔ج ۲ ص ۳۲۵ 'قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ترمذی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت علی' حضرت سعد' حضرت ابوہریرہ' حضرت جابر' حضرت نبیشہ اور حضرت بشر بن سحیم' حضرت عبداللہ بن حذافہ' حضرت انس' حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی' حضرت کعب بن مالک' حضرت عائشہ' حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے۔وہ ایام تشریق کے روزے رکھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔(یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔سعیدی غفرلہ) لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب اور دوسروں نے یہ اجازت دی ہے کہ جب تمتع کرنے والے کو ہدی میسر نہ ہو اور نہ اس نے دس ذوالحجہ کے روزے رکھے ہوں تو وہ ایام تشریق کے روزے رکھ سکتا ہے' امام مالک بن انس' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔(سنن ترمذی ص ۲۴۴ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام ترمذی نے (امام ابوحنیفہ کی مؤید) احادیث کی روایت کرنے والے صحابہ کا ذکر کیا ہے' ہم ان میں سے چند صحابہ کی روایت کا ذکر کر رہے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایامِ تشریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منادی باہر نکلا اور اس نے یہ اعلان کیا کہ یہ ایام کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔(شرح معانی الآثار: ۴۰۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایام منیٰ کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۹ 'شرح معانی الآثار: ۴۰۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یومِ نحر کے بعد ایامِ تشریق کے تین دنوں میں روزے رکھنے سے منع فرمایا۔(مسند احمد ج ۴ ص ۷۷ 'شرح معانی الآثار: ۴۰۲۳)

حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایامِ تشریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ یہ ایام کھانے اور پینے اور اللہ کے ذکر کے ایام ہیں۔(مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۷-۲۲۹-۳۹ 'شرح معانی الآثار: ۴۰۲۶)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی ان احادیث کی روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ ایامِ تشریق میں کسی کے لیے روزے رکھنا جائز نہیں ہے خواہ وہ اس کے تمتع کے روزے ہوں یا قران کے یا احصار کے یا کسی کفارے کے یا نفلی روزے' ان ایام میں کسی قسم کے روزے رکھنا جائز نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۳۰ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ایامِ تشریق میں روزے رکھنے کے جواز میں حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی روایت اور ائمہ ثلاثہ کے مذہب کا دفاع کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اس کے قائل ہیں کہ جس تمتع یا قران کرنے والے کو ہدی میسر نہ ہو اور اس نے ایامِ حج میں روزے بھی نہ رکھے ہوں وہ ایامِ تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے' ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ ... جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس

الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ. (البقرہ:۱۹۶) کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایامِ حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ کامل دس روزے ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ آیت قربانی کے دن اور اس کے بعد کے ایام کو شامل ہے' لہٰذا حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کے پاس اپنے مؤقف کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی صریح حدیث تو نہیں ہے لیکن وہ اس آیت سے استنباط کرتے ہیں کہ تمتع کرنے والا ایامِ تشریق میں بھی روزے رکھ سکتا ہے' اس وجہ سے ایامِ تشریق میں روزے رکھنے کا جواز راجح ہے اور امام بخاری کا بھی اسی طرف میلان ہے کیونکہ انہوں نے حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے کو نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۴۹۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی کا امام بخاری کی روایت کو ضعیف اور نا قابل استدلال قرار دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ کی جو روایت ذکر کی ہے' اس کا ایک راوی عبداللہ بن عیسیٰ ہے۔ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا حافظہ خراب تھا اور اس کی حدیث ضعیف ہے' امام ابن المدینی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عیسیٰ بن ابی لیلیٰ میرے نزدیک منکر ہے اور وہ تشیع کرتا تھا' نیز عبداللہ بن عیسیٰ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے بلکہ یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر نے کہا کہ ایامِ تشریق میں صرف اس شخص کو روزے رکھنے کی اجازت دی گئی ہے جس کو ہدی میسر نہ ہو اور اس کے برخلاف امام طحاوی نے حضرت عقبہ بن عامر' حضرت علی' حضرت ابوہریرہ' حضرت انس اور حضرت حذافہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے عید الاضحیٰ اور ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کے صحیح السند ارشادات پیش کیے ہیں' لہٰذا حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کی موقوف احادیث ان صحیح احادیث مرفوعہ پر کیسے راجح ہو سکتی ہیں جبکہ اس موقوف روایت کی سند میں عبداللہ بن عیسیٰ ہے جو منکر الحدیث' متشیع اور ضعیف راوی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

المفضل بن غسان الغلابی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عیسیٰ تشیع کرتا تھا۔

ابوالحسن بن البراء نے علی بن المدینی سے نقل کیا ہے' انہوں نے کہا: وہ میرے نزدیک منکر ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۴۰۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ محمد بن احمد الذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۵۹۔۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہم نے عبداللہ بن عیسیٰ کی تضعیف میں تہذیب الکمال اور میزان الاعتدال کے حوالے اس لیے پیش کیے ہیں کہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ عبداللہ بن عیسیٰ کو ضعیف قرار دینے میں علامہ عینی منفرد ہیں۔ علاوہ ازیں ایامِ تشریق کے روزے رکھنے کے جواز کی موقوف روایات مُبیح ہیں اور عدمِ جواز کی مرفوع احادیث مُحرِّم ہیں' اور جب مُبیح اور مُحرِّم میں تعارض ہو تو مُحرِّم کو مُبیح پر ترجیح ہوتی ہے' لہٰذا حافظ ابن حجر کا صحیح بخاری کی مُبیح اور موقوف روایت کو مُحرِّم اور مرفوع احادیث پر ترجیح دینا صحیح نہیں ہے۔

۶۹ - بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ یومِ عاشوراء کے روزے

اس باب میں عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

"عاشوراء" کا معنی، اس کی وجہ تسمیہ اور دس نبیوں پر انعامات

"عاشوراء" کا لفظ "عشر" سے ماخوذ ہے، جس کا معنی دس کا عدد ہے۔ ابومنصور لغوی نے کہا ہے کہ اس کا وزن "فاعولاء" ہے۔ کلام عرب میں اس وزن پر کوئی اسم نہیں آتا، خلیل نے کہا: یہ عبرانی کلمہ ہے، زمانہ جاہلیت میں یہ دس محرم کا نام تھا۔ عاشوراء کی تکریم اس لیے کی جاتی ہے کہ دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل دس نبیوں پر انعام فرمایا:

(۱) دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائی، ان کے لیے سمندر کو چیر دیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔

(۲) اس تاریخ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

(۳) حضرت یونس علیہ السلام کو دس محرم کے دن مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا فرمائی۔

(۴) عکرمہ نے بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اسی دن قبول فرمائی۔

(۵) حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی دن کنویں سے نکالا گیا۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے اور اسی دن ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

(۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول فرمائی۔

(۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت بھی اسی دن ہوئی تھی۔

(۹) اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام کی بصارت واپس کی گئی تھی۔

(۱۰) ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے اور پچھلے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت بھی اسی دن کی گئی تھی۔

عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا شرعی حکم

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھنا سنت ہے واجب نہیں ہے، ابتداء اسلام میں اس کے حکم کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ نے کہا: ابتداء اسلام میں عاشوراء کے دن روزہ رکھنا واجب تھا، امام شافعی کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ رکھنا کبھی بھی واجب نہیں تھا، پہلے اس کا استحباب مؤکد تھا اور رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد اس کے استحباب کا درجہ کم ہو گیا، امام شافعی کا دوسرا قول امام ابوحنیفہ کے قول کی مثل ہے۔

عاشوراء کے روزے کی فضیلت

عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے کے گناہ معاف فرما دے گا۔ (سنن ترمذی: ۷۵۲، سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہود اس دن کا روزہ رکھتے تھے، آپ نے پوچھا: یہ کیسا روزہ ہے؟ انہوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور اس دن میں فرعون کو غرق کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم تم سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے شکر بجا لانے کے مستحق ہیں، پس آپ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۰۴، صحیح مسلم: ۱۱۳۰، سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۴)

نعمان بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ رمضان کے مہینہ کے بعد آپ مجھے کون سے

مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت علی نے اس سے کہا: میں نے اس سے پہلے کسی کو یہ سوال کرتے ہوئے نہیں سنا' ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: میں اس وقت آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ رمضان کے مہینہ کے بعد مجھے کون سے مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم رمضان کے مہینہ کے بعد کسی مہینہ میں روزے رکھو تو محرم کے مہینہ میں روزے رکھو کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے' اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور اس مہینہ میں دوسرے لوگوں کی بھی توبہ قبول فرمائے گا۔ (سنن ترمذی: ۷۴۱)

یہ تمام عنوانات علامہ بدرالدین عینی نے ذکر کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۷۔۱۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۰۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اِنْ شَاءَ صَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن محمد از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عاشوراء کے دن اگر کوئی چاہے تو روزہ رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۲ میں گزر چکی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اب عاشوراء کا روزہ رکھنا فرض یا واجب نہیں ہے' البتہ سنت اور مستحب ہے۔

۲۰۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ' فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ' كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا' پھر جب رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے تو جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا روزہ چھوڑ دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ' وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ' فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ' فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش زمانہ جاہلیت میں عاشوراء کے دن روزے رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے' پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا' پھر جب رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے تو عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس جو چاہتا اس دن روزہ رکھتا اور جو چاہتا اس کو ترک کر دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَوْمَ عَاشُورَاءَ عَامَ حَجَّ، عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هٰذَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكُمْ صِيَامُهُ، وَأَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ.

حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے سنا کہ انہوں نے جس سال حج کیا تھا' اسی سال انہوں نے عاشوراء کے دن منبر پر کہا: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ عاشوراء کا دن ہے' اس دن تم پر روزہ فرض نہیں کیا گیا اور میں روزے سے ہوں' سو جو چاہے اس دن روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۹۷۔۳۹۴۳۔۴۶۸۰۔۴۷۳۷] (صحیح مسلم: ۱۱۲۹' الرقم المسلسل: ۲۵۴۲' مصنف عبدالرزاق: ۷۸۳۴' المعجم الکبیر: ۷۴۴۔ ج ۱۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۸۵' صحیح ابن حبان: ۳۶۲۶' سنن کبریٰ: ۲۸۵۷' مسند احمد ج ۴ ص ۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۸۶۷۔ ج ۲۸ ص ۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور میں جس حج کا ذکر ہے وہ حضرت معاویہ کا پہلا حج تھا یا آخری؟ اور عاشوراء کے روزے کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس سال حضرت معاویہ نے حج کیا تھا۔ علامہ طبری نے کہا ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد حضرت معاویہ کا یہ پہلا حج تھا جو انہوں نے ۴۴ھ میں کیا تھا اور آخری حج انہوں نے ۵۷ھ میں کیا تھا۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس حج سے مراد آخری حج ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۹۹)

علامہ بدرالدین عینی نے اس پر رد کیا ہے کہ آخری حج مراد ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے' اور اس حدیث میں جو حج کا ذکر ہے' اس سے مراد حضرت معاویہ کا پہلا حج بھی ہوسکتا ہے اور آخری حج بھی ہوسکتا ہے۔

حضرت معاویہ نے کہا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ حضرت معاویہ نے یہ اس لیے کہا تھا کہ آپ کے علم میں یہ آیا کہ مدینہ کے بعض لوگ عاشوراء کے روزہ کو واجب کہہ رہے تھے' بعض حرام کہہ رہے تھے اور بعض مکروہ کہہ رہے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سب کا رد فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں روزے سے ہوں۔ اس میں عاشوراء کے روزہ کی فضیلت پر دلیل ہے کیونکہ آپ نے یہ روزہ اسی لیے رکھا تھا کہ اس میں فضیلت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال میں امت کے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۲۔۱۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٠٠٤ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، فَرَأَى الْيَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے

قَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوْسٰى. قَالَ فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ. فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۹۷-۳۹۴۳-۴۶۸۰-۴۷۳۷]

دیکھا کہ یہود عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں' آپ نے پوچھا: یہ کیسے روزے ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ مبارک دن ہے' اس دن میں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اس دن کا روزہ رکھا' آپ نے فرمایا: ہم تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ (علیہ السلام کی موافقت) کے زیادہ حق دار ہیں تو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ کا حکم دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۳۰' الرقم المسلسل: ۲۵۴۵' سنن ابوداؤد: ۲۴۴۴' سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۴' مصنف عبدالرزاق: ۷۸۴۳' مسند الحمیدی: ۵۱۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۶' المعجم الکبیر: ۱۲۳۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۴۴- ج ۴ ص ۳۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبداللہ بن عمر المنقری المقعد (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) ایوب السختیانی (۴) عبداللہ بن سعید بن جبیر (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۲)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: یوم عاشوراء کے روزے اور یہ عنوان مطلق ہے' خواہ عاشوراء کے روزے واجب ہوں' مستحب ہوں یا مکروہ ہوں' اور اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عاشوراء کا روزہ رکھنا واجب ہے کیونکہ آپ نے اس روزے کے رکھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے' نیز یہ روزہ شکر ادا کرنے کے لیے ہے اور شکر ادا کرنا واجب ہے' اس لیے بھی عاشوراء کا روزہ رکھنا واجب ہوا لیکن چونکہ صحیح البخاری: ۲۰۰۳ میں یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے' اس سے وجوب منسوخ ہو گیا اور صرف جواز رہ گیا۔

اس اعتراض کے جوابات کہ یہود کی خبر نا مقبول ہوتی ہے' پھر آپ نے ان کے خبر دینے سے عاشوراء کا روزہ کیوں رکھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عاشوراء کے دن شکر کا روزہ رکھا تھا اور ہم ان کی اتباع میں اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کرنے کے ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کی خبر پر اعتماد کیسے کر لیا جب کہ یہود کی خبر غیر مقبول ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے صرف ان کی خبر پر اعتماد کر کے روزہ رکھ لیا تھا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰى إِلَيَّ. (الانعام: ۵۰) میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

سو آپ نے جو عاشوراء کا روزہ رکھا تھا' وہ بھی اتباع وحی سے رکھا تھا نہ کہ محض یہود کی خبر دینے سے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے اس دن روزہ رکھا تھا نہ کہ ان کی خبر سے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہود میں جو لوگ مسلمان تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ' آپ نے ان کی خبر پر اعتماد کیا تھا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہودیوں نے تواتر سے یہ خبر دی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن روزہ رکھا تھا اور خبر متواتر میں یہ شرط نہیں ہے کہ خبر دینے والے مسلمان ہوں اور خبر متواتر سے یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں آ کر یہود سے سن کر پہلی بار روزہ نہیں رکھا تھا' آپ پہلے سے عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۰۰۲) پس یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ نے یہود کے خبر دینے سے اس دن روزہ رکھا' اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ نے یہود کا جواب سن کر اس دن روزہ رکھا' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس دن روزہ رکھنے کے عمل پر برقرار رہے اور مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۵۴۔ ج ۳ ص ۱۲۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں عاشوراء کے روزہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۰۰۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ اَبِيْ عُمَيْسٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُوْدُ عِيْدًا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُوْمُوْهُ اَنْتُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ابوعمیس از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود عاشوراء کے دن عید مناتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس دن روزہ رکھو۔

[طرف الحدیث: ۳۹۴۲] (صحیح مسلم: ۱۱۳۱' الرقم المسلسل: ۲۵۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵۵' سنن کبریٰ: ۲۸۴۸' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۳۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۹' مسند احمد: ۱۹۶۶۹۔ ج ۳۲ ص ۴۴۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) ابواسامہ' ان کا نام حماد بن اسامہ اللیثی ہے (۳) ابوعمیس بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود الہذلی المسعودی (۴) قیس بن مسلم الجدلی العدوانی ابوعمرو (۵) طارق بن شہاب بن عبد شمس البجلی الاحمسی ابوعبداللہ الصحابی' امام ابوداؤد نے کہا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت تو کی ہے لیکن آپ سے سماع نہیں کیا (۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۴)

اس اعتراض کا جواب کہ یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے' پھر وہ اس دن عید کیسے مناتے تھے؟

صحیح البخاری: ۲۰۰۴ میں یہ حدیث ہے کہ یہود اس دن روزہ رکھتے تھے اور اس حدیث میں ہے کہ یہود اس دن عید مناتے تھے اور ان دونوں حدیثوں میں منافات ہے کیونکہ عید کے دن روزہ نہیں رکھا جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان عید کے دن روزہ نہیں رکھتے اور یہود کے نزدیک ہوسکتا ہے عید کے دن روزہ رکھنا جائز ہو' دوسرا جواب یہ ہے کہ جو یہودی عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے وہ مدینہ کے یہودی تھے اور اس حدیث میں جن یہود کا ذکر ہے' ہوسکتا ہے وہ کسی اور جگہ کے یہودی ہوں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۵۶۔ ج ۳ ص ۱۲۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۰۰۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهِ اِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَهٰذَا الشَّهْرَ، يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ابن عیینہ از عبیداللہ بن ابی یزید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی دن کے روزے کو اس کے غیر پر فضیلت دی ہو سوائے یوم عاشوراء کے روزہ کے اور اس مہینہ یعنی رمضان کے مہینہ کے روزہ

(سنن نسائی:۲۳۶۶) کے سوا۔

یوم عاشوراء اور یوم عرفہ میں فضیلت کے تعارض کا جواب

ایک حدیث میں ہے کہ تمام ایام میں افضل یوم' یوم عرفہ ہے اور زیر نظر حدیث میں مذکور ہے کہ تمام ایام میں افضل یوم عاشوراء ہے اور یہ تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یوم عاشوراء کی فضیلت روزہ رکھنے کی وجہ سے ہے اور یوم عرفہ کی فضیلت حج کرنے کی وجہ سے ہے' سو فضیلت کی وجہیں الگ الگ ہیں۔

۲۰۰۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو اسلم کے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جو کھا چکا ہے وہ بقیہ دن روزے سے رہے اور جس نے کچھ نہیں کھایا تو وہ بقیہ دن روزے سے رہے کیونکہ یہ دن عاشوراء کا دن ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

عاشوراء کے منفرد روزہ کی کراہت کے متعلق احادیث

اس سے پہلے جس قدر احادیث گزری ہیں' ان میں عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا جواز اور استحباب بیان کیا گیا ہے لیکن بعض احادیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ عاشوراء کا منفرد روزہ نہ رکھا جائے' اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی روزہ رکھا جائے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عاشوراء کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو' اس سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھو یا اس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ (صحیح ابن خزیمہ:۲۰۹۵' ابن عدی ج ۳ ص ۹۵۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۷' مسند البزار:۱۰۵۲' مسند الحمیدی:۴۸۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱' مسند احمد:۲۱۵۴۔ ج ۴ ص ۵۲' موسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن ابی لیلیٰ ہے اور وہ بد حافظہ ہے اور داؤد بن علی ہے' حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں ہے' تاہم درج ذیل حدیث' صحیح السند ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (محرم کی) نو اور دس تاریخ کو روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔

(مصنف عبد الرزاق:۷۸۳۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۷)

اور اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وہ دن ہے جس دن کی یہود اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب آئندہ سال ہوگا تو ہم ان شاء اللہ نو محرم کا روزہ رکھیں گے' حضرت ابن عباس نے کہا: پھر جب آئندہ سال آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے تھے۔ (صحیح مسلم:۱۱۳۴' الرقم المسلسل:۲۶۴۵' سنن ابوداؤد:۲۴۴۵)

فقہاء شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک عاشوراء کے منفرد روزہ کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عاشوراء نو محرم کو ہے' اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ عاشوراء دس محرم کو ہے۔

امام شافعی ان کے اصحاب' امام احمد' اسحاق اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ نو اور دس دونوں تاریخوں کو روزہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس محرم کو روزہ رکھا تھا اور نو محرم کو روزہ رکھنے کی نیت کی تھی اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نو محرم کو روزہ رکھنے کا سبب یہ ہے کہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ (شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۰۴۹-۳۰۴۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں ضرور نو محرم کو روزہ رکھوں گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۲۱۳- ج ۵ ص ۲۸۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی سند قوی ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک عاشوراء کے منفرد روزہ کا حکم

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ صرف عاشوراء کا روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں یہود کی مشابہت ہے اور عام فقہاء نے اس کو مکروہ نہیں کہا کیونکہ یہ فضیلت والے ایام میں سے ہے' لہٰذا روزہ رکھنے کی کراہت کی تلافی اس دن کی فضیلت سے ہو جاتی ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ مستحب ہے جب کہ اس سے ایک روز پہلے یا ایک روز بعد بھی روزہ رکھا جائے تاکہ اہل کتاب کی مخالفت ہو' اسی طرح البدائع میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۰۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ) (میں کہتا ہوں کہ البدائع کی عبارت من وعن ایسی نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

"کتاب الصیام" کی تکمیل

"کتاب الصیام" میں شروع سے لے کر یہاں تک صحیح بخاری میں ۱۷۵ حدیثیں ہیں' ان میں ۳۶ تعلیقات ہیں باقی احادیث موصولہ ہیں' اور ان میں ۶۸ احادیث مکررہ ہیں اور خالص ۸۹ حدیثیں ہیں۔

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین' آج ۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ/ ۱۹ نومبر ۲۰۰۷ء "کتاب الصیام" مکمل ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے' موافقین کے لیے اسے موجب استقامت بنائے اور مخالفین کے لیے اس کو سبب ہدایت بنائے اور جس طرح "کتاب الصیام" کی شرح مکمل کرائی ہے' اسی طرح پوری صحیح البخاری کی شرح مکمل کرا دے۔ میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور میرے احباب کی' میرے تلامذہ اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے۔

(آمین یا رب العٰلمین)

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم' ربّنا واجعلنا مسلمین لک

وتب علینا انک انت التواب الرحیم O

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۱- كِتَابُ التَّرَاوِيْحِ

تراویح کا بیان

''تراویح'' ''ترویحة'' کی جمع ہے' دو دوگانہ اور چار رکعات کے بعد جو بیٹھتے ہیں' اس کو ''ترویحة'' کہتے ہیں' کیونکہ چار رکعات پڑھنے کے بعد جو تھکاوٹ ہوتی ہے' اس کے بعد بیٹھنے سے اس میں قدرے آرام مل جاتا ہے۔

۱ - بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ — جس نے رمضان میں قیام کیا' اس کی فضیلت

یہ باب قیامِ رمضان کی فضیلت میں ہے' خواہ وہ تراویح پڑھے یا رمضان میں کچھ دیر قیام کرکے نوافل پڑھے یا تہجد کی نماز پڑھے۔

۲۰۰۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِرَمَضَانَ مَنْ قَامَهُ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا' غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے رمضان کے مہینہ میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا' اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں گزر چکی ہے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے اس پر دلائل کہ نیک اعمال سے صرف صغائر کی مغفرت ہوتی ہے اور کبائر کی مغفرت توبہ سے ہوتی ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' لیکن علماء اہل سنت نے یہ کہا ہے کہ اس عمل سے اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف کیے جائیں گے کیونکہ کبیرہ گناہ صرف توبہ سے یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے معاف ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ نیک

اعمال سے اور کبائر سے اجتناب کی وجہ سے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہ صرف توبہ سے یا شفاعت سے معاف ہوتے ہیں' اس کی دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوتے ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳' الرقم المسلسل: ۵۴۱' سنن ترمذی: ۲۱۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۴)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ نیک اعمال سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور کبائر شفاعت سے معاف ہوتے ہیں' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۳۹' سنن ترمذی: ۲۴۳۴۔ ۲۴۳۵' سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۰)

کبیرہ گناہ توبہ سے یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے معاف ہوتے ہیں' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ. (النساء: ۱۷)

توبہ کی مقبولیت اللہ پر صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو جہالت سے گناہ کر بیٹھیں' پھر عنقریب توبہ کر لیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ (اپنے فضل سے حتماً) قبول فرماتا ہے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ. (المائدہ: ۳۹)

پھر جس نے (اپنی جان پر) ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

کبائر سے اجتناب کرنے کی وجہ سے صغائر معاف ہو جاتے ہیں' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ. (النساء: ۳۱)

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

نیک اعمال کرنے سے صغیرہ گناہ معاف ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (ھود: ۱۱۴)

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اس آیت میں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں' پس واضح ہوا کہ کبائر سے اجتناب کی وجہ سے اور نیک اعمال کی وجہ سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ان مذکورہ دلائل کی وجہ سے اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ رمضان میں نوافل میں قیام کی وجہ سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور کبائر صرف توبہ سے یا شفاعت سے یا محض اللہ کے فضل سے معاف ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رمضان کے مہینہ میں قیام کی وجہ سے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' پچھلے گناہوں کی معافی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن آئندہ کے گناہ جو ابھی کیے ہی نہیں' ان کی معافی کی کیا توجیہ ہے؟

علامہ عینی اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی اس سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ اس کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے محفوظ رکھے گا اور آئندہ اس سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہوگا یا اس میں یہ بشارت ہے کہ اگر اس سے آئندہ گناہ ہوئے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے

گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ عَلٰى ذٰلِكَ، ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے مہینہ میں قیام کیا' اس کے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ ابن شہاب نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور (لوگوں کا عمل) اسی پر برقرار رہا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں اور اس حدیث سے پہلی حدیث میں بھی گزر چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر کی خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد میں تراویح کا معمول

اس حدیث میں مذکور ہے: لوگوں کا عمل اسی پر برقرار رہا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابن وہب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تو لوگ اس وقت مسجد کے ایک گوشے میں رمضان کے مہینہ میں نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ لوگ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں' آپ نے فرمایا: انہوں نے صحیح کام کیا اور یہ بہت اچھا ہے۔

اس حدیث کا حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس میں ایک راوی مسلم بن خالد ہے اور وہ ضعیف ہے اور محفوظ حدیث یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۱۰ - وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ، فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ، ثُمَّ عَزَمَ

از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از عبدالرحمان بن عبد القاری' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں ایک رات مسجد کی طرف گیا تو لوگ مختلف ٹولیوں میں نماز پڑھ رہے تھے' ایک شخص اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور کچھ لوگ کسی کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے' حضرت عمر نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ میں ان سب کو اگر ایک قاری (امام) کی اقتداء میں جمع کر دوں تو زیادہ بہتر ہوگا' پھر حضرت عمر نے پختہ ارادہ کر لیا اور ان کو حضرت

فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ، وَالَّتِيْ يَنَامُوْنَ اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ يَقُوْمُوْنَ، يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ. (موطأ امام مالک: کتاب الصلوٰۃ فی رمضان باب: ۲- ج ۱ ص ۷۳، المکتبۃ التوفیقیہ)

اُبی بن کعب کی اقتداء میں جمع کر دیا' پھر میں دوسری رات کو ان کے ساتھ گیا اور سب لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر نے کہا: یہ اچھی بدعت ہے اور جس نماز کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں' وہ اس نماز سے افضل ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں' ان کی مراد رات کے آخری حصہ کی نماز تھی اور لوگ رات کے اوّل حصہ میں قیام کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبدالرحمان بن عبدالقاری کا ذکر ہے' اس میں قارہ بن ریش کی طرف نسبت ہے' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مسلمانوں کے بیت المال کے عامل تھے' ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔ ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' حضرت عمر نے ان کو تراویح کا امام بنادیا تھا کیونکہ ان کی قراءت سب سے عمدہ تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اُن میں زیادہ قاری ہو' وہ ان کی امامت کرائے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۵' سنن ابوداؤد: ۵۸۲' سنن نسائی: ۷۷۶' سنن ابن ماجہ: ۹۸۰)

امام سعید بن منصور نے عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا' وہ مردوں کو نماز پڑھاتے تھے اور حضرت تمیم الداری عورتوں کو نماز پڑھاتے تھے اور یہ جماعتیں الگ الگ وقتوں میں ہوتی تھیں۔

بدعت کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں' اگر وہ کام شرعاً نیک ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ کام شرعاً برا ہو تو وہ بدعت قبیحہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور شریعت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جو سنت کے خلاف ہو' اس لیے بدعت مذموم ہوتی ہے' اور تحقیق یہ ہے کہ اگر وہ نیا کام ایسے کام کے تحت داخل ہو جو شرعاً نیک ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ نیا کام ایسے کام کے تحت ہو جو شرعاً برا ہو تو وہ بدعت قبیحہ ہے ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں الخ

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۴' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: وہ پانچ قسمیں یہ ہیں: (۱) واجب (۲) مستحب (۳) مباح (۴) مکروہ تنزیہی (۵) مکروہ تحریمی۔

رمضان میں تہجد کی نماز پڑھنا تراویح سے افضل ہے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جس نماز کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں' وہ اس نماز سے افضل ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں۔ ان کی مراد رات کے آخری حصہ کی نماز تھی اور لوگ رات کے اوّل حصہ میں قیام کرتے تھے۔

علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جو لوگ نماز تراویح کے وقت سو جاتے ہیں' وہ ان سے افضل ہیں جو نماز تراویح پڑھتے ہیں' ان کی مراد یہ تھی کہ جو رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھتے ہیں' اس میں یہ تصریح ہے کہ رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنا رات کے اوّل حصہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے یعنی تہجد پڑھنا تراویح پڑھنے سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۴' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نمازِ تہجد' تراویح سے اس لیے افضل ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ دعا کرنے والوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۲۲)

ائمہ اربعہ کے نزدیک تراویح کی رکعات کی تعداد بیس ہے

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

قیامِ رمضان میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ وتر کے ساتھ اکتالیس (۴۱) رکعات پڑھی جائیں' اور یہ اہل مدینہ کا قول ہے' اور مدینہ میں اسی پر عمل ہوتا تھا اور اکثر اہل علم کا مذہب وہ ہے جو حضرت علی' حضرت عمر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں۔ یہ سفیان ثوری' ابن المبارک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے' اور امام شافعی نے کہا: میں نے اسی طرح اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو پایا' وہ بیس رکعت پڑھتے تھے اور امام احمد نے کہا: اس مسئلہ میں کئی اقوال نقل کیے گئے ہیں اور انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا اور اسحاق نے کہا: بلکہ ہم اکتالیس رکعت اختیار کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اُبی بن کعب سے مروی ہے اور ابن المبارک اور احمد اور اسحاق کا مختار یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں امام کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور امام شافعی کا مختار یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قراءت کر سکتا ہو تو وہ تنہا پڑھے۔ (سنن ترمذی ص ۲۵۴۔ ۲۵۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ' اپنی سند کے ساتھ یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تئیس رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصلوٰۃ فی رمضان' باب: ۲۔ حدیث: ۵۔ ج ۱ ص ۳۷' المکتبۃ التوفیقیہ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قیامِ رمضان کی رکعات میں اختلاف ہے' ہم اس میں سے مختصراً لکھتے ہیں:

امام مالک نے از محمد بن یوسف از السائب بن یزید روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعات پڑھائیں اور قاری سو آیتوں یا اس سے زیادہ آیتوں والی سورتیں پڑھتا تھا حتیٰ کہ ہم طولِ قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے اور ہم فجر کے قریب فارغ ہو کر لوٹتے تھے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصلوٰۃ فی رمضان۔ باب: ۲۔ حدیث: ۴' ج ۱ ص ۳۷' المکتبۃ التوفیقیہ)

علامہ داؤدی وغیرہ نے کہا ہے کہ امام مالک کی یہ روایت یزید بن رومان کی اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں رمضان میں تئیس رکعت کے ساتھ قیام کا ذکر ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا تھا اور وہ ان رکعات میں بہت زیادہ قراءت کرتے تھے' پھر بعد میں حضرت عمر نے رکعات زیادہ کر کے تئیس رکعات کر دیں' جیسے کہ یزید بن رومان کی روایت ہے اور

یہی سفیان ثوری کا' فقہاء احناف کا' امام شافعی کا اور امام احمد کا قول ہے' حضرت معاویہ رضی اللہ کے زمانہ تک اسی پر عمل رہا' پھر لوگوں کے اوپر لمبی قراءت کی وجہ سے لمبا قیام دشوار ہوا تو انہوں نے قراءت کم کر دی اور رکعات زیادہ کر دیں' پھر وہ انتالیس رکعات پڑھتے تھے' جس میں تین رکعات وتر کی ہوتی تھیں' پھر اسی پر لوگوں کا عمل رہا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قاضی ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

تراویح کی رکعات میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کا ایک قول اور امام ابو حنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور داؤد کا قول یہ ہے کہ وتر کے سوا تراویح کی بیس رکعت پڑھی جائیں اور ابن القاسم نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنا مستحسن ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل کے نزدیک مختار یہ ہے کہ تراویح کی رکعات کی تعداد بیس ہے' سفیان ثوری' امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی مؤقف ہے' اور امام مالک نے کہا: تراویح کی رکعات چھتیس ہیں' ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ کی اقتداء میں جمع کیا اور وہ ان کو بیس رکعت پڑھاتے تھے' اسی طرح امام مالک نے یزید بن رومان سے بیس رکعت کی روایت کی ہے' اور حضرت علی رضی اللہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے اور یہ اجماع کی مثل ہے۔

امام مالک نے اہل مدینہ کے طریقہ پر عمل کیا ہے کیونکہ اہل مدینہ نے اہل مکہ کی مساوات کا ارادہ کیا کیونکہ اہل مکہ ہر دو ترویحوں کے درمیان سات طواف کرتے تھے' تو اہل مدینہ نے چار رکعات کو سات طواف کے مساوی قرار دیا' تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا جو طریقہ تھا' وہ اتباع کے زیادہ لائق ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۶۷۔ ۳۶۶ ملخصاً' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تراویح سنت ہے یا نفل ہے' امام حمید الدین ضریری نے کہا ہے کہ نفس تراویح سنت ہے اور اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے۔

تراویح کی تعداد بیس رکعات ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' قاضی نے اس کو جمہور علماء سے نقل کیا ہے' اکثر مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اس میں قرآن مجید کو ختم کرنا سنت ہے' لوگوں کی سُستی کی وجہ سے اس کو ترک نہ کیا جائے۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابو عثمان نہدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے تین قُراء کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ نماز میں جلدی جلدی بیس سے تیس سورتوں تک قرآن مجید پڑھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۹۔ ۲۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غیر مقلدین کے آٹھ رکعت تراویح پر دلائل اور ان کے جوابات

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

ہمارے استاذ العلماء حضرت مولانا نذیر حسین رحمانی کی کتاب مستطاب انوار المصابیح کا مطالعہ کیا جائے' جو اس موضوع کے "ما هو وما عليه" پر اس قدر جامع مدلل کتاب ہے کہ اب اس کی نظیر ممکن نہیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۴۳)

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل سید محمد نذیر حسین دہلوی متوفی ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

پس واضح ہو کہ احادیث صحیحہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تراویح کی مع وتر کے گیارہ رکعتیں ثابت ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے:

ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز رمضان میں کیوں کر تھی؟ یعنی آپ رمضان میں تراویح کی کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ پس حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں' یعنی آں حضرت کی نماز تراویح کی تعداد گیارہ تھی۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۳۵ 'مکتبۃ المعارف الاسلامیہ' گوجرانوالہ)

شیخ نذیر حسین نے حدیث کے ترجمہ میں زبردست تلبیس اور تحریف کی ہے۔ اس حدیث میں نمازِ تراویح کا بالکل ذکر نہیں ہے' شیخ نذیر حسین نے اپنی مطلب برآری کے لیے اپنی طرف سے حدیث میں تراویح کا لفظ داخل کیا ہے' ہم حدیث کا عربی متن اور اس کا ترجمہ لکھ رہے ہیں' اس سے ان کی تحریف واضح ہو جائے گی:

حدثنا اسماعیل قال حدثنی مالك عن سعید المقبری عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سال عائشة رضی اللّٰه عنها کیف کانت صلوة رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة' یصلی اربعا فلا تسال عن حسنهن وطولهن' ثم یصلی اربعا فلا تسال عن حسنهن وطولهن' ثم یصلی ثلاثا. فقلت یا رسول اللّٰه اتنام قبل ان توتر؟ قال یا عائشة' ان عینی تنامان' ولا ینام قلبی.

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان' آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت پڑھتے' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۳)

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نماز کے متعلق خبر دی ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں مشترک ہے' اور جو نماز رمضان اور غیر رمضان میں مشترک ہے' وہ تہجد ہے تراویح نہیں ہے' سو سید نذیر حسین اور عام غیر مقلدین کا اس نماز کو تراویح پر محمول کرنا تلبیس اور تحریف کے سوا اور کیا ہے!

سید نذیر حسین نے اپنے مؤقف پر دوسری دلیل یہ دی ہے:

حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھایا کریں۔ سند اس کی بہت صحیح ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۳۵ 'مکتبۃ المعارف الاسلامیہ' گوجرانوالہ)

اب اس حدیث کی سند کا حال سن لیں!

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی طرف جو یہ روایت منسوب ہے کہ آپ نے گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا' میرے نزدیک زیادہ غالب یہ ہے کہ یہ وہم ہے۔

امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شخص کو مقرر کیا جو اُن کو بیس رکعات پڑھائے۔

السائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے عہد میں نماز کے قیام سے لوٹتے تو صبح ہونے والی ہوتی تھی اور حضرت عمر کے عہد میں تئیس رکعت قیام ہوتا تھا۔

یہ اس صورت پر محمول ہے کہ تین رکعت وتر ہوتے تھے اور بیس رکعت تراویح ہوتی تھیں۔

امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں رمضان میں تئیس رکعت ہوتی تھیں۔

یہ تمام احادیث اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ گیارہ رکعت کی روایت وہم اور غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ تئیس رکعت پڑھی جاتی تھیں یا اکیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔ (الاستذکار ج ۵ ص ۱۵۶۵۔ ۱۵۴ ملخصاً 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی کی یہ تصریح کہ بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے

غیر مقلدین حضرات پر حجت قاطعہ ان کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ کی درج ذیل عبارت ہے:

صحیح بخاری کی اس حدیث (۲۰۱۳) میں رکعات کی تعداد کا ذکر نہیں ہے' اور معروف یہ ہے جس پر جمہور ہیں کہ یہ بیس رکعات دس سلاموں کے ساتھ ہیں اور یہ پانچ ترویحات ہیں' اور ہر ترویحہ میں چار رکعات ہیں' وتر کے علاوہ اور اس کی تین رکعات ہیں' اور سنن بیہقی میں حضرت السائب بن یزیدؓ سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں رمضان کے مہینہ میں بیس رکعات ہوتی تھیں اور موطأ امام مالک میں یزید بن رومان کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تئیس رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے' اور ایک روایت میں گیارہ رکعت کا ذکر ہے اور امام بیہقی نے ان روایتوں کو جمع کیا ہے کہ پہلے لوگ گیارہ رکعت پڑھتے تھے' پھر بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا یہ معمول اجماع کی مثل ہے۔

(عون الباری ج ۲ ص ۸۶۱ 'دار الرشید' حلب' سوریا)

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا بیس رکعات تراویح پڑھنا

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

السائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں اکیس رکعات پر جمع کیا' وہ نماز میں سو یا سو سے زیادہ آیات پڑھتے اور نمازِ فجر کے قریب لوٹتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۷۶۰۔ ج ۴ ص ۲۰۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ اکیس رکعات اس صورت میں ہیں جب وہ بیس رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے اور بعض صحابہ کے نزدیک وتر کی ایک رکعت بھی ہو جاتی تھی اور یہ اجتہادی مسئلہ تھا۔

السائب بن یزید نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نماز کے قیام سے اس وقت فارغ ہوتے تھے' جب نمازِ فجر کا وقت قریب ہو جاتا تھا اور ہم حضرت عمر کے عہد میں تئیس رکعات کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۷۶۳۔ ج ۴ ص ۲۰۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ تئیس رکعات اس صورت میں ہیں جب وہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شُتیر بن شکل بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں بیس رکعات پڑھی جاتی تھیں اور وتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوالحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے رمضان میں ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعات پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۶۸' الاستذکار ج ۵ ص ۱۵۵' الجوہر النقی للماردینی ج ۲ ص ۴۹۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۷)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعات پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نافع بن عمر نے بیان کیا کہ حضرت ابن ابی مُلیکہ ہم کو رمضان میں بیس رکعات پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ رمضان کے مہینہ میں مدینہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حارث بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کو رمضان کے مہینہ میں رات کو بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحات (بیس رکعتیں) پڑھتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ وتر سمیت تیئیس رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن عبید بیان کرتے ہیں کہ علی بن ربیعہ رمضان میں لوگوں کو پانچ ترویحات اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

غیر مقلدین حضرات کو بیس رکعات تراویح کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات ہیں' اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بیس رکعات تراویح پڑھنے کا حکم دیا ہے اور حدیث میں ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت اور ان کے طریقہ کو اختیار کرنا لازم ہے:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو بہت بلیغ نصیحت کی جس سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل خوف زدہ ہو گئے' پس ایک شخص نے کہا: یہ تو رخصت ہونے والے شخص کی نصیحت معلوم ہوتی ہے تو یا رسول اللہ! آپ ہم سے کون سا عہد لیتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور خواہ تم پر حبشی غلام کو امیر بنا دیا جائے تم اس کے احکام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا' سو تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا اور تم (بری) بدعات سے اجتناب کرنا کیونکہ یہ گمراہی ہیں' پس تم میں سے جو شخص بدعات کو دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرے اور اس سنت کو اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ پکڑ لے۔

(سنن ترمذی: ۲۶۸۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۰۷' سنن ابن ماجہ: ۴۲' شرح مشکل الآثار: ۱۱۸۶' المعجم الکبیر: ۶۱۷۔ ج ۱۸' المستدرک ج ۱ ص ۹۶۔ ۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۱۴۴۔ ج ۲۸ ص ۳۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما' خلفاء راشدین میں سے ہیں اور بیس رکعات تراویح پڑھنا ان کی سنت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنے کو لازم قرار دیا ہے' لہٰذا تراویح کا بیس رکعات ہونا لازم ہے' نیز ہم نے بیان کیا ہے کہ جمہور صحابہ' فقہاء تابعین' ائمہ مجتہدین اور مسلمانوں میں سلف اور خلف کا طریقہ بیس رکعات تراویح پڑھنا ہے اور اس سے کم' یعنی آٹھ رکعات پڑھنے کو لازم قرار دینا' ان سب کی مخالفت ہے اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء:۱۱۵)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے ۝

غیر مقلدین کو اس وعید سے ڈرنا چاہیے اور بیس رکعت تراویح کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے اور اس کو بدعت کہنے سے رجوع کرنا چاہیے کیونکہ بیس رکعت تراویح خلفاء راشدین کی سنت ہے اور نبی ﷺ نے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنے کو لازم قرار دیا ہے اور غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں نے اس کو بہ منزلہ اجماع قرار دیا ہے' لہٰذا غیر مقلدین حضرات کو مسلمانوں کے اجماعی طریقہ کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔

۲۰۱۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى' وَ ذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے اور اس کی تفصیل آئندہ حدیث میں آ رہی ہے۔

۲۰۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ' اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّيْلِ' فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ' وَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلٰوتِهٖ' فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا' فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهٗ' فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا' فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ' فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَصَلَّوْا بِصَلٰوتِهٖ' فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ' حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ' فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ' فَتَشَهَّدَ' ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ' فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ آدھی رات کے وقت نکلے' پس آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور کچھ مردوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر صبح لوگوں نے ایک دوسرے سے اس کا ذکر کیا تو ان میں سے بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے' پس انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر صبح ان لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو پھر (اس سے بھی) زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور تیسری رات کو مسجد بھر گئی' پھر رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر آئے' پس آپ نے نماز پڑھی' سو لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر جب چوتھی رات آئی تو اتنے زیادہ لوگ آ گئے کہ مسجد ان سے تنگ ہو گئی' حتیٰ

مَّكَانُكُمْ وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا. فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ.

کہ آپ صبح کی نماز کے لیے گھر سے نکلے' جب آپ نے فجر کی نماز پڑھالی تو آپ نے لوگوں کی طرف منہ کیا' پھر کلمہ شہادت پڑھا' پھر فرمایا: تاہم اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد کے بعد یہ کہنا ہے کہ تمہاری جگہ (تمہارا نماز کا شوق) مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی' پھر تم اس کو پڑھنے سے عاجز آ جاؤ گے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور (اس نماز کا) معاملہ اسی طرح برقرار رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۱۳ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهَا عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً' يُصَلِّيْ اَرْبَعًا' فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ' ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا' فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ' ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا. فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ قَالَ يَا عَائِشَةُ' اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از ابوسلمہ بن عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان' آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت پڑھتے' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۷ میں گزر چکی ہے اور یہاں تراویح کی بحث میں بھی ہم نے اس کی وضاحت کی ہے۔

تراویح کی احادیث کی تکمیل

الحمد للّٰه رب العٰلمين والصلٰوة والسلام على سيّدنا محمد خاتم النبيّين.

آج ۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ/۲۱ نومبر ۲۰۰۷ء' بہ روز بدھ تراویح کی احادیث کی شرح مکمل ہو گئی۔ الٰہ العٰلمین! صحیح بخاری کی باقی احادیث کی شرح بھی مکمل کرا دینا اور میرا' میرے قارئین کا خاتمہ ایمان پر کرنا اور ہماری مغفرت فرما دینا۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۲ - كِتَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

لیلۃ القدر کی فضیلت کا بیان

اس باب میں لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کی گئی ہے لیلۃ القدر کا معنی ہے: وہ رات جس میں اللہ تعالیٰ ایک سال کے معاملات کا فیصلہ فرماتا ہے قدر کا معنی قدر ومنزلت اور شرف بھی ہے یعنی یہ رات بہت شرف والی ہے اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات میں قدر ومنزلت اور عزت اور شرف والی کتاب نازل فرمائی ہے یا اس رات میں اللہ تعالیٰ بہت مکرم اور قدر والے فرشتے نازل فرماتا ہے یا اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کے لیے رحمت کو مقدر فرما دیتا ہے۔

قدر کا معنی تنگی بھی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ. (الطلاق:۷) اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو۔

اور یہاں پر معنی یہ ہے کہ اس رات اس قدر زیادہ فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے اور قدر کا معنی قضاء وقدر اور تقدیر کے معاملات بھی ہیں کیونکہ اس رات میں سال بھر میں ہونے والے امور کے احکام فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ○ (الدخان:۴) اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے ○

١ - بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

لیلۃ القدر کی فضیلت

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلَآئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ○ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○﴾ (القدر).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے ○ اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟ ○ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے ○ اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں ○ یہ رات طلوع فجر ہونے تک سلامتی والی ہے ○ (سورۃ القدر)

اس سورت میں پانچ آیات ہیں ضحاک مقاتل اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

سورۃ القدر کی آیات کی تفسیر

اس سورت میں فرمایا ہے: بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہےO(القدر:۱)

یعنی مکمل قرآن مجید کو ایک ہی مرتبہ شب قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف نازل فرمایا' پھر ہم نے اس کو بیت العزت میں رکھا اور جبریل علیہ السلام نے فرشتوں کو لکھوایا' پھر حضرت جبریل نے اس کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تدریجاً نازل کیا اور تئیس سال کی مدت میں اس کو مکمل نازل فرمایا' پھر فرمایا:

اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟O(القدر:۲)

یعنی محض آپ کی عقل اس کی انتہائی فضیلت کا ادراک نہیں کر سکتی۔

شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہےO(القدر:۳)

علامہ واحدی نے مجاہد سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جو اللہ کی راہ میں ایک ہزار سال تک ہتھیاروں سے مسلح رہا' مسلمانوں کو اس پر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' جس کا حاصل یہ ہے کہ تمہیں ایک رات ایسی دے دی ہے جو اس مجاہد کے ہزار سال تک مسلح رہنے سے بہتر ہے۔

اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے زمان میں شمسون یا شمعون نام کے ایک نبی تھے' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے ایک ہزار ماہ تک کافروں سے قتال کیا اور اس عرصہ میں انہوں نے کپڑے اتارے نہ ہتھیار اتارے' تو صحابہ نے کہا: کاش! ہماری عمر بھی اتنی طویل ہوتی تو ہم بھی ان کی طرح قتال کرتے' تب یہ آیت نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی کہ شب قدر حضرت شمسون یا شمعون کے ایک ہزار ماہ کے جہاد سے زیادہ افضل ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ علامہ واحدی نے جس مجاہد کا ذکر کیا ہے' وہ بھی حضرت شمعون علیہ السلام ہی تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل میں چار آدمی تھے جنہوں نے اسی (۸۰) سال عبادت کی اور پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو بہت تعجب ہوا' پھر آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: اے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کی امت ان لوگوں کی اسی سال کی عبادت پر تعجب کر رہی ہے جنہوں نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی' اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے لیے اس سے افضل چیز (شب قدر) نازل کی ہے' پھر اس آیت کی تلاوت کی:

اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیںO یہ رات طلوعِ فجر ہونے تک سلامتی ہےO(القدر:۵-۴)

مجاہد نے کہا: فرشتوں کا اور حضرت جبریل کا اس رات آپ پر سلام پڑھنا' آپ پر تمام مخلوق کے سلام پڑھنے سے بہتر ہے۔ اس میں فرمایا ہے: "وہ ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں" اس سے مراد یہ ہے کہ اس سال سے اگلے سال تک جو معاملات بھی وقوع پذیر ہونے ہوں' ان کے متعلق قضاء وقدر کے احکام لے کر نازل ہوتے ہیں۔

ضحاک نے کہا: اللہ تعالیٰ اس رات میں صرف سلامتی کو مقدر فرماتا ہے' اور دوسری راتوں میں مصائب اور سلامتی دونوں کو نازل فرماتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ شب قدر میں فرشتے غروبِ آفتاب سے لے کر طلوعِ فجر تک مسجد میں عبادت کرنے والوں پر سلام پڑھتے رہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۵-۱۸۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورۃ القدر کے باقی مضامین ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں انتہائی تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْاٰنِ ﴿مَا اَدْرَاكَ﴾ فَقَدْ اَعْلَمَهٗ، وَمَا قَالَ ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ﴾ فَاِنَّهٗ لَمْ يُعْلِمْهُ.

سفیان بن عیینہ نے کہا: قرآن مجید میں جس جگہ ''آپ کیا سمجھے'' آیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا علم آپ کو بتا دیا ہے اور جس جگہ ''آپ کیا سمجھیں گے'' آیا ہے اس کا علم آپ کو نہیں بتایا۔

تعلیق مذکور کی شرح میں علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر اعتراض

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ مغلطائی نے لکھا ہے کہ تفسیر ابن عیینہ میں یہ عبارت موجود ہے' حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں نے حافظ الضیاء کی لکھی ہوئی تفسیر ابن عیینہ کو دیکھا' اس میں یہ عبارت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۶' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:

اس عبارت سے بے ادبی ظاہر ہوتی ہے' حافظ الضیاء کے لکھے ہوئے نسخہ میں اس عبارت کا نہ ملنا اس کو کب مستلزم ہے کہ تفسیر ابن عیینہ کے کسی بھی نسخہ میں یہ عبارت نہ ہو' آخر امام بخاری نے کسی نہ کسی نسخہ سے تو یہ عبارت نقل کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۵' موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن عیینہ کے قاعدہ پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: سفیان بن عیینہ کا مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب قدر کی معین تاریخ کا علم تھا' پھر لکھتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید میں جہاں ''وما یدریك'' آیا ہے' اس کا علم آپ کو نہیں دیا گیا' کیونکہ اس کے خلاف یہ آیت ہے: حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم کے متعلق آپ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝ (عبس: ۳)

اور آپ کو کیا پتا شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا ۝

ابن عیینہ کے قاعدہ کے مطابق چونکہ اس آیت میں ''وما یدریك'' ہے' اس لیے آپ کو یہ علم نہیں ہونا چاہیے تھا کہ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم نے پاکیزگی حاصل کر لی ہے حالانکہ آپ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ ان کو آپ کی نصیحت سے فائدہ ہوا اور انہوں نے پاکیزگی حاصل کر لی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۶' عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۵)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض صرف سفیان بن عیینہ پر نہیں ہے بلکہ امام بخاری پر بھی ہے کیونکہ امام بخاری نے سفیان بن عیینہ کے حوالے سے یہ قاعدہ نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں ''وما یدریك'' آیا ہو' اس چیز کا علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیا گیا' بلکہ اصل اور قوی اعتراض تو امام بخاری پر ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ کی تفسیر تو اب دستیاب نہیں ہے اور جن کے پاس یہ تفسیر تھی ان کو بھی اس تفسیر میں یہ عبارت نہیں ملی' لیکن صحیح بخاری تو عام دستیاب ہے اور اس میں یہ عبارت موجود ہے اور چونکہ اس میں یہ عبارت موجود ہے کہ قرآن مجید میں جہاں ''وما یدریك'' ہے اس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیا گیا اور امام بخاری نے بغیر رد کیے ہوئے اس عبارت کو اپنی تعلیق میں نقل کیا ہے' اس لیے صحیح بخاری کے عام قارئین تو یہ سمجھیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم نہیں ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بدعقیدگی میں اور خلاف قرآن عقیدہ رکھنے میں مبتلا ہوں گے کیونکہ عام قارئین کے پاس تو فتح الباری اور عمدۃ القاری نہیں ہوتی اور ہے بھی تو صحیح بخاری کی ہر ہر تعلیق کی شرح پر ان کی نظر نہیں ہوتی اور اس بدعقیدگی کی اشاعت کے ذمہ دار امام بخاری ہیں' اگر وہ اپنی تعلیق

میں ابن عیینہ کے اس قاعدہ کو نقل نہ کرتے اور اگر نقل کیا تھا تو ساتھ ہی اس کا رد بھی کر دیتے تو اس خلافِ قرآن عقیدہ اور نبی ﷺ کے علم کی تنقیص کی اشاعت نہ ہوتی اور یہ سب کیا دھرا امام بخاری کی اس تعلیق کا ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کو جزاء خیر عطا فرمائے جنہوں نے امام بخاری کی اس تعلیق کی خرابی پر مطلع اور متنبہ کیا۔

۲۰۱۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ وَاِنَّمَا حَفِظَ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے اس حدیث کو محفوظ رکھا اور انہوں نے اس کو صرف زہری سے محفوظ رکھا تھا از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے (بھی) پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اس حدیث کی روایت میں سفیان کی متابعت سلیمان بن کثیر نے کی ہے از زہری۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں کر دی گئی ہے اور یہاں نعمۃ الباری میں بھی لیلۃ القدر کے تعارف میں اس کی تفصیل کر دی گئی ہے اور تراویح کی بحث میں یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ قاعدہ کے مطابق پچھلے گناہوں کی معافی سے مراد صغیرہ گناہوں کی معافی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو کبیرہ گناہوں کے عذاب میں تخفیف فرما دے یا چاہے تو ان کو بالکل معاف فرما دے۔

۲ - بَابُ اِلْتِمَاسِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ

آخری سات راتوں میں شبِ قدر کو تلاش کرنا

۲۰۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو لیلۃ القدر آخری سات دنوں میں خواب میں دکھائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات دنوں کے موافق ہو گیا ہے پس جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنے والا ہو وہ اس کو آخری سات دنوں میں تلاش کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۶۵' الرقم المسلسل: ۲۶۵۰' سنن کبریٰ: ۳۳۹۷' مسند الحمیدی: ۶۳۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۴۱۹' المنتقیٰ: ۴۰۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۸' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۲۲' مسند ابوداؤد طیالسی: ۱۹۳۵' مسند احمد ج ۲ ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۴۷۔ ج ۸ ص ۱۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

لیلۃ القدر کو آخری سات راتوں یا آخری دس راتوں میں تلاش کرنے کی حدیثوں میں تطبیق

ظاہر یہ ہے کہ مہینہ کے آخری سات دنوں سے مراد مہینہ کے آخری ایام ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان سات دنوں سے وہ ایام مراد ہیں جن کی پہلی رات بائیسویں ہے اور آخری رات اٹھائیسویں ہے' پہلے قول کے مطابق ان میں اکیسویں اور تیسویں رات داخل نہیں ہوگی اور دوسرے قول کے مطابق اس میں تیسویں رات تو داخل ہوگی' لیکن انتیسویں رات داخل نہیں ہوگی اور امام بخاری نے کتاب التعبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ کچھ لوگوں کو آخری سات دنوں میں شب قدر دکھائی گئی اور کچھ لوگوں کو آخری دس دنوں میں شب قدر دکھائی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو آخری سات دنوں میں تلاش کرو اور امام احمد نے ابن عیینہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایک شخص نے ستائیسویں شب میں شب قدر کو دیکھا اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شب قدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو' اگر تم میں سے کوئی شخص کمزور ہو جائے یا عاجز ہو جائے تو آخری سات راتوں میں مغلوب نہ ہو۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٢٠١٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَعِيْدٍ، وَكَانَ لِىْ صَدِيْقًا، فَقَالَ اِعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ مِنْ رَّمَضَانَ، فَخَرَجَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ فَخَطَبَنَا، وَقَالَ اِنِّىْ اُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا، اَوْ نُسِّيْتُهَا، فَالْتَمِسُوْهَا فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِى الْوَتْرِ، وَاِنِّىْ رَاَيْتُ اَنِّىْ اَسْجُدُ فِىْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ، فَمَنْ كَانَ اِعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ. فَرَجَعْنَا وَمَا نَرٰى فِى السَّمَآءِ قَزَعَةً، فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ، وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِى الْمَاءِ وَالطِّيْنِ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ الطِّيْنِ فِىْ جَبْهَتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ میرے دوست تھے' انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیسویں روزے کی صبح کو باہر نکلے' پس آپ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: پس بے شک مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی' پھر مجھے وہ بھلا دی گئی یا میں اس کو خود بھول گیا' پس تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور بے شک میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں' پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ واپس چلا جائے' سو ہم واپس گئے اور ہم آسمان میں کوئی بادل نہیں دیکھ رہے تھے' پس اچانک ایک بادل آیا اور وہ برسنے لگا حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور مسجد کی چھت کھجور کے درخت کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی اور نماز قائم کی گئی' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے حتیٰ کہ میں نے آپ کی پیشانی پر مٹی کے نشان دیکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شب قدر کی تعیین ایک سال بھول گئے تھے' اس کی وضاحت اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مجھے شب قدر بھلا دی گئی یا میں از خود بھول گیا' اس سے مراد یہ ہے کہ صرف اس سال آپ سے شب قدر کی تعیین بھلا دی گئی تھی' اس کے بھلانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت کعب بن مالک اور حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہما میں

کے لین دین پر تکرار ہوئی تو اس میں مشغولیت کی وجہ سے آپ کے ذہن سے اس کی تعیین اٹھالی گئی' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۲۰۲۳ میں آ رہی ہے اور اس سے پہلے بھی صحیح البخاری: ۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ پر نسیان طاری ہونا جائز ہے' اور اس میں کوئی نقص نہیں ہے خصوصاً ان معاملات میں جن کی تبلیغ کا آپ کو حکم نہیں دیا گیا اور اس میں دین اور شریعت کی کوئی مصلحت ہو جیسے آپ نے نماز میں سجدہ سہو کیا تھا' یا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ عبادت کرنے میں بہت کوشش کرتے تھے کیونکہ اگر کسی معین رات میں شب قدر کو آپ بتا دیتے تو پھر اسی رات کی عبادت میں اقتصار کیا جاتا اور دوسری راتوں میں عبادت نہ کی جاتی اور آپ نے حضرت عبادہ بن الصامت کی حدیث میں یہ فرمایا کہ امید ہے اس میں تمہارے لیے خیر ہوگی' اس کا بھی یہی مطلب ہے۔

اس حدیث کے دیگر فوائد میں سے یہ ہے کہ پاک کیچڑ پر سجدہ کرنا جائز ہے اور اعتکاف کرنا مستحب ہے' اور آخری عشرہ میں اعتکاف کی ترجیح ہے' اور اس میں خواب کی تعبیر کا ذکر ہے اور انبیاء علیہم السلام کے خوابوں کا صدق ہے اور ابو سلمہ نے حضرت ابو سعید سے علمی سوال کیا اور انہوں نے ان کے سوال کا جواب دیا اور یہ کہ نبی ﷺ نے مسئلہ بتانے سے پہلے خطبہ دیا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣ - بَابُ تَحَرِّیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شب قدر کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے' یعنی اکیسویں شب میں' تیئیسویں شب میں' پچیسویں شب میں' ستائیسویں شب میں اور انتیسویں شب میں۔ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ شب قدر رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں منحصر ہے۔

باب مذکور کی تائید میں احادیث اور آثار

اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنے والا ہو' وہ اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۵' الرقم المسلسل: ۲۶۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے شب قدر دکھائی گئی' پھر میں نے اپنی کسی زوجہ کو بیدار کیا' پھر میں اس کو بھول گیا' تم اس کو بقیہ دس دنوں میں تلاش کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۶' الرقم المسلسل: ۲۶۵۷)

عُیینہ بن عبد الرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے شب قدر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں شب قدر کو صرف آخری عشرہ کی انتیسویں یا ستائیسویں شب میں یقین کے ساتھ طلب کرتا ہوں یا پچیسویں شب میں یقین کے ساتھ طلب کرتا ہوں یا تیئیسویں شب میں یقین کے ساتھ طلب کرتا ہوں' سو وہ بیس روزوں تک معمول کے مطابق نمازیں پڑھتے تھے اور جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو بہت زیادہ کوشش کے ساتھ نمازیں پڑھتے۔ (المستدرک: ۱۶۴۰۔ ج ۱ ص ۴۳۸' سنن ترمذی: ۷۹۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۷۵' صحیح ابن حبان: ۳۶۸۶)

شب قدر کی علامات

زِر بن حُبیش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ

کہتے ہیں کہ جو شخص سارا سال قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پالے گا' حضرت اُبی بن کعب نے کہا: اللہ ان پر رحم فرمائے! ان کا ارادہ یہ تھا کہ لوگ (کسی ایک رات پر) تکیہ نہ کریں' ورنہ ان کو معلوم ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے اور یہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے' پھر انہوں نے بغیر ان شاء اللہ کہے قسم کھائی کہ یہ ستائیسویں رات ہے' میں نے پوچھا: اے ابوالمنذر! آپ یہ کس دلیل سے کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا: اس علامت کی بناء پر جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے کہ اس کی صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاعیں نہیں ہوتیں۔ (صحیح مسلم: ۷۶۲' الرقم المسلسل: ۲۶۶۶' سنن ابوداؤد: ۱۳۷۸' سنن ترمذی: ۷۹۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۹۱' صحیح ابن حبان: ۳۶۸۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۲' شرح السنۃ: ۱۸۲۸)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو آخری عشرہ کی باقی طاق راتوں میں طلب کرو' جس شخص نے شب قدر کی تلاش میں ثواب کو طلب کرنے کے لیے ان راتوں میں (نوافل میں) قیام کیا' اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا' یہ طاق راتوں میں ہے: انتیسویں' ستائیسویں' پچیسویں' تئیسویں یا آخری رات ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبِ قدر کی علامت یہ ہے کہ وہ رات صاف ہوتی ہے' اس میں چاند چمک دار ہوتا ہے' اس رات میں صبح تک کوئی ستارہ نہیں ٹوٹتا' اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج ہموار ہوتا ہے' اس میں چاند کی طرح کوئی شعاع نہیں ہوتی اور اس رات میں شیطان کے لیے نکلنا جائز نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۴' حافظ الہیثمی نے کہا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۵)

فِيهِ عُبَادَةُ.

اس عنوان کے متعلق حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

یہ روایت' صحیح البخاری: ۲۰۲۳ میں آ رہی ہے اور صحیح البخاری: ۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۱۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۱۹۔ ۲۰۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوسہیل نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' اس حدیث کے عنوان کی شرح میں کی جا چکی ہے۔

۲۰۱۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ، فَإِذَا كَانَ حِينَ يُمْسِي مِنْ عِشْرِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے دراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے' بیس راتوں کے گزرنے کے بعد جب اکیسویں رات آتی تو آپ شام کو گھر لوٹ جاتے اور

لَيْلَةً تَمْضِي وَيَسْتَقْبِلُ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ، رَجَعَ اِلٰى مَسْكَنِهٖ، وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهٗ، وَاَنَّهٗ اَقَامَ فِيْ شَهْرٍ جَاوَرَ فِيْهِ اللَّيْلَةَ الَّتِيْ كَانَ يَرْجِعُ فِيْهَا، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَاَمَرَهُمْ مَا شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ كُنْتُ اُجَاوِرُ هٰذِهِ الْعَشْرَ، ثُمَّ قَدْ بَدَا لِيْ اَنْ اُجَاوِرَ هٰذِهِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيْ فَلْيَثْبُتْ فِيْ مُعْتَكَفِهٖ، وَقَدْ اُرِيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا، فَابْتَغُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، وَابْتَغُوْهَا فِيْ كُلِّ وِتْرٍ، وَقَدْ رَاَيْتُنِيْ اَسْجُدُ فِيْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ. فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَآءُ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَاَمْطَرَتْ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِيْ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ، فَبَصُرَتْ عَيْنِيْ وَنَظَرْتُ اِلَيْهِ انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ وَوَجْهُهٗ مُمْتَلِئٌ طِيْنًا وَّمَاءً.

صحابہ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے تھے وہ بھی اپنے گھروں کو لوٹ جاتے تھے اور رمضان کے ایک مہینہ میں جب آپ اعتکاف میں تھے تو جس رات میں آپ کو گھر جانے کی عادت تھی' اس میں آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ نے ان کو حکم دیا' پھر آپ نے فرمایا: میں اس (درمیانی) عشرہ میں اعتکاف کیا کرتا تھا' پھر اب مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ مجھے اس مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا چاہیے' لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف میں بیٹھے تھے' وہ اپنی اعتکاف گاہ میں رہیں اور اس رات مجھے شبِ قدر دکھائی گئی تھی' پھر بھلا دی گئی' سو اب تم اس کو آخری عشرہ کی راتوں میں تلاش کرو اور اس کو ہر طاق رات میں تلاش کرو اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں اور حضرت ابوسعید نے کہا: اس رات آسمان پر ابر چھا گیا' پھر بارش ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی جگہ پر چھت ٹپکنے لگی' یہ اکیسویں رات کا واقعہ ہے' میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز کے بعد واپس جا رہے تھے اور آپ کے مبارک چہرے پر کیچڑ اور پانی لگا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْا. (ح)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (شبِ قدر کو) تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۲۰ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ، وَيَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ.

اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی راتوں میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی راتوں میں شبِ قدر کو تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۲۱ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، لَيْلَةَ الْقَدْرِ، فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى، فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى، فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى.

[طرف الحدیث: ۲۰۲۲] (سنن ابوداؤد: ۱۳۸۱)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو' جب انتیسویں رات باقی رہ جائے' جب ستائیسویں رات باقی رہ جائے' جب پچیسویں رات باقی رہ جائے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔

۲۰۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ وَعِكْرِمَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، هِيَ فِي تِسْعٍ يَمْضِينَ، أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ. يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ. وَعَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْتَمِسُوا فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابی مجلز و عکرمہ' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں ہوتی ہے' جب نو راتیں گزر جائیں یا جب سات راتیں باقی رہ جائیں' یعنی شب قدر میں۔ وہیب کی عبدالوہاب نے متابعت کی ہے از ایوب اور از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ چوبیسویں رات میں شب قدر کو تلاش کرو۔

چوبیسویں شب کے شب قدر ہونے کے متعلق دیگر احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیئیسویں شب میں اور چوبیسویں شب میں شب قدر کو تلاش کرتے تھے۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے پاس کوئی آیا اور اس وقت میں سویا ہوا تھا' اس نے کہا: یہ شب' شب قدر ہے' پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ کی رسیوں سے متعلق ہو گیا' پس میں اونگھتا ہوا اٹھا' میں نے دیکھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' پھر میں نے غور کیا وہ رات چوبیسویں تھی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۵' مسند احمد: ۲۳۰۲۔ ج ۴ ص ۱۵۰)

امام الطیالسی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر چوبیسویں رات کو ہے' یہ حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' شعبی اور حسن بصری اور قتادہ سے مروی ہے اور واثلہ کی حدیث میں ہے کہ قرآن مجید چوبیس رمضان کو نازل ہوا ہے اور قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چوبیسویں رات کو شب قدر تلاش کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس کا معنی یہ ہے کہ طاق راتوں کے عموم سے چوبیسویں رات مستثنیٰ ہے۔

٤ - بَابُ رَفْعِ مَعْرِفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ — لوگوں کے جھگڑنے کی وجہ سے شب قدر کی معرفت کا اٹھا لیا جانا

۲۰۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ، فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تاکہ ہمیں شب قدر کی خبر دیں' پس دو مسلمان شخص لڑ رہے تھے' پس آپ نے فرمایا: میں تمہیں شب قدر (کی تعیین) کی خبر دینے نکلا تھا تو فلاں اور فلاں لڑ پڑے' سو اس کی (تعیین) اٹھالی گئی اور ہوسکتا ہے کہ اس میں تمہارے لیے خیر ہو' لہٰذا تم انتیسویں' ستائیسویں اور پچیسویں تاریخ میں شب قدر تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹ میں گزر چکی ہے۔

جو دو مسلمان لڑ رہے تھے' ان میں سے ایک حضرت کعب بن مالک تھے اور دوسرے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہما تھے اور لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالینے میں خیر یہ ہے کہ اب اس کی تلاش میں کئی راتیں جاگنے اور عبادت کرنے کا موقع ملے گا۔ (اس کی مزید تفصیل کے لیے تبیان القرآن ج ۱۲' سورۃ القدر کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں)

۵ - بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ

رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں عمل کرنا

۲۰۲۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي يَعْفُوْرٍ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَّسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ، وَأَحْيَا لَيْلَهٗ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابی یعفور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا تہبند (کس کر) باندھ لیتے اور اس رات کو زندہ رکھتے اور اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۷۴' الرقم المسلسل: ۲۶۷۶' سنن ابوداؤد: ۱۳۷۶' سنن نسائی: ۱۶۳۵' سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف با بن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابویعفور عبدالرحمٰن بن عبید البکائی العامری (۴) ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح (۵) مسروق بن اجدع (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۷)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رات کو تہبند کس کر باندھنا اور ساری رات عبادت کرنا اور گھر والوں کو عبادت کے لیے جگانا' یہ سب اُمور آخری عشرہ کے اعمال میں سے ہیں۔

حالت اعتکاف میں گھر جانا منع ہے‘ پھر گھر والوں کو جگانے کی توجیہ‘ تہبند کس کر باندھنے سے کیا کنایہ ہے اور رات کو زندہ کرنے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا تہبند (کس کر) باندھ لیتے۔

اس عبارت سے عمل تزویج کو ترک کرنے کا کنایہ ہے یا معمول سے زیادہ عبادت کی تیاری کرنے کا کنایہ ہے یا اس سے دونوں اُمور مراد ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ گھر میں تھے‘ حالانکہ آپ اعتکاف کے وقت مسجد میں ہوتے تھے اور انسانی حاجت کی صورت میں گھر جاتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد میں جو چھوٹا سا دروازہ تھا جو آپ کے گھر میں کھلتا تھا‘ آپ اس میں کھڑے ہوکر گھر والوں کو جگاتے ہوں۔ (المفہم ج ۳ ص ۲۴۹‘ دار ابن کثیر‘ بیروت‘ ۱۴۲۰ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ اس رات کو زندہ رکھتے۔ اس کا معنی ہے کہ آپ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی راتوں میں زیادہ کوشش سے عبادت کرتے تھے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان راتوں میں آپ تمام رات عبادت کرتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان راتوں کا زیادہ حصہ آپ عبادت میں گزارتے تھے۔ رات میں عبادت کرنے کو رات کے زندہ کرنے سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ سونا اور نیند موت کے مترادف ہے‘ اس لیے رات میں جاگ کر عبادت کرنا گویا اس کو زندہ کرنا ہے‘ نیز حدیث میں ہے: تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۱۸۷‘ صحیح مسلم: ۷۷۷‘ سنن ابوداؤد: ۱۴۴۸۔ ۱۰۴۳‘ سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷‘ مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۷‘ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۶‘ مشکوٰۃ: ۹۲۶‘ کنز العمال: ۴۱۵۱۲) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے گھروں میں ساری رات سوکر نہ گزارو ورنہ تم مُردوں کی طرح ہوگے اور تمہارے گھر قبروں کی طرح ہوں گے۔

لیلۃ القدر کے متعلق احادیث یہاں پر مکمل ہوگئیں اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ ’’کتاب الاعتکاف‘‘ شروع ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۳ - کِتَابُ الْاِعْتِكَافِ

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی اور اعتکاف کی اقسام

اعتکاف کا لغت میں معنی ہے: کسی چیز پر قیام کو لازم رکھنا' اسی وجہ سے جو شخص اپنے آپ کو مسجد میں لازم رکھے' اس کو "عاکف" اور "معتکف" کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ. (الاعراف:۱۳۸) پھر بنو اسرائیل ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کے سامنے آسن جمائے (معتکف) بیٹھے تھے۔

وَانْظُرْ اِلٰٓی اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا. (طٰہٰ:۹۷) اور تو اپنے اس (خودساختہ) معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا تھا۔

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ○ (الانبیاء:۵۲) اور جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ کیسی مورتیاں (بت) ہیں جن (کی پرستش) پر تم جمے بیٹھے ہو○

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ. (البقرہ:۱۸۷) پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) عمل زوجیت نہ کرو۔

اصطلاح شرع میں اعتکاف کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں لازم رکھنا۔ عام فقہ کی کتب میں مذکور ہے کہ اعتکاف مستحب ہے اور محیط میں مذکور ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور المبسوط میں مذکور ہے کہ اعتکاف قربت مشروعہ ہے اور منیۃ المفتی میں مذکور ہے کہ اعتکاف سنت ہے اور التوضیح میں مذکور ہے کہ اعتکاف صرف نذر سے واجب ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء اربعہ کے نزدیک اعتکاف کے لیے کون سی مسجد شرط ہے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اعتکاف صرف مساجد میں ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ. (البقرہ:۱۸۷) اور تم مسجدوں میں معتکف ہو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ نے کہا: اعتکاف صرف مسجد حرام مسجد نبوی یا مسجد قدس میں ہوسکتا ہے۔
سعید بن مسیب نے کہا: اعتکاف صرف کسی نبی کی بنائی ہوئی مسجد میں ہوسکتا ہے' کیونکہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ اپنی مسجد میں معتکف تھے' اس سے اشارہ ان مساجد کی طرف ہے جن کو کسی نبی علیہ السلام نے بنایا ہو۔
حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما' عروہ' عطاء' حسن بصری' ابن شہاب زہری اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ اعتکاف صرف اس مسجد میں ہوسکتا ہے جس میں جمعہ ہوتا ہو۔
امام مالک نے کہا کہ اعتکاف کی کم از کم مدت دس دن ہے' ابن القاسم نے ان سے نقل کیا ہے کہ ایک دن یا دو دن کے اعتکاف میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور ان سے ایک دن اور ایک رات سے کم کی بھی روایت ہے۔
ابراہیم نخعی' ابوسلمہ اور شعبی سے روایت ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مؤقف ہے' اور امام مالک کا بھی یہی ایک قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ لکھتے ہیں:
ہمارے نزدیک جس چیز میں اختلاف نہیں ہے' وہ یہ ہے کہ ہر اس مسجد میں اعتکاف جائز ہے جس میں جمعہ ہوتا ہو اور جن مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا' میرے گمان میں ان میں بھی اعتکاف مکروہ نہیں ہے' ہاں! یہ مکروہ ہے کہ معتکف اپنی اس مسجد سے نکل کر دوسری اس مسجد میں جائے جس میں جمعہ ہوتا ہے اور جس مسجد میں اس نے اعتکاف کیا ہے' اس کو چھوڑ کر جامع مسجد میں جائے اور جس مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا' اس میں اعتکاف میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے: "وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ" (البقرہ:۱۸۷) اور یہ نہیں فرمایا کہ تم جامع مسجد میں اعتکاف کرو۔
(موطأ امام مالک۔ کتاب الاعتکاف۔ باب:۱۔ زیر حدیث:۳۔ ج ۱ ص ۲۰۳' المکتبۃ التوفیقیہ)

فقہاء احناف کے نزدیک اعتکاف کے ضروری مسائل

علامہ محمد بن علی حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:
اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے جس میں جماعت ہوتی ہو' یعنی اس مسجد میں امام اور مؤذن ہو اور اس میں پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہوں' اور جامع مسجد میں مطلقاً اعتکاف صحیح ہے' اور عورت اپنے گھر میں مسجد کی جگہ میں اعتکاف کرے اور اس کا مسجد میں اعتکاف مکروہ تنزیہی ہے' اور گھر میں جو مسجد کی جگہ نہ ہو وہاں اس کا اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے اور خنثیٰ کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔
پس اعتکاف کی تعریف یہ ہے کہ مسلمان عاقل جو جنابت اور حیض اور نفاس سے پاک ہو' وہ مسجد میں ٹھہرے۔
اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: (۱) نذر ماننے سے اعتکاف واجب ہے (۲) رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے' اور یہ سنت کفایہ ہے' کیونکہ جن صحابہ نے اعتکاف نہیں کیا آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا (۳) اس کے علاوہ اعتکاف مستحب ہے اور جو اعتکاف واجب ہے' اس کے لیے روزہ رکھنا شرط ہے' کم از کم اعتکاف دن اور رات میں سے ایک گھنٹہ کا ہے۔
جو اعتکاف واجب یا سنت مؤکدہ ہے' اس میں صرف قضاء حاجت کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے یا اگر احتلام ہو جائے تو غسل کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا اگر وہ مؤذن ہو تو اذان دینے کے لیے مسجد کے مینار پر جا سکتا ہے۔
اور اگر وہ اعتکاف واجب میں یا اعتکاف سنت مؤکدہ میں ایک لحظہ کے لیے بھی ضرورت شرعی یا ضرورت طبعی کے بغیر مسجد

اعتکاف میں سوائے نیک باتوں کے اور کوئی بات نہ کرے' ضرورت کے وقت دنیاوی بات کر سکتا ہے اور بلا ضرورت مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے' نیک کلام کی مثال ہے: قرآن مجید' حدیث شریف اور علمی باتیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت' انبیاء علیہم السلام کے واقعات' صالحین کی حکایات اور دینی مسائل۔

(الدرالمختار ج ۱ ص ۱۵۸۔۱۵۵ ملخصاً' ایچ۔ایم سعید کمپنی' کراچی)

اَبْوَابُ الْاِعْتِکَافِ

اعتکاف کے ابواب

اس عنوان میں ابواب سے مراد انواع ہیں اور ہر باب میں اعتکاف کے شرعی احکام کی ایک الگ نوع ہے۔

۱ - بَابُ الْاِعْتِکَافِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، وَالْاِعْتِکَافِ فِی الْمَسَاجِدِ کُلِّهَا

رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا اور تمام مساجد میں اعتکاف کرنا

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا کَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیَاتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ۱۸۷).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو' یہ اللہ کی حدود ہیں سو تم ان کے قریب نہ جاؤ' اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں۝ (البقرہ: ۱۸۷)

۲۰۲۵ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ یُوْنُسَ اَنَّ نَافِعًا اَخْبَرَهٗ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَّمَضَانَ. (صحیح مسلم: ۱۱۷۱' الرقم المسلسل: ۲۶۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس کہ نافع نے ان کو خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔

نفل اعتکاف کی قضاء میں اختلاف ائمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھا لیا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۲۶' صحیح مسلم: ۱۱۷۲' سنن ابوداؤد: ۲۴۶۲' سنن ترمذی: ۷۹۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے' ایک سال آپ نے اعتکاف نہیں کیا' پھر آئندہ سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (سنن ترمذی: ۸۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۰)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ جب معتکف اپنی نیت کے موافق اعتکاف مکمل کرنے سے پہلے قطع کر دے تو کیا کرے' بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ جب وہ اپنے اعتکاف کو قطع کر دے تو اس پر اس کی قضاء واجب ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اعتکاف سے نکل آئے' پھر آپ نے شوال کے دس دن اعتکاف کیا اور یہ امام مالک کا قول ہے' اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ اگر اس پر نذر کا اعتکاف نہ ہو یا کوئی اور واجب اعتکاف نہ ہو اور اس کا اعتکاف نفل ہو تو اس پر کسی چیز کی قضاء نہیں ہے' ہاں! وہ بہ طور استحباب قضاء کرنا چاہے تو قضاء کرلے' اس پر واجب نہیں ہے' یہ امام شافعی کا قول ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ

امام ابوحنیفہ کے نزدیک نفل عبادت کو قطع کرنے کے بعد اس کی قضاء واجب ہے۔

٢٠٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ. [اطراف الحدیث: ٢٠٣٣۔ ٢٠٣٤۔ ٢٠٤١۔ ٢٠٤٥]

(صحیح مسلم: ١١٧٢، الرقم المسلسل: ٢٦٧٣، سنن ابوداؤد: ٢٤٦٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔

عورتوں اور مردوں کے اعتکاف کا فرق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مستحب ہے اور اس کا استحباب مردوں کے حق میں مؤکد ہے اور عورتوں کے متعلق علماء کا اختلاف ہے علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کا اعتکاف کرنا صحیح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اعتکاف کرنے کی اجازت دی تھی لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورتوں کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ پر اعتکاف صحیح ہے اور مرد کے لیے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ پر اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٠٤، دارالکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ٢٦٨٠۔ ج ٣ ص ٢١٩ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(١) اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی (٢) اعتکاف کی تعریف اور اقسام (٣) اعتکاف میں مذاہب ائمہ (٤) اعتکاف میں احناف کا نظریہ (٥) اعتکاف سنت کی شرائط (٦) فرض اعتکاف کے احکام (٧) اعتکاف نفل کے احکام (٨) گرمی کی وجہ سے اعتکاف میں غسل کا حکم (٩) صحت اعتکاف کی شرائط (١٠) اعتکاف کی ابتداء کا وقت۔

* یہ مباحث شرح صحیح مسلم میں ج ٣ ص ٢٢٧۔ ٢٢٠ پر مذکور ہیں۔

٢٠٢٧ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا، حَتّٰى اِذَا كَانَ لَيْلَةَ اِحْدٰى وَعِشْرِينَ، وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنْ اِعْتِكَافِهٖ، قَالَ مَنْ كَانَ ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از یزید بن عبداللہ بن الہاد از محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے پس آپ نے ایک سال اعتکاف کیا حتیٰ کہ جب اکیسویں رات آئی اور یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو آپ اعتکاف سے باہر آجاتے تھے اس وقت آپ نے فرمایا: جس نے میرے ... وہ آخری دس راتوں میں اعتکاف کرے ...

هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا، وَقَدْ رَاَيْتُنِي اَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَّطِيْنٍ مِّنْ صَبِيْحَتِهَا، فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، وَالْتَمِسُوْهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ. فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰى عَرِيْشٍ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ، فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَبْهَتِهِ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صُبْحِ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ.

مجھے اس رات شبِ قدر دکھائی گئی تھی' پھر مجھے بھلا دی گئی اور بے شک میں نے اس کی صبح کو خواب دیکھا کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں' پس تم شبِ قدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو اور تم اس کو ہر طاق رات میں تلاش کرو' پھر اس رات بارش ہوئی' اور مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی' لہٰذا مسجد ٹپکنے لگی' (حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ) پس میری آنکھوں نے دیکھا کہ اکیسویں (تاریخ کی) صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۲ - بَابُ الْحَائِضِ تُرَجِّلُ الْمُعْتَكِفَ

حائضہ عورت معتکف کے کنگھی کر سکتی ہے

۲۰۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِيْ اِلَيَّ رَاْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَاُرَجِّلُهُ وَاَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں معتکف تھے تو آپ نے اپنا سرِ اقدس میرے قریب کیا تو میں نے اس میں کنگھی کی اور اس وقت میں حائضہ تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵ میں گزر چکی ہے۔

معتکف کا نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے' نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے' مریض کی عیادت کرنے کے لیے مسجد سے جانا اور جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرنا اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کا ناجائز ہونا

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ جب کوئی شخص اعتکاف کرے تو سوائے قضاء حاجت کے اعتکاف سے باہر نہ آئے' پھر مریض کی عیادت کرنے میں' جمعہ پڑھنے کے لیے جانے میں اور نمازِ جنازہ پڑھنے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ معتکف کے لیے یہ اُمور جائز ہیں یا نہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کا یہ مؤقف ہے کہ معتکف' مریض کی عیادت کر سکتا ہے' اور نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے اور جمعہ پڑھنے جا سکتا ہے' سفیان ثوری اور ابن المبارک کا بھی یہی قول ہے اور بعض اصحاب کا یہ مؤقف ہے کہ معتکف کے لیے یہ اُمور جائز نہیں ہیں اور انہوں نے کہا کہ جب معتکف شہر میں ہو تو اس کے لیے شہر کی جامع مسجد کے سوا اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے' تاہم انہوں نے کہا کہ معتکف کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ معتکف کا بغیر قضاء حاجت کے لیے مسجد سے جانا اعتکاف کو قطع کر دیتا ہے' اور امام احمد نے کہا ہے کہ معتکف مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازہ کے ساتھ جائے' اور اسحاق نے کہا: اگر اس نے اپنے اعتکاف میں یہ شرط لگائی تھی تو پھر جائز ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۷۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اعتکاف واجب میں معتکف کو مسجد [illegible]

سنت میں بھی بغیر عذر نکلنے سے اعتکاف جاتا رہتا ہے' یونہی عورت نے مسجد بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی' اگر وہاں سے نکلی اگر چہ گھر ہی میں رہی' اعتکاف جاتا رہا۔ (عالم گیری' ردالمحتار)

مسئلہ: معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں: ایک حاجت طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ' پیشاب' استنجاء' وضوء اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل' مگر غسل و وضوء میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں۔ (الیٰ قولہ) دوم: حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لیے جانا یا اذان کہنے کے لیے منارہ پر جانا جبکہ منارہ پر جانے کے لیے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جا سکتا ہے' مؤذن کی تخصیص نہیں۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۵۷' مطبع ضیاء القرآن پبلی کیشنز' کراچی)

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۱۲' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازہ میں حاضر ہو اور نہ کسی عورت کو چھوئے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور کسی ضرورت کی وجہ سے نہ نکلے مگر جس ضرورت کو پورا کیے بغیر چارہ نہ ہو اور روزہ کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ہوتا اور اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۷۳)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قاضی خاں نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں صحیح ہے اور یہی ظاہر حدیث میں ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد سے روایت ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ قرآن مجید میں مطلقاً ہے:

وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ. (البقرہ: ۱۸۷) اور تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعتکاف صرف اس مسجد میں جائز ہے جس میں جماعت ہوتی ہو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۸۰۴۰-۸۰۳۹- ج ۴ ص ۲۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ اعتکاف صرف اس مسجد میں صحیح ہے جس میں پانچ نمازیں جماعت کے ساتھ ہوتی ہوں' امام احمد کا قول بھی یہی ہے' علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ بعض مشائخ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مرقات ج ۴ ص ۶۰۷' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض کی عیادت کرتے تھے اور آپ معتکف ہوتے تھے' آپ وہاں سے گزرتے اور ٹھہرتے نہیں تھے' اس (مریض) کے متعلق سوال فرماتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۷۲)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسن بصری اور نخعی نے کہا ہے کہ معتکف کے لیے نماز جمعہ کے لیے نکلنا اور مریض کی عیادت کرنا اور نماز جنازہ کے لیے نکلنا جائز ہے' اور ائمہ اربعہ کے نزدیک جب معتکف قضاء حاجت کے لیے نکلا اور اسے مریض کی عیادت کا اتفاق ہوا اور نماز جنازہ پڑھنے کا اتفاق ہوا اور وہ راستہ سے منحرف نہیں ہوا اور نہ وہاں نماز کی مقدار سے زیادہ ٹھہرا تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا ورنہ اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا' اس کا علامہ طیبی نے ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں نماز جنازہ کی دلیل نہیں ہے' گویا کہ انہوں نے نماز جنازہ کو مریض کی عیادت پر قیاس کیا ہے' کیونکہ یہ دونوں فرض کفایہ ہیں' لیکن ان دونوں میں فرق ہے' مریض کی عیادت رکے اور ٹھہرے بغیر ہو سکتی ہے اور نماز جنازہ کے لیے ٹھہرنا پڑے گا' اس لیے امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہیں ہوگا۔ (مرقات ج ۴ ص ۶۰۶-۶۰۵' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ لکھتے ہیں:

معتکف مریض کی عیادت کے لیے اور نمازِ جنازہ کے لیے نہ نکلے' کیونکہ اس کے لیے نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' اور مریض کی عیادت فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ فضائل میں سے ہے اور نمازِ جنازہ فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ ہے اور دوسروں کے پڑھنے سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے' اس لیے اس کی وجہ سے اعتکاف کو باطل کرنا صحیح نہیں ہے' اور حدیث میں جو عیادت مریض اور نمازِ جنازہ کی رخصت ہے' اس کے متعلق امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ اعتکاف نفل پر محمول ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ رخصت کو اس صورت پر محمول کیا جائے جب معتکف قضاء حاجت یا جمعہ پڑھنے کے لیے نکلا ہو' پھر وہ مریض کی عیادت کر لے یا نمازِ جنازہ پڑھ لے اور ان کے لیے قصداً نہ نکلا ہو' اس صورت میں یہ جائز ہیں۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

ان احادیث اور فقہاء کرام کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ جب معتکف کا فرض غسل کے سوا مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے تو اس کا گرمی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے بھی غسل کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

٣ - بَابٌ لَّا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

معتکف کا بغیر (شرعی یا طبعی) ضرورت کے گھر میں داخل نہ ہونا

٢٠٢٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ و عمرہ بنت عبد الرحمان' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اپنا سر داخل کرتے اور آپ مسجد میں ہوتے تھے' پس میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی اور آپ جب معتکف ہوتے تھے تو بغیر کسی (شرعی یا طبعی) حاجت کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری ۲۹۵' اور صحیح البخاری: ۲۰۲۸ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ غُسْلِ الْمُعْتَكِفِ

معتکف کا غسل کرنا

٢٠٣٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُنِيْ وَأَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ساتھ لپٹاتے تھے اور میں اس وقت حائضہ ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰ میں گزر چکی ہے۔

٢٠٣١ - وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

اور آپ اپنا سر مسجد سے نکالتے اور آپ معتکف ہوتے تھے اور میں آپ کا سر دھوتی اور میں حائضہ ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵ ... میں گزر چکی ہے۔

معتکف کا جمعہ کے لیے غسل کرنا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

رہا غسل جمعہ تو اس کے متعلق مجھے اصول میں صریح روایت نہیں ملی' سوائے اس کے کہ شرح اوراد میں یہ لکھا ہے کہ غسل کے لیے باہر آئے خواہ غسل فرض ہو یا نفل۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۲۸' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ عبدالحق' لمعات التنقیح میں لکھتے ہیں:

رہا جمعہ کا غسل تو اس کے متعلق یہ تصریح نہیں ملی کہ وہ حاجت میں سے ہے یا نہیں' سوائے اس کے کہ شرح اوراد میں لکھا ہے کہ وہ غسل کے لیے نکلے خواہ غسل واجب ہو یا نفل۔ (مخطوطہ لمعات)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری الاندرائینی الدہلوی الہندی المتوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں:

ویخرج للوضوء والاغتسال فرضا کان او نفلًا. (الفتاویٰ التاتارخانیہ ج ۲ ص ۴۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۱ھ)

معتکف وضوء اور غسل کے لیے نکلے خواہ فرض ہو یا نفل۔

نفلی غسل میں جمعہ کا غسل بھی داخل ہے جو کہ حقیقت میں غسل مسنون ہے' اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کا جمعہ کے غسل کے لیے نکلنا بھی جائز ہے۔

زیر بحث حدیث میں مذکور ہے کہ آپ مسجد میں معتکف ہوتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا سر دھوتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شہوت کے عورت کا معتکف کو چھونا جائز ہے اور صحیح البخاری: ۲۰۲۹ میں ہے کہ حضرت عائشہ آپ کے سر میں کنگھی کرتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ معتکف کا اسباب زینت کو اختیار کرنا جائز ہے' اس سے بھی اشارۃً غسل جمعہ کا جواز نکلتا ہے۔

الشیخ علی بن احمد الفوری لکھتے ہیں:

فی فتاوی الحجۃ ویجوز للمعتکف ان یخرج من المسجد فی سبعۃ اشیاء البول والغائط والوضوء والاغتسال فرضا کان او نفلا والجمعۃ ویخرج ایضا لحاجۃ السلطان ویخرج ایضا لامر لابد منہ ثم یرجع بعد ما فرغ من ذلک الامر سریعا فی الخوارزمی والسغناقی من الذخیرۃ وھذا کلہ فی الاعتکاف الواجب.

فتاویٰ الحجۃ میں مذکور ہے کہ سات اُمور کی وجہ سے معتکف کا مسجد سے نکلنا جائز ہے: (۱) پیشاب کرنے (۲) پاخانہ کرنے (۳) وضوء کرنے (۴) غسل کرنے خواہ فرض ہو یا نفل (۵) جمعہ پڑھنے (۶) حاکم کے کام سے (۷) وہ کام جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو' پھر فارغ ہونے کے بعد جلد واپس آ جائے' خوارزمی اور سغناقی میں ذخیرہ سے نقل ہے اور یہ تمام باتیں اعتکاف واجب میں ہیں۔

(خزانۃ الروایات (مخطوطہ) ج ۱ ص ۴۳۱' ناسخ محمد سعد اللہ انصاری' تاریخ النسخ ۱۳۲۰ھ' مصدر المخطوط المکتبۃ العالیۃ لقاضی نظام الدین' بلوچستان)

مخطوطہ میں خزانۃ الروایات کے مصنف کا نام علی بن احمد الفوری لکھا ہے اور نزہۃ الخواطر اور کشف الظنون میں لکھا ہے کہ اس کے مصنف کا نام جگن ہندی گجراتی متوفی ۹۲۰ھ ہے۔

علامہ یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکماروی لکھتے ہیں:

ویجوز للمعتکف ان یخرج من المسجد فی سبعۃ اشیاء البول والغائط' والوضوء والاغتسال

معتکف کے لیے سات چیزوں کی وجہ سے مسجد سے نکلنا جائز ہے: (۱) پیشاب (۲) پاخانہ (۳) وضوء (۴) غسل خواہ فرض ہو یا

فرضا کان او نفلا والجمعۃ. الخ

نفل (۵) جمعہ پڑھنے کے لیے۔الخ

(جامع المضمرات والمشکلات شرح مختصر القدوری (مخطوط ص ۱۷۰)' مکتبۃ الغزالی مخطوطات وکتب قدیم' کوئٹہ)

۵- بَابُ الْاِعْتِكَافِ لَيْلًا

رات کو اعتکاف کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بغیر دن کے رات کو اعتکاف کرنے کا کیا حکم ہے۔

۲۰۳۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ! قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ. [اطراف الحدیث: ۲۰۴۳-۲۰۴۲-۳۱۴۴-۴۳۲۰-۶۶۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا' آپ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۵۶' الرقم المسلسل: ۴۱۸۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۲۵' سنن ترمذی: ۱۵۳۹' سنن نسائی: ۳۸۲۹' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۲' المنتقیٰ: ۹۴۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۶۷' سنن داری: ۲۳۳۳' مسند البزار: ۱۴۰' مسند ابویعلیٰ: ۲۵۴' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۵۔ج ۱ ص ۳۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔

رات اور دن میں اعتکاف کرنے کی دو حدیثوں میں تعارض اور ان میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کو اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی اور صحیح مسلم میں دن میں اعتکاف کی نذر ماننے کا ذکر ہے: وہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' اور اس وقت آپ طائف سے واپس آنے کے بعد جعرانہ میں تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک دن مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا' پس آپ کس طرح فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جاؤ! ایک دن کا اعتکاف کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۵۶' الرقم المسلسل: ۴۱۸۵' صحیح ابن حبان: ۴۳۸۱۔ج ۱۰ ص ۲۲۶)

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کے سوا حضرت ابن عمر کی روایات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی تھی' پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس روایت میں دن سے مراد وہ دن ہے جس کے ساتھ رات بھی شامل ہو اور جس حدیث میں رات کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ رات ہے جس کے ساتھ اس رات کا دن بھی شامل ہو' تا کہ دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔ (صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۲۲۷-۲۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

۶- بَابُ اِعْتِكَافِ النِّسَاءِ

عورتوں کا اعتکاف کرنا

۲۰۳۳- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَكُنْتُ اَضْرِبُ لَهٗ خِبَاءً، فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهٗ، فَاسْتَاْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَاَذِنَتْ لَهَا، فَضَرَبَتْ خِبَاءً، فَلَمَّا رَاَتْهُ زَيْنَبُ اِبْنَةُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً اٰخَرَ، فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَى الْاَخْبِيَةَ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَاُخْبِرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ؟ فَتَرَكَ الْاِعْتِكَافَ ذٰلِكَ الشَّهْرَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے' پس میں آپ کے لیے (مسجد میں) خیمہ لگا دیتی' سو آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمہ میں داخل ہوتے' پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ سے اپنے لیے خیمہ لگانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عائشہ نے ان کو اجازت دے دی تو انہوں نے خیمہ لگا لیا' پھر جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے اس خیمہ کو دیکھا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو یہ خیمے دیکھے تو پوچھا یہ کیا ہیں؟ تو آپ کو بتایا گیا' آپ نے فرمایا: کیا تمہاری رائے میں ان خیموں کو نیکی کے ارادہ کی وجہ سے لگایا گیا ہے! پھر آپ نے اس مہینہ اعتکاف کو ترک کر دیا' پھر شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۷۳' الرقم المسلسل: ۲۶۷۴' سنن ابوداؤد: ۲۴۶۴' سنن ترمذی: ۷۹۱' سنن نسائی: ۷۰۵' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۵' شرح السنۃ: ۱۸۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۲۴' صحیح ابن حبان: ۳۶۶۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۵۰۶' مسند احمد ج ۶ ص ۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۵۴۴- ج ۴۱ ص ۹۳- ۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت حفصہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اعتکاف کے لیے خیمہ لگایا۔

مسجد میں خواتین کے اعتکاف کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے اعتکاف کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ عورت جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرے اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر میں بنائی ہوئی نماز کی جگہ پر اعتکاف کرے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ عورت' غلام اور مسافر جہاں چاہیں اعتکاف کریں کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ عورت اپنے گھر میں بنائی ہوئی نماز کی جگہ پر اعتکاف کرے اور جماعت والی مسجد میں اعتکاف نہ کرے' یہ مکروہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج جب مسجد میں اعتکاف کرنے لگیں تو آپ نے اپنا اعتکاف توڑ دیا اور یہ آپ کا ان پر ناپسندیدگی کا اظہار تھا' نیز حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کا گھر میں نماز پڑھنا اس کے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے' اور اس کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا' اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۷۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱' المستدرک ج ۱ ص ۲۰۶' مشکوٰۃ: ۱۰۶۳' الترغیب والترہیب [illegible] مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۴)

پس جب عورت کو فرض نماز مسجد میں پڑھنے سے منع کیا گیا ہے تو اعتکاف جو نفلی عبادت ہے وہ بہ طریق اولیٰ ممنوع ہے اور جب عورت کی نماز مسجد میں پڑھنا افضل ہے تو اس کا اعتکاف بھی مسجد میں کرنا افضل ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو مسجد میں اعتکاف کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ (صحیح البخاری:۲۰۴۵) پھر آپ کو خیال آیا کہ آپ اعتکاف نہ کریں۔ (صحیح البخاری:۲۰۴۵) اور اگر مسجد عورتوں کے اعتکاف کی جگہ نہ ہوتی تو آپ ان کے لیے اعتکاف کو جائز نہ قرار دیتے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ آپ نے اپنا اعتکاف توڑ دیا تھا بلکہ آپ نے اپنے اعتکاف کو ان کی دل جوئی کے لیے مؤخر کر دیا تھا تا کہ آپ کو ان کے بغیر اعتکاف نہ حاصل ہو اور آپ نے یہ اس لیے کیا تھا کہ آپ اپنی مسجد میں مردوں کے ساتھ تھے اور لوگ آپ سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے اور یہ اس طرح ہے جس طرح عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ خالی اوقات میں طواف کریں اور جس طرح نو جوان عورتوں کے لیے جمعہ اور عید کے لیے نکلنا مکروہ ہے کیونکہ جب عورتیں جمعہ پڑھنے کا ارادہ کریں گی تو وہ مردوں کے ساتھ جمعہ پڑھیں گی۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ اس حدیث میں عورتوں کے اعتکاف کی اباحت کا ثبوت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو اس کی اجازت دی ہے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت اعتکاف کا ارادہ کرے تو وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کے لیے افضل اور اعلیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں لازم رہیں' اور اعتکاف کے جائز ہونے کے باوجود اس کو ترک کر دیں کیونکہ آپ کا اپنی ازواج کو اعتکاف سے مسترد کرنا اور منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ عورتوں کا اپنے گھروں میں رہنا مسجد میں اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مسجد میں خواتین کے اعتکاف کے عدم جواز پر دلائل

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن قصار کا صحیح البخاری:۲۰۴۵ سے اور زیر بحث حدیث سے عورتوں کے لیے مسجد میں اعتکاف کے جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ ہم حدیث:۲۰۴۵ کا بھی یہاں ذکر کر دیں تا کہ حقیقت حال واضح ہو جائے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا کہ آپ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کریں گے تو حضرت عائشہ نے آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی اور حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے اجازت طلب کی تو حضرت عائشہ نے ان کو اجازت دے دی' پھر جب حضرت زینب بنت جحش نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے لیے خیمہ لگانے کا حکم دیا' سو ان کے لیے بھی خیمہ لگا دیا گیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنے کے بعد ان خیموں کو دیکھا' آپ نے پوچھا: یہ کیا ہیں؟ تو صحابہ نے کہا: یہ حضرت عائشہ' حضرت حفصہ اور حضرت زینب کے خیمے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا ان خیموں سے کسی نیکی (یا اطاعت) کا ارادہ کیا گیا ہے! میں اب اعتکاف نہیں کرتا' پس آپ واپس چلے گئے' پس جب عید الفطر ہو چکی تو آپ نے شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔ (صحیح البخاری:۲۰۴۵)

ان دونوں حدیثوں کو بہ غور پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے' اگر عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہوتا تو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے بعد شوال میں دس دن اعتکاف کیا تو ازواج مطہرات بھی بعد میں دس دن اعتکاف کرتیں' نیز علامہ ابن المنذر کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو اعتکاف کی اجازت دی تھی' آپ نے صرف حضرت عائشہ کو اجازت دی تھی اور حضرت حفصہ نے آپ سے اجازت نہیں لی تھی بلکہ حضرت عائشہ

سے اجازت لی تھی۔

علامہ ابن قصار' علامہ ابن المنذر اور علامہ ابن بطال کا اس حدیث سے یہ ثابت کرنا صحیح نہیں ہے کہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا خلافِ افضل ہے بلکہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے اور حرام ہے' اس کی دلیل یہ ہے:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کے اعتکاف کے خیمے دیکھ کر فرمایا: کیا انہوں نے کسی نیکی کا ارادہ کیا ہے! اس قول میں آپ نے ان کے اعتکاف کرنے پر اجازت دینے کے بعد انکار کیا ہے' کیونکہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ ان کا یہ عمل خالص اعتکاف کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کا یہ عمل ایک دوسرے پر غیرت کی وجہ سے ہے اور آپ کا قرب حاصل کرنے کی حرص کے لیے ہے' یا آپ کو یہ ناگوار ہوا کہ آپ کی ازواج مسجد میں لازم رہیں اور اس میں اجنبی مرد بھی ہوں اور اجنبی مردوں کی موجودگی میں ان کو اپنی ضروریات کی وجہ سے مسجد سے باہر بھی جانا پڑے' اور مسجد میں منافقین' دیہاتی اور آپ سے ملنے کے لیے وفود بھی آتے رہتے تھے' یا یہ وجہ تھی کہ جب آپ نے مسجد میں ازواجِ مطہرات کو دیکھا تو آپ کے نزدیک یہ گھر کا سا ماحول ہو گیا اور اس میں صورتِ اعتکاف نہ رہی اور آپ کو یہ لگا جیسے آپ اپنے ہی گھر میں ہوں یا پھر یہ وجہ تھی کہ ان خیموں کی وجہ سے مسجد تنگ ہو گئی تھی اور ازواج سے جو مقصود تھا کہ ازواج اور دنیا کی چیزوں سے تخلیہ ہو' وہ نہ رہا' اس لیے آپ نے اعتکاف کو ترک کر دیا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۱۵۵' دارالوفاء)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ کیا انہوں نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ خواتین کا مسجد میں اعتکاف کرنا نیکی اور طاعت نہیں ہے اور غیر طاعت حرام ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں خواتین کا اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے غیرت کی نحوست معلوم ہوئی کیونکہ غیرت حسد سے پیدا ہوتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے افضل کام کو ترک کرنا جائز ہے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعتکاف کو ترک کر دیا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے شوال کے ابتدائی دس دنوں میں اعتکاف کیا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے آخر شوال میں اعتکاف کیا تھا' ان میں مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کے اعتکاف کا اختتام آخر شوال میں ہوا تھا۔

اعتکاف کی ابتداء کا وقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمہ میں داخل ہوتے۔

اس حدیث سے اوزاعی اور لیث نے یہ استدلال کیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اعتکاف کرنا چاہیے اور ائمہ اربعہ کا مختار یہ ہے کہ جب دس دن یا ایک مہینہ کا اعتکاف کرنا ہو تو مغرب سے تھوڑی دیر پہلے اعتکاف کی جگہ میں جانا چاہیے اور اس حدیث کی انہوں نے یہ تاویل کی ہے کہ آپ اعتکاف کی جگہ میں گئے تھے' پھر صبح کی نماز کے بعد آپ نے اعتکاف کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ اعتکاف کی ابتداء کا وقت رات کا اوّل وقت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۱۲-۲۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧ - بَابُ الْأَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ
مسجد میں خیمے لگانا

٢٠٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ یَّعْتَکِفَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ اِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ اَرَادَ اَنْ یَّعْتَکِفَ، اِذَا اَخْبِیَۃٌ خِبَاءُ عَائِشَۃَ، وَخِبَاءُ حَفْصَۃَ، وَخِبَاءُ زَیْنَبَ، فَقَالَ اَلْبِرَّ تَقُوْلُوْنَ بِھِنَّ؟ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ یَعْتَکِفْ، حَتّٰی اِعْتَکَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ.

نے اعتکاف کا ارادہ کیا' جب آپ اس جگہ واپس آئے جہاں آپ نے اعتکاف کا ارادہ کیا تھا تو آپ نے دیکھا وہاں پر خیمے لگے ہوئے ہیں' وہاں پر حضرت عائشہ کا خیمہ تھا اور حضرت حفصہ کا خیمہ تھا اور حضرت زینب کا خیمہ تھا' آپ نے فرمایا: کیا تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے نیک کام کی نیت سے ایسا کیا ہے! پھر آپ واپس چلے گئے اور آپ نے اعتکاف نہیں کیا حتیٰ کہ شوال کے دس دنوں میں آپ نے اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۲۶' اور ۲۰۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابٌ ھَلْ یَخْرُجُ الْمُعْتَکِفُ لِحَوَائِجِهٖ اِلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ

کیا معتکف اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے مسجد کے دروازہ تک آ سکتا ہے؟

۲۰۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ، عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ صَفِیَّۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّھَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُہٗ فِیْ اِعْتِکَافِهٖ فِی الْمَسْجِدِ، فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَہٗ سَاعَۃً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ، فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَھَا یَقْلِبُھَا. حَتّٰی اِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَۃَ، مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَھُمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رِسْلِکُمَا، اِنَّمَا ھِیَ صَفِیَّۃُ بِنْتُ حُیَیٍّ. فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَکَبُرَ عَلَیْھِمَا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَاِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَّقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِکُمَا شَیْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کے ایام میں مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتکاف کی جگہ میں آپ سے ملاقات کے لیے آئیں' پھر آپ کے پاس کچھ دیر باتیں کرتی رہیں' پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوگئیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ جانے کے لیے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ جب وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب مسجد کے دروازے کے پاس پہنچیں تو انصار کے دو مرد گزرے' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم وہیں ٹھہرو' یہ صرف صفیہ بنت حیی ہیں! تو ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! اور ان کو یہ وضاحت بہت سخت لگی' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے اور مجھ کو یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

[اطراف الحدیث: ۲۰۳۸-۲۰۳۹-۳۱۰۱-۳۲۸۱-۶۲۱۹-۷۱۷۱] (صحیح مسلم: ۲۱۷۵' الرقم المسلسل: ۵۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۴۹۹۴-۲۴۷۱-۲۴۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹' سنن دارمی: ۱۷۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۳۴-۲۲۳۳' مصنف عبدالرزاق: ۸۰۶۵' سنن کبریٰ: ۳۳۵۷' الاحاد والمثانی: ۳۱۱۹' شرح مشکل الآثار: ۱۰۷' صحیح ابن حبان: ۳۶۷۱' المعجم الکبیر: ۱۸۹۔ ج ۲۴' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۵' شعب الایمان: ۶۸۰۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۸۶۳۔ ج ۴۴ ص

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی ابوالحسین المدنی زین العابدین' یہ ۲۳ھ میں پیدا ہوئے تھے' جس دن ان کے والد رضی اللہ شہید ہوئے یہ ان کے ساتھ تھے اور یہ ۹۲ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے (۵) حضرت صفیہ بنت حیی' ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' ان کے والد خیبر کے رئیس تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۱۴)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ جانے کے لیے کھڑے ہوئے' یعنی حضرت صفیہ کو چھوڑنے کے لیے اپنی اعتکاف کی جگہ سے مسجد کے دروازہ پر آئے۔

حدیث میں مذکور انصار کے دو آدمیوں کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں انصار کے دو آدمیوں کا ذکر ہے' یہ حضرت اُسید بن حُضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صفیہ بنت حیی ہیں' تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ! یعنی ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وضاحت سے تعجب ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو نامناسب چیزوں کی تہمت سے منزہ رکھا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

صحیح مسلم' سنن ابوداؤد اور مسند احمد میں مذکور ہے کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں شر ڈال دے گا' امام شافعی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ان کے اوپر کفر کا خوف کیا' اگر وہ آپ کے متعلق کوئی بدگمانی کرتے' پھر آپ نے ان کی خیر خواہی کے لیے فوراً ان کو اطلاع دی' اس سے پہلے کہ شیطان ان کے دل میں کوئی ایسی بات ڈال دے جس سے وہ ہلاک ہو جائیں۔

صحیح بخاری کی حدیث مذکور کا منکر اور ضعیف ہونا اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

تلویح میں مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق بدگمانی کرنا بالاجماع کفر ہے' اسی وجہ سے امام بزار نے جب حضرت صفیہ کی اس حدیث کی روایت کی تو کہا: یہ احادیث مناکیر ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بزرگ و برتر اور پاک ہیں کہ کوئی شخص آپ کے متعلق بدگمانی کرے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوئی کافر یا منافق ہی بدگمانی کر سکتا ہے۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ نے امام بزار کی اس عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے:

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور امام بزار نے اس حدیث پر اعتراض کر کے کوئی نیک کام نہیں کیا۔
(فتح الباری ج ۳ ص ۵۲۷' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بزار نے نیک کام کیوں نہیں کیا! انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کی ہے کہ آپ اس سے پاک ہیں کہ کوئی مؤمن آپ کے متعلق بدگمانی کرے اور جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے' اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے کوئی نیکی نہیں کی بجائے خود نیکی نہیں ہے بلکہ بدی اور برائی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۱۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ ان احادیث کو ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے اور اہل علم نے ان کو ذکر کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم

ان احادیث کے منکر ہونے کی جو وجہ بیان کی ہے کہ کوئی مؤمن آپ کے متعلق بدگمانی نہیں کرسکتا یہ بالکل واضح ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان احادیث کو منکر مانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے اور ہر چند کہ ان احادیث کے راوی ثقات ہیں لیکن وہ خطاء ونسیان اور غلطی کرنے سے معصوم نہیں ہیں۔

ابوالشیخ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے (یعنی شاذ ہے اور صحیح نہیں ہے)۔

شیطان کس طرح آدمی کو بہکاتا ہے اور اس کو انسان پر تسلط نہیں ہے

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ شیطان انسان کے خون کے گردش کرنے کی جگہوں میں گردش کرتا ہے۔ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ ارشاد اپنے ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قوت دی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس ارشاد میں استعارہ ہے کیونکہ شیطان کے بہت مددگار ہیں اور شیطان انسان سے اس طرح جدا نہیں ہوتا جس طرح خون انسان سے جدا نہیں ہوتا اور ایک قول یہ ہے کہ شیطان انسان کے لطیف مسامات میں وسوسہ ڈالتا ہے اور وہ وسوسے اس کے دل میں (یعنی دماغ میں) پہنچ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۷-۱۶)

(شیطان نے کہا:) قسم اس بات کی کہ تو نے مجھے گم راہ کیا ہے تو میں بھی تیری صراطِ مستقیم پر ضرور لوگوں کی گھات میں بیٹھا رہوں گا ۝ پھر میں لوگوں (کو بہکانے کے لیے ضرور ان کے) سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا ۝

اس آیت میں بتایا ہے کہ شیطان کس طرح لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور شیطان کا لوگوں پر تسلط نہیں ہے وہ صرف ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اس آیت میں شیطان کے اوپر سے آنے کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے شیطان کو لوگوں کے اوپر غلبہ اور تسلط نہیں ہے اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (ابراہیم: ۲۲)

اور جب حشر کی کارروائی پوری ہوگئی تو شیطان نے کہا: بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے اس کے خلاف کیا اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا سوا اس کے کہ میں نے تم کو (گناہ کی) دعوت دی پس تم نے میری دعوت قبول کرلی سو تم مجھ کو ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو نہ میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کرنے والے ہو تم نے مجھے جو (اللہ کا) شریک بنایا تھا میں پہلے ہی اس کا انکار کرچکا ہوں بے شک ظالموں کے لیے درد ناک عذاب ہے ۝

معتکف کے لیے حالت اعتکاف میں جو کام کرنا مباح ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف مباح کام کرسکتا ہے جو اس سے ملاقات کے لیے آئے اس سے باتیں کرسکتا ہے اس کو رخصت

کرنے کے لیے مسجد کے دروازہ تک جا سکتا ہے' قرآن اور حدیث پڑھ سکتا ہے' علم اور درس دے سکتا ہے اور دین کی باتیں لکھ سکتا ہے اور علم دین کی باتیں سن سکتا ہے۔ معتکف کے لیے خریدنا اور فروخت کرنا بھی جائز ہے جب کہ مسجد میں فروخت کرنے والی چیز نہ لائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف تنہائی میں اپنی بیوی سے بات کر سکتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی معتکف سے ملاقات کے لیے مسجد میں آ سکتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو آدمیوں کو بتایا کہ یہ میری بیوی ہے' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر شفقت کا بیان ہے کہ آپ ان کے ایمان کی حفاظت کرتے تھے۔

اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان کو بدگمانی کے مواقع میں مبتلا ہونے سے احتراز کرنا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت صفیہ کو رخصت کرنے مسجد کے دروازہ پر آئے تو ان دو انصاریوں نے آپ کو سلام کیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کو اس وقت بھی سلام کرنا جائز ہے' جب اس کے ساتھ اس کی بیوی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۱۷۔۲۱۵ ملخصاً و مرتباً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ، وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ

اعتکاف کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیسویں (رات) کی صبح کو اعتکاف سے نکلنا

٢٠٣٦ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ قَالَ سَمِعَ هَارُوْنَ بْنَ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، اِعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ فَخَرَجْنَا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ، قَالَ فَخَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ فَقَالَ اِنِّيْ اُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَاِنِّيْ نُسِّيْتُهَا، فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِيْ وِتْرٍ، فَاِنِّيْ رَاَيْتُ اَنْ اَسْجُدَ فِيْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ، وَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ. فَرَجَعَ النَّاسُ اِلَى الْمَسْجِدِ، وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، قَالَ فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ، وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَسَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطِّيْنِ وَالْمَاءِ، حَتّٰى رَاَيْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے ہارون بن اسماعیل سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' میں نے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیلۃ القدر کا ذکر سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' پس ہم بیسویں رات کی صبح کو اعتکاف سے نکل آئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیسویں رات کی صبح کو ہم سے خطاب کیا' پس آپ نے فرمایا: مجھے شب قدر دکھائی گئی اور بے شک میں اس کو بھول گیا' پس تم اس کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو' پس بے شک میں نے دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ واپس جائے' پس لوگ مسجد کی طرف لوٹ گئے اور ہم آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا نہیں دیکھ رہے تھے' حضرت ابوسعید نے کہا: پس (اچانک) بادل آئے اور برسے

الطِّيْنَ فِي اَرْنَبَتِهٖ وَجَبْهَتِهٖ.

اور نماز قائم کی گئی' پھر رسول اللہ ﷺ نے مٹی اور پانی میں سجدہ کیا حتیٰ کہ میں نے آپ کی ناک اور پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٦٦٩' اور ٢٠٣٦ میں گزر چکی ہے۔

١٠ - بَابُ اِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

مستحاضہ کا اعتکاف کرنا

٢٠٣٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ' عَنْ خَالِدٍ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَاَةٌ مِّنْ اَزْوَاجِهٖ مُسْتَحَاضَةٌ' فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ' فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون نے اس حالت میں اعتکاف کیا کہ وہ مستحاضہ تھیں' پس وہ سرخ اور زرد رنگ دیکھتی تھیں' پس بعض اوقات ہم ان کے نیچے طشت رکھ دیتے تھے اور وہ نماز پڑھ رہی ہوتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٠٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں آپ کی جس زوجہ کا ذکر ہے' وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں' یہ پہلے کا واقعہ ہے' جب آپ نے ازواجِ مطہرات کو مسجد میں اعتکاف سے منع نہیں کیا تھا۔

١١ - بَابُ زِيَارَةِ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا فِيْ اِعْتِكَافِهٖ

بیوی کا اپنے خاوند سے اعتکاف میں ملاقات کرنا

٢٠٣٨ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ. (ح) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ' وَعِنْدَهٗ اَزْوَاجُهٗ' فَرُحْنَ' فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ لَا تَعْجَلِيْ حَتّٰى اَنْصَرِفَ مَعَكِ. وَكَانَ بَيْتُهَا فِيْ دَارِ اُسَامَةَ' فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا' فَلَقِيَهٗ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ' فَنَظَرَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَجَازَا' وَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَالَيَا' اِنَّهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے ان کو بتایا۔ (ح) ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ مسجد میں (معتکف) تھے اور آپ کے پاس آپ کی ازواج بیٹھی ہوئی تھیں' پھر وہ جانے لگیں تو آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے فرمایا: تم جلدی نہ کرو حتیٰ کہ میں تمہیں (رخصت کرنے) چلتا ہوں' اور ان کا حجرہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حویلی میں تھا' پھر نبی ﷺ' حضرت صفیہ کے ساتھ نکلے' پس آپ سے انصار کے دو آدمی ملے' انہوں نے نبی ﷺ کی طرف دیکھا' پھر

فَـقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِىْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ يُّلْقِىَ فِىْ اَنْفُسِكُمَا شَيْئًا.

گزر گئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم دونوں یہاں آؤ' یہ صفیہ بنت حیی ہیں' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی گردش کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دل میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابٌ هَلْ يَدْرَاُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَّفْسِهٖ

کیا معتکف اپنے اوپر سے کسی بدگمانی کو دور کرسکتا ہے؟

۲۰۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَخِىْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِىْ عَتِيْقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ صَفِيَّةَ اَخْبَرَتْهُ. قَالَتْ ح حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِىَّ يُخْبِرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ اَنَّ صَفِيَّةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَتَتِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشٰى مَعَهَا، فَاَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَلَمَّا اَبْصَرَهُ دَعَاهُ، فَقَالَ تَعَالَ، هِىَ صَفِيَّةُ. وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ هٰذِهٖ صَفِيَّةُ، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِىْ مِنَ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ اَتَتْهُ لَيْلًا؟ قَالَ وَهَلْ هُوَ اِلَّا لَيْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے خبر دی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا۔ (ح) ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' وہ خبر دیتے ہیں از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور اس وقت آپ معتکف تھے' جب وہ لوٹنے لگیں تو آپ بھی ان کے ساتھ چلنے لگے' پس انصار کے ایک آدمی نے آپ کو دیکھا' جب اس نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: ادھر آؤ' وہ صفیہ ہیں! اور کبھی سفیان نے یوں کہا: یہ صفیہ ہیں کیونکہ شیطان ابن آدم کے خون کی گردش کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے' میں نے سفیان سے پوچھا: کیا حضرت صفیہ رات کو آئی تھیں؟ انہوں نے کہا: یہ رات ہی کا تو واقعہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنَ اعْتِكَافِهٖ عِنْدَ الصُّبْحِ

جو صبح کے وقت اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکلا

۲۰۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَحْوَلِ، خَالِ ابْنِ اَبِىْ نَجِيْحٍ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ. ح . قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از سلیمان الاحول جو ابن ابی نجیح کے ماموں ہیں از ابوسلمہ از

سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. قَالَ وَأَظُنُّ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَبِيدٍ حَدَّثَنَا، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، فَلَمَّا كَانَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، نَقَلْنَا مَتَاعَنَا، فَأَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلٰى مُعْتَكَفِهِ، فَإِنِّي رَأَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ، وَرَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَّطِينٍ. فَلَمَّا رَجَعَ إِلٰى مُعْتَكَفِهِ، وَهَاجَتِ السَّمَاءُ فَمُطِرْنَا، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ، لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَاءُ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيشًا، فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلٰى أَنْفِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ (ح) سفیان نے کہا: اور ہمیں محمد بن عمرو نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ ابن ابی لبید نے ہمیں حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' پس جب بیسویں رات کی صبح ہوئی تو ہم نے مسجد سے اپنا سامان اٹھا لیا' پھر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور فرمایا: جس نے اعتکاف کیا تھا' وہ اپنے اعتکاف کی جگہ پر واپس جائے کیونکہ میں نے آج کی رات خواب میں شب قدر کو دیکھا ہے اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں' پس جب آپ اپنے اعتکاف کی جگہ پر واپس گئے تو اچانک آسمان پر بادل آ گئے اور ہم پر بارش ہوئی' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اس دن کے آخری وقت میں بارش ہوئی تھی اور مسجد کھجور کی شاخوں کی بنی ہوئی تھی' پس میں نے آپ کی ناک اور پیشانی پر پانی اور مٹی کے نشان دیکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹' اور ۲۰۱۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ

شوال میں اعتکاف کرنا

۲۰۴۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ، وَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيهِ، قَالَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ فَأَذِنَ لَهَا، فَضَرَبَتْ فِيهِ قُبَّةً، فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ فَضَرَبَتْ قُبَّةً، وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ، فَقَالَ مَا حَمَلَهُنَّ عَلٰى هٰذَا؟ اَلْبِرُّ؟ اِنْزِعُوهَا فَلَا أَرَاهَا. فَنُزِعَتْ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل بن غزوان نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف کرتے تھے اور جب صبح کی نماز پڑھتے تو اپنے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اعتکاف کی اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی' پس انہوں نے مسجد میں ایک خیمہ لگا لیا' پس حضرت حفصہ نے یہ سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا' حضرت زینب نے یہ سنا تو انہوں نے بھی ایک اور خیمہ لگا لیا' پھر جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر آئے تو آپ نے چار خیمے لگے ہوئے دیکھے' آپ نے پوچھا: یہ کیسے خیمے ہیں؟ تو آپ کو خبر دی گئی کہ ازواجِ مطہرات نے یہ خیمے لگائے ہیں' آپ نے

رَمَضَانَ حَتّٰى اِعْتَكَفَ فِيْ اٰخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ.

فرمایا: ان کو اس چیز پر کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ کیا یہ نیکی کا کام ہے! ان خیموں کو اکھاڑ دو سو میں ان کو (دوبارہ) نہ دیکھوں! پھر ان خیموں کو اکھاڑ دیا گیا' پھر آپ نے اس رمضان میں اعتکاف نہیں کیا حتیٰ کہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ عَلَيْهِ صَوْمًا اِذَا اعْتَكَفَ

جس کے نزدیک اعتکاف میں روزہ ضروری نہیں ہے

۲۰۴۲ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَخِيْهِ' عَنْ سُلَيْمَانَ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ' عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ نَذْرَكَ. فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از عبیداللہ بن عمر از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں پوری رات اعتکاف کروں گا' تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو' تو انہوں نے پوری رات اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابُ اِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ اَسْلَمَ

جب کسی شخص نے زمانۂ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی' پھر وہ مسلمان ہوگیا

۲۰۴۳ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ' قَالَ اُرَاهُ قَالَ لَيْلَةً' قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی۔ عبید نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے پوری رات کا ذکر کیا تھا' ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۷ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْاَوْسَطِ مِنْ رَّمَضَانَ

رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا

۲۰۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ' عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں:

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِیْ کُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَۃَ اَیَّامٍ' فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْہِ اِعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا۔ [طرف الحدیث:۴۹۹۸]

کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے' پس جس سال آپ کا وصال ہو گیا' اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

(سنن ابوداؤد:۲۴۶۶' سنن ابن ماجہ:۱۷۶۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۷۔ ۳۹۶' شرح السنۃ:۸۳۹' مسند ابو یعلیٰ: ۵۸۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۵ طبع قدیم' مسند احمد:۸۶۶۲۔ ج ۱۴ ص ۲۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جس سال آپ کا وصال ہوا تھا' اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ دس دن آپ نے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا اور دس دن آپ نے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا' اور عنوان میں درمیانی عشرہ میں اعتکاف کا ذکر ہے۔

آخری رمضان میں بیس دن اعتکاف کرنے کی توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس سال آپ کا وصال ہوا' اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا تھا' ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو یہ علم تھا کہ اس سال آپ کی وفات ہو جائے گی تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ اس سال آپ زیادہ نیک کام کریں تا کہ آپ کی امت کے لیے یہ نمونہ قائم ہو کہ وہ اپنی پوری زندگی نیکی کرتے رہیں تا کہ نیک اعمال کرتے ہوئے ان کی اپنے رب سے ملاقات ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس عبارت میں ان وجوہ کا اضافہ کیا ہے:

حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال آپ کے ساتھ ایک مرتبہ رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا' اس سال انہوں نے رمضان کے مہینہ میں دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا' اس سبب سے آپ نے اس سال بیس دن اعتکاف کیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بار قرآن مجید پیش کیا جاتا تھا اور جس سال آپ کی روح کو قبض کیا گیا' اس سال دو مرتبہ آپ پر قرآن مجید پیش کیا گیا۔ (سنن ابن ماجہ:۱۷۶۹)

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ اس سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں دس دن زیادہ اعتکاف اس لیے کیا ہو کہ ایک سال ازواجِ مطہرات نے اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمے لگائے تھے تو آپ نے اس کو ناپسند کر کے اس سال رمضان میں اعتکاف نہیں کیا تھا اور اس کی جگہ شوال کے آخر میں دس دن اعتکاف کیا تھا تو اس آخری سال میں آپ نے یہ چاہا کہ ان دس دنوں کے اعتکاف کی قضاء رمضان میں ہی ہو جائے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۴ ص ۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ایک سال آپ سفر کی وجہ سے اعتکاف نہیں کر سکے تھے تو اس کی تلافی کے لیے آپ نے اس آخری سال میں بیس دن کا اعتکاف کیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے' ایک سال آپ نے سفر کیا تو اس کے اگلے سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (سنن ابن ماجہ:۱۷۷۰) (فتح الباری ج ۴ ص ۵۳۱' عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۲۳)

اعتکاف کا سنت مؤکدہ ہونا

نیز علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف کرتے تھے اس میں یہ دلیل ہے کہ اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے اس پر دوام فرمایا ہے' اس لیے مسلمانوں کو اعتکاف کرنے میں اپنے نبی ﷺ کی اقتداء کرنی چاہیے' ابن شہاب زہری نے کہا ہے کہ مجھے مسلمانوں پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے اعتکاف کو ترک کر دیا حالانکہ نبی ﷺ جب سے مدینہ میں داخل ہوئے آپ نے اعتکاف کو ترک نہیں کیا اور آپ ہر سال رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمائی۔

امام ابن المنذر نے عطاء خراسانی کا یہ قول روایت کیا ہے کہ معتکف کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے گرا دیا' پھر کہا: اے میرے رب! میں یہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کہ تو میری مغفرت نہیں کر دے گا' اے میرے رب! میں یہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا حتیٰ کہ تو مجھ پر رحم فرمائے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تاہم اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے' اگر ایک شہر کی کسی مسجد میں مسلمان اعتکاف کر لیں تو سب کی طرف سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔

۱۸ - بَابُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهٗ اَنْ يَّخْرُجَ

جس نے اعتکاف کا ارادہ کیا' پھر اس نے اعتکاف کو ترک کرنے کا ارادہ کیا

۲۰۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ اَنْ يَّعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَّمَضَانَ' فَاسْتَاْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَاَذِنَ لَهَا' وَسَاَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَسْتَاْذِنَ لَهَا فَفَعَلَتْ' فَلَمَّا رَاَتْ ذٰلِكَ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ اَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا' قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى انْصَرَفَ اِلٰى بِنَائِهٖ' فَبَصُرَ بِالْاَبْنِيَةِ فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالُوْا بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلْبِرَّ اَرَدْنَ بِهٰذَا؟ مَا اَنَا بِمُعْتَكِفٍ. فَرَجَعَ' فَلَمَّا اَفْطَرَ اِعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ بنت عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا کہ آپ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کریں گے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی' اور حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے اس کی اجازت طلب کی تو حضرت عائشہ نے اس کی اجازت دے دی' پھر جب حضرت زینب بنت جحش نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی خیمہ لگانے کا حکم دیا' پس ان کا خیمہ لگا دیا گیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر اپنے اعتکاف کی جگہ لوٹے تو آپ نے ان خیموں کو دیکھا تو آپ نے پوچھا: یہ کیا ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عائشہ' حفصہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہن کے خیمے ہیں' ...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا انہوں نے اس سے کسی نیکی کا ارادہ کیا ہے! میں اب اعتکاف نہیں کرتا! آپ واپس چلے گئے' پھر عید الفطر کے بعد آپ نے شوال کے دس دن اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابٌ اَلْمُعْتَكِفُ يُدْخِلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغَسْلِ

معتکف اپنے سر کو دھونے کے لیے گھر میں داخل کرے

۲۰۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا، يُنَاوِلُهَا رَأْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کنگھی کرتی تھیں اور اس وقت وہ حائضہ تھیں اور آپ مسجد میں معتکف تھے اور حضرت عائشہ اپنے حجرہ میں تھیں اور آپ ان کے پاس اپنا سر داخل کر دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵' اور ۲۰۲۸ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب التراویح ولیلۃ القدر والاعتکاف'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین سید المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین.

آج ۲۱ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ بہ روز ہفتہ/ ۲ دسمبر ۲۰۰۷ء ''کتاب الاعتکاف'' مکمل ہوگئی۔ تراویح' لیلۃ القدر اور اعتکاف کے ابواب میں ۳۹' احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں ۲ حدیثیں معلق ہیں' ان میں اور سابقہ روزوں کے ابواب میں ۳۰ حدیثیں مکرر ہیں اور ان میں خالص احادیث ۹ ہیں۔

الٰہ العلمین! میری اس کاوش کو قبول فرما اور اپنے کرم سے اس کتاب کو مکمل فرما دے' اور میری' میرے والدین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دے' ہمیں دنیاوی مشکلات اور مصائب سے محفوظ اور مامون رکھ' قبر' حشر اور دوزخ کے عذاب سے سلامت رکھنا اور اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے جنت الفردوس عطا فرمانا۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٣٤ - کِتَابُ الْبُیُوْعِ

خرید وفروخت کا بیان

اس کتاب میں ''بیوع'' کے احکام بیان کیے گئے ہیں' امام بخاری جب عبادات سے متعلق احادیث کی روایت سے فارغ ہو گئے' جن سے آخرت کا اجر وثواب مقصود ہوتا ہے تو اب معاملات سے متعلق احادیث کی روایت کرنے میں شروع ہو گئے' جن سے دنیاوی اُمور کا حصول مقصود ہوتا ہے' عبادات سے متعلق احادیث کو ان کی اہمیت اور فضیلت کی وجہ سے مقدم رکھا' پھر اس کے بعد معاملات سے متعلق احادیث کو ان کی ضرورت کی وجہ سے روایت کیا' نکاح کی روایات کو مؤخر رکھا کیونکہ کھانا پینا اور اس کے لیے چیزوں کی خرید وفروخت شہوتِ نکاح پر مقدم ہے' جنایات اور مخاصمات کی روایات کو نکاح سے مؤخر رکھا کیونکہ پیٹ بھرنے اور عمل تزویج کے بعد لڑائیوں کا وقوع ہوتا ہے' علامہ ابن بطال نے اپنی شرح میں اس جگہ جہاد کا ذکر کیا ہے اور قسموں اور نذروں کی احادیث کی شرح سے فارغ ہونے کے بعد خرید وفروخت کی احادیث کی شرح کو شروع کیا ہے' اسی طرح انہوں نے روزوں کی احادیث کو حج کی احادیث پر مقدم کیا ہے۔

بیع کی اقسام

امام بخاری نے ''کتاب البیوع'' یعنی جمع کا عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ بیع کی متعدد انواع ہیں' ایک بیع مطلق ہے جب کسی چیز کے عوض اس کی قیمت دی جائے (یعنی عام معروف خرید وفروخت) دوسری بیع مقایضہ ہے جب کسی چیز کے عوض دوسری چیز دی جائے جیسے قلم کے عوض گھڑی فروخت کی جائے' تیسری بیع سلم ہے جب نقد رقم دے کر اس کے عوض معین عرصہ کے بعد چیز وصول کی جائے جیسے گندم کی رقم پہلے دی جائے اور فصل پکنے کے بعد گندم وصول کی جائے' چوتھی قسم بیع صرف ہے جیسے سونے کی بیع سونے یا چاندی کے عوض ہو یا پاکستانی کرنسی کی بیع ڈالر کے عوض ہو' پانچویں قسم بیع المرابحہ ہے جس میں نفع کے عوض کوئی چیز فروخت کی جائے' چھٹی قسم بیع التولیہ ہے جس میں کوئی چیز بغیر نفع کے فروخت کی جائے' ساتویں قسم بیع الوضیعہ ہے جس میں نقصان کے ساتھ کوئی چیز فروخت کی جائے' اسی طرح بیع بالخیار ہے' بیع صحیح ہے' بیع باطل ہے اور بیع فاسد ہے۔

''بیع'' کا لغوی اور شرعی معنی' ''بیع'' کا رکن' اس کی شرط اور اس کا حکم

''بیع'' کا لغوی معنی مطلقاً تبادلہ ہے اور یہ ''شراء'' کی ضد ہے' اُردو میں بیع کا لغوی معنی بیچنا اور شراء کا معنی خریدنا ہے اور جس چیز کو بیچا جائے' اس کو مبیع اور سودا کہتے ہیں۔

بیع کا شرعی معنی ہے: باہمی رضامندی کے ساتھ مال کا مال کے ساتھ تبادلہ۔ اس کا رکن ایجاب اور قبول ہے' یعنی ایک فریق کہے: میں نے بیچا' اور دوسرا فریق کہے: میں نے خریدا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ دونوں فریق بیچنے اور خریدنے کے اہل ہوں' بیع کا محل مال ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ مبیع یعنی سودا خریدار کی ملکیت میں آ جاتا ہے اور بیچنے والے کی ملکیت میں ثمن یعنی مال کی طے شدہ قیمت آ جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٢٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

بیع کی مشروعیت کی حکمت

بیع کی متعدد حکمتیں ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(١) بیع کی وجہ سے نظامِ معیشت مستحکم اور باقی رہتا ہے' کیونکہ انسان مل جل کر زندگی گزارتے ہیں اور ہر شخص کو ایسی متعدد چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو دوسروں کے پاس ہوتی ہیں' اب ان کے حصول کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز دوسروں سے جبراً اور ظلماً چھین لے' سو یہ جنگلیوں' وحشیوں اور حیوانوں کا طریقہ ہے اور مہذب اور منصفانہ طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز دوسرے شخص سے باہمی رضامندی کے ساتھ طے شدہ قیمت کے عوض خرید لے اور اسی سے صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

(٢) بیع کے سبب سے چوری' ڈاکہ' لوٹ مار اور ناجائز طریقوں سے دوسروں کا مال ہتھیانے کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

بیع کا ثبوت

بیع کا ثبوت قرآن مجید سے ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. (البقرہ:٢٧٥)

اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ. (البقرہ:٢٨٢)

ہاں! جو تجارتی لین دین تم آپس میں دست بہ دست کرتے ہو اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔

اور بیع کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو لوگ بیع و شراء یعنی خرید و فروخت کا معاملہ کرتے تھے اور آپ نے اس کو برقرار رکھا اور آپ خود بھی تجارت کرتے تھے' شام سے مال لا کر مکہ میں فروخت کرتے تھے' نیز بیع کے جائز اور مشروع ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

امام بخاری نے فرمایا:

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ:٢٧٥)' وَقَوْلُهٗ ﴿اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ﴾ (البقرہ:٢٨٢).

اور اللہ تعالیٰ عزوجل کا ارشاد ہے: اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ (البقرہ:٢٧٥) ہاں! جو تجارتی لین دین تم آپس میں دست بہ دست کرتے ہو اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:٢٨٢)

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ

پھر جب نماز پڑھ لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا [illegible] اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو تا کہ تم کامیابی حاصل

تُفْلِحُوْنَO وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِانْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَO﴾ (الجمعہ:۱۱-۱۰) وَقَوْلِهٖ ﴿لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ (النساء:۲۹).

کروO اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ یا تماشا دیکھا تو اس کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ دیا' آپ کہیے: اللہ کے پاس جو (اجر) ہے وہ تماشے اور تجارتی قافلہ سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہےO (الجمعہ:۱۱-۱۰) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ سوا اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ (النساء: ۲۹)

اسلام کے نظام معیشت اور دنیا کے دیگر نظام ہائے معیشت کا تقابلی جائزہ

بیع اور شراء کی حدود اور قیود میں اسلام کا نظام معیشت ہے۔ اس وقت دنیا میں دو مشہور نظامِ معیشت ہیں' اشتراکیت اور سرمایہ داری' اشتراکیت یعنی سوشلزم اور کمیونزم' اب عملی طور پر دنیا کے صرف چند ملکوں میں رائج ہے جیسے چین اور پولینڈ وغیرہ' اور سوویت یونین سے اب وہ عملاً ختم ہو چکا ہے لیکن دنیا میں وہ بہ طور نظریہ اب بھی زندہ ہے۔ سوشلزم میں یہ ہوتا ہے کہ سیاسی اقتدار پر قبضہ کر کے اسمبلی کی منظوری سے زرعی' صنعتی اور تجارتی اداروں کو بہ تدریج ان کے مالکوں سے چھین کر معاوضہ سے یا بلا معاوضہ قومی ملکیت میں لے لیا جائے اور کمیونزم میں ہوتا ہے کہ ملک میں انقلاب لا کر تمام زرعی' صنعتی اور تجارتی اداروں کو بہ زور ان کے مالکوں سے چھین کر قومی ملکیت میں لے لیا جائے۔

اشتراکیت میں تمام منفعت بخش اداروں کا نفع پارٹی کی ملکیت ہوتا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام میں نفع ذاتی ملکیت ہوتا ہے اور اس نظام میں نفع حاصل کرنے کے لیے کوئی حدود اور قیود نہیں ہوتیں' خواہ تجارت سے نفع حاصل کیا جائے' خواہ ذخیرہ اندوزی سے' خواہ سود سے خواہ سود در سود سے' خواہ جوئے اور سٹے سے خواہ جسم فروشی سے اور خواہ شراب و دیگر محرمات کی فروخت سے۔

اسلامی نظامِ معیشت میں اشتراکیت کی طرح نہ یہ جائز ہے کہ کسی شخص کی زمین یا اس کے کارخانہ یا اس کے تجارتی ادارہ کو بہ زور چھین لیا جائے اور نہ نظام سرمایہ داری کی طرح یہ جائز ہے کہ بغیر کسی حدود اور قیود کے نفع حاصل کیا جائے بلکہ اسلام نے تجارت اور زراعت کے لیے حدود اور قیود عائد کی ہیں جن کے بغیر نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

* ہم نے 'شرح صحیح مسلم میں ''کتاب البیوع'' کے تعارفی مقدمہ میں اسلام اور دیگر نظام ہائے معیشت کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے' ہم یہاں اس بحث کے صرف عنوانات نقل کر رہے ہیں:

(۱) بیع اور شراء کے حوالے سے نظام سرمایہ داری اور نظام اشتراکیت کا تعارف (۲) نظام سرمایہ داری میں ذاتی نفع کی حیثیت (۳) نظام سرمایہ داری میں طلب اور رسد کی حیثیت (۴) نظامِ سرمایہ داری کو پروان چڑھانے میں سود کا کردار (۵) سُود کے استحصالی نظام کو ختم کرنے میں اسلام کی ہدایات (۶) نظام سرمایہ داری کو پھیلانے میں ذخیرہ اندوزی کا حصہ (۷) ذخیرہ اندوزی کے استحصال کو ختم کرنے کے لیے اسلام کی ہدایات (۸) سرمایہ داری کے فروغ میں سٹے کا دخل (۹) سٹے کو روکنے کے لیے اسلام کی تعلیمات (۱۰) سرمایہ داری بڑھانے میں ملاوٹ اور جعلی اشیاء کا رول (۱۱) ملاوٹ اور جعلی اشیاء کی روک تھام کے لیے اسلام کے احکام (۱۲) تنگ دستوں اور ضرورت مندوں پر مال خرچ کرنے کے لیے اسلام کے احکام (۱۳) سوشلزم اور کمیونزم کا نقطۂ اتحاد (۱۴) سوشلزم اور کمیونزم میں فرق (۱۵) سوشلزم میں مالکوں سے ان کی املاک چھیننے کی بنیاد لادینی ہے (۱۶) اسلام میں کسی کی جائز شخصی ملکیت کو بہ زور چھین لینا جائز

ہے ⑰ سوشلزم کی مزعوم طبقاتی مساوات ⑱ اسلام کی اصولی مساوات ⑲ سوشلسٹ نظام کی ڈکٹیٹرشپ ⑳ اسلام میں اظہار آزادی رائے کا حق۔

* ان عنوانات کی تفصیل 'شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۰۵-۹۴ پر مذکور ہے' ان عنوانات کی تفصیل کے مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا میں منصفانہ اور معتدل نظامِ معیشت صرف اسلام نے پیش کیا ہے۔

۲۰۴۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقُوْلُوْنَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ، وَكُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِيْ، فَاَشْهَدُ اِذَا غَابُوْا، وَاَحْفَظُ اِذَا نَسُوْا، وَكَانَ يَشْغَلُ اِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَاً مِّسْكِيْنًا مِّنْ مَّسَاكِيْنِ الصُّفَّةِ، اَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثٍ يُّحَدِّثُهُ اِنَّهُ لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعَ اِلَيْهِ ثَوْبَهُ، اِلَّا وَعٰى مَا اَقُوْلُ. فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ، حَتّٰى اِذَا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ، فَمَا نَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کہا کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابوہریرہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بہت زیادہ بیان کرتے ہیں اور تم یہ کہتے ہو کہ کیا وجہ ہے کہ مہاجرین اور انصار' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ابوہریرہ کی طرح زیادہ بیان نہیں کرتے اور بے شک مہاجرین میں سے جو میرے بھائی تھے ان کو تو بازاروں میں چیزوں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا اور میں شکم سیر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لازم رہتا تھا' پس جس وقت وہ غائب ہوتے تھے' میں حاضر ہوتا تھا اور جب وہ (احادیث) بھول جاتے تھے' میں یاد رکھتا تھا اور انصار میں سے جو میرے بھائی تھے وہ اپنے اموال (کھیتی باڑی) کے عمل میں مشغول رہتے تھے اور میں صفہ (مسجد نبوی کے چبوترے) کے مسکینوں میں سے ایک مسکین تھا' جب وہ (احادیث) بھول جاتے تھے' میں یاد رکھتا تھا اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک اس کو پھیلائے رکھے حتیٰ کہ میں اپنی اس بات کو مکمل کر لوں' پھر وہ اس کپڑے کو اپنی طرف سمیٹ لے تو وہ میری احادیث کو (ہمیشہ) یاد رکھے گا تو میں نے اپنی دھاری دار چادر کو اپنے اوپر پھیلا دیا حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات پوری کر لی تو میں نے اس چادر کو سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگا لیا' پھر اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے کوئی حدیث نہیں بھولا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خرید و فروخت کا ذکر ہے۔

تجارت اور صنعت وحرفت کی فضیلت اور جوئے اور دیگر عقودِ فاسدہ کی مذمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تجارت کو مباح کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تجارت میں اپنے فضل کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے اور افاضل صحابہ تجارت کرتے تھے اور طلب معاش کے لیے صنعت وحرفت اور مختلف پیشوں میں مشغول رہتے تھے' اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! دنیا سے اپنا حصہ لو اور اپنی کمائی میں سے آخرت کے لیے خرچ کرو' اور دنیا کو بالکل ترک نہ کرو ورنہ تمہارے اہل وعیال لوگوں کے کندھوں پر بوجھ بن جائیں گے۔

امام اوزاعی سے ان کے شیخ نے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندہ سے محبت رکھتا ہے جو اس لیے کوئی پیشہ سیکھتا ہے تاکہ لوگوں سے مستغنی رہے اور اللہ تعالیٰ اس بندہ سے نفرت رکھتا ہے جو علم حاصل کر کے اس کو ذریعۂ معاش بنالیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے النساء:۲۹ میں باطل مال کھانے سے منع فرمایا ہے' اسماعیل بن اسحاق نے کہا: ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے' خواہ وہ جوا ہو یا بیع فاسد ہو' اس کے مال سے کھانا باطل مال کو کھانا ہے' کیونکہ جوا کھیلنے والا اپنے ساتھی سے کہتا ہے: آؤ! اگر اس طرح ہوا تو میں اتنے روپے لوں گا اور اگر اس طرح نہیں ہوا تو میں تمہیں اتنے روپے دوں گا' اس طرح جو بیع فاسد ہو' اس میں بھی اسی طرح ہوتا ہے' مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ میں مچھلیوں کے لیے سمندر میں جال ڈال رہا ہوں' جتنی مچھلیاں نکلیں وہ میں تم کو دس ہزار روپوں میں دوں گا' اور اس میں دھوکا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے ایک مچھلی بھی جال میں نہ آئے' اسی طرح سود ہے کہ اس میں قرض خواہ مدت کے عوض رقم لیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مدت کو ثمن نہیں بنایا اور جو قرض کسی نفع کا سبب بنتا ہے' وہ بھی اسی طرح حرام ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ١٦٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۰۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ آخَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا، فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِي، وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا، فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا، قَالَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لَا حَاجَةَ لِي فِي ذٰلِكَ، هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ سُوقُ قَيْنُقَاعٍ، قَالَ فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ، قَالَ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ، فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ وَمَنْ. قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' انہوں نے کہا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت سعد بن ربیع کو آپس میں بھائی بنادیا' حضرت سعد بن ربیع نے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں' پس میں اپنا مال تقسیم کر کے آدھا تمہیں دے دیتا ہوں اور میری دو بیویوں کو دیکھو' تم ان میں سے جس کو پسند کرو' میں تمہاری خاطر اس سے الگ ہو جاتا ہوں' پھر جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو تم اس سے شادی کر لینا' حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ان سے کہا: مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے' (یہ بتاؤ) یہاں کوئی تجارت کے لیے بازار ہے' انہوں نے کہا: ہاں! قینقاع بازار ہے۔ راوی نے کہا: پھر صبح کو حضرت عبدالرحمن اس بازار گئے ... سے پنیر اور گھی لے کر آئے' پھر دوسرے دن

مِّنْ ذَهَبٍ' أَوْ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ' فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

[طرف الحدیث:۳۷۸۰][صحیح مسلم:۱۴۲۷' الرقم المسلسل: ۳۴۷۹' سنن ترمذی:۱۰۹۶' سنن نسائی:۳۳۷۰' سنن ابن ماجہ:۱۹۰۷' سنن کبریٰ:۶۵۹۵' شرح السنۃ:۲۳۱۰' مصنف عبدالرزاق:۱۰۴۱۱' المنتقیٰ: ۷۲۴' مسند ابویعلیٰ:۳۸۳۶' شرح مشکل الآثار:۳۰۲۰' صحیح ابن حبان: ۴۰۶۰' المعجم الکبیر:۷۲۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۳۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۰ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۹۷۶۔ج ۲۰ ص ۲۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

گئے۔راوی نے کہا: پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت عبدالرحمان آئے تو ان کے کپڑوں پر زرد رنگ کے نشان تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کس سے کی ہے؟ انہوں نے کہا: انصار کی ایک عورت سے' آپ نے پوچھا: کتنا مہر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ایک گٹھلی کے برابر سونا' یا کہا: ایک گٹھلی سونا' آپ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی ہو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہاں کوئی تجارت کے لیے بازار ہے؟

بازار میں تجارت کی فضیلت' صدقہ اور عطیہ کے بجائے اپنی محنت کی کمائی سے زندگی بسر کی جائے۔۔۔ اور مسلمانوں کا تعاون اور ایثار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ شریف آدمی بازار میں خرید وفروخت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس خرید وفروخت کی وجہ سے اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھے کہ کوئی شخص اس کے اوپر اپنا مال خرچ کرے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ معاش کے لیے اپنے اوپر شدت اور محنت کو اختیار کرنا چاہیے اور کسی کے عطیات اور صدقات کے سہارے زندگی بسر کرنے کے بجائے محنت اور مشقت کر کے روزی کما کر زندگی گزارنی چاہیے۔

اس حدیث میں تجارت کی برکت کا بیان ہے کہ چند دنوں میں ہی حضرت عبدالرحمان بن عوف نکاح اور ولیمہ کرنے کے قابل ہو گئے' اور اس میں یہ بیان ہے کہ اسلام کی محبت میں اجنبی لوگوں کو بھائی بنا لیا جاتا ہے اور اپنے بھائی کو اپنا نصف مال دینے کی پیش کش کی جاتی ہے اور مسلمانوں کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور ایثار کرنے کا بیان ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ولیمہ کی تعریف' ولیمہ کے شرعی حکم میں مذاہب اور ولیمہ کا وقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو ولیمہ کرنے کا حکم دیا' شادی کے موقع پر شب زفاف گزارنے کے بعد رشتہ داروں اور دوستوں کی جو دعوت کی جاتی ہے' اس کو ولیمہ کہتے ہیں' چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے بعض فقہاء نے اس ظاہر حدیث کے اعتبار سے ولیمہ کو واجب کہا ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب

تلویح میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب ہے اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ ولیمہ کرنا واجب ہے' اور یہی داؤد ظاہری کا قول ہے' ولیمہ کا وقت عمل تزویج کے بعد [illegible] کے وقت ہوتا ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

جو شخص صاحبِ حیثیت ہو وہ ایک بکری کی مقدار کی دعوت کرے اور جس شخص کے پاس اتنی قدرت نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج کا ولیمہ ستو اور کھجوروں کے ساتھ بھی کیا ہے۔

بازار قینقاع کا معنی

اس حدیث میں بازار قینقاع کا ذکر ہے' قینقاع یہود کے ایک قبیلہ کا نام ہے اور چونکہ تجارت میں زیادہ تصرف یہودیوں کا تھا' اس وجہ سے اس بازار کا نام قینقاع پڑ گیا۔

مردوں کو زرد رنگ لگانا ممنوع ہے' پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے کپڑوں پر زرد رنگ کی توجیہ

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عبدالرحمان کے کپڑوں پر زرد رنگ کا نشان تھا' اس سے مراد وہ خوشبو ہے جس کا شب زفاف میں بدن پر لیپ کیا جاتا ہے (ہمارے عرف میں اس کو اُبٹن کہتے ہیں)۔ بعض احادیث میں ہے کہ وہ زعفران کا نشان تھا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مرد کو زعفران لگانے سے منع کیا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ قلیل مقدار میں ہو تو پھر یہ ممنوع نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس خوشبو کا لیپ صرف عورت پر کیا گیا ہو اور مجامعت کی وجہ سے مرد کے کپڑوں پر بھی اس کے نشان پڑ گئے ہوں۔ ایک جواب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں شادی کے موقع پر زعفران یا زرد رنگ کی خوشبو کا لیپ کیا جاتا تھا' بعد میں مردوں کو اس کی ممانعت کر دی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بہترین رنگ زرد ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ○ بے شک وہ چمک دار زرد رنگ کی گائے' دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے○ (البقرہ:۶۹)

اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زرد رنگ کے خضاب کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے رنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے' سو میں بھی اس کے ساتھ (کپڑوں یا بالوں کو) رنگتا ہوں اور اس کو پسند کرتا ہوں۔

ابو عبید نے کہا: جوان آدمی کو شادی کے ایام میں زرد رنگ لگانے کی اجازت دی جاتی تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ رنگ صرف کپڑوں پر لگایا ہو اور بدن پر نہ لگایا ہو' امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مردوں کے لیے زرد رنگ لگانا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۳۴۔ ۲۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۸۶۔ ج ۳ ص ۸۳۶ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۰۴۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ' عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِيْنَةَ' فَاٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِیِّ' وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غِنًی' فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اُقَاسِمُكَ مَالِیْ نِصْفَيْنِ وَاُزَوِّجُكَ' قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ' دُلُّوْنِیْ عَلَی السُّوْقِ' فَمَا رَجَعَ حَتّٰی اسْتَفْضَلَ اَقِطًا وَّسَمْنًا' فَاَتٰی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو آپس میں بھائی بنا دیا اور حضرت سعد مال دار تھے' پس انہوں نے حضرت عبدالرحمان سے کہا: میں اپنا مال تم میں نصف نصف تقسیم کر دیتا ہوں اور (اپنی بیوی سے) تمہاری شادی بھی کر دیتا ہوں' حضرت عبدالرحمان نے

بِهٖ اَهْلَ مَنْزِلِهٖ فَمَكَثْنَا يَسِيرًا' اَوْ مَا شَآءَ اللّٰهُ' فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ' فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ؟ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ' قَالَ مَا سُقْتَ اِلَيْهَا؟ قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ' اَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ' قَالَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۹۳-۳۷۸۱-۳۹۳۷-۵۰۷۲-۵۱۴۸-۵۱۵۳-۵۱۵۵-۵۱۶۷-۶۰۸۲-۶۳۸۶]

کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے' آپ لوگ مجھے بازار دکھائیں' پھر حضرت عبدالرحمٰن (بازار سے) اس وقت واپس آئے جب وہ زائد پنیر اور گھی بھی لے آئے تھے' پس وہ ان چیزوں کو لے کر اپنے گھر والوں کے پاس آئے' پھر ہم چند دن ٹھہرے تھے یا جتنے دن اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا کہ ایک دن حضرت عبدالرحمان آئے اور ان پر زرد رنگ کے نشان تھے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسا رنگ ہے؟ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے' آپ نے پوچھا: تم نے ان کو مہر کتنا دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: سونے کی ایک گٹھلی' یا کہا: گٹھلی کے برابر سونا' آپ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۲۰۴۸ میں ابھی گزر چکی ہے۔

۲۰۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرٍو' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظٌ وَّمَجَنَّةُ وَ ذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ' فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ فَكَاَنَّهُمْ تَاَثَّمُوْا فِيْهِ' فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرہ:۱۹۸) فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ' قَرَاَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ عکاظ' مجنہ اور ذوالمجاز' زمانۂ جاہلیت میں بازار تھے' پھر جب اسلام آ گیا تو گویا انہوں نے ان بازاروں میں خرید و فروخت کو گناہ سمجھا' پس یہ آیت نازل ہوئی: اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۹۸) (یعنی) حج کے دوران۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۲ - بَابُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ

حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں

۲۰۵۱ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ' عَنِ ابْنِ عَوْنٍ' عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ اَبِيْ فَرْوَةَ' عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از شعبی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا (ح) اور ہم کو علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابی فروہ از الشعبی' انہوں نے کہا کہ

بَشِيْرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِي حِمَى اللّٰهِ، مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوْشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ.

میں نے حضرت نعمان بن بشیر سے سنا از نبی ﷺ (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابی فروہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے شعبی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ سے سنا از نبی ﷺ (ح) اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی فروہ از شعبی از حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ اُمور ہیں' پس جس نے اس چیز کو ترک کر دیا جس میں گناہ کا شبہ ہو تو جس میں گناہ ظاہر ہو' وہ اس کو زیادہ ترک کرنے والا ہو گا اور جس نے اس چیز پر جرأت کی' جس میں گناہ کا شک ہو تو عنقریب وہ اس چیز میں واقع ہو جائے گا جس میں گناہ ظاہر ہو' اور تمام ممنوعہ کام اللہ تعالیٰ کی خاص چراگاہ ہیں اور جو (جانور) بھی چراگاہ کے گرد چرے گا تو اس کا اس چراگاہ میں چلے جانے کا خطرہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں چار تحویلات ہیں یعنی امام بخاری نے اس حدیث کو چار مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ بہت مضبوط حدیث ہے' اس حدیث کے متعلق امام ابوداؤد نے کہا ہے: یہ ان چار حدیثوں میں سے ایک ہے' جو انسان کے عمل کے لیے کافی ہے۔

۳- بَابُ تَفْسِيْرِ الْمُشَبَّهَاتِ — مشبّہات کی تفسیر

اس باب میں مُشبہات کی تفسیر بیان کی گئی ہے' قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا. (البقرہ: ۷۰) بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ہر وہ چیز جو کسی ایک وجہ سے حلال کے مشابہ ہو اور دوسری وجہ سے حرام کے مشابہ ہو' وہ مشتبہ ہے۔ حلال بیّن وہ ہے جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اس کی چیز ہے اور حرام بیّن وہ چیز ہے جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اس کی چیز نہیں ہے اور مشتبہ چیز وہ ہے جس کے متعلق معلوم نہ ہو کہ وہ اس کی چیز ہے یا دوسرے کی چیز ہے' پھر تقویٰ یہ ہے کہ وہ اس سے اجتناب کرے' پھر تقویٰ کی حسب ذیل اقسام ہیں:

تقویٰ کی اقسام

(۱) جس شخص کی اکثر آمدنی حرام ہو اور کم آمدنی حلال ہو' پولیس کے راشی افسر اور سودی کاروبار کرنے والے بینک کے ملازمین' ان کے مال سے اجتناب کرنا واجب ...

(۲) جس کی اکثر آمدنی حلال ہو اور کم آمدنی حرام ہو' اس کے مال سے اجتناب کرنا مستحب ہے' جیسے عام کاروباری لوگ جو ٹیکس بچاتے ہیں' کنڈے کی بجلی استعمال کرتے ہیں یا پانی ملا دودھ فروخت کرتے ہیں اور اس قماش کے دیگر لوگ جن کی آمدنی کا اکثر اور غالب حصہ حلال ہوتا ہے اور اس میں قلیل مقدار حرام کی بھی ہوتی ہے۔

پہلی قسم کا تقویٰ واجب ہے اور دوسری قسم کا تقویٰ مستحب ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصتوں اور ہدیہ اور تحفہ کے لینے سے بھی اجتناب کرے تو یہ تقویٰ مکروہ ہے۔

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ اَبِيْ سِنَانٍ مَّا رَاَيْتُ شَيْئًا اَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ' دَعْ مَا يَرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يَرِيْبُكَ.

اور حسان بن ابی سنان نے کہا: میں نے اس سے آسان تقویٰ کی کوئی قسم نہیں دیکھی کہ جس چیز میں تم کو شک ہو تو اس کو چھوڑ کر تم اس چیز کو اختیار کرو جس میں تم کو شک نہ ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

الحوراء السعدی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کون سی حدیث یاد ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث یاد ہے: جس چیز میں تم کو شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرو جس میں تم کو شک نہ ہو' کیونکہ صدق میں طمانیت ہے اور کذب میں شک ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۵۲۶' سنن نسائی: ۵۷۲۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰۔ ج ۳ ص ۱۱۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۵' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۳۸' مشکوٰۃ: ۲۷۷۳' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۵۸' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۵۲' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۲۰' الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۰۶)

۲۰۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ' فَزَعَمَتْ اَنَّهَا اَرْضَعَتْهُمَا' فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ' وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ. وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ اَبِيْ اِهَابٍ التَّمِيْمِيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن عبد الرحمان بن ابی حسین نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت آئی' اس نے کہا: میں نے تم دونوں (تمہیں اور تمہاری بیوی کو) دودھ پلایا ہے' انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے ان سے اعراض کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: کیوں کر (تم اس کو نکاح میں رکھو گے) حالانکہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے' اور ان کے نکاح میں ابو اہاب تمیمی کی بیٹی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے' باب کے عنوان سے اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ حضرت عقبہ کے نکاح میں یہ شبہ تھا کہ ان کی بیوی ان کی رضاعی بہن ہے' اس لیے آپ نے ان کو اس سے اجتناب کا حکم دیا۔

ایک عورت کی گواہی سے رضاعت کے ثبوت میں مذاہب فقہاء اور امام اعظم کے مذہب کی تقویت

اس حدیث کی مفصل شرح توضیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کا خلاصہ یہ ہے:

امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار سے روایت کیا ہے' سنن ترمذی اور مسند احمد میں اس کی تفصیل ہے:

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی' پھر ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آئی' اس نے کہا: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے فلانہ بنت فلاں سے نکاح کیا تھا' اب ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آئی ہے اور اس نے کہا ہے: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ عورت جھوٹی ہے' حضرت عقبہ نے کہا: پھر آپ نے مجھ سے اعراض کیا' حضرت عقبہ نے کہا: پھر میں آپ کے چہرہ کی طرف سے آیا' پس میں نے کہا: وہ عورت جھوٹی ہے' آپ نے فرمایا: تم اُس عورت کو اپنے نکاح میں کیسے رکھو گے' جب کہ اِس عورت کا یہ زعم ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' تم اس عورت کو چھوڑ دو۔

(سنن ترمذی: ۱۱۵۴' مسند احمد ج ۴ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۴۸۔ ج ۲۶ ص ۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کا موقف یہ ہے کہ دودھ پلانے کے ثبوت میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہے حتیٰ کہ اکثر کی گواہی ہو۔ وکیع نے کہا: دودھ پلانے کے ثبوت میں ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہے تاہم بہ طور ورع اور تقویٰ اس سے الگ ہو جائے۔

(سنن ترمذی ص ۳۵۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صاحب التلویح نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا یہ موقف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ کو شبہ سے بچانے کے لیے یہ فتویٰ دیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ شبہ سے اجتناب کریں' اس خوف سے کہ وہ فرج کے معاملہ میں بے احتیاطی سے حرام کے مرتکب نہ ہو جائیں کیونکہ اس سیاہ فام عورت کے کہنے سے تحریم پر دلیل قائم ہو گئی تھی' لیکن یہ قطعی اور قوی دلیل نہیں ہے کیونکہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی' تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زیادہ احتیاط پر عمل کرنے کا حکم دیا اور اگر اس سیاہ فام عورت کے کہنے سے ان کی بیوی ان پر حرام ہو جاتی تو حضرت عقبہ نے جب پہلی بار آپ کو خبر دی تھی تو آپ اعراض نہ فرماتے بلکہ آپ پر واجب تھا کہ آپ حضرت عقبہ کو یہ بتاتے کہ اب تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی ہے لیکن جب حضرت عقبہ نے آپ کو دوبارہ خبر دی تو آپ نے ان کو احتیاط پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس بحث میں صاحب تلویح کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "اس پر اجماع ہے کہ اس معاملہ میں ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہوتی" کیونکہ امام احمد اور اسحاق کے نزدیک ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ رضاعت دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہوتی ہے یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوتی ہے اور باب مذکور کی حدیث امام اعظم کے موقف کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ اس میں احتیاط پر عمل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

۲۰۵۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ' عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ' اَنَّ ابْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّىْ فَاقْبِضْهُ ' قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ اَبِىْ وَقَّاصٍ وَقَالَ ابْنُ اَخِىْ ' قَدْ عَهِدَ اِلَىَّ فِيْهِ ' فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ اَخِىْ وَابْنُ وَلِيْدَةِ اَبِىْ ' وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ ' فَتَسَاوَقَا اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' ابْنُ اَخِىْ ' كَانَ قَدْ عَهِدَ اِلَىَّ فِيْهِ . فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ اَخِىْ وَابْنُ وَلِيْدَةِ اَبِىْ ' وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ . ثُمَّ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ. ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبِىْ مِنْهُ.يَا سَوْدَةُ لِمَا رَاٰى مِنْ شَبَهِهٖ بِعُتْبَةَ فَمَا رَاٰهَا حَتّٰى لَقِىَ اللّٰهَ.[اطراف الحدیث:۲۲۱۸۔ ۲۴۲۱۔۲۵۳۳۔۲۷۴۵۔۴۳۰۳۔۶۷۴۹۔۶۷۶۵۔۶۸۱۷۔۷۱۸۲]

(صحیح مسلم:۱۴۵۷' الرقم المسلسل: ۳۵۰۳' سنن نسائی:۳۴۸۱' سنن ابوداؤد:۲۲۷۳' مسند الحمیدی:۲۳۸' سنن سعید بن منصور:۲۱۳۰' سنن کبریٰ:۵۶۸۱' سنن ابن ماجہ:۲۰۰۴' مسند ابویعلیٰ:۴۴۱۹' شرح مشکل الآثار:۴۴۳۵' سنن دارقطنی ج۳ ص۳۱۳' سنن بیہقی ج۶ ص۸۶' مسند ابن المبارک:۲۳۳' مسند احمد ج۶ ص۳۷ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۰۸۶۔ ج۴۰ ص۱۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کو یہ وصیت کی کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا میرے نطفہ سے ہے تم اس پر قبضہ کر لینا' حضرت عائشہ نے کہا: جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے زمعہ کے بیٹے کو لے لیا' اور کہا: یہ میرا بھتیجا ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کی وصیت کی تھی' پھر حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے' پھر ان دونوں نے اپنا مقدمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے اس کے متعلق عتبہ نے مجھے وصیت کی تھی' اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے' ان کے بستر پر پیدا ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! وہ تمہارا (بھائی) ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں' پھر آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین سے فرمایا: اے سودہ! تم اس سے پردہ کرنا کیونکہ آپ نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی' پھر زمعہ کے بیٹے نے حضرت سودہ کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملا۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں شبہ کا بیان ہے کیونکہ زمعہ کا بیٹا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا' لیکن یہ شبہ پیدا ہوا کہ وہ عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے کیونکہ اس میں عتبہ کی مشابہت تھی' اس وجہ سے اس کے حضرت سودہ کے بھائی ہونے میں شبہ ہو گیا' اس لیے آپ نے حضرت سودہ کو اس سے اجتناب کرنے اور اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص' عتبہ بن ابی وقاص' عبدزمعہ' عبدالرحمان بن زمعہ اور حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمان بن زمعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آیا ہے' ان سب کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے:

عتبہ بن ابی وقاص کا العسکری نے صحابہ میں ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے' جمہور نے اس کا صحابہ میں ذکر نہیں کیا' ابونعیم نے ذکر کیا ہے: یہ وہی شخص ہے جس نے غزوۂ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ زخمی کیا تھا اور آپ کے سامنے کے دانت شہید کر دیئے تھے۔

معمر نے روایت کیا ہے کہ جب اس نے آپ کے دانت شہید کیے تو آپ نے اس کے خلاف دعا کی: اے اللہ! اس پر یہ سال نہ گزرے حتیٰ کہ یہ حالت کفر میں مر جائے۔ سو وہ اس سال کے پورا ہونے سے پہلے کفر کی حالت میں مر گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو زندگی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی؛ ان کا لقب فارس الاسلام تھا' یہ ۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے ان کو مدینہ لایا گیا اور جنت البقیع میں ان کو دفن کر دیا گیا۔ یہ عشرہ مبشرہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے' ان کی عمر ستر سال سے زائد تھی اور ایک قول تراسی سال کا ہے۔

حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ: حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے' ان کا شمار سادات صحابہ میں ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمان بن زمعہ: یہ وہ ہیں جن کے متعلق اس حدیث میں قصہ ہے۔

حضرت سودہ بنت زمعہ: آپ ام المؤمنین ہیں' آپ کی کنیت ام الاسود ہے' حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے عقد نکاح کیا تھا' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں ان کا انتقال ہو گیا تھا (رضی اللہ عنہا)۔

زمعہ کی باندی کے بیٹے کا زمعہ کے نسب کے ساتھ استلحاق (ملانے) کی دو وجہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد بن زمعہ سے فرمایا ہے: یہ (متنازع شخص) تمہارا (بھائی) ہے' اے عبد بن زمعہ! اس حدیث کے معنی میں دو قول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیصلہ اس بناء پر نہیں تھا کہ عبد بن زمعہ نے اس کا مطالبہ کیا تھا' بلکہ آپ کا فیصلہ اپنے علم کی بناء پر تھا' کیونکہ زمعہ آپ کی زوجہ حضرت سودہ کا باپ تھا' پس ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم ہو کہ زمعہ نے اپنی باندی سے مباشرت کی ہے اور اس سے یہ شخص پیدا ہوا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اے عبد بن زمعہ! یہ متنازع شخص تمہارا مملوک (غلام) ہے' کیونکہ یہ زمعہ کی باندی کا بیٹا ہے اور وہ ہر باندی جس کے ہاں اس کے مالک کے نطفہ کے بغیر بچہ ہو' وہ غلام ہوتا ہے' لہٰذا یہ متنازع شخص غلام قرار پایا' اور زمعہ نے اس کے نسب کا اقرار نہیں کیا تھا اور نہ اس کی گواہی دی تھی' لہٰذا وہ اپنی ماں کے تابع ہو کر غلام تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے صرف اس کو عبد بن زمعہ کے مطالبہ پر ان کا بھائی قرار نہیں دیا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔ علماء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ جب آزاد عورت کے ساتھ عقد ہو اور اس کے ساتھ مباشرت ممکن ہو اور حمل بھی ممکن ہو تو بچہ اس کا ہو گا جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور سوا لعان کے اس سے نسب کی نفی نہیں ہو سکتی۔

جس شخص نے عقد نکاح کے بعد عورت کو طلاق دے دی' پھر اس سے بچہ پیدا ہوا' اس کے نسب میں اختلاف فقہاء

فقہاء کا اس عورت کے متعلق اختلاف ہے' جس کو اس کے شوہر نے عقد کے وقت حاکم اور گواہوں کے سامنے طلاق دے دی' پھر نکاح کے چھ ماہ یا اس سے زیادہ وقت گزرنے کے بعد اس کے ہاں بچہ ہو گیا' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس بچہ کو اس شخص کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا کیونکہ اب وہ عورت اس کا بستر نہیں ہے اور وہ شخص اس عورت کے ساتھ مباشرت پر قادر نہیں تھا اور وہ اس نابالغ لڑکے کی طرح ہے جس سے بچہ ممکن نہیں یا وہ لڑکی اس نابالغہ کی طرح ہے جس سے بچہ ممکن نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ وہ عورت اس کا بستر [illegible] کے ساتھ لاحق ہو جائے گا۔

''زانی کے لیے پتھر ہیں'' اس ارشاد کے دو محمل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی کے لیے پتھر ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ زانی کے لیے ناکامی ہے اور اس بچہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے یعنی بچہ اس کا ہوگا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے خواہ وہ اس کا شوہر ہو یا اس کا مالک ہو اور زانی کے لیے ناکامی اور محرومی ہے جیسے کہا جاتا ہے: تمہارے منہ میں مٹی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ زانی کو پتھروں سے رجم کر دیا جائے گا کیونکہ شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اور اس صورت میں عتبہ بن ابی وقاص شادی شدہ زانی تھا۔

جب متنازع شخص کو حضرت سودہ کا بھائی قرار دے دیا گیا تو پھر حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ سے فرمایا: تم زمعہ کے بیٹے سے پردہ کرنا کیونکہ آپ نے اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب آپ نے اس متنازع شخص (عبدالرحمان بن زمعہ) کا نسب زمعہ سے ثابت کر دیا تھا اور وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی قرار پایا تھا تو پھر آپ نے حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟ امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مرد کو یہ اختیار ہے کہ وہ اگر چاہے تو بیوی کو منع کر دے کہ وہ اپنے بھائی کو نہ دیکھے اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجنبی مرد کے دیکھنے کے ذریعہ کو قطع کرنے کے لیے اور ذرائع کی روک تھام کے لیے ظاہر کے اعتبار سے اس کو بھائی قرار دینے کے باوجود اس کو دیکھنے سے منع فرما دیا تھا گویا کہ آپ نے دو حکم دیئے تھے' ایک حکمِ ظاہر تھا اور ایک حکمِ باطن' حکم ظاہر یہ تھا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور اس اعتبار سے وہ متنازع شخص حضرت سودہ کا بھائی قرار پایا اور حکم باطن یہ تھا کہ عتبہ سے مشابہت کی بناء پر حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا' گویا آپ نے فرمایا: اے سودہ! واقع میں اور اللہ کے نزدیک وہ تمہارا بھائی نہیں ہے اگرچہ ظاہر شرع کے اعتبار سے وہ تمہارا بھائی ہے۔

عتبہ بن ابی وقاص نے زمعہ کی باندی کے حمل کو اپنے نسب کے ساتھ ملانے کی وصیت کس بنیاد پر کی تھی؟

اس قصہ کی اصل اور بنیاد یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی باندیاں زنا کرتی تھیں اور اس دوران ان کے مالکان بھی آ کر ان سے مباشرت کرتے تھے' پس جب کسی باندی کے ہاں بچہ ہو جاتا تو بعض اوقات اس باندی کا مالک بچہ پر دعویٰ کرتا اور بعض اوقات زانی اس بچہ کا دعویٰ کرتا' پھر اگر اس باندی کا مالک مر جاتا اور اس کا اس بچہ پر دعویٰ ہوتا اور نہ انکار ہوتا تو اس کے وارث اس بچہ کا دعویٰ کرتے اور اس کے نسب کو اس باندی کے مالک کے ساتھ لاحق کر دیتے مگر اس بچہ کو مالک کی میراث سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا سوا اس کے کہ مالک نے اپنی زندگی میں اس بچے کو اپنے نسب کے ساتھ ملا لیا ہو اور اگر مالک اس بچہ کا انکار کر دیتا تو پھر اس کے نسب کو مالک کے ساتھ نہیں ملایا جاتا تھا۔

صورتِ مذکورہ میں حضرت سودہ کے والد زمعہ بن قیس کی اسی طرح کی باندی تھی اور وہ اور دوسرے لوگ اس کے ساتھ دخول کرتے تھے' پھر وہ حاملہ ہوگئی اور یہ گمان کیا گیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا حمل ہے اور عتبہ حالت کفر میں مر گیا تھا۔ عتبہ نے اپنی موت سے پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کو جو حمل ہے اس پر تم قبضہ کر لینا' پھر جب حضرت سعد نے اس سے پیدا ہونے والے بچہ کو عتبہ کے نسب سے ملایا تو زمعہ کے بیٹے عبد بن زمعہ نے ان سے مخاصمہ کیا' حضرت سعد نے زمانہ جاہلیت کے طریقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے بھائی عتبہ کا بیٹا ہے اور حضرت عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے' میرے والد کے بستر پر ... اسلام کے بیان کردہ اصول کی طرف اشارہ تھا' پس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ فرمادیا اور جاہلیت کے طریقہ کو باطل کر دیا۔ اس حدیث سے متعدد احکام معلوم ہوئے۔

حدیث مذکور سے حرمت مصاہرۃ کے جواز یا عدم جواز پر استدلال

ان احکام میں سے امام ابو حنیفہ کا استنباط کردہ یہ حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ کو زمعہ کے بیٹے سے پردہ کا حکم دیا' لہٰذا جو شخص کسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرے' وہ عورت اس کی اولاد پر حرام ہو جاتی ہے' امام احمد' اوزاعی اور سفیان ثوری کا بھی مذہب ہے اور یہ حرمت مصاہرۃ کی وجہ سے ہے اور امام مالک' امام شافعی اور ابوثور نے کہا: وہ عورت اس کی اولاد پر حرام نہیں ہوگی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ کو جو پردہ کا حکم دیا تھا' وہ تنزیہہ کی بناء پر تھا یعنی شبہ کے مواقع سے احتراز کے لیے تھا اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اور حضرت سودہ پر اس سے پردہ کرنا واجب تھا اور یہ حدیث ان کے خلاف ہماری حجت ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ ظاہر شریعت کی بناء پر تھا کیونکہ نبی نے یہ حکم دیا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت کا اعتبار نہیں کیا اور جاہلیت کے مکروہ طریقہ کے مطابق جو وہ بچہ پیدا ہوا تھا' آپ نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم کا حکم کسی باطل چیز کو حلال نہیں کرتا کیونکہ آپ نے حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

استلحاق نسب کی شرائط

امام شافعی نے اس سے یہ حکم نکالا ہے کہ بھائی کسی کو وارثوں کے نسب میں ملانے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور تمام ورثاء بھی ایسا کر سکتے ہیں' بشرطیکہ جس کا نسب ملایا گیا ہو' اس کا میت کا بیٹا ہونا ممکن ہو اور یہ شرط بھی ہے کہ اس کا کسی اور کے ساتھ نسب معروف نہ ہو اور یہ شرط بھی ہے کہ جس کا نسب ملایا گیا ہو' وہ اگر عاقل' بالغ ہو تو اس نسب کی تصدیق کرے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس متنازع شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمعہ کے نسب کے ساتھ ملایا تھا' اس میں یہ تمام شرائط موجود تھیں۔

ہمارے اصحاب نے اس کی دو تاویلیں کی ہیں: ایک یہ ہے کہ حضرت سودہ' عبد بن زمعہ کی بہن تھیں اور انہوں نے بھی ذکر کردہ متنازع شخص کو اپنے ساتھ ملانے میں اپنے بھائی کی موافقت کی تھی' یوں یہ مطالبہ تمام ورثاء کی طرف سے تھا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ زمعہ کفر پر مر گیا تھا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس کی وارث نہیں ہوئی تھیں کیونکہ وہ مسلمان تھیں اور عبد بن زمعہ اس کے وارث ہوئے تھے (کیونکہ وہ بعد میں مسلمان ہوئے تھے)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۴۲۔ ۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۵۰۸۔ ج ۳ ص ۹۳۱ پر مذکور ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① زمانۂ جاہلیت میں باندیوں کی اولاد کے نسب کے ثبوت کا طریقہ ② اسلام میں ثبوتِ نسب کا طریقہ ③ عبد بن زمعہ کے بھائی کے نسب کی تحقیق ④ زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت پر دلیل ⑤ ثبوتِ نسب میں امکانِ وطی کی شرط میں مذاہب فقہاء ⑥ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی تحقیق ⑦ مرد کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے ⑧ عورت کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے ⑨ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ تولید کا شرعی حکم ⑩ مصنوعی عمل تولید کا شرعی حکم ⑪ کیا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل فطرت اللہ اور خلق اللہ کے خلاف ہے؟ ⑫ فقہاء اہل سنت کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز ⑬ اہل تشیع کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز۔

۲۰۵۴ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ، فَقَالَ اِذَا اَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَاِذَا اَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَلَا تَاْكُلْ، فَاِنَّهُ وَقِيذٌ. قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اُرْسِلُ كَلْبِي وَاُسَمِّي، فَاَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا اٰخَرَ لَمْ اُسَمِّ عَلَيْهِ، وَلَا اَدْرِي اَيُّهُمَا اَخَذَ؟ قَالَ لَا تَاْكُلْ، اِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْاٰخَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی السفر نے خبر دی از شعبی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چوڑی لکڑی سے شکار کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اگر وہ لکڑی دھار کی طرف سے شکار پر لگے تو تم اس کو کھالو اور اگر وہ چوڑائی کی طرف سے شکار کو لگ کر اس کو ہلاک کرے تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ چوٹ لگنے سے ہلاک ہوا ہے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں اور اس پر بسم اللہ پڑھتا ہوں' پھر میں شکار کے اوپر ایک اور کتا بھی پاتا ہوں جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے اور مجھے پتا نہیں ان میں سے کس نے شکار کو پکڑا ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کو مت کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب شکار کے ساتھ دوسرا کتا بھی پایا گیا تو اس کے حلال ہونے میں شبہ واقع ہو گیا۔

٤ - بَابُ مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

مشتبہ چیزوں سے احتراز کرنا

۲۰۵۵ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مُسْقَطَةٍ، فَقَالَ لَوْلَا اَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَاَكَلْتُهَا. وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرے ہوئے پھل کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اگر یہ پھل صدقہ کا نہ ہوتا تو میں اس کو کھالیتا' اور ہمام نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کھجور کو اپنے بستر پر پڑا ہوا پاتا ہوں۔

[طرف الحدیث: ۲۴۳۱]

(صحیح مسلم: ۱۰۷۱' الرقم المسلسل: ۲۳۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۴' شعب الایمان: ۵۷۴۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۹۰۔ ج ۱۹ ص ۲۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے ہے کہ جو پھل زمین پر گرا ہوا ہے' اس کے متعلق شبہ واقع ہو گیا کہ آیا وہ صدقہ سے ہے یا نہیں ہے' اگر وہ صدقہ سے ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کو اٹھا کر کھانا جائز نہیں ہے اور اگر صدقہ کی نہ ہو تو آپ کے لیے اس کو کھانا جائز تھا' اس شبہ کی وجہ سے آپ نے اس سے احتراز کیا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک دو کھجوریں کسی عام

آدمی کو پڑی ہوئی ملیں تو اس کے لیے ان کو کھانا جائز ہے البتہ سادات کرام پر چونکہ صدقہ یعنی زکوٰۃ کا مال کھانا حرام ہے اس لیے ان کو بہ طور تقویٰ اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

جس کام کے کرنے پر دل مطمئن ہو وہ جائز ہے اور جس کام سے دل میں تردد ہو وہ ناجائز ہے۔۔۔۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل کی بات کو جان لینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ طور تنزہ اس کھجور کے کھانے کو ترک کر دیا کیونکہ ہو سکتا تھا کہ وہ کھجور صدقہ کی ہوتی اور کسی عام شخص پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ جائز چیزوں میں تتبع کرے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور جب تک کسی چیز کی ممانعت اور اس کی تحریم پر دلیل قائم نہ ہو اس کو لینا اور کھانا جائز ہے پس مشتبہ چیزوں سے احتراز اسی وقت کیا جائے گا جب یہ پتا نہ ہو کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے اور اس میں حلال اور حرام دونوں کی گنجائش ہو اور کسی ایک شق پر دلیل قائم نہ ہو اور ایسی چیز پر حرام ہونے کا حکم لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ حلال ہو تاہم مستحب اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل کی اقتداء کریں حدیث میں ہے:

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور میرا ارادہ یہ تھا کہ میں ہر چیز کی نیکی اور گناہ ہونے کے متعلق آپ سے سوال کروں اور اس وقت آپ کے پاس لوگوں کی جماعت تھی پس میں لوگوں کو پھلانگتا ہوا گیا پھر لوگوں نے کہا: اے وابصہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک طرف ہو میں نے کہا: میں وابصہ ہوں مجھے آپ کے قریب ہونے دو کیونکہ آپ کے قریب ہونا مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے تب آپ نے مجھ سے فرمایا: اے وابصہ! قریب آؤ! اے وابصہ! قریب آؤ! پھر میں آپ کے اتنا قریب ہوا کہ میرے زانوں آپ کے زانوؤں کو چھو رہے تھے تب آپ نے فرمایا: اے وابصہ! میں تم کو بتاؤں کہ تم مجھ سے کس چیز کا سوال کرنے آئے ہو یا تم خود سوال کرو گے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے بتائیں! آپ نے فرمایا: تم مجھ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کرنے آئے ہو میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے اپنی تین انگلیوں کو جوڑ کر میرے سینے میں مارا اور فرمایا: اے وابصہ! تم اپنے دل سے پوچھو نیکی وہ کام ہے جس پر تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہا ہو اور تمہارے سینہ میں متردد ہو خواہ لوگ تمہیں اس کام کا فتویٰ دیں خواہ لوگ فتویٰ نہ دیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۹۲ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۴ سنن دارمی: ۲۵۳۳ مسند ابو یعلیٰ: ۱۵۸۶ شرح مشکل الآثار: ۲۱۳۹ المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۴۰۳ مسند البزار: ۱۸۳ مسند الشامیین: ۲۰۰۰ مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۰۰۱۔ ج ۲۹ ص ۵۲۸۔۵۲۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔حاشیہ مسند احمد: ۱۸۰۰۱)

میں کہتا ہوں کہ فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث بھی معتبر ہوتی ہے۔علامہ سندھی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ تم اپنے دل سے فتویٰ طلب کرو کیونکہ جب ایمان قوی ہو تو مؤمن کا دل اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ حدیث دلائل النبوۃ میں سے ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کی خبر دی جو حضرت وابصہ کے دل میں تھی۔(حاشیہ مسند احمد: ۱۸۰۰۱۔۱۷۹۹۹)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی شخص اس وقت تک تقویٰ کی حقیقت کو نہیں پا سکتا حتیٰ کہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کے سینہ میں کھٹکتی ہے۔

حضرت عطیہ سعدی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پا سکتا حتیٰ کہ اس کام کو

چھوڑ دے جس میں کوئی حرج نہیں ہے اس خوف سے کہ ہوسکتا ہے اس میں کوئی حرج ہو۔

(سنن ترمذی: ۲۴۵۹ 'سنن ابن ماجہ: ۴۲۱۵ 'سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۵ 'مشکوٰۃ: ۵۰۷۷ 'کنز العمال: ۵۶۴۲)

ابوالحسن بن القابسی نے کہا: یہ کھجور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر پائی گئی تھی 'پس صدقہ کی کھجور اپنے محل کو پہنچ گئی تھی اور یہ کھجور صدقہ کی نہیں تھی؟ اس کا جواب یہ کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کی کھجوروں کو تقسیم کیا ہو' پھر آپ گھر چلے گئے اور یہ ایک کھجور آپ کے کپڑوں میں چمٹ گئی 'پھر آپ کے بستر پر گر گئی' پس اس میں شبہ پیدا ہوگیا' بعض دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پر صدقہ مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

جس مال کی کوئی قابل ذکر قیمت نہ ہو' اس کو لینے کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اموال میں سے صرف ان کو لینا اور اٹھانا حرام ہے جن کی کوئی قابل ذکر قیمت ہو اور ایک کھجور یا ایک انجیر یا ایک انگور کا دانہ یا روٹی کا ٹکڑا اور اس کی مثل چیزیں تو ان کے متعلق فقہاء کا اجماع ہے کہ ان کو زمین سے اٹھا لینا چاہیے اور ان کو کھا کر ان کا اکرام کرنا چاہیے اور ان کا اعلان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ کھجور صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اس کو کھا لیتا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۷۰۔۱۶۹ 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۴۷۔ ج ۲ ص ۱۰۱۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:
آلِ رسول کو زکوٰۃ دینے میں مذاہب۔

٥ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشَبَّهَاتِ

جس نے وساوس وغیرہ کو شبہات میں سے نہیں قرار دیا

وساوس' وسوسہ کی جمع ہے' وسوسہ اس بُری چیز کو کہتے ہیں جس کو شیطان دل میں ڈال دیتا ہے۔

٢٠٥٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ' عَنْ عَمِّهٖ قَالَ شُكِيَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلٰوةِ شَيْئًا' اَيَقْطَعُ الصَّلٰوةَ؟ قَالَ لَا' حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا. وَقَالَ ابْنُ اَبِي حَفْصَةَ' عَنِ الزُّهْرِيِّ لَا وُضُوْءَ اِلَّا فِيْمَا وَجَدْتَ الرِّيْحَ اَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از زہری از عباد بن تمیم از عم خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی گئی کہ ایک شخص نماز میں کوئی چیز محسوس کرتا ہے (کہ شاید اس کا وضوء ٹوٹ گیا ہے) کیا وہ نماز قطع کر دے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ وہ کوئی آواز سنے یا بدبو محسوس کرے۔ اور ابن ابی حفصہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ وضوء اس وقت تک واجب نہیں ہوتا حتیٰ کہ تم بدبو سونگھو یا آواز سنو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ وسوسہ سے وضوء نہیں زائل ہوتا جب تک کہ وضوء ٹوٹنے پر یقینی دلیل نہ قائم ہو' کیونکہ جو شبہ بغیر دلیل کے واقع ہو' اس کا شریعت میں اعتبار نہیں ہوتا۔

٢٠٥٧ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن مقدام عجلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالرحمان طفاوی نے

هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ قَوْمًا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ قَوْمًا یَّاْتُوْنَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِیْ اَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اَمْ لَا ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا اللّٰهَ عَلَیْهِ وَكُلُوْهُ. [اطراف الحدیث: ۵۵۰۷-۷۳۹۸]

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں' ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اس پر بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر بسم اللہ پڑھو اور اس کو کھا لو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۸۲۹' سنن ابن ماجہ: ۳۱۷۴' موطأ امام مالک۔ کتاب الذبائح۔ باب: ۱۔ حدیث: ۱' سنن نسائی: ۴۴۴۳' سنن دارمی: ۱۹۸۲)

نوٹ: امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی روایت کے بعد لکھا ہے کہ وہ لوگ نئے نئے کفر سے نکلے تھے اور امام دارمی نے اس حدیث کی روایت کے بعد لکھا ہے کہ وہ لوگ تازہ تازہ جاہلیت سے نکلے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن مقدام عجلی بصری' یہ عمدہ حافظ تھے اور ۲۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن عبدالرحمان طفاوی' اس میں طفاوی بنت جرم بن ریان کی طرف نسبت ہے' ایک قول ہے کہ طفا' بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے' یہ ۱۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ باقی رجال کا تذکرہ اس سے پہلے کئی بار کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۴۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن ماجہ' امام مالک اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے' جیسا کہ ہم نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ غالباً علامہ عینی نے اس حدیث کو زیادہ تلاش نہیں کیا۔

وسوسہ کو شبہات میں داخل نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وسوسوں کو درج ذیل حدیث کی بناء پر شبہات میں داخل نہیں کیا گیا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان چیزوں سے درگزر کر لیا ہے جو ان کے دل میں وسوسے آتے ہیں' جب تک وہ ان پر عمل نہ کریں یا ان کے متعلق بات نہ کریں۔

(صحیح البخاری: ۲۵۲۸' صحیح مسلم: ۱۲۷' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹' سنن ترمذی: ۱۱۸۳' سنن نسائی: ۳۴۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰)

پس وسوسہ کو لغو قرار دیا گیا ہے اور اس کو ترک کر دیا گیا ہے' اور جب تک وسوسہ پر دل جم نہ جائے اور اس کے تقاضے کے مطابق کوئی عمل نہ کیا جائے' اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ ہمیں پتا نہیں لوگوں نے (ذبیحہ پر) اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں' یہ بھی وسوسہ ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفتیش کا حکم دیتے تو بہت حرج ہوتا اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج: ۷۸) اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

حضرت عائشہ کے شبہ پر علامہ ابن بطال کا رد اور مصنف کا ان کی طرف سے دفاع

کسی مسلمان کے متعلق یہ گمان کرنا جائز نہیں ہے کہ اس نے عمداً شکار پر یا ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کیا ہوگا' لہٰذا یہ شبہ

ضعیف ہے' اسی لیے نبی ﷺ نے اس شبہ کو زائل کرنے کے لیے کوئی حکم نہیں دیا' بلکہ نبی ﷺ نے اس کی ضد کا حکم دیا اور فرمایا: تم بسم اللہ پڑھ کر کھالو' نیز اس زمانہ کے مسلمان ان لوگوں میں سے تھے جن کی تحسین کی گئی ہے' لہٰذا ان کے دین کے متعلق بدگمانی نہیں کی جائے گی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر نبی ﷺ کے اس ارشاد کی کیا توجیہ ہے کہ تم اللہ کا نام لو اور کھالو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ حکم احتیاطاً دیا ہے' اس خوف سے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص شکار پر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو تو اس کا تدارک ہو جائے' ہر چند کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۷۱۔ ۱۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن لوگوں کے متعلق یہ کہا تھا کہ پتا نہیں انہوں نے بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں؟ امام ابن ماجہ اور امام دارمی کی تصریح کے مطابق یہ وہ لوگ تھے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ابھی تک ان کے دلوں میں اسلام راسخ نہیں ہوا تھا اور قرآن اور حدیث میں جن مسلمانوں کی تحسین کی گئی ہے' یہ وہ صحابہ ہیں جو احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے میں راسخ ہو چکے تھے' لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذکورہ شبہ بدگمانی پر مبنی نہیں تھا۔

ذبیحہ پر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا معتبر ہے

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم صرف کھانے اور پینے کے وقت دیا گیا ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۸ ص ۱۸۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ' اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی درج ذیل آیت سے کس طرح غافل ہوگئے:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ. (الانعام:۱۲۱) اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا' اور بے شک اس کو کھانا گناہ ہے۔

یہ آیت ہر اس ذبیحہ کو شامل ہے جس پر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا گیا ہو لیکن جس ذبیحہ پر سہو اور نسیان سے بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا گیا ہو' اس پر اجماع ہے کہ وہ اس آیت سے مستثنیٰ ہے' اس کے علاوہ ذبیحہ کا ہر فرد اس آیت میں داخل ہے' اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت مردار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مردار کو ذبح نہیں کیا جاتا اور اس سے بلاوجہ اس آیت کو مجاز پر محمول کرنا لازم آئے گا۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابتداءِ اسلام میں نبی ﷺ نے یہ اجازت دی تھی کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو' اس کو بھی کھالیا جائے اور اس وقت تک الانعام:۱۲۱ نازل نہیں ہوئی تھی اور جب یہ آیت نازل ہوگئی تو اس ذبیحہ کو کھانے سے منع کر دیا گیا جس پر عمداً بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا گیا ہو۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس قول کو امام مالک نے الموطأ میں ذکر کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کا نام لیے بغیر ذبح کرنے والے وہ لوگ تھے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ان کو اس حکم شرعی کا پتا نہیں تھا' اور رہا اب کا معاملہ تو اب کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا لازمی شرط ہے اور مسلمانوں کے متعلق یہ بدگمانی نہیں کی جائے گی کہ وہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیتے ہیں' رہا وہ شخص جو ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو اس کو جب یاد آئے تو وہ بسم اللہ پڑھ لے اور کھانے والا بسم اللہ پڑھے کیونکہ اس کو بھولنے کا خطرہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں جو حکم بیان کیا گیا ہے' وہ الانعام:۱۲۱ نازل ہونے سے پہلے کا ہے' اس پر علامہ ابن عبدالبر نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کا تعلق مدینہ منورہ کے دیہاتیوں اور خانہ بدوشوں سے ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ الانعام مکہ میں نازل ہوئی تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ ابوالعباس الضریر اور ثعلبی وغیرہما نے ذکر کیا ہے کہ سورۃ الانعام کی چھ آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں' لہٰذا علامہ ابن عبدالبر کا سورۃ الانعام کو مطلقاً مکی کہنا صحیح نہیں ہے اور علامہ ابن الجوزی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ ''تم بسم اللہ پڑھو اور اس کو کھاؤ'' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس نے ذبیحہ پر بسم اللہ نہیں پڑھی' اس کا اب کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا اس سے کافی ہو جائے گا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کے سوال اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں یہ دلیل ہے کہ ذبیحوں پر بسم اللہ پڑھنے کا اعتبار ہے اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۴۷۔۲۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى — اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا ۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا﴾ (الجمعۃ:۱۱)

اور جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعۃ:۱۱)

اس باب میں الجمعۃ:۱۱ کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے' اس کی مکمل شرح کتاب الجمعہ میں بیان کی جا چکی ہے' یہاں پر اس باب کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر چند کہ تجارت کرنا قابل ستائش کام ہے کیونکہ تجارت کی وجہ سے انسان رزق حلال کے حصول پر قادر ہوتا ہے لیکن اس وقت ان لوگوں کے لیے افضل یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ سنتے رہتے اور اپنے آپ کو مسجد میں لازم رکھتے۔

۲۰۵۸ - حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ' عَنْ حُصَيْنٍ' عَنْ سَالِمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَتْ مِنَ الشَّامِ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا' فَالْتَفَتُوْا اِلَيْهَا' حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا' فَنَزَلَتْ ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا ۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا﴾ (الجمعۃ:۱۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں طلق بن غنام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حصین از سالم' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ جمعہ پڑھ رہے تھے' اس وقت شام سے ایک قافلہ گندم لے کر آیا تو سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ صحابہ باقی رہ گئے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعۃ:۱۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ مَنْ لَّمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ — جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا

اس باب میں اس شخص کا حال بیان کیا گیا ہے جو اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا اور ایسے شخص کی مذمت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِّنَ الْحَرَامِ. [طرف الحدیث: ۲۰۸۳]

کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں کوئی شخص یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے لیا ہے آیا حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہے یا حرام ذریعہ سے لیا ہے۔

(سنن نسائی: ۴۴۶۱ سنن داری: ۲۵۳۶ صحیح ابن حبان: ۶۷۲۶ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۴ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۳۵ شعب الایمان: ۵۵۲۶ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۲۷ شرح السنۃ: ۲۰۳۳ مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵ طبع قدیم مسند احمد: ۹۶۲۰۔ ج ۱۵ ص ۳۸۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں کوئی شخص یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا ہے آیا حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہے یا حرام ذریعہ سے لیا ہے۔

اس حدیث کے رجال کا تذکرہ اس سے پہلے کئی بار کیا جا چکا ہے۔

باب مذکور کے موافق ایک اور حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ سود کھائیں گے حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں: آپ سے پوچھا گیا: کیا سب لوگ سود کھائیں گے؟ آپ نے فرمایا: جو سود نہیں کھائے گا اس کو سود کا غبار حاصل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۳۱ سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۸ سنن نسائی: ۴۴۶۶ مسند ابویعلیٰ: ۶۲۳۳ المستدرک ج ۲ ص ۱۱ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۶۔ ۲۷۵ مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۴ طبع قدیم مسند احمد: ۱۰۴۱۰۔ ج ۱۶ ص ۲۵۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سود خوری اور حرام خوری کا یہ عموم اور دیگر فتنوں کا شیوع قربِ قیامت میں ہوگا جیسا کہ نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ اسلام ابتداء میں غریب (اجنبی) تھا اور عنقریب غریب ہونے کی حالت میں ہی لوٹ جائے گا اور آپ نے فسادات کی کثرت برائیوں کے ظہور اور حالات کے متغیر ہونے کی خبر دی ہے اور یہ آپ کی نبوت کی علامات ہیں۔ حرام سے اجتناب کرنے اور رزق حلال کی طلب کی فضیلت میں درج ذیل احادیث ہیں:

حرام سے اجتناب اور رزقِ حلال کی طلب کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال (رزق) کو طلب کرنا جہاد ہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۵۱۳ طبع جدید اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۱۳۱ کنز العمال: ۹۲۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حلال (رزق) کو طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

(المعجم الاوسط: ۸۶۰۵ مکتبۃ المعارف ریاض حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند حسن ہے مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۹۱ اتحاف ج ۱ ص ۱۳۱ الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۴۶ کنز العمال: ۹۲۰۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص شام کے وقت اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کی تھکاوٹ سے تھکا ہوا ہو وہ شخص بخشا ہوا ہے۔ (المعجم الاوسط ... ۹۲۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ طیب ہے اور وہ طیب کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ' اور نیک عمل کرتے رہو' بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو' میں اس کو خوب جاننے والا ہوں O (المؤمنون:٥١) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اے ایمان والو! ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو O (البقرہ:١٧٢) پھر آپ نے ذکر کیا کہ ایک آدمی لمبا سفر طے کرتا ہے' اس کے بال غبار آلود ہوتے ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کو حرام کی غذا دی ہوئی ہوتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی! (صحیح مسلم:١٠١٥' الرقم المسلسل:٢٣٠٨' سنن ترمذی:٢٩٨٩)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی:

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا. اے لوگو! زمین کی ان چیزوں میں سے کھاؤ جو حلال طیب ہیں۔ (البقرہ:١٦٨)

تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان لوگوں سے بنا دے جن کی دعا قبول کی جاتی ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم اپنا کھانا حلال رکھو تم مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے اور اس ذات کی قسم کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان اس کے قبضہ وقدرت میں ہے! بے شک بندہ لقمۂ حرام اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا عمل قبول نہیں کیا جاتا اور جس بندہ کا گوشت حرام سے بنا ہو تو دوزخ کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے۔

(المعجم الکبیر ج ٢٥ ص ١٧٥۔ ١٧٤' مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٢٩١)

٨ - بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَرِّ وَغَيْرِهٖ خشکی وغیرہ میں تجارت کرنا

یہ باب تجارت کی اباحت کے بیان میں ہے' اس عنوان میں دو نسخے ہیں' ایک نسخہ میں ''البرّ'' کا لفظ ہے جس کا معنی خشکی ہے اور دوسرے نسخہ میں ''البزّ'' کا لفظ ہے' جس کا معنی کپڑا ہے' یعنی کپڑے کی تجارت۔

وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (النور:٣٧). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ (النور:٣٧)

اس سے پہلی آیت اس آیت کے ساتھ اس طرح مربوط ہے: جن گھروں کے بلند کیے جانے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے' وہ ان میں صبح اور شام تسبیح کرتے ہیں O وہ مرد جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی' وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹ پلٹ جائیں گے اور آنکھیں O

وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُوْنَ وَيَتَّجِرُوْنَ وَلٰكِنَّهُمْ اِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ' حَتّٰى يُؤَدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ. قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: لوگ خرید وفروخت کرتے تھے اور تجارت کرتے تھے لیکن جب ان کے سامنے اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق آتا تو اللہ کو یاد کرنے سے ان کو تجارت غافل کرتی نہ خرید وفروخت' حتیٰ کہ وہ اس حق کو اللہ کی طرف ادا کر دیتے تھے۔

اس تعلیق میں لوگوں سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں' وہ اپنی خرید وفروخت میں مشغول ہوتے تھے' پس جب وہ نماز کی اقامت

آواز سنتے تو نماز کی طرف بھاگ کر جاتے تھے' اس آیت میں ان متقدمین تاجروں کی تعریف اور تحسین ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرتے تھے اور ان کا لحاظ کرتے تھے اور اپنی تجارت میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم رکھتے تھے اور فرائض کی ادائیگی پر قائم رہتے تھے اور حساب و کتاب اور قیامت کے دن کی پرسش سے ڈرتے رہتے تھے۔

۲۰۶۰'۲۰۶۱- حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ' عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ كُنْتُ اَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ' فَسَاَلْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ح. وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَّعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا اَبَا الْمِنْهَالِ يَقُوْلُ سَاَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَّزَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ' فَقَالَا كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّرْفِ' فَقَالَ اِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَاْسَ' وَاِنْ كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصْلُحُ. [اطراف الحدیث: ۲۱۸۰-۲۴۹۷-۳۹۳۹] (صحیح مسلم: ۱۵۸۹' الرقم المسلسل: ۳۹۶۲' سنن نسائی: ۴۵۷۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی از ابی المنہال' انہوں نے کہا: میں سونے اور چاندی کی تجارت کرتا تھا' پس میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ح) اور مجھے الفضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحجاج بن محمد نے حدیث بیان کی' ابن جریج نے کہا: مجھے عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی' ان دونوں نے ابوالمنہال سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے سونے اور چاندی کی بیع کے متعلق سوال کیا تو ان دونوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تجارت کرتے تھے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے اور چاندی کی بیع کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اگر یہ بیع دست بہ دست (نقد) ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یہ بیع ادھار ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل الضحاک بن مخلد (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عمرو بن دینار (۴) ابوالمنہال' ان کا نام عبدالرحمان بن مطعم ہے' ایک اور ابوالمنہال بھی ہیں' ان کا نام سیار بن سلامہ ہے (۵) الفضل بن یعقوب الرخامی (۶) الحجاج بن محمد الاعور (۷) عامر بن مصعب (۸) حضرت البراء بن عازب الانصاری (۹) حضرت زید بن ارقم الانصاری الخزرجی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تجارت کرتے تھے۔

بیع صرف' دست بہ دست اور "نساء" کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نے حضرت زید بن ارقم اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہم سے بیع صرف کے متعلق سوال کیا۔ بیع صرف سے مراد ہے: سونے اور چاندی کی خرید و فروخت' بیع صرف بیع کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور یہ ثمن کی بیع ثمن کے عوض ہے یعنی سونے اور چاندی اور کرنسی کی آپس میں خرید و فروخت۔

اس میں دست بہ دست کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ بیع کی مجلس میں ان پر قبضہ کر لیا جائے۔

اس میں "نساء" کا ذکر ہے' اس سے [illegible] ادھار سے دیا جائے تو پھر یہ بیع ناجائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹ - بَابُ الْخُرُوْجِ فِي التِّجَارَةِ

تجارت کے لیے نکلنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تجارت کے لیے نکلنا جائز ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعہ: ۱۰).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: پس تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (الجمعہ: ۱۰)

اس آیت سے یہ مراد ہے کہ کاروبار کے لیے زمین میں پھیل جانا مباح ہے' اس آیت میں اللہ کے فضل سے مراد رزق ہے اور اس آیت میں زمین میں پھیلنے اور رزق کو تلاش کرنے کا جو حکم ہے وہ اباحت کے لیے ہے' کیونکہ اس سے پہلے یہ حکم دیا تھا کہ اذانِ جمعہ جب ہو تو بیع کو ترک کر دو اور اب نمازِ جمعہ کے بعد بیع میں اللہ کے فضل کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے اور ممانعت کے بعد جب حکم دیا جائے تو وہ اباحت کے لیے ہوتا ہے جیسے حالت احرام میں شکار سے منع فرمایا' پھر احرام کھولنے کے بعد فرمایا:

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا. (المائدہ: ۲)

اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔

اس آیت میں شکار کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی شکار کی ممانعت کے بعد شکار کرنے کا حکم ہے' سو یہ حکم بھی اباحت کے لیے ہے یعنی پہلے حالت احرام میں شکار کرنا ممنوع تھا اور اب احرام کھولنے کے بعد شکار کرنا مباح ہے۔

۲۰۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَيْرٍ اَنَّ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ' اِسْتَاْذَنَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ' وَكَاَنَّهٗ كَانَ مَشْغُوْلًا' فَرَجَعَ اَبُوْ مُوْسٰى' فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ اَلَمْ اَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ' اِئْذَنُوْا لَهٗ . قِيْلَ قَدْ رَجَعَ' فَدَعَاهُ فَقَالَ كُنَّا نُؤْمَرُ بِذٰلِكَ' فَقَالَ تَاْتِيْنِيْ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْبَيِّنَةِ' فَانْطَلَقَ اِلٰى مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَسَاَلَهُمْ' فَقَالُوْا لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلٰى هٰذَا اِلَّا اَصْغَرُنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ' فَذَهَبَ بِاَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ' فَقَالَ عُمَرُ اَخَفِيَ عَلَيَّ مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ اَلْهَانِيْ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ' يَعْنِي الْخُرُوْجَ اِلٰى تِجَارَةٍ. [اطراف الحدیث: ۶۲۴۵۔ ۷۳۵۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از عبید اللہ بن عمیر کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے آنے کی اجازت طلب کی تو ان کو اجازت نہیں دی گئی اور گویا کہ حضرت عمر مشغول تھے تو حضرت ابوموسیٰ واپس چلے گئے' پس حضرت عمر فارغ ہوئے' پھر کہنے لگے: کیا میں نے حضرت عبداللہ بن قیس کی آواز نہیں سنی تھی' ان کو اجازت دو' حضرت عمر کو بتایا گیا کہ وہ تو واپس چلے گئے ہیں' پس ان کو بلایا' انہوں نے کہا: ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا' حضرت عمر نے کہا: آپ میرے پاس اس بات پر گواہ لائیں' پھر حضرت ابوموسیٰ انصار کی مجلس کی طرف گئے اور ان سے اس بات پر گواہی کا سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس پر آپ کے لیے ہم میں سب سے چھوٹا شخص ابوسعید خدری گواہی دے گا' پھر حضرت ابوموسیٰ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ کو لے گئے تو حضرت عمر نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مخفی رہی؟ مجھے بازار کے سودوں نے مشغول رکھا یعنی تجارت کے لیے نکلنے نے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۵۳' الرقم المسلسل: ۵۵۱۹' سنن ابوداؤد: ۵۱۸۰' مسند ابویعلیٰ: ۹۸۱' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۳۹' شرح مشکل الآثار: ۱۵۷۸' صحیح ابن حبان: ۵۸۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۲۱۔ ج ۱۷ ص ۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: مجھے بازار کے سودوں نے مشغول رکھا یعنی تجارت کے لیے نکلنے نے۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں انصار کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' پس ہمارے پاس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے اور خوف زدہ آئے' ہم نے پوچھا: آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بلایا تھا' میں ان کے دروازہ پر گیا اور ان کو تین مرتبہ سلام کیا' انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو میں واپس چلا گیا' پھر حضرت عمر نے کہا: تمہیں ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا تھا؟ تو میں نے کہا: میں آپ کے پاس آیا تھا اور میں نے آپ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا تو مجھے کسی نے سلام کا جواب نہیں دیا تو میں واپس چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے' پھر اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے' حضرت عمر نے کہا: آپ اس پر گواہ پیش کریں ورنہ میں آپ کو دردناک سزا دوں گا۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا: اس حدیث پر ہم میں سب سے چھوٹا (شخص) گواہ ہے' حضرت ابوسعید نے کہا: میں سب سے چھوٹا تھا' حضرت ابی بن کعب نے کہا: آپ اس کو لے جائیں۔

(صحیح مسلم: ۲۱۵۳' الرقم المسلسل: ۵۵۱۹' سنن ابوداؤد: ۵۱۸۰)

دوسری حدیث میں ہے: حضرت عمر نے کہا: میں آپ کی پیٹھ اور پیٹ پر کوڑے ماروں گا ورنہ آپ اس حدیث پر گواہ لے کر آئیں۔ (صحیح مسلم: ۲۱۵۳' الرقم المسلسل: ۵۵۲۱)

ایک اور سند سے یہ روایت ہے: حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: میں آپ پر تہمت نہیں لگاتا' لیکن مجھے خوف ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنا شروع کر دیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۴)

کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تین بار اجازت طلب کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر داخل ہو تو گھر والوں سے اجازت لینا ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا. (النور: ۲۷)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو۔

اس آیت میں "تستانسوا" کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: اجازت طلب کرنا اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے تین مرتبہ اجازت طلب کرنا اس آیت سے ماخوذ ہے:

لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ. (النور: ۵۸)

(اے ایمان والو!) تمہارے مملوک غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) تین اوقات میں اجازت

طلب کرنی چاہیے۔

اس آیت میں تین اوقات مراد ہیں' اس پر دلیل اس آیت کے بعد کا یہ حصہ ہے:

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ. (النور:۵۸)

نمازِ فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب تم اپنے (فالتو) کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد' یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔

پھر سنت یہ ہے کہ پہلے سلام کرے اور اس کے بعد تین مرتبہ اجازت طلب کرے۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیے یا سلام کرنے سے پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے اور سلام کو مقدم کرنے کے متعلق دو حدیثیں وارد ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر حضرت ابوموسیٰ سے گواہ کیوں طلب کیا؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا: جب آنے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ شخص واپس چلا جائے اور ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا' تو حضرت عمر نے کہا: آپ اس پر گواہ لائیں۔ اس پر یہ سوال ہے کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک خبر واحد حجت نہیں تھی' جو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ سے گواہ طلب کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک خبر واحد حجت تھی' وہ اس کو قبول کرتے تھے اور اس کے مطابق حکم دیتے تھے' اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے منیٰ میں اعلان کیا کہ جس کے پاس دیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی حدیث کا علم ہو وہ ہمیں اس کی خبر دے' اور ان کی رائے یہ تھی کہ عورت اپنے خاوند کی دیت کی وارث نہیں ہوتی کیونکہ وہ ان عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ دار) میں سے نہیں ہے جو دیت ادا کرتے ہیں' تب ضحاک بن سفیان کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف لکھا کہ اشیم کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت کا وارث بناؤ' حضرت عمر نے اس حدیث پر عمل کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا اسلام میں جو مرتبہ اور مقام تھا اور ان کو جو دین میں تفقہ حاصل تھا' کیا اس کا یہ تقاضا تھا کہ حضرت ابوموسیٰ کی حدیث کو مسترد کر دیا جائے اور ضحاک کی حدیث کو قبول کر لیا جائے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: میں آپ پر تہمت نہیں لگاتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا معاملہ بہت سنگین ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۳) یعنی اس کو قبول کرنے میں احتیاط بہت ضروری ہے۔

حضرت عمر نے حدیث کے معاملہ میں گواہ کو اس لیے طلب کیا تھا کہ اس وقت ان کے قریب شام اور عراق کے ایسے لوگ تھے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ابھی ان کے دلوں میں ایمان اور اسلام راسخ نہیں ہوا تھا' اگر حضرت عمر' حضرت ابوموسیٰ کی سنائی ہوئی حدیث کو بغیر گواہی کے قبول کر لیتے تو خدشہ تھا کہ یہ لوگ بھی جھوٹی حدیثیں گھڑ کر پیش کرنا شروع کر دیتے۔

حضرت عمر نے بازار کے سودوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو نہیں سنا' کیا یہ حضرت عمر کے مرتبہ کے منافی نہیں ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: مجھے اس بات کا اس لیے پتا نہیں چل سکا کہ مجھے بازار کے سودوں نے مشغول رکھا۔ اس سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کم بیٹھتے تھے اور یہ بات ان کے مرتبہ کے لائق نہیں ہے؟

[illegible]

آپ کی مجلس سے جانا بھی پڑتا تھا اور ایسے ہی کسی موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ کو گواہ نہ لانے پر وعید سنائی' کیا ان کے نزدیک حضرت ابوموسیٰ امین نہیں تھے؟

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: آپ اس حدیث پر گواہ لائیں ورنہ میں آپ کو دردناک سزا دوں گا' حالانکہ حضرت ابوموسیٰ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امین تھے' اسی لیے ان کو بعض صدقات کے وصول کرنے پر عامل مقرر کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کے قول کا مطلب یہ تھا کہ اگر بالفرض یہ معلوم ہوا کہ آپ نے اس حدیث میں جھوٹ بولا تھا تو میں آپ کو عبرت ناک سزا دوں گا' اور یہ دوسرے لوگوں پر واضح کرنے کے لیے تھا کہ وہ حدیث پیش کرنے میں جھوٹ نہ بولیں اور یہ صنعتِ تعریض ہے یعنی کہنا کسی کو اور سنانا کسی اور کو اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایسے صحابی پر حدیث کے معاملہ میں اس قدر سختی کرتے تھے تو عام لوگوں سے اس معاملہ میں کس طرح تساہل کر سکتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۵۱۱۔ ج ۶ ص ۵۰۷ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:

① پرائے گھر میں داخل ہونے کے لیے اہل خانہ سے اجازت طلب کرنے کی تفصیل ② اجازت طلب کرنے اور سلام کرنے میں تقدیم وتاخیر کی بحث ③ اجازت طلب کرنے کی حکمت ④ اجازت طلب کرنے کی کیفیت اور اس کے عموم کی بحث ⑤ خبر واحد کی حجیت پر ایک اشکال کا جواب۔

١٠ - بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ — سمندری راستہ سے تجارت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سمندری راستہ سے سفر کر کے تجارت کرنا جائز ہے:

وَقَالَ مَطَرٌ لَا بَأْسَ بِهٖ' وَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا بِحَقٍّ' ثُمَّ تَلَا ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النحل: ۱۲).

اور مطر نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا ہے' پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی: اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (النحل: ۱۲)

اس تعلیق میں مطر کا ذکر ہے' یہ مطر بن طہمان ابورجاء خراسانی ہیں' یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور وہاں پر مصحف لکھتے تھے' امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر سمندری سفر کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمر نے جواب میں لکھا: یہ اللہ کی عظیم مخلوق ہے' اس پر ضعیف مخلوق سوار ہوتی ہے اور حضرت عمر نے کہا: کوئی شخص اس پر اپنی پوری زندگی میں سفر نہ کرے' حضرت عمر مسلمانوں پر بہت شفیق تھے' اس لیے آپ نے سمندری سفر سے منع فرمایا اور جب سمندر جوش میں ہو اور اس میں طوفان آیا ہوا ہو تو پھر امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس حال میں سمندری سفر نہ کیا جائے۔

وَالْفُلْكُ السُّفُنُ' اَلْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ.

اور ''فُلك'' کا معنی کشتی ہے اور اس میں واحد اور جمع کے صیغہ کا وزن ایک ہے۔

امام بخاری کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جو ''الفلك'' مذکور ہے' وہ جمع کا صیغہ ہے کیونکہ اس کے متعلق جو حال ہے وہ بھی جمع کا صیغہ ہے یعنی ''مواخر'' ۔۔۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَمْخَرُ السُّفُنُ الرِّيحَ، وَلَا يَمْخَرُ الرِّيحَ مِنَ السُّفُنِ إِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ.

اور مجاہد نے کہا: کشتیاں آواز کے ساتھ ہوا کو چیرتی ہیں اور بڑی بڑی کشتیاں یعنی بحری جہاز ہی ہوا کو آواز کے ساتھ چیرتے ہیں۔

''تمخر'' کا معنی ہے: شق کرتی ہیں اور کشتی آواز کے ساتھ پانی کو چیرتی ہے اور ''مواخر'' کا اطلاق کشتیوں پر ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۲۵۵۔ ۲۵۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۰۶۳ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، خَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ. حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بِهٰذَا.

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا، وہ سمندر میں نکلا پھر اس نے اپنی حاجت پوری کی...... اور پوری حدیث بیان کی کہ مجھے عبداللہ بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابٌ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا﴾ (الجمعۃ: ۱۱)

جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کسی کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعہ: ۱۱)

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (النور: ۳۷).

اور اللہ عزوجل کا قول: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر، اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ (النور: ۳۷)

وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ الْقَوْمُ يَتَّجِرُوْنَ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ، لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، حَتّٰى يُؤَدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ.

اور قتادہ نے کہا: بعض لوگ تجارت کرتے تھے لیکن جب ان کے سامنے اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق آتا تو ان کو اللہ کے ذکر سے تجارت غافل کرتی تھی نہ خرید و فروخت، حتیٰ کہ وہ اس حق کو اللہ کی طرف ادا کر دیتے۔

یہ تعلیق اگرچہ ''باب تجارۃ البر'' میں گزر چکی ہے لیکن یہاں اس کو دوبارہ ذکر کیا تاکہ ان لوگوں کی مذمت کی تاکید ہو جو بیع و شراء میں غافل ہو کر اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کو بھول جاتے ہیں۔

۲۰۶۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَقْبَلَتْ عِيرٌ وَّنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ، فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از حصین از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک قافلہ آیا اور ہم اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ جمعہ پڑھ رہے تھے، پس بارہ آدمیوں کے سوا سب لوگ بھاگ گئے، اس موقع پر یہ

الآیۃ ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا﴾ (الجمعہ:۱۱).

آیت نازل ہوئی: اور جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ (الجمعہ:۱۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۹۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ﴿اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ﴾ (البقرہ:۲۶۷)

اللہ عزوجل کا قول: اپنی کمائی میں سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو۔ (البقرہ:۲۶۷)

یعنی اللہ کی راہ میں اپنی حلال کمائی میں سے خرچ کرو۔

۲۰۶۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ، عَنْ مَّنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ مَّسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَۃُ مِنْ طَعَامِ بَیْتِھَا غَیْرَ مُفْسِدَۃٍ، کَانَ لَھَا اَجْرُھَا بِمَا اَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِھَا بِمَا کَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِکَ، لَا یَنْقُصُ بَعْضُھُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَیْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے گھر کے طعام سے خرچ کرتی ہے اور وہ اس طعام کو ضائع کرنے والی نہیں ہوتی تو اس کے لیے اس کو خرچ کرنے کا اجر ہوتا ہے اور اس کے خاوند کے لیے اس کو کمانے کا اجر ہوتا ہے اور اس کے محافظ کے لیے بھی اس کی مثل اجر ہوتا ہے اور کسی کے اجر سے دوسرے کے اجر میں کمی نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۶۶ - حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنْ ھَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَۃُ مِنْ کَسْبِ زَوْجِھَا عَنْ غَیْرِ اَمْرِہٖ، فَلَہٗ نِصْفُ اَجْرِہٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو اس کے لیے بھی نصف اجر ہے۔

[اطراف الحدیث:۵۱۹۲_۵۱۹۵_۵۳۶۰]

(صحیح مسلم:۱۰۲۶' الرقم المسلسل:۲۲۵۹' سنن ابوداؤد:۱۶۸۷_۲۴۵۸' مصنف عبد الرزاق:۷۸۸۶' صحیح ابن حبان:۳۵۷۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۲' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۸۳' شرح السنۃ:۱۶۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع قدیم' مسند احمد:۸۱۸۸۔ ج ۱۳ ص ۵۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ''جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے خرچ کرے'' کیونکہ شوہر کی کمائی تجارت اور ملازمت وغیرہ سے ہوتی ہے۔

شوہر کے حکم اور اس کی اجازت سے خرچ کرنے کی احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جب عورت شوہر کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے گی تو اس کو اجر کیوں کر ملے گا؟ پھر

انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اگر چہ شوہر کا حکم نہیں ہوتا' مگر اس کی اجازت ہوتی ہے' پھر اس پر یہ اعتراض کیا کہ اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا ہے کہ کسی کے اجر سے دوسرے کے اجر میں کمی نہیں ہوتی اور جب اس کو نصف اجر ملے گا تو یہ اس کے پورے اجر میں کمی تو ہوگئی' اس کا یہ جواب دیا کہ اس عورت کا کل اجر شوہر کے اجر کا نصف ہے اور اس اجر میں کمی نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳ - بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ جس نے رزق میں کشادگی کو پسند کیا

اس باب کی حدیث میں اس عنوان کی وضاحت ہے کہ جو رزق میں کشادگی کو پسند کرے' اس کو رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا چاہیے۔

۲۰۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي يَعْقُوبَ الْكِرْمَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَسَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُّبْسَطَ لَهُ رِزْقُهُ' اَوْ يُنْسَاَ لَهُ فِي اَثَرِهِ' فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ. [طرف الحدیث: ۵۹۸۶] (صحیح مسلم: ۲۵۵۷' الرقم المسلسل: ۶۴۱۹' سنن ابوداؤد: ۱۶۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی یعقوب کرمانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی موت میں تاخیر کی جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے باب کے عنوان کی وضاحت ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی یعقوب' ان کا نام اسحاق ہے اور ان کی کنیت محمد ابو عبد اللہ ہے (۲) حسان بن ابراہیم ابو ہشام العنزی' یہ ۱۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۱۰۰ سال تھی (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم زہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۷)

صلہ رحم کے درجات' ان کے مصادیق اور تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کی تفصیل

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رشتہ داروں سے میل جول رکھنا واجب ہے اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جن احادیث میں رشتہ داروں سے قطع تعلق پر جنت سے محرومی کی وعید سنائی گئی ہے' وہ اس کی دلیل ہیں لیکن رشتہ داروں سے میل جول رکھنے کے کئی درجات ہیں اور سب سے کم درجہ سلام اور کلام کو قائم رکھنا ہے۔

رشتہ داروں سے میل جول کو قائم رکھا جائے خواہ سلام اور کلام کے ذریعہ' یہ اس وقت ہے جب وہ ملنے جلنے پر قادر ہو اور اس کی ضرورت ہو اور ان میں سے ایک قسم مستحب ہے اور جو شخص میل جول کے آخری درجہ پر نہ پہنچا ہوا ہو' اس کو قاطع رحم نہیں کہا جائے گا' اسی طرح جو شخص جتنا میل جول یا حسن سلوک کرنا چاہیے' اس میں تقصیر کرے' اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ صلہ رحم کرنے میں کامل ہے۔

رحم کی تعریف میں بھی اختلاف ہے' بعض نے کہا ہے: اس سے مراد وہ رشتے ہیں جن میں نکاح حرام ہے' جیسے خالہ اور پھوپھی اور ماموں اور چچا' اسی طرح اولاد اور اولاد در اولاد بھی ان میں داخل ہے اور ان سے قطع تعلق کرنا حرام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ تمام ذوی الارحام ان میں داخل ہیں۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ میل جول رکھنے سے رزق میں اور عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے' حالانکہ رزق اور عمر کی مقدار تقدیر میں معین ہے اور اس میں کمی اور اضافہ نہیں ہوسکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: تقدیر معلق اور تقدیر مبرم' تقدیر معلق وہ ہے جس کی مقدار کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے پر موقوف ہو اور وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا علم نہیں ہے' اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے مثلاً نیک کام کیے یا رشتہ داروں سے میل جول رکھا تو عمر بڑھ جائے گی ورنہ نہیں' جیسے اس کی عمر پہلے ۴۰ سال لکھی ہوئی تھی' اس نے نیک کام کیے تو اس کی عمر بڑھا کر ۶۰ سال کر دی' یہ تقدیر معلق ہے' جس میں اس کی عمر کا اضافہ نیکی پر موقوف تھا' لیکن اللہ کے علم میں تردد نہیں ہوتا' اس کو قطعی طور پر علم ہوتا ہے کہ اس نے نیکی کرنی ہے یا نہیں کرنی اور جو اس کا قطعی علم ہوتا ہے وہی تقدیر مبرم ہے' اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی' مثلاً اس کو علم ہے کہ اس بندہ نے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا ہے' اس لیے اس کی عمر ساٹھ سال ہوگی اور اس حدیث میں جو رزق بڑھانے یا عمر بڑھانے کا ذکر ہے' اس کا تعلق تقدیر معلق کے ساتھ ہے' تقدیر مبرم کے ساتھ نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۲۱۔۲۰' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

صلہ رحم کی وجہ سے رزق میں اضافہ کے متعلق دیگر احادیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اور اس کے رزق کو کشادہ کیا جائے اور اس کی دعا قبول کی جائے اور اس سے بُری موت کو دور کیا جائے' اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور رشتہ داروں سے میل جول رکھے۔ (مسند البزار: ۶۹۳' شعب الایمان: ۷۵۷۵' المعجم الاوسط: ۶۸۷۷۔۳۰۳۸' المستدرک ج ۴ ص ۱۶۰' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۱۵۵۳' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۲۳۵' سنن ابن ماجہ: ۳۶۶۹)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے' خیانت کرنے اور جھوٹ بولنے کی آخرت میں اللہ تعالیٰ جتنی جلدی سزا دیتا ہے کسی اور گناہ کی سزا اتنی جلدی نہیں دیتا اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے کا اللہ تعالیٰ جتنی جلدی ثواب عطا فرماتا ہے' اتنی جلدی کسی اور نیکی کا ثواب عطا نہیں فرماتا حتیٰ کہ گھر والے جب رشتہ داروں سے نیک سلوک کریں' اس وقت وہ فقراء ہوتے ہیں تو ان کے اموال بڑھ جاتے ہیں اور ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔

(صحیح ابن حبان: ۴۴۰۔۴۵۵۔۴۵۶' مجمع الزوائد: ۱۳۴۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو گھر والے بھی صلہ رحم کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کا رزق جاری کر دیتا ہے اور وہ اللہ کی پناہ میں رہتے ہیں۔

(المعجم الکبیر: ۱۱۲۹۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی عبید اللہ الولید الوصافی ضعیف ہے' مجمع الزوائد: ۱۳۴۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: جس شخص کو سحری کے حصہ سے نواز دیا گیا' اس کو دنیا اور آخرت کی خیر سے حصہ دیا گیا اور رشتہ داروں سے میل جول رکھنا اور پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا اور اچھے اخلاق سے پیش آنا' گھروں کو آباد رکھتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۵' مسند ابویعلیٰ: ۴۵۳۰' اس حدیث کے تمام راوی ثقات ہیں مگر عبد الرحمان بن القاسم کا حضرت عائشہ سے سماع ثابت نہیں ہے' مجمع الزوائد: ۱۳۴۶۶)

ہر چند کہ مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند میں ضعیف راوی ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔

١٤ - بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّسِيئَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھار پر خریدنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ادھار پر خریدنا ثابت ہے۔

٢٠٦٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ ذَكَرْنَا عِنْدَ اِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ حَدَّثَنِي الْاَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى طَعَامًا مِّنْ يَّهُوْدِيٍّ اِلٰى اَجَلٍ وَّرَهَنَهٗ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ. [اطراف الحدیث: ٢٠٩٦۔ ٢٢٠٠۔ ٢٢٥١۔ ٢٢٥٢۔ ٢٣٨٦۔ ٢٥٠٩۔ ٢٥١٣۔ ٢٩١٦۔ ٤٤٦٧] (صحیح مسلم: ١٦٠٣، الرقم المسلسل: ٤٠٠٥، سنن نسائی: ٤٦٥٠۔ ٤٦٠٩، سنن ابن ماجہ: ٢٤٣٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی کہ ہم نے ابراہیم نخعی کی مجلس میں ادھار خرید وفروخت میں سامان گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: مجھے اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مدتِ معینہ کے ادھار پر طعام خریدا اور اپنے لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) معلّٰی بن اسد ابوالہیثم (٢) عبدالواحد بن زیاد (٣) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم نخعی (۵) اسود بن یزید (٦) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٦٠)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ادھار خریدنے کا ذکر ہے۔

جس شخص کے پاس اکثر مال حرام ہو' اس سے معاملہ کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ادھار خریدنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے جو ادھار خریدے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ادھار خریدنے کا ذکر قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ. (البقرہ: ٢٨٢)

اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے مال کو حرام کے ساتھ مخلوط کرتا ہو' اس سے خریدنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ یہود حرام کھاتے ہیں' یہود کے متعلق فرمایا:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ. (المائدہ: ۴٢)

یہ جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں' اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی' اس کی تفصیل ہم اس سے پہلے کتاب الزکوٰۃ میں لکھ چکے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ١٧٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢۴ھ)

یہودیوں سے بیع وشراء کرنے اور ان سے قرض لینے کا جواز اور اس مسئلہ میں بحث ونظر ---------
اور جس شخص کے پاس اکثر مال حرام ہو' اس کا طعام کھانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی کے پاس اپنی زرہ کیوں گروی رکھی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو طعام کی شدید حاجت تھی اور آپ کے پاس گروی رکھنے کے لیے زرہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کو قرض طعام لینے کی ایسی کیا ضرورت تھی کہ آپ نے یہودی کے پاس زرہ گروی رکھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو اپنے اہل کے لیے طعام کی ضرورت تھی' اس لیے آپ نے زرہ گروی رکھ کر ادھار طعام خریدا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے بیانِ جواز کے لیے ایسا کیا ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آپ اپنے اہل کو ایک سال کا طعام مہیا کر دیتے تھے اور وہ طعام گھر میں ذخیرہ ہوتا تھا' پھر آپ کو قرض طعام لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے اس طعام کے ذخیرہ کے ختم ہونے کے بعد آپ کے گھر والوں کو طعام کی ضرورت پیش آئی ہو' دوسرا جواب یہ ہے: آپ کے پاس اچانک رات کو مہمان آ گیا تھا' اس وجہ سے آپ کو طعام کی ضرورت پیش آ گئی تھی' پھر بعد میں حضرت ابوبکر نے فدیہ دے کر آپ کی زرہ چھڑالی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اس سوال کا بہتر جواب یہ ہے کہ آپ فتوحات کی کثرت اور خمس اور مال فئے کے زیادہ آنے کے بعد ازواجِ مطہرات کو ایک سال کا غلہ فراہم کرتے تھے اور اس سے پہلے تو آپ کے اہل پر ایسے دن بھی آتے تھے کہ مسلسل دو دن آپ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا اور یہ ادھار گندم خریدنے کا واقعہ بھی ایسے ہی دنوں کا تھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابِ ثروت اور مال دار صحابہ سے قرض کیوں نہیں لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اصحاب بعد میں آپ کو اس قرض سے بری کر دیتے تو ان کا آپ کے اوپر احسان ہوتا' اس سے بچنے کے لیے آپ نے یہودی سے قرض لیا۔

میں کہتا ہوں: اس کا بہتر جواب یہ ہے کہ آپ نے یہودی سے قرض اس لیے لیا تا کہ امت کو یہ معلوم ہو کہ کافروں سے خرید وفروخت کرنا جائز ہے اور کوئی چیز گروی رکھ کر قرض لینا جائز ہے کیونکہ کوئی مسلمان تو کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ آپ اس کے پاس گروی رکھ کر قرض لیں اور رہا علامہ عینی کا یہ کہنا کہ آپ اپنے اوپر کسی صحابی کا احسان نہیں چاہتے تھے' یہ اس لیے غلط ہے کہ صحابہ آپ کی خدمت میں ہدایا پیش کرتے رہتے تھے اور وہ اس کو آپ پر احسان نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اپنے اوپر آپ کا احسان سمجھتے تھے کہ آپ نے ان کے ہدایا کو قبول فرمالیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس شخص کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس کا اکثر مال حرام ہے' اس سے معاملہ کرنا ممنوع ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی سے معاملہ کیوں کیا' جب کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہودی بہت حرام کھانے والے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ اس وقت ممنوع ہے جب کہ آدمی کو یقین ہو کہ جو چیز وہ لے رہا ہے وہ بعینہٖ حرام ہے اور آپ کو علم تھا کہ آپ جو چیز لے رہے ہیں وہ بعینہٖ حرام نہیں ہے' علاوہ ازیں اس وقت مدینہ میں یہودی ہی چیزیں فروخت کرنے والے تھے اور تمام چیزیں ان کے پاس مہیا اور میسر تھیں اور اس دور میں تنگ وقت تھا اور اس یہودی کے علاوہ اور کسی کے پاس جَو کی خریداری میسر نہیں تھی۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے' صحیح بات وہ ہے جو علامہ ابن بطال نے لکھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس عمل سے اس مسئلہ کی تعلیم دی کہ یہودیوں سے اور کافروں سے خرید وفروخت جائز ہے اور جس کا اکثر مال حرام ہو' اس سے بھی خرید و

فروخت اور دیگر معاملات کرنا جائز ہیں' اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد شہید ہوئے تو وہ اپنے اوپر ایک یہودی کا تیس وسق (سات ہزار دو سو کلو) کھجوروں کا قرض چھوڑ گئے تھے' حضرت جابر نے اس یہودی سے قرض کی ادائیگی میں مہلت طلب کی لیکن وہ نہیں مانا' پھر حضرت جابر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ اس یہودی (ابوشحم) سے مہلت دینے کی سفارش کریں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور اس یہودی سے فرمایا کہ جابر کے باغ کے پھل جتنے بھی ہیں' وہ اپنے اس قرض کے عوض وصول کر لے جو جابر کے والد پر ہے' اس یہودی نے اس سے بھی انکار کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس باغ میں داخل ہوئے اور اس میں چلتے رہے' پھر آپ نے حضرت جابر سے فرمایا: باغ کے پھل توڑ کر اس یہودی کا قرض ادا کرو' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس تشریف لائے تو حضرت جابر باغ کی کھجوریں توڑ کر اس یہودی کا تیس وسق قرض ادا کر چکے تھے اور ابھی اس باغ میں سترہ وسق کھجوریں باقی تھیں' حضرت جابر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے تاکہ آپ کو آپ کے اس معجزہ کی خبر دیں' اس وقت آپ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت جابر نے آپ کو بتایا کہ اس یہودی کا قرض ادا ہو گیا اور سترہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ رہیں' آپ نے فرمایا: یہ ابن خطاب کو بھی بتاؤ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بتانے گئے تو حضرت عمر نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس باغ میں چل رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور بہ ضرور اس باغ میں برکت فرمائے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۹۶' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۴' سنن نسائی: ۳۶۴۲' سنن ابن ماجہ: ۲۴۳۴)

اس باغ کی کھجوریں ۳۰ وسق سے بہت کم تھیں ورنہ وہ یہودی پہلے ہی اس باغ کی کھجوریں اپنے قرض میں قبول کر لیتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس باغ میں چلنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس باغ کی کھجوریں اتنی زیادہ کر دیں کہ اس یہودی کا قرض بھی ادا ہو گیا اور سترہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ گئیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جابر سے کہا: اس برکت کی خبر ابن الخطاب کو بھی دینا' اس سے معلوم ہوا کہ اپنے کمال کی خبر اپنے احباب کو بھی سنانی چاہیے تاکہ وہ بھی خوش ہوں اور ان کا ایمان تازہ ہو اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام یہودیوں سے خرید و فروخت کرتے تھے اور ان سے قرض لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو مقرر رکھا ہوا تھا اور اس سے علامہ ابن بطال کی مزید تائید ہوتی ہے۔

اس بحث کے اخیر میں علامہ بدر الدین عینی بھی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدتِ معین تک ادھار بیع کرنا جائز ہے اور چونکہ البقرہ: ۲۸۲ میں اس کا ذکر ہے' اس لیے یہ عزیمت ہے اور اس کے رخصت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے اور ان سے قرض لینا بھی جائز ہے اگرچہ وہ سود کھاتے ہیں لیکن ان سے خرید و فروخت کرنے کی اور ان کا طعام کھانے کی ہم کو اجازت دی گئی ہے اور ان کا طعام ہمارے لیے مباح ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہتھیاروں کو رہن رکھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۲۔ ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۰۲۔ ج ۴ ص ۳۴۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: کافروں سے کاروباری معاملہ کرنے کا جواز۔

٢٠٦٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ (ح). وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ أَبُو الْيَسَعِ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ مَشٰى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيرًا لِأَهْلِهِ وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَا أَمْسٰى عِنْدَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ.

[طرف الحدیث:٢٥٠٨] (سنن نسائی:٤٦٢٤ سنن ابن ماجہ:٢٤٣٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ (ح) اور مجھے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسباط ابوالیسع البصری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام الدستوائی نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور بدبودار چربی (بہ طور سالن) لے کر گئے اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی اور آپ نے اس یہودی سے اپنے گھر والوں کے لیے جَو خریدا تھا اور میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر کوئی ایسی شام نہیں آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع (چار کلوگرام) گندم یا ایک صاع کوئی اور غلہ ہو اور اس وقت آپ کے پاس نو (٩) ازواج تھیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدی القصاب (٢) ہشام الدستوائی (٣) محمد بن عبداللہ بن حوشب (٤) اسباط ابوالیسع۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٦٢)

مشکل الفاظ کے معانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی ترغیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "اھالۃ" کا لفظ ہے داؤدی نے کہا کہ اس کا معنی سرین ہے المحکم میں مذکور ہے کہ اس کا معنی پگھلی ہوئی چربی ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی چربی اور زیتون کا تیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تیل بہ طور سالن ہے خلیل نے کہا: اس کا معنی ہے: سرین کے ٹکڑے کر کے ان کو پگھلا لیا جائے۔

نیز اس حدیث میں "سنخۃ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: جو چیز عرصہ تک رکھی رہنے سے بدبودار ہو گئی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ دنیا کی بہت کم چیزوں کو استعمال کرتے تھے اور یہ آپ کا اختیاری امر تھا ورنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرما دی تھیں لیکن آپ زہد کو اختیار کرتے تھے اور مساکین کی ہیئت اور وضع پر راضی رہتے تھے تاکہ آپ کا درجہ زیادہ بلند ہو اور اللہ تعالیٰ کے کلیم حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا:

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌO (القصص:٢٤)

اے میرے رب! بے شک میں اس خیر کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہےO

اس آیت میں خیر سے مراد روٹی کا ایک ٹکڑا ہے [illegible]

امام بیہقی نے حسن بصری سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جَو کی روٹی اور پرانی چربی کھانے کے لیے بلایا گیا تو آپ نے اس دعوت کو قبول فرمالیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ معزز عالم کو چاہیے کہ اپنی ضرورت کی چیزیں خود خریدا کرے' خواہ اس کے خدمت گار لوگ موجود ہوں کیونکہ تمام صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کے کام کرنے پر بہت حریص تھے کیونکہ وہ آپ کی خوشنودی اور اجر آخرت کے اشتیاق میں آپ کے تمام کام کرنا چاہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵ - بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهٖ بِيَدِهٖ — آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور کمانا

اس باب میں امام بخاری نے اپنے ہاتھ سے کام کرنے اور عمل کرنے کی فضیلت بیان کی ہے۔

۲۰۷۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُونُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي اَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُوْنَةِ اَهْلِي' وَشُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ' فَسَيَاْكُلُ اٰلُ اَبِي بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ' وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے کہا: میری قوم کو علم ہے کہ میرا پیشہ میرے گھر والوں کی کفالت کے لیے ناکافی نہیں ہے اور اب میں مسلمانوں کے کار خلافت میں مشغول ہو گیا ہوں' لہٰذا اب ابوبکر کے اہل و عیال اس بیت المال سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کے بیت المال کے مال سے تجارت کرتا رہے گا۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور کمانا افضل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کپڑوں کی گٹھڑی اٹھا کر کپڑے بیچتے پھرتے تھے اور اگر اپنے ہاتھ سے کام کر کے کمانا افضل نہ ہوتا تو حضرت ابوبکر یہ افسوس نہ کرتے کہ اب ان کو بیت المال سے رقم لے کر اپنے گھر کا خرچ چلانا پڑے گا۔

بیت المال سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کے متعلق متعدد روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کو ہر روز بیت المال سے ایک بکری دی جاتی تھی اور خلیفہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر صبح اور شام میں اپنی مجلس میں حاضر ہونے والے کو کھانا کھلاتا تھا۔

امام ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ یہ مرسل روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا تو وہ صبح کو اپنے سر پر کپڑوں کی گٹھڑی رکھ کر بازار میں فروخت کرنے کے لیے گئے' پھر ان کی حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں حالانکہ آپ مسلمانوں کے امیر بنا دیئے گئے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں اپنے گھر والوں کو کہاں سے کھلاؤں گا' ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کرتے ہیں' پھر انہوں نے آپ کے لیے ہر روز نصف بکری کا تقرر کیا۔

الطبقات میں حمید بن ہلال سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضرت ابوبکر کے لیے اتنا وظیفہ مقرر کرو جو ان کے لیے کافی ہو' تو انہوں نے کہا: ہاں! ان کے لیے دو چادریں ہوں' جب وہ پرانی ہو جائیں تو ان کی مثل اور دو چادریں لے لیں اور جب وہ سفر کریں تو ان کے لیے سواری ہو اور ان کے گھر والوں کو اتنا خرچ دیا جائے جتنا وہ خلیفہ بننے سے پہلے خرچ کرتے تھے تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں اس پر راضی ہوں۔

میمون نے کہا: جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو ان کے لیے اڑھائی ہزار درہم مقرر کیے گئے' پھر اس میں پانچ سو دراہم کا اضافہ کر دیا گیا اور جب حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی تو انہوں نے بیت المال سے جو کچھ خرچ کیا تھا تو وہ سات ہزار درہم تھے تو حضرت ابوبکر نے حکم دیا کہ ان کے مال میں سے سات ہزار درہم بیت المال میں داخل کر دیئے جائیں۔

امام ابن سعد اور امام ابن المنذر نے سند صحیح کے ساتھ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں ان کی وفات ہوگئی تو انہوں نے کہا: دیکھو! جب سے میں خلیفہ بنایا گیا ہوں تو میرے مال میں جس قدر اضافہ ہوا ہے' اسے میرے بعد والے خلیفہ کے پاس بھیج دو' پھر جب ہم نے غور کیا تو ایک غلام تھا جو بچوں کو اٹھاتا تھا اور ایک اونٹ تھا' جس سے باغ میں پانی دیا جاتا تھا' ہم نے وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے تو حضرت عمر نے کہا: ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو' انہوں نے (خلافت کو) اپنے بعد والوں کے لیے بہت مشکل کام بنا دیا ہے۔

پاکیزہ کمائی اور ہاتھ کے کام کی فضیلت میں احادیث

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے افضل روزی وہ ہے جس کو کوئی شخص اپنے ہاتھ کی محنت سے حاصل کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی کمائی پاکیزہ اور افضل ہے تو آپ نے فرمایا: انسان اپنے ہاتھ سے جو کام کرے اور ہر نیک کام۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۱' المعجم الکبیر: ۴۴۱۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۳)

امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پاکیزہ کھانا جو شخص کھاتا ہے' یہ وہ ہے جو اس کے کسب سے ہو۔ (سنن نسائی: ۴۴۵۹)

امام ابوداؤد نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پاکیزہ کھانا جو تم کھاتے ہو' یہ وہ ہے جو تمہارے کسب اور کمائی سے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۲۸' سنن ترمذی: ۱۳۵۸' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۰)

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۷۱- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْاَسْوَدِ' عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ اَنْفُسِهِمْ' وَكَانَ يَكُوْنُ لَهُمْ اَرْوَاحٌ' فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ. رَوَاهُ هَمَّامٌ' عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عروہ' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنے معاش کے لیے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور محنت مشقت کے کام کرنے کی وجہ سے ان سے پسینہ کی بو آتی تھی تو ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہو۔ اس حدیث کی روایت ہمام نے از ہشام از والد

خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۷۲ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی از ثور از خالد بن معدان از حضرت مقدام رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: کسی شخص نے اس سے بہتر طعام نہیں کھایا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے کمایا ہو اور بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التمیمی الفراء ابواسحاق الرازی (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق' ان کا نام عمرو بن عبد اللہ ہمدانی ہے (۳) ثور بن یزید شامی حمصی حافظ' یہ منکر تقدیر تھے' ان کو حمص سے نکال دیا گیا اور وہاں ان کا گھر جلا دیا گیا' پھر یہ بیت المقدس روانہ ہو گئے اور وہیں ۱۵۰ھ میں ان کی وفات ہوگئی (۴) خالد بن معدان کلاعی ابوعبد اللہ' یہ ایک دن میں چالیس ہزار بار سبحان اللہ پڑھتے تھے' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہے' ان کی وفات ۱۰۳ یا ۱۰۴ھ میں بطرطوس میں ہوئی تھی (۵) حضرت مقدام بن معدی کرب کندی' یہ ۸۷ھ میں حمص میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۶)

اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کی فضیلت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصی ذکر کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کسی فقر یا حاجت کی وجہ سے اپنی روزی نہیں کماتے تھے کیونکہ وہ اپنے ملک میں خلیفہ تھے بلکہ وہ افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لیے کماتے تھے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ بہترین روزی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

قرآن مجید میں ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہ بناتے تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار سے قتال کرتے تھے اور ان سے جو خُمس حاصل ہوتا تھا اور مال فئے سے جو آمدنی ہوتی تھی' اس سے اپنا خرچ اٹھاتے تھے اور اپنے طعام کے لیے اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں کس طرح کام کرتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر کے کام کرتے رہتے تھے اور جب نماز کی اقامت ہوتی تو نماز کی طرف چلے جاتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ' انہوں نے کہا:

وَسَلَّمَ اَنَّ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ. [اطراف الحدیث: ۳۴۱۷-۳۴۱۳-۴۷۱۳]

ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے حضرت داؤد علیہ السلام کی سوانح میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت میں تخفیف کر دی گئی تھی' آپ اپنی سواری پر زین ڈالنے کا حکم دیتے اور زین ڈالنے سے پہلے زبور ختم کر لیتے تھے اور آپ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۷۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ، مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّحْتَطِبَ اَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ، خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّسْاَلَ اَحَدًا، فَيُعْطِيَهٗ اَوْ يَمْنَعَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از ابی عبید مولیٰ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے' پھر وہ اس کو دے یا منع کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۷۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسیوں کو اٹھائے اور ان میں لکڑیاں باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابُ السُّهُوْلَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ، وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِيْ عَفَافٍ

خرید و فروخت میں سہولت اور فیاضی سے کام لینا اور اپنے حق کا مطالبہ پاکیزگی سے کرنا

اس باب کے عنوان میں سہولت کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آسانی' اور ''سماحۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سخاوت' اور ''عفاف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حرام کام سے اپنے آپ کو روکنا۔

۲۰۷۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا ... امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث

غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰى وَاِذَا اقْتَضٰى. (سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۳)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت نرمی اور فیاضی سے کام لیتا ہے۔

باب مذکور کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو نرمی سے فروخت کرتا ہے اور نرمی سے خریدتا ہے اور نرمی سے تقاضا کرتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۱۹ دار المعرفہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے ایک شخص کو بخش دیا' جو نرمی سے فروخت کرتا تھا اور نرمی سے خریدتا تھا اور نرمی سے تقاضا کرتا تھا۔ (سنن ترمذی: ۱۳۲۰ مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۰)

۱۷ - بَابُ مَنْ اَنْظَرَ مُوْسِرًا — جو شخص کسی مال دار کو مہلت دے

اس باب میں مال دار کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے' فقہاء نے مال دار کے تین مرتبے بیان کیے ہیں:

(۱) جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ مال سارا سال اس کے پاس رہے۔

(۲) جس شخص کے پاس عید اور قربانی کے دن اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے' خواہ سارا سال اس کے پاس اتنا مال نہ رہے اور وہ شخص زکوٰۃ لینے کا مستحق نہ ہو' زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جس کے پاس اس کی ضروریات سے زائد دو سو درہم (جو دسمبر ۲۰۰۷ء میں تقریباً ۱۸ ہزار روپے ہیں) کے برابر مال ہو یا اس کے پاس ساڑھے سات تولہ یا اس سے زائد سونا ہو یا ساڑھے باون تولہ یا اس سے زائد چاندی ہو' ایسا شخص صاحب نصاب ہے' وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہے اور جس کے پاس اتنا مال نہ ہو' وہ اپنی ضرورت کے وقت زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

(۳) جس شخص کے لیے سوال کرنا حرام ہو' ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس پچاس درہم ہوں یعنی آج کل کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے چار ہزار (۴,۵۰۰) روپے ہوں' اور عام علماء کا قول یہ ہے کہ جس کے پاس ایک دن کی خوراک ہو اور اس کے پاس ستر پوشی کے لیے کپڑے ہوں' اس کے اوپر سوال کرنا حرام ہے' اسی طرح جو فقیر تندرست اور توانا ہو اور وہ کام کرنے پر قادر ہو' اس کے لیے بھی سوال کرنا حرام ہے۔

۲۰۷۷ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ اَنَّ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ قَالَ حَدَّثَهٗ اَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَدَّثَهٗ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. قَالُوْا اَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُ فِتْيَانِي اَنْ يُّنْظِرُوْا وَيَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ. قَالَ فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ وَقَالَ ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی کہ ربعی بن حراش نے کہا: انہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے ایک آدمی کی روح سے فرشتوں نے ملاقات کی' انہوں نے پوچھا: کیا تم نے کوئی نیک کام ...

عَنْ رِبْعِيٍّ كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ، وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ. وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ أُنْظِرُ الْمُوسِرَ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ. وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ.

[اطراف الحدیث:۲۳۹۱-۳۴۵۱](صحیح مسلم:۱۵۶۰، الرقم المسلسل: ۳۸۸۴، سنن ابن ماجہ:۲۴۲۰)

(میرے مقروض) ہوں ان سے درگزر کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر فرشتوں نے بھی اس سے درگزر کی۔ ابو مالک نے ربعی سے روایت کی ہے کہ میں خوش حال لوگوں سے نرمی کرتا تھا اور تنگ دست لوگوں کو مہلت دیتا تھا۔ شعبہ نے ابو مالک کی متابعت کی ہے از عبدالملک از ربعی، اور ابوعوانہ نے کہا از عبدالملک از ربعی: میں خوش حال کو مہلت دیتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا اور نعیم بن ابی ہند نے کہا از ربعی: پس میں خوش حال سے قبول کر لیتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس، یہ احمد بن عبداللہ بن یونس بن قیس ابوعبداللہ تمیمی یربوعی ہیں (۲) زہیر بن معاویہ ابوخیثمہ جعفی (۳) منصور بن معتمر ابوعتاب سلمی (۴) ربعی بن حراش (۵) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ میں اپنے نوکروں کو حکم دیتا تھا کہ وہ مال دار (مقروض) سے درگزر کریں۔

اللہ تعالیٰ کا قلیل نیکی کو قبول فرمالینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بندے کی بہت قلیل نیکی بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کے گناہ بخش دیتا ہے جب کہ اس بندہ نے اس نیکی میں اخلاص سے اللہ کے لیے نیت کی ہو اور اللہ کی رضاجوئی کے لیے وہ نیک کام کیا ہو تو وہ اکرم الاکرمین ہے اور وہ اپنے بندہ کو اپنی رحمت سے نامراد نہیں کرتا۔ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ۝ (الحدید:۱۱)

کوئی ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے تو اللہ اس قرض کو اس کے لیے بڑھاتا رہے اور اس کے لیے عزت والا اجر ہے ۝

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے ایک شخص کا حساب لیا گیا تو اس کی نیکیوں میں اس کے سوا اور کوئی نیکی نہیں تھی کہ وہ مال دار آدمی تھا اور لوگوں سے مل جل کر رہتا تھا اور وہ اپنے نوکروں کو یہ حکم دیتا تھا کہ وہ تنگ دست (مقروض) سے درگزر کریں تو اللہ عزوجل نے فرمایا: ہم اس سے زیادہ درگزر کرنے کے حق دار ہیں، اس سے درگزر کرو۔

(سنن ترمذی:۱۳۰۷، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۰) (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۸۸۵۔ ج ۴ ص ۲۸۷ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے:
قرض معاف کرنے کے مسائل اور فضائل۔

۱۸ - بَابُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا — جس نے تنگ دست کو مہلت دی

اس باب میں تنگ دست کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۰۷۸ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ ... روایت کرتے ہیں: ہمیں ہشام بن عمار نے حدیث

بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَاٰى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهِ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ. [طرف الحدیث:۳۴۸۰]

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زبیدی نے حدیث بیان کی از زہری از عبید اللہ بن عبد اللہ' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا: ایک تاجر لوگوں کو قرض دیتا تھا' پس جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہتا: اس سے درگزر کرو شاید اللہ ہم سے درگزر کرے' پس اللہ نے اس سے درگزر کر لیا۔

(صحیح مسلم:۱۵۶۲' الرقم المسلسل:۳۸۸۹' سنن نسائی:۴۶۹۵' شعب الایمان:۱۱۲۴۶' شرح السنۃ:۲۱۳۹' مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۵۱۱' صحیح ابن حبان:۵۰۴۲' سنن بیہقی ج۵ ص۳۵۶' مسند احمد ج۲ ص۲۶۳' مسند احمد:۷۵۷۹۔ج ۱۳ ص ۲۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو وہ اپنے نوکروں سے کہتا: اس سے درگزر کرو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرہ ابوالولید اسلمی' یہ ۲۴۵ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری نے کہا کہ میرا خیال ہے یہ دمشق میں فوت ہوئے تھے (۲) یحییٰ بن حمزہ حضرمی ابوعبد الرحمان قاضی دمشق' یہ وہاں مستقل قاضی رہے' حتیٰ کہ ۱۸۳ھ میں فوت ہو گئے' ان کی ولادت ۱۰۳ھ میں ہوئی تھی (۳) الزبیدی' ان کا نام محمد بن الولید بن عامر ابوہذیل ہے (۴) محمد بن مسلم زہری (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۳)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے بندوں میں سے ایک بندہ لایا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا تھا' پس اس سے پوچھا: تم نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اور فرمایا: وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے (النساء:۴۲) وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اپنا مال عطا فرمایا' میں لوگوں کو اپنا مال فروخت کرتا تھا اور میرا طریقہ درگزر کرنا تھا' میں مال دار کے لیے آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس چیز کے زیادہ حق دار ہیں' میرے اس بندے سے درگزر کرو۔

(صحیح مسلم:۱۵۶۰' الرقم المسلسل:۳۸۸۷)

عبد اللہ بن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ نے اپنے ایک مقروض کو طلب کیا' وہ ان سے چھپ گیا' پھر وہ ان کو مل گیا تو اس نے کہا: میں تنگ دست ہوں' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ اس کو قیامت کے دن کی تکلیفوں سے نجات دے' اس کو چاہیے کہ وہ کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔ (صحیح مسلم:۱۵۶۳' الرقم المسلسل:۳۸۹۱)

ابوالیسر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا' اللہ اس کو اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔

(الآحاد والمثانی:۱۹۱۵' مسند احمد ج۳ ص۴۲۷ ... ۱۹۷... صحیح ابن حبان:۵۰۴۴' المستدرک ج۲ ص۲۹

۲۸' سنن ابن ماجہ: ۲۴۱۹' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۰۸' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: ایک شخص لوگوں کو قرض دیتا تھا اور ان کو چیزیں فروخت کرتا تھا اور اس کا ایک منشی تھا جو لوگوں سے درگزر کرتا تھا' اس کے پاس تنگ دست اور مہلت طلب کرنے والے آتے تھے' پس وہ کہتا تھا کہ کھاؤ اور مہلت دو اور اس دن کی وجہ سے درگزر کرو' جس دن ہم سے درگزر کیا جائے گا' اس نے اللہ سے ملاقات کی اور اس نے اس کے علاوہ اور کوئی نیک کام نہیں کیا تھا' پس اللہ نے اس کو بخش دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۱۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۱۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۸۸۔ ج ۴ ص ۲۸۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹ - بَابٌ اِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا

جب فروخت کرنے والا اور خریدنے والا عیب نہ چھپائیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب بیچنے والا اس چیز کے عیب کو ظاہر کر دے جس کو وہ بیچ رہا ہے اور خریدنے والا بیان کر دے کہ وہ اس چیز کی جو قیمت دے رہا ہے اس میں کیا نقص اور کمی ہے تو پھر ان کی اس خرید و فروخت میں برکت دی جاتی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ كَتَبَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَا اشْتَرٰى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ' بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ' لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ.

اور العداء بن خالد سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ بیع نامہ لکھ کر دیا: یہ وہ وثیقہ ہے جس کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العداء بن خالد سے خریدا' یہ مسلمان کی مسلمان سے بیع ہے' اس میں نہ کوئی عیب ہے نہ کوئی حرام چیز ہے' نہ کوئی گناہ ہے۔

اس تعلیق کی اصل' سنن ترمذی: ۱۲۲۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۱ (دار الفکر) میں ہے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ اَلْغَائِلَةُ الزِّنَا وَالسَّرِقَةُ وَالْاِبَاقُ.

قتادہ نے کہا: ''غائلۃ'' کا معنی زنا اور چوری اور غلام کا بھاگ جانا ہے۔

اس تعلیق کو ابن مندہ نے اصمعی کی سند سے موصولاً بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۶)

وَقِيْلَ لِاِبْرَاهِيْمَ اِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِيْنَ يُسَمِّي 'اٰرِيَّ خُرَاسَانَ وَسِجِسْتَانَ' فَيَقُوْلُ جَاءَ اَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ' جَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ' فَكَرِهَهُ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً.

ابراہیم نخعی سے کسی نے کہا کہ بعض دلال اپنے (اصطبل کے نام) آری خراسان اور بجستان رکھتے ہیں اور (دھوکا دینے کے لیے) کہتے ہیں کہ (فلاں جانور) کل خراسان سے آیا تھا اور آج بجستان سے آیا ہے تو ابراہیم نخعی کو یہ بہت ناگوار ہوا۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۷)

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يَّبِيْعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ اَنَّ بِهَا دَاءً اِلَّا اَخْبَرَهُ.

اور عقبہ بن عامر نے کہا: کسی شخص کے لیے ایسا سودا بیچنا جائز نہیں جس کے متعلق اس کو معلوم ہو کہ اس میں کوئی عیب ہے مگر اس پر لازم ہے کہ وہ اس عیب کی خبر دے۔

اس تعلیق کے موافق' صحیح مسلم: ۱۴۱۴' اور سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۶ میں حدیث ہے اور درج ذیل حدیث بھی اس کے موافق ہے:
حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کوئی

عیب والی چیز بیچی اور اس کا عیب بیان نہیں کیا تو وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا اور ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

(سنن ابن ماجہ:۲۲۴۷)

۲۰۷۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ إِلَى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ قَالَ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

[اطراف الحدیث:۲۰۸۲-۲۱۰۸-۲۱۱۰-۲۱۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از صالح ابی الخلیل از عبداللہ بن حارث انہوں نے اس کو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی طرف رفع کیا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خریدار اور بیچنے والے کو اس وقت تک (بیع مسترد کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں یا فرمایا: حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں پس اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیب) بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی اور اگر وہ (عیب) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی۔

(صحیح مسلم:۱۵۳۲ الرقم المسلسل:۳۷۹۴ سنن ابوداؤد:۳۴۵۹ سنن ترمذی:۱۲۴۶ سنن نسائی:۴۴۶۴-۴۴۵۷ المعجم الکبیر:۳۱۰۰ سنن بیہقی ج۵ ص۲۶۷ مصنف عبدالرزاق:۱۴۲۱۲ صحیح ابن حبان:۴۹۰۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج۷ ص۱۲۴ سنن کبریٰ:۶۰۵۶ سنن دارمی ج۲ ص۲۵۰ مسند احمد ج۳ ص۴۰۲ طبع قدیم مسند احمد:۱۵۳۱۴- ج۲۴ ص۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب ابوایوب الواشحی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) صالح بن ابی مریم ابو الخلیل ضبعی (۵) عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ابومحمد ہاشمی (۶) حکیم بن حزام الاسدی۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ ص۲۷۷)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیب) بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی۔

مجلس میں بیع فسخ کرنے کے اختیار اور عدم اختیار میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: خریدار اور بیچنے والے کو اس وقت تک (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں۔ اس کی تاویل میں فقہاء کا اختلاف ہے ابراہیم نخعی ثوری امام مالک امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن الحسن نے کہا کہ تفرق سے مراد تفرق بالاقوال ہے پس جب بیچنے والے نے کہا: میں نے یہ چیز اتنے میں بیچ دی اور خریدار نے کہا: میں نے اس قیمت پر خرید لی یا میں نے اس کو قبول کر لیا تو ان دونوں کے اقوال متفرق ہو گئے اور اب ان میں سے کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہا یا کوئی شرط لگانے کا اختیار نہیں رہا اور امام ابویوسف عیسیٰ بن ابان اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس تفرقہ سے اختیار منقطع ہو جاتا ہے وہ بدنوں اور جسموں کا تفرقہ ہے یعنی جب ایک آدمی نے کہا: میں نے یہ چیز اتنے میں بیچ دی تو خریدنے والا اس وقت تک قبول کر سکتا ہے جب تک بیچنے والا مجلس سے جدا نہ ہو جائے۔

سعید بن مسیب' زہری' عطاء بن ابی رباح' اوزاعی' حسن بصری' امام شافعی' امام احمد اور اہل ظاہر کا یہی مؤقف ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد ایجاب اور قبول سے مکمل ہو جاتا ہے اور وہ سودا خریدار کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے اور اب ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے مجلس کا اختیار دوسرے کے حق کو باطل کرنے کو مستلزم ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کے منافی ہے:

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام. (سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۱)

اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی خود ضرر اٹھائے نہ دوسرے کو ضرر پہنچائے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ. (النساء: ۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ سوا اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔

تجارت میں باہمی رضامندی سے ایک دوسرے کا مال کھانا جائز ہے اور خرید و فروخت بھی تجارت ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب نفس عقد (یعنی ایک فریق نے کہا: میں نے یہ چیز بیچ دی' اور دوسرے نے کہا: میں نے خرید لی) سے بیع مکمل ہوگئی اور خریدار کے لیے بیع میں تصرف جائز ہو گیا تو اس کے بعد انقطاع مجلس تک کسی ایک کے لیے بیع فسخ کرنے کا جواز اس آیت کے منافی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ. (المائدہ: ۱)

اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو۔

جب بیچنے اور خریدنے کا عقد ہو جائے تو اس آیت کے حکم سے اس عقد کو پورا کرنا واجب ہے اور عقد کی مجلس میں اس عقد کو توڑنے کا اختیار اس حکم کے خلاف ہے' لہٰذا ان آیتوں سے واضح ہو گیا کہ بیع اور شراء کے عقد کے بعد بیع لازم ہو جاتی ہے اور مجلس عقد میں اس بیع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۷۴۲۔ ج ۴ ص ۱۶۹ میں ہے' اس حدیث کی شرح میں خیار مجلس میں مذاہب بیان کیے گئے ہیں اور فقہاء احناف کی تائید کی گئی ہے۔

۲۰ - بَابُ بَيْعِ الْخَلْطِ مِنَ التَّمْرِ — مختلف اقسام کی کھجوروں کو ملا کر بیچنے کا شرعی حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مختلف اقسام کی کھجوروں کو ملا کر فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۰۸۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ' وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ' وَكُنَّا نَبِيْعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ' وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں متعدد اقسام کی کھجوریں ملی ہوئی دی جاتی تھیں اور ہم دو صاع (آٹھ کلو) کھجوریں ایک صاع (چار کلو) کے بدلہ میں بیچتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو صاع کو ایک صاع کے بدلہ میں فروخت نہ کرو اور نہ دو درہموں کو ایک درہم کے بدلہ میں فروخت کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۵۹۵' الرقم المسلسل: ۳۹۷۶' سنن نسائی: ۴۵۵۵' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۶' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۷۶' مصنف عبد الرزاق: ۱۴۱۹۱'

سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۱ 'شرح مشکل الآثار: ۶۱۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۴۵۷۔ ج ۱۸ ص ۳۹ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہم دو صاع کھجوروں کو ایک صاع کھجوروں کے بدلہ میں فروخت کرتے تھے۔

اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہب اور مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی فقہ یہ ہے کہ تمام کھجوروں کی ایک جنس ہے خواہ ردّی ہوں یا عمدہ ہوں اور ان میں سے کسی قسم کو بھی اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا ممنوع ہے اور کھجوروں کے حکم میں باقی کھانے کی چیزیں بھی داخل ہیں' لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ کسی ایک جنس کے طعام کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے نہ ادھار اور جب دو جنسیں مختلف ہوں تو ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے مگر ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے' امام مالک کے نزدیک یہ حکم اس طعام کا ہے جو خوراک بننے کی صلاحیت رکھتا ہو' اور امام شافعی کے نزدیک یہ حکم ہر طعام کو شامل ہے خواہ وہ خوراک ہو یا نہ ہو اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ حکم ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی وزن کے ساتھ بیع کی جاتی ہو یا پیمانہ کے ساتھ ماپ کر۔

اور اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کسی کام کے حرام ہونے کا علم نہ ہو تو علم سے پہلے اس کام کے کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے حتیٰ کہ اس کو علم ہو جائے اور جب کوئی بیع حرام طریقہ سے ہو تو وہ فسخ اور مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے طریقہ کے خلاف کوئی کام کیا تو وہ مردود ہے۔ (صحیح البخاری ص ۱۵۴۳ 'دار ارقم' بیروت)

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۸۵۔ ۱۸۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: اب دارالاسلام میں کسی حکم شرعی سے لاعلمی معتبر نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص بغیر علم کے کوئی ناجائز کام کرے تو اس کو اس ناجائز کام کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور علم حاصل نہ کرنے کا بھی گناہ ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک درہم کو دو درہموں کے عوض فروخت کرنا جائز قرار دیتے تھے' بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۷۳۔ ج ۴ ص ۴۴۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں سُود کی تحقیق کی گئی ہے۔

۲۱ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ — گوشت بیچنے والے اور قصائی کا بیان

اس باب کے عنوان میں ''لحام'' اور ''جزّار'' کے الفاظ ہیں ''لحّام'' کے معنی ہیں: گوشت بیچنے والا' اور ''جزّار'' کے معنی ہیں: گوشت کاٹنے والا۔

۲۰۸۱ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُكْنٰى أَبَا شُعَيْبٍ فَقَالَ لِغُلَامٍ لَّهٗ قَصَّابٍ اِجْعَلْ لِّيْ طَعَامًا يَكْفِيْ خَمْسَةً فَإِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَإِنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ انصار میں سے ایک شخص آیا جس کی کنیت ابوشعیب تھی' اس نے اپنے غلام سے کہا جو قصائی تھا: میرے لیے اتنا کھانا تیار

وَجْهِهِ الْجُوْعَ، فَدَعَاهُمْ، فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَرْجِعَ رَجَعَ. فَقَالَ لَا، بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ.

[اطراف الحدیث:۲۴۵۶۔۵۴۳۴۔۵۴۶۱] (صحیح مسلم:۲۰۳۶ الرقم المسلسل:۵۲۰۳ سنن ترمذی:۱۱۰۱ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۶۵ مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۶ طبع قدیم مسند احمد:۱۵۲۶۷۔ج ۲۳ ص ۴۱۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

کرو جو پانچ آدمیوں کو کافی ہو کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دعوت دوں جو پانچ میں سے پانچویں ہوں' اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے آپ میں بھوک کے آثار دیکھے ہیں' پس انہوں نے ان کو دعوت دی' پھر آپ لوگوں کے ساتھ ایک اور شخص بھی آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ ہمارے پیچھے پیچھے آ گیا ہے' اگر تم اس کو بھی اجازت دینا چاہتے ہو تو اجازت دے دو اور اگر تم اس کو واپس کرنا چاہتے ہو تو یہ واپس چلا جائے' پس انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ میں نے اس کو بھی اجازت دے دی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: اس نے اپنے لڑکے سے کہا جو قصائی تھا۔

کسی کی دعوت پر جانے کے آداب اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس انصاری نے پانچ آدمیوں کا کھانا اس لیے تیار کیا تھا کہ اس کو علم تھا کہ عنقریب آپ کے کچھ اصحاب آپ کے ساتھ آئیں گے تو انہوں نے دسترخوان وسیع رکھا تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیر ہو کر کھا لیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص کو دعوت دی گئی ہو وہ میزبان کی اجازت کے بغیر اپنے ساتھ کسی اور کو نہ لے جائے۔

اس حدیث میں سفارش کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعوت دینے والے سے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کو بھی اجازت دے دو۔

نیز اس حدیث میں قرائن کی بناء پر حکم لگانے کا ثبوت ہے کیونکہ اس انصاری نے کہا: میں نے آپ کے چہرے میں بھوک کے آثار دیکھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی پیشہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قصائی کی دعوت پر اس کے گھر کھانا کھانے تشریف لے گئے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۱۹۲۔ ج ۶ ص ۲۸۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی' صرف ''ف'' کے عنوان سے فائدہ ذکر کیا گیا ہے۔

۲۲ - بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ

بیع میں جھوٹ بولنا اور (عیب) چھپانا (برکت کو) مٹا دیتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بائع جب سودے میں جھوٹ بولتا ہے یا اس کے عیب کو چھپاتا ہے یا خریدار جب سودے کی قیمت میں کھوٹے سکے دیتا ہے تو اس بیع کی برکت مٹ جاتی ہے۔

۲۰۸۲ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيلِ يُحَدِّثُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن محبر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، اَوْ قَالَ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا، فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا، وَاِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

کہا: میں نے ابوالخلیل سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے از عبداللہ بن حارث از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بیچنے والے اور خریدنے والے کو (بیع فسخ کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں' یا فرمایا: حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں' اگر وہ دونوں سچ بولیں (اور عیب) بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ (عیب) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۳۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ' اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ (آل عمران: ۱۳۰)

اس باب میں سود سے ممانعت بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دگنا چوگنا سود کھانے سے منع فرمایا ہے' زمانہ جاہلیت میں جب قرض کی مدت پوری ہو جاتی تو مقروض قرض کو اور اس پر لگائے ہوئے سود کو ادا کرتا ورنہ پھر قرض خواہ مدت میں اضافہ کر دیتا اور اس پر لگائے سود کی شرح میں بھی اضافہ کر دیتا اور پھر مقروض کو دگنا چوگنا سود ادا کرنا پڑتا اور اس طرح ہر سال سود کی شرح میں اضافہ ہوتا رہتا' تب اللہ تعالیٰ نے انہیں سود کے ترک نہ کرنے پر دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (آل عمران: ۱۳۱)

اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے

۲۰۸۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا اَخَذَ الْمَالَ اَمِنْ حَلَالٍ اَمْ مِّنْ حَرَامٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا جس میں آدمی یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے لیا ہے' آیا حلال ذریعہ سے لیا ہے یا حرام ذریعہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۴ - بَابُ اٰكِلِ الرِّبَا وَشَاهِدِهٖ وَكَاتِبِهٖ

سود کھانے والے' سود پر گواہی دینے والے اور سود کو لکھنے والے کی سزا

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ سود کی تعریف یہ ہے کہ سود وہ فاضل یا زائد مال ہے جو بلاعوض ہو جیسے ایک آدمی نے دس درہم' گیارہ درہم کے عوض فروخت کیے تو یہ ایک درہم زائد ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے تو یہ خالص سود ہے' اس باب میں سود کے لکھنے والے اور سود پر گواہی دینے والے کا گناہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ O﴾ (البقرہ:۲۷۵)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے' سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی' پس وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O (البقرہ:۲۷۵)

سود پر وعید اور تغلیظ اور اس کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں سود کھاتے ہیں' وہ آخرت میں جب اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو مجنونوں اور دیوانوں کی طرح اٹھیں گے۔

مجاہد اور قتادہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ مخلوق اپنی قبروں سے بہت جلدی اٹھے گی جیسا کہ اس آیت میں ہے:

یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ O (المعارج:۴۳)

جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ بتوں کی طرف بھاگے جا رہے ہیں O

ماسوا سود خوروں کے کیونکہ سود ان کے پیٹوں میں بڑھ رہا ہوگا' پس وہ لڑکھڑا رہے ہوں گے' وہ کھڑے ہوں گے اور گر پڑیں گے' وہ دوڑنا چاہیں گے مگر وہ اس پر قادر نہیں ہوں گے' سو وہ اس شخص کی طرح ہوں گے' جو جنون کی وجہ سے مخبوط الحواس ہو۔

اس آیت میں ہر وہ شخص داخل ہے جو سود لیتا ہو خواہ وہ اس کو کھاتا ہو یا نہ کھاتا ہو اور سود لینے کے حکم میں ہر وہ بیع اور قرض داخل ہے' جو سود کے مشابہ ہو جیسے وہ قرض جس سے کوئی منفعت حاصل ہو۔ (شرح ابن بطال ج۶ ص۱۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابوحیان نے کہا ہے کہ سود خور قیامت کے دن اس طرح پہچانا جائے گا جس طرح دنیا میں دیوانہ شخص پہچانا جاتا ہے' مجاہد نے کہا: سود کھانے والا اللہ سے جنگ کرتا ہے اور جو اللہ سے جنگ کرے وہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے' اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کا بہتر (۷۲) درجہ گناہ ہے' اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ (سنن ابن ماجہ:۲۲۷۴)

الماوردی نے کہا ہے کہ سود کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سود گناہ کبیرہ ہے

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام شریعتوں میں سود حرام رہا ہے۔

ایسی خرید و فروخت جس میں سود کا دخل ہو اس میں اختلاف ہے آیا یہ منسوخ ہو چکا ہے اور کسی حال میں جائز نہیں ہے یا یہ بیع فاسد ہے اور جب اس کے فساد کو زائل کر دیا جائے تو یہ بیع صحیح ہے؟ جمہور علماء کے نزدیک یہ بیع منسوخ ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا: یہ بیع فاسد ہے' جب اس بیع سے وجہ فساد کو زائل کر دیا جائے تو پھر یہ بیع صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۸۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِی الضُّحٰی، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ اٰخِرُ الْبَقَرَةِ، قَرَاَهُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ فِی الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِی الْخَمْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مسجد میں لوگوں کے سامنے پڑھا' پھر آپ نے خمر (انگور کی شراب) کی تجارت کو حرام کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے عنوان میں سود کے لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والے کا بھی ذکر تھا جب کہ اس میں سود پر وعید کی جو آیت ذکر کی ہے' اس میں سود کو لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ سود کو لکھنا اور اس پر گواہی دینا سود پر تعاون کرنا ہے' اس لیے سود کی وعید سود پر تعاون کرنے والوں کو بھی شامل ہے۔

۲۰۸۵ - حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ، فَاَخْرَجَانِیْ اِلٰی اَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ، فِیْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، وَعَلٰی وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ، بَیْنَ یَدَیْهِ حِجَارَةٌ، فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِیْ فِی النَّهَرِ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ رَمَی الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِیْ فِیْهِ، فَرَدَّهٗ حَیْثُ کَانَ، فَجَعَلَ کُلَّمَا جَاءَ لِیَخْرُجَ رَمٰی فِیْ فِیْهِ بِحَجَرٍ، فَیَرْجِعُ کَمَا کَانَ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی النَّهَرِ اٰکِلُ الرِّبَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور وہ مجھے ارضِ مقدسہ (بیت المقدس) کی طرف لے گئے' پھر ہم چلتے رہے حتیٰ کہ ہم خون کے دریا پر آئے' اس میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور دریا کے وسط میں بھی ایک آدمی کھڑا ہوا تھا (جو آدمی کنارے پر تھا) اس کے سامنے پتھر تھے' پس جو آدمی دریا کے وسط میں تھا' وہ آگے بڑھا' پس جب اس نے دریا سے نکلنے کا ارادہ کیا (تو جو آدمی کنارے پر تھا) اس نے اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارا' پس اس کو اسی جگہ لوٹا دیا' پھر ہر بار جب بھی دریا سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو وہ اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا اور اس کو اسی جگہ لوٹا دیتا جہاں وہ تھا' سو میں نے (ان سے) پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو انہوں

نے کہا: جس کو آپ نے (خون کے) دریا میں دیکھا' وہ سود خور تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

چونکہ سود خور سود کے ذریعہ لوگوں کا خون چوس کر کھاتا ہے' اس لیے اس کو خون کے دریا میں دکھایا گیا۔

۲۵ - بَابُ مُوْكِلِ الرِّبَا

سود کھلانے والے کا گناہ

اس باب میں سود کھلانے والے کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ○فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ○وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰی كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ○﴾ (البقرہ: ۲۷۸۔ ۲۸۱)۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو' اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو○ پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو' اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے اصل مال تمہارا حق ہیں' نہ تم ظلم کرو اور نہ تم ظلم کیے جاؤ گے○ اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو' اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو○ اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے' پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا○ (البقرہ: ۲۸۱۔ ۲۷۸)

اس آیت کا شانِ نزول کہ جو باقی ماندہ سود کو ترک نہیں کرتے' وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے ڈریں اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دیں۔

مقاتل بن حیان اور سدی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ثقیف کے بنو عمرو بن عمیر اور بنی مخزوم کے بنو المغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' زمانۂ جاہلیت میں ان کے درمیان سود کا معاملہ تھا' پھر جب وہ مسلمان ہو گئے تو ثقیف نے بنو المغیرہ سے سود کا مطالبہ کیا تو ان میں جھگڑا ہوا' بنو المغیرہ نے کہا: ہم اسلام میں سود ادا نہیں کریں گے' پھر مکہ کے گورنر عتاب بن اسید نے رسول اللہ ﷺ کی طرف مکتوب روانہ کیا' تب یہ آیت نازل ہوئی' سو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف یہ آیت لکھ کر بھیج دی' تب ثقیف نے کہا: ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں اور باقی ماندہ سود کو چھوڑتے ہیں' پھر انہوں نے پورا سود چھوڑ دیا۔

اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

سعید بن جبیر نے کہا: سود خور سے قیامت کے دن کہا جائے گا: اپنے ہتھیار اٹھا' پھر یہ آیت پڑھی جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص سود پر ڈٹا رہے اور اس کو ترک نہ کرے تو مسلمانوں کے سربراہ پر واجب ہے کہ اس سے توبہ طلب کرے' اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کی گردن اڑا دے۔

تنگ دست مقروض کو مہلت دینے سے قرض کے برابر یا قرض سے دگنا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا اور دیگر بشارتیں

نیز ان آیات میں فرمایا ہے: اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ اس کو اس دن اپنے سائے میں رکھے جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کوئی سایا نہ ہو' وہ ہر تنگ دست پر (قرض کی ادائیگی میں) آسانی کرے یا اس کا قرض معاف کر دے۔ (المعجم الکبیر: ۸۹۹)

اس حدیث کی امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹' مسند احمد: ۸۷۱۱)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا' پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی رقم سے دوگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آپ سے سنا تھا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا' پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی رقم سے دوگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا' تو آپ نے فرمایا: قرض کی مدت پوری ہونے سے پہلے ہر دن کے بدلہ میں ایک مثل صدقہ کا اجر ہوگا اور جب قرض کی مدت پوری ہوگی اور پھر اس نے مقروض کو مہلت دی تو اسے ہر دن قرض کی رقم سے دگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا۔

(المستدرک ج ۲ ص ۲۹' شرح مشکل الآثار: ۳۸۱۱۔ ۳۸۱۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۷' شعب الایمان: ۱۱۲۶۲۔ ۱۱۲۶۱' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۸۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۰۴۶۔ ج ۳۸ ص ۱۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤط نے لکھا ہے کہ امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ۲۳۰۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست (مقروض) کو اس کی خوش حالی تک مہلت دی' اللہ تعالیٰ اس کے گناہ پر اس کو توبہ کرنے تک مہلت دے گا۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۳۳۰۔ ج ۱۱ ص ۱۲۲' داراحیاء التراث العربی)

قیامت کے دن سے ڈرانے کی تفسیر

نیز ان آیات میں ذکر ہے: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یعنی اس دن کے عذاب سے ڈرو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خالص اس دن سے ڈرانا مقصود ہو کیونکہ قیامت کا دن بذات خود بہت ہولناک ہے' اس دن تم اللہ کی طرف حساب اور جزاء کے لیے لوٹائے جاؤ گے' اس دن ہر انسان کے کیے ہوئے کاموں کا بدلا دیا جائے گا' اگر اس نے نیک کام کیے ہوں گے تو اس کو اجر عطا کیا جائے گا اور اگر اس نے بُرے کام کیے ہوں گے تو وہ ان کاموں پر سزا کا مستحق ہوگا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے' اس کا کوئی کام ظلم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ رحیم اور کریم ہے' سو ہمیں اللہ تعالیٰ سے رحم اور فضل طلب کرنا چاہیے نہ کہ عدل اور انصاف۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهٖ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سود کے متعلق نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۵۴۴)

بہ ظاہر یہ تعلیق اس حدیث کے متعارض ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہوں۔

قرآن مجید کی آخری آیت کے متعلق متعدد اقوال

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو آخری آیت نازل ہوئی' وہ یہ ہے:

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ. (النساء:۱۷۶) آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ......

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جو آخری آیت نازل ہوئی' وہ یہ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ. (التوبہ:۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آخری آیت یہ ہے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ. (البقرہ:۲۸۱) اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر قربانی کے دن نازل ہوئی اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے اکتیس دن پہلے نازل ہوئی ہے' اور ابن جریج نے کہا: اس آیت کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو راتیں زندہ رہے' یہ ابن جریر کی روایت ہے اور مقاتل نے کہا: اس آیت کے نزول کے سات دن بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۸۹۔۲۸۷ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اذا جاء نصر الله والفتح" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پوری ہونے کی خبر ہے اور آپ کی وفات کی علامت ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۶۹)

۲۰۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ اَبِي اشْتَرٰى عَبْدًا حَجَّامًا فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ فَكُسِرَتْ. فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ وَنَهٰى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُوْمَةِ وَاٰكِلِ الرِّبَا وَمُوْكِلِهٖ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۳۸۔۵۳۴۷۔۵۹۴۵۔۵۹۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو دیکھا' انہوں نے ایک ایسا غلام خریدا جو حجام تھا (یعنی فصد لگانے والا تھا) انہوں نے اس کے فصد لگانے کے آلات کو توڑنے کا حکم دیا' میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے اور گودنے والی اور گدوانے والی اور سود کھانے والے سے اور سود کھلانے والے سے منع فرمایا

اور تصویر بنانے والے پر لعنت کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۸۳ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۶۳ ' مسند ابویعلیٰ: ۸۹۰ ' صحیح ابن حبان: ۴۹۳۹ ' المعجم الکبیر: ۲۹۵ ' ج ۲۲ ' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۶ ' شرح السنۃ: ۲۰۳۹ ' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۸ طبع قدیم ' مسند احمد: ۱۸۷۵۶ ' ج ۳۱ ص ۴۹ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت)

فصد لگانے اور ''واشمۃ'' اور ''موشومۃ'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں خون کی قیمت کا ذکر ہے ' اس سے مراد ہے: فصد لگانے کی اجرت ' فصد لگانے سے مراد ہے: کسی آلہ کے ذریعہ جسم کا فاسد یا زائد خون نکالنا ' اس مقصد کے لیے جسم کے کسی حصہ پر جونک بھی لگائی جاتی ہے اور وہ خون چوس لیتی ہے۔

''الواشمۃ'' گودنے والی عورت ' یعنی جسم کے کسی حصہ پر سوئی چبھو کر کوئی نقش بنایا جائے یا کوئی تصویر بنائی جائے۔

''الموشومۃ'' گدوانے والی عورت ' جو اپنے جسم کے کسی حصہ پر سوئی کے ذریعہ کوئی نقش بنوائے۔

سود کھانے والا اور سود کھلانے والا: جو اپنے قرض پر کوئی زائد رقم لے اور وہ رقم کسی کو کھلائے۔

اس حدیث میں مصوّر پر لعنت کی گئی ہے ' اگر تصویر بنانا بہت بڑا گناہ نہ ہوتا تو اس پر لعنت نہ کی جاتی۔

کتے کی بیع اور شراء میں مذاہب ائمہ

ابن حزم نے محلّٰی میں لکھا ہے کہ کتے کی بیع اصلاً جائز نہیں ہے ' خواہ وہ شکار کا کتا ہو یا مویشیوں کی اور کھیت کی حفاظت کا کتا ہو ' اگر کسی کو کتے کی بہت سخت ضرورت ہو اور کوئی شخص اس کو بغیر قیمت کے کتا دینے پر تیار نہ ہو تو اس کے لیے کتے کو خریدنا جائز ہے اور خریدار کے لیے یہ جائز ہے اور بیچنے والے کے لیے اس کی قیمت لینا حرام کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے اور اس کا حکم رشوت کی طرح ہے کہ ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے مگر رشوت لینا ہر حال میں حرام ہے۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ امام شافعی ' امام مالک ' امام احمد ' ابوسلیمان اور ابوثور وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

عطاء بن ابی رباح ' ابراہیم نخعی ' امام ابوحنیفہ ' امام ابویوسف ' امام احمد اور سحنون مالکی نے یہ کہا ہے کہ جن کتوں سے نفع حاصل کیا جاتا ہے ' ان کی بیع جائز ہے اور ان کی قیمت مباح ہے اور امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ کاٹنے والے کتے کی بیع جائز نہیں ہے اور اس کی قیمت مباح نہیں ہے۔

البدائع میں مذکور ہے کہ کتے ' چیتے ' شیر ' بھیڑیے ' بلی اور دیگر درندوں کی بیع ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک کتے کی بیع جائز نہیں ہے ' اور ہمارے نزدیک کتا سدھایا ہو یا نہ ہو ' اس میں کوئی فرق نہیں ہے ' امام ابویوسف سے روایت ہے کہ کاٹنے والے کتے کی بیع جائز نہیں ہے۔

اس باب کی حدیث میں کتوں کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے ' اس کے باوجود فقہاء احناف کے نزدیک کتوں کی بیع کے جواز کی توجیہ

اس باب کی حدیث میں کتے کی بیعت سے ممانعت ہے ' امام طحاوی نے اس حدیث کا جو جواب دیا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور اس وقت کتوں کو رکھنا جائز نہیں تھا اور اس کے متعلق بہت احادیث وارد ہیں اور جب تھا اس وقت کتوں کی قیمت حرام تھی ' پھر جب شکار وغیرہ کے ذریعہ کتوں سے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا اور ان کو قتل کرنے سے منع کر دیا گیا تو پھر اس سے پہلے کتوں کی بیع اور ان کی قیمت لینے کی ممانعت منسوخ ہو گئی کیونکہ تحریم کے بعد اباحت اس تحریم کے منسوخ

ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

کتوں کو قتل کرنے کے حکم کے منسوخ ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابن المغفل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا' پھر فرمایا: ان کا اور کتوں کا کیا حال ہے؟ پھر آپ نے شکار کے کتے کی اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتوں کو رکھنے کی رخصت دی۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷۳' الرقم المسلسل: ۳۹۱۲' سنن ابوداؤد: ۲۸۴۴' سنن ترمذی: ۱۴۹۴' سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۳۔۳۲۰۲۔۳۲۰۱۔۳۲۰۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مویشیوں کی حفاظت یا شکار کی ضرورت یا کھیتوں کی حفاظت کے سوا کتا رکھا تو اس کے اجر سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷۵' الرقم المسلسل: ۳۹۲۲' سنن ابوداؤد: ۲۸۴۴' سنن ترمذی: ۱۴۹۰' سنن نسائی: ۴۲۸۹)

فصد لگانے کی اجرت کی ممانعت تنزیہی ہے

اس باب کی حدیث میں خون کی قیمت یعنی فصد لگانے کی اجرت سے بھی منع فرمایا ہے' اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اُجرت عطا فرمائی۔

اس کے متعلق درج ذیل حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ سے فصد لگانے کی اجرت کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور ابوطیبہ نے آپ کو فصد لگائی تو آپ نے اس کو دو صاع (آٹھ کلو) گندم دینے کا حکم فرمایا اور اس کے مالکوں سے فرمایا: اس سے روز رقم لینے کی جو مقدار مقرر کی ہے اس میں کمی کر دو اور فرمایا: تم جن چیزوں سے علاج کرتے ہو' ان میں سب سے افضل فصد لگوانا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۸۲' صحیح مسلم: ۱۵۷۷)

امام ترمذی نے اس حدیث کی روایت کے بعد یہ لکھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اہل علم نے فصد لگانے کی اجرت کی رخصت دی ہے' اور یہی امام شافعی کا قول ہے (امام ابوحنیفہ نے بھی اس کی اجازت دی ہے)۔

(سنن ترمذی ص ۳۹۳۔۳۹۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

''واشمۃ'' اور ''مستوشمۃ'' (گودنے والی اور گدوانے والی) پر لعنت

اس حدیث میں گودنے اور گدوانے کی بھی ممانعت ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا عمل ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی خلقت کی تغییر ہے' حدیث میں ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور (بال یا کھال کو) نوچنے والیوں اور حسن کے لیے دانتوں میں جھری کرنے والیوں اور اللہ کی تخلیق میں تغیر کرنے والیوں پر لعنت فرماتا ہے' یہ قول بنو اسد کی ام یعقوب نام کی ایک عورت تک پہنچا' اس نے حضرت ابن مسعود سے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ایسی ایسی عورت پر لعنت کی ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ کی کتاب میں لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا: میں نے تو پورا قرآن مجید پڑھا ہے' اس میں اس لعنت کا ذکر نہیں ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر تم نے پورا قرآن پڑھا ہوتا تو تم اس آیت کو پڑھتیں' کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی: تم کو رسول جو دیں وہ لے لو اور جس کام سے روکیں اس سے رک جاؤ؟ (الحشر: ۸) اس عورت نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن مسعود نے کہا: پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس کام سے منع کیا ہے' اس عورت نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ کی گھر والی بھی یہ کام کرتی ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: جاؤ! دیکھ کر آؤ' اس عورت نے جا کر دیکھا تو اسے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی' حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر میری بیوی اس طرح کرتی تو میں اس کے ساتھ نہ رہتا۔

(صحیح البخاری: ۴۸۸۶' صحیح مسلم: ۲۱۲۵' الرقم المسلسل: ۵۴۶۶' سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹' سنن ترمذی: ۲۷۸۲' سنن نسائی: ۵۲۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹' مسند البزار: ۱۴۳۲' المعجم الکبیر: ۹۴۶۷' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۳۴۳۔ ج ۷ ص ۳۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بھنویں بنانے کا شرعی حکم

آج کل خواتین میں بھنویں بنانے کا رواج ہے' جس کی وجہ سے بھنوؤں کے بعض بال نوچنے پڑتے ہیں اور اس حدیث میں بال نوچنے کی ممانعت ہے' سو اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر بھنوؤں کے ارد گرد زائد بال نوچ لیے جائیں اور اس سے بھنوؤں کی تخلیق متغیر نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر بھنوؤں کے بال اس طرح نوچیں جائیں کہ اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی آئے تو پھر یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ محمد امین عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بال نوچنے کی ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب عورتیں اجنبی مردوں کو اپنا حسن دکھانے کے لیے بال نوچیں اور اگر عورت کے چہرے پر بال ہوں اور اس کا شوہر اس وجہ سے اس سے نفرت کرے تو پھر بالوں کو نوچنے کی تحریم بہت بعید ہے کیونکہ تحسین کے لیے عورتوں کا زینت اختیار کرنا مطلوب ہے' ہاں! اگر بلا ضرورت چہرے کے بال نوچے جائیں تو پھر یہ ممنوع ہے کیونکہ آلہ کے ذریعہ چہرے کے بال نوچنے سے چہرے کو ایذاء پہنچتی ہے اور "تبیین المحارم" میں مذکور ہے کہ چہرے کے بال زائل کرنا حرام ہے' سوا اس صورت کے کہ عورت کے ڈاڑھی یا مونچھیں اُگ آئیں' اس صورت میں چہرے کے بالوں کو زائل کرنا حرام نہیں بلکہ مستحب ہے اور تاتارخانیہ میں المضمرات سے منقول ہے کہ مونچھوں اور چہرے کے بال مونڈنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ مخنث کے ساتھ مشابہت نہ ہو' اسی طرح المجتبیٰ میں مذکور ہے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۴۵۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

سود کھانے اور کھلانے اور تصویر بنانے کی ممانعت

اس حدیث میں سود کھانے اور سود کھلانے کی بھی ممانعت ہے اور یہ دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

نیز اس حدیث میں تصویر بنانے کی بھی ممانعت ہے اور تصویر بنانے والا لعنت کا مستحق ہے اور حدیث میں ہے کہ تصویر بنانے والوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا: تم نے جو تصویر بنائی ہے اس میں جان ڈالو' اور غیر ذی روح کی تصویر بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶ - بَابٌ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ○﴾ (البقرہ: ۲۷۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا○ (البقرہ: ۲۷۶)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کے مال سے برکت مٹا دیتا ہے اور اس مال کو بالآخر ہلاک کر دیتا ہے۔ امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سود ہر چند کہ زیادہ ہو لیکن اس کا مآل قلت ہے۔

المہلب نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سودی کاروبار کرنے والے کا مال بڑھتا رہتا ہے اور صدقہ دینے والے کا مال کم ہوتا رہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ صدقات کو بڑھاتا ہے' یعنی صدقہ دینے والا قیامت کے دن دیکھے گا کہ اس کا صدقہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو گیا ہے' اور سودی کاروبار کرنے والا قیامت کے دن اپنے صدقہ کو اور صلہ رحم میں دینے والی رقم کو مٹا ہوا دیکھے گا' اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔

علامہ ابن بطال نے کہا: سودی کاروبار کرنے والا دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اپنے مال کو مٹا ہوا دیکھے گا' یعنی اس کی کوئی ایک نیکی بھی اس کے نامۂ اعمال میں نہیں لکھی جائے گی۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۰۸۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ. (صحیح مسلم: ۱۶۰۶' الرقم المسلسل: ۴۰۱۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۳۵' سنن نسائی: ۴۴۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' ابن مسیب نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (جھوٹی) قسم سودے کو جلدی نکال دیتی ہے' برکت کو مٹا دیتی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ جس مال کو طلب کیا جائے' وہ اگرچہ تعداد اور مقدار میں زیادہ ہو لیکن اس کا انجام اور مآل کمی اور نقصان ہوتا ہے۔

۲۷ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ. سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا مکروہ ہے خواہ سچی قسم کھائی جائے یا جھوٹی' اگر سچی قسم کھائی جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔

۲۰۸۸ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً، وَهُوَ فِي السُّوْقِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطٰى بِهَا مَا لَمْ يُعْطِ، لِيُوْقِعَ فِيْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران: ۷۷).

[اطراف الحدیث: ۲۶۷۵-۴۵۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں العوام نے خبر دی از ابراہیم بن عبد الرحمان از حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا سودا دکھا کر قسم کھائی کہ اس سودے کی اتنی قیمت لگ چکی ہے جب کہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی تاکہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ اس سودے کو فروخت کرے' تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران: ۷۷)

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی قسم سے کسی مسلمان شخص کا حق منقطع کیا تو اللہ

تعالیٰ اس کے لیے دوزخ کو واجب کر دیتا ہے اور جنت کو اس پر حرام کر دیتا ہے' ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! خواہ وہ تھوڑی سی چیز ہو' آپ نے فرمایا: خواہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۷' الرقم المسلسل: ۲۵۰' سنن دارمی: ۲۶۰۳' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷۹' شعب الایمان: ۴۸۳۹' صحیح ابن حبان: ۵۰۸۷' سنن کبریٰ: ۵۹۸۰' المعجم الکبیر: ۷۹۶' المعجم الاوسط: ۱۱۹۰' شرح مشکل الآثار: ۴۴۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۲۳۹۔ ج ۳۶ ص ۵۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی' قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا' اسی دوران حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ ابوعبدالرحمان (حضرت ابن مسعود) نے کیا بیان کیا ہے' لوگوں نے وہ حدیث سنائی' حضرت اشعث بن قیس نے کہا: ابوعبدالرحمان نے سچ کہا' یہ حکم میرے ہی متعلق نازل ہوا تھا' ایک شخص کی شراکت میں یمن میں میری زمین تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس شخص کے ساتھ میرا اس زمین کے متعلق اختلاف ہو گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا' میں نے عرض کیا: وہ تو (جھوٹی) قسم کھا لے گا' آپ نے فرمایا: جو شخص کسی کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا' قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر ناراض ہوگا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خرید تے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O (آل عمران: ۷۷) (صحیح البخاری: ۶۶۷۶' صحیح مسلم: ۱۳۸' الرقم المسلسل: ۲۵۲' سنن ابوداؤد: ۳۲۴۳' سنن ترمذی: ۳۰۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۳۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷' مسند عبدالرزاق: ۸۳۹۰' مسند الحمیدی: ۱۰۶)

حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے' ایک مقام حضر موت سے اور دوسرا کندہ سے' حضرمی نے کہا: یارسول اللہ! اس شخص نے میری اس زمین کو چھین لیا جو میرے باپ کی طرف سے ملی تھی' کندی نے کہا: وہ میری زمین ہے اور میرے تصرف میں ہے' میں اس میں کاشت کاری کرتا ہوں' اس شخص کا اس زمین پر کوئی حق نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرمی سے پوچھا: تمہارے پاس گواہ ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا' حضرمی نے کہا: یارسول اللہ! یہ شخص جھوٹا ہے جھوٹی قسم کھا لے گا' یہ کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا' آپ نے فرمایا: تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے' جب کندی قسم کھانے کے لیے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس شخص نے اس کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو یہ اللہ سے جب ملاقات کرے گا تو وہ اس پر ناراض ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹' الرقم المسلسل: ۲۵۵' امام مسلم اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۱۳۔ ج ۴ ص ۴۳۹ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۸ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي الصَّوَّاغِ سناروں کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے

اس باب میں سناروں کے متعلق احادیث ہیں اور اس باب میں اور اس کے بعد کے ابواب میں مختلف پیشوں کے متعلق احادیث ہیں:

وَقَالَ طَاوُسٌ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [illegible] اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکہ کی گھاس نہیں کاٹی جائے گی'

خَلَاهَا. وَقَالَ الْعَبَّاسُ اِلَّا الْاِذْخِرَ، فَاِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ، فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ.

حضرت عباس رضی اللہ نے کہا: اذخر کا استثناء فرمالیں' وہ ہمارے لوہاروں کے کام آتی ہے اور گھر بنانے کے کام آتی ہے' تو آپ نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۸۳۳' اور ۱۳۴۹ میں ہے۔

۲۰۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ شَارِفًا مِّنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيْ، فَنَاْتِيَ بِاِذْخِرٍ اَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ، وَاَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۷۵-۳۰۹۱-۴۰۰۳-۵۷۹۳] (صحیح مسلم: ۱۹۷۹' الرقم المسلسل: ۵۰۲۰' سنن ابوداؤد: ۲۹۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت علی بن حسین نے خبر دی' انہوں نے کہا: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ان کو حضرت علی علیہ السلام نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میرے حصہ میں مالِ غنیمت سے ایک اونٹ آیا تھا اور ایک اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خُمس میں سے عطا فرمایا تھا' پھر جب میرا ارادہ ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت (سیدتنا) فاطمہ علیہا السلام کی رخصتی کرا کے لاؤں تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار شخص سے وعدہ کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے گا اور ہم اذخر گھاس لاد کر لائیں گے' میرا ارادہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو فروخت کر کے اپنی شادی کے ولیمہ میں اس رقم سے مدد لوں گا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میرا ارادہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو فروخت کر کے اپنی شادی کے ولیمہ میں اس رقم سے مدد لوں گا۔

باب مذکور کے رجال

(۱) عبدان' یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ الازدی کا لقب ہے (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (۶) حضرت حسین بن علی بن ابی طالب' ابوعبداللہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے بھائی (۷) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص ۲۹۵)

"شارف" کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "شارف" کا ذکر ہے۔ "شارف" کا معنی ہے: بلند کوہان والا اونٹ' مذکر کو "شارف" اور مؤنث کو "شارفة" کہتے ہیں' یہ اصمعی کا قول ہے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ "شارف" اونٹنی کو کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص ۲۹۶)

اس حدیث میں ہے: ان میں سے ایک اونٹ مجھے جنگ بدر کے حصہ میں ملا تھا اور دوسرا اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خُمس میں سے عطا فرمایا تھا۔

خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ ابن بطال کا نظریہ

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس پر اہل سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ بدر میں خُمس نہیں تھا اور قاضی اسماعیل بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ خمس غزوہ بنونضیر (بنوقریظہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ حضرت سعد کو اسی میں حکم بنایا گیا تھا۔سعیدی غفرلہٗ) میں تھا' جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حَکَم بنایا تھا اور میرا گمان یہ ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ خمس کا حکم اس کے بھی بعد میں نازل ہوا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خمس کا حکم یقینی طور پر اس کے بعد غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت میں نازل ہوا تھا اور یہ آخری مالِ غنیمت تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موجود تھے اور جب واقعہ اس طرح ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں تاویل کی ضرورت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۲ھ میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو رجب میں نخلہ کے قریب بھیجا اور ایک قول ہے کہ حضرت عمرو بن الحضرمی وغیرہ کو بھیجا تھا' اور وہ غنیمت میں اونٹ لائے تھے' اور یہ پہلی غنیمت تھی جس کو حضرت ابن جحش نے تقسیم کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس غنیمت کو معزول کر دیا تھا اور یہ خمس کے فرض ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خُمس کے معاملہ کو اور قیدیوں کے معاملہ کو مؤخر کر دیا تھا' پھر امام ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان میں بدر میں گئے اور آپ نے پہلا مالِ غنیمت تقسیم کیا اور خمس کو معزول رکھا' اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ ایک اونٹ مجھے مالِ غنیمت سے ملا تھا' اس سے مراد جنگِ بدر کا مالِ غنیمت ہے اور انہوں نے جو کہا ہے کہ دوسرا اونٹ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خمس میں سے دیا تھا' اس سے مراد ہے: جنگ بدر سے پہلے حضرت ابن جحش کے مالِ غنیمت میں سے دیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۱۔۲۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ ابن حجر عسقلانی کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر' علامہ ابن بطال کی مذکور الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد' حدیث: ۳۰۹۱ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اس روایت کو کتاب المغازی میں بھی روایت کیا ہے' اس کی عبارت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ نے خمس عطا کیا تھا' اس دن اس میں سے مجھے اونٹ عطا کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۰۳) اور علامہ ابن بطال پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس روایت کو امام ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کو اپنی تاویل کے لیے قرینہ بنایا ہے اور انہوں نے اس پر توجہ نہیں کی کہ یہ صحیح بخاری کی وہی حدیث ہے جس کی انہوں نے شرح کی ہے اور یہ ان کے موافق دلیل نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے اور انہوں نے جو اہل السِیَر سے یہ نقل کیا ہے کہ بدر کے مالِ غنیمت میں خمس نہیں تھا' میں نے اس کی تصریح نہیں دیکھی اور اس پر مزید تعجب اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے جو لشکر تھا' اس میں خمس تھا اور وہ یومِ بدر میں خمس کی نفی کرتے ہیں' حالانکہ خمس کی آیت یومِ بدر میں نازل ہوئی ہے اور وہ یہ ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (الانفال: ۴۱)

اور اے مسلمانو! یاد رکھو! تم جتنا بھی مالِ غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے' اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے' اگر تم اللہ پر ایمان [illegible] (اور اس پر) جو ہم نے اپنے (مکرم) بندے پر فیصلہ

کے دن نازل کی' جس دن دو لشکر مقابل ہوئے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۵ھ شارحِ بخاری نے کہا ہے کہ خمس کی آیت جنگ بدر کے دن نازل ہوئی ہے اور علامہ سبکی نے کہا ہے کہ سورۃ الانفال جنگِ بدر اور اس کی غنیموں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔(فتح الباری ج ۴ ص ۴۸۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ عینی کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی اس حدیث (صحیح البخاری: ۳۰۹۱) کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ خمس جنگ بدر کے دن شروع ہوا تھا' اس کے بعد انہوں نے علامہ ابن بطال کی وہ طویل عبارت نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ خمس جنگ بدر کے دن نہیں تھا' علامہ عینی نے اس عبارت کو مقرر رکھا ہے اور اس پر کوئی تعاقب اور رد نہیں کیا' جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علامہ ابن بطال کی شرح سے متفق ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال' علامہ حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

علامہ ابن بطال' علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کے درمیان خمس کی تاریخ کے تعین میں جو مناقشہ ہے' اس میں ہمارے نزدیک صحیح مؤقف حافظ ابن حجر عسقلانی کا ہے کہ جنگ بدر کے دن خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) مشروع ہو گیا تھا۔قرآن مجید کی نص صریح اور احادیثِ صحیحہ سے اسی کی تائید اور تقویت ہوتی ہے۔

ہم نے الانفال: ۴۱ کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت میں فرمایا: اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (کتاب) پر جو اللہ نے فیصلہ کے دن نازل کی' یعنی مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ' اس تفصیل کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا' لہٰذا اے مسلمان اہل لشکر! تم اس خمس میں طمع نہ رکھو اور مالِ غنیمت کے باقی جو چار حصے ہیں' ان پر قناعت کرو۔

''یوم الفرقان'' سے یومِ بدر مراد ہے' جس دن اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل میں امتیاز کر دیا تھا اور ''جمعان'' سے مسلمانوں اور کافروں کے دو گروہ مراد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کے دن اپنے معزز بندے یعنی نبی ﷺ پر جو چیز نازل کی' اس سے مراد اس دن نازل ہونے والی نشانیاں ہیں اور وہ فرشتے ہیں جو مسلمانوں کے قدم جمانے کے لیے نازل ہوئے تھے اور دیگر نشانیاں مثلاً خاک کی مٹھی کا ہر کافر کی آنکھ میں پہنچ جانا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کہ تم کم تعداد میں تھے اور تم کو بڑی تعداد والوں پر غالب کر دیا۔

(تبیان القرآن ج ۴ ص ۶۴۳' فرید بک سٹال' ۱۴۲۱ھ)

سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آیت الخمس' جنگِ بدر میں نازل ہوئی ہے کیونکہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے پہلے صرف جنگ بدر میں مالِ غنیمت حاصل ہوا تھا اور یہ رمضان ۲ھ کا واقعہ ہے اور حضرت فاطمہ کی رخصتی اس کے بعد ہوئی ہے۔

ابو محمد نے اپنی مختصر سیرت میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت سیدتنا فاطمہ سے ہجرت کے پہلے سال میں نکاح کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی نے ہجرت کے دوسرے سال ۲۲ ماہ کے بعد ان سے نکاح کیا تھا اور یہ غزوۂ بدر کے بعد تھا۔

علامہ ابوعمر بن عبدالبر نے عبداللہ بن محمد بن سلیمان ہاشمی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے غزوۂ احد کے بعد نکاح کیا تھا اور ایک قول ہے کہ حضرت عائشہ کی رخصتی کے ساڑھے سات ماہ بعد ان سے نکاح کیا تھا۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ کی رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی تھی' ایک قول کے مطابق رجب میں ہوئی تھی اور ایک قول ہے کہ ۲ ھ کو صفر میں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حدیث مذکور کے بقیہ مسائل اور فوائد

اس حدیث میں ''صائغ'' کا ذکر ہے۔ ''صائغ'' کا معنی ہے: ڈھالنے والا' خواہ وہ سونے اور چاندی کے زیورات ڈھالنے والا ہو یا لوہے کی مصنوعات ڈھالنے والا ہو' اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ سنار اور لوہار کا پیشہ جائز ہے۔

نیز اس حدیث میں بنوقینقاع کا ذکر ہے۔ اس کے بارے میں کئی بار بتایا جاچکا ہے کہ یہ یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذخر نام کی گھاس کو فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس گھاس کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اس سے یہ واضح ہوا کہ ولیمہ کرنے کے لیے نیک کمائی کرنا جائز ہے اور اس کے لیے اپنے دوستوں سے مدد لینا جائز ہے اور یہ کہ ولیمہ کا خرچ نکاح کرنے والے (دولہا والوں) پر ہوتا ہے۔

۲۰۹۰ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا لِاَحَدٍ بَعْدِيْ، وَاِنَّمَا حَلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُعَرِّفٍ. وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا الْاِذْخِرَ، لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوْتِنَا. فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ. فَقَالَ عِكْرِمَةُ هَلْ تَدْرِيْ مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ اَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ. قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ خَالِدٍ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے مکہ کو حرم بنایا ہے اور وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور وہ دن کی ایک ساعت (گھنٹہ) کے لیے میرے لیے حلال ہوا تھا' اس کی گھاس کاٹی جائے گی نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے گا اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس میں گری ہوئی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا کوئی اور اٹھائے گا' حضرت عباس بن عبدالمطلب نے کہا: ماسوا اذخر گھاس کے کیونکہ وہ ہمارے سناروں کے کام آتی ہے اور ہمارے مکانوں کی چھتوں کے بنانے میں کام آتی ہے' تو آپ نے فرمایا: ماسوا اذخر گھاس کے' پھر عکرمہ نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ شکار کو کیا چیز بھگاتی ہے' وہ یہ ہے کہ تم اس کو سائے سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جاؤ۔ عبدالوہاب نے کہا از خالد: ہمارے سناروں کے لیے اور ہماری قبروں کے لیے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۹ - بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ
لوہاروں کا ذکر

اس باب کے عنوان میں ''قین'' اور ''حدّاد'' کا ذکر ہے اور ان دونوں لفظوں کا معنی لوہار ہے' ''قین'' کے بعد ''حدّاد'' کا

ذکر اس لیے کیا ہے کہ "قین" کا معنی غلام بھی ہے اور "قینۃ" کا معنی باندی ہے اس کے برخلاف "حداد" کا معنی لوہار میں معروف ہے۔

۲۰۹۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ قَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ لَا أَكْفُرُ حَتّٰى يُمِيتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ دَعْنِي حَتّٰى أَمُوْتَ وَأُبْعَثَ، فَسَأُوْتٰى مَالًا وَّوَلَدًا فَأَقْضِيْكَ، فَنَزَلَتْ ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًاO أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًاO﴾ (مریم:۷۸-۷۷).

[اطراف الحدیث:۲۲۷۵-۲۴۲۵-۴۷۳۲-۴۷۳۳-۴۷۳۴-۴۷۳۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا اور میں نے عاص بن وائل سے قرض لینا تھا' میں نے اس کے پاس جا کر تقاضا کیا' اس نے کہا: میں اس وقت تک (تمہاری رقم) تم کو نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کفر کرو (یعنی ان کا انکار کرو) میں نے کہا: میں کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تمہیں مارے' پھر تم کو (قیامت کے دن) اٹھائے' اس نے کہا: پھر مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں مروں اور اٹھایا جاؤں' پھر مجھے عنقریب مال اور اولاد دی جائے گی تو میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا تب یہ آیات نازل ہوئیں: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گیO کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہوا ہےO (مریم:۷۸-۷۷)

(صحیح مسلم:۲۷۹۵' الرقم المسلسل:۶۹۵۶' سنن ترمذی:۳۱۶۲' صحیح ابن حبان:۵۰۱۰' المعجم الکبیر:۳۶۵۰' سنن بیہقی ج۶ ص۵۲' دلائل النبوۃ ج۲ ص۲۸۰' شرح السنۃ ج۳ ص۲۰۷' مسند احمد ج۵ ص۱۱۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۱۰۶۸- ج۳۴ ص۵۴۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) ابن ابی عدی' ان کا نام محمد بن عدی ہے اور ابن ابی عدی کا نام ابراہیم ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سلیمان الاعمش (۵) ابوالضحیٰ' ان کا نام مسلم بن صبیح ہے (۶) مسروق بن الاجدع' ان کے والد عبدالرحمان کا لقب ہے (۷) حضرت خباب بن الارت۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ ص۲۹۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا۔

حضرت خباب کے قرض کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت خباب نے عاص بن وائل سے اپنے قرض کا تقاضا کیا۔

مقاتل نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت خباب نے اس کو کچھ زیور ڈھال کر دیئے تھے' جب حضرت خباب نے اس سے اپنی اجرت طلب کی تو اس نے کہا: کیا تم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جنت میں ریشم' سونا' چاندی اور غلمان ہوں گے۔ حضرت خباب نے کہا: کیوں نہیں! عاص نے کہا: پھر ہمارے درمیان ادائیگی کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت خباب نے کہا: جب تم کو اٹھایا جائے گا تو میں کفر کروں گا ' حالانکہ کفر کا وعدہ کرنا بھی کفر ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت خباب نے کہا: میں کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تمہیں مارے' پھر تم کو قیامت کے دن اٹھائے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جو شخص اپنے کافر ہونے کے لیے کوئی وقت مقرر کرے تو اس پر اجماع ہے کہ وہ شخص اسی وقت کافر ہو جاتا ہے' پس حضرت خباب نے یہ کیسے کہا کہ میں اس وقت کافر ہوں گا جب تم کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا' حالانکہ ان کا دین صحیح تھا اور ان کا عقیدہ بہت مضبوط تھا اور ان کا ایمان بہت قوی اور مؤکد تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ان کے مخاطب عاص بن وائل کا عقیدہ یہ تھا کہ نہ قیامت ہوگی نہ اس کو اٹھایا جائے گا تو انہوں نے اس سے اس کے عقیدہ کے مطابق کلام کیا اور مراد یہ تھی کہ میں کبھی کفر نہیں کروں گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کے نزدیک قیامت کا ہونا محال تھا اور حضرت خباب کے نزدیک ان کا کفر کرنا محال تھا تو انہوں نے محال کو محال پر معلّق کیا اور ان کی مراد یہ تھی کہ تم دنیا میں میرا قرض ادا نہیں کر رہے ہو اور آخرت میں تم سے یہ قرض جبراً وصول کر لیا جائے گا یا پھر ان کی مراد یہ تھی کہ آخرت میں تو کوئی کافر رہے گا نہیں اور جو دنیا میں کافر تھے' ان کا کفر بھی زائل ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۹۳۵۔ ج ۷ ص ۵۹۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۰ - بَابُ ذِكْرِ الْخَيَّاطِ
درزی کا ذکر

۲۰۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ' قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ' فَقَرَّبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَّمَرَقًا' فِيْهِ دُبَّاءٌ وَّقَدِيْدٌ' فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ' قَالَ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَّوْمَئِذٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک درزی نے کھانا تیار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی' حضرت انس بن مالک نے کہا: میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کھانے کی دعوت میں گیا' اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب روٹی اور کدو (لوکی) اور گوشت کا سالن رکھا' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ کے اردگرد سے کدو تلاش کر رہے تھے' سو اس دن سے میں بھی کدو سے محبت کرتا ہوں۔

[اطراف الحدیث: ۵۳۷۹۔ ۵۴۲۰۔ ۵۴۳۳۔ ۵۴۳۵۔ ۵۴۳۶۔ ۵۴۳۷۔ ۵۴۳۹] (صحیح مسلم: ۲۰۴۱' الرقم المسلسل: ۵۲۱۹' سنن ابوداؤد: ۳۷۸۲' سنن ترمذی: ۱۸۵۰' مسند الحمیدی: ۱۲۱۳' سنن دارمی: ۲۰۵۰' سنن کبریٰ: ۶۶۶۲' شرح مشکل الآثار: ۱۶۲' صحیح ابن حبان: ۴۵۳۹' شعب الایمان: ۵۸۶۴' شرح السنۃ: ۲۸۵۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۵۱۳۔ ج ۱۹ ص ۴۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی۔

اس درزی کا نام حضرت زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ تھا اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے عم زاد تھے۔

عام پیشہ ور لوگوں کی دعوت کو قبول کرنا' اپنے خدام کو دعوت میں لے جانا اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ معزز آدمی کو درزی کی دعوت قبول کرنی چاہیے اور اس کے گھر جا کر طعام کھانا جائز ہے اور یہ کہ کسی پیشے کو معیوب نہیں سمجھنا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے خدام کو بھی اپنے ساتھ دعوت میں لے جانا چاہیے اور انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلانا چاہیے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے برتن میں سے اپنی پسند کی چیز کو تلاش کر کے کھانا جائز ہے اور یہ کہ جو طعام رسول اللہ کو پسند ہو' اسی طعام کو پسند کرنا چاہیے اور اس سے محبت رکھنی چاہیے۔

عام حالات میں تو پلیٹ میں اپنے آگے سے کھانا چاہیے اور دوسروں کے آگے سے نہیں کھانا چاہیے لیکن جب کھانے والوں میں اس کے متبعین اور عقیدت مند ہوں اور اس کو علم ہو کہ ان کے آگے سے کھانا ان کو ناگوار نہیں ہوگا تو ان کے آگے سے کھانا بھی جائز ہے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیالہ میں سے کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھا رہے تھے' امام مالک سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا یہی جواب دیا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

کدو شریف کی بے توقیری کرنے سے کفر کا خطرہ ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدو گوشت پسند تھا' آپ اس سالن میں سے کدو کے قتلے ڈھونڈ کر کھا رہے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی وجہ سے کدو سے محبت رکھتے تھے' اور اہل محبت کدو نہیں کہتے کدو شریف کہتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اگر کدو ان کی طبیعت اور مزاج کے ناموافق ہو تب بھی کدو کی تعظیم کریں اور اس سے محبت رکھیں۔

علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری المتوفی ۵۴۲ ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ خلیفہ کے سامنے یہ کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو سے محبت کرتے تھے' ایک شخص نے کہا: میں کدو کو پسند نہیں کرتا' امام ابو یوسف نے حکم دیا کہ چمڑے کا فرش لایا جائے جس پر مجرم کو بٹھا کر قتل کیا جاتا ہے اور تلوار لائی جائے' تب اس شخص نے کہا: میں نے جو کچھ کہا ہے میں اس پر اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور ان تمام کلمات سے رجوع کرتا ہوں جن سے کفر ہوتا ہے اور کلمہ پڑھا: ''اشھد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له واشھد ان محمدا عبده ورسوله'' تب امام یوسف نے اس کو چھوڑ دیا اور قتل نہیں کیا اور اس کی تاویل یہ ہے کہ اس نے اس بات کو سنگین نہ سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ میں کدو کو پسند نہیں کرتا' اس لیے امام ابو یوسف نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ورنہ طبعی کراہت اعمال اختیاریہ میں داخل نہیں ہے اور قواعد شرعیہ میں اس سے اجتناب کا کوئی شخص مکلف نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۸۶' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ ھ نے اس عبارت کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے (ہمارا ترجمہ اس کے مطابق ہے)۔
(شرح الشفاء ج ۲ ص ۴۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے متعلق چند احادیث

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کدو سے اس وقت سے محبت کرتے تھے جب سے انہیں یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو کو پسند فرماتے ہیں۔ اس مناسبت سے ہم یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے متعلق چند احادیث ذکر کرنا چاہتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد سے' اس کے والد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری: ۱۵، صحیح مسلم: ۴۴، الرقم المسلسل: ۱۶۷، سنن نسائی: ۵۰۲۳، سنن ابن ماجہ: ۶۷)

سہل بن عبداللہ نے کہا کہ جو شخص تمام احوال میں اپنے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت محسوس نہ کرے اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مملوک نہ جانے' وہ آپ کی سنت کی مٹھاس کو نہیں چکھ سکتا۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے قیامت کے لیے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں نہ زیادہ روزے رکھے ہیں نہ زیادہ صدقہ دیا ہے لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۷۱، صحیح مسلم: ۲۶۳۹)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ ابھی تک ان سے ملا نہیں؟ آپ نے فرمایا: آدمی ان ہی کے ساتھ ہوتا ہے جن سے وہ محبت کرے۔ (صحیح البخاری: ۶۱۷۰، صحیح مسلم: ۲۶۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے میری امت کے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے' ان میں سے ہر شخص چاہے گا کہ کاش! وہ اپنے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں مجھے دیکھ لے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۳۲، الرقم المسلسل: ۷۰۳۹)

امام ابن اسحاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جنگ احد میں انصار کی ایک عورت کا والد اور اس کا بھائی اور اس کا خاوند شہید ہو گئے' اس نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا' لوگوں نے بتایا کہ آپ خیریت سے ہیں' اللہ کا شکر ہے جیسا کہ تم چاہتی تھیں' اس نے کہا: مجھے دکھاؤ حتیٰ کہ میں آپ کو دیکھ لوں' جب اس نے آپ کو دیکھ لیا تو کہا: آپ کے بعد ہر مصیبت معمولی ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا' ان سے کہا گیا: آپ اس کو یاد کریں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو تو انہوں نے بلند آواز سے کہا: ''یا محمداہ!'' تو ان کا پیر ٹھیک ہو گیا۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۶۹۔۱۶۸' الشفاء ج ۲ ص ۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام بخاری کی روایت میں ''یا محمد'' ہے۔ (الادب المفرد ص ۲۶۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

بعض غیر مقلد مخرجین نے امام بخاری کی اس روایت کو ضعیف کہا ہے' اس لیے ہم اس کی سند کی تحقیق کر رہے ہیں۔

امام بخاری کی روایت کردہ اس حدیث کی سند کی تحقیق

(۱) ابونعیم الملائی کا نام الفضل بن دکین القرشی الکوفی ہے' ان کا سماع سفیان الثوری سے ہے' ان کی وفات ۲۱۹ھ میں ہوئی۔ (تاریخ الکبیر ج ۷ ص ۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۲ھ) ابن حجر نے کہا: آپ امام بخاری کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔

(تقریب التہذیب ج ۲ ص ۱۱۶' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۲) سفیان بن سعید بن مسروق ابوعبداللہ الثوری الکوفی' انہوں نے ابواسحاق الشیبانی سے سماع کیا ہے' ان کے بارے میں امام بخاری لکھتے ہیں: جب تم چاہو تو انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھو اور حدیث شریف کا درس دیتے ہوئے دیکھو اور فقہ کی گہرائی میں غور کرتے ہوئے دیکھو۔ (تاریخ الکبیر ج ۴ ص ۹۶۔۹۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۲ھ) حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ سفیان ثوری ثقہ' حافظ' فقیہ' عابد' امام حجۃ ہیں اور ساتویں طبقہ کے رؤساء میں سے ہیں' ان کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۰۲)

(۳) ابواسحٰق الشیبانی کا نام سلیمان بن ابی سلیمان الشیبانی ہے یہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سعید بن جبیر اور عکرمہ سے روایت کرتے ہیں اور سفیان الثوری اور شعبہ ان سے روایت کرتے ہیں ان کا سن وفات ۱۴۲ھ ہے کوفہ میں فوت ہوئے۔ (تاریخ الکبیر ج ۴ ص ۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ) ابن حجر نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

(تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

(۴) عبد الرحمٰن بن سعد القرشی مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما الکوفی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع کیا ان سے منصور اور حماد بن ابی سلیمان روایت کرتے ہیں۔ (تاریخ الکبیر ج ۵ ص ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ) ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام نسائی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۴۴۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

جب اہل مکہ حضرت زید بن دثنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گئے تو ابوسفیان بن حرب نے ان سے کہا: اے زید! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم کو یہ پسند ہے کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد ہوتے اور ان کی گردن ماری جاتی اور تم اپنے گھر میں ہوتے؟ حضرت زید نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ اس وقت اس جگہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے اور آپ کے پاؤں میں کانٹا چبھتا اور میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہوتا تو ابوسفیان نے کہا: میں نے کسی شخص کو کسی کے ساتھ اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرتے ہیں۔ (الشفاء ج ۲ ص ۲۱ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۲۰۸۔ ج ۶ ص ۲۹۹ میں مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۱- بَابُ ذِكْرِ النَّسَّاجِ — کپڑا بننے والے کا ذکر

اس باب میں کپڑا بننے کے متعلق حدیث ہے۔

۲۰۹۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ، مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا، قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي نَسَجْتُ هٰذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اكْسُنِيهَا. قَالَ نَعَمْ. فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا. فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ. قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک عورت ایک بُردہ لے کر آئی حضرت سہل نے کہا: کیا تمہیں علم ہے کہ بردہ کسے کہتے ہیں؟ ان کو جواب دیا گیا: جی ہاں! بردہ اس چادر کو کہتے ہیں جس کے کناروں پر کڑھائی ہو اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو لے لیا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس چادر کو بہ طور تہبند باندھے ہوئے ہمارے پاس آئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ چادر مجھے پہنا دیجئے آپ نے فرمایا: ہاں! پھر آپ مجلس میں بیٹھ گئے پھر آپ چلے گئے اور اس چادر کو لپیٹ کر اس شخص کے پاس بھیج دیا لوگوں نے اس سے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا تم نے آپ سے یہ چادر مانگ لی حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ آپ

کسی سائل کے سوال کو مسترد نہیں کرتے' اس شخص نے کہا: میں نے اس چادر کا صرف اس لیے سوال کیا تھا تا کہ جس دن میری موت ہو' اس دن وہ میرا کفن ہو جائے' حضرت سہل نے بتایا: پھر وہ چادر اس شخص کا کفن بن گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۷ میں گزر گئی ہے۔

۳۲ - بَابُ النَّجَّارِ

بڑھئی (درکھان) کا ذکر

۲۰۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ اَتٰى رِجَالٌ اِلٰى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْاَلُوْنَهُ عَنِ الْمِنْبَرِ، فَقَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فُلَانَةَ، اِمْرَاَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ اَنْ مُرِىْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ، يَعْمَلْ لِىْ اَعْوَادًا، اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ. فَاَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ کے پاس چند لوگ آئے' جوان سے منبر کے متعلق سوال کر رہے تھے' حضرت سہل نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلاں عورت کے پاس کسی کو بھیجا' حضرت سہل نے اس عورت کا نام بھی لیا تھا' آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے سے کہو جو بڑھئی ہے کہ میرے لیے لکڑیوں سے ایک منبر بنا دے' جس پر میں لوگوں سے خطاب کرتے وقت بیٹھا کروں گا' اس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ ساگوان کی لکڑی سے منبر بنا دے' پھر وہ لڑکا اس منبر کو لے کر آیا' اس عورت نے وہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیج دیا' آپ نے اس منبر کو رکھنے کا حکم دیا' پس اس منبر کو رکھ دیا گیا' پھر آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۹۵ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ، قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَا اَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ؟ فَاِنَّ لِىْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ اِنْ شِئْتِ. قَالَ فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِىْ صُنِعَ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِىْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا، حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ، فَنَزَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنوادوں جس پر آپ بیٹھا کریں کیونکہ میرا بیٹا بڑھئی ہے' آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو' پھر اس عورت نے آپ کے لیے منبر بنوا دیا' پھر جب جمعہ کا دن آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منبر پر بیٹھ گئے جو آپ کے لیے بنایا گیا تھا' تب کھجور کے درخت کا وہ ستون چیخ چیخ کر رونے لگا جس سے ٹیک لگا کر آپ پہلے خطبہ دیتے تھے حتیٰ کہ لگتا تھا کہ وہ ستون پھٹ پڑے گا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے

الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ، حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ.

اور اس ستون کو پکڑ کر اپنے (سینہ کے) ساتھ لگایا' تب وہ ستون اس بچہ کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا جس کو چپ کرایا جاتا ہے' اس کے بعد وہ چپ ہو گیا۔ راوی نے کہا: یہ ستون اس لیے رو رہا تھا کہ یہ ذکر اور نصیحت سنتا تھا (اور اب اس سے محروم ہو گیا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں اللہ کے ذکر کی فضیلت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روشن معجزہ ہے' کیونکہ جدائی کے غم سے رونا عقل اور زبان کا تقاضا کرتا ہے اور لکڑی کا' ذکر کی جدائی کے غم سے انسانوں کی طرح رونا آپ کا بہت عظیم معجزہ ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ وہ ستون آپ کے لمس کے فراق میں رو رہا تھا کیونکہ ذکر تو وہ بعد میں بھی سن رہا تھا۔

۳۳ - بَابُ شِرَاءِ الْإِمَامِ الْحَوَائِجَ بِنَفْسِهِ

امام کا اپنی ضرورت کی چیزوں کو خود خریدنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلًا مِّنْ عُمَرَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۰۹۹ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَآءَ مُشْرِكٌ بِغَنَمٍ، فَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَاةً.

اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مشرک بکریاں لے کر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی۔

اس تعلیق کے موافق موصول حدیث' صحیح البخاری: ۲۲۱۶ میں مذکور ہے۔

وَاشْتَرٰى مِنْ جَابِرٍ بَعِيْرًا.

اور (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۰۹۷ میں مذکور ہے۔

۲۰۹۶ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِشْتَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَّهُوْدِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيْئَةٍ، وَرَهَنَهٗ دِرْعَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۴ - بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيْرِ،

چوپایوں اور گدھوں کو خریدنا

اس باب کے عنوان میں ''دوابّ'' کا ذکر ہے اور یہ ''دابّۃ'' کی جمع ہے' جو حیوان سطح زمین پر چلے اس کو ''دابّۃ'' کہتے ہیں اور عرف میں یہ لفظ چوپایہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

وَاِذَا اشْتَرٰی دَابَّةً اَوْ جَمَلًا وَّهُوَ عَلَيْهِ هَلْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَبْضًا قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ؟

اور جب کسی شخص نے چوپایہ یا اونٹ کو اس حال میں خریدا کہ وہ اس پر سوار تھا تو کیا اس سے اترنے سے پہلے اس کا اس پر قبضہ قرار پائے گا؟

یہ جملہ بھی باب کے عنوان کا ایک حصہ ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ. يَعْنِي جَمَلًا صَعْبًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے اپنا سرکش اونٹ فروخت کر دو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول ان شاء اللہ ''کتاب الهبة'' میں آئے گی۔

۲۰۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ، فَاَبْطَاَ بِيْ جَمَلِيْ وَاَعْيَا، فَاَتٰى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ جَابِرٌ. فَقُلْتُ نَعَمْ، قَالَ مَا شَاْنُكَ؟ قُلْتُ اَبْطَاَ عَلَيَّ جَمَلِيْ وَاَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ، فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ، ثُمَّ قَالَ ارْكَبْ. فَرَكِبْتُ، فَلَقَدْ رَاَيْتُهُ اَكُفُّهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ، قَالَ تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ اَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ قُلْتُ اِنَّ لِيْ اَخَوَاتٍ، فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَزَوَّجَ امْرَاَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ، وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ، قَالَ اَمَا اِنَّكَ قَادِمٌ، فَاِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ. ثُمَّ قَالَ اَتَبِيْعُ جَمَلَكَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَاشْتَرَاهُ مِنِّيْ بِاُوْقِيَّةٍ، ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِيْ، وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ، فَجِئْنَا اِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ، قَالَ اٰلْاٰنَ قَدِمْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ، فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ، فَاَمَرَ بِلَالًا اَنْ يَّزِنَ لَهُ اُوْقِيَّةً، فَوَزَنَ لِيْ بِلَالٌ فَاَرْجَحَ فِي الْمِيْزَانِ، فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى وَلَّيْتُ فَقَالَ ادْعُ لِيْ جَابِرًا. قُلْتُ اٰلْاٰنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' میرا اونٹ تھک کر آہستہ آہستہ چل رہا تھا' پس میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا: جابر! میں نے عرض کیا: جی! آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: میرا اونٹ بہت آہستہ چل رہا ہے اور تھک گیا ہے' لہٰذا میں پیچھے رہ گیا ہوں' آپ سواری سے اترے اور اس کو ایک ٹیڑھے منہ کی لکڑی سے مارا' پھر فرمایا: اب سوار ہو' پس میں سوار ہوا' اب میں نے دیکھا کہ (وہ اونٹ اس قدر تیز دوڑ رہا تھا کہ میں اس کو بہ مشکل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے آگے نکلنے سے روک رہا تھا' آپ نے (اثناءِ سفر میں) پوچھا: تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا بیوہ عورت سے؟ میں نے کہا: بلکہ بیوہ عورت سے شادی کی ہے' آپ نے پوچھا: کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی؟ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی' میں نے عرض کیا: میری کئی بہنیں ہیں تو میں نے چاہا کہ کسی پختہ عورت سے شادی کروں جو اُن کی نگرانی کرے اور ان کے کنگھی چوٹی کرے اور ان کی تربیت کرے' آپ نے فرمایا: اب تم گھر پہنچنے والے ہو' جب تم گھر پہنچ جاؤ تو ہوشیاری سے کام لینا' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے عرض کیا:

يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ قَالَ خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ [الْكَيْسَ الْوَلَدُ كِنَايَةٌ عَنِ الْعَقْلِ].

ہاں! پس آپ نے وہ اونٹ ایک اوقیہ چاندی (چالیس درہم' تقریباً ۳۶۰۰ روپے' دسمبر ۲۰۰۷ء میں) کے عوض مجھ سے وہ اونٹ خرید لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ میں پہنچ گئے اور میں صبح کو پہنچا' پھر ہم مسجد میں آئے تو میں نے آپ کو مسجد کے دروازہ پر دیکھا' آپ نے فرمایا: تم اب آئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھو' پس میں نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے لیے ایک اوقیہ چاندی وزن کریں' سو حضرت بلال نے میرے لیے چاندی وزن کی اور زیادہ تول کر دی' پس میں چلا گیا حتیٰ کہ میں نے پیٹھ پھیر لی' پس آپ نے فرمایا: میرے لیے جابر کو بلاؤ' میں نے دل میں کہا: اب آپ مجھے اونٹ واپس کر دیں گے اور میرے نزدیک اس سے زیادہ اور کوئی چیز ناپسند نہیں تھی' آپ نے فرمایا: اپنا اونٹ لے جاؤ اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔ ''الکیس'' کا معنی ہے: بیٹا' اور یہ عقل سے کام لینے سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں ''الکیس الکیس'' کے الفاظ ہیں' یہ عقل کے ساتھ کام لینے سے کنایہ ہیں۔

صحیح البخاری: ۴۴۳ میں اس حدیث کا بے حد اختصار کے ساتھ ذکر تھا اور یہاں اس کی مکمل تفصیل ہے' سو ہم یہاں پر اس کی بسط کے ساتھ شرح کر رہے ہیں:

اس کی حدیث کو امام بخاری نے تقریباً بیس جگہوں پر ذکر کیا ہے جس کی تفصیل ہم حدیث: ۴۴۳ میں ذکر کر چکے ہیں' نیز اس کی تخریج حسب ذیل ہے:

صحیح مسلم: ۷۱۵' الرقم المسلسل: ۳۹۹۱' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳' سنن ترمذی: ۱۲۵۳' سنن نسائی: ۴۶۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۳۳۰۔ ج ۱۴ ص ۲۷۵' سنن کبریٰ: ۸۸۱۷' المنتقیٰ: ۶۳۵' مسند ابویعلیٰ: ۲۱۲۴' شرح مشکل الآثار: ۴۴۰۸' صحیح ابن حبان: ۶۵۱۹' سنن دارمی: ۲۲۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۹۵۔ ج ۲۲ ص ۱۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔

حدیث مذکور کی شرح' حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ سے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع تھا اور اس میں ''یَحْجُنُهُ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹ کے لکڑی چبھوئی۔ (بس حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہاں پر اتنی ہی شرح کی ہے) (فتح الباری ج ۳ ص ۵۶۰)

مبیع (سودے) پر قبضہ کی شرط اور قیمت میں اضافہ کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ بیع کی صحت میں مبیع پر قبضہ شرط ہے یا نہیں؟ امام مالک' امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ بیع صرف ایجاب اور قبول سے مکمل ہو جاتی ہے اور بیع کی تکمیل میں مبیع پر قبضہ کرنا شرط نہیں ہے سوا بیع صرف کے اور طعام کی طعام کے ساتھ بیع کے۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے بیع مکمل ہوتی ہے' اگر خریدار کے مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے مبیع تلف یا ہلاک ہو جائے تو وہ بائع کے مال سے تلف ہوئی ہے اور اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ اونٹ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا' پس جب خریدار کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کو ہبہ کر دے تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس چیز کو بائع کے علاوہ کسی اور کو ہبہ کر دے' اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس چیز کو فروخت کر دے اور اس کے لیے جائز ہے کہ جس چیز کو اس نے خریدا ہے' اس میں ہر وہ تصرف کرے جو مالک اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے' سو یہ سنت ثابتہ ہے اور مخالف کے لیے اس سنت ثابتہ کو رد کرنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: اس کے لیے ایک اوقیہ چاندی وزن کرو اور وزن میں اس کو زیادہ دینا۔

امام مالک' فقہاء کوفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں کی طرف سے مبیع میں اضافہ کرنا اور قیمت میں کمی کرنا جائز ہے خواہ قیمت پر بائع نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو' جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث مذکور میں ہے اور ان کے نزدیک یہ از سر نو ہبہ ہے۔

علامہ ابن القاسم نے کہا کہ قیمت میں اضافہ ہبہ ہے اور اگر مبیع میں عیب نکل آئے تو وہ اس اضافہ سے رجوع کر لے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جو اضافہ عقد کے بعد کیا گیا ہے وہ فاسد ہے' امام ابو یوسف اور امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ بیع میں اضافہ جائز نہیں ہے اور ہمارے اصحاب نے اس میں قیاس کو ترک کر دیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موافق مؤقف اختیار کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

''الکیس'' کا معنی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ' حضرت جابر کا ادب اور ایثار

کنواری لڑکی سے نکاح کی فضیلت اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب تم گھر پہنچ جاؤ'' فالکیس الکیس ''اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جب تم گھر پہنچ جاؤ تو اولاد کی طلب میں عقل اور فہم اور نرمی سے کام لینا' کیونکہ اس وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اولاد نہیں تھی' یا اس کا معنی یہ ہے کہ گھر پہنچ کر اپنی بیوی سے جماع کے معاملہ میں احتیاط سے کام لینا کیونکہ ہو سکتا ہے وہ حائضہ ہو۔

''الکیس'' کا معنی ہے: کسی چیز کی بہت زیادہ حفاظت کرنا' ایک قول یہ ہے کہ یہاں'' الکیّس '' کا معنی جماع ہے' ایک قول یہ

ہے کہ اس کا معنی عقل سے کام لینا ہے۔ حدیث سے ثابت ہونے والے دیگر مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کا بیان ہے' کیونکہ جس اونٹ سے پہلے چلا نہیں جاتا تھا' رسول اللہ ﷺ کے لکڑی چبھوتے ہی وہ سب سے تیز بھاگنے لگا۔

(۲) اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ صحابہ' رسول اللہ ﷺ کا کتنا ادب کرتے تھے' کیونکہ حضرت جابر اپنے اونٹ کو رسول اللہ ﷺ کے اونٹ سے آگے بڑھنے سے روکتے تھے۔

(۳) اس حدیث میں کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کی ترغیب ہے جب کہ انسان خود کنوارا ہو' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر سے فرمایا: تم نے کنواری لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا' تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی۔

(۴) اس حدیث میں حضرت جابر کی فضیلت ہے کہ انہوں نے اپنے نفس پر ایثار کیا اور اپنی بہنوں کی پرورش اور تربیت کو اپنی نفسانی خواہش پر ترجیح دی۔

(۵) سفر سے آ کر گھر جانے سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ آپ نے حضرت جابر سے فرمایا: مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو۔

(۶) جب قیمت ادا کی جائے تو کسی کو وکیل بنانا جائز ہے کیونکہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: تم چاندی تول کر دو۔ طے شدہ قیمت سے زائد دینا جائز ہے کیونکہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: تم ان کو زیادہ وزن کر کے دینا۔ امام مالک' امام شافعی اور فقہاء احناف کے نزدیک بائع کا مبیع میں اضافہ کرنا اور خریدار کا قیمت میں اضافہ کرنا اور کمی کرنا جائز ہے خواہ قیمت پر قبضہ کیا گیا ہو یا نہ۔

(۷) اس حدیث میں نبی ﷺ کی بے مثل خریداری کا بیان ہے کہ آپ نے ایک چیز خریدی اور اس کی قیمت' طے شدہ قیمت سے زیادہ دی' پھر وہ چیز بھی بائع کو دے دی اور اس کی قیمت بھی دے دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۰۹۔ ۳۰۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۵ - بَابُ الْأَسْوَاقِ الَّتِيْ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ

زمانۂ جاہلیت کے وہ بازار جن میں لوگوں نے زمانۂ اسلام کے بعد خریداری کی

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جن مقامات پر گناہ کیے جاتے تھے اور افعال جاہلیت کیے جاتے تھے' ان مقامات پر نیک کام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۰۹۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظٌ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوْا مِنَ التِّجَارَةِ فِيْهَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ (البقرہ:۱۹۸) فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ عکاظ اور مجنہ اور ذوالمجاز زمانۂ جاہلیت میں بازار تھے' پھر جب اسلام آ گیا تو انہوں نے وہاں تجارت کرنے میں گناہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: تم پر (تجارت کرنے میں) کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۹۸) حج کے موسم میں۔ حضرت

عَبَّاسٍ كَذَا.

ابن عباس نے اس آیت کواسی طرح پڑھا ہے۔

اس آیت کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۳٦ - بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهِيْمِ، أَوِ الْأَجْرَبِ

بیمار یا خارش زدہ اونٹ خریدنا

اَلْهَائِمُ اَلْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ.

''ھـائـم'' کا معنی ہے: جو میانہ روی کی مخالفت کرنے والا ہو۔

''ھِیْم'' اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو پیاس کی بیماری ہو وہ مسلسل پانی پیتا رہتا ہے لیکن اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ پیاسا ہی مرجاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ○

پس تم سخت پیاسے اونٹ کی طرح پینے والے ہوگے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ ''ھـائـم'' وہ ہے جو ہر چیز میں الٹا ارادہ کرتا ہے' امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ خارش زدہ اونٹ بھی اپنے کھڑے ہونے' بیٹھنے اور گھومنے میں الٹا ارادہ کرتا ہے۔

۲۰۹۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو كَانَ هٰهُنَا رَجُلٌ اِسْمُهٗ نَوَّاسٌ، وَكَانَتْ عِنْدَهٗ اِبِلٌ هِيْمٌ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَاشْتَرٰى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيْكٍ لَّهٗ، فَجَاءَ اِلَيْهِ شَرِيْكُهٗ، فَقَالَ بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ. فَقَالَ مِمَّنْ بِعْتَهَا؟ قَالَ مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ وَيْحَكَ، ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ، فَجَاءَهٗ فَقَالَ اِنَّ شَرِيْكِيْ بَاعَكَ اِبِلًا هِيْمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ. قَالَ فَاسْتَقْهَا، قَالَ فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا، فَقَالَ دَعْهَا، رَضِيْنَا بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى. سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۵۸- ۵۰۹۳- ۵۰۹۴- ۵۷۵۳- ۵۷۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عمرو نے کہا: یہاں ایک شخص تھا' اس کا نام نواس تھا' اس کے پاس استسقاء کی بیماری والے اونٹ تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے شریک سے وہ اونٹ خریدے' پھر اس کے پاس اس کا (دوسرا) شریک آیا اور اس نے اس کو بتایا کہ ہم نے وہ اونٹ فروخت کر دیئے' اس (پہلے) شریک نے پوچھا: تم نے وہ اونٹ کس کو فروخت کیے؟ اس نے کہا: فلاں فلاں بوڑھے آدمی کو' اس نے کہا: تم پر افسوس ہے' اللہ کی قسم! وہ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' پھر وہ شریک ان کے پاس گیا اور کہا: میرے شریک نے آپ کو پیاس کی بیماری والے اونٹ فروخت کر دیئے اور اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' حضرت ابن عمر نے کہا: اچھا اس کو لے جاؤ' جب وہ اس کو لے کر جانے لگا تو حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو رہنے دو' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر راضی ہیں کہ کوئی مرض (از خود) متعدی نہیں ہوتا۔ سفیان نے اس حدیث کو عمرو سے سنا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پیاس کی بیماری والا اونٹ خریدا۔

اگر خریدار راضی ہو تو عیب والی چیز کو فروخت کرنا جائز ہے

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عیب والی چیز کو خریدنا اور اس کو بیچنا جائز ہے اور جب بیچنے والے نے خریدار کو مبیع کے عیب پر مطلع کر دیا تو یہ بیع میں وہ دھوکا نہیں ہے جو ممنوع ہے اور حضرت ابن عمر اونٹوں کی بیماری پر مطلع ہونے کے باوجود اس بیع پر راضی رہے تو یہ بیع صحیح ہوگئی۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ١٩٨ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣١٢)

٣٧ - بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا

ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کا حکم اور غیر ایامِ فتنہ میں

ایامِ فتنہ سے مراد وہ ایام ہیں جب مسلمانوں کے درمیان آپس میں جنگ ہو رہی ہو' امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس کا حکم نہیں بیان کیا' اس کے حکم میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ اس سے اس فریق کی اعانت ہوگی جو اسلحہ خریدے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جب حال مشتبہ ہو لیکن جب یہ معلوم ہو کہ ایک فریق باغی ہے تو جس جانب لوگ حق پر ہوں' ان کو اسلحہ فروخت کرنا درست ہے' اور غیر ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ.

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کو مکروہ کہا ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن عدی اور امام طبرانی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣١٢)

٢١٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ، فَأَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا فَبِعْتُ الدِّرْعَ، فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از ابن افلح از ابی محمد مولی ابی قتادہ از حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس سال غزوۂ حنین ہوا تھا' اسی سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نے ابو قتادہ کو زرہ عطا کی' سو میں نے وہ زرہ فروخت کر دی اور اس کے عوض بنی سلمہ میں باغ خرید لیا اور یہ وہ پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔

[اطراف الحدیث: ٣١٤٢-٤٣٢١-٤٣٢٢-٧١٧٠] (صحیح مسلم: ١٧٥١' الرقم المسلسل: ٤٤٥٧' سنن ابوداؤد: ٢٧١٧' سنن ترمذی: ١٥٦٢' سنن ابن ماجہ: ٢٨٣٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (٢) امام مالک بن انس (٣) یحییٰ بن سعید انصاری (٤) ابن افلح' ان کا نام عمر بن کثیر ہے' یہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (٥) ابو محمد' ان کا نام نافع بن عیاش الاقرع ہے' یہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (٦) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام الحارث بن ربعی انصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣١٢)

کافر سے چھینے ہوئے مال سے خوش حالی اور ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کی تفصیل

اس حدیث میں غزوۂ حنین کا ذکر ہے۔ یہ غزوہ آٹھ ہجری میں ہوا تھا اور حنین مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بعض الفاظ کا ذکر نہیں ... کہ حضرت ابو قتادہ نے ایک کافر کو قتل کر دیا تھا تو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کافر کا اتارا ہوا سامان حضرت ابوقتادہ کو عطا فرمایا تھا اور اس سامان میں اس کی زرہ بھی تھی' اس زرہ کو بیچ کر حضرت ابوقتادہ نے باغ خریدا تھا۔

حضرت ابوقتادہ نے اس زرہ کو غیر ایامِ فتنہ میں بیچا تھا اور چونکہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں غیر ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کا بھی ذکر کیا تھا تو عنوان کے اس دوسرے جز کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ہے' اور عنوان کا پہلا جز ہے: ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنا' اس کی مطابقت امام بخاری کی تعلیق کے ساتھ ہے کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۳' فتح الباری ج ۴ ص ۵۶۲)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایامِ فتنہ میں باغی مسلمانوں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ یہ گناہ اور سرکشی پر تعاون ہے اور یہ مکروہ اور ممنوع ہے' اسی وجہ سے امام مالک نے کہا ہے کہ جو شخص انگور کے شیرہ سے شراب بناتا ہے' اس کو انگور فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے ساتھ انگور کی بیع فسخ کر دی جائے گی' امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ بیع مکروہ تنزیہی ہے اور جب یہ بیع ہو جائے تو جائز ہے' کیونکہ اس نے حلال چیز کی بیع کی ہے اور ثوری نے کہا ہے کہ اس میں سے کوئی چیز مکروہ نہیں ہے اور کہا ہے کہ تم اپنی حلال چیز کو جس سے چاہو فروخت کر دو۔

اور غیر فتنہ کے ایام میں مسلمانوں سے بیع کرنا جائز ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ. (البقرہ: ۲۷۵) اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کر دیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۵۳۔ ج ۵ ص ۳۴۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں ''سلب'' (کفار سے چھینا ہوا سامان) کی بہت زیادہ تحقیق ہے۔

۳۸ - بَابٌ فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ

عطار اور مشک کی بیع کا ذکر

۲۱۰۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ بْنَ اَبِيْ مُوْسٰى' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السُّوْءِ' كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيْرِ الْحَدَّادِ' لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ اِمَّا تَشْتَرِيْهِ اَوْ تَجِدُ رِيْحَهٗ' وَكِيْرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ اَوْ ثَوْبَكَ' اَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً. [طرف الحدیث: ۵۵۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے سنا از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک ہم نشیں اور بد ہم نشیں کی مثال ایسے ہے جیسے مشک والا اور لوہار کی بھٹی والا ہو' مشک والا اس حال سے خالی نہیں ہے کہ یا تو تم اس سے مشک خرید لو گے ورنہ اس کی خوش بو سونگھو گے اور لوہار کی بھٹی والا یا تو تمہارا بدن یا تمہارے کپڑے جلائے گا ورنہ تم اس کی بد بو سونگھو گے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۸' الرقم المسلسل: ۶۵۸۷' مسند الحمیدی: ۷۷۲' مسند ابوداؤد والطیالسی: ۵۰۳' صحیح ابن حبان: ۵۷۹' مسند ابویعلیٰ: ۷۲۷۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۲۴۔ ج ۳۲ ص ۳۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) عبدالواحد بن زیاد العبدی (۳) ابو بردہ ان کا نام ہے: برید بن عبداللہ ابو بردہ بن ابوموسیٰ (۴) ابو بردہ ان کا نام عامر بن ابوموسیٰ ہے (۵) ان کے والد وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: مشک والا اس حال سے خالی نہیں ہے کہ یا تو تم اس سے مشک خرید لو گے ورنہ اس کی خوشبو سونگھو گے۔

مُشک کے حرام یا حلال ہونے میں اختلاف فقہاء

سیاہ سرخی مائل جما ہوا خون جو ہرن کی ناف میں ایک تھیلی میں ہوتا ہے یہ ہرن کی ناف سے جھڑ جاتا ہے اور نہایت خوشبودار ہوتا ہے اس کو مُشک کہتے ہیں۔ (قائد اللغات ص ۸۷۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مشک کی بیع میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء مشک کی بیع کو مکروہ قرار دیتے ہیں (کیونکہ یہ ہرن کا خون ہوتا ہے اور خون نجس ہے) اور دوسرے فقہاء مشک کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہ حدیث مشک کی بیع کے جواز پر دلیل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک ہم نشیں کی مشک فروخت کرنے والے کے ساتھ مثال دی ہے اور فرمایا: یا تو تم اس سے مشک خرید لو گے یا اس کی خوشبو سونگھو گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا کہ لوگوں کی عادت مشک خریدنا ہے اور وہ مشک کو سونگھنے میں رغبت کرتے ہیں۔ اگر مشک کو خریدنا ناجائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو واضح فرما دیتے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے نجس چیزوں کی بیع کو اور بدبودار چیزوں کے استعمال کو حرام کر دیا پس جن لوگوں نے اس بیع کو حرام کہا ہے وہ بے معنی ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی ہم نشینی سے منع فرمایا ہے جس سے ایذاء پہنچتی ہو جیسے غیبت کرنے والے اور باطل چیزوں میں مشغول رہنے والے کی ہم نشینی اور اس کے برعکس ایسے شخص کی ہم نشینی کی ترغیب دی ہے جو نیک کام کر رہا ہو یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو یا علم سیکھ رہا ہو اور اس میں تمام نیکی کے کام داخل ہیں اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی عطار تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

مُشک کے پاک ہونے پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مشک کے پاک ہونے پر دلیل ہے اور اس کی پاکیزگی کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک عورت نے اپنی انگوٹھی میں مشک بھر لی تھی اور مشک تمام خوشبوؤں سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۵۲ الرقم المسلسل: ۵۷۷۵ سنن ابوداؤد: ۳۱۵۸ سنن نسائی: ۱۹۰۵ مسند احمد ج ۳ ص ۶۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۶۴۶۔ ج ۱۸ ص ۱۸۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

کتاب الاشراف میں سند جید کے ساتھ یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مشک تھی جس سے آپ خوشبو لگاتے تھے۔

صحابہ اور فقہاء تابعین میں سے اکثر کا یہی موقف تھا حضرت علی بن ابی طالب حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت انس اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کا یہی مختار تھا فقہاء تابعین میں سے محمد بن سیرین سعید بن المسیب اور جابر بن زید کا یہی موقف تھا اور ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی امام مالک

بعض فقہاء نے مشک کی طہارت کی مخالفت کی ہے' امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: میری میت پر مشک کی خوشبو نہ لگانا اور اس کو ناپسند کیا' اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز' عطاء' حسن' بصری' مجاہد اور ضحاک سے منقول ہے اور اکثر نے کہا ہے کہ مشک کو لگانا زندہ اور مردہ دونوں کے لیے درست نہیں ہے کیونکہ مشک خود مردہ ہے اور وہ ان کے نزدیک اس طرح ہے جس طرح زندگی سے کوئی چیز الگ کر لی گئی۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس کا عدم جواز صرف عطاء سے منقول ہے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امام ابن ابی شیبہ نے سند جید کے ساتھ عطاء سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ کیا مردہ کو مشک لگائی جائے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! اور یہ علامہ ابن المنذر کی نقل کے خلاف ہے اور ان مانعین کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مشک اس طرح ہے جیسے زندہ جانور سے کوئی عضو الگ کر لیا گیا' کیونکہ زندہ جانور سے جو عضو کاٹ کر الگ کر لیا جائے' اس سے خون بہتا ہے اور ہرن کی ناف میں جو جما ہوا خون ہوتا ہے وہ اس طرح نہیں ہوتا' جب ہرن اپنے جسم کو کھجاتا ہے تو اس وقت اس سے مشک جھڑ جاتی ہے اور یہ اس طرح ہے جیسے جسم سے بال ٹوٹ کر گر جائے۔ قاضی ابوالفضل عیاض نے کہا ہے کہ مشک کے پاک ہونے اور اس کے استعمال کے جواز پر اجماع قطعی ہے اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مشک بالا جماع حلال ہے اور مردوں اور عورتوں کے لیے اس کا استعمال جائز ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس میں پہلے اختلاف تھا اور اب اس کی طہارت اور اس کی بیع کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے۔

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ مشک میں اصل تحریم ہے کیونکہ یہ خون ہے لیکن جب یہ خون کی حالتِ مکروہہ یعنی بدبو سے خوشبو کی طرف منتقل ہو گئی تو یہ پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے حلال ہو گئی اور یہ خمر کی طرح ہے' وہ پہلے حرام ہے لیکن جب اس میں سرکہ ڈال دیا جائے تو پھر وہ حلال ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۵۸۷۔ ج ۷ ص ۲۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مشک اور نافہ کی طہارت کی تحقیق۔

۳۹ - بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ　حجام (فصد لگانے والے) کا ذکر

اس سے پہلے باب: ۲۵' سود کھلانے والے کے حکم میں جو حدیث بیان کی گئی تھی' اس میں یہ ذکر تھا کہ خون کی قیمت حرام ہے' اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ فصد لگانا حرام ہے کیونکہ فصد میں آلات کے ذریعہ جسم سے خون نکالا جاتا ہے اور اس باب میں امام بخاری نے دو حدیثیں روایت کی ہیں' جو فصد لگانے اور اس کی قیمت وصول کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں' امام بخاری نے ان حدیثوں کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے تاکہ اس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے پہلے جو خون کی قیمت کی ممانعت کی حدیث آئی ہے' اس میں ممانعت سے مراد تنزیہی ہے یا پھر وہ ممانعت منسوخ ہو گئی ہے۔

۲۱۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَجَمَ اَبُوْ طَيْبَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَمَرَ لَهٗ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ' وَاَمَرَ اَهْلَهٗ اَنْ يُّخَفِّفُوْا مِنْ خَرَاجِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۱۰۔ ۲۲۷۷۔ ۲۲۸۰۔ ۲۲۸۱۔ ۵۶۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو ایک صاع کھجوریں دی جائیں اور ان کے گھر والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان کے خراج میں تخفیف کر دیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۷ 'مسند ابویعلیٰ: ۳۶۹۹ 'صحیح ابن حبان: ۱۷۵۹ 'شرح السنۃ: ۸۴۰ 'الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۲۸۹ 'المعجم الکبیر: ۲۶۷ 'صحیح ابن حبان: ۲۱۳۸-۱۸۵۶ 'حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۳۲ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۱۹۶۶- ج ۱۹ ص ۳۰ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصد لگائی اور فصد لگانے والے کو عربی میں "حجام" کہتے ہیں۔

"خَراج" کا معنی

اس حدیث میں "خـــراج" کا ذکر ہے' مالک اپنے غلام کے لیے ہر روز کی ادائی کے لیے جو رقم مقرر کرتا ہے' اس کو خراج کہتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطیبہ کے مالکوں سے کہا کہ وہ ان سے جو روزانہ رقم لیتے ہیں' اس میں تخفیف کر دیں۔

فصد لگانے اور اس پر اجرت لینے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فصد لگانے اور اس کی اجرت لینے کے جواز پر دلیل ہے۔

اس حدیث میں اس پر بھی دلیل ہے کہ مالک اپنے غلام پر ایک معین رقم مقرر کر سکتا ہے کہ تم مجھے اتنی رقم روزانہ کما کر لا کر دو۔

اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ اس کے خراج میں تخفیف کی سفارش کرنا جائز ہے۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارا خراج کتنا ہے؟ انہوں نے بتایا: تین صاع ہیں (یعنی ان پر لازم تھا کہ وہ محنت مزدوری کر کے بارہ کلو کھجوریں حاصل کریں اور ان کو لا کر اپنے مالکوں کو دیں) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خراج میں سے ایک صاع (یعنی چار کلو) کم کرا دیے۔ اس حدیث کو امام طحاوی اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۵۹۰۰ 'مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے جو خون کی اجرت دینے سے منع کیا تھا' وہ ممانعت اب منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگانے والے کو اجرت دی اور اس کے خراج میں تخفیف بھی کی' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۷-۳۱۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۰۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْطَى الَّذِيْ حَجَمَهٗ' وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عبد اللہ ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور جس نے فصد لگائی' اس کو آپ نے (کچھ) عطا کیا اور اگر وہ حرام ہوتا تو آپ اس کو عطا نہ فرماتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی سند میں پہلے خالد بن عبد اللہ کا ذکر ہے' یہ الطحان الواسطی ہیں' اس کے بعد پھر دوسرے خالد کا ذکر ہے' وہ خالد بن مہران الحذاء البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث میں ذکر ہے کہ جس نے فصد لگائی اس کو آپ نے عطا کیا' اور وہ چیز ذکر نہیں کی جو آپ نے عطا فرمائی' اس کا جواب یہ ہے: اس کو آپ نے کوئی چیز عطا کی' یا اس کا معنی ہے: آپ نے اس کو ایک صاع کھجوریں عطا کیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث سابق میں ایک صاع کھجوریں عطا کرنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ کسی شخص سے کام کرایا جائے اور نہ اسے کام کی مقدار بتائی جائے اور نہ اس کو اجرت کی مقدار بتائی جائے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس زمانہ میں لوگ فصد لگانے کی اجرت میں ایک صاع کھجوریں دیا کرتے تھے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر پیشگی طے کیے ہوئے ایک صاع کھجوریں اجرت عطا فرمانا اس زمانہ کے رواج اور عادت پر محمول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ کی طرف فصد کی اجرت کی کراہت کو منسوب کر کے ان کا رڈ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ دلیل ہے کہ فصد لگانے والے کی اجرت حلال ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فصد لگانے والے کی اجرت کو جو مکروہ کہا ہے' اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ خون کی قیمت حرام ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۰۸۶) علماء نے کہا ہے کہ خون کی قیمت اس طرح حرام نہیں ہے جس طرح شراب کی اور مردار کی قیمت حرام ہے' اور یہ ممانعت فصد لگانے کے کسب سے متعلق نہیں ہے' جیسا کہ حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی ان مذکور الصدر حدیثوں سے واضح ہے' اور اگر فصد لگانے کا کسب ممنوع بھی ہوتا تو وہ ان حدیثوں سے منسوخ ہو گیا ہے یا پھر وہ ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے' یا پھر یہ ممانعت اس طرح ہے جس طرح آپ نے نر کی جفتی کی اجرت دینے سے منع فرمایا ہے اور اس سے آپ کی منشاء یہ ہے کہ اس کام کو بہ طور پیشہ اختیار نہ کیا جائے کیونکہ نر کی جفتی کی اجرت لینا کوئی مہذب اور باوقار کام نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی جانب سے اس پر دلائل کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فصد لگانے کی اجرت جائز ہے اور علامہ ابن بطال کا اعتراض غلط ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ کی طرف خلاف واقع یہ نسبت کی ہے کہ وہ فصد لگانے والے کی اجرت کو مکروہ کہتے ہیں' ہم اس سے پہلے امام طحاوی کے حوالے سے یہ لکھ چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک فصد لگانے والے کی کمائی اور اس کی اجرت حلال ہے' امام طحاوی متعدد اسانید سے روایت کرتے ہیں:

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فصد لگانے کی کمائی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا' انہوں نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے پھر اس سے منع فرمایا' انہوں نے سہ بارہ سوال کیا تو آپ نے پھر اس سے منع فرمایا' انہوں نے پھر بار سوال کیا تو آپ نے پھر منع فرمایا' پھر وہ مسلسل آپ سے پوچھتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم فصد کی کمائی سے اپنے اونٹ کو چارا کھلاؤ اور اپنے غلام کو اس کمائی سے کھلاؤ۔

(شرح معانی الآثار: ۵۹۱۴' سنن ترمذی: ۱۲۸۱' سنن ابوداؤد: ۳۴۲۲' سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۶)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد کی کمائی سے غلام اور اونٹ کو کھلانے کی اجازت دی ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ فصد کی کمائی حرام نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حرام کی کمائی سے نہ اپنے اونٹ کو کھلانا جائز ہے نہ اپنے غلام کو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام کے متعلق فرمایا ہے: ان کو اس طعام سے کھلاؤ جس سے تم خود کھاتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۳۰' صحیح مسلم: ۱۶۶۱)

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت محیصہ کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ فصد کی کمائی سے اپنے اونٹ کو کھلائیں اور اپنے غلام کو کھلائیں تو واضح ہو گیا کہ اس سے پہلے جو آپ نے ممانعت فرمائی تھی وہ اب منسوخ ہو گئی اور حضرت محیصہ کے لیے اور دوسروں کے لیے اب فصد کی کمائی سے کھانا جائز ہو گیا اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۴۱۶۔ ۴۱۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن بطال اپنی شرح میں اکثر امام طحاوی کے حوالے دیتے رہتے ہیں' اگر وہ اس بحث میں بھی امام طحاوی کی کتاب کا مطالعہ کر لیتے تو وہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر کے غلط بات نہ لکھتے۔

امام طحاوی کے بعد کے فقہاء احناف نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ فصد کی کمائی اور اس کی اجرت لینا جائز ہے۔

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

فصد لگانے کی اجرت لینا جائز ہے کیونکہ فصد لگانا امر مباح ہے' اور اس کے متعلق جو ممانعت ہے وہ تنزیہہ پر محمول ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۶ ص ۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

رہا فصد لگانے والا تو روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اجرت دی اور اس لیے کہ یہ عملِ معلوم کی اُجرتِ معلومہ ہے' اس لیے جائز ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۳۰۵' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فصد لگانے کی اجرت جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس کی اجرت عطا کی اور جس حدیث میں فصد کے کسب کی ممانعت ہے' وہ منسوخ ہے۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۱۷۸' ایچ۔ ایم سعید کمپنی' کراچی)

اس عبارت کی شرح میں علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصد لگوانے کا ذکر' صحیح البخاری: ۲۱۰۳' اور صحیح مسلم: ۱۵۷۷ میں ہے اور امام ابوداؤد کی روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصد لگائی اور آپ نے انہیں ایک صاع کھجوریں دینے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۲۴۔ ۳۴۲۳' سنن ترمذی: ۱۲۷۸) اگر یہ اجرت خبیث ہوتی تو آپ ان کو اجرت نہ عطا فرماتے۔

فصد کی کمائی کی ممانعت اس حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فصد کی کمائی کی اجرت کی اجازت طلب کی تو آپ نے منع فرمایا' پھر وہ آپ سے مسلسل سوال کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے حکم دیا کہ تم اس کمائی سے اپنے اونٹ کو چارا کھلاؤ اور اپنے غلام کو کھانا کھلاؤ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۲۲' سنن ترمذی: ۱۲۷۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۶)

الاتقانی نے جواب دیا ہے کہ جس حدیث میں فصد کی کمائی کو کسب خبیث فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۶۸) وہ کراہت طبعی پر محمول

ہے کیونکہ اس کام میں خِسّت اور دناءت ہے یعنی یہ گھٹیا کام ہے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۶۲۔۶۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں فصد کے کسب کو خبیث فرمایا ہے وہ حدیث منسوخ ہے یا وہ مکروہ طبعی ہے اور امام اعظم نے اس کو شرعی مکروہ قرار نہیں دیا۔

٤٠ - بَابُ التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

ان کپڑوں کی تجارت جن کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے

اس باب میں امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں' پہلی حدیث میں ان کپڑوں کا ذکر ہے' جن کا پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے اور دوسری حدیث میں ان پردوں کا ذکر ہے جن میں تصاویر ہوں' ان کو گھروں میں لگانا مکروہ ہے' اس کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے کیونکہ گھروں کی آرائش کے لیے عموماً عورتیں پردے لگاتی ہیں۔ اس عنوان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عنوان میں پہننے کا ذکر ہے اور پردوں کو پہنا نہیں جاتا؟ علامہ عینی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ پہننے سے مراد استعمال کرنا ہے' لہٰذا پردے بھی اس میں شامل ہیں۔ اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس اعتراض کے جواب میں شارحین ناکام ہو گئے اور میں نے جو جواب ذکر کیا ہے' وہ مجھ پر انوار الٰہیہ اور فیوضِ ربانیہ سے منکشف ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۸۔۳۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٢١٠٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِحُلَّةِ حَرِيْرٍ، اَوْ سِيَرَاءَ، فَرَاٰهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ اِنِّىْ لَمْ اُرْسِلْ بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا، اِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ، اِنَّمَا بَعَثْتُ اِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا. يَعْنِىْ تَبِيْعُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن حفص نے حدیث بیان کی از سالم بن عبداللہ بن عمر از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ریشم یا سیراء کا حلّہ بھیجا' پھر آپ نے حضرت عمر کو وہ حلّہ پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: میں نے یہ تمہارے پاس تمہارے پہننے کے لیے نہیں بھیجا تھا' اس ریشمی حلّہ کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت کے اجر میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' میں نے یہ تمہارے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس سے نفع حاصل کرو یعنی اس کو فروخت کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں "حلّۃ" کا لفظ ہے' ہم بتا چکے ہیں کہ ایک قسم کی دو چادروں کو حلّہ کہا جاتا ہے' ایک چادر اوپر اوڑھ لی جائے اور دوسری چادر کا تہبند باندھ لیا جائے' غیر مقلد عالم شیخ محمد راز نے اس حدیث کے ترجمہ میں حلّہ کا معنی جبہ لکھا ہے' وہ غلط ہے اور اس حدیث میں "سِیَراء" کا لفظ ہے یہ ریشم کی ایک قسم ہے۔

٢١٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ، فَلَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از القاسم بن محمد از ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک تصویروں والا پردہ خریدا' پھر جب رسول

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُوْنَ، فَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ. وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۲۴-۵۱۸۱-۵۹۵۷-۵۹۶۱-۷۵۵۷]

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو دیکھا تو آپ دروازہ پر کھڑے رہے اور گھر میں داخل نہیں ہوئے، میں نے آپ کے چہرے پر کراہیت کے آثار دیکھے، پس میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اللہ کی طرف توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ پردے کیسے ہیں؟ میں نے کہا: میں نے یہ اس لیے خریدے ہیں (کہ میں ان کے گدے بناؤں) اور آپ ان پر بیٹھیں اور ان پر ٹیک لگائیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا کہ جس کو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو اور بے شک جس گھر میں تصویریں ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷، الرقم المسلسل: ۵۴۱۸، سنن نسائی: ۵۳۵۷، سنن کبریٰ: ۹۷۷۸، مسند ابو یعلیٰ: ۴۵۲۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۶۷، مسند الحمیدی: ۲۵۱، شرح السنۃ: ۳۲۱۵، مشکل الآثار: ۸، المعجم الاوسط: ۹۱۲۶، مسند الشامیین: ۱۱۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۰۸۱۔ ج ۴۰ ص ۹۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس کے رجال بہت مشہور ہیں، ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

''نمرقہ'' کا معنی

اس حدیث میں ''نمرُقَہ'' کا لفظ ہے، اس کو ''نمرِقہ'' بھی پڑھا گیا ہے اس کی جمع ''نمارق'' ہے، قاضی عیاض وغیرہ نے کہا: اس کا معنی تکیہ یا گدا ہے، اس کا معنی بچھائی جانے والی چادر بھی ہے، المحکم میں ہے: اس کا معنی اوڑھنے والی چادر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۹)

تصویروں والے پردوں کی بیع حرام نہیں ہے، فقط مکروہ ہے

اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن کپڑوں میں مکروہ تصاویر ہوں ان کی بیع جائز نہیں ہے لیکن بعض دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیع جائز ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں گئے تھے، میں نے ایک پردہ خرید کر اس کو دروازہ پر لٹکا دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے وہ پردہ دیکھا تو میں نے آپ کے چہرہ پر کراہیت کے آثار دیکھے، آپ نے اس پردہ کو اُتار کر کاٹ دیا، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی پر پردے لٹکائیں، حضرت عائشہ نے کہا: ہم نے اس پردہ کو کاٹ کر اس کے دو گدے بنا دیئے اور ان کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھر دی تو آپ نے اس پر مجھے ملامت نہیں کی۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷، الرقم المسلسل: ۵۴۱۳، سنن ابو داؤد: ۴۱۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر کے طاقچہ یا الماری پر ایک پردہ لٹکا دیا جس میں تصویریں تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ (کو اتار کر) کاٹ دیا تو میں ... [illegible]

تھے۔ (صحیح البخاری: ٥٩٧٤)

پس یہ احادیث متعارض ہیں اور ایسی صورت میں اصل پر عمل کیا جاتا ہے اور اشیاء میں اصل اباحت ہے' بہر حال تصویروں والے پردوں کی بیع حرام نہیں ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پردوں کی بیع کو منسوخ کر دیتے' اس لیے تصویر والے پردوں کی بیع کراہت تنزیہ پر محمول ہے۔

بے جان چیزوں کی تصویریں بنانے کا جواز

جان دار کی تصویر بنانے کے مسئلہ میں اختلاف ہے' محدثین اور غیر مقلدین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مطلقاً تصویر حرام ہے خواہ جان دار کی تصویر ہو یا بے جان کی' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ٦١٠٩' صحیح مسلم: ٢١٠٧' الرقم المسلسل: ٥٤١٨' سنن نسائی: ٥٣٥٧)

جمہور فقہاء اور محدثین نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ تصویر جو جان دار کی صورت کے مشابہ نہ ہو جیسے درخت' پتھر اور پہاڑ وغیرہ کی تصویریں' ان کے بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں ہے' اس کی بنائی ہوئی صورت کے عوض ایک نفس بنایا جائے گا جو اس کو دوزخ میں عذاب دے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر تم کو تصویر بنانے کے بغیر کوئی چارا نہ ہو تو تم درخت کی تصویر بناؤ اور بے جان چیز کی تصویر بناؤ۔

(صحیح البخاری: ٢٢٢٥' صحیح مسلم: ٢١١٠' مسند احمد ج ١ ص ٣٠٨)

حفاظت کے کتے اور غیر معظم تصویریں گھروں میں رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اس سے مراد وہ فرشتے نہیں ہیں جو ہر بندے کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کا نامہ اعمال لکھتے ہیں' بلکہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت اور استغفار کے ساتھ گشت کرتے رہتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جن کتوں کو رکھنا حرام ہے' اس سے مراد وہ کتے ہیں جو شکار کرنے اور حفاظت کی ضرورت کے نہ ہوں کیونکہ جن گھروں میں ایسے کتے ہوں یا جان دار کی تصویریں تعظیم کے ساتھ رکھی ہوں' ان گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور جن کتوں کو کھیتوں' مویشیوں یا گھروں کی حفاظت کے لیے رکھا گیا ہو یا جن کتوں کو شکار کرنے کے لیے رکھا ہو' اسی طرح جن تصویروں کو فرش پر بچھایا ہو یا ان کے گدے اور تکیے بنائے ہوئے ہوں تو وہ کتے اور ایسی تصویریں گھروں میں رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣٢٠۔٣١٩' فتح الباری ج ٣ ص ٥٦٤' شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٠٢)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٥٤١٣۔ ج ٦ ص ٥٧٤ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(١) تصویر یا کتے کی وجہ سے کن فرشتوں کا داخلہ ممنوع ہے (٢) کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کے استثناء کی تحقیق (٣) مصوروں کو سب سے زیادہ عذاب دینے کی تحقیق (٤) تصویر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ (٥) تصویر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (٦) تصویر کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ (٧) تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق علماء ازہر کا نظریہ (٨) تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق مصنف کا مؤقف۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٤٧٣۔ ٤٦٢ پر مذکور ہے۔

٤١ - بَابٌ صَاحِبُ السِّلْعَةِ اَحَقُّ بِالسَّوْمِ سودے کے مالک کو قیمت مقرر کرنے کا زیادہ حق ہے

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سودے کا مالک قیمت مقرر کرنے کا حق دار ہے اور اسی کو سودے کی قیمت کا مطالبہ کرنے کا حق ہے' یہ صرف اسی کے لیے جائز ہے یا جس کو وہ بیع کا وکیل مقرر کر دے۔

٢١٠٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ. وَفِيْهِ خِرَبٌ وَّنَخْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنوالنجار! تم مجھے اپنا باغ قیمۃً فروخت کر دو' اس باغ میں کھنڈرات تھے اور کھجور کے درخت تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باغ کے مالک بنوالنجار تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باغ کی قیمت مقرر کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٣٤ میں گزر چکی ہے۔

٤٢ - بَابٌ كَمْ يَجُوْزُ الْخِيَارُ؟ کتنی مدت تک بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے؟

اس باب کے عنوان میں "خیار" کا لفظ ہے جو کہ اختیار کا اسم ہے' اس کا معنی ہے: دو چیزوں میں سے خیر اور بہتر کو طلب کرنا'

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ "خیار" کی تین قسمیں ہیں: (١) خیار المجلس (٢) خیار الشرط (٣) خیار النقیصہ۔ خیار المجلس کی تعریف کی اصل یہ حدیث ہے کہ بائع اور مشتری جب تک متفرق نہ ہوں' ان کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ (احناف کے نزدیک خیار مجلس معتبر نہیں ہے' اس لیے وہ اس حدیث کا معنی یہ کرتے ہیں کہ جب بائع نے کہہ دیا: میں نے فروخت کر دیا' اور مشتری نے کہہ دیا: میں نے خرید لیا' تو وہ اپنے اقوال سے متفرق ہو گئے اور اب ان میں سے کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے) اور خیار شرط کی تعریف یہ ہے کہ بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک یہ شرط رکھ لے کہ اس کو تین دن کے اندر بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے اور خیار النقیصہ کی تعریف یہ ہے کہ مشتری یہ کہے کہ اگر سودے میں کوئی عیب نکلا تو وہ اس کو واپس کر دے گا یا بائع یہ کہے کہ اگر تمہارے پیسے کھوٹے نکلے تو میں ان کو واپس کر دوں گا۔ (النہایہ ج ٢ ص ٨٧۔ ٨٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

٢١٠٧ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِيْ بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، اَوْ يَكُوْنُ الْبَيْعُ خِيَارًا. قَالَ نَافِعٌ وَّكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا اشْتَرٰى شَيْئًا يُّعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ. [اطراف الحدیث: ٢١٠٩۔ ٢١١١۔ ٢١١٢۔ ٢١١٣۔ ٢١١٦] (صحیح مسلم: ١٥٣١' الرقم المسلسل: ٣٧٧٤' سنن ابوداؤد: ٣٤٥٤' سنن نسائی: ٤٤٧٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والوں کو اپنی بیع میں اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں یا اس بیع میں اختیار رکھا ہو۔ نافع نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی چیز خریدتے تو ان کو یہ پسند تھا کہ وہ بائع سے جدا ہو جائیں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ جب تک فریقین میں سے کوئی متفرق نہ ہو' اس وقت تک کسی ایک فریق کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام محمد کے نزدیک اس سے مراد تفرق بالاقوال ہے اور امام شافعی' امام احمد' امام ابویوسف' اسحاق اور ابوثور کے نزدیک اس سے مراد تفرق بالابدان ہے' کوئی ایک فریق بھی بیع کی مجلس سے اٹھ گیا تو بیع لازم ہو جائے گی اور اب کسی فریق کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٠٥)

اس کی مکمل تفصیل صحیح البخاری: ٢٠٧٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں خیار شرط کا ذکر ہے' اس کی تفسیر درج ذیل ہے:

خیار شرط کی تعریف

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ ھ نے خیار شرط کی تفسیر اس طرح کی ہے:

بیع الخیار کا معنی یہ ہے کہ بیع کے ایجاب کے بعد بائع مشتری کو یہ اختیار دے کہ وہ چاہے تو اس بیع کو فسخ کر دے اور چاہے تو اس بیع کو اختیار کر لے۔ جب مشتری اس بیع کو اختیار کر لے تو اس کے بعد مشتری کو اس بیع کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے' اسی طرح امام شافعی وغیرہ نے خیار شرط کی تعریف کی ہے۔

خیار شرط میں مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

خیار شرط کی انتہائی مدت میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابویوسف' امام محمد' امام احمد' اسحاق اور ابوثور وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ بیع جائز ہے اور خیار شرط میں جو انتہائی مدت رکھی گئی ہے' وہ لازم ہے۔

امام مالک کے مختلف چیزوں کی بیع میں خیار شرط کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

وہ کہتے ہیں کہ کپڑے کی بیع میں ایک دن یا دو دن تک کا اختیار جائز ہے اور باندی کی بیع میں پانچ دن اور جمعہ تک کا اختیار رکھنا جائز ہے اور سواری کی بیع میں ایک دن یا اس کے مشابہ وقت تک کا اختیار رکھنا جائز ہے اور گھر میں ایک مہینہ تک کا اختیار رکھنا جائز ہے تاکہ وہ اس میں رہ کر دیکھ لے اور مشورہ کرے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ بائع اختیار رکھے یا مشتری اختیار رکھے۔

ثوری نے کہا ہے کہ مشتری دس دن یا اس سے زیادہ دنوں کا اختیار رکھ سکتا ہے اور بائع کے لیے یہ شرط رکھنا جائز نہیں ہے۔

اوزاعی نے کہا: ایک مہینہ یا اس سے زیادہ کا اختیار رکھ سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام زفر اور امام شافعی نے کہا ہے کہ بیع میں صرف تین دن کا اختیار رکھنا جائز ہے' اس سے زیادہ دنوں کا اختیار رکھنا جائز نہیں ہے' اگر اس نے اس سے زیادہ دنوں کا اختیار رکھا تو بیع فاسد ہو جائے گی۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٠٤ - ٢٠٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

تین دن اختیار کی شرط رکھنے کے متعلق احادیث

تین دن کا اختیار رکھنے پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مصراۃ (وہ جانور جس کے تھنوں میں دودھ روک لیا گیا ہو) کو خریدا' اس کو تین دن تک اختیار ہے' وہ چاہے تو اس کو واپس کر دے اور جب وہ اس کو واپس کرے گا تو اس کے ساتھ ایک صاع طعام بھی واپس کرے گا جو گندم کے علاوہ ہو۔ (سنن ترمذی: ١٢٥٦' صحیح مسلم: ١٥٢٤' سنن ابوداؤد: ٣٤٤٣)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مسترد کرنے کے لیے تین دن کا اختیار دیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ مرد ضعیف تھے' ان کے سر پر چوٹ لگ گئی تھی جو اُن کے دماغ تک پہنچ گئی تھی' وہ جو چیز بھی خریدتے تھے' اس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کا اختیار رکھنے کا حکم دیا تھا' ان کی زبان میں ثقل تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم جو چیز بیچو تو کہو: "لا خلابة" (کوئی دھوکا نہ کرنا)' پس میں ان سے سنتا تھا وہ "لا خذابة لا خذابة" کہتے تھے' وہ کوئی چیز خرید کر گھر لاتے تو گھر والے کہتے: یہ بہت مہنگی ہے تو وہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیع میں اختیار دیا ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۲' حافظ ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' کنز العمال ج ۴ ص ۶۱' تلخیص الحبیر: ۱۱۸۷۔۱۱۸۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۶۔۱۰۷۔۸۴۔۷۲۔۴۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا: انصار کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کر رہا تھا کہ اس کے ساتھ بیع میں ہمیشہ غبن کیا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی چیز خریدو تو کہنا: "لا خلابة" (کوئی دھوکا نہ ہو)' پھر تم جو سودا بھی خریدو' اس میں تمہیں تین دن تک اختیار ہے' اگر تم اس بیع سے راضی ہو تو اس سودے کو رکھ لو اور اگر ناراض ہو تو اس کو واپس کر دو۔ (سنن کبریٰ ج ۵ ص ۴۴۹)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۷۴۶۔ ج ۴ ص ۱۷۱ پر مذکور ہے' وہاں پر خیار مجلس پر تو مفصل بحث ہے مگر خیارِ شرط پر بحث نہیں کی گئی' یہ بحث صرف نعمۃ الباری کی خصوصیت ہے۔ (الحمد للہ)

۲۱۰۸ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ' عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا. وَزَادَ أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ قَالَ هَمَّامٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِأَبِي التَّيَّاحِ فَقَالَ كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيلِ لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی الخلیل از عبد اللہ بن الحارث از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں۔ امام احمد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہمیں بہز نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمام نے کہا: میں نے اس کا ابو التیاح سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں ابو الخلیل کے ساتھ تھا جب ان کو عبد اللہ بن الحارث نے یہ حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٣ - بَابُ إِذَا لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

جب خیارِ شرط کی مدت نہ مقرر کی جائے تو آیا بیع جائز ہے

امام بخاری نے اس عنوان میں یہ ذکر نہیں کیا کہ آیا اس صورت میں بیع جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۲۱۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اِخْتَرْ. وَرُبَّمَا قَالَ اَوْ يَكُوْنُ بَيْعَ خِيَارٍ.

نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید وفروخت کرنے والوں کو اس وقت تک (بیع مسترد کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں یا ان میں سے کوئی ایک اپنے فریق سے کہے: تم اختیار کر لو اور کبھی آپ نے فرمایا: یا وہ بیع اختیار کی شرط کے ساتھ ہو۔

صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں خیارِ مجلس اور خیارِ شرط دونوں کا تفصیل سے بیان گزر چکا ہے۔

٤٤ - بَابٌ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا

خرید وفروخت کرنے والوں کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں

وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن ترمذی میں ہے' امام ترمذی نے کہا کہ حضرت ابن عمر جب کسی چیز کو خریدتے اور وہ بیٹھے ہوئے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے تا کہ بیع واجب ہو جائے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

وَشُرَيْحٌ' وَالشَّعْبِيُّ' وَ طَاوُسٌ' وَعَطَاءٌ' وَابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ.

اور شریح اور الشعبی اور طاؤس اور عطاء اور ابن ابی ملیکہ (کا بھی یہی قول ہے)۔

شریح بن الحارث الکندی الکوفی ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ سے ملاقات نہیں کی' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا قاضی بنایا تھا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اس منصب پر برقرار رکھا' یہ ساٹھ سال منصب قضاء پر فائز رہے اور ۸۷ھ میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی' شریح کی تعلیق کی امام سعید بن منصور نے روایت کی ہے۔ ان کے پاس دو آدمیوں نے مقدمہ دائر کیا کہ ایک نے دوسرے سے چار ہزار میں مکان خریدا ہے' پھر بعد میں خریدار کو خیال آیا اور اس نے کہا: مجھے اس مکان کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بیع کی مجلس سے اٹھنے سے پہلے کی بات ہے' بائع نے کہا: میں تم کو یہ مکان فروخت کر چکا ہوں' جب یہ مقدمہ شریح نے سنا تو انہوں نے کہا: خریدار کو مجلس بیع سے اٹھنے سے اور متفرق ہونے سے پہلے بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

شعبی کا نام عامر بن شراحیل ہے' ان کی تعلیق امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص سے خچر خریدا اور مجلس بیع سے اٹھنے اور متفرق ہونے سے پہلے اس خچر کو واپس کرنے کا ارادہ کیا' شعبی نے فیصلہ کیا کہ بیع واجب ہو چکی ہے' پھر ان کے سامنے ابو الضحیٰ نے یہ گواہی دی کہ قاضی شریح نے ایسے ہی مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ خریدار نے چونکہ متفرق ہونے سے پہلے بیع فسخ کی ہے' اس لیے بیع فسخ ہو گئی تو شعبی نے قاضی شریح کے فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا۔

طاؤس بن کیسان الیمانی ہیں' امام شافعی نے اس تعلیق کی کتاب الام میں روایت کی ہے کہ طاؤس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کے بعد اختیار دیا ہے اور طاؤس قسم کھاتے تھے کہ اختیار بیع کے بعد ہی ہوتا ہے۔

عطاء بن ابی رباح مکی ہیں اور ابن ابی ملیکہ' عبد اللہ بن ابی ملیکہ ہیں' ان دونوں کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣٢٥-٣٢٤ ' دارالکتب العلمیہ 'بیروت '١٤٢١ھ)

٢١١٠ - حَدَّثَنِیْ إِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَتَادَةُ اَخْبَرَنِیْ عَنْ صَالِحٍ اَبِی الْخَلِیْلِ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ حَکِیْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا ' فَإِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِکَ لَهُمَا فِیْ بَیْعِهِمَا ' وَإِنْ کَذَبَا وَکَتَمَا مُحِقَتْ بَرَکَةُ بَیْعِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی از صالح ابی الخلیل از عبداللہ بن الحارث' انہوں نے کہا: میں نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: خریدار اور بائع جب تک متفرق نہ ہوں ان کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے' اگر ان دونوں نے سچ بولا اور سودے کے عیب کو بیان کر دیا تو ان کی بیع میں برکت دی جاتی ہے اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا اور عیب کو چھپایا تو ان کی بیع کی برکت کو مٹا دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٧٩ میں گزر چکی ہے۔

٢١١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ ' عَنْ نَافِعٍ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُتَبَایِعَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِیَارِ عَلٰی صَاحِبِهٖ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا ' إِلَّا بَیْعَ الْخِیَارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خریدار اور بائع ان میں سے ہر ایک کو اپنے صاحب پر (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں سوا بیع الخیار کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٠٧ میں گزر چکی ہے۔

٤٥ - بَابٌ إِذَا خَیَّرَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ بَعْدَ الْبَیْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَیْعُ

جب ایک فریق نے اپنے صاحب کو بیع کے بعد اختیار دیا تو بیع واجب ہو گئی

یعنی جب ایک فریق نے مجلس بیع سے متفرق ہونے سے پہلے دوسرے کو اختیار دیا تو بیع لازم ہو گئی۔

٢١١٢ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ ' عَنْ نَافِعٍ ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ' عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ إِذَا تَبَایَعَ الرَّجُلَانِ ' فَکُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا ' وَکَانَا جَمِیْعًا ' اَوْ یُخَیِّرُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ ' فَتَبَایَعَا عَلٰی ذٰلِکَ ' فَقَدْ وَجَبَ الْبَیْعُ ' وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ اَنْ یَتَبَایَعَا وَلَمْ یَتْرُکْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا الْبَیْعَ ' فَقَدْ وَجَبَ الْبَیْعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب دو آدمی بیع کریں تو ان میں سے ہر ایک کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں اور اکٹھے ہوں یا ان میں سے ایک دوسرے کو اختیار دے دے' پس وہ اس پر بیع کر لیں تو بیع واجب ہو جاتی ہے اور اگر وہ ایک دوسرے سے بیع کرنے کے بعد متفرق ہو جائیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی بیع کو ترک نہ کرے تو بیع لازم ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور سے تفرق بالابدان پر استدلال اور تفرق بالاقوال پر اعتراض اور اس کا جواب

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: ''یا ان میں سے ایک دوسرے کو اختیار دے دے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہے کہ تم کہو: میں اس بیع کو نافذ کرتا ہوں' اور جب یہ کہے کہ میں نے اس بیع کو نافذ کر دیا تو یہ بیع نافذ اور لازم ہو جائے گی اور اگر ایک فریق دوسرے کو اختیار دے اور وہ خاموش رہے تو خاموش رہنے والے کا اختیار منقطع نہیں ہوتا اور جو اختیار دے رہا ہے' اس کے اختیار کے منقطع ہونے میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کا اختیار منقطع نہیں ہوتا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا اختیار منقطع ہو جاتا ہے اور یہ ظاہر حدیث کے موافق ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حدیث خیارِ مجلس کے ثبوت میں بہت واضح ہے اور اس کے مخالف کی ہر تاویل کو باطل کرتی ہے' اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر وہ بیع کرنے کے بعد متفرق ہو جائیں' اس ارشاد میں یہ واضح بیان ہے کہ تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہے' یعنی ان کا بدنوں کے ساتھ متفرق ہو جانا' ان کے بیع فسخ کرنے کے اختیار کو منقطع کر دیتا ہے اور اگر یہاں تفرق سے مراد تفرق بالقول مراد لیا جائے تو یہ حدیث فائدہ سے خالی رہے گی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں: اس حدیث سے تفرق بالابدان ثابت ہوتا ہے اور دوسری احادیث سے تفرق بالاقوال ثابت ہوتا ہے (جن کی تفصیل' صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے) اور جب حدیث کی دو تاویلیں متقابل ہوں تو ان حدیثوں پر توقف کیا جاتا ہے اور قیاس پر عمل کیا جاتا ہے اور بیع میں جو ایجاب و قبول کا عقد ہوتا ہے' اس عقد کو اجارہ میں منافع کے عقد پر قیاس کیا جائے مثلاً نکاح میں ملک بضع (عمل زوجیت کے حق) کا عقد ہوتا ہے' پس جس طرح اس میں عقد کے بعد فرقت بالابدان کی شرط نہیں ہے (اور صرف ایجاب و قبول سے نکاح لازم ہو جاتا ہے) اسی طرح عقد بیع میں بھی افتراق بالابدان شرط نہیں ہوگا اور صرف ایجاب و قبول سے بیع لازم ہو جائے گی اور مقیس اور مقیس علیہ میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ عقد بیع اور عقد اجارہ (کسی چیز کو اجرت پر دینے کا عقد) دونوں ایجاب و قبول سے مکمل ہو جاتے ہیں۔

امام مالک نے کہا ہے کہ خریدار اور بائع کے افتراق کی کوئی حد مقرر ہے نہ اُس کے لیے وقت معین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جہالت ہے' جس پر کہ بیع موقوف ہے جیسے نامعلوم مدت تک بیع میں اختیار دیا جائے اور اس جہالت کی وجہ سے یہ بیع فاسد ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۶ - بَابٌ إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

جب بائع نے خیار شرط رکھا تو آیا بیع جائز ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب بائع نے خیارِ شرط رکھ لیا تو آیا بیع جائز ہوگی یا لازم' امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس باب کی حدیث سے سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ بیع لازم ہوگی لیکن بائع کا یہ اختیار باقی رہے گا کہ وہ چاہے تو بیع کو فسخ کر دے۔

۲۱۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' ہر دو بیع کرنے والے

قَالَ كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتّٰى يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

ان کے درمیان اس وقت تک بیع لازم نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں سوا بیع الخیار کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۱۴ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. قَالَ هَمَّامٌ وَّجَدْتُّ فِي كِتَابِي يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا، فَعَسٰى أَنْ يَّرْبَحَا رِبْحًا، وَيَمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از ابی الخلیل از عبداللہ بن الحارث از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خریدار اور بائع جب تک متفرق نہ ہوں ان کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے۔ ہمام نے کہا: میں نے اپنی کتاب میں "یختار" کا لفظ تین مرتبہ لکھا ہوا دیکھا' پس اگر وہ دونوں سچ بولیں اور عیب بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی اور اگر وہ دونوں جھوٹ بولیں اور عیب کو چھپائیں تو ہو سکتا ہے کہ ان کو بیع میں فائدہ ہو (لیکن) ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے۔

یعنی محفوظ روایت تو وہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہے جس کو ہمام نے اپنے حافظہ سے بیان کیا ہے لیکن ہمام کہتے ہیں: میں نے جب اپنی کتاب کی طرف رجوع کیا تو اس میں "یختار" کا لفظ تین مرتبہ لکھا ہوا ہے اور بعض نسخوں میں "یختار" کے بجائے "بخیار" (نکرہ) لکھا ہوا ہے۔

قَالَ وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور (حبان نے) کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو التیاح نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے عبداللہ بن الحارث سے سنا' وہ اس حدیث کی روایت کرتے تھے از حکیم بن حزام از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں پر حبان نے کہا ہے کہ ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی اور اس سے پہلے حبان نے کہا ہے کہ ہمام نے کہا: تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے قول کو حبان نے ہمام سے خود سنا تھا اور پہلا قول بہ طور مذاکرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث: ۲۱۱۴ کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

۴۷ - بَابٌ إِذَا اشْتَرٰى شَيْئًا، فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا، وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي، أَوِ اشْتَرٰى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

جب کسی شخص نے کوئی چیز خریدی' پھر بائع سے جدا ہونے سے پہلے اسی وقت وہ چیز کسی کو ہبہ کر دی اور بائع نے خریدار کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا یا کسی شخص نے غلام خریدا' پس اس کو فوراً آزاد کر دیا

امام بخاری نے اس مسئلہ میں اپنے فیصلہ کا ذکر نہیں کیا' کیونکہ اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے' فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ تمام چیزوں میں تخلیہ سے قبضہ ہو جاتا ہے' تخلیہ سے مراد یہ ہے کہ خریدار کو خریدی ہوئی چیز کے ساتھ چھوڑ دیا جائے اور وہ اس میں جو بھی تصرف کرے اس پر بائع اعتراض نہ کرے' اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ یہ کہتے ہیں کہ مکانوں اور زمینوں میں تو تخلیہ سے مبیع پر خریدار کا قبضہ ہو جاتا ہے لیکن منقولات (جو چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جا سکے) میں صرف تخلیہ سے خریدار کا مبیع پر قبضہ نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس کو بالفعل اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ فِيمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا، ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ.

اور طاؤس نے کہا: جس صورت میں کوئی شخص کسی چیز کو باہمی رضامندی سے خریدے' پھر اس چیز کو بیچ دے تو بیع لازم ہو جائے گی اور اس کا نفع خریدار کے لیے ہوگا۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱۱ ص ۳۲۹)

۲۱۱۵ - وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلٰى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ، فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ اَمَامَ الْقَوْمِ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيهِ. قَالَ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ بِعْنِيهِ. فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۱۰-۲۶۱۱]

اور حمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا' وہ اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے سب لوگوں سے آگے نکل رہا تھا اور میرے قابو میں نہیں آ رہا تھا' حضرت عمر اس اونٹ کو جھڑک رہے تھے اور پیچھے لوٹا رہے تھے' وہ اونٹ پھر آگے بڑھ جاتا تھا' حضرت عمر پھر اس کو جھڑکتے اور واپس لوٹاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا: یہ اونٹ مجھ کو فروخت کر دو' حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ اونٹ آپ کا ہے' آپ نے فرمایا: مجھے یہ اونٹ فروخت کر دو' پس حضرت عمر نے وہ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فروخت کر دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! یہ اونٹ تمہارا ہے' تم اس کا جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ اونٹ خریدا تھا' اسی مجلس میں وہ اونٹ فوراً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا۔

تفرق بالاقوال کے ثبوت میں فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کا حدیث مذکور سے استدلال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیثوں میں ان فقہاء (فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف) کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار [illegible] جائیں' اس حدیث میں تفرق سے تفرق بالابدان

مراد نہیں ہے بلکہ تفرق بالکلام مراد ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں اس کا واضح بیان ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس ساعت میں وہ اونٹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خریدا' اسی ساعت میں وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو ہبہ کر دیا حالانکہ ابھی جسمانی طور پر تفرق نہیں ہوا تھا صرف زبان سے تفرق ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ اونٹ فروخت کر دو اور حضرت عمر نے کہا: میں نے آپ کو یہ اونٹ فروخت کر دیا' اور صرف اتنا کہنے سے بیع مکمل ہو گئی اور جب تک بیع مکمل نہ ہو' مبیع پر خریدار کا تصرف اور اسے دوسرے کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہوتا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایجاب وقبول کے فوراً بعد ہبہ کر دیا تھا' اس سے واضح ہو گیا کہ فقط ایجاب وقبول سے بیع مکمل ہو جاتی ہے' اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ جو کہتے ہیں کہ بیع تفرق بالابدان سے مکمل ہوتی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جب مجلس بیع سے بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک اٹھ کر چلا جائے تب بیع مکمل اور لازم ہوتی ہے' حالانکہ اس حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر دونوں اسی جگہ تھے اور کوئی بھی وہاں سے نہیں گیا تھا اور بیع مکمل اور لازم ہو گئی تھی' جب ہی تو آپ نے فوراً وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو ہبہ کر دیا تھا' اور اگر بغیر تفرق بالابدان کے یہ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں نہ آتا تو پھر آپ کے لیے یہ جائز نہ تھا کہ آپ اسی وقت حضرت ابن عمر کو یہ اونٹ ہبہ کر دیتے اور یہ حدیث تفرق بالاقوال کے ثبوت میں بہت قوی دلیل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٠٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو بیع کے لزوم میں تفرق بالکلام کا اعتبار کرتے ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفریق بالابدان سے پہلے اس ساعت میں وہ اونٹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا تھا' اور اگر وہ اونٹ آپ کی ملکیت نہ ہوتا تو آپ وہ حضرت ابن عمر کو ہبہ نہ کرتے حتیٰ کہ اس مجلس سے آپ کا اور حضرت عمر کا تفرق بالابدان ہو جاتا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت توقیر کرتے تھے اور چلنے میں آپ سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خریدار کا مبیع میں قیمت ادا کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی اس اونٹ کی قیمت ادا نہیں کی تھی اور اس سے پہلے وہ اونٹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا۔

اس حدیث سے امام محمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ مبیع کسی کو ہبہ کر دے یا کسی پر صدقہ کر دے یا بائع کے علاوہ کسی اور کے پاس رہن رکھ دے تو یہ جائز ہے' یہ قول زیادہ صحیح ہے اور امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣٣٠۔ ٣٢٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٢١١٦ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بِعْتُ مِنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ مَالًا بِالْوَادِيْ بِمَالٍ لَّهُ بِخَيْبَرَ. فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلٰى عَقِبِيْ حَتّٰى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ خَشْيَةَ اَنْ يُّرَادَّنِي الْبَيْعَ. وَكَانَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِيْ وَبَيْعُهٗ، رَاَيْتُ اَنِّيْ قَدْ

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: اور لیث نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وادی میں ایک مال خریدا' ان کے اس مال کے عوض جو خیبر میں تھا' پس جب ہم نے بیع کر لی تو الٹے پیر پیچھے لوٹ گیا حتیٰ کہ میں ان کے گھر سے نکل گیا' اس خوف سے کہ وہ میری اس بیع کو فسخ کر دیں گے اور اس وقت بیع کا معمول یہ تھا کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا تھا

غَبَنْتُهُ، بِأَنِّي سُقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُوْدَ بِثَلَاثِ لَيَالٍ وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلَاثِ لَيَالٍ.

حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: جب میری اوران کی بیع لازم ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ میں نے حضرت عثمان کو نقصان پہنچایا ہے کیونکہ میں نے ان کو تین رات کی مسافت پر ارضِ ثمود کی طرف روانہ کیا اور انہوں نے مجھے تین رات کی مسافت پر مدینہ کی طرف روانہ کیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

وادیٔ القریٰ مدائن صالح اور حضرت ابن عمر کے نقصان پہنچانے کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وادی میں ایک مال خریدا۔ یہاں مال سے مراد وادی کی زمین ہے۔

اس وادی سے وہ وادی مراد ہے جو حضرت ابن عمر اور حضرت عثمان کے ذہنوں میں معروف اور معین تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وادیٔ القریٰ مراد ہے جو مدینہ کے مضافات میں تھی۔

نیز اس حدیث میں خیبر کا ذکر ہے۔ یہ شہر مدینہ کے شمال مشرق میں ہے اور مدینہ سے چھ مراحل کے فاصلہ پر ہے۔

اس حدیث میں ارضِ ثمود کا ذکر ہے۔ ثمود قدیم عرب کا ایک قبیلہ ہے اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے حضرت عثمان کو نقصان پہنچایا۔ اس نقصان کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت عثمان کو جو زمین فروخت کی تھی وہ تبوک کے قریب تھی اور اس کے عوض میں حضرت عثمان سے خیبر کی زمین لی تھی اور خیبر کی زمین تبوک کی زمین کی بہ نسبت مدینہ سے بہت قریب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے مدینہ سے دور کی زمین دے کر مدینہ کے قریب والی زمین لے لی اس طرح اس بیع میں حضرت عثمان کو نقصان ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۱۔ ۳۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عمر کے اثر سے اس بات کا ثبوت کہ تفرق بالابدان سے لزوم بیع کا حکم بہ طور استحباب تھا اور بعد میں متروک ہو گیا تھا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اور اس وقت بیع کا معمول یہ تھا کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا تھا جب تک کہ وہ متفرق نہ ہوں۔

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ تفرق بالاقوال سے بیع لازم ہوتی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا منشاء یہ تھا کہ پہلے تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم بہ طور استحباب ہوتا تھا اور چونکہ وہ مکارم اخلاق کا زمانہ تھا اس لیے لوگ مستحب پر عمل کرتے تھے اور حضرت ابن عمر نے جس وقت حضرت عثمان سے بیع کی تھی اس زمانہ میں تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم متروک ہو چکا تھا اور اگر اس زمانہ میں بھی تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم مشروع ہوتا تو حضرت ابن عمر یہ نہ فرماتے کہ اس وقت معمول یہ تھا کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا تھا حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں بلکہ یہ فرماتے کہ یہ دائمی معمول تھا اسی وجہ سے حضرت ابن عمر اپنی ایڑیوں پر لوٹ گئے کیونکہ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اس حدیث میں بہ طور ترغیب اور استحباب فرمایا ہے کہ بیع کا لزوم اس وقت ہوتا ہے جب خریدار اور بائع میں سے کوئی ایک مجلس سے نکل جائے اور حدیث میں ہے کیونکہ حضرت ابن عمر اس موقع پر حاضر تھے

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے اونٹ خریدا اور اسی وقت اس مجلس بیع سے نکلنے سے پہلے وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو بخش دیا' اس میں یہ تصریح ہے کہ بیع کا لزوم صرف ایجاب وقبول اور تفرق بالاقوال پر موقوف ہے نہ کہ مجلسِ بیع سے نکلنے اور تفرق بالابدان پر۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور اور علامہ ابن بطال کی شرح سے غیر مقلد علماء کی پریشانی

غیر مقلد علماء بھی چونکہ تفرق بالابدان سے بیع کے لزوم کے قائل ہیں اور اس حدیث سے تفرق بالابدان کی نفی ہوتی ہے اور تفرق بالاقوال کا ثبوت ہوتا ہے' اس لیے وہ اس حدیث سے بہت پریشان ہوئے ہیں' مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

قسطلانی نے کہا: حضرت عمر کی حدیث تو ان صحیح حدیثوں کے معارض نہیں ہے جن سے خیار مجلس ثابت ہے کیونکہ احتمال یہ ہے کہ عقد بیع کے بعد آنحضرت' حضرت عمر سے تھوڑی دیر کے لیے آگے یا پیچھے گئے ہوں' اس کے بعد ہبہ کیا ہو۔

(تیسیر الباری ج ۳ ص ۳۸۲' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

ظاہر ہے اس مقام پر صرف احتمال سے ان کا مؤقف ثابت نہیں ہوگا' حنبلیہ' شافعیہ اور غیر مقلدین کو کسی حدیث سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اس اونٹ کی بیع کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کے لیے کہیں گئے' پھر واپس آ کر حضرت ابن عمر کو وہ اونٹ ہبہ کیا' دوسرے غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی نے بھی شیخ وحید الزمان کے اسی جواب کو نقل کیا ہے۔

(ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۱۴' مکتبہ قدوسیہ' لاہور)

تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم کے ثبوت میں مزید احادیث اور آثار

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ تفرق بالاقوال پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پھر اس کے بعد ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث دیکھی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ خریدار اپنے قول سے مبیع کا مالک ہو جاتا ہے نہ کہ تفرق بالابدان سے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے طعام (غلّہ) خریدا' وہ اس طعام کو فروخت نہ کرے حتیٰ کہ وہ اس پر قبضہ کر لے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۳۳' صحیح مسلم: ۱۵۲۷' الرقم المسلسل: ۳۷۳۶' سنن ابوداؤد: ۳۴۹۲' سنن نسائی: ۴۶۰۴' سنن ابن ماجہ: ۲۲۲۹' موطأ امام مالک۔ بیوع۔ باب العینۃ۔ حدیث: ۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۵۶_۳۶۸_۳۶۹' ج ۲ ص ۱۱۱_۱۰۸_۷۹_۷۳_۵۹_۴۶)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب خریدار نے اس طعام پر قبضہ کر لیا تو اس کے لیے اس طعام کو بیچنا جائز ہو گیا اور اس طعام پر قبضہ کرنا اس سے عام ہے کہ خریدار بیع کی مجلس سے اٹھ کر گیا ہو یا نہ گیا ہو یعنی تفرق بالابدان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص طعام خریدے تو جب تک اس پر پورا قبضہ نہ کرے اس کو فروخت نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۲۶' صحیح مسلم: ۱۵۲۶' الرقم المسلسل: ۳۷۳۵' سنن ابوداؤد: ۳۴۹۲' سنن نسائی: ۴۶۱۹' سنن ترمذی: ۱۲۹۵' سنن ابن ماجہ: ۲۲۲۶' موطأ امام مالک۔ بیوع۔ باب العینۃ۔ حدیث: ۴۰' مسند احمد ج ۱ ص ۵۶_۶۲' ج ۲ ص ۷_۳۳_۶۴_۲۲' ج ۳ ص ۳۹۲)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی چیز بیچو تو ناپ کر بیچو اور جب کوئی چیز خریدو تو ناپ کر خریدو۔ (صحیح البخاری۔ باب: ۵۱ (تعلیق)' مسند احمد ج ۱ ص ۶۲_۷۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: جو شخص غلہ ناپ کر خریدے' پھر اس کو ناپنے سے پہلے فروخت کرے تو اس کی یہ بیع جائز نہیں ہے' لیکن جب وہ غلہ خریدے تو اس کو ناپ لے اور اس پر قبضہ کر لے تو وہ اس بیع سے جدا ہو گیا' پھر ہر ایک کا اس پر اجماع ہے کہ اب اس کو دوبارہ ناپنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اب وہ اس غلہ کا مالک ہے اور اس کے لیے اس کو فروخت کرنا جائز ہے اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جب کسی شخص نے غلہ خرید کر اس کو ناپ کر اس پر قبضہ کر لیا تو وہ اب اس کا مالک ہے اور اس کا مالک ہونا مجلس بیع سے اٹھ کر جانے پر موقوف نہیں ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ تو اس مسئلہ پر احادیث سے دلائل ہیں اور قیاس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح عقد بیع سے ملکیت اور تصرف کا حق ثابت ہوتا ہے اسی طرح عقد اجارہ سے بھی تصرف کا حق ثابت ہوتا ہے کیونکہ نکاح میں جو ایجاب و قبول ہوتا ہے' اس سے مرد کی عورت سے جماع کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور یہ ملکیت صرف ایجاب و قبول سے حاصل ہو جاتی ہے اور یہ اس پر موقوف نہیں ہے کہ نکاح کرنے والا مجلس نکاح سے اٹھ کر جائے اور تفرق بالابدان ہو بلکہ جیسے ہی ایجاب و قبول ہوا اور تفرق بالاقوال ہوا' نکاح کرنے والے کو منکوحہ پر ملکیت حاصل ہو گئی' سو نظر کا تقاضا یہ ہے کہ عقد بیع میں بھی صرف بائع اور مشتری کے ایجاب و قبول سے بیع مکمل ہو جائے اور تفرق بالابدان پر بیع کی ملکیت موقوف نہ ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۷۸۔۲۷۷' قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام طحاوی کے ان دلائل کو علامہ ابن بطال مالکی نے بھی اپنی تائید میں نقل کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۹۔۲۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم میں دلائل کا خلاصہ

امام طحاوی کی عبارت نقل کرنے کے بعد علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب خریدار مبیع کو ہبہ کر دے یا آزاد کر دے اور اس پر بائع اعتراض نہ کرے تو یہ بیع جائز ہے اور جب بائع اس پر انکار کرے اور خریدار کے اس تصرف سے راضی نہ ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے' جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ بیع کلام سے مکمل ہو جاتی ہے وہ خریدار کے ہبہ کرنے اور آزاد کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور جو کہتے ہیں کہ بیع تفرق بالابدان (یعنی کوئی ایک فریق مجلس بیع سے چلا جائے) سے مکمل ہو جاتی ہے' وہ ان میں سے کسی چیز کو جائز نہیں کہتے سوا اس صورت کے کہ خریدار اور بائع میں سے کوئی ایک مجلس بیع سے چلا جائے اور اس باب کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گھوڑا خریدا اور اسی مجلس میں وہ گھوڑا حضرت ابن عمر کو ہبہ کر دیا اور حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم اب ترک ہو چکا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہم نے تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم پر بہت مفصل بحث کی ہے اور شاید قارئین کو اس مسئلہ پر اتنی مفصل بحث کہیں اور نہیں ملے گی۔

۴۸- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ — بیع میں دھوکا دینا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیع میں دھوکا دینا مکروہ ہے۔

۲۱۱۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ، فَقَالَ اِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۰۷-۲۴۱۴-۶۹۶۴-۲۴۱۴]

بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا کہ اس کو چیزوں کے فروخت کرنے میں دھوکا دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا: جب تم کوئی چیز فروخت کرو تو یہ کہا کرو کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۳، الرقم المسلسل: ۳۷۵۱، سنن ابوداؤد: ۳۵۰۰، سنن نسائی: ۴۴۹۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۰۳۶۔ ج ۹ ص ۷۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اگر بیع میں دھوکا دینا مکروہ نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صحابی کو یہ کہنے کی تلقین نہ فرماتے کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔

حضرت حبان بن مُنقذ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور ان کے سر کی چوٹ کی وجہ سے ان کی عقل اور زبان پر اثر کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا۔

ان کا نام حبان بن منقذ ہے' یہ صحابی ابن صحابی انصاری مازنی ہیں رضی اللہ عنہما' یہ غزوۂ اُحد اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ان کی وفات ہوئی' یہ کسی غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' ایک پتھر قلعہ پر مارا گیا تھا جو ان کے سر پر لگا' اس سے ان کے دماغ پر چوٹ آئی اور اس سے ان کی عقل اور زبان کی کارکردگی میں فرق آ گیا لیکن یہ چیزوں کے درمیان امتیاز کر لیتے تھے' اور بیع میں ہمیشہ ان کے ساتھ غبن کیا جاتا تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: تم دو مرتبہ "لا خلابۃ" کہہ دیا کرو (یعنی کوئی دھوکا نہ ہو) انہوں نے طویل عمر پائی اور ایک سو تیس سال تک زندہ رہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جو چیز فروخت کرو تین دن تک تم کو اس کے واپس لینے کا اختیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۲)

حضرت حبان بن منقذ کو تین دن کا خیارِ شرط دینے کے متعلق احادیث

امام علی بن عمر الدار قطنی متوفی ۳۸۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ طلحہ بن یزید بن رُکانہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بیوع کے بارے میں گفتگو کی تو حضرت عمر نے کہا: میں تمہارے لیے اس سے زیادہ وسعت نہیں پاتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حبان بن مُنقذ کو عطا فرمائی تھی کیونکہ وہ نابینا تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے تین دن کی میعاد مقرر کی کہ اگر وہ تین دن میں اس بیع پر راضی ہوں تو وہ بیع کر لیں اور اگر راضی نہ ہوں تو اس بیع کو ترک کر دیں۔

(سنن دار قطنی: ۲۹۷۴۔ ج ۳ ص ۵۳' اس حدیث کی روایت میں ابن لہیعہ منفرد ہیں' اس لیے اس کی سند ضعیف ہے)

نیز امام دار قطنی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حبان بن منقذ مرد ضعیف تھے' ان کے سر میں چوٹ لگ گئی تھی جس سے ان کا دماغ متاثر ہوا تھا' وہ جس چیز کو خریدتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس میں تین دن کا اختیار دیا تھا اور ان کی زبان میں ثقل تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم جس چیز کو فروخت کرو تو کہا کرو: "لا خلابۃ" اور میں ان سے سنتا تھا' وہ کہتے تھے: "لا خِذابۃ لا خِذابۃ"۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۷۵۔ ج ۳ ص ۵۴' المستدرک ج ۲ ص ۲۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۳' مصنف عبد الرزاق: ۱۵۳۳۷' مسند احمد ج ۲ ص ۸۰۔ ۷۲۔ ۶۱' حافظ عسقلانی نے ان دونوں حدیثوں کو ذکر کیا ہے' الاصابہ: ۱۵۵۹)

امام ابن ماجہ نے محمد بن اسحاق کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت منقذ بن عمرو کے دماغ میں چوٹ لگ گئی اور ان کی زبان میں تتلاہٹ تھی اور وہ بیع کو ترک نہیں کرتے تھے اور ان کے ساتھ ہمیشہ غبن کیا جاتا تھا' پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم بیع کرو تو کہا کرو: ''لا خلابة'' پھر ہر وہ چیز جس کو تم خریدو گے اس میں تم کو تین راتوں کا اختیار ہوگا' اگر تم اس بیع پر راضی ہو تو اس کو رکھ لینا اور اگر تم ناراض ہو تو جس سے وہ چیز لی ہے اس کو واپس کر دینا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۵۵)

امام ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت منقذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے اور باقی ائمہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے بیٹے حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے۔

احادیث مذکورہ کی بناء پر غبن فاحش' خیارِ شرط اور کم عقل پر بیع کی پابندی کے متعلق حافظ ابن حجر کا تبصرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس کو صحیح قیمت کا علم نہ ہو' اور وہ اس کو غبن فاحش (بہت مہنگی) خرید لے تو وہ اس کو واپس کر سکتا ہے' یہ امام مالک کا قول ہے' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حبان بن منقذ کو ان کی کمزور عقل کی وجہ سے یہ اختیار دیا تھا اور اگر غبن کی وجہ سے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہو تو پھر خیارِ شرط کی ضرورت نہیں ہے۔ علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ یہ خاص واقعہ ہے' عام قاعدہ نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ خیارِ شرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ خیارِ شرط اصل کے خلاف ہے' اس لیے اپنے مورد میں منحصر رہے گا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے مصراة کی بیع میں بھی فسخ بیع کے لیے تین دن کا اختیار دیا تھا۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ جو بالغ مرد اور بڑی عمر کا آدمی ہو' اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لگائی جاتی اور اس کو بیع سے منع نہیں کیا جاتا خواہ اس کی عقل کا ضعف ثابت ہو چکا ہو' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حبان کے گھر والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اس پر پابندی لگائیں' آپ نے ان کو بلا کر بیع سے منع فرمایا' انہوں نے کہا: میں بیع سے رک نہیں سکتا' آپ نے فرمایا: جب تم بیع کرو تو کہا کرو: ''لا خلابة''۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۷۶)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر بڑی عمر والے پر پابندی لگانا صحیح نہ ہوتا تو آپ حضرت حبان کے گھر والوں کو اس سے منع فرما دیتے اور آپ نے جو حضرت حبان کو بیع سے منع نہیں کیا تو یہ ضعیف العقل کو بیع کی ممانعت سے منع نہیں کرتا۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ خیارِ شرط کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے اور یہ کہ خیارِ شرط صرف خریدار کے لیے ہوتا ہے۔
(فتح الباری ج ۳ ص ۵۷۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غبن فاحش کی وجہ سے بیع فسخ کرنے اور کمزور عقل والے پر بیع کی پابندی لگانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ بیع میں غبن لازمی نہیں ہے' اس لیے اس کے سبب سے خریدار کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں دیا جائے گا خواہ غبن کم ہو یا زیادہ' امام مالک کی بھی صحیح روایت یہی ہے۔

امام مالک کے اصحاب میں سے بغدادیوں نے کہا ہے کہ اگر غبن کسی چیز کی تہائی قیمت تک پہنچ جائے تو خریدار کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے اور اگر اس سے کم ہو تو پھر نہیں ہے' بعض حنبلی فقہاء نے بھی یہی حد بیان کی ہے' ایک قول قیمت کے چھٹے حصہ کا ہے (پہلی صورت کے مطابق چھ روپے کی چیز آٹھ روپے ... قول کے مطابق چھ روپے کی چیز سات روپے

فروخت کی جائے تو غبن فاحش ہے)۔ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ غبن فاحش میں عقد باطل ہے امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر خریداری کے وقت خریدار کو چیز کی قیمت اور اس کے نرخ کا علم تھا' پھر اس نے غبن فاحش سے چیز خرید لی تو بیع فسخ نہیں کی جائے گی خواہ غبن زیادہ ہو یا کم اور اگر اس کو اس کا علم نہیں تھا تو بیع فسخ کر دی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ خریدار اس قیمت پر راضی ہو' امام مالک نے خود غبن فاحش کی حد مقرر نہیں کی' مالکی اور حنبلی فقہاء نے غبن فاحش کی صورت میں بیع فسخ کرنے کے اختیار کو حضرت حبان بن منقذ کی حدیث سے ثابت کیا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی نے امام مالک کا غبن کے معاملہ میں وہی موقف بیان کیا ہے جس کو علامہ عینی نے نقل کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب خریدار کو بیع میں اتنا زیادہ غبن کیا گیا جو عادت سے خارج ہو' یعنی اس سے عام معمول سے زیادہ قیمت لی گئی ہو تو اس کو اختیار ہے خواہ بیع فسخ کر دے یا برقرار رکھے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس کو اس صورت میں فسخ بیع کا اختیار نہیں ہے۔ (المغنی ج ۵ ص ۳۱۹' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: فقہاء احناف اور شوافع کہتے ہیں کہ حضرت حبان بن منقذ کی حدیث کا یہ جواب ہے کہ یہ ایک مخصوص واقعہ ہے اور اس حال کی حکایت ہے' ابن عربی مالکی نے بھی کہا ہے کہ یہ واقعہ اس صاحب کے ساتھ مخصوص تھا اور دوسروں کی طرف متعدی نہیں تھا' اسی طرح امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص کم عقل ہو اور بیچنے اور خریدنے میں اچھی طرح تصرف نہ کر سکتا ہو' اس پر خریدنے اور بیچنے میں تصرف پر پابندی لگا دینی جائز ہے' اس کا بھی یہی جواب ہے کہ اس حدیث میں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے' قاعدہ کلیہ کا بیان نہیں ہے۔ اس وجہ سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقل کی کمی کی وجہ سے بیع پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غبن فاحش اور مہنگائی کی صورت میں قیمتیں مقرر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

حاکم کے لیے قیمت کا مقرر کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! قیمتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں' آپ ہمارے لیے قیمتیں مقرر کر دیجئے' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی قیمت بنانے والا ہے' وہی تنگی کرنے والا ہے اور وہی کشادگی کرنے والا ہے اور وہی رزّاق ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں گا کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ پر کسی جان میں زیادتی کرنے کا دعویٰ نہیں کرے گا نہ مال میں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۵۱' سنن ترمذی: ۱۳۱۴' سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۰' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۶۔ ۱۵۶' مسند ابویعلیٰ: ۲۷۷۴)

علامہ شامی لکھتے ہیں: ہاں! اگر کوئی بائع غبن فاحش کرے اور دگنی قیمت پر فروخت تو اس وقت اگر حاکم قیمتیں مقرر کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ اس صورت میں حاکم پر قیمتوں کا مقرر کرنا واجب ہے۔

(درمختار ورد المحتار ج ۹ ص ۴۸۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۷۴۹۔ ج ۴ ص ۱۷۸ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① "لا خلابة" کہنے کی وجہ ② ناتجربہ کار کو زیادہ مہنگے داموں پر فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء ③ غبن فاحش کی وجہ سے خیار کے حکم میں متاخرین فقہاء احناف کا موقف۔

علامہ حموی حنفی نے لکھا ہے کہ غبن فاحش کا معیار یہ ہے کہ جو قیمت عام قیمت سے زیادہ ہو اور اتنی قیمت پر کوئی شخص اس کو فروخت نہ کرتا ہو تو وہ غبن فاحش ہے۔ (غمز عیون البصائر ج ۱ ص ۲۵۸-۲۵۷)

۴۹ - بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ

بازاروں کے متعلق احادیث

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قُلْتُ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ سُوْقُ قَيْنُقَاعَ.

اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم مدینہ میں آئے تو میں نے کہا: کیا مدینہ میں کوئی تجارت کی جگہ ہے؟ تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا: قینقاع کا بازار ہے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۲۰۴۸ میں ہے۔

وَقَالَ أَنَسٌ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ دُلُّوْنِي عَلَى السُّوْقِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بازار دکھاؤ۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بازاروں کی خرید وفروخت نے (اس حدیث سے) غافل رکھا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۲۰۶۲ میں ہے۔

۲۱۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ. قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ، وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ، وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ. (صحیح مسلم: ۲۸۸۴' الرقم المسلسل: ۷۱۳۸' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۷۳۸- ج ۴۱ ص ۲۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا نے حدیث بیان کی از محمد بن سوقہ از نافع بن جبیر بن مطعم' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربِ قیامت میں ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا' جب وہ لشکر مقامِ بیداء میں پہنچے گا تو ان کو اوّل سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کو از اوّل تا آخر کیسے دھنسایا جائے گا' جب کہ ان میں ان کے بازار بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس لشکر میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ان کو از اوّل تا آخر دھنسا دیا جائے گا' پھر ان کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن الصباح (۲) اسماعیل بن زکریا' ابو زیاد الاسدی' امام بخاری نے کہا: ان کے گھر والوں کے پاس ان کی وفات

خبر ۴۷اھ میں آئی تھی (۳) محمد بن سوقہ ابوبکر الغنوی (۴) نافع بن جبیر بن مطعم (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں بازاروں کا ذکر ہے اس کے بعد جو امام بخاری نے احادیث ذکر کی ہیں ان کو بھی اسی مناسبت سے ذکر کیا ہے۔

''بیداء'' اور ''جیش'' کا معنی اور ''جیش'' کا ترجمہ کرنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں'' بیداء'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کھلا ہوا چٹیل میدان اور اس حدیث میں اس سے مراد ہے: مکہ اور مدینہ کے درمیان مخصوص جگہ۔

اس میں مذکور ہے: ''یغزو جیش الکعبۃ'' اس کا معنی ہے: لشکروں میں سے ایک لشکر کعبہ کو ڈھانے کا قصد کرے گا۔

شیخ تقی عثمانی نے اس کے معنی میں لکھا ہے: ایک راہ زن کعبہ کے اوپر حملہ کرے گا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۲۹) یہ غلط ہے کیونکہ ''جیش'' کا معنی لشکر ہے جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا ہے اس کا معنی راہ زن یا ڈاکو نہیں ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اور اس میں ان کے بازار بھی ہوں گے اس کا معنی ہے: اس جگہ میں بازار والے بھی ہوں گے جو خرید و فروخت کر رہے ہوں گے جیسا کہ شہروں میں ہوتے ہیں۔

اگر نیک لوگ بُروں کا ساتھ نہ چھوڑیں تو سب پر عام عذاب ہوتا ہے

اس میں مذکور ہے: اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس لشکر میں سے نہیں ہوں گے اس سے مراد ہے: اس لشکر میں کعبہ کو ڈھانے والوں کے قیدی بھی ہوں گے جن کا قصد کعبہ کو ڈھانا نہیں ہوگا اور وہ اتنے کمزور ہوں گے کہ وہ کعبہ کو ڈھا بھی نہیں سکیں گے۔

نیز اس میں مذکور ہے: پھر ان کو ان کی نیتوں کے مطابق اوپر اٹھایا جائے گا' یعنی سب کو ان بُرے لوگوں کے جرم کی وجہ سے دھنسا دیا جائے گا' پھر قیامت کے دن ان کو اپنی اپنی نیتوں کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا' اگر ان کا قصد خیر ہوگا تو ان کا انجام خیر ہوگا اور اگر ان کا قصد شر ہوگا تو ان کا انجام شر ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً. (الانفال:۲۵) اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان بدکاروں کو نہ رہنے دیں ورنہ اللہ تعالیٰ سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔ (جامع البیان جز ۷ ص ۲۸۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہ خدا تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور تم ضرور ظلم کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور تم ضرور اس کو حق پر عمل کے لیے مجبور کرنا' ورنہ اللہ تمہارے دل بھی ایک جیسے کر دے گا' پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۷' سنن ترمذی: ۳۰۵۹' سنن ابن ماجہ: ۴۰۰۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۱)

میں کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کا عام عذاب آتا ہے تو اسی طرح ہوتا ہے جیسا کہ ۸' اکتوبر ۲۰۰۵ء کو کشمیر میں عام زلزلہ آیا' اس زلزلہ میں بدکاروں کے ساتھ نیکوکار بھی زمین میں دھنس گئے تھے لیکن قیامت میں ہر ایک کا حشر اپنی اپنی نیت کے ساتھ ہوگا۔

یہ لشکر کعبہ کو گرانے کا قصد کرے گا لیکن وہ کعبہ تک نہیں پہنچ سکے گا اور مکہ سے پہلے مقام بیداء میں اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا جیسا کہ مخبر صادق علیہ السلام نے خبر دی ہے۔

امام مالک نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو لوگ شراب پینے والوں کے ساتھ بیٹھے ہوں خواہ وہ شراب نہ پی رہے ہوں' ان کو بھی تعزیر لگائی جائے گی۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حدیث میں تو آفت سماویہ کا ذکر ہے' اس پر شرعی سزا کو قیاس کرنا درست نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی سزائیں بھی اُمورِ سماویہ میں سے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر مرد کو اسی کا ثمر ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے' اسی وجہ سے ظالموں اور بدکاروں کی مجلس میں بیٹھنے اور ان کی تعداد میں اضافہ کرنے سے منع کیا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ (الانعام: ۶۸)

اور (اے مخاطب!) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو (طعن و تشنیع کا) مشغلہ بناتے ہیں تو ان سے اعراض کرو' حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں' اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۝

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. (ھود: ۱۱۳)

اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

لشکر کے درمیان کے لوگوں کو بھی دھنسایا جائے گا اور مجبور لوگوں کو بھی اور ان کو بھی جو بازاروں میں ہوں گے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں اس لشکر کے اوّل اور آخری حصہ کو زمین میں دھنسانے کا ذکر ہے اور لشکر کے درمیانی حصہ کو زمین میں دھنسانے کا ذکر نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ محاورہ یہ ہے کہ از اوّل تا آخر کہا جاتا ہے اور اس سے مراد پورا لشکر ہوتا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ درج ذیل حدیث میں لشکر کے درمیانی حصہ کا بھی ذکر ہے:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیت اللہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر روانہ ہوگا حتیٰ کہ جب وہ (مکہ کے قریب) ایک میدان میں پہنچے گا تو اس لشکر کے درمیانی حصہ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ان کا اوّل حصہ آخری حصہ کو پکارے گا' پھر ان کو بھی دھنسا دیا جائے گا۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۲۸۸۳' الرقم المسلسل: ۷۱۳۶' سنن نسائی: ۲۸۸۰' سنن ابن ماجہ: ۴۰۶۳)

دوسرا سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کو جبراً اس لشکر کے ساتھ نکالا جائے گا اور جو لوگ بازار میں اس لشکر کے ساتھ اتفاقاً جمع ہوں گے؟ اس کا جواب درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیند میں اپنے ہاتھ پیر ہلائے' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج آپ نے نیند میں وہ کام کیا جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے' آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک شخص کو پکڑنے کے لیے بیت اللہ کا قصد کریں گے' جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوئی ہوگی' حتیٰ کہ جب وہ (مکہ کے قریب) کھلے میدان میں پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا' ہم نے کہا: یارسول اللہ! راستہ میں تو سب لوگ جمع ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ان میں بااختیار' مجبور اور مسافر بھی ہوں گے' وہ سب ایک ساتھ ہلاک ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کے اعتبار

سے ان کو الگ الگ اٹھائے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۸۴' الرقم المسلسل: ۷۱۳۸)

بہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لشکر حجاج بن یوسف کا ہوگا جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے روانہ ہوا تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' یہ کفار کا لشکر ہوگا جو قرب قیامت میں کعبہ کو گرانے کے قصد سے روانہ ہوگا اور اس کو مکہ میں پہنچنے سے پہلے زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ایسا ضرور ہوگا کیونکہ مخبر صادق علیہ السلام نے اس کی خبر دی ہے۔

❋ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۱۱۴۔ ج ۷ ص ۵۴۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۱۱۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اَحَدِكُمْ فِيْ جَمَاعَةٍ' تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ وَبَيْتِهٖ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً' وَذٰلِكَ بِاَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ' ثُمَّ اَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ' لَا يَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ' لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً' اَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ' وَالْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ' اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ' مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ' مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ' وَقَالَ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی جماعت کے ساتھ نماز اس کی بازار اور گھر کی نماز پر بیس اور چند درجہ زیادہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ اچھی طرح وضوء کرتا ہے' پھر مسجد میں جاتا ہے' اس کا صرف نماز ہی کا ارادہ ہوتا ہے اور اس کو صرف نماز ہی اٹھاتی ہے تو وہ جو قدم بھی چلتا ہے' اس کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے یا اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور فرشتے تم میں سے ہر ایک کے لیے اس وقت تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہوتا ہے جس میں وہ نماز پڑھتا ہے' (فرشتے دعا کرتے ہیں:) اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما! اے اللہ! اس پر رحم کر! جب تک وہ شخص اس جگہ اپنا وضوء نہیں توڑتا اور جب تک وہاں (فرشتوں کو) ایذاء نہیں دیتا اور فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک کہ نماز اس کو روکے رکھتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۲۰ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ' فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا الْقَاسِمِ! فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ هٰذَا' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ' وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید طویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے کہ ایک شخص نے کہا: یا اباالقاسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا: میں نے اُس شخص کو پکارا تھا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۲۱۔ ۷۵۳۷] (صحیح مسلم: ۲۱۳۱‘ الرقم المسلسل: ۵۴۷۹‘ سنن ابوداؤد: ۴۹۶۵‘ سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۵‘ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۱۵‘ مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۷ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۹۸۹۴۔ ج ۱۵ ص ۵۵۰‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بازار کا ذکر ہے۔

بعض صحابہ اور بعض صحابہ کی اولاد کا نام محمد اور ان کی کنیت ابوالقاسم تھی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کئی اصحاب کا نام محمد تھا اور ان کی کنیت ابوالقاسم تھی‘ ان کے نام درج ذیل ہیں: حضرت محمد بن طلحہ‘ حضرت محمد بن الاشعث‘ حضرت محمد بن ابوحذیفہ رضی اللہ عنہم‘ ان تین سے صحابہ کی اولاد کے نام بھی ہیں: محمد بن جعفر بن ابوطالب‘ محمد بن سعید بن ابی وقاص‘ محمد بن حاطب‘ محمد بن المنتشر‘ ان کا امام بیہقی نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام اور کنیت رکھنے میں مذاہب فقہاء

محمد بن سیرین‘ ابراہیم نخعی اور امام شافعی نے کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنی جائز نہیں ہے‘ خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو‘ اہل الظاہر کا بھی یہی مذہب ہے کہ کسی کے لیے بھی ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہے‘ ان کا استدلال اس حدیث کے ظاہر سے ہے۔

امام احمد اور اہل ظاہر کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس کا نام محمد ہو‘ اس کو ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنی چاہیے اور جس کا نام محمد نہ ہو‘ وہ اگر ابوالقاسم کنیت رکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے‘ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرے اور محمد ابوالقاسم نام رکھے۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۱‘ مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم نے میرا نام رکھ لیا تو پھر میری کنیت نہ رکھو۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۲‘ مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو کیونکہ میں ابوالقاسم ہوں‘ تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۱۳۳‘ الرقم المسلسل: ۵۴۸۴)

علامہ مازری نے کہا ہے کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم رکھنا‘ آپ کی حیات میں ناجائز تھا جب کہ اب جائز ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۹۔۸)

اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق‘ نعمۃ الباری ج ۱ ص ۴۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ تقی عثمانی کا ’’یا محمد‘‘ کہنے کو نئی قوم کا شعار قرار دینا اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

مسلمان‘ یا رسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے اور اہل کتاب آپ کی کنیت کے ساتھ یا اباالقاسم کہہ کر پکارتے تھے‘ تو کافر بھی یا محمد کہہ کر نہیں پکارتے تھے‘ اب یہ نئی قوم پیدا ہوئی ہے جو یا محمد کہہ کر پکارتی ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۳۱‘ مکتبۃ الحراء‘ کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے اس پر توجہ نہیں کی کہ صحابہ اور تابعین کے عہد میں بھی نداء یا محمد کا رواج تھا:

صحابہ کا اس میں تنازع تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے گھر ٹھہریں گے' آپ نے فرمایا: میں بنونجار کے گھر ٹھہروں گا جو (حضرت) عبدالمطلب کے ماموں ہیں' میں اس وجہ سے ان کا اکرام کروں گا' پھر مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں کے اوپر چڑھ گئے اور لڑکے اور خدام راستوں میں بکھر گئے اور وہ نداء کر رہے تھے: ''یا محمد! یا رسول اللّٰہ! یا محمد! یا رسول اللّٰہ!''۔

(صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۴۱۶)

اس حدیث میں اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ صحابہ کرام یا محمد کے ساتھ نداء کرتے تھے۔ شیخ تقی عثمانی نے فتح الملہم کا تکملہ لکھا ہے اور صحیح مسلم کی بقیہ احادیث کی شرح کی ہے مگر حیرت ہے کہ شیخ عثمانی نے اس حدیث کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے تکملہ فتح الملہم ج ۶ ص ۵۳۳۔

دیگر صحابہ سے بھی یا محمد کہنے کا ثبوت ہے:

عبدالرحمن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سُن ہو گیا' ایک شخص نے کہا: اس کو یاد کرو جو تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو' حضرت ابن عمر نے کہا: یا محمد!

(الادب المفرد ص ۲۶۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۶۹۔ ۱۶۸' الشفاء ج ۲ ص ۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی' اس میں یہ الفاظ ہیں:

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف محمد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں' تا کہ یہ حاجت پوری ہو' اے اللہ! آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما! (سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۵' سنن ترمذی: ۳۵۸۹' مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۶۷' تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۲)

تابعین کے دور میں بھی یا محمد کہنے کا رواج تھا' حافظ ابن کثیر' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴' دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ)

علامہ ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ)

۲۱۲۱ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ يَا اَبَا الْقَاسِمِ! فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ اَعْنِكَ، قَالَ سَمُّوْا بِاِسْمِي وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے بقیع میں کسی کو پکارا: یا ابا القاسم! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا' پس اس نے کہا: میں نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا' آپ نے فرمایا: میرا نام رکھا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو۔

اس حدیث کی شرح' حدیث سابق: ۲۱۲۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۲۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي يَزِيدَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی یزید از نافع بن جبیر بن مطعم از حضرت ابوہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے ایک حصہ میں نکلے' آپ

فِیْ طَائِفَةِ النَّهَارِ، لَا يُكَلِّمُنِيْ وَلَا اُكَلِّمُهٗ، حَتّٰى اَتٰى سُوْقَ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ، فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ، فَقَالَ اَثَمَّ لُكَعُ؟ اَثَمَّ لُكَعُ؟ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا، فَظَنَنْتُ اَنَّهَا تُلْبِسُهٗ سِخَابًا اَوْ تُغَسِّلُهٗ، فَجَآءَ يَشْتَدُّ حَتّٰى عَانَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ، وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَحْبِبْهُ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ رَاٰى نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ. [طرف الحدیث: ۵۸۸۴] (صحیح مسلم: ۲۴۲۱، الرقم المسلسل: ۶۱۵۱، سنن ابن ماجہ: ۱۴۲، سنن ترمذی: ۳۸۰۷، مسند الحمیدی: ۱۰۴۳، الادب المفرد: ۱۱۵۲، سنن کبریٰ: ۸۱۶۴، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۳۹۸۔ ج ۱۲ ص ۳۶۰، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مجھ سے بات کر رہے تھے نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا حتیٰ کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے پس فرمایا: کیا یہاں بچہ ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟ حضرت فاطمہ نے ان کو کچھ دیر روکا' میں نے گمان کیا کہ وہ ان کو سیپیوں کا ہار پہنا رہی ہیں یا ان کو نہلا رہی ہیں' پھر وہ دوڑتے ہوئے آئے حتیٰ کہ آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس سے محبت کر! اور جو اس سے محبت کرے اس سے محبت کر۔ سفیان نے بیان کیا: عبید اللہ نے کہا: مجھے اس نے خبر دی جس نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے۔

امام بخاری کی اس روایت میں اختصار ہے' امام مسلم نے اس حدیث کو زیادہ وضاحت کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دن کے ایک پہر میں نکلا' آپ مجھ سے کلام فرما رہے تھے اور نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا' حتیٰ کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے' پھر واپس چلے گئے' یہاں تک کہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آ گئے' آپ نے فرمایا: کیا یہاں وہ مُنّا ہے' کیا یہاں وہ ننھا ہے' آپ کی مراد تھی: حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ ہم نے گمان کیا کہ ان کی والدہ نے ان کو روکا ہوا ہے تا کہ ان کو نہلائیں اور سیپیوں کا ہار پہنائیں' پھر تھوڑی دیر گزری کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے اور ہر ایک نے دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں سو تو اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے' اس سے بھی محبت کر۔ (صحیح مسلم: ۲۴۲۱' الرقم المسلسل: ۶۱۵۱)

حضرت ابو ہریرہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ میں بات نہ کرنے کا سبب' صحیح مسلم کی حدیث سے صحیح بخاری کی حدیث کی وضاحت' ''لُکَع'' کا ترجمہ کرنے میں شیخ انور شاہ کشمیری کی بے ادبی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ مجھ سے کلام نہیں فرما رہے تھے اور نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے کلام نہیں فرما رہے تھے کہ آپ وحی الٰہی میں تفکر کر رہے تھے یا مصالحِ امت کے تدبّر میں مشغول تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے خاموش تھے۔

اس میں مذکور ہے کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں گئے' پھر حضرت فاطمہ کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت فاطمہ کا گھر بنوقینقاع کے بازار میں نہیں تھا' ان کا گھر تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ راوی نے اس حدیث کے بعض الفاظ ساقط کر دیئے ہیں اور امام مسلم کی روایت میں اس کا بیان ہے' چنانچہ اس میں ہے: حتیٰ کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے' پھر واپس چلے گئے' یہاں تک کہ آپ حضرت فاطمہ کے گھر آ گئے۔

[illegible]

اس کو عربی میں پیار سے "لُکَع" کہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: جیسے پنجابی میں نکّا یا کاکا کہتے ہیں' اُردو میں ننھا یا منّا کہتے ہیں' آج کل گڈو اور پپو کہتے ہیں۔

علماء دیو بند کے بہت بڑے عالم محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

"اللُّکَع" کا ترجمہ پاجی ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۲۱۹' مجلس علمی' ہند' ۱۳۵۷ھ)

اب دیکھئے لغت میں پاجی کے کیا معنی لکھے ہیں:

پاجی: کمینہ' رذیل' شریر' بدمعاش' کھٹیل' ذلیل۔ (فیروز اللغات ص ۲۶۲' فیروز سنز' لاہور)

اب دیکھئے! ان معنی میں کوئی ایسا معنی ہے جس کے اعتبار سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پاجی کہا جا سکتا ہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان انتہائی شریف' شائستہ اور مہذب تھی اور آپ حضرت حسن سے بہت محبت کرتے تھے' وہ آپ کو پاجی کہہ سکتے تھے! العیاذ باللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے ہزار بار پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت حسن کو پاجی کہا جائے' حضرت حسن کی محبت اور عظمت ہمارے ایمان کا جزو ہے اور وہ ہماری عقیدتوں کا مرکز اور محور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت پر ہمارا خاتمہ کرے اور آخرت میں ان کے غلاموں میں ہمارا حشر ہو۔ (آمین!)

صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا' آپ کی تواضع اور معانقہ کا سنت ہونا

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضراتِ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی توقیر کرتے تھے' راستہ میں آپ کے ساتھ چلتے تو ادب سے خاموش رہتے تھے۔

نیز اس میں آپ کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ بازار میں جاتے اور گھر کے صحن میں بیٹھ جاتے اور آپ چھوٹے بچوں پر شفقت فرماتے تھے۔

معانقہ کے جواز کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اس حدیث میں معانقہ کا ثبوت ہے اور اس میں اختلاف ہے' محمد بن سیرین' عبداللہ بن عون' امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا: معانقہ مکروہ ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ایک شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرتا ہے' کیا وہ اس کے لیے جھک جائے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس نے پوچھا: کیا وہ اس سے لپٹ جائے اور اس کو بوسا دے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس نے پوچھا: کیا وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(سنن ترمذی: ۲۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۲' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے)

الشعبی' ابومجلز' عمرو بن میمون اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ معانقہ میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

معانقہ کے جواز کے ثبوت میں احادیث اور آثار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت میرے گھر میں تھے' پس حضرت زید نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف برہنہ پشت اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے گئے اور اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے کبھی آپ کو برہنہ نہیں دیکھا اور نہ اس کے بعد' آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا۔

(سنن ترمذی: ۲۷۳۱' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے' ہم اس کو صرف اس سند سے پہچانتے ہیں)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے معانقہ کے جواز پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

عبداللہ بن جعفر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نجاشی کے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ مجھ سے ملے اور مجھے گلے لگایا۔ (شرح معانی الآثار: ۶۷۶۳)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد اور فتح خیبر ایک دن ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پتا نہیں کہ مجھے کس چیز سے زیادہ خوشی ہوئی ہے، خیبر کی فتح سے یا جعفر کی آمد سے، پھر آپ نے ان سے مل کر ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا۔ (شرح معانی الآثار: ۶۷۶۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، المستدرک: ۴۲۴۹۔ ج ۲ ص ۶۲۴، المعجم الکبیر: ۱۴۷۰، المعجم الاوسط: ۲۰۲۴، الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۲۲۵)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جب آپس میں ملتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس آتے تو آپس میں معانقہ کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۶۷۶۶)

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے پوچھا: ہمارا بھائی کہاں ہے؟ میں نے کہا: وہ مسجد میں ہیں، پس وہ ان کے پاس گئے اور جب ان کو دیکھا تو ان کو گلے لگایا۔ (شرح معانی الآثار: ۶۷۶۹)

امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ اصحاب ایک دوسرے سے معانقہ کرتے تھے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معانقہ کی ممانعت میں جو حدیث مروی ہے، وہ اس سے پہلے کی حدیث ہے اور اس کے بعد آپ نے بھی معانقہ کیا اور آپ کے اصحاب نے بھی معانقہ کیا اور ہم ان ہی احادیث اور آثار پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۹۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مصنف کے تتبع سے معانقہ کے ثبوت میں مزید احادیث اور آثار

عنزہ کے ایک شخص نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے تو کیا وہ آپ سے مصافحہ کرتے تھے؟ حضرت ابوذر نے کہا: میں نے جب بھی آپ سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا، ایک دن آپ نے کسی کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا اور میں اس وقت گھر میں نہیں تھا، جب میں گھر آیا اور مجھے بتایا گیا کہ آپ نے مجھے بلایا تھا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ تخت پر تھے، پس آپ نے مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور یہ بہت عمدہ تھا، بہت عمدہ۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۱۴)

عتبہ بن ابی عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۲۴۴، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابو بلج بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا عمرو بن میمون اور اسود بن ہلال کی ملاقات ہوئی تو ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب سے گلے ملا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۲۴۵، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عباد بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابو مجلز اور خالد الجھ کی باہم ملاقات ہوئی تو ہر ایک نے دوسرے کو گلے سے لگایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۲۴۶، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

معاذۃ العدویہ بیان کرتی ہیں کہ صلہ بن اشیم کے اصحاب جب ایک دوسرے کے پاس جاتے تو ایک دوسرے سے لپٹ جاتے۔

تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۲۴۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۴۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

معانقہ کرنے، بوسا دینے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے کہا ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے منہ پر بوسا دے، یا اس کے ہاتھ پر بوسا دے یا اس کے جسم پر بوسا دے یا اس سے معانقہ کرے تو یہ مکروہ ہے، امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ بوسا دینے میں اور معانقہ میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ اور بوسا دینے سے منع فرمایا ہے اور امام طحاوی کی روایت اس کی ممانعت سے پہلے پر محمول ہے، پھر فقہاء نے کہا ہے کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب صرف ایک تہبند میں معانقہ کیا جائے لیکن جب دونوں نے قمیص یا جبہ پہنا ہوا ہو تو پھر اس پر اجماع ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۷۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ محمد بن حسین علی طوری حنفی نے ہدایہ کی مذکور الصدر عبارت لکھنے کے بعد بوسے کی حسب ذیل اقسام لکھی ہیں:

امام ابومنصور ماتریدی نے ان احادیث میں تطبیق دی ہے اور کہا ہے کہ شہوت سے معانقہ کرنا مکروہ ہے اور عزت اور احترام کے لیے معانقہ کرنا جائز ہے، اور فقیہ ابواللیث نے ذکر کیا ہے کہ بوسے کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) رحمت سے بوسا دینا، جیسے والد اپنی اولاد کو بوسا دے (۲) تعظیم سے بوسا دینا، جیسے مسلمان ایک دوسرے کو بوسا دیں (۳) شفقت سے بوسا دینا جیسے اولاد اپنے والدین کو بوسا دے (۴) دوستانہ محبت سے بوسا دینا، جیسے کوئی شخص اپنے بھائی کی پیشانی پر بوسا دے (۵) شہوت سے بوسا دینا، جیسے کوئی شخص اپنی بیوی یا باندی کو بوسا دے۔ (تکملۃ البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۸، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بوسا دینے اور معانقہ کے متعلق اسی طرح لکھا ہے اور مصافحہ کرنے کے جواز میں حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جب ایک مؤمن دوسرے مؤمن سے ملاقات کر کے اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (المعجم الاوسط: ۲۴۵، دارالکتب العلمیہ بیروت، شعب الایمان: ۸۹۵۰۔ ج ۶ ص ۴۷۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علاء الدین محمد بن علی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

القنیہ میں لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے۔

(الدرالمختار وردالمحتار ج ۹ ص ۴۶۵۔ ۴۶۴، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

* مصافحہ کرنے اور ہاتھوں کو بوسا دینے کے متعلق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۹۶۔ ۴۹۵ میں بھی تفصیل سے لکھا ہے۔

حدیث مذکور کے متصل ہونے کا ثبوت اور اس تعلیق کی توجیہ بیان کرنے میں علامہ کرمانی کا تسامح

امام بخاری نے اس حدیث کے آخر میں یہ تعلیق ذکر کی ہے:

سفیان نے بیان کیا کہ عبید اللہ نے کہا: مجھے (اس حدیث) کی اس نے خبر دی جس نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا۔

اس حدیث کی سند میں ہے: از عبید اللہ بن ابی یزید از نافع بن جبیر بن مطعم' اور یہ عنعنہ ہے اور حدیث معنعن امام بخاری کے نزدیک متصل نہیں ہوتی' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات نہ ہوئی ہو' اس شبہ کے ازالہ کے لیے امام بخاری نے لکھا کہ عبید اللہ نے کہا: مجھے اس حدیث کی اس نے خبر دی ہے جس نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا' لہٰذا راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہے اور یہ حدیث متصل ہے۔

علامہ کرمانی متوفی ٧٨٦ھ نے اس تعلیق کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ چونکہ ایک رکعت وتر پڑھنے میں اختلاف ہے' اس لیے امام بخاری نے یہ حدیث روایت کرنے کے بعد ایک رکعت وتر کو بیان کرنے کا موقع غنیمت جانا' اس لیے یہ تعلیق لائے۔

(شرح الکرمانی ج ١٠ ص ١٦' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ کرمانی کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ وتر کا مبحث نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٥٧٨ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٥٠١٣- ج ٦ ص ٩٧٨ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سوانح لکھی گئی ہے اور اس کے عنوان یہ ہیں: (١) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سوانح (٢) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب (٣) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت۔

٢١٢٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى، عَنْ نَّافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَّمْنَعُهُمْ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ. [اطراف الحدیث: ٢١٣١- ٢١٣٧- ٢١٦٦- ٢١٦٧- ٦٨٥٢] (صحیح مسلم: ١٥٢٧' الرقم المسلسل: ٣٧٤٣' سنن ابوداؤد: ٣٤٩٨' سنن نسائی: ٤٦٠٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں لوگ سواروں سے غلہ خرید لیتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس کسی شخص کو بھیج کر اس غلہ کو وہاں فروخت کرنے سے منع فرمایا جہاں سے انہوں نے غلہ خریدا تھا۔

٢١٢٤ - وَقَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ. [اطراف الحدیث: ٢١٢٦- ٢١٣٣- ٢١٣٦]

اور نافع نے کہا: اور ہمیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص غلہ خریدے تو اس کو اسی جگہ فروخت کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ اس غلہ پر پورا قبضہ کر لے۔

(صحیح مسلم: ١٥٢٦' الرقم المسلسل: ٣٧٣١' سنن ابوداؤد: ٣٤٩٢' سنن نسائی: ٤٦٠٤' سنن ابن ماجہ: ٢١٧١' سنن دارمی: 2559' سنن بیہقی ج ٥ ص ٣١٢' شرح السنۃ: ٢٠٨٧' صحیح ابن حبان: ٤٩٨٦' مسند احمد ج ١ ص ٥٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٩٦- ج ١ ص ٤٥٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مذکورہ حدیثوں کی باب کے عنوان سے مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب

اس باب کا عنوان ہے: بازاروں کے متعلق احادیث' اور ان دونوں حدیثوں میں بازار کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں یہ ذکر ہے کہ لوگ سواروں سے غلہ خرید لیتے تھے' اور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ لوگ سواروں سے غلہ خریدنے کے لیے کسی خاص جگہ پر پہنچ جاتے اور اس جگہ پر بازار کا اطلاق ہو سکتا ہے کیونکہ بازار اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں خرید و فروخت ہوتی ہے' اس

مطابقت میں ہر چند کہ تکلف ہے لیکن امام بخاری کی حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت عموماً تکلف سے ہی ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم ابن المنذر' یہ ابواسحاق حزامی مدنی ہیں اور ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۲) ابوضمرہ' ان کا نام انس بن عیاض ہے (۳) موسیٰ بن عقبہ' یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کی وفات ۱۴۱ھ میں ہوئی تھی (۴) نافع' یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۴)

"رکبان" کا معنی اور حدیث مذکور کا خلاصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "الرکبان" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹوں پر سفر کرنے والوں کی جماعت' یہ لفظ "راکب" کی جمع ہے اور اصل میں اس کا اطلاق اونٹ کے سوار پر ہوتا تھا' پھر اس کا اطلاق ہر سواری کے سوار پر کیا جانے لگا۔

اس حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص سواروں سے غلہ خرید کر اس کو اسی جگہ فروخت کرے' بلکہ وہ اس کو پہلے اپنے ٹھکانے پر لے جائے' پھر اس کو فروخت کرے' اس میں عام لوگوں کا فائدہ ہے اور ان کو ضرر سے بچانا ہے' اس حدیث سے اور اس کے بعد والی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ مبیع پر پورا قبضہ کرنے اور اس کی ناپ تول کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خریدی ہوئی چیز کو قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ کسی چیز کو بھی خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے اور اس کی ناپ تول کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا ممنوع ہے' اور عثمان البتی نے ہر چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ زمین اور غیر منقول اشیاء کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا منع ہے اور زمین کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز ہے اور دوسروں نے تمام ناپ تول والی چیزوں کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر ناپ تول والی چیزیں از قبیل طعام ہوں یعنی غلہ ہوں تو ان کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا منع ہے ورنہ نہیں۔

امام مسلم کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم سواروں سے ناپ تول کے بغیر غلہ اندازہ سے خرید لیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اس غلہ کو اس جگہ سے منتقل کر کے اپنے ٹھکانے پر لائیں' پھر اس کو فروخت کریں۔

(صحیح مسلم: ۱۵۲۷' الرقم المسلسل: ۳۷۴۷)

نیز قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو بغیر ناپ تول کیے فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ ممانعت ہر مبیع کو شامل ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ممانعت ان چیزوں کے ساتھ خاص ہے جو منقول ہوں یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاسکیں' اور زمین کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۵ ص ۱۵۳۔۱۵۲' دارالوفاء)

۵۰ - بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّخَبِ فِي السُّوقِ

بازار میں شور کرنے کی کراہت

۲۱۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ أَجَلْ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْاٰنِ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا﴾ (الاحزاب:۴۵). وَحِرْزًا لِّلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُوْلِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَّقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا. تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ هِلَالٍ. وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ غُلْفٌ كُلُّ شَيْءٍ فِي غِلَافٍ سَيْفٌ أَغْلَفُ وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ وَرَجُلٌ أَغْلَفُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَّخْتُوْنًا. [طرف الحدیث: ۴۸۳۸]

(الادب المفرد:۲۴۶، دلائل النبوۃ للبیہقی ج۱ص۳۷۵، الطبقات الکبریٰ ج۱ص۳۶۰، سنن دارمی:۵، مسند احمد ج۲ص۱۷۴ طبع قدیم، مسند احمد:۶۶۲۲۔ ج۱۱ص۱۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار انہوں نے بیان کیا کہ میری حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی میں نے کہا: مجھے تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بتایئے انہوں نے کہا: اچھا! اللہ کی قسم! تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض وہ صفات مذکور ہیں جو قرآن مجید میں ہیں قرآن مجید میں ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (الاحزاب: ۴۵) اور اَن پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے آپ نہ تو بدمزاج ہیں نہ سنگ دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے ہیں بلکہ معاف کرتے ہیں اور بخش دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اس وقت تک قبض نہیں فرمائے گا حتیٰ کہ آپ کے سبب سے ٹیڑھی ملت کو سیدھا کر دے بایں طور کہ وہ کہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اس ملت سے اللہ اندھی آنکھوں کو کھول دے گا اور بہرے کانوں کو اور ان دلوں کو جن کے اوپر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ فلیح کی متابعت عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے کی ہے از ہلال اور سعید نے کہا از ہلال از عطاء از ابن سلام: ہر چیز میں غلف وہ ہے جو کسی غلاف میں ہو اور جو تلوار میان میں ہو تو اسے کہا جاتا ہے: "سیف اغلف" اسی طرح جو کمان اپنے ظرف میں ہو اس کو "قوس غلفاء" کہا جاتا ہے اور جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کو "رجل اغلف" کہا جاتا ہے۔ (یہ معانی امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیے ہیں۔)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں۔ شور کرنا بہ جائے خود مذموم ہے چہ جائے کہ بازاروں میں شور کیا جائے جہاں پر لوگ جمع ہوتے ہیں بازاروں میں صرف فاجر اور شریر لوگ ہی شور کرتے ہیں اور اگر بازاروں میں شور کرنا مذموم نہ ہوتا تو تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت مذکور نہ ہوتی کہ آپ بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سنان ابوبکر العوقی' ان سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) فلیح بن سلیمان ابو یحییٰ الخزاعی' ان کا نام عبدالملک ہے اور فلیح ان کا لقب ہے اور یہ لقب ان کے نام سے زیادہ معروف ہے (۳) ہلال بن علی الفہری المدنی' ان کو ہلال بن اُبی بھی کہا جاتا ہے (۴) عطاء بن یسار' ابومحمد ہلالی' ہلالی کی از عطاء از عبداللہ بن عمرو صحیح میں صرف یہی روایت ہے (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۶)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الاحزاب: ۴۵ میں مذکور ہے: "شَاهِدًا" یعنی آپ اپنی امت پر گواہ ہیں' ان کی تصدیق کریں گے اور کفار کی تکذیب کریں گے اور اللہ کے نزدیک آپ کا قول اپنی امت کے حق میں اور کفار کے خلاف مقبول ہے۔

"سِرَاجًا مُّنِیرًا" آپ روشنی کرنے والے چراغ ہیں' آپ کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے کفر کے پھیلائے ہوئے اندھیروں کو دور کر دیا اور مؤمنوں کے لیے ہدایت کی راہوں کو روشن کر دیا۔

"حِرزًا"، "حرز" اصل میں کسی مضبوط حفاظت کی جگہ کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد ہے: آپ اُمیین کے دین کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اُمیین سے مراد عرب ہیں جو غیر اہل کتاب ہیں' یہودی غیر اہل کتاب کو اُمیین کہتے تھے کیونکہ ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا۔

میں نے آپ کا نام متوکل رکھا: یعنی آپ رزق کے حصول میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہیں اور تھوڑے رزق پر قناعت کرتے ہیں اور وسعت اور کشادگی کے انتظار میں صبر کرتے ہیں اور محاسنِ اخلاق کے حامل ہیں۔

"فظّ" کا معنی ہے: بداخلاق' بدمزاج۔

"غلیظ" کا معنی ہے: سخت بات کرنے والا جو نرمی کو اختیار نہ کرے۔

"سخاب" بازاروں میں بہت شور کرنے والا' جہاں لوگ خرید و فروخت میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک زمین کی سب سے ناپسندیدہ جگہ بازار ہیں۔ (صحیح مسلم: ۶۷۱)

آپ بُرائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیتے تھے: یعنی اپنی ذات کے معاملہ میں بدلا نہیں لیتے تھے' لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود توڑے تو اس کے ساتھ کوئی نرمی نہیں کرتے تھے۔

"الملة العوجاء" ٹیڑھی ملت' اس سے جاہلیت عرب کے طور طریقے مراد ہیں' انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحیح ملت کو بدل ڈالا تھا' وہ بت پرستی کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اور بدکاری کرتے تھے۔

موجودہ تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ صفات

اس حدیث میں تورات کا ذکر ہے' تورات کے متعلق تفصیل کے ساتھ ہم تبیان القرآن ج ۲ ص ۴۱-۳۸ میں لکھ چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سے ملتی جلتی صفات موجودہ تورات میں بھی موجود ہیں:

۱- دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں' میرا برگزیدہ ہے جس سے میرا دل خوش ہے' میں نے اپنی روح اس پر ڈالی' وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا ○ وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی ○ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو

نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا' وہ راستی سے عدالت کرے گا O وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے' جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے O جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا' جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا' جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے یعنی خداوند یوں فرماتا ہے O میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا' میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا' اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا O کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں' قید خانہ سے چھڑائے O (کتاب مقدس' پرانا عہد نامہ' یسعیاہ' باب: ۴۲' آیت: ۸۔۱' بائبل سوسائٹی' لاہور' ۱۹۹۲ء)

۵۱ - بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي

ناپ تول کرنے والے کی اجرت' فروخت کرنے والے پر ہے اور دینے والے پر ہے

یعنی ناپنے اور تولنے کی اجرت اس پر ہے جو دینے والا ہو خواہ وہ بائع ہو یا قرض ادا کرنے والا ہو۔

امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام مالک اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جن چیزوں کو ناپ کر یا وزن کر کے فروخت کیا جاتا ہے' ان میں ناپنے اور وزن کرنے کی اجرت بائع پر ہے اور قرض ادا کرنے والے پر ہے اور ثمن کو پرکھنے کی (مقرر کردہ قیمت) اجرت خریدار پر ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ O﴾ (المطففین: ۳) يَعْنِيْ كَالُوْا لَهُمْ وَوَزَنُوْا لَهُمْ' كَقَوْلِهٖ ﴿يَسْمَعُوْنَكُمْ﴾ (الشعراء: ۷۲) يَسْمَعُوْنَ لَكُمْ.

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور جب وہ ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں O (المطففین: ۳) یعنی جب وہ لوگوں کے لیے ناپیں اور لوگوں کے لیے وزن کریں' جس طرح فرمایا: وہ تمہیں سنتے ہیں۔ (الشعراء: ۷۲) یعنی تمہارے لیے سنتے ہیں۔

سدی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں ابوجہینہ نام کا ایک شخص تھا' اس کے پاس دو صاع تھے' جب وہ لوگوں سے کوئی چیز خریدتا تو ایک صاع سے ناپتا اور جب لوگوں کو کوئی چیز فروخت کرتا تو دوسرے صاع سے ناپتا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ O الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ O وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ O (المطففین: ۳۔۱)

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہے O وہ لوگ جب دوسروں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں O اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں O

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جس طرح الشعراء: ۷۲ میں "يَسْمَعُوْنَكُمْ" کا معنی ہے: "یسمعون لکم" اسی طرح اس آیت میں "کالوھم" کا معنی ہے: "کالو لھم"۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِكْتَالُوْا حَتّٰى تَسْتَوْفُوْا.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناپ لو اور اپنی قیمت پوری کر لو۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے طارق بن عبداللہ محاربی کی سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اِذَا بِعْتَ فَكِلْ'

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم بیچو تو ناپ لو اور جب تم خریدو تو ناپ لو

إِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ.

اس تعلیق کو امام دار قطنی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

منقذ مولیٰ ابن سراقہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا: جب خریدو تو ناپ لو اور جب تم فروخت کرو تو ناپ لو۔ (سنن دار قطنی: ۲۸۱۷۔ ج ۲ ص ۵۷۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

علامہ کرمانی نے "کَالَ" اور "اِکْتَالَ" کے درمیان فرق بیان کیا ہے اگر کوئی شخص اپنے لیے اور دوسروں کے لیے ناپے تو اس کے لیے "کَالَ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اگر صرف اپنے لیے ناپے تو اس کے لیے "اکتال" استعمال ہوتا ہے۔

(شرح کرمانی ج ۱۰ ص ۱۸)

علامہ عینی نے اس تعلیق کی تفصیل بیان کی ہے:

لیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں بنو قینقاع کے بازار سے کھجوریں خریدتا تھا پھر میں ان کو لے کر بیچنے آتا تھا پھر میں ان کو بتاتا تھا کہ یہ کتنے کیل (پیمائش) کھجوریں ہیں پھر وہ مجھے ان کھجوروں پر اتنا نفع دیتے جس سے میں راضی ہو جاتا اور میں نے جتنے کیل کی ان کو خبر دی تھی (کہ یہ اتنے صاع کھجوریں ہیں) اس کے مطابق مجھ سے وہ کھجوریں لے لیتے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب تم خریدو تو ناپ لو اور جب تم فروخت کرو تو ناپ لو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۱۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا، فَلَا يَبِيْعُهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غلّہ خریدے تو جب تک اس پر پورا قبضہ نہ کر لے اس کو فروخت نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۱۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مُغِيْرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَّعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى غُرَمَائِهِ اَنْ يَّضَعُوْا مِنْ دَيْنِهِ، فَطَلَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوْا، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ اَصْنَافًا، اَلْعَجْوَةَ عَلٰى حِدَةٍ، وَعَذْقَ زَيْدٍ عَلٰى حِدَةٍ، ثُمَّ اَرْسِلْ اِلَيَّ. فَفَعَلْتُ، ثُمَّ اَرْسَلْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَلَسَ عَلٰى اَعْلَاهُ اَوْ فِيْ وَسَطِهِ، ثُمَّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از مغیرہ از شعبی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ (حضرت جابر کے والد) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور ان پر قرض تھا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی کہ آپ میرے قرض خواہوں سے میرے قرض میں کمی کرائیں تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے میرے قرض میں کمی کی طلب کی وہ نہیں مانے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! ہر قسم کی کھجوروں کا الگ الگ ڈھیر لگا دو عجوہ کا الگ ڈھیر بناؤ اور عذق زید کا الگ ڈھیر ہو پھر مجھے اطلاع دو سو میں نے اس طرح کیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا آپ کھجوروں کے سب سے بلند

كِلْ لِلْقَوْمِ، فَكِلْتُهُمْ حَتّٰى اَوْفَيْتُهُمُ الَّذِيْ لَهُمْ وَبَقِيَ تَمْرِيْ كَاَنَّهٗ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ. وَقَالَ فِرَاسٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّاهُ. وَقَالَ هِشَامٌ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُذَّ لَهٗ فَاَوْفِ لَهٗ. [اطراف الحدیث: ۲۳۹۵-۲۳۹۶-۲۴۰۵-۲۶۰۱-۲۷۰۹-۲۷۸۱-۳۵۸۰-۴۰۵۳-۶۲۵۰]

(سنن ابوداؤد: ۲۸۸۴، سنن نسائی: ۳۶۳۸، سنن ابن ماجہ: ۲۴۳۴)

ڈھیر یا متوسط ڈھیر پر بیٹھ گئے پھر آپ نے فرمایا: اب تم قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دیتے رہو پس میں ان کو ناپ ناپ کر دیتا رہا حتیٰ کہ میں نے ان کا پورا قرض ادا کر دیا اور وہ تمام کھجوریں اسی طرح باقی رہیں' گویا کہ ان میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوئی تھیں۔ فراس نے شعبی سے روایت کی کہ مجھے حضرت جابر نے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کی کہ وہ مسلسل قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دیتے رہے حتیٰ کہ ان کا قرض ادا کر دیا اور ہشام نے از وہب از حضرت جابر روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کھجوریں توڑو اور ان کا پورا قرض ادا کر دو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے فرمایا: تم قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دو' اس سے معلوم ہوا کہ ناپنے کی ذمہ داری مال دینے والے پر ہے۔

بیچنے والے اور دینے والے کے ذمہ ناپ اور تول کی ذمہ داری پر دلائل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح معجزہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اب تم ناپ ناپ کر قرض خواہوں کو دیتے رہو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس نے کسی کو کچھ دینا ہو' ناپنے کا کام اس کے ذمہ ہے اور اس کی تائید قرآن مجید میں ہے:

اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ○ (یوسف: ۵۹) کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں○

حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کو غلہ دینے والے تھے اور ناپنے والے بھی وہی تھے' اور بائع ناپ کر دیتا ہے' اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ○ (المطففین: ۳) اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں○

اس آیت میں بھی یہ بتایا ہے کہ بائع ناپتا ہے یا وزن کرتا ہے۔

قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جو شخص کوئی چیز کسی معین مقدار میں فروخت کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہی اس معین مقدار کو ناپ کر یا وزن کر کے ثابت کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح معجزہ ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کی کھجوریں جو یہودیوں کے قرض کے برابر نہیں تھیں' ان کھجوروں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی برکت سے ان کھجوروں سے نہ صرف یہ کہ حضرت جابر کا قرض ادا ہو گیا بلکہ حضرت جابر کے باغ کی کھجوریں اتنی کی اتنی رہیں' ان میں کوئی کمی نہیں آئی۔

۵۲ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ
ناپنے کا استحباب

۲۱۲۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے

الْوَلِيْدُ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ولید نے حدیث بیان کی از ثور از خالد بن معدان از مقدام بن معدی کرب رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 'آپ نے فرمایا: تم اپنے طعام (غلہ) کو ناپ لیا کرو تمہیں برکت دی جائے گی۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

طعام کو گھر میں ناپ کر رکھنے کا حکم اور اس پر دو حدیثوں سے معارضہ اور اس معارضہ کے جوابات

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ترغیب دی ہے کہ گھر کے طعام یا غلہ کو ناپ کر رکھنا چاہیے۔

اس کے معارض درج ذیل دو حدیثیں ہیں:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو میرے گھر میں نصف صاع ''جو'' تھے جو ایک طاق میں رکھے ہوئے تھے' ان کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو کسی جگر والے (جان دار) کی خوراک بن سکتی' سو میں اسی میں سے کھاتی رہی' حتیٰ کہ کافی دن گزر گئے' پھر میں نے ان کو ناپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۹۷)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گن گن کر تھیلی میں نہ رکھا کرو' ورنہ تم کو بھی گن گن کر دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۳)

صحیح البخاری: ۲۱۲۸ میں یہ فرمایا تھا کہ تم اپنے غلہ کو ناپ لیا کرو' تمہیں برکت دی جائے گی اور ان حدیثوں میں یہ ہے کہ ناپنے سے برکت چلی گئی اور گننے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرنے کے لیے ناپنے کے بغیر جو نکالتی تھیں تو ان میں برکت ہوتی تھی' پھر جب انہوں نے ان کو ناپا تو وہ ختم ہو گئے یعنی ان کو علم تھا کہ اس مقدار سے روز خرچ کرنے کے بعد فلاں دن وہ ختم ہو جائیں گے' اور حضرت مقدام کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم طعام خرید کر لاؤ تو اس کو ناپ لیا کرو' اس سے برکت ہو گی اور حضرت عائشہ نے طعام خریدنے کے وقت اس کو نہیں ناپا تھا بلکہ ضرورت کے وقت ناپ ناپ کر خرچ کرتی تھیں' چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل نہیں ہوا تھا' اس لیے اس سے برکت چلی گئی۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جب تم طعام کا ذخیرہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے برکت طلب کرو اور اس برکت کے حصول کا یقین رکھو تو برکت حاصل ہو گی' لیکن جو اس کے بعد طعام کو یہ دیکھنے کے لیے ناپے گا کہ اس کو برکت حاصل ہوئی ہے یا نہیں تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں شک ہو گیا' اس لیے اسے اس طعام کی برکت حاصل نہیں ہو گی۔ اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ناپنے سے برکت اس وقت حاصل ہو گی جب خادم سے بدگمانی نہ کی جائے کیونکہ کبھی خادم ذخیرہ میں سے طعام نکالے گا اور مالک اس پر تہمت لگائے گا کہ تم نے زیادہ طعام نکالا ہے حالانکہ خادم اس تہمت سے بری ہو گا تو مالک کی بدگمانی کی وجہ سے اس طعام سے برکت چلی جائے گی' جب کہ بدگمانی کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صرف طعام کو ناپ کر رکھنے سے برکت حاصل نہیں ہو گی جب تک کہ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر احکام پر بھی عمل نہ کیا جائے' اور حضرت اسماء کی حدیث میں کسی ضرورت مند کو دیتے وقت گننے سے منع فرمایا ہے' کسی چیز کو خریدنے کے بعد گننے سے منع نہیں فرمایا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۱ 'موضحاً' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۵۳ - بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدِّهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع (چار کلو کا پیمانہ) اور مُد (دو کلو کا پیمانہ) کی برکت

فِيهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس عنوان کے ثبوت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری:۱۸۸۹ میں گزر چکی ہے' اس میں یہ جملہ ہے: اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مُد میں برکت دے' اس کی شرح وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۱۲۹ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ، وَدَعَوْتُ لَهَا فِيْ مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم انصاری از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لیے دعا کی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں' اس کے مُد میں اور صاع میں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا کی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری:۱۸۶۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

مدینہ منورہ کو حرم بنانے سے مراد اس کی تعظیم ہے نہ کہ مکہ کی طرح تحریم مراد ہے' اس پر دلائل اور مذاہب فقہاء

علامہ فضل اللہ بن سعید تورپشتی متوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

مکہ کو حرم اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے کام حرام کر دیئے ہیں جو دوسرے شہروں میں حرام نہیں کیے' قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ. (العنکبوت:۶۷)

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا ہے حالانکہ ان کے گردو نواح سے لوگوں کو اغواء کر لیا جاتا ہے۔

پس حرم مکہ میں قتال کرنا' مکہ کے درختوں کو کاٹنا اور اس کے پتوں کو جھاڑنا اور وہاں کے جانوروں کا شکار کرنا اور ان کو بھگانا' یہ سب کام مکہ میں حرام کر دیئے گئے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کیا تھا' یا اس وجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو یہ احکام بیان کیے تھے' یا اس وجہ سے کہ انہوں نے ہی حدودِ حرم کی علامات نصب کی تھیں اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ کو حرم قرار دیا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ مدینہ' مکہ کی طرح حرم ہے اور مکہ میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے' وہ مدینہ میں بھی حرام ہیں بلکہ اس حدیث میں تحریم کا معنی تعظیم ہے یعنی مدینہ بھی اس طرح محترم اور معظم ہے جس طرح مکہ محترم اور معظم ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مدینہ کے درختوں کے پتوں کو جھاڑنا جائز ہے جب کہ مکہ کے درختوں کے پتوں کو جھاڑنا جائز نہیں ہے' حدیث میں ہے:

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ عقیق میں اپنے محل پر گئے' انہوں نے دیکھا کہ ایک غلام درخت کو کاٹ رہا تھا یا اس کے پتے جھاڑ رہا تھا' حضرت سعد نے اس سے وہ پتے چھین لیے' بعد میں اس غلام کے مالکوں نے حضرت سعد سے کہا: وہ پتے واپس کر دیں' تو حضرت سعد نے انکار کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۶۴' الرقم المسلسل: ۳۲۱۰)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر مدینہ کے درختوں کے پتوں کو جھاڑنا' حرام ہوتا تو اس غلام کے مالکان حضرت سعد سے اس درخت کے پتے واپس نہ مانگتے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مکہ کے پرندوں کو قید کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی نے مدینہ میں نُغیر نام کا ایک پرندہ اپنے پاس رکھا ہوا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ مل جل کر رہتے تھے حتیٰ کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے تھے: اے ابوعمیر! نُغیر (پرندہ) کو کیا ہوا۔ (صحیح البخاری: ۶۱۲۹)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ مدینہ میں وہ کام حرام نہیں ہیں جو مکہ میں حرام ہیں اور اس حدیث میں مدینہ کی تحریم سے مراد مدینہ کی تعظیم ہے۔ (کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۶۴۷-۶۴۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۲ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (مرقات ج ۴ ص ۶۱۵' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ کی تحریم میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ یہاں حرمت کا معنی صرف تعظیم اور تکریم ہے اور اس میں مکہ کی تحریم کے دیگر احکام مراد نہیں ہیں جیسے شکار کرنے اور درخت کاٹنے کا حرام ہونا' اور جو شخص یہ کام کرے اس پر تاوان کا لازم ہونا' اور مدینہ منورہ میں کسی نے یہ کام کیے تو اس پر تاوان لازم نہیں ہے' امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے' اور امام احمد کی بھی ایک یہی روایت ہے' اسی طرح امام شافعی کا بھی مشہور قول یہی ہے۔ بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص مدینہ میں درخت کاٹے' اس سے وہ چھین لیا جائے جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۴۱۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

۲۱۳۰ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ، عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیْ مِكْیَالِھِمْ وَبَارِكْ لَھُمْ فِیْ صَاعِھِمْ وَمُدِّھِمْ. یَعْنِیْ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! (اہل مدینہ کے) ناپنے کے آلات میں برکت دے' ان کے صاع اور مُد میں برکت دے' یعنی اہل مدینہ کے۔

[اطراف الحدیث: ۶۷۱۴-۷۳۳۱] (صحیح مسلم: ۱۳۶۸' الرقم المسلسل: ۳۲۱۵)

دین اور دنیا میں برکت کا معنی

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے برکت کی دعا کی ہے' برکت کا معنی ہے: کسی چیز کا بڑھنا اور زیادہ ہونا' اور کبھی اس کا معنی ثبات اور دوام بھی ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ اے اللہ تعالیٰ! ان کے دین میں برکت دے' یعنی ان کے مال کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق متعلق ہیں' زکوٰۃ' صدقہ' قربانی اور کفارات کو اللہ تعالیٰ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ ایمان پر قائم رہیں اور اسلام کے احکام پر عمل کرتے رہیں یا اس دعا کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تجارت اور اس کے نفع میں اضافہ

فرمائے اوران کی زرعی پیداوار کو بڑھائے۔

٥٤ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ

طعام (غلّہ) کی بیع اور ذخیرہ اندوزی کے متعلق احادیث

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غلّہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کی بیع کا کیا حکم ہے اور ذخیرہ اندوزی کا کیا حکم ہے؟

اس عنوان میں ''حُكْرة'' کا ذکر ہے''حكرة'' کا معنی ہے: ذخیرہ اندوزی یعنی دام بڑھ جانے اور مہنگا ہونے کے انتظار میں غلّہ کو روک کر رکھنا اور فروخت نہ کرنا۔ یہاں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں تو صرف یہ ذکر ہے کہ جو لوگ اندازے سے غلّہ خریدتے تھے ان کو وہ غلّہ اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا جاتا تھا جب تک کہ وہ غلّہ کو اپنے گھر منتقل نہ کر دیں اور اس میں ذخیرہ اندوزی کا ذکر نہیں ہے' پھر امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں ''حكرة'' یعنی ذخیرہ اندوزی کا کیوں ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ذخیرہ اندوزی کا شرعی معنی مراد نہیں ہے' بلکہ اس کا لغوی معنی مراد ہے یعنی غلّہ کو گھر میں رکھنا اور مطلقاً غلّہ کو گھر میں رکھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت منع ہے جب لوگوں کو غلّہ کی ضرورت ہو اور وہ بازار میں نہ مل رہا ہو اور بائع زیادہ نفع حاصل کرنے کی توقع میں اس غلّہ کو مارکیٹ اور بازار میں نہ لائے۔ ذخیرہ اندوزی کی مذمت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

ذخیرہ اندوزی کی مذمت میں احادیث

معمر بن ابی معمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ خطاء کار ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۰۵' سنن ابوداؤد: ۳۴۴۷' سنن ترمذی: ۱۲۶۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے چالیس راتوں تک غلّہ کا ذخیرہ کیا وہ اللہ سے بَری ہوگیا اور اللہ اس سے بَری ہوگیا اور جن گھر والوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان میں کوئی شخص بھوکا تھا' ان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذمہ بَری ہوگیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۳' المستدرک ج ۲ ص ۱۲' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۴۶' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۰۰' اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوبشر املوکی ہے' اس کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے' وہ ملعون ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۳' المستدرک ج ۲ ص ۱۱' الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۲۳۲' اس کی سند بھی ضعیف ہے)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ذخیرہ اندوزی کرنے والا ہو وہ کیسا بُرا ہے' اگر اللہ تعالیٰ قیمتیں سستی کر دے تو وہ غمگین ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ قیمتیں مہنگی کر دے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

(شعب الایمان: ۱۱۲۱۵' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۵۳۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ذخیرہ اندوزی کی اور اس کا یہ ارادہ ہو کہ مسلمانوں پر چیزیں مہنگی ہو جائیں' پس وہ گناہ گار ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بَری ہوگیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۱۲)

۲۱۳۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُونَ عَلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ولید بن مسلم نے خبر دی از اوزاعی از زہری از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اندازہ سے غلّہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعُوْهُ حَتّٰى يُؤْوُوْهُ اِلٰى رِحَالِهِمْ.

خریدتے تھے ان کو اس غلہ کے فروخت کرنے پر مار لگائی جاتی تھی حتیٰ کہ وہ اس غلہ کو اپنے گھروں میں پہنچا ئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۳۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّبِيْعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهٗ. قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ' وَالطَّعَامُ مُرْجًا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿مُرْجَوْنَ﴾ (التوبہ:۱۰۶) اَیْ مُؤَخَّرُوْنَ.

[طرف الحدیث:۲۱۳۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص غلہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرے' میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ تو روپوں کے عوض روپوں کی بیع ہوئی' جب کہ غلہ تو اپنی میعاد پر ہی دیا جائے گا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: ''مرجون'' (التوبہ:۱۰۶) کا معنی ہے: ان کو غلہ تاخیر سے دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم:۱۵۲۵' الرقم المسلسل:۳۷۷۲' سنن ابوداؤد:۳۴۹۷' سنن ترمذی:۱۲۹۱' سنن نسائی:۴۶۰۷' سنن ابن ماجہ:۲۲۲۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۶ ص ۳۶۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱۲۔۳۱۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد:۳۳۴۶۔ ج ۵ ص ۳۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں غلہ کی بیع کا ذکر ہے۔

حدیث میں مذکور بیع کی ممانعت کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی انسان سے ایک درہم کے عوض مدتِ معینہ کے ادھار پر غلہ خریدے' پھر اس غلہ پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلہ کسی اور شخص کو دو درہم کے عوض فروخت کر دے تو گویا کہ اس نے اپنے ایک درہم کو دو درہموں کے عوض فروخت کر دیا اور غلہ تو اپنی میعاد پر ملے گا' سو اس بیع میں ایک درہم کو دو درہموں کے عوض فروخت کرنا ہے اور یہ ربا الفضل ہے اور اس میں غائب کی بیع حاضر کے عوض ہے اور یہ ربا النسیہ ہے' لہٰذا اس میں دو وجہوں سے سود ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۷۷۹۔ ج ۴ ص ۱۵۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں بیع قبل القبض میں مذاہب بیان کیے گئے ہیں۔

۲۱۳۳ - حَدَّثَنِیْ اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيْعُهٗ حَتّٰى يَقْبِضَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلہ خریدا' وہ اس کو اس وقت تک نہ

فروخت کرے حتیٰ کہ اس پر قبضہ کر لے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۳۴ - حَدَّثَنَا عَلِیٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ يُحَدِّثُهُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ اَنَّهُ قَالَ مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ اَنَا حَتّٰى يَجِیْءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ . قَالَ سُفْيَانُ هُوَ الَّذِیْ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةٌ، فَقَالَ اَخْبَرَنِیْ مَالِكُ بْنُ اَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ بِالْوَرَقِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

[اطراف الحدیث: ۲۱۷۰-۲۱۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ عمرو بن دینار نے ان کو حدیث بیان کی از زہری از مالک بن اوس، انہوں نے پوچھا: آپ لوگوں میں سے بیع صرف کا (کرنسی کے لین دین یا سونے چاندی کے لین دین کا) کاروبار کون کرتا ہے؟ طلحہ نے کہا: میں یہ بیع کرتا ہوں، لیکن میں یہ بیع اس وقت کر سکوں گا جب ہمارا خازن مقامِ غابہ سے آ جائے گا، سفیان نے کہا: ہم نے زہری سے یہ حدیث اسی طرح سنی تھی، اس میں کوئی زیادتی نہیں تھی، پھر انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے سنا وہ خبر دیتے تھے از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: سونے کی سونے کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو اور گندم کی گندم کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو اور کھجور کی کھجور کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو اور جَو کی جَو کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۵۸۶، الرقم المسلسل: ۳۹۵۰، سنن ابوداؤد: ۳۳۴۸، سنن ترمذی: ۱۲۴۳، سنن نسائی: ۴۵۵۹، سنن ابن ماجہ: ۲۲۶۰-۲۲۵۳، مسند ابویعلیٰ: ۱۴۹، المنتقی: ۶۵۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸۳، سنن دارمی: ۲۵۷۸، صحیح ابن حبان: ۵۰۱۹، المعجم الاوسط: ۷۷۰۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۲-ج ۱ ص ۳۰۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی قبضہ سے پہلے بیع کی ممانعت ہے۔

حرمت سود کی علّت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جن چار چیزوں کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے، ان میں سود حرام ہے اور ان میں دو چیزوں کا اور اضافہ کیا گیا ہے اور وہ چاندی اور نمک ہیں، پس ان چھ چیزوں میں اضافہ اور ادھار کے ساتھ بیع کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور ان کے ماسوا میں اختلاف ہے، اہل ظاہر (غیر مقلدین)، مسروق، طاؤس، شعبی، قتادہ اور عثمان بتی کا مذہب یہ ہے کہ صرف ان ہی چھ چیزوں میں سود ہے اور باقی علماء نے یہ کہا ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ باقی جن چیزوں میں بھی ان کا مشترک وصف پایا جائے، ان میں بھی سود ہے۔

رہا سونا اور چاندی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان میں سود کی علت دونوں کا ایک جنس ہونا ہے، یعنی دونوں سونا یا چاندی ہوں اور ان کا وزن کے ساتھ فروخت ہونا ہے، پھر ہر وہ چیز جو وزن کے ساتھ فروخت ہوتی ہو، اس کو حکم میں ان کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے، اور

امام شافعی کے نزدیک ان میں علت ان کا ثمن ہوتا ہے' سو وہ دو چیزیں جو ثمن ہوں اور ان کی جنس ایک ہو' ان کو اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا سود ہے اور باقی چار چیزوں (گندم' جَو' کھجور اور نمک) میں سود کی علت میں اختلاف ہے اور اس میں دس مذاہب ہیں:

(۱) اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں سود نہیں ہے اور ان کو اضافہ اور تاخیر کے ساتھ بیچنا جائز ہے' یعنی (مثلاً) ایک کلو دال کو دو کلو دال کے عوض نقد اور ادھار ہر طرح فروخت کرنا جائز ہے۔

(۲) ابو بکر اصم کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت کسی چیز کا نفع آور ہونا ہے' سو جو دو چیزیں نفع آور ہوں' ان کو اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے۔

(۳) ابن سیرین اور ابو بکر اودی شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت اتحاد جنس ہے' پس ہر چیز کو اس کی جنس کے عوض اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے' مثلاً ایک کپڑا دو کپڑوں کے عوض اور ایک بکری دو بکریوں کے عوض۔

(۴) الحسن بن الحسن کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت اتحاد جنس سے میں منفعت ہے' مثلاً ایک دینار کے ایک کپڑے کو ان دو کپڑوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے' جن کی قیمت بھی ایک دینار ہو' اور ایک دینار کے ایک کپڑے کو اس ایک کپڑے کے عوض فروخت کرنا حرام ہے جس کی قیمت دو دینار ہو۔

(۵) سعید بن جبیر کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت اتحاد جنس میں تفاوت منفعت ہے' پس گندم کو جَو کے عوض اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے کیونکہ ان کے منافع متفرق ہیں' اسی طرح لوبیا کو چنے کے عوض۔

(۶) ربیعہ بن عبد الرحمان کا مذہب یہ ہے کہ جن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے' ان میں دو چیزیں ایک جنس کی ہوں خواہ وہ مویشی ہوں یا زرعی پیداوار ہو۔

(۷) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ چیزیں خوراک ہوں اور ان کا ذخیرہ کیا جاتا ہو' پس جو چیزیں خوراک نہ ہوں' جیسے پھل' یا وہ خوراک تو ہوں لیکن ان کو ذخیرہ نہ کیا جاتا ہو جیسے گوشت' تو ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(۸) امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ سود کی حرمت کی علت پیمائش (یعنی پیمانہ سے ناپ کر بیع) اور اتحاد جنس ہے یا دو چیزوں کو وزن کے ساتھ فروخت کیا جائے اور ان دونوں کی جنس ایک ہو' ان میں اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے' اور جن چیزوں کو وزن کر کے یا ناپ کر فروخت نہیں کیا جاتا بلکہ عدداً فروخت کیا جاتا ہے جیسے انڈے اور قلم وغیرہ' ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(۹) سعید بن مسیب کا مذہب اور یہی امام شافعی کا قول قدیم ہے کہ جو چیزیں کھانے اور پینے کی ہوں اور وہ ناپ اور تول کے ساتھ بکتی ہوں' ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے اور جو چیزیں کھانے پینے کی نہ ہوں یا کھانے پینے کی ہوں لیکن ناپ اور تول کے ساتھ نہ بکتی ہوں بلکہ عدداً فروخت ہوں' ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(۱۰) امام شافعی کا قول جدید اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ حرمت سود کی علت صرف یہ ہے کہ وہ چیزیں کھانے کی ہوں خواہ ان کو ناپ اور تول کے ساتھ فروخت کیا جائے یا عدداً فروخت کیا جائے اور کھانے کی چیزوں کے علاوہ سونے اور چاندی کی بیع میں اضافہ اور ادھار حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۰۔۳۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✽ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۳۹۴ ... میں مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں سود پر مفصل بحث کی گئی ہے' اس کی

شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) ربٰو کا لغوی معنی (۲) ربٰو کا اصطلاحی معنی (۳) بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل (۴) مجوزین سود کے دلائل کے جوابات (۵) افراطِ زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا ایک حل (۶) بینک نوٹ کی تحقیق (۷) نوٹ میں مذاہب اربعہ (۸) نوٹ میں علماء مصر کا نظریہ (۹) نوٹ کا لغوی اور عرفی معنی (۱۰) نوٹوں کی فقہی حیثیت (۱۱) دنیا کے کرنسی نظام میں انقلابات اور تبدیلیاں (۱۲) نوٹ کے متعلق مصنف کا مؤقف (۱۳) نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ (۱۴) ملکی کرنسی کے نوٹوں کا آپس میں تبادلہ (۱۵) نوٹ کی نوٹ کے بدلہ میں کمی و زیادتی کے ساتھ بیع (۱۶) مختلف ممالک کے کرنسی نوٹوں کا آپس میں تبادلہ (۱۷) بغیر قبضہ کے کرنسی کا تبادلہ (۱۸) نوٹ کی نوٹ کے عوض کمی اور بیشی کے ساتھ جواز بیع کے اہم دلائل کا جائزہ (۱۹) بیع عینہ کے جزئیہ سے سود کو جائز کرنے کا ایک حیلہ (۲۰) بیع عینہ کی تحقیق (۲۱) عینہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲۲) بیع عینہ کی حرمت میں احادیث' آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین (۲۳) بیع عینہ میں فقہاء شافعیہ کا مؤقف (۲۴) بیع عینہ میں فقہاء حنبلیہ کا مؤقف (۲۵) بیع عینہ میں فقہاء مالکیہ کا مؤقف (۲۶) بیع عینہ میں فقہاء احناف کا مؤقف (۲۷) دارالحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ (۲۸) دارالحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ (۲۹) دارالحرب میں جواز ربٰو والی حدیث کی فنی حیثیت (۳۰) دارالحرب میں ربٰو کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ (۳۱) مکحول کی روایت کا محمل (۳۲) دارالحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت (۳۳) کیا سود اور دیگر عقودِ فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟ (۳۴) حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت (۳۵) دارالحرب' دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات (۳۶) ربٰو الفضل کی علت حرمت میں مذاہب ائمہ (۳۷) ربٰو الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ (۳۸) ربٰو الفضل کی حرمت کا سبب (۳۹) نفع اور سود میں فرق (۴۰) سونے اور چاندی کی بیع میں عقد کے وقت قبضہ کرنے میں مذاہب (۴۱) کرنسی نوٹوں کی نوٹوں سے بیع میں اُدھار کا حکم (۴۲) سونے اور چاندی کی مصنوعات کی بیع میں ادھار کا حکم (۴۳) بالخصوص سونے اور چاندی کی بیع میں مجلس کے اندر قبضہ کی شرط کیوں ہے؟ (۴۴) بیع صرف میں حضرت امیر معاویہ کا نظریہ (۴۵) سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو مفرد سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب (۴۶) سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو مفرد سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے میں فقہاء احناف کا مؤقف (۴۷) فقہاء احناف کے دلائل (۴۸) سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو زیادہ سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے کے بارے میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین (۴۹) حضرت ابن عباس کا ربٰو الفضل کے جواز سے رجوع (۵۰) حضرت اسامہ کی روایت ''سود صرف ادھار میں ہے'' کی وضاحت (۵۱) اجناس مختلفہ میں اتحاد قدر کے باوجود ادھار بیع کیوں جائز ہے؟

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۴۰۹-۴۲۶ پر محیط ہے اور شاید قارئین کو سود کے اہم مباحث پر اتنی مفصل بحث کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

۵۵ - بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ' وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

قبضہ کرنے سے پہلے غلّہ کو فروخت کرنے اور جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو' اس کو فروخت کرنے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اسی طرح جو چیز انسان کے پاس موجود نہ ہو' اس کو بھی فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' پس میں نے پوچھا: میرے پاس ایک شخص آ کر مجھ سے ایسی چیز کی بیع کا سوال کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے' آیا میں بازار سے وہ چیز خرید کر اس کو

فروخت کردوں؟ آپ نے فرمایا: اس چیز کو فروخت نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۶' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳' سنن نسائی: ۴۶۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۲)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس سے منع فرمایا کہ میں اس چیز کو فروخت کروں جو میرے پاس نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرض اور بیع جائز نہیں ہے' اور نہ بیع میں دو شرطیں لگانا جائز ہے اور اس چیز کا نفع جائز نہیں ہے جس کی ضمانت نہ ہو اور نہ اس چیز کو فروخت کرنا جائز ہے جو تمہارے پاس نہ ہو۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۸' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۴' سنن نسائی: ۴۶۴۲' سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۴)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

اسحاق بن منصور نے کہا: میں نے امام احمد سے پوچھا: قرض اور بیع کی ممانعت کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک شخص کسی کو معین رقم قرض دے' پھر اس کو کوئی چیز قرض کی مقدار سے زیادہ قیمت پر فروخت کردے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس کو کوئی چیز قرض دے' پھر کہے: اگر تم یہ چیز نہ دے سکو تو پھر اس کی تم سے بیع ہے۔

اسحاق بن منصور نے امام احمد سے پوچھا: جس بیع کی ضمان نہ ہو' اس کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: یہ صرف اس غلہ کی بیع ہے جس پر قبضہ نہ ہوا اور یہ ہر وہ چیز ہے جس کی ناپ اور تول سے بیع کی جائے۔

امام احمد نے کہا: دو شرطوں کے ساتھ بیع کا یہ معنی ہے کہ جب کوئی شخص کہے: میں تم کو یہ کپڑا اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اس کی سلائی اور دھلائی میرے ذمہ ہے تو یہ بیع میں دو شرطیں ہیں' اور اگر وہ یہ کہے کہ میں تمہیں یہ کپڑا فروخت کرتا ہوں اور اس کی سلائی میرے ذمہ ہے یا کہے کہ میں یہ کپڑا تم کو فروخت کرتا ہوں اور اس کی دھلائی میرے ذمہ ہے تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ اس میں صرف ایک شرط ہے۔

نیز امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ آدمی اس چیز کو فروخت کرے جو اس کے پاس نہ ہو۔

(سنن ترمذی ص ۲۷۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۲۱۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الَّذِيْ حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ طَاوٗسًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَمَّا الَّذِيْ نَهٰى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ اَنْ يُّبَاعَ حَتّٰى يُقْبَضَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّلَا اَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس کو عمرو بن دینار سے محفوظ رکھا ہے' انہوں نے طاؤس سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رہی وہ بیع جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' وہ یہ ہے کہ اس غلہ کو فروخت کیا جائے جس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو' حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں گمان کرتا ہوں کہ ہر چیز اس کی مثل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۳۴ کے تحت گزر چکی ہے۔

۲۱۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

مَالِكٌ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيْعُهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ. زَادَ اِسْمَاعِيْلُ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيْعُهُ حَتّٰى يَقْبِضَهُ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے غلّہ خریدا وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ وہ اس کو پورا پورا ناپ لے۔ اسماعیل نے یہ اضافہ کیا کہ جس آدمی نے غلّہ خریدا' وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ وہ اس کے اوپر قبضہ کر لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۵۶ - بَابُ مَنْ رَّاٰى اِذَا اشْتَرٰى طَعَامًا جِزَافًا اَنْ لَّا يَبِيْعَهُ حَتّٰى يُؤْوِيَهُ اِلٰى رَحْلِهٖ' وَالْاَدَبِ فِيْ ذٰلِكَ

جو شخص غلّہ کا ڈھیر خریدے وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ اس کو اپنے ٹھکانے پر لائے اور ایسا نہ کرنے والے کی سزا

۲۱۳۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُّوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّاسَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَاعُوْنَ جِزَافًا' يَعْنِي الطَّعَامَ' يُضْرَبُوْنَ اَنْ يَّبِيْعُوْهُ فِيْ مَكَانِهِمْ' حَتّٰى يُؤْوُوْهُ اِلٰى رِحَالِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگوں کو اس پر مارا جاتا تھا کہ وہ غلّہ کا ڈھیر اندازے سے خرید کر اپنے ٹھکانے پر پہنچانے سے پہلے اس کو فروخت کر دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

بیع قبل القبض اور اسٹاک ایکسچینج کا معاملہ

مذکور الصدر احادیث میں بیع قبل القبض کو بہت سختی سے منع کیا گیا ہے' اس بناء پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اسٹاک ایکسچینج میں جو شیئرز (حصص) کی خرید و فروخت کا' کاروبار ہوتا ہے وہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں بھی حصص پر قبضہ کرنے سے پہلے ان کو دوسری پارٹی کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا ہے اور دوسری پارٹی بھی قبضہ سے پہلے ان کو تیسری پارٹی کے ہاتھ فروخت کر دیتی ہے' اور چونکہ اسٹاک ایکسچینج میں حصص کا یہ کاروبار حصص پر قبضہ سے پہلے کیا جاتا ہے' اس لیے ہم حصص کے کاروبار کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں:

دراصل اسٹاک ایکسچینج میں دو قسم کے کاروبار ہوتے ہیں' ایک قانونی کاروبار ہوتا ہے جس کو کاروبار عامہ کہتے ہیں اور دوسرا غیر قانونی کاروبار ہوتا ہے جس کو مستقبل کی تجارت یا کاروبار کہتے ہیں' اس میں حصص کی قیمت مصنوعی طور پر بہت بڑھا دی جاتی ہے' اس کو عرف عام میں سٹہ کہتے ہیں لیکن درحقیقت یہ نجش [1] ہے۔ اب ہم ان دونوں کاروباروں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

[1] نجش کا معنی ہے: کسی چیز کی بہت بڑھا چڑھا کر مصنوعی تعریف کی جائے اور اس کی اصل قیمت سے زیادہ قیمت بتائی جائے تاکہ خریدار اس کی طرف

کراچی اسٹاک ایکسچینج میں کاروبارِ عامہ کا طریقہ

حصص اور دیگر تمسکات کی لین دین کے تمام معاملات اسٹاک ایکسچینج کے مستقل ممبران (جو وہاں کاروبار کرنے کے مجاز ہیں) کے ذریعہ عمل میں آتے ہیں اگر کوئی اور فرد یا ادارہ حصص کی خرید وفروخت کرنا چاہے تو وہ ان ممبران کے توسط سے کرے گا اور وہ فرد یا ادارہ ان ممبران کا مؤکل (Client) کہلائے گا اور وہ ممبر اسے ایک UIN منفرد شناختی نمبر (Unique Identification Number) فراہم کرے گا جو ایک کوڈ ہوگا' جس کا علم صرف اس ممبر اور اس فرد یا ادارے کو ہوگا' اگر وہ فرد یا ادارہ حصص کا لین دین کرنا چاہے تو وہ اپنے اس ممبر کو جس کے پاس اس کا کوڈ ہے' اپنا کوڈ نمبر بتائے گا' ممبر اس کے کوڈ سے اس کے اکاؤنٹ میں اس کی مرضی کے مطابق کمپیوٹر میں حصص کی خرید وفروخت کا اندراج کرے گا جس کے تحت اگر وہ حصص کو خریدنا چاہے تو کمپیوٹر میں ان حصص کا اندراج کر دیا جائے گا اور اگر وہ ان حصص کو فروخت کرنا چاہے تو کمپیوٹر میں اس کے اکاؤنٹ نمبر سے ان حصص کو اس شخص کے اکاؤنٹ نمبر میں منتقل کر دیا جائے گا جو ان حصص کو خریدے گا' اور کمپیوٹر میں یہ اندراج ان حصص پر مادی قبضہ کے حکم میں ہے' لہٰذا اس خرید وفروخت پر بیع قبل القبض کا اعتراض نہیں ہوگا اور یہ خرید وفروخت قانون کے مطابق ہے' اس لیے ناجائز نہیں ہے۔

کراچی آٹومیٹڈ ٹریڈنگ سسٹم (K.A.T.S) کے قوانین مجریہ کراچی اسٹاک ایکسچینج بابت ۹ فروری ۲۰۰۷ء کے تحت حصص کی خرید وفروخت کے تمام معاملات کمپیوٹرائزڈ (Computerized) سسٹم کے تحت عمل میں آتے ہیں اور ان کے مادی قبضہ کا اب رواج نہیں رہا۔

جب کوئی کمپنی پہلی مرتبہ اپنے حصص فروخت کرتی ہے' اس وقت وہ اپنے خریدار کو وہ حصص پیش کرتی ہے اور خریدار ان حصص پر مادی قبضہ کرتا ہے' اس کے بعد ان حصص کی تمام لین دین (K.A.T.S) کمپیوٹرائزڈ سسٹم کے تحت عمل میں آتی ہے اور اگر کوئی شخص یا ادارہ ان حصص پر مادی قبضہ کرنا چاہے تو اسے اضافی طور پر کمپنی کو درخواست کرنی پڑتی ہے جس کے بعد اس کو مادی طور پر حصص فراہم کر دیئے جاتے ہیں لیکن خرید وفروخت کا عمل پھر بھی کمپیوٹر سسٹم (K.A.T.S) کے ذریعہ ہی عمل میں آتا ہے۔

مستقبل کے اعتبار سے حصص کی خرید وفروخت

اوپر جو ہم نے حصص کی خرید وفروخت کا ذکر کیا ہے' یہ حصص کی قانونی اور جائز خرید وفروخت ہے لیکن یہاں حصص کی غیر قانونی خرید وفروخت بھی ہوتی ہے اور وہ مستقبل کے اعتبار سے حصص کی خرید وفروخت ہے' مثلاً ایک پارٹی یہ دیکھتی ہے کہ مثلاً شیل پاکستان کے حصص دھڑا دھڑ بک رہے ہیں اور آج اس کا ایک حصہ سو روپے کا بک رہا ہے اور وہ پارٹی یہ اندازہ لگاتی ہے کہ چھ ماہ بعد اس کا حصہ دو سو روپے کا بکے گا' وہ دوسری پارٹی کو فون کرتی ہے کہ میرے پاس اس کمپنی کے ایک ہزار حصص ہیں' چھ ماہ بعد اس کے حصہ کی قیمت دو سو پچاس روپے ہو جائے گی' میں تم کو اب وہ حصص ایک سو پچاس فی حصہ کے حساب سے فروخت کر دیتا ہوں' دوسری پارٹی اس کو ٹیلی فون پر ڈن (Done) کر دیتی ہے اور ایک سو پچاس کے حساب سے پہلی پارٹی سے ایک ہزار حصص خرید لیتی ہے' پھر یہ دوسری پارٹی سوچتی ہے کہ میں کا ہے کو چھ ماہ تک انتظار کروں' وہ تیسری پارٹی کو ٹیلی فون کرتی ہے اور ایک سو ساٹھ فی حصہ کے حساب سے اپنے حصص فروخت کر دیتی ہے' پھر وہ تیسری پارٹی چوتھی پارٹی کو اور وہ پانچویں پارٹی کو فون پر اپنے حصص کی فروخت کر دیتی ہے' یوں ان حصص کی بیع در بیع ہوتی رہتی ہے اور کسی کے پاس نہ مادی طور پر حصص ہوتے ہیں نہ کمپیوٹر میں ان حصص کا اندراج ہوتا ہے اور یہ حصص کی غیر قانونی خرید وفروخت ہے اور ناجائز ہے کیونکہ حصص یا مبیع پر مادی قبضہ ہوتا ہے نہ حکماً قبضہ ہوتا ہے اور یہ واضح طور پر بیع قبل القبض ہے' اس لیے یہ خرید وفروخت شرعاً ناجائز ہے۔ شیخ تقی عثمانی نے انعام الباری ج ۶ ص ۲۵۴-۲۵۱ میں طویل لا طائل

بحث کے بعد مطلقاً حصص کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا ہے اور حصص پر مادی قبضہ اور حکمی قبضہ کا فرق اور حصص کی قانونی خرید وفروخت اور غیر قانونی خرید وفروخت کا فرق ملحوظ نہیں رکھا۔

مستقبل میں حصص کی خریداری اور حقیقی سٹہ کا فرق

حصص میں جو تخمینہ اور اندازہ کی بناء پر تجارت ہوتی ہے اس میں مصنوعی طور پر حصص کی قیمت بڑھادی جاتی ہے' فرض کرلیا جاتا ہے کہ مثلاً شیل پاکستان کا چھ ماہ بعد فی حصہ دوسو روپے کا ہو جائے گا' اس کو عرف عام میں سٹہ کہا جاتا ہے' شیخ تقی عثمانی نے بھی اس کو سٹہ ہی لکھا ہے لیکن درحقیقت یہ سٹہ نہیں ہے' نجش ہے کیونکہ اس میں مصنوعی طور پر کسی چیز کی زیادہ قیمت لگا کر خریدار کو اس کے خریدنے پر راغب کیا جاتا ہے اور یہی نجش ہے' سٹہ حقیقت میں اس طرح نہیں ہوتا' اس میں ایک چیز ہونے اور نہ ہونے کے درمیان دائر ہوتی ہے اور یہ غرر[1] ہے' مثلاً انڈیا اور پاکستان کا میچ ہو رہا ہے' ایک پارٹی کہتی ہے: اگر پاکستان جیت گیا تو میں تم کو ایک روپے کے عوض پانچ روپے دوں گا' اب پتا نہیں پاکستان جیتے گا یا ہارے گا' اگر پاکستان جیت گیا تو جن لوگوں نے پاکستان کی جیت پر لاکھوں روپے لگائے' ان کو اپنی رقم پانچ گنی زیادہ مل جائے گی اور اگر پاکستان کی جیت پر کسی نے ایک لاکھ روپے لگائے تھے تو اس کو سٹہ باز پانچ لاکھ روپے ادا کرے گا اور اگر پاکستان ہار گیا تو ان کا وہ ایک لاکھ روپیہ بھی ڈوب جائے گا اور سٹہ باز کو فائدہ ہوگا۔

حصص کی غیر قانونی فروخت میں اس طرح نہیں ہوتا' اس میں کوئی شرط نہیں لگائی جاتی' لوگ مثلاً شیل پاکستان کے حصص ایک پارٹی سے 150 یا 160 فی حصہ کے حساب سے اس توقع پر خرید لیتے ہیں کہ چھ ماہ بعد ان کی قیمت 200 روپے فی حصہ ہو جائے گی' اگر بالفرض اس کے حصص کی قیمت توقع کے مطابق بڑھ گئی تو ان کو اس بیع میں فائدہ ہوگا اور اگر اس اندازہ سے ان کی قیمت کم بڑھی یا نہیں بڑھی تو ان کو نقصان ہوگا' اس اعتبار سے اس کو عرف میں سٹہ کہا جاتا ہے' لیکن درحقیقت یہ سٹہ نہیں ہے کیونکہ اس میں غرر نہیں ہے' اس میں ایسی کوئی شرط نہیں ہوتی کہ اگر ایسا ہو گیا تو اس طرح ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو اس طرح نہیں ہوگا' جیسا کہ کرکٹ میچ میں ہار یا جیت پر شرط لگا کر سٹہ کھیلا جاتا ہے۔

شیئرز کی خرید وفروخت کی شرعی حیثیت اور بلاواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں اور بالواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں کے درمیان فرق

شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ جو کمپنی اپنے شیئرز فروخت کرتی ہے' اگر اس کا کاروبار جائز ہے تو اس کے شیئرز خریدنا جائز ہیں جیسے حیسکو پاور پلانٹ' سوئی سورن گیس کمپنی آف پاکستان' شیل پاکستان' پی۔آئی۔اے' اور آئل اینڈ گیس ڈیولپمنٹ کارپوریشن وغیرہ' جب کہ جن کمپنیوں کے کاروبار ناجائز ہیں جیسے بینک وغیرہ جو خالص سود کا کاروبار کرتے ہیں' ان کے شیئرز خریدنا ناجائز اور حرام ہیں۔

باقی رہیں وہ کمپنیاں جو بینک سے سود پر قرض لے کر کاروبار کرتی ہیں' ان کے شیئرز خریدنا صراحۃً حرام نہیں ہیں' ان کا حکم بینک کے حصص خریدنے کی طرح نہیں ہے' کیونکہ وہ بلاواسطہ سودی کاروبار میں ملوث نہیں ہیں' لہٰذا بلاواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں اور بالواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں کے درمیان فرق کرنا ہوگا' اوّل الذکر کے شیئرز خریدنا حرام یا مکروہ تحریمی ہوگا اور ثانی الذکر کے

[1] غرر کا معنی ہے: جو چیز ہونے اور نہ ہونے کے درمیان دائر ہو جیسے کوئی شخص کہے: اس اونٹنی کے پیٹ میں جو اونٹنی ہے جب وہ بچہ جنے گی پھر اس بچہ کا بچہ ہوگا تو میں تم کو وہ سو روپوں میں فروخت کرتا ہوں۔ اب پتا نہیں کہ اونٹنی کے پیٹ میں اونٹنی ہے یا نہیں' اور وہ بچہ جنتی ہے یا نہیں' اس کو بیع غرر کہتے ہیں' ایسی بیع ناجائز اور حرام ہے' عنقریب اس کی مفصل [illegible]

شیئرز خریدنا مکروہ تنزیہی ہوگا' کیونکہ یہودیوں کے متعلق قرآن مجید میں ہے: "سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ" (المائدہ:۴۲) وہ جھوٹ بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں۔ نیز فرمایا: "وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ" (المائدہ:۶۲) اور آپ ان یہودیوں میں سے اکثر کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ' سرکشی اور حرام کھانے میں بہت جلدی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہودی سود کھاتے ہیں اور رشوت کا مال کھاتے ہیں' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کا طعام کھانے کو حلال فرمایا ہے: "وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ" (المائدہ:۵) اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مدت معینہ پر جو خریدے اور اس کے پاس لوہے کی زرہ گروی رکھ دی۔ (صحیح البخاری:۲۰۶۸' صحیح مسلم:۱۶۰۳) حالانکہ یہودی سود کھاتے تھے' اس کے باوجود آپ نے ان سے جو خریدے۔ قرآن مجید کی آیات اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سود خوروں سے کاروباری معاملہ کرنا جائز ہے' اور اب اسی پر مسلمانوں کا تعامل ہے' کیونکہ کاروبار کرنے کے لیے لوگ بینکوں سے رقوم حاصل کرتے ہیں اور بینکوں میں سودی رقوم ہوتی ہیں' گورنمنٹ کے ملازمین اور پرائیویٹ ملازمین کی تنخواہیں بینک سے رقوم لے کر دی جاتی ہیں اور دینی اداروں کو جو عطیات دیئے جاتے ہیں وہ بھی بینکوں سے رقوم لے کر دیئے جاتے ہیں' لوگ بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقوم جمع کراتے ہیں اور بینک سودی کاروبار کرتے ہیں اور یہ بالواسطہ سودی کاروبار میں تعاون ہے اور جو لوگ ان کمپنیوں کے حصص خریدتے ہیں جو بینک سے قرض لے کر کاروبار کرتے ہیں' ان کا حکم بھی اسی تعامل میں داخل ہے' غرض اب وہ زمانہ آچکا ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی اعتبار سے سود خوری میں ملوث ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا کہ ہر شخص سود خوری میں مبتلا ہوگا اگر وہ (صریح) سود نہیں کھائے گا تو سود کا غبار اس کو پہنچے گا۔

(سنن ابوداؤد:۳۳۳۱' سنن نسائی:۴۴۶۷' سنن ابن ماجہ:۲۲۷۸' مسند ابویعلیٰ:۶۲۳۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۵' المستدرک ج ۲ ص ۱۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۰۴۱۰۔ج ۱۶ ص ۲۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ جو ادارے بلاواسطہ سودی کاروبار کرتے ہیں جیسے بینک' ان کے شیئرز خریدنا تو حرام یا مکروہ تحریمی ہے اور جو کمپنیاں بینک سے قرض لے کر کوئی کاروبار کرتی ہیں' ان کے شیئرز خریدنا' جائز اور مکروہ تنزیہی ہے۔

میں نے شیئرز کے کاروبار کی جو تفصیل لکھی ہے' میں نے اس کو اسی طرح سمجھا ہے اگر یہ حق اور صواب ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے القاء ہے اور اگر یہ باطل اور غلط ہے تو یہ میرے مطالعہ کی کمی اور فکر کی غلطی ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔

۵۷ - بَابٌ اِذَا اشْتَرٰى مَتَاعًا اَوْ دَآبَّةً فَوَضَعَهٗ عِنْدَ الْبَائِعِ' اَوْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ

اگر کسی شخص نے کچھ سامان یا ایک جانور خریدا' اور اس کو بائع کے پاس رکھ دیا یا وہ بائع خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے مرگیا

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے کوئی سامان خریدا یا جانور خریدا' پھر خریدار نے اس کو بائع کے پاس رکھ دیا یا بائع اس سامان پر قبضہ سے پہلے فوت ہوگیا تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ جب سامان خریدار کے قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام

ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں بائع اس نقصان کا ضامن ہوگا اور امام احمد اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ خریدار کا نقصان ہوا ہے' اور امام مالک نے کپڑوں اور جانور میں فرق کیا ہے' انہوں نے کہا: اگر وہ کپڑے اور غلہ ہوں اور خریدار کے قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائیں تو ان کا بائع ضامن ہوگا اور اگر وہ جانور یا زمین ہو تو وہ خریدار کا نقصان ہے اور سلیمان بن یسار نے کہا ہے کہ یہ خریدار کا نقصان ہے خواہ بائع نے مشتری کے قیمت نہ دینے کی وجہ سے اس سامان کو روک رکھا ہو یا نہیں۔ امام مالک نے اس قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۴)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا اَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَّجْمُوْعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ نے کہا: اور جس چیز کو سودے نے زندہ اور جمع شدہ پالیا' وہ خریدار کی ضمان میں ہے۔

امام دار قطنی اور امام طحاوی نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۴)

یعنی جو چیز عقد بیع کے وقت متغیر نہ ہوئی ہو وہ خریدار کی ضمان میں ہے' حضرت ابن عمر کے اس قول سے معلوم ہوا کہ صرف ایجاب وقبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے اور مبیع بائع کی ضمان سے نکل کر خریدار کی ضمان میں آ جاتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ تفرق بالاقوال سے بیع لازم ہو جاتی ہے اور لزوم بیع کے لیے تفرق بالابدان ضروری نہیں ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر ایجاب وقبول کے بعد مجلس بیع سے کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ بیع لازم ہو جائے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لزوم بیع کے لیے تفرق بالابدان کے قائل تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حضرت ابن عمر کا فعل ہے اور یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے اور قول' فعل پر راجح ہوتا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ تفرق بالاقوال سے ہی لزوم بیع ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۵۔ ۳۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ پہلے یہ معمول تھا کہ تفرق بالابدان سے بیع لازم ہوتی تھی اور بعد میں یہ معمول متروک ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۲۱۱۶) پس حضرت ابن عمر کا فعل پہلے معمول پر محمول ہے اور اس تعلیق میں جو قول ذکر کیا گیا ہے' وہ بعد کے معمول کی طرف راجع ہے' لہٰذا حضرت ابن عمر کے قول اور فعل میں کوئی تعارض نہ رہا۔

۲۱۳۸ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ اَبِي الْمَغْرَاءِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَاْتِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا يَاْتِيْ فِيْهِ بَيْتَ اَبِيْ بَكْرٍ اَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ' فَلَمَّا اُذِنَ لَهٗ فِي الْخُرُوْجِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ' لَمْ يَرُعْنَا اِلَّا وَقَدْ اَتَانَا ظُهْرًا' فَخُبِّرَ بِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ' فَقَالَ مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا لِاَمْرٍ حَدَثَ' فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ' يَعْنِيْ عَائِشَةَ وَاَسْمَاءَ' قَالَ اَشَعَرْتَ اَنَّهٗ قَدْ اُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ؟ قَالَ الصُّحْبَةَ يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ بہت کم ایسے دن ہوتے تھے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام کے کسی نہ کسی وقت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ کے گھر تشریف نہ لائے ہوں' پھر جب آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی تو ہم اس چیز سے گھبرا گئے کہ ایک دن آپ ظہر کے وقت تشریف لے آئے' جب حضرت ابوبکر کو آپ نے آنے کی خبر دی گئی تو حضرت ابوبکر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اس وقت خلاف معمول آئے ہیں تو ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے' جب آپ آئے تو آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو یہاں سے ہٹا دو' حضرت ابوبکر نے

اللّٰهِ؟ قَالَ اَلصُّحْبَةَ . قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ عِنْدِیْ نَاقَتَيْنِ اَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوْجِ، فَخُذْ اِحْدَاهُمَا، قَالَ قَدْ اَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ.

، کہا: یارسول اللہ! یہاں تو صرف میری دو بیٹیاں ہیں یعنی حضرت عائشہ اور حضرت اسماء' آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے' حضرت ابوبکر نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا میں بھی آپ کے ہم راہ ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم بھی میرے ساتھ رہو گے' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے ہجرت کے لیے تیار رکھا ہوا ہے' آپ ان میں سے ایک اونٹنی لے لیں' آپ نے فرمایا: میں نے اس کو قیمۃً لے لیا۔

اس حدیث کے متن کا کچھ حصہ' صحیح البخاری: ۴۷۶ میں مذکور ہے' اس کی شرح وہاں کر دی گئی ہے' باقی اُمور کی شرح یہاں کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور کے رجال

(۱) فروہ ابن ابی المغراء' ابو المغراء کا نام معدی کرب کندی ہے (۲) علی بن مسہر' یہ موصل کے قاضی تھے (۳) ہشام بن عروہ (۴) ہشام کے والد' یعنی عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۵)

خریدار مبیع کو بائع کے پاس چھوڑ دے تو مبیع خریدار کی ضمان میں ہوتی ہے' آپ کو سب سے زیادہ حضرت ابوبکر پر اعتماد تھا' حضرت ابوبکر کی فہم و فراست' تفرق بالاقوال سے بیع کا لزوم اور دیگر مسائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے امام بخاری یہ استدلال کرنا چاہتے ہیں کہ جب خریدار کسی چیز کو خرید کر بائع کے پاس چھوڑ دے تو وہ چیز خریدار کی ضمان میں آ جاتی ہے اور اگر وہ چیز تلف ہو جائے تو وہ خریدار کا نقصان ہوتا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ میں نے ایک اونٹنی کو قیمۃً لے لیا اور اس اونٹنی کی قیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہو گئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹنی کو بائع یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی چھوڑ دیا اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قیمت کا التزام کر لیا تھا' اس لیے وہ آپ کی ضمان میں آ گئی تھی' اب اگر وہ اونٹنی مر جاتی یا تلف ہو جاتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم اور حسنِ اخلاق سے بعید تھا کہ آپ اس نقصان کو حضرت ابوبکر پر ڈال دیتے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے کوئی بھی اس مسئلہ میں حضرت ابن عمر کا مخالف نہیں تھا تو گویا اس پر اجماع ہو گیا کہ خریدنے کے بعد وہ چیز خواہ بائع کے پاس رہے' تب بھی وہ خریدار کی ضمان میں ہوتی ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب کفار کے شر کا خطرہ ہو تو اللہ کے حکم کو مخفی رکھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں سے زیادہ حضرت ابوبکر پر اعتماد تھا' اور حضرت ابوبکر نے تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان' اپنی رفاقت اور اپنے مال سے فائدہ پہنچایا اور انہوں نے کبھی بھی سفر اور حضر میں آپ سے اعراض نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مال کو ہمیشہ آپ پر خرچ کیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہوں نے اپنی ایک اونٹنی بغیر قیمت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی تھی' یہ اور [illegible] قیمت کے اس کو لینا پسند نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے لیے دو اونٹنیاں تیار کر کے رکھی ہوئی تھیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام لوگوں سے زیادہ دین کی فہم تھی کیونکہ ابھی ہجرت کرنے کی اجازت نہیں ملی تھی اور انہوں نے ہجرت کے لیے دو اونٹنیاں مہیا کر لی تھیں اور ان کو یہ بھی یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ساتھ لے جائیں گے اور یہ حضرت ابوبکر کی فراست کی ایک اور دلیل ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ بیع کا لزوم تفرق بالاقوال اور ایجاب وقبول سے ہوتا ہے نہ کہ تفرق بالابدان اور مجلس بدلنے سے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: میں نے اس اونٹنی کو قیمۃً لے لیا' حالانکہ ابھی آپ مجلس بیع سے نہیں نکلے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۲۶-۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵۸- بَابٌ لَّا يَبِيعُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيهِ، وَلَا يَسُومُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيهِ، حَتّٰى يَاْذَنَ لَهٗ اَوْ يَتْرُكَ

اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع نہ کرے' نہ اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت لگائے' حتیٰ کہ وہ اس کی اجازت دے یا اس کے لیے بیع چھوڑ دے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے خریدار سے یہ کہا: تم اس سے بیع کو فسخ کر دو' میں تم کو اس سے کم قیمت پر فروخت کرتا ہوں یا ایک شخص نے بائع سے یہ کہا کہ تم اس سے بیع فسخ کر دو' میں تم سے یہ چیز اس سے زیادہ قیمت سے خریدوں گا۔ یہ اس وقت جائز نہیں ہے جب خریدار اور بائع ایک قیمت پر متفق ہو چکے ہوں' اسی طرح جب کسی شخص نے کسی چیز کی قیمت لگا دی تو دوسرا شخص اس سے زیادہ قیمت نہ لگائے' یہ اس وقت جائز نہیں ہے' جب کہ خریدار اس چیز کو خریدنے میں دلچسپی رکھتا ہو۔

تاہم نیلام کی بیع میں بائع خود کہتا ہے کہ فلاں شخص مثلاً یہ چیز پانچ روپے کی لے رہا ہے' کوئی اس سے زیادہ میں خریدے گا؟ تو اس میں بولی لگانا جائز ہے' کوئی کہے: میں اس کو چھ روپے میں لوں گا' دوسرا کہے: میں اس کو سات روپے میں لوں گا اور آخری بولی پر بیع کر دی جاتی ہے' اس کا ثبوت درج ذیل حدیث سے ہے:

نیلام کی بیع کا جواز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دری اور پیالہ فروخت کر رہے تھے اور آپ نے فرمایا: اس دری اور پیالہ کو کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا: میں اس کو ایک درہم میں لیتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ پھر ایک شخص نے کہا: میں اس کے دو درہم دوں گا' تو آپ نے اس کو وہ دری اور پیالہ دو درہم میں فروخت کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۴۱' سنن ترمذی: ۱۲۲۲' سنن نسائی: ۴۵۱۵' سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۸)

۲۱۳۹- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ اَخِيهِ. [اطراف الحدیث: ۲۱۶۵-۵۱۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۲' الرقم المسلسل: ۳۴۴۴' سنن ترمذی: ۱۲۹۶' سنن نسائی: ۴۳۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے پہلے جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

کی بیع پر بیع کرسکتا ہے' اور زیادہ صراحت' صحیح مسلم کی ان احادیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور نہ اس کے نکاح کے پیغام کے اوپر پیغام دے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۱۳' الرقم المسلسل: ۳۳۵۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع کرے اور نہ اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام کے اوپر نکاح کا پیغام دے' حتیٰ کہ اس کا بھائی اس رشتہ کو چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۱۴' الرقم المسلسل: ۳۳۵۳' سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک اس مسئلہ میں مؤمن اور کافر کے درمیان فرق نہیں ہے اور کافر کی بیع کے اوپر بیع کرنا بھی جائز نہیں ہے اور حدیث میں مؤمن اور مسلم کا ذکر عموم اور اغلب کے طور پر ہے اور اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۴۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ. وَلَا تَنَاجَشُوْا' وَلَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ' وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ' وَلَا تَسْاَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِيْ اِنَائِهَا. [اطراف الحدیث: ۲۱۴۸۔ ۲۱۵۰۔ ۲۱۵۱۔ ۲۱۶۰۔ ۲۱۶۲۔ ۲۷۲۳۔ ۲۷۲۷۔ ۵۱۴۴۔ ۵۱۵۲۔ ۶۶۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شہری' دیہاتی سے بیع نہ کرے' اور نجش نہ کرو اور کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر اپنے نکاح کا پیغام نہ بھیجے اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا اس لیے سوال نہ کرے تاکہ اپنے برتن میں اس کا حصہ ڈال لے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۳' الرقم المسلسل: ۳۳۴۸' سنن ابوداؤد: ۳۴۳۸' سنن ترمذی: ۱۲۲۶' سنن نسائی: ۴۲۳۶' سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۲۔ ۱۸۶۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

شہری کی دیہاتی سے بیع اور نجش کی ممانعت اور ''ایک عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے''۔۔۔۔ اس کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی ناواقف اور ناتجربہ کار شخص شہر کے نرخ پر اپنا سامان بیچنے کے لیے دیہات سے شہر کی طرف آئے تو کوئی شہری اس سے کہے کہ یہ سامان میرے پاس چھوڑ دو' میں اس سامان کو تدریجاً زیادہ قیمت پر فروخت کر دوں گا' یہ فعل حرام ہے لیکن یہ بیع صحیح ہے' کیونکہ اس حدیث میں ممانعت اس چیز کی طرف راجع ہے جو نفس عقد سے خارج ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شہری دیہاتی کے لیے دلال نہ بنے' اس صورت میں یہ ممانعت خریدنے اور فروخت کرنے' دونوں کو شامل ہے۔

اور نجش نہ کرو: نجش کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کی تعریف میں مبالغہ کرنا' اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے: کسی چیز کی مصنوعی تعریف کر کے کسی شخص کو اس کے خریدنے پر راغب کرنا' ۔۔۔ اپنا ارادہ اس کو خریدنے کا نہ ہو اور وہ یہ اس

لیے کرے کہ دوسرا آدمی پھنس جائے اور اس چیز کو خرید لے۔ اس کی مفصل بحث عنقریب آئے گی۔

اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا اس لیے سوال نہ کرے تا کہ اپنے برتن میں اس کا حصہ ڈالے:

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور اس کی پہلے بھی ایک بیوی ہو تو جس کو اس نے نکاح کا پیغام دیا ہے وہ یہ شرط لگائے کہ تم پہلی بیوی کو طلاق دو تا کہ وہ اس شخص کی تمام خیر کو حاصل کر لے اور اس کی پہلی بیوی کو محروم کر دے۔

اس حدیث میں جو مذکور ہے: کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے اس میں بہن سے مراد عام ہے خواہ وہ اس کی نسبی بہن ہو یا دینی بہن ہو یا اہل کتاب میں سے ہو۔

شہری کی دیہاتی سے بیع کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ شہری کی دیہاتی سے بیع حرام ہے اور یہ صحابہ تابعین اور بعد کے فقہاء میں سے اکثر کا قول ہے امام مالک امام شافعی امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔

مجاہد نے کہا ہے کہ یہ بیع جائز ہے امام ابوحنیفہ اور دوسروں کا بھی یہی قول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کے منسوخ ہونے پر مجھے کوئی دلیل نہیں مل سکی البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیع تو صرف ایجاب اور قبول سے مکمل ہو جاتی ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت ممنوع ہے لیکن اگر کوئی خرید و فروخت کرے گا تو بیع ہو جائے گی لیکن وہ گناہ گار ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شہری دیہاتی سے بیع کرے گا تو اس کی بیع ہو جائے گی لیکن حدیث میں اس بیع کی ممانعت ہے اس لیے وہ اس بیع کے کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۰۷ ۳ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت)

شہری کی دیہاتی سے بیع کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیع کے لیے سواروں سے ملاقات نہ کی جائے۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ۲۱۵۰ صحیح مسلم: ۱۵۱۵ سنن ابوداؤد: ۳۴۴۳ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دیہاتی کے لیے دلال نہ بنے۔

علامہ ابن ہمام نے فرمایا: اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ شہری دیہاتی سے اس سال غلہ خریدے جس سال شہر میں غلہ کا قحط ہو تا کہ وہ شہر والوں کو زیادہ قیمت پر فروخت کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ دیہاتی سے شہر کی قیمت کی بہ نسبت کم قیمت پر خریدے اور دیہاتی کو اس کے نرخ کا علم نہ ہو۔

امام شافعی کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ شہری اس صورت میں گناہ گار ہوگا اور اگر اس نے دیہاتی کو ضرر دینے کا قصد نہ کیا ہو بلکہ اتفاقاً اس نے دیہاتی کو دیکھ لیا اور اس سے غلہ خرید لیا تو اس شہری کے متعلق ان کے دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ گناہ گار ہوگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ عمداً یہ کارروائی نہ کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

ہمارے (احناف کے) نزدیک یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب اس کا مقصد شہر والوں کو ضرر پہنچانا ہو یا ان کو دھوکا دینا ہو لیکن جب وہ ان کو ضرر پہنچائے نہ دھوکا دے تو پھر اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ الحلوانی نے کہا ہے کہ شہری کو دلال بننے سے منع کیا جائے گا اور دیہاتی شہری سے کہے: تم میرا مال مت فروخت کرو میں تم سے زیادہ اس کو جانتا ہوں پس وہ توکل کرے اور خود فروخت کرے اور بعض احادیث میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فرمایا: شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے، لوگوں کو چھوڑ و، ہو سکتا ہے اللہ بعض کے ذریعہ بعض کو رزق عطا کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۲۲)

(فتح القدیر ج ۶ ص ۴۳۸۔ ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اپنے بھائی کی بیع پر بیع کی ممانعت کا محمل

نیز اس حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے۔ امام ترمذی اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام شافعی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور وہ عورت اس پیغام کو قبول کر لے اور اس شخص سے نکاح کرنے پر راغب ہو جائے تب کسی دوسرے شخص کے لیے اس عورت کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے، لیکن جب اس عورت کی کسی سے نکاح پر رضامندی اور اسے قبول کرنے کا علم نہ ہو تو پھر کسی اور شخص کے اس عورت کو نکاح کا پیغام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ان کو حضرت ابوجہم بن حذیفہ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم دونوں نے نکاح کا پیغام دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے ابوسفیان تو وہ عورتوں کے اوپر سے اپنی لاٹھی نہیں اٹھاتے اور رہے معاویہ تو وہ تنگ دست ہیں، ان کے پاس مال نہیں ہے لیکن تم اسامہ سے نکاح کر لو۔ ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے نکاح پر راضی ہیں اور اگر وہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہو جاتیں تو آپ ان کو حضرت اسامہ سے نکاح کرنے کا مشورہ نہ دیتے۔ (سنن ترمذی ص ۳۴۵، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

میں کہتا ہوں: اسی قیاس پر بیع کے اوپر بیع کرنے کی ممانعت ہے، جب یہ معلوم ہو جائے کہ بائع کسی خریدار کے بھاؤ پر یا اس کے ہاتھ پر بیع کرنے سے راضی ہو گیا ہے تو پھر دوسرے شخص کے لیے اس کو اپنے نرخ کی پیش کش کرنا یا اس سے یہ کہنا کہ وہ اس کے ہاتھ اس چیز کو زیادہ قیمت پر فروخت کر دے، یہ جائز نہیں ہے اور اس سے پہلے جائز ہے۔

۵۹ - بَابُ بَیْعِ الْمُزَایَدَةِ

نیلام کی بیع

وَقَالَ عَطَاءٌ اَدْرَکْتُ النَّاسَ لَا یَرَوْنَ بَاْسًا فِیْمَنْ یَّزِیْدُ بِبَیْعِ الْمَغَانِمِ.

اور عطاء نے کہا: میں نے لوگوں کو پایا وہ اس بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ اس مالِ غنیمت کے عوض کون زیادہ پیسے دے گا۔

اس تعلیق کی اصل، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۷۵ میں ہے۔ (مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

جعفر الخطمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے غنیمتیں اس طرح فروخت کیں کہ کون زیادہ پیسوں میں خریدے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۷۶، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

۲۱۴۱ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْحُسَیْنُ الْمُکْتِبُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ غُلَامًا لَّهٗ عَنْ دُبُرٍ، فَاحْتَاجَ، فَاَخَذَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ یَّشْتَرِیْهِ مِنِّیْ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الحسین المکتب نے خبر دی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے غلام کے متعلق کہا وہ اس کی موت کے بعد آزاد ہو گا، پھر وہ شخص مفلس

فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِكَذَا وَكَذَا، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۳۰۔ ۲۲۳۱۔ ۲۴۰۳۔ ۲۴۱۵۔ ۲۵۳۴۔ ۶۷۱۶۔ ۶۹۴۷۔ ۷۱۸۶]

ہو گیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو لے لیا اور فرمایا: اس کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس کو حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اتنی اتنی قیمت سے خرید لیا تو آپ نے وہ غلام ان کو دے دیا۔

(صحیح مسلم: ۹۹۷، الرقم المسلسل: ۲۲۰۲، سنن نسائی: ۲۵۴۲، سنن ترمذی: ۱۲۱۹، سنن ابن ماجہ: ۲۵۱۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۶۶۶۲۸، مشکل الآثار: ۴۹۲۹، صحیح ابن حبان: ۴۹۳۰، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۰۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۱۳۳، ج ۲۲ ص ۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اسماعیلی نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے' کیونکہ عنوان ہے: ''نیلام کی بیع'' اور نیلام میں یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی قیمت پیش کرتا ہے' پھر بائع کہتا ہے: اس سے زیادہ کون دے گا؟ پھر دوسرا آدمی اس سے زیادہ قیمت پیش کرتا ہے' پھر جس کی قیمت پر بائع راضی ہو جاتا ہے' اس کے ہاتھ بائع فروخت کر دیتا ہے اور اس حدیث میں اس طرح کا ذکر نہیں ہے' پھر یہ نیلام کی بیع کس طرح ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس غلام کو زیادہ قیمت پر فروخت کے لیے پیش کیا تو حضرت نعیم بن عبد اللہ نے پہلی بار میں اتنی پیش کش کر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قیمت پر اس غلام کو فروخت کرنے پر راضی ہو گئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) الحسین بن ذکوان المعلم المکتب' علامہ کرمانی نے کہا: یہ لفظ مُکَتِّب ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۷۲)

غلام آزاد کرنے والے شخص اور غلام کا بیان' اور حضرت نعیم بن عبد اللہ نحّام کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا۔ یہ شخص انصاری تھے اور ان کا تعلق بنو عذرہ سے تھا۔

اور اس غلام کا نام یعقوب تھا' انہوں نے اس کو مُدَبَّر کر دیا تھا کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو۔

اس حدیث میں حضرت نُعیم بن عبد اللہ کا ذکر ہے' یہ حضرت نُعیم نحام تھے' اور العدوی القرشی تھے' نحام کا مادہ ''نحمۃ'' ہے' ''نحمۃ'' کا معنی کھانسی ہے اور ''نحام'' کا معنی ہے: کھانسنے والا' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں نعیم کے کھانسنے کی آواز سنی' یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور فتح مکہ سے پہلے مکہ میں رہتے تھے' ان کی قوم ان کو ہجرت کرنے سے منع کرتی تھی کیونکہ یہ اپنی قوم میں معزز شخص تھے' یہ ان کی ضروریات میں ان پر خرچ کرتے رہتے تھے' انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس رہیں خواہ آپ کسی دین کو اختیار کریں' جب یہ مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا' یہ ۱۵ھ میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کے عہد میں جنگ اجادین میں شہید ہوئے تھے اور یہ ۱۳ھ کا واقعہ ہے' ہم نے ان کی جو سوانح ذکر کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ نحام نعیم کی صفت ہے' امام بخاری نے ''باب الاستقراض'' میں جو حدیث روایت کی ہے' اس میں مذکور ہے کہ آپ سے اس غلام کو حضرت نعیم بن نحام نے خرید لیا' اس طرح امام ترمذی کی روایت میں ہے اور اسی طرح امام احمد کی روایت میں ہے' لیکن صحیح نعیم بن عبد اللہ ہے' جس طرح یہاں امام بخاری کی روایت میں مذکور ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت نعیم بن عبد اللہ نے اس غلام کو اتنی اتنی قیمت سے خرید لیا اور امام مسلم کی روایت میں ہے: حضرت نعیم بن عبد اللہ العدوی نے اس غلام کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ (صحیح مسلم: ۹۹۷)

مدبر غلام کو فروخت کرنے کے معاملہ میں مذاہب فقہاء

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور متعدد سندوں کے ساتھ حضرت جابر سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب اور ان کے بعد تابعین کا اس پر عمل ہے اور وہ مدبر کی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور یہی امام شافعی امام احمد اور اسحاق کا مذہب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض دوسرے اصحاب کے نزدیک مدبر کی بیع مکروہ ہے سفیان ثوری امام مالک اور اوزاعی کا یہی مذہب ہے۔ (امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے)

(سنن ترمذی ص ۵۷۷ ' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۲ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک مُدبّر غلام کی دو قسمیں

ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک مدبر کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم مدبر مطلق ہے اور یہ وہ ہے جس سے اس کا مالک یہ کہے کہ جب میں مر جاؤں تو تم آزاد ہو' اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اس کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا' البتہ اس سے خدمت لینا اور اس کو اجرت پر دینا جائز ہے اور جب اس غلام کا مالک فوت ہو جائے تو مدبر کا تیسرا حصہ آزاد کر دیا جائے گا اور بقیہ دو تہائی کی آزادی کے لیے وہ غلام کمائے گا بہ شرطیکہ اس کا مالک فقیر ہو اور اس غلام کے علاوہ اس کا اور کوئی مال نہ ہو اور اگر اس کا مالک مقروض ہو اور اس کا قرض اس کے کل مال پر محیط ہو تو وہ غلام اپنی پوری قیمت کو ادا کرنے کے لیے کمائے گا۔

مدبّر کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا مالک یہ کہے کہ اگر میں اس مرض سے فوت ہو گیا یا اس سفر میں مر گیا تو تم آزاد ہو یا اگر میں دس سال تک مر گیا یا فلاں کی موت کے بعد مر گیا' تو اگر یہ شرط پائی جائے گی تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا ورنہ پھر اس غلام کو فروخت کرنا جائز ہے۔

مدبر غلام کو فروخت کرنے کے عدم جواز پر فقہاء احناف کا حدیث سے استدلال

مدبر مطلق کو فروخت کرنے کے عدم جواز پر دلیل' یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدبر کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا اور اس کا تہائی حصہ آزاد کر دیا جائے گا۔ (سنن دارقطنی ۴۱۸۸۔ ج ۳ص ۷۴ ۳' دارالمعرفۃ' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۱۴)

امام دارقطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے کرخی' امام طحاوی اور ابوبکر رازی وغیرہم نے استدلال کیا ہے اور وہ علم حدیث کے اساطین (ستون) ہیں' اور ابوالولید باجی مالکی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیر القرون میں مدبر کی بیع کو مسترد کر دیا تھا اور اس وقت بہت زیادہ صحابہ موجود تھے اور ان صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ مدبر کی بیع جائز نہیں ہے۔

امام شافعی اور امام احمد نے حضرت جابر کی جس حدیث سے مدبر غلام کو فروخت کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے' اس حدیث کے جوابات

حضرت جابر کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدبر کو فروخت کر دیا تھا' اس کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) یہ ایک مخصوص واقعہ ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش ہے' کیونکہ اس غلام کے مالک کا اس غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا گویا اب اس کی موت کے بعد وہ اس کے وارثوں کا مال تھا' لہٰذا اب اس کے لیے اس غلام کو مدبر کرنا جائز نہیں تھا' اس لیے نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے مدبر کرنے کو مسترد کر دیا اور اس غلام کو فروخت کر دیا۔

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے غلام کو فروخت نہ کیا ہو بلکہ اس کی منفعت کو فروخت کیا ہو' بایں طور کہ اس غلام کو کرایہ' یا مزدوری پر دے دیا ہو اور اہل یمن کی لغت میں اجارہ اور کرایہ پر بھی بیع کا اطلاق کیا جاتا ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوجعفر محمد بن علی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مدبر کی خدمت کو فروخت کیا تھا۔ (المحلی بالآثار ج ۷ ص ۱۴۱' ۵۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ) اور فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔

اور ابن سیرین نے کہا ہے کہ مدبر کی خدمت کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح ابن المسیب نے بھی کہا ہے اور ابو الولید نے حضرت جابر سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدبر کی خدمت کو فروخت کیا تھا۔

(۳) اس غلام کا مالک کم عقل تھا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو غلام بیچنے کا حکم نہیں دیا بلکہ خود فروخت کیا اور کم عقل کا غلام کو مدبر کرنا صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۴' موضحاً و مخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٠ - بَابُ النَّجْشِ وَمَنْ قَالَ لَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ الْبَيْعُ

النجش (کسی کو بیع پر راغب کرنے کے لیے مصنوعی طور پر قیمت بڑھانا) اور جس نے کہا: یہ بیع جائز نہیں ہے

ابن المنذر نے کہا: محدثین کی ایک جماعت اس بیع کو ناجائز کہتی ہے' اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی قول ہے' امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے' امام احمد بن حنبل کا بھی مشہور مذہب یہی ہے' امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اس بیع میں خریدار کے لیے خیار شرط ہے' امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے اور ان کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بیع صحیح ہے اور نجش کرنے والا گناہ گار ہوگا اور یہی فقہاء احناف کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۴)

وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ اَوْفٰى النَّاجِشُ اٰكِلُ رِبًا خَائِنٌ.

اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے کہا: نجش کرنے والا سود خور خائن ہے۔

اس تعلیق کی اصل ان احادیث میں ہے:

ابو اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ ابو اسماعیل سکسکی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا: جس شخص نے یہ کہہ کر اپنا سودا فروخت کیا کہ اللہ کی قسم! اس نے وہ چیز اتنے میں لی ہے حالانکہ اس نے وہ چیز اتنے میں نہیں لی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور نہ (آخرت میں) اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان پر نظر (رحمت) فرمائے گا' اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی نے کہا: نجش کرنے والا' سود خور خائن ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۷۵-۲۰۸۸)

وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَّا يَحِلُّ' قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَدِيْعَةُ فِي النَّارِ' وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا

(امام بخاری نے کہا:) نجش دھوکا باطل ہے' حلال نہیں ہے' ... کیا جو ہمارے دین کے موافق نہیں ہے' وہ

عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ. مردود ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری ص ۱۵۴۳ پر ہے۔ (شرکت دارالارقم بیروت)

۲۱۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ. [طرف الحدیث: ۶۹۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۱۶ الرقم المسلسل: ۳۷۰۹ سنن نسائی: ۴۵۱۲ سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۳)

نجش کی تعریف اور اس کے بعد کی گئی بیع میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن الانباری نے کہا ہے کہ نجش کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی کسی چیز کی قیمت زیادہ بتائے اور اس کا ارادہ اس کو خریدنے کا نہ ہو لیکن وہ اس کی قیمت اس لیے زیادہ بتائے کہ دوسرا شخص یہ سن کر اس چیز کو زیادہ قیمت پر خرید لے۔

اصمعی نے کہا ہے کہ نجش کا معنی ہے: کسی چیز کی حد سے زیادہ تعریف کرنا اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ ناجش اپنے فعل کی وجہ سے گناہ گار ہے۔ جب نجش کے نتیجہ میں بیع ہو جائے تو پھر اس بیع کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ نجش کی وجہ سے جو بیع ہوئی ہے اس کو فسخ کر دیا جائے گا' کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ خریدار کو فسخ بیع کا اختیار دیا جائے گا کیونکہ نجش عیوب میں سے ایک عیب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھنوں میں دودھ روکنے سے منع فرمایا اور اگر کوئی ایسا جانور خرید لے تو آپ نے اس بیع کے فساد کا حکم نہیں دیا بلکہ خریدار کو فسخ بیع کا اختیار دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس فعل کی وجہ سے خریدار کو دھوکا دیا جاتا ہے' اسی طرح نجش میں بھی بیع صحیح ہے اور خریدار کو فسخ بیع کا اختیار دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نجش کی وجہ سے بیع صحیح ہے اور اس میں خریدار کو فسخ بیع کا اختیار نہیں دیا جائے گا' کیونکہ یہ نفس بیع میں عیب نہیں ہے' کیونکہ اس کی قیمت میں دھوکا دیا گیا ہے اور خریدار پر یہ لازم ہے کہ وہ قیمت کی حفاظت کرتا اور اس کو متمیز کرتا یا کسی سمجھ دار شخص کو ساتھ لے جاتا۔ ان تمام اقوال میں امام مالک کا قول زیادہ مناسب ہے۔ (یہ علامہ ابن بطال کی رائے ہے) (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۳۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۶۱ - بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ
بیع غرر یعنی دھوکے کی بیع اور حمل کی بیع کا بیان

اس عنوان میں "غرر" کا لفظ ہے" غرر" اس چیز کو کہتے ہیں جس کے متعلق یہ علم نہ ہو کہ وہ چیز ہوگی یا نہیں ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ جس چیز کا ظاہر پسندیدہ ہو اور اس کا باطن مکروہ ہو' وہ غرر ہے' ازہری نے کہا: بیع غرر اس بیع کو کہتے ہیں کہ خریدار اور بائع اس کی کنہ (حقیقت) کا احاطہ نہ کر سکیں' صاحب المشارق نے کہا ہے کہ بیع غرر اس کو کہتے ہیں کہ وہ چیز مجہول ہو یا اس کی قیمت مجہول ہو یا اس کی سلامتی مجہول ہو یا اس کی مدت مجہول ہو۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جوئے کی تمام اقسام بیع غرر ہیں کیونکہ اس میں یہ علم نہیں ہوتا کہ کون جیتے گا اور کون ہارے گا؟ سمندر میں مچھلی کی بیع اور ہوا میں پرندہ کی بیع اور جانور کے پیٹ میں ہونے والے بچہ کے بچہ کی بیع' یہ سب بیع غرر ہیں کیونکہ کسی کو یہ علم نہیں ہوتا کہ بائع اس کو خریدار کے حوالے کر سکے گا یا نہیں۔

بیع غرر کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکری پھینکنے کی بیع اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۱۳' الرقم المسلسل: ۳۶۹۹' سنن ابوداؤد: ۳۳۷۶' سنن ترمذی: ۱۲۳۴' سنن نسائی: ۴۵۲۵' سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

کنکری کی بیع کا معنی یہ ہے کہ بائع خریدار سے یہ کہے کہ میں جب تمہاری طرف کنکری پھینکوں (یا میں جس چیز پر کنکری پھینکوں) اس کی بیع واجب ہو جائے گی۔ (سنن ترمذی ص ۵۲۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

چونکہ یہ معلوم نہیں کہ بائع کس چیز پر کنکری پھینکے گا' اس لیے یہ بیع غرر ہے' اس میں دھوکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اونٹ کا گوشت حاملہ کے حمل تک فروخت کرتے تھے اور حاملہ کے حمل سے مراد یہ ہے کہ اونٹنی سے ایک اونٹنی پیدا ہو' پھر بڑی ہو کر یہ اونٹنی حاملہ ہو اور بچہ دے' رسول اللہ ﷺ نے اس بیع سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۱۴' الرقم المسلسل: ۳۷۰۱' صحیح البخاری: ۳۸۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مچھلی کو پانی میں نہ خریدو کیونکہ یہ (بیع) غرر ہے۔

(المعجم الکبیر: ۱۰۴۹۱' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۱۴' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۰' تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۶۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۷۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۷۶۔ ج ۶ ص ۱۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مسیب بن رافع ہے اور اس کا حضرت ابن مسعود سے سماع نہیں ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ۳۶۷۶)

۲۱۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ اِلٰى اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِيْ فِيْ بَطْنِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ یہ بیع کرتے تھے کہ ایک شخص اپنا اونٹ اس مدت تک بیچتا جب اونٹنی سے اونٹنی پیدا ہو' پھر وہ پیدا ہونے والی اونٹنی حاملہ ہو جائے اور وہ بچہ جنے۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۵۶۔ ۳۸۴۳]

(صحیح مسلم: ۱۵۱۴' الرقم المسلسل: ۳۷۰۱' صحیح البخاری: ۳۸۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۱' تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۳۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۴۰۔ ج ۸ ص ۲۶۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

غرر کا معنی اور جس چیز میں غرر ہو' اس کی بیع میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا: یہ حدیث مدتِ مجہولہ تک بیع کی ممانعت کی اصل ہے کیونکہ آپ نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے' اور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اس طرح کی مدتِ مجہولہ کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں غرر (دھوکا) ہے' بیع صرف اس صورت میں جائز ہے جب بیع کی مدت معلوم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کو لوگوں کے لیے اوقات اور حج کی علامت بنایا ہے' پس

جس بیع کی مدت معلوم ہو اور اس میں اختلاف نہ ہو وہ جائز ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ حاملہ کے حمل کی بیع کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی بیع نہ کی جائے کیونکہ جو چیز ابھی پیدا نہیں کی گئی ہے اور اس کا علم نہیں ہے اس کی بیع ناجائز ہے یہ امام احمد' اسحاق اور ابوعبید کا قول ہے۔

ابن المنذر نے کہا ہے کہ ان میں سے جو بیع بھی ہو وہ کئی وجوہ سے باطل ہے' اسی طرح جس چیز کے ہونے اور نہ ہونے کا احتمال ہو اس کی بیع بھی باطل ہے۔

غرر وہ چیز ہے جس کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کا احتمال ہو جیسے حاملہ کا حمل اور اس کے مشابہ چیزیں۔ ہر وہ چیز جس کے متعلق خریدار کو یہ علم نہ ہو کہ وہ حاصل ہوگی یا نہیں ہوگی اس کا خریدنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ غرر ہے اور ہر وہ چیز جو خریدار کو حاصل ہو یا اس کو غالب گمان ہو کہ وہ حاصل ہوگی اس کا خریدنا جائز ہے اور یہ بیوع کی اصل ہے اور جس چیز میں غرر غالب ہو اس کی بیع جائز نہیں ہے اور جس چیز میں غرر کم ہو اور تبعاً ہو اس کی بیع جائز ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ بیع صرف اس چیز میں جائز ہے جس میں بالکل غرر نہ ہو تو اس سے لوگوں کو حرج ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع سے منع فرمایا اور جب پھلوں کی پختگی ظاہر ہو جائے تو پھر ان کی بیع کی اجازت دی ہے کیونکہ اب ان میں غرر کم ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

کیونکہ جب پھلوں کی پختگی ظاہر نہ ہو تو یہ پتا نہیں کہ وہ پھل پکیں گے یا نہیں اور جب ان کی پختگی ظاہر ہو جائے تو ان کے نہ پکنے کا احتمال بہت کم ہوتا ہے۔

لاٹری' معمہ' جوا' ریس اور سٹہ وغیرہ غرر کی وجہ سے حرام ہیں

شریعت نے اس عقد کو ناجائز قرار دیا ہے' جس میں غرر ہو اس اصول کی بناء پر لاٹری ناجائز ہے کیونکہ لاٹری میں کسی متوقع انعام کی بناء پر ٹکٹ فروخت کیے جاتے ہیں اور ان ٹکٹوں کی قرعہ اندازی کی جاتی ہے' پھر جس کے نام کا قرعہ نکل آئے' اس کو انعام مل جاتا ہے اور باقی لوگوں کے ٹکٹوں کے پیسے ضائع ہو جاتے ہیں اور کسی کو پتا نہیں ہوتا کہ اس کے نام کا قرعہ نکلے گا یا نہیں' اور یہی غرر ہے' اسی طرح معمے حل کرنے پر جو انعام ہوتا ہے اس میں بھی غرر ہے' کسی معمہ حل کرنے والے کو علم نہیں ہوتا کہ اس کے حل پر انعام ملے گا یا نہیں' اسی طرح ریس کورس میں گھوڑوں پر شرط لگائی جاتی ہے' اس میں بھی غرر ہے کیونکہ کسی شخص کو پتا نہیں ہوتا کہ جس گھوڑے پر اس نے شرط لگائی ہے وہ آگے نکلے گا یا نہیں' اسی طرح جوئے میں بھی غرر ہے کیونکہ جو دو فریق جوا کھیلتے ہیں' ان میں سے کسی کو پتا نہیں ہوتا کہ وہ جیتے گا یا ہارے گا' اسی طرح سٹہ میں بھی غرر ہے کیونکہ سٹہ میں جس چیز پر شرط لگائی جاتی ہے اور اس کے حصول پر رقم مقرر کی جاتی ہے' اس میں کسی فریق کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ وہ چیز حاصل ہوگی یا نہیں' اور یہی غرر ہے' سو یہ تمام عقود فاسدہ ہیں اور شرعاً حرام ہیں اور ان کے ذریعہ جو رقم حاصل ہوتی ہے' وہ بھی حرام ہے۔

انعامی بانڈز کو ناجائز قرار دینے پر شیخ تقی عثمانی کے دلائل اور ان پر مصنف کا تبصرہ

بعض لوگوں نے انعامی بانڈز کی بیع اور اس پر ملنے والے انعام کو حرام کہا ہے لیکن یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ انعامی بانڈز کی بیع میں غرر نہیں ہے' نہ ہی اس میں سود ہے۔ انسان جتنی رقم کا بانڈ خریدتا ہے وہ جب چاہے اس بانڈ کو کیش کرا کر کسی کمی یا اضافہ کے بغیر اپنی رقم واپس لے سکتا ہے' اور اس پر جو انعام دیا جاتا ہے' اس کی نظیر اس طرح ہے جیسے بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات کے تعارف اور ان کی شہرت کے لیے اپنی بعض مصنوعات میں کوئی انعام بھی رکھ دیتی ہیں' جس کی ان کی بیع میں کوئی شرط نہیں ہوتی اور اس کو شیخ تقی عثمانی

نے بھی جائز کہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

مثلاً پیٹرول بیچنے والوں نے یہ اسکیم نکالی ہے کہ ہم سے جو پیٹرول خریدے گا ہم اس کو ایک پرچی دیں گے اور پھر بعد میں کسی وقت قرعہ اندازی کریں گے' جس کا نمبر نکل آئے گا' اس کو ایک کار انعام دیں گے' تو پیٹرول کی جو قیمت لگائی ہے اگر وہ ثمن مثل ہے یعنی پیٹرول کی اتنی ہی قیمت وصول کی ہے' جتنی کہ اور لوگوں سے وصول کرتے ہیں تو جس شخص نے فرض کیا کہ سو روپے کا پیٹرول ڈلوایا' اس کو اس کے سو روپے کا عوض پیٹرول کی صورت میں مل گیا تو دونوں طرف سے ادائیگی برابر اور متعین ہو گئی' اب وہ بائع اگر قرعہ اندازی کے ذریعہ کسی کو انعام دے گا تو یہ تبرع ہے' جو جائز ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۳' مکتبۃ الحراء' کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے انعامی بانڈ کے انعام کے عدم جواز پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ:

اس میں ربوٰ ہے' اس لیے کہ اگر اس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آتا ہے تو اس کو سو روپے کے عوض میں ایک لاکھ ایک سو روپے ملیں گے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۴' مکتبۃ الحراء' کراچی)

شیخ تقی عثمانی کی یہ دلیل غلط ہے' سود قرعہ اندازی کے ذریعہ نہیں دیا جاتا بلکہ شرح سود عقد میں متعین ہوتی ہے کہ اتنی رقم کی بیع یا اتنی رقم کے قرض پر اتنے فی صد کے حساب سے سود دیا جائے گا' اور یہ بالکل واضح ہے۔

پھر شیخ عثمانی نے اپنی دلیل میں ترمیم کی اور اس طرح لکھا:

مجموعہ مقرضین (قرض دینے والوں) کے ساتھ زیادتی مشروط ہے' ہر ایک کے ساتھ تو نہیں ہے لیکن یہ کہا کہ اے گروہ مقرضین! ہم تم کو قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ انعامات تقسیم کریں گے' یہ بات پہلے سے ہی عقد میں مشروط ہے۔

(انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۴' مکتبۃ الحراء' کراچی)

یہ محض فرضی اور من گھڑت بات ہے اور صرف تک بندی ہے' نفس الامر اور واقع میں اس قول کا کوئی وجود نہیں ہے اور جب بانڈز کو بینک سے فروخت کیا جاتا ہے' اس وقت عقد میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگائی جاتی' یہ واقع کے خلاف مفروضہ ہے۔

آخر میں شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے کہ سود کو قمار کی شکل میں تقسیم کرتے ہیں' اگرچہ وہ شرعاً قمار اس لیے نہ ہوا کہ سود ملکیت ہے ہی نہیں لیکن اس میں قمار کی روح موجود ہے اور قمار پر سود ہو رہا ہے کہ ایک آدمی کا سود یا بہت سارے آدمیوں کا سود ملا کر ایک شخص کو قرعہ اندازی کے ذریعہ دے دیا گیا' اس واسطے یہ ناجائز ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۵' مکتبۃ الحراء' کراچی)

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ انعامی بانڈز میں غرر نہیں ہے' اور قمار (جوا) بغیر غرر کے متحقق نہیں ہوتا' لہٰذا انعامی بانڈز میں قمار کا جسم ہے نہ روح ہے' اور یہ بھی ہم بتا چکے ہیں کہ بیع یا قرض کی رقم پر مدت معینہ کے بعد اصل زر کے ساتھ جو پہلے سے طے شدہ اضافی رقم دی جائے' اس کو سود کہا جاتا ہے اور اس کی عقد بیع میں صراحت کے ساتھ شرط لگائی جاتی ہے اور جب انعامی بانڈز کی بیع ہوتی ہے اور خریدار جب بینک سے انعامی بانڈز خریدتا ہے تو اس کے عقد میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہوتی۔ شیخ تقی عثمانی نے جو کہا ہے: اس قسم کی بات وہی شخص کہہ سکتا ہے' جس کو سود کی تعریف معلوم ہو نہ قمار کی' اور ہم شیخ تقی عثمانی کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں رکھتے۔ انہوں نے صرف اپنے گروہی نظریہ کے مطابق انعامی بانڈز کو ناجائز قرار دینے کے لیے یہ غیر علمی' خلاف واقع اور فرضی اور من گھڑت باتیں کہی ہیں' اور کھینچ تان کر اپنی مطلب برآری کی ناکام اور نامراد سعی کی ہے۔

ہم نے انعامی بانڈز کے جواز میں شرح صحیح مسلم میں اور پھر تبیان القرآن میں تفصیل کے ساتھ دلائل لکھے ہیں' ہم یہاں پر ان

دلائل کے صرف عنوانات لکھ رہے ہیں:

شرح صحیح مسلم میں انعامی بانڈز کی بیع کے جواز کے دلائل کے عنوانات

(۱) انعامی بانڈز کا شرعی حکم (۲) انعامی بانڈز میں سید مودودی کا موقف (۳) انعامی بانڈز میں علماء دیوبند کا موقف (۴) انعامی بانڈز میں مصنف کا موقف اور بحث ونظر (۵) کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربٰو الفضل ہے؟ (۶) کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربٰو النسیئہ ہے (۷) کیا انعام کا رواج خریدار کی شرط لگانے کے مترادف ہے؟ (۸) انعامی بانڈز کا لین دین قرض ہے یا خرید وفروخت؟ (۹) کیا انعامی بانڈز پر انعامات سودی رقم سے دیئے جاتے ہیں؟ (۱۰) کیا بانڈز کے انعامات اور حکومت کے دیگر عطیات کا حکم الگ الگ ہے؟ (۱۱) کیا نیت پر حکم لگانا صحیح ہے؟ (۱۲) قمار کی تحقیق (۱۳) کیا بانڈز کے انعامات میں قمار کی روح ہے؟

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۲۴۔۱۱۱ تک پھیلی ہوئی ہے۔

تبیان القرآن میں انعامی بانڈز کی بیع کے جواز کے دلائل کے عنوانات

(۱) انعامی بانڈز کے جواز کی بحث (۲) لاٹری اور قمار بازی کے متعلق تعزیراتِ پاکستان کی دفعات کی تشریح (۳) دفعہ: ۱۹۴ (ب) تجارت وغیرہ کے لیے انعام کی پیش کش کرنا (۴) انعامی بانڈز کے متعلق جسٹس پیر محمد کرم شاہ (رحمہ اللہ) کا فیصلہ (۵) انعامی بانڈز کے جواز کے متعلق جسٹس شفیع الرحمان کا فیصلہ۔

* یہ بحث' تبیان القرآن ج ۵ ص ۷۱۸۔۷۱۳ تک پھیلی ہوئی ہے۔

٦٢ - بَابُ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ
بیع الملامسہ (مبیع کو چھونے سے بیع کا وجوب)

''لمس'' کا معنی ہے: چھونا' المغرب میں مذکور ہے کہ ''مُلامَسة'' کا معنی یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے سے کہے کہ جب میں تمہارے کپڑے کو چھولوں اور تم میرے کپڑے کو چھولو تو بیع واجب ہو جائے گی' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ بائع یہ کہے کہ میں تم کو یہ چیز اتنے روپوں میں فروخت کرتا ہوں' سو جب میں تم کو چھولوں تو بیع واجب ہو جائے گی یا خریدار اسی طرح کہے' امام شافعی سے اس کی تعریف اس طرح منقول ہے کہ بائع تھان میں لپٹا ہوا کپڑا پیش کرے یا اندھیرے میں کوئی چیز پیش کرے اور کہے: میں نے تم کو یہ چیز اس شرط پر فروخت کی کہ تمہارا اس کو لمس کرنا اور چھونا' تمہارے دیکھنے کے قائم مقام ہے اور دیکھنے کے بعد تمہیں فسخ بیع کا اختیار نہیں ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ أَنَسٌ نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسہ سے منع فرمایا ہے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ' مخاضرہ' ملامسہ' منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۲۲۰۷)

٢١٤٤ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب کہ مجھے عامر بن سعد نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ

نَهٰى عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى الرَّجُلِ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَنَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ . وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ.

ﷺ نے منابذہ سے منع فرمایا ہے اور منابذہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو کپڑا فروخت کرتے وقت خریدار کے کپڑے کو الٹنے پلٹنے یا اس کو دیکھنے سے پہلے اس کی طرف کپڑا پھینک دے اور آپ نے ملامسہ سے منع فرمایا اور ملامسہ کی تعریف ہے: کپڑے کو دیکھے بغیر اس کو چھونا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۳۶۷ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

بیع ملامسہ اور بیع منابذہ کے باطل ہونے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کے نزدیک بیع الملامسہ اور بیع المنابذہ جائز نہیں ہے' اور یہ بیع الغرر اور قمار کی جنس سے ہے کیونکہ جب خریدار مبیع پر غور نہیں کرے گا اور نہ اس کو اس کی صفت کا علم ہوگا تو وہ اس مبیع کی حقیقت کو نہیں جان سکے گا تو یہ اندھا سودا ہوگا اور یہ باطل مال کو کھانا ہے' امام مالک کے نزدیک منابذہ یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کی طرف کپڑا پھینک دے اور دوسرا اس کی طرف کپڑا پھینک دے اور اس پر غور کیے بغیر ہر ایک دوسرے فریق سے کہے کہ یہ کپڑا اس کپڑے کے عوض ہے۔

کسی چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع میں مذاہب فقہاء

غائب چیز کی بیع بھی اسی قبیل سے ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا: غائب چیز کی بیع جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی صفت بیان کر دی جائے' پھر اگر وہ چیز اسی صفت پر ہو تو دیکھنے کے بعد خریدار کو اس کی بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا' یہ امام احمد' ابوثور اور اسحاق کا قول ہے۔

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور ثوری نے کہا ہے کہ غائب چیز کی بیع اس کی صفت بتا کر اور بغیر صفت بتائے' دونوں طرح جائز ہے اور اگر وہ چیز صفت کے مطابق ہو' پھر بھی خریدار کو دیکھنے کے بعد اس کو مسترد کرنے کا اختیار ہوتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' شعبی' نخعی اور حسن بصری سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول امام ابوحنیفہ کی مثل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ غائب چیزوں کی بیع جائز نہیں ہے' اور یہ حکم اور عمار کا بھی قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع کی جائے تو یہ بیع غرر ہے' یعنی اس میں دھوکا ہے' کیا پتا وہ چیز درست ہو یا نہ ہو۔

کسی چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع کے جواز میں فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اشیاء غائبہ کی بیع کی ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کوفہ میں گھر خریدا اور اس کے عوض ان کو بصرہ میں گھر دیا' اور حضرت عثمان نے حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہما کو زمین دے کر ان سے اس کے عوض گھوڑا خریدا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان کو وادیٔ تبوک کی زمین دے کر ان سے خیبر کی زمین خریدی اور ان احادیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو مبیع کی صفت بیان کر دی تھی' سو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر کسی چیز کو دیکھے اور بغیر اس کی صفت بتائے' اس کی بیع جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۳۵۔ ۲۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہر چند کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی چیز کو دیکھا ہو نہ اس کی صفت بتائی گئی ہو تو اس کی بیع میں غرر ہے' لہٰذا یہ بیع ناجائز ہونی

چاہیے لیکن ہم نے تعامل صحابہ کی وجہ سے اس قیاس کو ترک کر دیا۔

۲۱۴۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نُهِيَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ، وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اَللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: دو قسم کے لباسوں سے منع کیا گیا ہے ایک یہ کہ آدمی صرف تہبند باندھے ہوئے اکڑوں بیٹھے اور گھٹنوں کے گرد ہاتھوں سے حلقہ بنالے دوسرا یہ ہے کہ تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لے اور دو قسم کی بیع سے منع کیا گیا ہے ملامسہ سے اور منابذہ سے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۶۸ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ

بیع المنابذہ کا بیان

وَقَالَ أَنَسٌ نَهٰى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع المنابذہ سے منع فرمایا ہے۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری: ۲۲۰۷ میں ہے اور "منابذة" کا معنی اور اس کا حکم، صحیح البخاری: ۲۱۴۴ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

۲۱۴٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن یحییٰ بن حبان اور از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۶۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۴۷ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از عطاء بن یزید از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کے لباس اور دو قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے ملامسہ سے اور منابذہ سے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳٦۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَّا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ

بائع کو تحفیل سے ممانعت یعنی وہ اونٹنیوں، گایوں اور بکریوں سے دودھ دوہنا بند کر کے ان کے

وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ

تھنوں میں دودھ جمع نہ کرے اور ہر ''محفلة''

وَالْمُصَرَّاةُ الَّتِي صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيهِ وَجُمِعَ فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا، وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ حَبْسُ الْمَاءِ، يُقَالُ مِنْهُ صَرَّيْتُ الْمَاءَ إِذَا حَبَسْتَهُ.

اور مصراة وہ جانور ہے جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک لیا گیا ہو اور اس کے تھنوں میں دودھ جمع کرنے کے لیے کئی دن تک اس کا دودھ دوہا نہ گیا ہو اور لفظ ''التصریة'' اصل میں پانی روکنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' اسی معنی میں کہا جاتا ہے: ''صریت الماء'' میں نے پانی کو روک رکھا ہے۔

اس باب میں بائع کو تحفیل سے منع کیا گیا ہے' تحفیل یہ ہے کہ اونٹنی کے تھنوں سے دودھ نہ دوہ کر اس میں دودھ جمع کیا جائے تا کہ جب خریدار کے سامنے دودھ دوہا جائے تو بہت زیادہ دودھ نکلے اور خریدار اس اونٹنی کو غیر معمولی قیمت سے خرید لے' بکریوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جاتا ہے۔

٢١٤٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَيْنَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَّمُجَاهِدٍ وَّالْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ وَّمُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اونٹنیوں اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو' پھر اس کے بعد جو شخص ان کو خرید لے تو اس کو دودھ دوہنے کے بعد دو اختیار ہیں' وہ چاہے تو اس جانور کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع (چار کلوگرام) کھجوریں بھی دے۔ ابوصالح' مجاہد' ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار روایت کرتے ہیں از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ایک صاع (چار کلوگرام) کھجوریں۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح مسلم: ١٥٢٤' الرقم المسلسل: ٣٧٢٢ میں ہے' اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کا تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' اس کو تین دن تک اختیار ہے' اگر چاہے تو اس بکری کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی واپس کرے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: احادیث مصرّاۃ کی دو قسمیں ہیں' ایک قسم وہ ہے جس میں مدتِ خیار کا ذکر نہیں ہے (جیسے صحیح بخاری کی حدیث: ٢١٤٨ میں ہے) فقہاء مالکیہ نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس بکری کو مطلقاً واپس کر دیا جائے گا' اور دوسری احادیث وہ ہیں جو تین دن تک مدتِ خیار کے ساتھ مقید ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مذکور ہے اور فقہاء شافعیہ نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے اور وہ کہتے ہیں: جیسے ہی خریدار کو اس عیب کا علم ہو' وہ فوراً اس کو واپس کر دے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ، وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا.

اور بعض نے کہا از ابن سیرین: وہ ایک صاع طعام (گندم) واپس کرے اور اس کو تین دن تک اختیار ہے۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح مسلم: ۱۵۲۴ ' الرقم المسلسل: ۳۷۲۳ میں ہے' اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' اس کو دو چیزوں میں سے اس کا اختیار ہے جو اس کے نزدیک بہتر ہو' اگر وہ چاہے تو اس کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی واپس کرے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ' عَنِ ابْنِ سِيرِيْنَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ. وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا' وَالتَّمْرُ اَكْثَرُ.

اور بعض نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ ایک صاع کھجوروں میں سے دے اور تین دن کا ذکر نہیں کیا اور اکثر احادیث میں کھجوروں کا ذکر ہے۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح مسلم: ۱۵۲۴ ' الرقم المسلسل: ۳۷۲۴ میں ہے' اس کا متن حسب ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' اسے اس کا اختیار ہے جو اس کے نزدیک بہتر ہو' اگر وہ چاہے تو اس کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے' گندم ضروری نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: فقہاء احناف نے جو اس حدیث پر عمل کو ترک کر دیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث آٹھ وجوہ سے اصول مسلمہ کے مخالف ہے: (۱) اس حدیث میں بغیر عیب اور بغیر شرط کے مبیع کے مسترد کرنے کو واجب قرار دیا گیا ہے (۲) اس میں تین دن کے اختیار کا ذکر ہے حالانکہ تین دن کی قید خیار شرط میں ہوتی ہے (۳) اس میں مبیع کے ایک جز کے خرچ ہونے کے بعد بیع کے رد کرنے کو واجب قرار دیا گیا ہے (۴) اس میں مبدل کے قیام کے باوجود بدل کو واجب کیا گیا ہے (۵) اس میں خرچ شدہ دودھ کے عوض کھجوروں کو یا گندم کو واجب کیا گیا ہے حالانکہ کسی چیز کے تلف ہونے کے بعد اس کی مثل صوری یا اس کی قیمت کو واجب کیا جاتا ہے (۶) دودھ ان چیزوں میں سے ہے جن کی مثل ہوتی ہے' پھر بھی اس کی مثل کو واجب نہیں کیا گیا (۷) یہ ربٰو کی طرف مفضی ہے کیونکہ ایک صاع کھجوریں خرچ شدہ دودھ سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں (۸) اس میں عوض اور معوض عنہ کو جمع کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

زیر بحث حدیث کی تخریج حسب ذیل ہے:

صحیح مسلم: ۳۷۲۱۔ ۱۵۲۴' سنن نسائی: ۴۴۹۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱۸' مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۲' صحیح ابن حبان: ۵۱۵' شرح السنۃ: ۲۱۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۶۰۔ ج ۱۶ ص ۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔

حدیث مصراۃ پر عمل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ جس مبیع میں عیب ہو یا اس میں فریب دہی ہو' اس بیع کو مسترد کرنا جائز ہے' اس لیے کہ جب دودھ کو کئی دن تک تھنوں میں جمع کیا جائے اور دوہا نہ جائے تو مشتری یہ گمان کرے گا کہ وہ اونٹنی ہر روز اتنا دودھ دیتی ہے' پس وہ اس بیع میں دھوکا کھا جائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ الصادق المصدوق ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن اونٹنیوں کے تھنوں میں دودھ جمع کیا گیا ہو' ان کی بیع دھوکا دہی ہے اور مسلمان کو دھوکا دینا جائز نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۱ ' مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۳ ' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱۷ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۲۱۹ ' کنز العمال: ۹۶۵۰)

امام مالک' لیث' امام ابو یوسف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جس نے مصراۃ کو خریدا' وہ تین دن کے بعد اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے اس حدیث کے برعکس یہ کہا ہے کہ خریدار کے لیے اس عیب کی وجہ سے اس کو مسترد کرنا جائز نہیں ہے' لیکن اس عیب کی وجہ سے خریدار کا جو نقصان ہوا ہے' اس کا تاوان وہ بائع سے وصول کر لے۔ انہوں نے کہا ہے کہ خریدار جب کوئی ایسی چیز خریدے جس میں عیب ہو تو وہ اس نقصان کا تاوان وصول کر سکتا ہے مگر اس کو اس بیع کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ حدیث المصراۃ اس حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ خراج ضمان کے ساتھ ہے یعنی منفعت کا مستحق وہ ہے جو نقصان کا ذمہ دار ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۲۸۵ ' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳-۳۵۰۹ ' سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۲ ' مسند احمد ج ۶ ص ۴۹)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

الخراج بالضمان کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی غلام خریدے اور اس سے کہے: تم مجھے روزانہ اتنے روپے کما کے لا کر دو' پھر وہ اس غلام میں کوئی عیب پائے اور وہ غلام بائع کو واپس کر دے' پس اس غلام سے جو آمدنی اور منفعت حاصل ہوئی وہ خریدار کے لیے ہے' کیونکہ اگر غلام ہلاک ہو جاتا تو وہ خریدار کے مال کا نقصان ہوتا اور اس قسم کے مسائل میں منفعت اس کی ہوتی ہے' جو نقصان کا ضامن ہو۔ (سنن ترمذی ص ۳۴۲ ' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث کے اعتبار سے وہ اونٹنی یا بکری خریدنے کے بعد مر جاتی تو وہ خریدار کا نقصان ہوتا' اس لیے اس بکری یا اونٹنی سے دودھ کی صورت میں جو منفعت حاصل ہوئی ہے' اس پر بھی خریدار کا حق ہے' بائع کا اس پر حق نہیں ہے۔ یہ حکم عام قاعدہ کے اعتبار سے ہے اور حدیث مصراۃ کا تقاضا ہے کہ خریدار اس دودھ کے عوض بائع کو ایک صاع کھجور تاوان میں دے اور چونکہ حدیث مصراۃ اس عام قاعدہ کے خلاف ہے' اس لیے یہ حدیث قابل عمل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۷۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث مصراۃ پر فقہاء احناف کے عمل نہ کرنے کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے صرف الخراج بالضمان سے تعارض کی وجہ سے اس حدیث پر عمل کو ترک نہیں کیا بلکہ اس حدیث پر عمل ترک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی متعدد آیات کے بھی خلاف ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ . (البقرہ: ۱۹۴) سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ. (النحل: ۱۲۶) اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا . (الشوریٰ: ۴۰) اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

ان آیتوں کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زیادتی کرے تو اس کے بدلے میں اس کے خلاف اتنی ہی زیادتی کی جائے اور مصراۃ کی حدیث کے مطابق بائع نے تھنوں میں دودھ جمع کر کے خریدار کے ساتھ زیادتی کی ہے اور جب خریدار پر یہ لازم کیا جائے گا کہ وہ

جب بکری واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی واپس کرے تو یہ اتنی ہی زیادتی نہیں ہے کیونکہ تھنوں میں جمع شدہ دودھ کی قیمت ایک صاع کھجوروں کی قیمت سے کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی' لہٰذا مصراۃ کی حدیث پر عمل کرنا ان آیات پر عمل کرنے کے خلاف ہے' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اصول یہ ہے کہ جب قرآن مجید اور احادیث میں تعارض ہو تو وہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہیں اور اس حدیث پر عمل کو ترک کر دیتے ہیں' اس وجہ سے امام ابوحنیفہ نے حدیث مصراۃ پر عمل نہیں کیا۔ علاوہ ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حدیث مصراۃ اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''الخراج بالضمان'' یعنی منفعت کا وہ شخص مستحق ہے جو نقصان کا ذمہ دار ہو۔

۲۱۴۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُّحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْیَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا' وَنَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُلَقَّی الْبُیُوْعُ.

[طرف الحدیث:۲۱۶۴] (صحیح مسلم:۱۵۱۸' الرقم المسلسل:۳۷۱۳' سنن ترمذی:۱۲۲۴' سنن ابن ماجہ:۲۱۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' پھر اس کو واپس کیا تو وہ اس کے ساتھ ایک صاع بھی واپس کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کرنے والوں سے پہلے ملاقات کرنے سے منع فرمایا' یعنی ان کے شہر پہنچنے سے پہلے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) معتمر بن سلیمان (۳) ان کے والد سلیمان بن طرخان (۴) ابوعثمان عبدالرحمان بن مل النہدی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام لے آئے تھے اور آپ کو صدقات ادا کیے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کئی جہاد کیے تھے' یہ ۹۵ھ میں ۱۳۰ سال کی عمر گزار کر فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۹۲)

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۱۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِی الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّکْبَانَ' وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ' وَلَا تَنَاجَشُوْا' وَلَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ' وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ' وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ بَعْدَ اَنْ یَّحْتَلِبَهَا اِنْ رَضِیَهَا اَمْسَکَهَا' وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (شہر کی طرف آنے والے) سواروں سے ملاقات نہ کرو اور تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور تم نجش نہ کرو اور شہر والا دیہات والے کے لیے بیع نہ کرے اور تم بکریوں کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو اور جو اس کو خرید لے اس کو دو چیزوں میں سے بہتر کا اختیار ہے' اس کا دودھ دوہنے کے بعد اگر وہ اس سے راضی ہو تو اس کو رکھ لے اور اگر اس سے ناراض ہو تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۲۱۴۸' ۲۱۴۸' اور ۲۱۴۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٥ - بَابُ اِنْ شَآءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِيْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ

اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر دے اور اس کے دودھ کے عوض ایک صاع کھجوریں دے

۲۱۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ زِيَادٌ اَنَّ ثَابِتًا مَّوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰى غَنَمًا مُّصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا' فَاِنْ رَّضِيَهَا اَمْسَكَهَا' وَاِنْ سَخِطَهَا فَفِيْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زیاد نے خبر دی کہ عبدالرحمان بن زید کے مولیٰ ثابت نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا گیا تھا' پھر اس کا دودھ دوہا' پس اگر وہ اس سے راضی ہے تو اس کو رکھ لے اور اگر اس سے ناراض ہے تو اس کے دوہے ہوئے دودھ کے عوض ایک صاع کھجوریں دے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۲۱۴۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٦ - بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِيْ

زانی غلام کی بیع

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زانی غلام کے زنا کے عیب کو بیان کر کے اس کی بیع جائز ہے۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ اِنْ شَآءَ رَدَّ مِنَ الزِّنٰى.

اور شریح نے کہا ہے کہ اگر خریدار چاہے تو زنا (کے عیب) کی وجہ سے بیع مسترد کر دے۔

شریح سے مراد قاضی شریح بن الحارث الکندی ہیں' اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کا متن اس طرح ہے:

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی آدمی سے ایک باندی خریدی' وہ زنا کرتی تھی' خریدار کو اس کا علم نہیں تھا' اس نے قاضی شریح کے پاس مقدمہ پیش کیا' شریح نے فیصلہ کیا کہ اگر خریدار چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے بیع مسترد کر دے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک زنا' باندی میں عیب ہے' غلام میں عیب نہیں ہے' کیونکہ باندی اگر زنا کرتی ہے تو اس سے مقصود حاصل نہیں ہوگا' کیونکہ باندی سے مقصود اس سے مباشرت کرنا ہے یا اس سے اولاد کو حاصل کرنا ہے' اور جب باندی زنا کرے گی تو اس سے جو اولاد حاصل ہوگی' اس کے لیے یہ باعث عار ہوگا' اور غلام سے مقصود کام کرانا اور خدمت لینا ہے اور اگر وہ زنا کرتا ہے تو اس سے اس کی کارکردگی متاثر نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۹۶)

۲۱۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ. [اطراف الحدیث: ۲۱۵۳۔۲۲۳۳۔۲۲۳۴۔۲۵۵۵۔ ۶۸۳۷۔۶۸۳۹] (صحیح مسلم: ۱۷۰۳، الرقم المسلسل: ۴۳۳۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۰، سنن کبریٰ: ۷۲۴۴، مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۴۷۰۔ ج ۱۵ ص ۲۸۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اس کو کوڑے مارے جائیں اور اس کو ملامت نہ کی جائے، پھر اگر وہ (دوبارہ) زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے مارے جائیں اور اس کو زیادہ ملامت نہ کی جائے، پر اگر وہ تیسری بار زنا کرے تو وہ اس کو فروخت کر دے خواہ بالوں کی ایک رسی کے عوض۔

مارنے کے علاوہ ملامت نہ کرنے کی توجیہ اور بالوں کی رسّی سے مقصود کیا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس کو ملامت نہ کی جائے، اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو عار نہ دلایا جائے اور اس کو زبان سے ایذاء نہ پہنچائی جائے اور اس کی حد میں اضافہ نہ کیا جائے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ صرف ملامت پر اکتفاء نہ کی جائے بلکہ اس کو مار لگائی جائے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں کوڑے مارنے کا جو ذکر ہے، اس سے مراد ایسے کوڑے نہیں ہیں جو فوجی سزاؤں میں مروج ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو درخت کی شاخ سے پیٹا جائے اور جسم کے نازک حصوں پر نہ مارا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: خواہ اس کو بالوں کی رسّی کے عوض فروخت کر دیا جائے، اس کلام سے اس کو فروخت کرنے میں مبالغہ کرنا مقصود ہے اور رسّی کے ذکر سے مراد اس کو کم قیمت پر فروخت کرنا ہے اور اس کی قیمت میں بے رغبتی کو ظاہر کرنا ہے۔

زنا کے عیب کی وجہ سے غلام یا باندی کے عیب میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زانی غلام کو فروخت کرنا جائز ہے، اہل ظاہر نے کہا: اس کو فروخت کرنا واجب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زنا کرنا باندی میں عیب ہے، غلام میں عیب نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ وہ غلام زنا کرنے کا عادی ہو۔

اگر باندی زنا کرتی ہو تو اس کو پچاس کوڑے لگائے جائیں گے، اس کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا کہ اس کی باندی نے زنا کیا ہے اور اس کا زنا ظاہر ہو چکا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو، وہ آپ کے پاس پھر آیا اور اس نے بتایا کہ اس باندی نے پھر زنا کیا ہے اور اس کا زنا ظاہر ہو چکا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو، وہ آپ کے پاس پھر آیا اور اس نے کہا: اس نے پھر زنا کیا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو، وہ آپ کے پاس پھر آیا اور اس نے کہا: اس نے پھر زنا کیا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو فروخت کر دو، خواہ بالوں کی ایک رسّی کے عوض۔ (سنن کبریٰ للنسائی: ۷۲۱۷۔ ۷۲۱۵۔ ج ۶ ص ۴۵۵۔ ۴۵۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

صحابہ اور تابعین میں سے حضرت ابن مسعود، حضرت ابوبرزہ، حضرت ابن عمر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم، ابراہیم نخعی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، علقمہ، اسود، ابوجعفر محمد بن علی اور ابومیسرہ رحمہم اللہ نے کہا: ایسی باندی کو کوڑے مارے یا کوڑے مارنے کا حکم دے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ زنا کرنا غلام اور باندی دونوں میں عیب ہے اور اس وجہ سے اس بیع کو مسترد کر دیا جائے گا' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے' اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس سے ثمن میں کمی ہو جائے' وہ عیب ہے۔

باندی کو کوڑے لگانے کا فریضہ اس کے مالک کا ہے یا سلطان کا؟

اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس باندی کو کوڑے کون مارے گا؟ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس کا مالک اس کو کوڑے مارے گا اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ حد صرف امام لگا سکتا ہے اور تعزیر دوسرے لوگ بھی لگا سکتے ہیں۔

باندی کو کوڑے مارنے اور دیگر اُمور کا سلطان کے ذمہ ہونا

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ چار چیزیں سلطان کی طرف مُفوّض ہیں: (۱) زکوٰۃ وصول کرنا (۲) نماز پڑھانا (۳) حدود جاری کرنا (۴) اور مقدمات کا فیصلہ کرنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن مُحَیریز نے کہا: جمعہ' حدود' زکوٰۃ اور فیئے سلطان کے ذمہ ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء خراسانی نے کہا: زکوٰۃ' جمعہ اور حدود سلطان کے ذمہ ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

غلام کو رجم کرنے کے متعلق اختلافِ ائمہ

ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ جب ایک شخص زنا کرے اور اس پر حد لگا دی جائے' پھر وہ دوبارہ زنا کرے تو اس پر دوبارہ حد لگائی جائے گی' یعنی اس کو دوبارہ کوڑے مارے جائیں گے' البتہ رجم میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک رجم کے لیے سات اُمور شرط ہیں: (۱) آزاد ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) مسلمان ہونا (۵) مباشرت کرنا (۶) نکاح صحیح کے ساتھ مباشرت کرنا (۷) فریقین کا حالت دخول میں محصن ہونا' اگر مرد غلام ہو یا بچہ ہو یا مجنون ہو یا کافر ہو اور عورت مسلمان ہو اور عاقلہ اور بالغہ ہو تو دونوں فریق محصن نہیں ہیں' اس لیے ان پر حد جاری نہیں ہو گی۔

امام ابویوسف یہ کہتے ہیں کہ رجم کے لیے احصان شرط نہیں ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو یہودیوں کو رجم کیا تھا' ہم کہتے ہیں کہ آپ نے رجم کے احکام نازل نہ ہونے کے وقت تورات کے موافق یہ فیصلہ کیا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نئے نئے مدینہ میں تشریف لائے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۵۴'۲۱۵۳ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْاَمَةِ اِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ قَالَ اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا' ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا' ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَّا اَدْرِيْ' بَعْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابوہریرہ و حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باندی کے متعلق سوال کیا گیا کہ جب وہ زنا کرے اور وہ محصنہ (یعنی مسلمان پاک دامن' آزاد اور شادی شدہ) نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو' اگر پھر وہ زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے

الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ.

ماور اور اگر وہ پھر زنا کرے تو اس کو فروخت کر دو' خواہ ایک رسّی کے عوض۔ ابن شہاب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے تیسری بار فرمایا یا چوتھی بار فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث: ۲۱۵۲ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مَعَ النِّسَاءِ

عورتوں سے خرید و فروخت

٢١٥٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِيْ وَاَعْتِقِيْ، فَاِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَشِيِّ، فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اُنَاسٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ، شَرْطُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَاَوْثَقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا کہ عروہ بن زبیر نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' میں نے آپ سے ذکر کیا (کہ یہودی حضرت بریرہ کی وَلاء کا سوال کرتے ہیں) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خریدو اور آزاد کر دو' کیونکہ وَلاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر شام کے وقت آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کی جس کا وہ اہل ہے' پھر آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں' جس شخص نے ایسی کوئی شرط لگائی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے' سو وہ باطل شرط ہے خواہ وہ سو شرطیں لگائے' اللہ کی (کتاب کے موافق) شرط ہی حق دار ہے اور وہی معتمد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵٦ میں گزر چکی ہے۔

٢١٥٦ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ اَبِيْ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَاوَمَتْ بَرِيْرَةَ، فَخَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ اِنَّهُمْ اَبَوْا اَنْ يَبِيْعُوْهَا اِلَّا اَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. قُلْتُ لِنَافِعٍ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا اَوْ عَبْدًا؟ فَقَالَ مَا يُدْرِيْنِيْ.

[اطراف الحدیث: ۲۱٦۹_۲۵٦۲_٦۷۵۲_٦۷۵۷_٦۷۵۹]

(صحیح مسلم: ۱۵۰۴' الرقم المسلسل: ۳٦٦۷' سنن ابوداؤد: ۲۹۱۵' سنن

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن ابی عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا' وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی قیمت لگا رہی تھیں (تاکہ ان کو خرید کر آزاد کر دیں) اس اثناء میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے (مسجد) تشریف لے گئے' پھر جب آپ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے کہا کہ (حضرت بریرہ کے مالکوں نے) اپنے لیے وَلاء کی شرط کے بغیر ان کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَلاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے: میں

نسائی: ۴۶۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۳ طبع قدیم)

نے نافع سے پوچھا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے یا غلام؟ تو انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا قبطیہ تھیں' ان کے شوہر کا نام حضرت مُغیث رضی اللہ عنہ تھا' وَلاء کا معنی ہے: اگر کسی غلام یا باندی کو آزاد کر دیا جائے' پھر وہ مال دار ہو جائے تو اگر اس کا کوئی نسبی وارث نہ ہو تو پھر اس کا ترکہ اس کے آزاد کرنے والے کو دیا جاتا ہے اور اس کو عصبہ سببی کہتے ہیں۔ اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٦٨ - بَابٌ هَلْ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِغَيْرِ اَجْرٍ؟ وَهَلْ يُعِيْنُهُ اَوْ يَنْصَحُهُ؟

آیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان کسی اُجرت (کمیشن) کے بغیر فروخت کر سکتا ہے؟ اور کیا وہ دیہاتی کی مدد کر سکتا ہے یا اس کی خیر خواہی کر سکتا ہے؟

اس باب کو لانے سے امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ شہری کو جو منع کیا گیا ہے کہ وہ دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے' وہ ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب شہری دیہاتی سے کمیشن لے کر اس کا سامان فروخت کرے کیونکہ جو کمیشن لے کر اس کا مال فروخت کرے گا' اس کی غرض بائع کی خیر خواہی نہیں ہوگی بلکہ اس کو صرف اپنے کمیشن سے سروکار ہوگا' لیکن جب وہ بغیر کسی کمیشن کے بائع کا مال فروخت کرے گا تو وہ اس کی خیر خواہی اور اعانت کی وجہ سے ایسا کرے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شہری دیہاتی کا دلال نہ بنے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهٗ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے نصیحت طلب کرے تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ جب کوئی شہری بغیر کمیشن کے دیہاتی کا مال فروخت کرے تو پھر یہ جائز ہے' اس تعلیق کا مکمل متن اس طرح ہے:

حکیم بن ابی یزید بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو (ان کے حال پر) چھوڑ دو' اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض (دوسرے) لوگوں کی وجہ سے رزق دیتا ہے' اور جب تم سے کوئی شخص نصیحت طلب کرے تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔ (الحدیث) (مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۶۳۹۔ ج ۱۶ ص ۳۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وَرَخَّصَ فِيْهِ عَطَاءٌ.

اور اس میں عطاء نے رخصت دی ہے۔

یعنی عطاء بن ابی رباح نے شہری کی دیہاتی سے بیع کی رخصت دی ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ شہری کی دیہاتی سے بیع کی ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب وہ دیہاتی سے کمیشن لے کر اس کا سامان فروخت کرے اور جب وہ بغیر کمیشن کے اس کا سامان فروخت کرے تو پھر یہ جائز ہے اور عطاء بن ابی رباح کا رخصت دینا بھی اسی پر محمول ہے۔

۲۱۵۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ اِسْمَاعِيْلَ' عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر بیعت کی: اس کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ

وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے پر اور (حاکم کے احکام) سننے اور ان کی اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۵۸ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا طَاوُسٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ. قَالَ لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا. [اطراف الحدیث: ۲۱۶۳-۲۲۷۴] (صحیح مسلم: ۱۵۲۱، الرقم المسلسل: ۳۷۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۴۳۹، سنن نسائی: ۲۵۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبدالواحد، انہوں نے کہا: ہمیں طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (دیہات سے آنے والے) سواروں سے ملاقات نہ کرو اور شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے۔ طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ اس ارشاد کا کیا معنی ہے: شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے؟ انہوں نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ اس کے لیے دلال (کمیشن ایجنٹ) نہ بنے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الصلت بن محمد بن عبدالرحمان (۲) عبدالواحد بن زیاد العبدی (۳) معمر بن راشد (۴) عبداللہ بن طاؤس (۵) ان کے والد طاؤس بن کیسان (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۲)

٦٩ - بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَجْرٍ

جس نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ شہری آدمی کمیشن لے کر دیہاتی کا مال فروخت کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث، صحیح البخاری: ۲۱۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۵۹ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَبَّاحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

مجھے عبداللہ بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعلی الحنفی نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ شہری دیہاتی کے لیے بیع کرے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔

٧٠ - بَابٌ لَّا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي.

شہری آدمی کمیشن لے کر دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے

اور ابن سیرین اور ابراہیم نے اس کمیشن کو بائع اور خریدار کے لیے مکروہ قرار دیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' امام ابن عوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۴۰۴)

وَقَالَ اِبْرَاهِيمُ اِنَّ الْعَرَبَ تَقُوْلُ بِعْ لِيْ ثَوْبًا' وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ.

اور ابراہیم نے کہا: عرب کہتے ہیں کہ میرے لیے اس کپڑے کی بیع کرو اور ان کی مراد اس سے کپڑا خریدنا ہوتا ہے۔

اس تعلیق سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ بیع کا لفظ خریدنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۲۱۶۰ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ' وَلَا تَنَاجَشُوْا' وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ نجش کرو اور نہ دیہاتی شہری کے لیے بیع کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۶۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ' عَنْ مُّحَمَّدٍ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نُهِيْنَا اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از محمد' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے کہ شہری دیہاتی سے بیع کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی' صحیح البخاری: ۲۱۴۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۱ - بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ — سواروں سے ملاقات کی ممانعت

اس باب میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ جب دیہاتی اپنا سامان فروخت کرنے کے لیے شہر کی طرف آئیں تو شہری ان کے شہر کی منڈیوں میں پہنچنے سے پہلے ان سے ملاقات کرلیں اور ان کا سامان خریدلیں۔

وَاَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُوْدٌ' لِاَنَّ صَاحِبَهُ عَاصٍ 'اٰثِمٌ اِذَا كَانَ بِهٖ عَالِمًا' وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ' وَالْخِدَاعُ لَا يَجُوْزُ.

اور اس شہری کی بیع مردود ہے کیونکہ ایسی بیع کرنے والا نافرمان گناہ گار ہے جب کہ اسے اس بیع کی ممانعت کا علم ہو اور یہ بیع میں دھوکا ہے اور دھوکا جائز نہیں ہے۔

سواروں سے ملاقات کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

ابن حزم اور اہل ظاہر نے کہا ہے کہ سواروں کا دیہاتیوں سے ملاقات کرنا حرام ہے اور یہ بیع باطل ہے۔

ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام مالک' لیث اور اوزاعی کے نزدیک دیہاتی کا مال خریدنے کے لیے شہری کا دیہاتی سے ملاقات کرنا حرام ہے' امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب تک دیہاتی شہر کی منڈیوں میں نہ پہنچ جائیں ان سے شہریوں کا ملاقات کرنا جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ... سے ملاقات ایسی جگہ پر ہو' جس سے انہیں ضرر

نہ ہو تو پھر ان سے ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص۴۰۶)

فقہاء احناف نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سواروں سے طعام خرید لیتے تھے' پھر آپ نے ہمارے پاس کسی کو بھیج کر اس سے منع فرمایا کہ جس جگہ سے انہوں نے طعام (غلّہ) خریدا ہے' وہیں اس کو فروخت کر دیں حتیٰ کہ اس طعام کو اس جگہ منتقل کیا جائے جہاں اس کو فروخت کیا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۲۳' شرح معانی الآثار: ۵۳۸۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواروں سے شہریوں کی ملاقات کی مطلقاً ممانعت نہیں تھی جب ہی تو وہ اس سے طعام خرید لیتے تھے' اور اس باب کی حدیث: ۲۱۶۲ سے معلوم ہوا کہ دیہات سے آنے والے سواروں سے ملاقات کرنا ممنوع ہے' ان حدیثوں میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اُس جگہ سواروں سے ملاقات ممنوع ہے جہاں ان کو ضرر ہو اور جہاں ان کو ضرر نہ ہو' وہاں ان سے ملاقات مباح ہے اور سواروں کے منڈیوں میں پہنچنے سے پہلے اگر شہری ان کا مال خریدنے کے لیے ان سے ملاقات کریں تو اس سے ان کو ضرر ہو گا اور جب وہ شہر کی منڈیوں میں پہنچ جائیں تو پھر ان کو ضرر نہیں ہو گا' اس لیے وہاں ان سے ملاقات کرنا مباح ہے۔

فقہاء احناف کے اس مؤقف پر امام طحاوی نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سواروں سے مال لینے کے لیے ان سے ملاقات نہ کرو پس جس نے ان سے ملاقات کر کے مال خرید لیا تو سوار جب منڈی میں پہنچے گا تو اس کو اختیار ہے۔

(مسند احمد ج۲ص۴۸۸۔۴۱۰' شرح معانی الآثار: ۵۳۸۲)

امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں: اس حدیث میں سواروں کے ساتھ ملاقات کرنے سے منع فرمایا ہے' پھر بائع کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ منڈی میں پہنچ کر اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے' اختیار اسی بیع میں دیا جاتا ہے جو بیع صحیح ہو' بیع فاسد میں اختیار نہیں دیا جاتا' پس اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سواروں سے ملاقات کرنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔

(شرح معانی الآثار ج۳ص۳۶۸۔۳۶۷' قدیمی کتب خانہ کراچی)

٢١٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّيْ، وَأَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ العمری نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دیہاتی) سواروں سے ملاقات کرنے سے اور شہری کی دیہاتی سے بیع سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

٢١٦٣ - حَدَّثَنِيْ عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد

مَعْنَى قَوْلِهِ لَا يَبِيعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ فَقَالَ لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارًا.

خود انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا معنی ہے کہ کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے؟ انہوں نے کہا کہ وہ اس کے لیے دلال (کمیشن ایجنٹ) نہ بنے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢١٥٨ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٢١٦٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا، قَالَ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زُریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے التیمی نے حدیث بیان کی از ابی عثمان از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ جس نے ایسا جانور خریدا جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا، وہ اس کے ساتھ ایک صاع (کھجوریں) بھی واپس کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواروں سے مال خریدنے کے لیے ملاقات سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢١٤٩ میں گزر چکی ہے۔

٢١٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور تم مال خریدنے کے لیے سواروں سے ملاقات نہ کرو حتیٰ کہ وہ مال بازار میں لے جایا جائے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢١٢٩ میں گزر چکی ہے۔

٧٢ - بَابُ مُنْتَهَى التَّلَقِّي

(سواروں سے) ملاقات کی ممانعت کی انتہاء کی جگہ

٢١٦٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِي مِنْهُمُ الطَّعَامَ، فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَبِيعَهُ حَتّٰى نَبْلُغَ بِهِ سُوقَ الطَّعَامِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا فِي أَعْلَى السُّوقِ، يُبَيِّنُهُ حَدِيثُ عُبَيْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سواروں سے ملاقات کرتے تھے، اور ان سے طعام خریدتے تھے تو ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طعام کے فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ ہم اس کو غلہ کی منڈی میں پہنچا دیں۔ امام بخاری نے کہا: اس سے مراد بازار کی بلند جگہ ہے جس کا عبید اللہ کی حدیث میں بیان ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢١٢٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں واضح طور پر امام طحاوی کے قول کے مطابق فقہاء احناف کے مذہب کی دلیل ہے۔

۲۱۶۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَبْتَاعُوْنَ الطَّعَامَ فِيْ اَعْلَى السُّوْقِ، فَيَبِيْعُوْنَهُ فِيْ مَكَانِهِمْ، فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعُوْهُ فِيْ مَكَانِهِ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جگہ میں غلہ خریدتے تھے' پھر اس کو اسی جگہ پر فروخت کرتے تھے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ فروخت کرنے سے منع فرمایا' حتیٰ کہ اس کو دوسری جگہ منتقل کرلیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۳ - بَابٌ اِذَا اشْتَرَطَ شُرُوْطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ

جب بیع میں ایسی شرائط عائد کی گئیں جو جائز نہیں ہیں

۲۱۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْنِيْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ كَاتَبْتُ اَهْلِيْ عَلٰى تِسْعِ اَوَاقٍ، فِيْ كُلِّ عَامٍ وَّقِيَّةٌ، فَاَعِيْنِيْنِيْ، فَقُلْتُ اِنْ اَحَبَّ اَهْلُكِ اَنْ اَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ فَعَلْتُ. فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ اِلٰى اَهْلِهَا، فَقَالَتْ لَهُمْ فَاَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْوَلَاءُ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ خُذِيْهَا وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَّشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَّيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَّيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَاِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللّٰهِ اَحَقُّ، وَشَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ، وَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا: میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ پر اس طرح مکاتبت کرلی ہے کہ میں ہر سال ایک اوقیہ (چالیس درہم) ادا کروں' سو آپ میری اعانت کیجئے' پس میں نے کہا: اگر تمہارے مالک یہ پسند کریں کہ میں ان کو یک مشت رقم دے دوں اور تمہاری وَلاء میرے لیے ہو تو میں اس طرح کر لیتی ہوں' پس حضرت بریرہ اپنے مالکوں کی طرف گئیں اور ان کو یہ بیان کیا' انہوں نے اس کا انکار کیا تو حضرت بریرہ ان کے پاس سے واپس آئیں اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے' حضرت بریرہ نے کہا: میں نے ان کے سامنے آپ کی پیش کش بیان کی تو انہوں نے اس کے سوا کوئی بات ماننے سے انکار کردیا کہ وَلا ان کے لیے ہوگی' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنا' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی' تو آپ نے فرمایا: تم بریرہ کو لے لو اور اس سے ولاء (لینے) کی شرط لگاؤ' کیونکہ وَلاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر حضرت عائشہ نے اسی طرح کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے' آپ نے اللہ تعالیٰ

کی حمد وثناء کی' پھر فرمایا: حمد وثناء کے بعد (میں یہ کہتا ہوں) کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں؟ جو شرط اللہ کی کتاب میں نہ ہو وہ باطل ہے' خواہ وہ سو شرطیں ہوں' اللہ کی شرط پوری کی جانے کی زیادہ حق دار ہے' اور اللہ کی شرط ہی معتمد ہے اور وَلاء صرف اس کے لیے ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ اَهْلُهَا نَبِيْعُكِهَا عَلٰى اَنَّ وَلَاءَ هَا لَنَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ارادہ کیا کہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کر دیں' تو ان کے مالکوں نے کہا: ہم اس شرط پر اس کو فروخت کریں گے کہ وَلاء ہمارے لیے ہو تو انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' پس آپ نے فرمایا: ان کی شرط تمہیں خریدنے سے نہ روکے' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۷۴ - بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

کھجوروں کو کھجوروں کے عوض فروخت کرنا

۲۱۷۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ' وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ' وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از مالک بن اوس' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: گندم کی بیع گندم کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو' اور جَو کی بیع جَو کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۷۵ - بَابُ بَيْعِ الزَّبِيْبِ بِالزَّبِيْبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ

کشمش کو کشمش کے عوض فروخت کرنا اور اناج کو اناج کے عوض

۲۱۷۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا.

[اطراف الحدیث: ۲۱۷۲-۲۱۸۵-۲۲۰۵]

نے مزابنہ سے منع فرمایا' اور درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں یا چھواروں کے عوض ناپ کر فروخت کرنے کو یا بیل پر لگے ہوئے انگوروں کو کشمش کے عوض فروخت کرنے کو مزابنہ کہتے ہیں۔

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ انگور کی بیع کشمش کے عوض حرام ہے اور جو گندم خوشوں میں ہو اس کی بیع صاف گندم کے عوض حرام ہے' اس کو محاقلہ کہتے ہیں اور اول الذکر مزابنہ ہے' اور جمہور کے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ کھجور اور انگور تازہ ہوں اور درخت پر ہوں یا کٹے ہوئے ہوں' اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر انگور تازہ ہوں اور کٹے ہوئے ہوں تو ان کی کشمش کے عوض برابر برابر بیع جائز ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جو کھجوریں درخت پر لگی ہوئی ہوں' ان کی بیع خشک کھجوروں کے عوض جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مزابنہ ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے' لیکن جب تازہ کھجوریں درخت سے کٹی ہوئی ہوں' ان کی خشک کھجوروں کے عوض برابر برابر بیع کرنا جب کہ ان میں مماثلت کی جائے تو جمہور علماء اس کی بیع کو اس کی جنس کے ساتھ جائز نہیں کہتے' خواہ برابر ہو یا زائد ہو' امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تازہ گندم کی بیع خشک گندم کے عوض اور خشک کھجوروں کی بیع تازہ کھجوروں کے عوض برابر برابر جائز ہے اور کمی اور زیادتی کے ساتھ جائز نہیں ہے' اسی طرح یہ بیع ادھار بھی جائز نہیں۔ (اس کے دلائل ان شاء اللہ' صحیح البخاری: ۲۲۰۵ کی شرح میں آ رہے ہیں)

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۷۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ يَّبِيْعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ اِنْ زَادَ فَلِيْ وَاِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا اور مزابنہ یہ ہے کہ پھلوں کو پیمانہ سے ناپ کر فروخت کرے' اگر زیادہ ہوں تو اس کا نفع میرا ہے اور اگر نقصان ہو تو وہ بھی میرا ہے۔

اس حدیث کی شرح' حدیث سابق: ۲۱۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۷۴ - قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۱۸۴-۲۱۸۸-۲۱۹۲-۲۳۸۰]

اور حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے العرایا کو اندازہ سے فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

"العرية" کی تفسیر میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

"العرية" کا لغوی معنی عطیہ ہے اور اس کے اصطلاحی شرعی معنی میں اختلاف ہے' امام مالک' اوزاعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ

حدیث میں جو "العریة" کا ذکر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے پورے باغ میں سے کسی کو ایک کھجور کا درخت یا دو کھجور کے درخت ایک سال کے لیے عاریۃً دے دے پھر اگر اس کے لیے اس پر قائم رہنا دشوار ہو تو وہ اندازہ لگائے کہ اس درخت پر کتنی تازہ کھجوریں ہیں اور اس اندازہ کے مطابق اس کو خشک کھجوریں دے کر اس سے وہ تازہ کھجوریں خرید لے یہ صورۃً مزابنہ ہے اور خشک کھجوروں کے عوض تازہ کھجوروں کی بیع ہے حقیقۃً مزابنہ نہیں ہے۔

امام شافعی اور ابوثور نے "عریّة" کی یہ تعریف کی ہے کہ تازہ کھجوروں کا موسم آئے اور وہاں فقراء ہوں جن کے پاس مال نہ ہو اور وہ تازہ کھجوروں کو خریدنا چاہتے ہوں کہ وہ بھی لوگوں کے ساتھ تازہ کھجوریں کھائیں اور ان کے پاس فاضل خشک کھجوریں ہوں تو ان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ پانچ وسق سے کم خشک کھجوریں دے کر ان کے عوض تازہ کھجوریں خرید لیں اور ان کے نزدیک کھجور اور انگور کے سوا اور کسی چیز میں "عریّة" جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک "عریّة" کا یہ معنی ہے کہ ایک شخص اپنے کھجور کے درختوں میں سے ایک درخت کسی آدمی کو عاریۃً دے مگر اس نے ابھی اس آدمی کو وہ درخت دیا نہ ہو کہ اس پر منکشف ہو کہ وہ کسی وجہ سے اس کو وہ درخت دینے پر قادر نہیں ہوگا تو وہ اس درخت کی تازہ کھجوروں کے عوض اس کو خشک کھجوریں اندازہ سے دے دے تاکہ اس کے ساتھ وعدہ کا خلاف نہ ہو۔ (اس کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ باب: ۸۴ میں آرہی ہے) (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱۷۔۴۱۶ ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۶ - بَابُ بَيْعِ الشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ
جَو کی جَو کے عوض بیع

۲۱۷۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ، فَدَعَانِيْ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ، فَتَرَاوَضْنَا حَتّٰى اصْطَرَفَ مِنِّيْ، فَاَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ قَالَ حَتّٰى يَاْتِيَ خَازِنِيْ مِنَ الْغَابَةِ، وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذٰلِكَ، فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا تُفَارِقُهُ حَتّٰى تَاْخُذَ مِنْهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ بِالْوَرِقِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از مالک بن اوس، انہوں نے کہا کہ وہ سو دینار کی بیع صرف طلب کر رہے تھے، تو مجھے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے بلایا، ہم کسی بات پر متفق ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے مجھ سے سونے کے دینار لیے، وہ ان کو اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ رہے تھے، پھر انہوں نے کہا کہ (میں اس کا معاوضہ اس وقت دوں گا) حتیٰ کہ میرا خازن مقام غابہ سے پہنچ جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی یہ باتیں سن رہے تھے انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم ان سے بالکل جدا نہ ہونا حتیٰ کہ تم ان سے ان کا معاوضہ لے لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سونے کی بیع سونے کے عوض سود ہے مگر وہ جو نقد بہ نقد ہو اور گندم کی بیع گندم کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور جَو کی بیع جَو کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض سود ہے، مگر جو نقد بہ نقد ہو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۷۷ - بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ
سونے کی بیع سونے کے عوض

۲۱۷۵ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ، وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ، كَيْفَ شِئْتُمْ.

[طرف الحدیث:۲۱۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن عُلَیہ نے خبردی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن ابی بکرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہو فروخت کرو۔

(صحیح مسلم:۱۵۹۰' الرقم المسلسل:۳۹۶۴' سنن نسائی:۴۰۷۸' مسند البزار:۳۶۳۳' صحیح ابن حبان:۵۰۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۰۷۔ ۱۰۶' مشکل الآثار:۶۱۰۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸۲' سنن کبریٰ:۶۱۷۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد:۲۰۳۹۵۔ ج ۳۴ ص ۷۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابوالفضل' یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) اسماعیل بن ابراہیم الاسدی (۳) یحییٰ بن ابی اسحاق (۴) عبدالرحمان بن ابی بکرہ (۵) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ' ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر۔

اس حدیث میں فرمایا کہ سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہو فروخت کرو' یعنی ایک مجلس میں قبضہ کرنے کے بعد ان کو جس طرح چاہو فروخت کرو۔

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۳۹۶۱۔ ج ۴ ص ۳۳۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۸ - بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ
چاندی کی بیع چاندی کے عوض

۲۱۷۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، فَقَالَ يَا أَبَا سَعِيدٍ! مَا هٰذَا الَّذِي تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فِي الصَّرْفِ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الذَّهَبُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں میرے چچا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے زہری نے حدیث بیان کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ کہ حضرت ابوسعید نے اس کی مثل حدیث بیان کی از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' پس ان سے حضرت عبداللہ بن عمر نے ملاقات کی' سو ان سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیسی حدیث بیان کرتے ہیں؟ حضرت ابوسعید نے کہا: صَرف میں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سونے کی بیع سونے

بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا بِمِثْلٍ. کے عوض برابر برابر ہو اور چاندی کی بیع چاندی کے عوض برابر برابر ہو۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۷۷-۲۱۷۸]

(صحیح مسلم: ۱۵۸۴، الرقم المسلسل: ۳۹۴۵، سنن ترمذی: ۱۲۴۱، سنن نسائی: ۴۵۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۵۶۴، شرح مشکل الآثار: ۶۱۰۱، المعجم الاوسط: ۱۶۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۰۰۶، ج ۱۷ ص ۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبیداللہ بن سعد (۲) ان کے چچا یعقوب بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف (۳) محمد بن عبداللہ بن مسلم (۴) ان کے چچا محمد بن مسلم الزہری (۵) سالم بن عبداللہ بن عمر (۶) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (۷) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۲۰)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: چاندی کی بیع چاندی کے عوض برابر برابر ہو۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۹۴۳- ج ۴ ص ۳۲۹ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوانات کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

۲۱۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کو سونے کے عوض نہ فروخت کرو مگر برابر برابر اور کسی عوض کو دوسرے سے کم نہ کرو اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور کسی عوض کو دوسرے سے کم نہ کرو اور غائب کو نقد کے عوض فروخت نہ کرو۔

صحیح البخاری: ۲۱۷۶ میں اس حدیث کی شرح کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

۷۹ - بَابُ بَيْعِ الدِّينَارِ بِالدِّينَارِ نَسَاءً

دینار کی دینار کے عوض ادھار بیع

۲۱۷۸، ۲۱۷۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَأَلْتُهُ، فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ كُلَّ ذٰلِكَ لَا أَقُولُ، وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [illegible]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ابوصالح الزیات نے انہیں خبر دی، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ دینار کی بیع دینار کے عوض اور درہم کی بیع درہم کے عوض (برابر برابر ہو)، ابوصالح نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید سے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح نہیں کہتے، حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے اس کے متعلق پوچھا تھا (کہ آپ جو دینار کی دینار کی بیع [illegible] کے ساتھ جائز کہتے ہیں) تو آیا آپ نے [illegible]

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ.

(صحیح مسلم: ۱۵۹۶' الرقم المسلسل: ۳۹۷۹' سنن ترمذی: ۴۵۸۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۷' المعجم الکبیر: ۴۵۰' مسند البزار: ۲۵۶۱' شرح السنۃ: ۲۳' صحیح ابن حبان: ۵۰۲۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۷۴۳۔ ج ۳۶ ص ۷۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا یا آپ نے اس کو کتاب اللہ میں پڑھا تھا؟ انہوں نے کہا: میں ان میں سے کسی بات کا دعویٰ نہیں کرتا! اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں' لیکن مجھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سود صرف ادھار بیع میں ہے۔

حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس کا ہم جنس چیزوں کی اضافہ کے ساتھ بیع کے جواز کے متعلق مناظرہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جو یہ حدیث روایت کی ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے' اس کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے' متقدمین میں سے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے جب وہ نقد بہ نقد ہو' اس کو سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو بیع نقد بہ نقد ہو' اس میں بالکل ربو نہیں ہے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے اور عکرمہ اور شریح کا بھی یہی قول ہے۔

انہوں نے حضرت اسامہ بن زید کی اس ظاہر حدیث سے استدلال کیا ہے اور ان کے بعد کے علماء کی ایک جماعت نے اس تاویل کی مخالفت کی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث کے معارض حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے اور چاندی کی نقد بیع میں کمی اور بیشی کو حرام قرار دیا ہے۔

طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابومجلز سے دینار اور درہم کی بیع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی عمر کے بڑے حصہ تک یہ کہتے رہے تھے کہ اضافہ کے ساتھ نقد بیع میں کوئی حرج نہیں ہے' اور وہ کہتے تھے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے' پھر ان سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے! آپ کب تک لوگوں کو سود کھلاتے رہیں گے! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سونے کی بیع سونے کے عوض اور چاندی کی بیع چاندی کے عوض اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض اور گندم کی بیع گندم کے عوض اور جو کی بیع جو کے عوض نقد بہ نقد ہو اور برابر برابر ہو' پس جو بیع اضافہ کے ساتھ ہو' وہ سود ہے۔

حضرت اسامہ کی حدیث کا محمل

یہ سنت ثابتہ ہے اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے' بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ایک سائل کے جواب میں تھا' اس نے پوچھا تھا: آیا سونے اور چاندی کی بیع میں یا گندم اور کھجور کی بیع میں بھی سود ہے حالانکہ یہ دو مختلف جنسیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: سود صرف ادھار بیع میں ہے' پس حضرت اسامہ نے آپ کا جواب سنا اور سائل کا سوال نہیں سنا اور انہوں نے جو کچھ سنا' اس کو نقل کر دیا۔

علامہ طبری نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب فروخت شدہ چیز کی جنسیں مختلف ہوں تو سود صرف ادھار میں ہے اور جب اس کی جنسیں متفق ہوں تو صرف برابر' برابر بیع جائز ہے اور کمی بیشی کے ساتھ سود ہے۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عالم' عالم کے ساتھ مناظرہ اور بحث کرتا ہے اور اس کو اختلاف سے اجماع کی طرف لوٹاتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایک جنس کی چیزوں میں اضافہ کے ساتھ بیع کے جواز سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے رجوع کے متعلق احادیث

ابوالزبیر مکی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید الساعدی سے سنا اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک دینار کی بیع دو دیناروں کے ساتھ جائز ہے' پس حضرت ابوسعید ساعدی نے ان کو سختی کے ساتھ منع کیا تو حضرت ابن عباس نے کہا: میرا کسی شخص کے متعلق یہ گمان نہیں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری قرابت کو جانتا ہو' وہ میرے ساتھ اس قدر سختی کے ساتھ بات کرے گا' تب حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دینار کی بیع دینار کے عوض اور درہم کی بیع درہم کے عوض اور ایک صاع گندم کی بیع ایک صاع گندم کے عوض اور ایک صاع جَو کی بیع ایک صاع جَو کے عوض اور ایک صاع نمک کی بیع ایک صاع نمک کے عوض ہو اور ان میں بالکل اضافہ نہ ہو' حضرت ابن عباس نے کہا: اضافہ کے ساتھ بیع کو میں پہلے جائز کہتا تھا اور میں نے اس کے متعلق کچھ نہیں سنا۔

(المستدرک ۲۲۴۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۷ھ' سنن ترمذی: ۱۲۴۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۸)

عبید اللہ العدوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابومجلز سے درہم اور دینار کی بیع کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی عمر کے ایک بڑے حصہ تک اضافہ کے ساتھ نقد بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے' پھر ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور ان سے کہا: اے ابن عباس! کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے! آپ کب تک لوگوں کو سود کھلاتے رہیں گے! کیا آپ کو یہ حدیث نہیں پہنچی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں عجوہ کھجوریں کھانا چاہتا ہوں' تو انہوں نے ایک انصاری کے ہاتھ دو صاع کھجوریں بھیجیں' وہ ان دو صاع کھجوروں کے عوض ایک صاع عجوہ کھجوریں لے آیا' حضرت ام سلمہ نے وہ کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیں' جب آپ نے وہ کھجوریں دیکھیں تو آپ کو اچھی لگیں' آپ نے ایک کھجور اٹھائی' پھر رک گئے' آپ نے پوچھا: یہ تمہارے پاس کیسے آئیں؟ تو حضرت ام سلمہ نے بتایا: میں نے دو صاع کھجوریں ایک انصاری کے ہاتھ بھیجی تھیں' وہ ان کے عوض ایک صاع عجوہ کھجوریں لے آیا اور یہ وہ کھجوریں ہیں' آپ نے اپنے سامنے سے وہ کھجوریں پھینک دیں اور فرمایا: مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے' ان کو واپس کر دو' کھجور کھجور کے عوض' اور گندم گندم کے عوض اور جَو جَو کے عوض اور سونا سونے کے عوض اور چاندی' چاندی کے عوض نقد بیع ہو اور برابر برابر' اور جس نے اضافہ کے ساتھ بیع کی وہ سود ہے' پھر فرمایا: اسی طرح وہ چیزیں جو ناپ کے ساتھ اور وزن کے ساتھ فروخت ہوتی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اے ابوسعید! اللہ آپ کو جزاء میں جنت عطا فرمائے! آپ نے مجھے وہ حدیث یاد دلا دی جس کو میں بھول چکا تھا' میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں' اس کے بعد حضرت ابن عباس اضافہ کے ساتھ بیع کو شدت سے منع کرتے تھے۔

(المستدرک ۲۳۲۸' اس حدیث کی سند صحیح ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' تاہم دوسری کتب حدیث میں یہ روایت مذکور ہے' سنن ترمذی: ۱۲۴۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۸' صحیح ابن حبان: ۴۶۹۷)

حضرت اسامہ اور حضرت ابوسعید کی حدیثوں میں حافظ عینی اور حافظ عسقلانی کی تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے اور حضرت اسامہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کی تطبیق میں علماء کے حسب ذیل مختلف اقوال ہیں:

(۱) جن دوسری احادیث سے ایک درہم کی بیع دو درہموں کے ساتھ ممنوع ہے ان سے حضرت اسامہ کی حدیث منسوخ ہے۔

(۲) حضرت اسامہ نے جو کہا ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے اس کا معنی ہے: جس سود کی بہت شدید تحریم ہے اور جس پر بہت شدید عذاب کی وعید ہے وہ صرف ادھار بیع میں ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ شہر میں صرف زید عالم ہے حالانکہ شہر میں اور بھی علماء ہیں لیکن اس قول کا مقصد یہ ہے کہ شہر میں بڑا اور مشہور عالم صرف زید ہے۔

(۳) حضرت اسامہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے اس سے حضرت ابن عباس نے بہ طریق مفہوم مخالف یہ معنی نکالا کہ اضافہ کے ساتھ ایک جنس کی چیزوں میں سود نہیں ہے اور حضرت ابوسعید کی حدیث کا منطوق صریح یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں اضافہ کے ساتھ بیع حرام ہے اور منطوق صریح کو مفہوم مخالف پر مقدم کیا جاتا ہے۔

(۴) اضافہ کے ساتھ سود حرام ظنی ہے کیونکہ اضافہ کے ساتھ حرمت کی علت میں مجتہدین کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اتحاد قدر اور جنس حرمت کی علت ہے امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک طعم اور ثمنیت حرمت کی علت ہے اور امام مالک کے نزدیک کھانے پینے کی جو چیزیں غذا بن سکیں اور جن چیزوں کو ذخیرہ کیا جا سکے وہ حرمت کی علت ہیں اور ادھار بیع میں سود حرام قطعی ہے نیز اول الذکر کو ربوٰ الحدیث کہا جاتا ہے (حدیث میں صرف چھ چیزوں کی اضافہ کے ساتھ بیع کو حرام فرمایا ہے اور باقی چیزوں میں قیاس کے ساتھ بیع کو حرام قرار دیا گیا ہے) اور ثانی الذکر کو ربوٰ القرآن کہا جاتا ہے۔

ربوٰ القرآن کے متعلق یہ آیت ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مؤمن ہو تو (زمانۂ جاہلیت کا) باقی ماندہ سود چھوڑ دو۝ اور اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

(البقرہ:۲۷۹۔۲۷۸)

(۵) حضرت اسامہ کی حدیث مجمل ہے یعنی جب دو چیزیں مختلف انواع کی ہوں تو ان میں صرف ادھار بیع حرام ہے اور حضرت ابوسعید کی حدیث مفصل ہے یعنی جب دو چیزیں متحد الجنس ہوں تو ان کی بیع میں اضافہ اور ادھار دونوں حرام ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۳ 'موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی یہی جوابات ذکر کیے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۱۰ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۷۶۔۳۹۷۶ ج ۴ ص ۳۴۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح ج ۴ ص ۴۰۹۔۴۰۷ پر مذکور ہے' اس کے عنوان یہ ہیں: ① حضرت ابن عباس کا ربوٰ الفضل کے جواز سے رجوع ② حضرت اسامہ کی روایت: سود صرف ادھار میں ہے' کی وضاحت ③ اجناس مختلفہ میں اتحاد قدر کے باوجود ادھار بیع کیوں جائز ہے؟

۸۰- بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيْئَةً

چاندی کی سونے کے ساتھ ادھار بیع

۲۱۸۱،۲۱۸۰- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْمِنْهَالِ قَالَ سَاَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ الصَّرْفِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابو المنہال سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب

فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يَقُوْلُ هٰذَا خَيْرٌ مِّنِّيْ، فَكِلَاهُمَا يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا.

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے صَرف (سونے اور چاندی کی بیع) کے متعلق سوال کیا تو ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں؛ پھر ان دونوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے اور چاندی کی ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۲۰۶۰' اور ۲۰۶۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

٨١ - بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ

سونے کی چاندی کے ساتھ نقد بہ نقد بیع کی جائے

٢١٨٢ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ. وَاَمَرَنَا اَنْ نَّبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد بن العوام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی اسحٰق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی چاندی کے ساتھ اور سونے کی سونے کے ساتھ بیع سے منع فرمایا مگر یہ کہ وہ برابر برابر ہو اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہیں خرید لیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۷۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٨٢ - بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ، وَهِيَ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَبَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالْكَرْمِ، وَبَيْعُ الْعَرَايَا

بیع المزابنہ' یہ خشک کھجوروں کی درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کے ساتھ بیع ہے اور کشمش کی انگوروں کے ساتھ بیع ہے اور بیع العرایا

قَالَ اَنَسٌ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا۔

اس تعلیق کے موافق موصول اور مفصل حدیث' صحیح البخاری: ۲۲۰۷ میں آ رہی ہے۔

مزابنہ کا معنی ہے: درخت سے کٹی ہوئی خشک کھجوروں اور کشمش کو درخت اور بیل میں لگی ہوئی کھجوروں اور انگوروں کے عوض اندازہ سے فروخت کرنا' اور محاقلہ کا معنی ہے: کھیت میں لگے ہوئے گندم کے خوشوں میں گندم کو خشک گندم کے عوض اندازہ سے فروخت کرنا۔

٢١٨٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ... پھلوں کو فروخت نہ کرو حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ...

بِالتَّمْرِ. ہو جائے اور درخت میں لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض فروخت نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۶ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں۔

درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کے جواز میں مذاہبِ فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو ان کی پختگی کے ظہور سے پہلے اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ان پھلوں کو درخت سے کاٹ لے گا تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر بائع نے کاٹنے کی شرط رکھی اور خریدار نے پھل نہیں کاٹے تب بھی یہ بیع صحیح ہے اور بائع پر لازم ہے کہ وہ پھلوں کو درخت سے کاٹ دے اور اگر خریدار اور بائع دونوں پھلوں کو درخت پر برقرار رکھنے پر راضی ہوں تب بھی جائز ہے' اور اگر اس نے پھلوں کو درخت پر برقرار رکھنے کی شرط کے ساتھ فروخت کیا تو یہ بیع بالاجماع باطل ہے کیونکہ بعض اوقات پھل پکنے سے پہلے آندھی یا اولوں سے تلف ہو جاتے ہیں' اس سے لازم آئے گا کہ بائع اپنے بھائی کا مال بلاعوض کھالے' لیکن جب اس نے درخت سے پھلوں کو کاٹنے کی شرط لگا دی تو اس ضرر کی نفی ہوگئی اور اگر اس نے درخت سے پھلوں کو کاٹنے کی شرط کے بغیر پھلوں کو فروخت کیا تو ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ درخت سے پھلوں کو کاٹنے کی شرط لگانا واجب ہے' علامہ نووی کی عبارت ختم ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ ثوری' ابن ابی لیلیٰ' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب تک درخت پر لگے ہوئے پھل سرخ یا زرد نہ ہو جائیں' اس وقت تک ان کی بیع جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ جب درخت پر لگے ہوئے پھلوں کا پختہ ہونا ظاہر ہو جائے تو ان کی بیع جائز ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا' جس کے پھلوں میں پیوند کاری کی ہوئی تھی تو اس کے پھل بائع کے لیے ہیں سوا اس کے کہ خریدار ان کو لینے کی شرط لگا لے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۰۴' صحیح مسلم: ۱۵۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۴۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۶۱)

امام ترمذی نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے:

جس نے ایسا غلام خریدا جس کے پاس مال تھا تو وہ مال بائع کے لیے ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۴۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۲)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع جائز ہے کیونکہ جو چیز شرط کے ساتھ مبیع میں داخل ہو' اس کی تنہا بیع جائز ہے اور جو چیز بغیر شرط کے مبیع میں داخل نہ ہو' اس کی تنہا بیع جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

باغات کا مروجہ بیع پر اشکال

اس حدیث میں پکنے سے پہلے درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کو ناجائز فرمایا ہے' جب کہ ہمارے دور میں پھلوں کی بیع اسی طرح ہوتی ہے' ابھی درختوں پر صرف بور لگا ہوتا ہے اور بعض اوقات بور بھی نہیں لگا ہوتا یا درختوں پر پھل ابھی کچے اور چھوٹے ہوتے ہیں اور باغات میں ان کی بیع کر دی جاتی ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۹۱۔ ۱۸۷ میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کا شرعی حکم ② پھلوں کے ظہور سے پہلے بیع کا حل ③ باغ کے پھلوں کی مروجہ بیع میں پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کا حل۔

تاہم نعمۃ الباری کے قارئین کے لیے اس بحث کا ضروری حصہ ہم یہاں پر بھی نقل کر رہے ہیں کیوں کہ یہ بحث ہماری شرح کے خصائص میں سے ہے اور قارئین کو یہ بحث شاید کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

فقہاء کی طرف سے اس اشکال کا حل

باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کو شریعت کے مطابق کرنے کے لیے فقہاء کرام نے متعدد حل پیش کیے ہیں:

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ ھ لکھتے ہیں:

ایک حل یہ ہے کہ خریدار باغ کی زمین کو مدتِ معینہ کے لیے کرائے پر لے لے تو یہ جائز ہے۔

دوسرا حل یہ ہے کہ اگر بعض پھلوں کے بور کا ظہور ہو گیا ہے اور بعض کا یا اکثر کے بور کا ظہور نہیں ہوا تو جن کا ظہور ہو گیا ہے ان کو اصل قرار دیا جائے اور جن کا ظہور نہیں ہوا' ان کو تابع قرار دیا جائے' یہ امام مالک' امام محمد بن حسن شیبانی' علامہ حلوانی اور بعض دیگر فقہاء سے منقول ہے' اگرچہ یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔

تیسرا حل یہ ہے کہ درختوں پر جس قدر بھی بور یا پھل ہوں' ان کو خریدار خرید لے اور اس کے بعد فصل تک جس قدر بھی پھل آئیں' ان سب کو باغ کا مالک خریدار پر حلال کر دے' اس طریقہ سے دونوں کا مقصود پورا ہو جائے گا۔

(المبسوط ج ۱۲ ص ۱۹۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ ھ)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ' اور علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ ھ نے بھی اس مؤخر حل کا ذکر کیا ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۴۹۲' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر' البحر الرائق ج ۵ ص ۳۰۱' مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

یہ تین حل اس صورت میں ہیں' جب باغ کے درختوں میں سے کسی ایک پر کم از کم بور لگ گیا ہو' لیکن ہمارے ہاں عموماً اس وقت باغ کے پھلوں کی بیع ہوتی ہے' جب باغ کے کسی ایک درخت پر بھی بور تک نہیں ہوتا یا چند درختوں پر بور آیا ہوا ہوتا ہے' اس صورت میں علامہ شامی نے یہ حل پیش کیا ہے کہ اس بیع کو بیع سلم قرار دیا جائے۔

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں پھل بہت زیادہ ہیں اور چونکہ لوگوں پر جہالت کا غلبہ ہے' اس لیے شرعی حل پر ان سے عمل کرانا (مثلاً زمین کرایہ پر لینا) ناممکن ہے' ہر چند کہ انفرادی طور پر بعض لوگوں سے اس پر عمل کرانا ممکن ہے' لیکن دنیا کے تمام لوگوں سے اس پر عمل کرانا' ناممکن ہے' اور لوگوں سے ان کی عادات چھڑانے میں بہت حرج ہے' اور اس صورت میں جن شہروں میں صرف اس طرح پھلوں کی بیع ہوتی ہے' اس سے یہ لازم آئے گا کہ پھلوں کا کھانا حرام ہو' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سلم کی رخصت ضرورت کی بناء پر دی ہے'

حالانکہ وہ بیع المعدوم ہے' پس چونکہ یہاں بھی ضرورت متحقق ہے' اس لیے اس بیع کا بیع سلم کے ساتھ دلالت کے طریقہ سے لاحق کرنا ممکن ہے' پس یہ بیع اس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ "لا یبیع احد ما لیس عندہ" کوئی شخص وہ چیز فروخت نہ کرے جو اس کے پاس نہیں ہے۔ اس لیے اس بیع کو استحساناً جائز کیا ہے کیونکہ قیاس ظاہر کا تقاضا عدم جواز ہے۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۵۳ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ ھ)

شیخ تقی عثمانی کا علامہ شامی کے پیش کردہ حل پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

شیخ تقی عثمانی علامہ شامی کے اس پیش کردہ حل پر یہ اعتراض کرتے ہیں:

بعض حضرات نے اس کو سَلَم کے ذریعہ جائز کرنے کی کوشش کی ہے کہ بیع سلم کرلو' لیکن یاد رکھئے کہ سَلَم کسی خاص درخت یا باغ میں نہیں ہوسکتی۔ سَلَم میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ آپ مجھے دو مہینہ یا چھ مہینہ کے بعد ایک من گندم دیں گے یا ایک ٹن کھجور دیں گے' وہ کھجوریں یا گندم کہیں سے بھی ہوں' لیکن اگر کہا جائے کہ اس باغ کا پھل دیں گے یا اس باغ کے اس درخت کا پھل دیں گے تو یہ سَلَم نہیں ہوسکتی کیونکہ کیا پتا کہ اس باغ میں پھل آتا ہے کہ نہیں آتا' کیا پتا اس خاص درخت پر پھل آتا ہے یا نہیں آتا' لہٰذا اس میں غرر ہے' اس لیے یہ جائز نہیں اور سَلَم کی دوسری شرائط بھی مفقود ہیں' اجل کا تعین کرنا مشکل ہے' اس میں مقدار کا تعین کرنا مشکل ہے' کتنا پھل آئے گا کچھ پتا نہیں تو اس میں سَلَم کی شرائط نہیں پائی جارہی ہیں' اس لیے سَلَم نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا خلاصہ یہ ہے کہ ظہور سے پہلے جواز کی کوئی صورت نہیں' البتہ اگر تھوڑا سا بھی ظہور ہوگیا تو پھر بیع ہوسکتی ہے اور اس میں شرط الترک بھی جائز ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۳۰۷' مکتبۃ الحراء' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ باغوں میں بور لگنے سے پہلے عام قواعد شرعیہ کے مطابق بیع ناجائز ہے اور اس سے لازم آئے گا کہ لوگوں کا پھل کھانا حرام ہو' علامہ شامی نے لوگوں کو اس حرام کھانے سے بچایا ہے اور ضرورت کی بناء پر اس بیع کو بیع سلم پر محمول کیا ہے' اور شیخ تقی عثمانی نے جو کہا ہے کہ اس بیع میں سَلَم کی شرائط نہیں پائی جاتیں' یہ وہ شرائط ہیں جو معمول کے مطابق حالات میں لگائی جاتی ہیں' شیخ تقی عثمانی نے اس پر غور نہیں کیا کہ علامہ شامی نے غیر معمولی حالات میں لوگوں کو حرام سے بچانے کے لیے اس بیع کو سلم پر محمول کیا ہے' علامہ شامی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ حقیقۃً بیع سلم ہے بلکہ اس کو ضرورت کی وجہ سے بیع سلم کے ساتھ لاحق کیا ہے تاکہ یہ بیع قواعد شرعیہ کے مطابق ہو جائے' اور اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی رکھی ہے' تنگی نہیں رکھی' اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر رحمتیں نازل فرمائے' جنہوں نے امت مسلمہ کے لیے دین میں آسانیاں مہیا کیں۔

اشکال مذکور اور اس کے حل کا خلاصہ

تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پھل خریدنے کے بعد ان کا درخت سے اُتارنا واجب ہے اور اگر خریدار یہ شرط لگائے کہ وہ پکنے تک پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھے گا تو اس کی یہ شرط باطل ہے کیونکہ یہ سودا در سودا ہے' جس کی حدیث میں ممانعت ہے یا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ بیع میں ایسی شرط لگائی گئی ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے۔ (طبرانی) باغ کے پھلوں کی بیع میں ایک خاص وقت تک پھل درخت پر رہنے دیئے جاتے ہیں' لہٰذا اس وجہ سے بھی اس بیع میں اشکال پیدا ہو گیا۔

اس اشکال کا ایک حل یہ ہے کہ بیع بغیر شرط ترک کے کی جائے اور پھر اگر بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دینے کی اجازت دے دے تو جائز ہے اور چونکہ عرف یہ ہے کہ بیع میں یہ شرط نہیں لگائی جاتی اور ایک مدتِ معینہ تک پھلوں کے درختوں پر برقرار رہنے پر بائع

کو اعتراض نہیں ہوتا' اس لیے یہاں حکماً بائع کی اجازت حاصل ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی فرماتے ہیں:

ولو اشتراها مطلقًا وتركها باذن البائع طاب له الفضل. (ہدایہ اخیرین ص ۲۷ 'ملتان)

اگر خریدار نے پھلوں کی مطلقاً بیع کی اور بائع کی اجازت سے ان کو درختوں پر چھوڑ دیا تو اس سے جو زائد پھلوں کی پیداوار ہوگی وہ خریدار کے لیے حلال وطیب ہے۔

اس اشکال کا دوسرا حل یہ ہے کہ درختوں پر پھلوں کے باقی رکھنے کے عدم جواز کا سوال اس وقت پیدا ہوگا' جب بیع کے وقت درختوں پر پھل یا پھلوں کا بور موجود ہو اور ان کی بیع پہلے مذکور دو طریقوں سے کی جائے' لیکن اگر بیع کے وقت بور یا کوئی چیز موجود نہ ہو اور مروّجہ بیع ایسے ہی ہوتی ہے تو یہ علامہ شامی کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق بیع سلم ہے جو ضرورت کی وجہ سے جائز ہے اور اس پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ جب مروّجہ طریقہ کے مطابق بیع جائز قرار پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد: '' ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کو مت فروخت کرو'' کا کیا محمل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا اطلاق مواضع ضرورت کے ماسوا مواقع پر ہوگا اور مواضع ضرورت' ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں دوسری حدیث سے تعارض ہے اور وہ ہے: '' لا تبع ما ليس عندك '' وہ چیز فروخت نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۳۲ 'سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳ 'سنن نسائی: ۴۶۲۴ 'سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۷) اور معدوم کی بیع مواضع ضرورت کے ماسوا میں ناجائز ہے اور جس طرح بیع سلم ضرورت کی بناء پر جائز ہے' اسی طرح پھلوں کی مروجہ بیع بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر رحمتیں نازل فرمائے' انہوں نے ایسی جزئیات بیان کر دی ہیں جن سے مروجہ بیع جائز ہوگئی اور بازار میں بکنے والے پھلوں کا کھانا جائز ہو گیا ورنہ کسی شخص کے لیے بازار سے پھل خرید کر کھانا جائز نہ ہوتا۔ وللہ الحمد

مصنف کے نزدیک اشکالِ مذکور کا حل

یہ متقدمین فقہاء کے جوابات ہیں' میرے نزدیک اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پکنے سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ قدرتی آفات کی وجہ سے خریدار کا نقصان نہ ہو کیونکہ اگر تیز آندھی یا ژالہ باری سے کچے پھل گر گئے تو خریدار کا نقصان ہوگا' اس زمانہ میں آبادیاں کم تھیں اور چھوٹے چھوٹے باغات تھے اور پھل پکنے کے بعد درخت سے اتار لینے میں کوئی حرج نہیں تھا اور کچے پھل فروخت کرنے میں خریدار کے نقصان کا خطرہ تھا' اب حالات برعکس ہیں' اب آبادیاں بڑھ گئی ہیں اور میلوں لمبے باغات ہوتے ہیں اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھلوں کو پیٹیوں میں پیک کر کے روانہ کیا جاتا ہے' مثلاً ملتان کا آم' کراچی اور سرحدی علاقوں میں بھیجا جاتا ہے' بلکہ عرب امارات اور یورپی ممالک میں بھی بھیجا جاتا ہے' اسی طرح دیگر پھل بھی بھیجے جاتے ہیں' اگر پھل پکنے کے بعد بھیجے جائیں تو مطلوبہ مقام تک پہنچنے سے پہلے ہی پھل گل سڑ کر خراب ہو جائیں گے اور اس میں خریدار کا بہت بھاری نقصان ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پکنے سے پہلے پھل فروخت کرنے سے منع فرمایا تھا' اس سے آپ کا منشاء خریدار کو نقصان سے بچانا تھا اور پہلے زمانہ میں کچے پھل فروخت کرنے سے خریدار کا نقصان تھا' اور اس زمانہ میں کچے پھل فروخت کرنے میں خریدار کو نقصان ہے اور آپ کا منشاء خریدار کو نقصان سے بچانا ہے' سو اس زمانہ میں بڑے پیمانہ پر تجارتی مقاصد کے حصول کے لیے درخت سے کچے پھل اُتار کر پیک کرنے میں بھی آپ کے ارشاد پر ہی عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۱۸۴ - قَالَ سَالِمٌ وَّاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ' عَنْ زَيْدِ بْنِ

سالم نے کہا: اور مجھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی از

ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ اَوْ بِالتَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِهٖ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس ممانعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ (درخت پر لگی ہوئی) کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع العریہ میں اجازت دی اور اس کے علاوہ میں اجازت نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٧٣ میں گزر چکی ہے' وہاں بیع العریہ کی تعریف اور اس میں مذاہب بیان کر دیئے ہیں اور اس پر مزید بحث ان شاء اللہ' صحیح البخاری: ٢١٩١-٢٢٩٠-٢١٨٩ کی شرح میں آئے گی۔

٢١٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيْبِ كَيْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا اور مزابنہ کی تعریف ہے: درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض ناپ کر فروخت کرنا اور انگوروں کو کشمش کے عوض ناپ کر فروخت کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٧٢ میں گزر چکی ہے۔

٢١٨٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ، مَوْلٰى ابْنِ اَبِيْ اَحْمَدَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ اِشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِيْ رُءُوْسِ النَّخْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از داؤد بن الحصین از ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا اور مزابنہ کی تعریف یہ ہے کہ کھجور کے درختوں کے سروں پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض خریدا جائے۔

(صحیح مسلم: ١٥٤٦' الرقم المسلسل: ٣٨٢٥' سنن ابن ماجہ: ٢٢٥٥)

مزابنہ کی تفسیر حدیث میں مذکور ہے اور محاقلہ کی تعریف ہے: کھیت میں لگی ہوئی گندم کی خشک گندم کے عوض بیع کرنا۔

٢١٨٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از شیبانی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

محاقلہ اور مزابنہ کی تعریف اس سے پہلی حدیث اور اس کی شرح میں کی جا چکی ہے۔

٢١٨٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ اَنْ يَّبِيْعَهَا بِخَرْصِهَا. رسول اللہ ﷺ نے صاحب عریہ کو اندازہ سے خریدنے کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

مراد یہ ہے کہ جس شخص نے کسی آدمی کو اپنے باغ سے ایک کھجور کا درخت اس لیے دیا ہو کہ وہ اس سے کھجوریں توڑ کر کھالیا کرے اور بعد میں جب اس شخص کو خود اس درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی ضرورت ہو تو وہ اس آدمی کو درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کا اندازہ کر کے اس کے عوض اس کو اتنی خشک کھجوریں دے کر اس سے اس کی مقدار درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں لے لے' ہر چند کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی خشک کھجوروں کی اندازہ کے ساتھ بیع سے آپ نے منع فرمایا ہے' لیکن یہ صرف صورۃً بیع ہے حقیقۃً بیع نہیں ہے کیونکہ یہ کھجوریں اسی شخص کی ہیں جو اس نے اس آدمی کو توڑ کر کھانے کے لیے عاریۃً دی تھیں۔ اس کو "عَرِيَّة" کہتے ہیں اور درحقیقت یہ اس شخص کا اس آدمی کے لیے عطیہ ہے۔

۸۳ - بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلٰى رُؤُوْسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

کھجور کے درختوں کے سروں پر لگی ہوئی کھجوروں کو سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنا

اس باب کے عنوان میں درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے کا ذکر کیا ہے کیونکہ عام طور پر درہم اور دینار سے چیزوں کو خریدا جاتا ہے اور وہ سونے اور چاندی کے ہوتے ہیں۔

۲۱۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ' قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ' عَنْ عَطَاءٍ' وَاَبِي الزُّبَيْرِ' عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَطِيْبَ' وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِّنْهُ اِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ' اِلَّا الْعَرَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء و ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ پک جائیں' اور ان میں سے کوئی چیز دینار اور درہم کے بغیر فروخت نہ کی جائے سوائے بیع عرایا کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

بیع العرایا کا معنی اور درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے: ان میں سے کوئی چیز دینار اور درہم کے بغیر فروخت نہ کی جائے سوائے بیع عرایا کے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کو خشک کھجوروں کے عوض فروخت کیا جائے تو اس کو بیع عرایا کہتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے اور ایسی دیگر احادیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع اس وقت تک جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ پھل سرخ یا زرد ہو جائیں اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی پختگی ظاہر ہو جائے تو پھر ان کو فروخت کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن المنذر فرماتے ہیں: احناف نے کہا ہے کہ جس حدیث میں نبی ﷺ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے' اس حدیث سے بیع العرایا منسوخ ہوگئی اور ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ جس صحابی نے درخت

پر لگے ہوئے پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض ممانعت کی حدیث کو روایت کیا ہے اسی نے بیع العرایا کی رخصت کو بھی روایت کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن المنذر کا یہ قول خود مردود ہے کیونکہ فقہاء احناف کی طرف سے یہ نقل صحیح نہیں ہے فقہاء احناف بیع العرایا کے جواز کے قائل ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ عریہ درحقیقت عطیہ ہے اور اس پر بیع کا اطلاق صورۃً کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۱۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا، وَسَأَلَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث: ۲۳۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا اور ان سے عبیداللہ بن الربیع نے سوال کیا کہ کیا آپ کو داؤد نے یہ حدیث بیان کی ہے از ابوسفیان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ وسق میں یا پانچ وسق سے کم میں بیع العرایا کی رخصت دی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۵۴۱ الرقم المسلسل: ۳۸۷۳ سنن ابوداؤد: ۳۳۶۴ سنن ترمذی: ۱۳۰۲-۱۳۰۱ سنن نسائی: ۴۵۴۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابومحمد الحجبی (۲) امام مالک بن انس (۳) عبیداللہ بن الربیع الربیع خلیفہ ابوجعفر منصور کے دربان تھے اور خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر الفضل کے والد تھے (۴) داؤد بن الحصین (۵) ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۲)

پانچ وسق کی مقدار

اس حدیث میں پانچ وسق کا ذکر ہے ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ۴ کلوگرام کے برابر ہے اس حساب سے ایک وسق ۲۴۰ کلوگرام اور ۶ من کا ہوتا ہے۔

بیع عرایا میں پانچ وسق کی تعیین میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ بیع عرایا صرف پانچ وسق سے کم میں جائز ہے امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے اور امام مالک اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ پانچ وسق میں بھی بیع عرایا جائز ہے اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ پانچ وسق سے زیادہ میں بیع عرایا جائز نہیں ہے اور یہ کہ جن کھجوروں کے عوض وہ درخت کی تازہ کھجوریں خرید رہا ہے ان کھجوروں کی مقدار ناپ کے ذریعہ معلوم ہونی چاہیے اور کھجوریں ایک ڈھیر کی صورت میں نہ ہوں جن کی مقدار اندازہ سے متعین کی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۸۰۷- ج ۴ ص ۱۲۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① عرایا کا لغوی معنی ② عرایا کی تفسیر میں فقہاء کا اختلاف ③ احناف کی بیان کردہ عرایا کی تفسیر پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات کے جوابات ④ تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع میں مذاہب فقہاء ⑤ تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کا مناظرہ ⑥ زید بن عیاش کو مجہول قرار دینے پر اعتراضات ⑦ زید بن عیاش کے معروف ہونے کے جوابات ⑧ زید بن

عیاش کی روایت کی توجیہ ⑨ یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت پر امام بیہقی کا اعتراض ⑩ امام بیہقی کے اعتراض کا جواب ⑪ یحییٰ بن ابی کثیر کی مزید تائید ⑫ مدار حرمت نسیئہ کو قرار دینے پر ایک اعتراض کا جواب ⑬ حدیث رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے۔

۲۱۹۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا، يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرٰى إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيْعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَأْكُلُوْنَهَا رُطَبًا، قَالَ هُوَ سَوَاءٌ، قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِيَحْيٰى وَأَنَا غُلَامٌ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُمْ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا! فَقَالَ وَمَا يُدْرِي أَهْلُ مَكَّةَ؟ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَرْوُوْنَهُ عَنْ جَابِرٍ، فَسَكَتَ. قَالَ سُفْيَانُ إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِّنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ. قِيْلَ لِسُفْيَانَ وَلَيْسَ فِيْهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ؟ قَالَ لَا. [طرف الحدیث: ۲۳۸۴] (صحیح مسلم: ۱۵۴۰، الرقم المسلسل: ۳۷۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۶۳، سنن ترمذی: ۱۳۰۳، سنن نسائی: ۴۵۴۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے بشیر سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی خشک کھجوروں (چھواروں) کے عوض بیع سے منع فرمایا اور عریہ کی اجازت دی کہ اس کی اندازہ سے بیع کی جائے اور وہ (عریہ والے) تازہ کھجوریں کھائیں۔ سفیان نے دوسری بار کہا کہ آپ نے بیع عرایا میں گھر والوں کو اجازت دی ہے کہ وہ تازہ کھجوروں کی اندازہ سے بیع کر دیں انہوں نے کہا: یہ برابر ہے۔ سفیان نے کہا: ان دونوں حدیثوں کا معنی واحد ہے سفیان نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ سے کہا: میں اس وقت کم عمر تھا جب اہل مکہ یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع العرایا کی اجازت دی ہے انہوں نے کہا کہ اہل مکہ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ میں نے کہا: وہ لوگ حضرت جابر رضی اللہ سے روایت کرتے تھے تو وہ خاموش ہو گئے سفیان نے کہا: میری اس سے یہ مراد تھی کہ حضرت جابر اہل مدینہ سے ہیں سفیان سے پوچھا گیا: کیا ان کی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے درخت کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے انہوں نے کہا: نہیں!

خلاصہ یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید اور اہل مکہ کی روایت میں کچھ اختلاف ہے یحییٰ بن سعید نے عرایا کی رخصت میں اندازہ کرنے کی قید لگائی ہے اور اہل عرایا کے لیے تازہ کھجوریں کھانے کی قید لگائی ہے اور اہل مکہ کی روایت میں یہ قید نہیں ہے اندازہ کے ساتھ بیع کرنے کی قید تو دوسری روایات میں بھی ہے اور تازہ کھجوریں کھانے کی قید اتفاقی ہے۔

عرایا میں فقہاء احناف کا موقف سمجھنے میں علامہ ابن المنذر کا مغالطہ اور عرایا کے شمول میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ فقہاء احناف کا یہ دعویٰ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرما دیا تو بیع العرایا منسوخ ہو گئی اور یہ محال ہے کیونکہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزابنہ کی ممانعت کی حدیث روایت کی ہے اسی نے آپ سے عرایا کی رخصت کی روایت کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن المنذر اور علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک بیع العرایا منسوخ ہے' بلکہ ان کے نزدیک بیع العرایا جائز اور معمول ہے اور ہم عنقریب امام طحاوی کے حوالے سے اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا مؤقف بیان کریں گے' جس سے حقیقت واضح ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ العزیز

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: امام مالک یہ کہتے ہیں کہ عرایا تمام درختوں میں ہوتا ہے خواہ کھجور کے درخت ہوں یا انگور کی بیل ہو یا انجیر کا درخت ہو یا انار کا درخت ہو یا زیتون کا درخت ہو' پس عرایا تمام درختوں میں ہوتا ہے' مگر امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے انار یا سیب ایسے درختوں کو عاریۃً دیا تو اس کے لیے ان پھلوں کو اندازہ سے دے کر خریدنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کو اس وقت کاٹ لیا جاتا ہے جب یہ سبز ہوتے ہیں اور ان کو پکنے کے بعد نقد پیسوں سے یا طعام کے عوض خریدا جاتا ہے' اور لیث یہ کہتے تھے کہ عرایا صرف کھجور کے درختوں کے ساتھ خاص ہے اور امام شافعی یہ کہتے تھے کہ یہ کھجور اور انار دونوں میں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۸۴ - بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا — عرایا کی تفسیر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''عرایا'' ''عریۃ'' کی جمع ہے' کسی شخص کو کھجور کے درخت کے پھلوں کا عطیہ دیا جائے نہ کہ اس کے درخت کا تو اس کو ''عریۃ'' کہتے ہیں' عرب میں جب خشک سال ہوتا تو جن کے پاس کھجوروں کے درخت ہوتے تو وہ خوشی سے ان لوگوں کو عاریۃً کھجوریں دیتے جن کے پاس کھجوریں نہیں ہوتی تھیں جیسے بکریوں اور اونٹنیوں کے مالکان' لوگوں کو بکریوں اور اونٹنیوں سے دودھ دوہنے کا عطیہ کرتے تھے اور بکریاں اور اونٹنیاں نہیں دیتے تھے۔

''العریۃ'' ''فعیلۃ'' کا وزن ہے اور یہ مفعول یا فاعل کے معنی میں ہے' کہتے ہیں: ''عری النخل'' جب کوئی شخص دوسرے کو کھجور کا درخت عطا کرے تاکہ وہ اس درخت کا پھل کھائے اور وہ درخت عطا کرنے والے کی ملکیت میں باقی رہے' یہ اس کا لغوی معنی ہے اور اس کے شرعی معنی میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

مذاہب اربعہ کے مطابق العرایا کی تعریفات

وَقَالَ مَالِكٌ اَلْعَرِيَّةُ اَنْ يُّعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ' ثُمَّ يَتَاَذّٰى بِدُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ' فَرُخِّصَ لَهٗ اَنْ يَّشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ.

اور امام مالک نے کہا: ''العریۃ'' کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص (اپنے باغ سے) ایک کھجور کا درخت دوسرے شخص کو عاریۃً دے دے' پھر اسے اس شخص کا (بار بار اس درخت سے کھجوریں توڑنے کے لیے) آنا' ناگوار ہو تو اس شخص کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ سوکھی ہوئی کھجوروں کے عوض اپنا درخت خرید لے۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک ''العریۃ'' کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ ہو اور اس باغ کے وسط میں کسی شخص کے ایک یا دو کھجور کے درخت ہوں اور اہل مدینہ کا معمول تھا کہ وہ پھلوں کے موسم میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنے باغوں میں منتقل ہو جاتے تو جس کے اس باغ میں ایک یا دو درخت ہوتے' وہ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ اس باغ میں منتقل ہو جاتا اور ان کے آنے سے باغ کے مالک کو ضرر ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس [illegible] کا اس باغ میں ایک درخت یا دو درخت ہیں'

اس کے درخت پر جتنی کھجوریں ہیں' ان کا اندازہ کر کے اس کے مطابق سوکھی ہوئی کھجوریں یا چھوارے دے کر اس سے اس درخت کی کھجوریں خرید لے تاکہ وہ ایک درخت والا اپنے اہل وعیال سمیت اس باغ سے نکل جائے اور اس باغ کی تمام کھجوریں اس باغ کے مالک اور اس کے اہل وعیال کے لیے خالص رہ جائیں اور اس کو اس ضرر سے نجات مل جائے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۹۵۔۲۹۴' قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس عبارت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے بھی نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۲۶' دار الکتب العلمیہ' فتح الباری ج ۴ ص ۶۱۷' دار المعرفہ بیروت)

وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيْسَ الْعَرِيَّةُ لَا تَكُوْنُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ' لَا يَكُوْنُ بِالْجِزَافِ. وَمِمَّا يُقَوِّيْهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ بِالْأَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ.

اور امام ابن ادریس شافعی نے یہ کہا ہے کہ "العریۃ" کی شرط یہ ہے کہ وہ کھجوریں ناپ کر دست بہ دست دی جائیں اور کھجوروں کو اندازہ سے نہ دیا جائے اور ان کی شرط کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ بیع معین اوساق کے عوض کی جائے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے از ربیع از امام شافعی ذکر کیا ہے کہ "العریۃ" یہ ہے کہ ایک آدمی کھجور کے درخت کے اکثر پھل خشک کھجوروں کے عوض خرید لے' بایں طور کہ وہ درخت کی کھجوروں کو اندازہ کرے کہ وہ خشک ہونے کے بعد اس مقدار سے کتنی کم ہوں گی' پھر اندازہ کر کے ان کے عوض اتنی خشک کھجوریں دے کر درخت کی کھجوریں خرید لے پھر اگر وہ دونوں قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو جائیں تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۳۴۶۔۳۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام بیہقی کی یہ تقریر ہر چند کہ امام بخاری کی عبارت کے مغایر ہے لیکن ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بیع اندازہ سے نہ ادھار اور امام طبری نے حضرت سہل کے قول کو اس طرح بیان کیا ہے کہ درختوں پر پھلوں کی بیع صرف معین اوساق سے ناپ کر کی جائے خواہ وہ تین وسق ہوں' چار وسق ہوں یا پانچ وسق ہوں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۱۸۔۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِيْ حَدِيْثِهِ عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَتِ الْعَرَايَا أَنْ يُّعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ.

اور امام ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہا ہے کہ عرایا کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے مال سے کسی شخص کو کھجور کا ایک درخت یا دو درخت عاریۃً دے دے۔

امام ابو داؤد نے اپنی تعریف میں یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر اس آدمی کو اس شخص کا آنا' ناگوار ہو تو وہ درخت کی کھجوروں کا اندازہ کر کے اتنی خشک کھجوریں دے کر اس شخص سے درخت کی کھجوریں خرید لے' اور یہ صورت امام مالک کی العریہ کی تعریف کے قریب ہے۔

(سنن ابو داؤد: ۳۳۶۶)(فتح الباری ج ۴ ص ۶۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ يَزِيْدُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ الْعَرَايَا نَخْلٌ كَانَتْ تُوْهَبُ لِلْمَسَاكِيْنِ' فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ أَنْ يَّنْتَظِرُوْا بِهَا' رُخِّصَ لَهُمْ أَنْ يَّبِيْعُوْهَا بِمَا شَاءُوْا مِنَ التَّمْرِ.

اور یزید نے از سفیان بن حسین یہ روایت کی ہے کہ العرایا کھجور کے وہ درخت ہیں جو مساکین کو ہبہ کیے جاتے تھے' پس ان پر کھجوریں لگنے کا انتظار نہیں کر سکتے تھے تو ان کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ ان درختوں کو جس قدر کھجوروں کے عوض چاہیں فروخت کر دیں۔

دیں۔

مذکور الصدر عبارات میں العرایا کی تعریف میں امام مالک اور امام شافعی کا مؤقف آ گیا ہے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک العرایا کی تعریف حسب ذیل ہے:

علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن محمد المقدسی حنبلی متوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں:

بیع المزابنہ جائز نہیں ہے اور یہ کھجور کے درختوں کے سروں پر تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع ہے مگر العرایا میں یہ بیع جائز ہے اور یہ کھجور کے درختوں کے سروں پر تازہ کھجوروں کی مقدار کا اندازہ کر کے اتنی ہی خشک کھجوروں کو ناپ کر پانچ وسق سے کم میں بیع ہے اور یہ بیع ان کے لیے جائز ہے جنہیں تازہ کھجوریں کھانے کی ضرورت ہو اور ان کے پاس ان کی قیمت نہ ہو۔

(المغنی ج ۵ ص ۴۲۹، دارالحدیث القاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک العرایا کی تعریف حسب ذیل ہے:

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک العرایا کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے کھجور کے درختوں میں سے ایک درخت کے پھل کسی شخص کو کھانے کے لیے عاریۃً دے اور اس کے سپرد نہ کرے حتیٰ کہ اسے خود ضرورت ہو تو اس کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ ان کھجوروں کو روک لے اور ان کے عوض اس شخص کو ان تازہ کھجوروں کے اندازہ سے خشک کھجوریں دے دے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۹۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

۲۱۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا اَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا، قَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَالْعَرَايَا نَخَلَاتٌ مَعْلُوْمَاتٌ تَاْتِيْهَا فَتَشْتَرِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی (اور وہ ابن مقاتل ہیں)، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العرایا میں اجازت دی ہے کہ ان (درخت کی کھجوروں) کا اندازہ کر کے ان کی ناپ کر بیع کی جائے، موسیٰ بن عقبہ نے کہا: العرایا، مُعیّن درخت ہیں جن کو تم کھجوروں کے عوض خریدتے ہو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

۸۵- بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا

پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، ابن ابی لیلیٰ اور ثوری نے کہا ہے کہ پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع مطلقاً جائز نہیں ہے اور یزید بن ابی حبیب نے کہا ہے کہ یہ مطلقاً جائز ہے، امام شافعی، امام احمد اور امام مالک نے ایک قول میں یہ کہا ہے کہ اگر پھلوں کو درخت سے کاٹنے کی شرط لگا کر بیع کی گئی تو پھر یہ بیع جائز ہے ورنہ باطل ہے اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر پھلوں کو درخت پر باقی رکھنے کی شرط نہیں رکھی گئی تو یہ بیع جائز ہے اور درختوں پر پھلوں کی بیع کی ممانعت کی جو حدیث ہے، وہ اس صورت پر محمول ہے جب

درختوں پر پھلوں کا بالکل وجود نہ ہو'ایک قول یہ ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے اور باب المزابنہ میں ہم اپنے دلائل اور مخالفین کے دلائل بیان کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۹۳ - وَقَالَ اللَّيْثُ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ، مِنْ بَنِي حَارِثَةَ اَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُوْنَ الثِّمَارَ، فَاِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيْهِمْ، قَالَ الْمُبْتَاعُ اِنَّهُ اَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ، اَصَابَهُ مُرَاضٌ، اَصَابَهُ قُشَامٌ، عَاهَاتٌ يَّحْتَجُّوْنَ بِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُوْمَةُ فِي ذٰلِكَ فَاِمَّا لَا، فَلَا يَتَبَايَعُوْا حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ. كَالْمَشُوْرَةِ يُشِيْرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُوْمَتِهِمْ. قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيْعُ ثِمَارَ اَرْضِهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا، فَيَتَبَيَّنَ الْاَصْفَرُ مِنَ الْاَحْمَرِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَكَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ سَهْلٍ، عَنْ زَيْدٍ.

اور لیث نے کہا از ابی الزناد کہ عروہ بن زبیر نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن ابی حثمہ الانصاری رضی اللہ عنہ' وہ بنو حارثہ سے تھے' انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ (درختوں پر) پھلوں کی خرید وفروخت کرتے تھے' پھر جب پھل توڑنے کا وقت آتا اور بائع قیمت کا تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ کہتے کہ ان پھلوں کا بور تو پہلے ہی خراب ہو کر کالا پڑ گیا تھا' اس کو بیماری لگ گئی تھی' یہ سردی سے ٹھٹھر گیا تھا اور اس پر پھل بہت کم لگے ہیں' وہ اس طرح مختلف آفات بیان کر کے بائع سے جھگڑتے (تاکہ پھلوں کی قیمت کم کرائیں)' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح بہ کثرت مقدمات آنے لگے تو آپ نے بہ طور مشورہ فرمایا: تم اس وقت تک درختوں پر پھل فروخت نہ کرو حتیٰ کہ پھلوں کا پکنا ظاہر ہو جائے اور عروہ نے کہا کہ مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت تک اپنی زمین کے پھل فروخت نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ثریا (ستارہ) طلوع ہو جاتا اور (پھلوں کی) زردی' سرخی سے ممتاز ہو جاتی۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اس حدیث کی علی بن بحر نے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں حکام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی از زکریا از ابی الزناد از عروہ از سہل از زید۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اس وقت تک درختوں پر پھل فروخت نہ کرو حتیٰ کہ پھلوں کا پکنا ظاہر ہو جائے۔

ثریا کا معنی

اس حدیث میں ثریا کے طلوع ہونے کا ذکر ہے۔ "ثریا"، "ثروی" کی تصغیر ہے' یہ ایک مخصوص ستارے کا نام ہے' امام ابوحنیفہ نے عطاء سے روایت کی ہے کہ جب ثریا طلوع ہوتا ہے تو پھلوں سے آفات دور ہو جاتی ہیں' جو ستارہ گرمیوں کی ابتداء میں فجر کے وقت طلوع ہوتا ہے اور ان دنوں حجاز کے شہروں میں شدید گرمی پڑتی ہے جس سے درختوں پر پھل پک جاتے ہیں اور اعتبار حقیقت میں پھلوں کے پکنے کا ہے اور ستارہ ثریا کا طلوع ہونا اس کی علامت ہے اور اس کو حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ پھلوں کی زردی سرخی سے ممیز اور ممتاز ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۹٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (درخت کے) پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے' آپ نے بائع اور خریدار دونوں کو منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۹٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِيْ حَتّٰى تَحْمَرَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے درخت کے پھل کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ اور زرد ہو جائیں۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: یعنی وہ سرخ ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۹٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سَلِيْمِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتّٰى تُشَقِّحَ. فَقِيْلَ مَا تُشَقِّحُ؟ قَالَ تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سلیمان بن حیان' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ زھو ہو جائیں' پوچھا گیا کہ زھو کا کیا معنی ہے؟ تو سعید بن میناء نے کہا: وہ سرخ اور زرد ہو جائیں اور ان کو کھایا جا سکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۸٦ - بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا

پکنے سے پہلے کھجور کے درختوں پر پھلوں کی بیع

۲۱۹۷ - حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَلَّى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَعَنِ النَّخْلِ حَتّٰى يَزْهُوَ. قِيْلَ وَمَا يَزْهُوْ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الہیثم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معلّٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ

قَالَ يَحْمَارُّ اَوْ يَصْفَارُّ.

ان کا پکنا ظاہر ہو جائے اور کھجور کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ اور زرد ہو جائیں۔ کہا گیا کہ ''زھو'' کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ پھل سرخ ہو جائیں یا زرد ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۷ - بَابٌ اِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ اَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

جب کسی شخص نے پکنے سے پہلے پھلوں کو فروخت کیا اور ان پر کوئی آفت آ گئی تو وہ (نقصان) بائع کے ذمہ ہے

۲۱۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ، فَقِيْلَ لَهُ وَمَا تُزْهِيْ ؟ قَالَ حَتّٰى تَحْمَرَّ. فَقَالَ اَرَاَيْتَ اِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَاْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زھو سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا' کہا گیا کہ زھو کا کیا معنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اللہ پھلوں کو پیدا ہونے سے روک لے تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض لو گے؟

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

قدرتی آفات سے پھلوں کے ضیاع پر تاوان میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یحییٰ بن سعید انصاری' امام مالک' ابوعبید اور محدثین کی ایک جماعت اور اہل مدینہ نے کہا ہے کہ قدرتی آفات سے پھلوں کو جو نقصان پہنچے' اس کا فی الجملہ بائع ذمہ دار ہوتا ہے۔

اس حدیث میں ''جائحة'' کا لفظ ہے' اس سے مراد قدرتی آفات ہیں جن میں انسان کا دخل نہیں ہوتا' جیسے آندھی' ژالہ باری' ٹڈی دل کے بادل وغیرہ۔

ظاہر مذہب یہ ہے کہ قدرتی آفات قلیل ہوں یا کثیر' ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

امام احمد نے کہا ہے کہ اگر دس یا بیس پھلوں کو نقصان ہو تو میں اس کو آفت نہیں کہتا لیکن جب درخت کے تہائی یا چوتھائی یا پانچویں حصہ کے پھلوں کو نقصان پہنچے تو بائع اس کا ضامن ہو گا' ان کی دوسری روایت یہ ہے کہ اگر تہائی سے کم نقصان ہے تو اس کا خریدار ضامن ہو گا' امام مالک کا اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے' کیونکہ پرندے ضرور کچھ کھا لیتے ہیں اور کچھ پھل آندھی سے گر جاتے ہیں اور ان کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔

جمہور متقدمین' سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام شافعی کا قول جدید' امام ابوجعفر طبری' داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ خریدار کے قبضہ کرنے کے بعد فروخت شدہ پھلوں کو جو قدرتی آفت پہنچتی ہے' اس کا خریدار ضامن ہو گا خواہ نقصان قلیل ہو یا کثیر اور خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے فروخت شدہ پھلوں کو جو نقصان پہنچا ہے' اس کا بائع ضامن ہو گا اور اس نقصان

کے حساب سے قیمت کم کر لی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰-۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

۲۱۹۹ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ اَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، ثُمَّ اَصَابَتْهُ عَاهَةٌ، كَانَ مَا اَصَابَهُ عَلٰى رَبِّهِ. قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَلَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ.

اورلیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ اگر کسی شخص نے پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے کھجوریں خریدیں' پھر ان پر کوئی قدرتی آفت آ گئی تو جو نقصان ہوا' اس کا بائع ضامن ہوگا' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک پھل نہ خریدو حتیٰ کہ ان کا پختہ ہونا ظاہر ہو جائے' اور درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض نہ خریدو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۸ - بَابُ شِرَاءِ الطَّعَامِ اِلٰى اَجَلٍ

مدّتِ معیّنہ کے ادھار پر خریدنا

۲۲۰۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ ذَكَرْنَا عِنْدَ اِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ لَا بَاْسَ بِهِ. ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ اِلٰى اَجَلٍ، فَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے ابراہیم کے پاس قرض میں رہن رکھنے کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' پھر ہم کو حدیث بیان کی از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مدتِ معینہ کے ادھار پر طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۹ - بَابُ اِذَا اَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِّنْهُ

جب کوئی شخص بعض کھجوروں کی اس سے عمدہ کھجوروں کے عوض بیع کا ارادہ کرے

۲۲۰۲'۲۲۰۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبد المجید بن سہیل بن عبد الرحمان از سعید بن المسیب از حضرت ابو سعید الخدری و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر پر عامل بنایا' وہ آپ کے پاس بہت عمدہ کھجوریں لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم یہ ایک صاع کھجوریں لیتے ہیں اور اس کے عوض دوسری کھجوریں دو صاع اور دو صاع کے عوض تین صاع دیتے ہیں' تو رسول اللہ

بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا.

ﷺ نے فرمایا: اس طرح نہ کرو سب کھجوریں تم دراہم کے عوض فروخت کرو پھر عمدہ کھجوریں دراہم کے عوض خریدو۔

[اطراف الحدیث: (۲۲۰۱) ۲۳۰۲-۴۲۴۴-۴۲۴۶-۷۳۵۰][اطراف الحدیث: (۲۲۰۲) ۲۳۰۳-۴۲۴۵-۴۲۴۷-۷۳۵۱][صحیح مسلم: ۱۵۹۳، الرقم المسلسل: ۳۹۷۲، سنن نسائی: ۴۵۵۳)

گھٹیا چیز زیادہ دے کر عمدہ چیز کم لینے کی ممانعت کی توجیہ

نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص گھٹیا کھجوریں زیادہ مقدار میں دے کر اس کے عوض میں عمدہ کھجوریں اس سے کم مقدار میں لے لے، آپ نے اس سے اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ یہ الگ الگ دو سودے ہوں اور ان میں سود داخل نہ ہو۔

گھٹیا چیز کی عمدہ چیز کے عوض مقدار میں فرق کے ساتھ بیع میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ تمام کھجوریں ایک جنس ہیں خواہ وہ گھٹیا کھجوریں ہوں یا عمدہ کھجوریں ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو دوسری قسم کے عوض اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور کھجور کے حکم میں طعام کی تمام اقسام ہیں، لہٰذا ایک جنس کے طعام کی بیع میں اضافہ اور ادھار بالاجماع جائز نہیں ہے اور اگر دو مختلف جنسوں کا طعام ہو تو اس کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا تو جائز ہے لیکن ادھار فروخت کرنا جائز نہیں ہے، امام مالک کے نزدیک یہ اس طعام کا حکم ہے جو غذا بن سکے اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہر قسم کے طعام کا حکم ہے خواہ وہ غذا بن سکے یا نہ بن سکے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہر اس طعام کا حکم ہے جس کو ناپ کے ذریعہ یا وزن کے ذریعہ فروخت کیا جائے۔

تحریم سے پہلے اس کام کو کرنے کا حکم

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کی تحریم کا علم نہ ہو تو جب تک اس کو اس کی تحریم کا علم نہ ہو، اس کے ارتکاب میں اس پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا○ اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ رسول بھیج دیں○ (بنی اسرائیل: ۱۵)

میں کہتا ہوں کہ اس آیت اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک شخص حلال اور حرام کا علم حاصل نہ کرے اور حرام کام کرتا رہے تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے دو گناہ ہیں، ایک گناہ علم حاصل نہ کرنے کا اور دوسرا گناہ حرام کام کرنے کا ہے، سو جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بتا دیا کہ عمدہ چیز کی گھٹیا چیز کے عوض اضافہ کے ساتھ بیع نہ کی جائے تو اب جو بھی اس طرح بیع کرے گا، وہ گنہ گار ہوگا خواہ وہ اس کا علم حاصل کرے یا نہ کرے۔

حرام طریقہ سے کی ہوئی بیع کو فسخ کرنے پر دلائل

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب کوئی بیع حرام طریقہ سے کی جائے تو وہ فسخ اور مردود ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہماری شریعت کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (صحیح البخاری ص ۱۵۴۳، دار ارقم بیروت)

نیز نبی ﷺ نے اس طرح کی بیع کو مسترد فرما دیا تھا، حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ برنی کھجوریں لے کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت بلال رضی اللہ نے کہا: ہمارے پاس گھٹیا کھجوریں تھیں تو میں نے وہ دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں خرید لیں، تاکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طعام ہوں اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اوہ! (اُف) یہ تو عین سود ہے! تم اس طرح نہ کرو لیکن جب تم کھجوریں خریدنا چاہو تو ان کو فروخت کر دو پھر دوسری کھجوریں خرید لو۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۲، صحیح مسلم: ۱۵۹۴، الرقم المسلسل: ۳۹۷۳، سنن نسائی: ۴۵۵۹)

بعض علماء نے اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ جس شخص نے دو صاع گھٹیا کھجوریں دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدی تھیں، وہ سود کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تحریم کی خبر دینے سے پہلے کا واقعہ ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیع کو فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا۔

لیکن یہ ان علماء کی غفلت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح خیبر کے موقع پر حضرت سعدین (یعنی حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہما) سے فرمایا تھا: تم دونوں نے سود کی بیع کی ہے، سو اس کو مسترد کر دو اور فتح خیبر ان کھجوروں کی خریداری سے پہلے کا واقعہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ صریح حدیث یہ ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں لائی گئیں، آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں ہماری کھجوروں کی طرح تو نہیں ہیں! اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے اپنی دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں خریدی ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سود ہے، اس بیع کو تم مسترد کر دو، پھر ہماری کھجوروں کو فروخت کر دو اور ہمارے لیے یہ کھجوریں خریدو۔ (صحیح مسلم: ۱۵۹۴، الرقم المسلسل: ۳۹۷۵)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کو نقد رقم دے کر طعام خریدے، پھر اسی رقم سے اس سے طعام خرید لے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ امام مالک کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کیونکہ طعام کی بیع طعام سے ہوگئی اور درمیان میں دراہم لغو ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۷۵۔ ۲۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۹۷۲۔ ج ۴ ص ۳۴۱ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۹۰ - بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ، أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً، أَوْ بِإِجَارَةٍ

جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی یا ایسی زمین فروخت کی یا کرائے پر دی جس میں کاشت کاری ہو چکی تھی

اس باب کے عنوان میں "ابرت" کا لفظ ہے اس کا مادہ "تابیر" ہے اور اس کا معنی تلقیح ہے یعنی مؤنث کھجور کے شگوفے کو شق کر کے اس میں مذکر کھجور کے شگوفے لگا دینا' مذکر کھجور وہ ہے جس میں جلدی پھل لگ جائے اور مؤنث کھجور وہ ہے جس میں دیر سے پھل آئے۔

۲۲۰۳ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِيْ إِبْرَاهِيْمُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِيْ مُلَيْكَةَ يُخْبِرُ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: مجھ سے ابراہیم نے کہا: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا، وہ نافع مولیٰ

بِيعَتْ، قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ، فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا، وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ، سَمّٰى لَهُ نَافِعٌ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَ. [اطراف الحدیث: ۲۲۰۴_۲۲۰۶_۲۳۷۹_۲۷۱۶]

ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے ایسے درخت کو فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی اور پھلوں کا ذکر نہیں کیا تو پھل اس شخص کے لیے ہیں جس نے پیوند کاری کی ہے' اسی طرح غلام اور کھیت کا حکم ہے' نافع نے ان تینوں کا نام لیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۴۳' الرقم المسلسل: ۳۷۹۲' سنن ابوداؤد: ۳۴۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن یوسف بن یزید بن زادان الفراء (۲) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمان (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ملیکہ (۵) نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵)

درخت اور کھیت کو خریدنے کے بعد اس درخت کے پھل اور کھیت کی پیداوار کی ملکیت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے' اور کہا ہے کہ جس شخص نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی اور خریدار نے اس کے پھلوں کی شرط نہیں لگائی تھی تو اس کے پھل بائع کے لیے ہیں اور پھلوں کی کٹائی کے وقت تک یہ درخت پھلوں پر چھوڑے جائیں گے اور بائع کے ذمہ اس درخت کو پانی دینا ہے اور خریدار کے ذمہ ہے کہ وہ اس کو ضرورت کے مطابق پانی لگانے کا موقع دے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: بائع نے خواہ پیوند کاری کی ہو یا نہ کی ہو' اس کے پھل بائع کے لیے ہیں اور خریدار اس سے یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ تم اپنا درخت فی الحال اکھاڑ لو اور خریدار پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ پھلوں کی کٹائی تک صبر کرے اور انتظار کرے اور اگر بائع نے یہ شرط لگائی کہ وہ پھلوں کی کٹائی کے وقت تک پھلوں کو درخت پر رہنے دے تو بیع فاسد ہو جائے گی' امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں پھلوں کو درخت کی پیوند کاری پر معلق کیا ہے تو یہ قید احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے' بائع نے اس درخت کی پیوند کاری کی ہو یا نہ کی ہو' ہر صورت میں پھل بائع کے ہیں۔ اس حدیث میں غلام کا بھی ذکر ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایسا غلام خریدا جس کے پاس مال تھا تو وہ مال بائع کا ہے اور وہ مال بیع میں داخل نہیں ہوگا' سوا اس کے کہ خریدار نے مال کو لینے کی بھی شرط لگائی ہو اور حدیث میں کھیت کا بھی ذکر ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص نے کھیت خریدا تو اس کھیت میں کاشت کی ہوئی پیداوار بائع کی ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷_۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی تو اس کے پھل بائع کے لیے ہیں' سوا اس کے کہ بائع ان پھلوں کو بھی خریدنے کی شرط لگا لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۳ میں کر دی گئی ہے۔

۹۱ - بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا

کھیت کی پیداوار کو ناپ کر فروخت کرنا

۲۲۰۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلًا، أَوْ كَانَ زَرْعًا، أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ، وَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا کہ وہ اپنے باغ کے پھل فروخت کرے اگر وہ کھجوریں ہوں تو ان کو چھواروں کے عوض ناپ کر فروخت کرے اور اگر وہ انگور ہوں تو ان کو کشمش کے عوض ناپ کر فروخت کرے یا وہ کھیت ہو تو اس کو گندم کے عوض ناپ کر فروخت کرے آپ نے ان تمام بیوع سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۷۱ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کٹائی سے پہلے کھیت کی بیع گندم کے عوض جائز نہیں ہے اور نہ انگور کی بیع کشمش کے عوض جائز ہے اور نہ کھجور کے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع چھواروں کے عوض جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کا نام مزابنہ رکھا ہے اور اس میں غرر اور دھوکا ہے کیونکہ یہ ایک جنس میں مجہول کی بیع معلوم کے عوض ہے، لیکن تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع جب کہ تازہ پھل درخت سے کٹ چکے ہوں اور ان میں مماثلت ممکن ہو تو جمہور علماء اس بیع کی ایک جنس میں اجازت نہیں دیتے، خواہ وہ ایک دوسرے کے مقدار میں برابر ہوں یا کوئی ایک دوسرے سے زائد ہو، کیونکہ یہ وہ مزابنہ ہے جس کو حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز کے قول کی وجہ سے علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

امام ابوحنیفہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے تازہ گندم کی خشک گندم کے عوض اور تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع کی اجازت دی ہے، جب کہ دونوں عوض برابر برابر ہوں اور اگر کوئی ایک عوض زائد ہو تو پھر وہ اس کی اجازت نہیں دیتے، ابوثور نے بھی امام ابوحنیفہ کی موافقت کی ہے۔

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تازہ پھلوں کی تازہ پھلوں کے عوض برابر برابر بیع جائز ہے، اگرچہ ایک عوض میں رطوبت کم ہوتی ہے اور دوسرے میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے وزن میں کمی ہوتی ہے جو دوسرے سے کمی میں مختلف ہوتی ہے اور انہوں نے اس اختلاف کو ملحوظ نہیں رکھا اور اس سے بیع کو باطل نہیں کیا بلکہ انہوں نے بیع کے وقت ان کے حال کو مدنظر رکھا، پس نظر کا تقاضا یہ ہے کہ تازہ کھجوروں کے کٹنے کے بعد ان کی خشک کھجوروں کے عوض بیع اسی طرح جائز ہو۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ یہ قیاس فاسد ہے کیونکہ تازہ کھجوروں کی جب تازہ کھجوروں کے عوض بیع ہوتی ہے تو اگرچہ ان میں

بھی سوکھنے کے بعد کچھ کمی ہو جاتی ہے لیکن وہ کمی بہت کم ہوتی ہے اس لیے وہ کمی اپنی قلت کی وجہ سے معاف ہے اور بیوع میں تھوڑا سا غرر جائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں تقریباً کوئی بیع خالی نہیں ہوتی اور تازہ کھجوروں کی چھواروں کے مقابلہ میں جو کمی ہوتی ہے وہ بہت زیادہ ہوتی ہے اس لیے ان دونوں میں فرق ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جمہور کی دلیل ہے اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ زید ابو عیاش نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے سوال کیا: آیا جَو کے خوشوں میں جَو کی صاف جَو سے بیع جائز ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے سنا: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھواروں کی تازہ کھجوروں کے عوض بیع کے متعلق سوال کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیع سے منع فرما دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۵۹' سنن ترمذی: ۱۲۲۵' سنن نسائی: ۴۵۵۹' سنن ابن ماجہ: ۲۲۶۴' موطأ امام مالک۔ کتاب البیوع۔ باب: ما یکرہ من بیع التمر۔ حدیث: ۲۲' المکتبۃ التوفیقیہ' موطأ امام مالک ج ۲ ص ۱۱۰)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع سے منع فرما دیا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز کے قول کی وجہ سے حافظ ابن حجر شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے جو کہا ہے کہ تازہ کھجوروں کی تازہ کھجوروں کے عوض بیع جائز ہے حالانکہ ان کی رطوبت بھی مختلف ہوتی ہے' اس لیے تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع بھی جائز ہونی چاہیے' سو یہ استدلال اس حدیث کی نص کے خلاف ہے' اس لیے یہ استدلال فاسد ہے اور تازہ کھجوروں کی آپس میں جو بیع ہوتی ہے اور ان میں کسی جانب رطوبت کم ہوتی ہے تو چونکہ یہ فرق بہت کم ہوتا ہے اس لیے معاف ہے اور تازہ کھجوروں اور خشک کھجوروں میں فرق بہت زیادہ ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مذکورہ اعتراضوں کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ میں امام طحاوی کی پوری عبارت نقل نہیں کی ورنہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا اور امام ابوحنیفہ کا مؤقف بے غبار ہو جاتا' امام طحاوی نے مذکور الصدر حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ دوسری حدیث میں یہ قید ہے کہ اس طرح کی بیع ادھار منع ہے اور مذکور الصدر حدیث میں ممانعت ادھار پر محمول ہے' سو وہ حدیث مجمل ہے اور مفصل حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۶۰' شرح معانی الآثار: ۵۳۹۷)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کی روایت کے بعد لکھتے ہیں:

پس اس مسئلہ میں یہ حدیث اصل ہے جس میں ادھار بیع کی ممانعت کا ذکر ہے' اس حدیث میں ادھار کا اضافہ یحییٰ بن ابن کثیر نے کیا ہے' پس یہ حدیث اولیٰ ہے' نیز یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے:

عمران بن ابی انس سے مروی ہے کہ بنو مخزوم کے مولیٰ نے حدیث بیان کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض مدتِ معینہ کے ادھار پر فروخت کرتا ہے' آیا یہ جائز ہے؟ تو حضرت سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ایسی بیع سے منع فرمایا ہے۔(شرح معانی الآثار: ۵۳۶۸)

عمران بن ابی انس ایک معروف شخص ہیں اور انہوں نے بھی اس حدیث کی یحییٰ کی طرح روایت کی ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان مختلف آثار میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ عبداللہ بن یزید کی حدیث کو عمران بن انس کی حدیث پر محمول کیا جائے گا' گویا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع سے ممانعت کی جو روایت کی ہے' اس کی علت ادھار بیع ہے' اس طرح یہ مختلف احادیث موافق ہو جائیں گی۔(شرح معانی الآثار: ج ۳ ص ۲۶۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن بطال مالکی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے امام طحاوی کی ادھوری عبارت نقل کر کے امام ابوحنیفہ پر حدیث کی مخالفت کرنے کا اعتراض کر دیا حالانکہ یہ لوگ خود حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں' حدیث میں تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض ادھار بیع کی ممانعت ہے اور یہ لوگ اس بیع کی مطلقاً ممانعت کو ثابت کر رہے ہیں۔ فیاللاسف!

۹۲ - بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

کھجور کے درخت کو جڑ سمیت فروخت کرنا

۲۲۰۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَّرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا، فَلِلَّذِيْ أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ، إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کھجور کے درخت میں پیوند لگایا' پھر اس کو جڑ سمیت فروخت کر دیا تو اس کھجور کے درخت کے پھل اس شخص کے لیے ہیں جس نے اس میں پیوند لگایا ہے ماسوا اس صورت کے کہ خریدار اس کی شرط لگائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۹۳ - بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ

مخاضرہ (پکنے سے پہلے کچی سبزیوں اور کچے پھلوں کو) فروخت کرنا

''مخاضرۃ'' کا معنی سبز رنگ ہے' پکنے سے پہلے دانوں اور پھلوں کا رنگ سبز ہوتا ہے یعنی جن کی پختگی ظاہر نہ ہوئی ہو' اس باب میں ان کی بیع کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۲۰۷- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ أَبِيْ طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن ابی طلحہ انصاری نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاقلہ' مخاضرہ' ملامسہ' منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مخاضرہ کی بیع کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن وہب العلاف (۲) عمر بن یونس الحنفی (۳) ان کے والد یونس بن القاسم ابو عمر الحنفی (۴) اسحاق بن ابی طلحہ یہ اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ ہیں اور ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰)

حدیث میں مذکور بیوع کے ناموں کی تعریفات

''المحاقلة'' کھیت میں خوشوں کی گندم یا جَو کی خشک گندم یا جَو سے اندازہ کے ساتھ بیع کرنا۔

''المخاضرة'' پکنے سے پہلے سبز دانوں اور سبز پھلوں کی خشک دانوں اور خشک پھلوں سے بیع کرنا۔

''الملامسة'' بائع مشتری کو کپڑے کا تھان دکھا کر کہے: اگر تم نے اس کو چھولیا تو بیع واجب ہو جائے گی اور تمہیں دیکھنے کے بعد اختیار نہیں ہوگا۔

''المنابذة'' بائع خریدار سے یہ کہے کہ جس چیز کو میں نے تمہاری طرف پھینک دیا اُس کی بیع واجب ہو جائے گی۔

درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض اندازہ سے بیع۔

۲۲۰۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ التَّمْرِ حَتّٰى يَزْهُوَ. فَقُلْنَا لِأَنَسٍ مَّا زَهْوُهَا؟ قَالَ تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ، أَرَأَيْتَ إِنْ مَّنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيْكَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ زھو ہو جائیں' ہم نے حضرت انس سے پوچھا: زھو کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ پھل سرخ ہو جائیں یا زرد ہو جائیں' یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ پھل کو روک لے تو تم اپنے بھائی کے مال کو کس چیز کے عوض حلال کرو گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

یعنی اگر کسی ناگہانی آفت سے درخت پر پھل تلف ہو جائیں تو تم نے اس درخت کی جو قیمت وصول کی ہے' وہ کیسے حلال ہو گی۔

۹۴ - بَابُ بَيْعِ الْجُمَّارِ وَأَكْلِهٖ

کھجور کے درخت کے سفید گوند کو فروخت کرنا اور اس کو کھانا

اس عنوان میں ''جُمّار'' کا لفظ ہے' کھجور کے درخت کے تنے سے چربی کی مانند سفید گوند جو نکلتا ہے اس کو ''جُمّار'' کہتے ہیں' جس درخت کا گوند نکال لیا جائے تو پھر اس میں پھل نہیں لگتا۔

۲۲۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ ...

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث ...

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ جُمَّارًا، فَقَالَ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ. فَأَرَدْتُّ أَنْ أَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَحْدَثُهُمْ، قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

بیان کی از ابی بشر از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا' اس وقت آپ جمار کھا رہے تھے' پس آپ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت مردِ مومن کی طرح ہے' میں نے ارادہ کیا کہ میں کہوں: وہ کھجور کا درخت ہے' لیکن اس وقت میں سب سے کم عمر تھا' آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦١ میں گزر چکی ہے۔

٩٥ - بَابُ مَنْ أَجْرٰى أَمْرَ الْأَمْصَارِ عَلٰى مَا يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوْعِ وَالْإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ، وَسُنَنِهِمْ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمِ الْمَشْهُوْرَةِ

جس نے شہروں کے معاملات اس کے موافق جاری کیے جو ان کے ہاں خرید و فروخت' کرائے' ناپ کے آلے اور وزن میں معروف تھا اور ان کے طریقے ان کی نیات کے مطابق ہیں اور ان کے مذاہب مشہورہ

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ شہروں کے معاملات ان کے عرف پر محمول کیے جائیں گے خواہ وہ معاملات خرید و فروخت میں ہوں' کرائے میں ہوں' یا ناپ اور وزن کے آلات میں ہوں' اور جن چیزوں کے متعلق شارع علیہ السلام کی طرف سے تصریح نہ ہو کہ وہ کیلی ہے یا وزنی ہے تو اس شہر کے عرف میں اگر اس کو ناپ کے ذریعہ فروخت کیا جاتا ہے تو اس کو کیلی قرار دیا جائے گا اور اگر اس شہر میں اس کو وزن کے حساب سے فروخت کیا جاتا ہے تو اس کو وزنی قرار دیا جائے گا' خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ قصد کیا ہے کہ لوگوں کے عرف اور عادت پر اعتماد کرنا چاہیے اور اس سے یہ قاعدہ بھی نکلتا ہے کہ تعاملِ مسلمین حجت شرعیہ ہے۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِيْنَ سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ رِبْحًا.

اور قاضی شریح نے کپڑا بُننے والے سے کہا: تمہارے مقدمات میں تمہارے نفع کا تمہارے رواج کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے:

محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ چند کپڑا بُننے والوں نے قاضی شریح کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا اور کہا کہ ہمارا آپس میں اس طرح اور اس طرح طریقہ ہے' انہوں نے کہا: جو تمہارے درمیان طریقہ ہے' اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اس تعلیق میں ''ربحا'' (نفع) کا جو لفظ ہے' اس کے متعلق علامہ عینی نے کہا ہے: اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور تعلیق کے ساتھ اس کی کوئی معنوی مطابقت بھی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٣۔ ٢٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُّحَمَّدٍ لَا بَأْسَ، اَلْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ، وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا.

اور عبد الوہاب نے کہا از ایوب از محمد (بن سیرین): دس کی چیز کی گیارہ کے عوض بیع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ اپنے خرچ کے لیے نفع لے سکتا ہے۔

اس تعلیق کی باب کے عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ جہاں شہر کا عرف نہ ہو کہ دس درہم کی چیز گیارہ درہم میں فروخت کی جاتی ہو تو وہاں اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے' اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب شہر کا عرف

یہ ہو کہ دس درہم کی چیز گیارہ درہم میں فروخت کی جاتی ہو اور اپنے خرچ کے لیے ایک درہم نفع لیا جاتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ خُذِي مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند سے فرمایا: تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے عرف کے مطابق جتنا خرچ کافی ہے وہ لے لو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ۲۲۱۱ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء:٦). وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا، فَقَالَ بِكَمْ؟ قَالَ بِدَانِقَيْنِ، فَرَكِبَهُ ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرٰى، فَقَالَ الْحِمَارَ الْحِمَارَ! فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو (یتیم کا ولی) ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھا لے۔ (النساء:٦) اور حسن بصری نے عبداللہ بن مرداس سے گدھا کرائے پر لیا تو ان سے اس کا کرایا پوچھا' انہوں نے بتایا وہ دو دمڑی ہے (ایک دمڑی درہم کا چھٹا حصہ ہے' اور ایک درہم آج کل ۹۰ روپے کا ہے۔ 31-01-2008) پھر وہ گدھے پر سوار ہو گئے' پھر دوسری بار وہ کسی ضرورت سے آئے اور کہا کہ مجھے گدھا چاہیے' پس اس پر سوار ہو گئے اور کرایا طے نہیں کیا' پھر اس کے پاس نصف درہم بھیج دیا۔

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ دوسری بار حسن بصری نے گدھے کا کرایا طے نہیں کیا اور عرف کے مطابق نصف درہم کرایا بھیج دیا۔

٢٢١٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَجَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوْ طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے ایک صاع کھجوریں دی جائیں اور اس کے مالکوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے خراج میں کمی کر دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ سے فصد لگانے کی اجرت طے نہیں کی اور عرف اور رواج کے مطابق ان کو ایک صاع کھجوریں عطا کر دیں۔

٢٢١١ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَّالِهِ سِرًّا؟ قَالَ خُذِي أَنْتِ وَبَنُوْكِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ہند ام معاویہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بخیل شخص ہیں اگر میں چپکے سے ان کا مال لے لوں تو کیا مجھے گناہ ہو گا؟

يَكْفِيكِ بِالْمَعْرُوفِ. [اطراف الحدیث: ۲۴۶۰-۳۸۲۵-۵۳۵۹-۵۳۶۴-۵۳۷۰-۶۶۴۱-۷۱۶۱-۷۱۸۰] آپ نے فرمایا: تم اتنا مال لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کے لیے عرف اور دستور کے مطابق کافی ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۴، الرقم المسلسل: ۴۳۶۸، سنن ابوداؤد: ۳۵۳۳، سنن نسائی: ۵۴۲۰، سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۳)

حضرت ہند اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا تذکرہ، اس کا ثبوت کہ بیوی اور بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ہند رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ ان کا نام ہے: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں، یہ فتح مکہ کے سال اسلام لائی تھیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئی تھیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس ہے، یہ فتح مکہ کے سال اسلام لائے تھے اور یہ ان دنوں قریش کے رئیس تھے، حدیث ہرقل میں ان کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث میں ''شحیح'' کا لفظ ہے، اس کا معنی بخیل اور حریص ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ بیوی کا اور چھوٹے بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہوتا ہے اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر کسی شخص کا کسی دوسرے آدمی پر حق نکلتا ہو اور وہ اس شخص کو اس کا حق نہ دیتا ہو تو وہ شخص اس آدمی کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر اپنے حق کے مطابق لے سکتا ہے، علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ یہ اس صورت میں ہے جب اس کو اپنے حق کی جنس سے چیز مل جائے اور اگر وہ چیز اس کے حق کی جنس سے نہ ہو تو پھر اس کو لینے کے لیے اس آدمی کی یا حاکم کی اجازت لینی ضروری ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بیوی اپنی ضرورت کے کام سے گھر کے باہر جا سکتی ہے جب اس کو معلوم ہو کہ اس کا شوہر اس پر راضی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۶-۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۲۱۲ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ فَرْقَدٍ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء: ۶) أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ، إِنْ كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ. [اطراف الحدیث: ۲۷۶۵-۴۵۷۵] (صحیح مسلم: ۳۰۱۹، الرقم المسلسل: ۷۴۲۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی (ح) اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عثمان بن فرقد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے ہشام بن عروہ سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از والد خود، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت: اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو، وہ دستور کے موافق کھا لے۔ (النساء: ۶) یتیم کے اس ولی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اس کی دیکھ بھال کرتا ہے اور اس کے مال کی اصلاح کرتا ہے، وہ اگر ضرورت مند ہو تو اس کے مال سے بہ قدر ضرورت کھا لے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور (۲) ابن نمیر' یہ عبداللہ بن نمیر ہیں (۳) ہشام بن عروہ (۴) محمد بن المثنی (۵) عثمان بن فرقد (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶)

یتیم کے ولی کو اس کے مال سے کھانے کی اجازت کے متعلق احادیث

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اس نے کہا: میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے زیر کفالت یتیم ہے' تو آپ نے فرمایا: تم اپنے یتیم کے مال سے کھالو اور اس کے مال کو بے جا خرچ نہ کرنا اور اس کے مال کو خرچ کر کے اپنا مال نہ بچانا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۷۲' سنن نسائی: ۳۶۷۰' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۸' المنتقیٰ: ۹۵۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۵' شرح السنۃ: ۲۲۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۷۴۵۔ ج ۱۱ ص ۳۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: میں اپنے یتیم کو کس چیز سے ماروں؟ آپ نے فرمایا: جس چیز سے تم اپنے بیٹے کو مارتے ہو جب کہ تم اپنے مال کو اس کے مال کے ساتھ ملانے والے اور اپنے مال کو بڑھانے والے نہ بنو۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۴' نشر السنۃ' ملتان)

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس نے کہا: میرے پاس یتیموں کا مال ہے' درحقیقت وہ یہ اجازت طلب کر رہا تھا کہ وہ ان کے مال سے کچھ مقدار لے لے' حضرت ابن عباس نے پوچھا: کیا تم اس کے گم شدہ جانور تلاش کرتے ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم اس کے حوض کی مٹی سے لپائی کرتے ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن عباس نے پوچھا: جس دن اس کے جانور حوض پر پانی پینے کے لیے جاتے ہیں کیا تم ان کی پیشوائی کرتے ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن عباس نے فرمایا: پھر تم اس کے جانوروں کا دودھ پی سکتے ہو۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۴' نشر السنۃ' ملتان)

جب یتیم کا ولی خوش حال ہو جائے تو اس کے مال سے جس قدر مال ضرورت کی بناء پر کھایا تھا' اس کو واپس کر دے

سعید بن جبیر نے کہا: یتیم کے ولی کو جب ضرورت ہو تو وہ بہ قدر ضرورت یتیم کے مال سے قرض لے اور جب اس کے پاس رقم آئے تو اس کا قرض واپس کر دے اور اگر خوش حالی نہ آنے کی وجہ سے وہ اس کا قرض واپس نہ کر سکے تو کوئی حرج نہیں ہے' اس سے زیادہ یتیم کے مال میں رخصت نہیں دی گئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۴۸۳۰' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ابراہیم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یتیم کا ولی یتیم کے مال سے عرف اور دستور کے مطابق کھائے اور عرف اور دستور کے مطابق کھانا وہ ہے جس سے بھوک مٹ جائے اور اتنا کپڑا ہے جس سے ستر چھپ جائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۴۸۳۲)

شعبی نے کہا: یتیم کا ولی بغیر اضطرار کے یتیم کے مال سے نہ کھائے اور اگر کھایا ہے تو اس کو بعد میں ادا کر دے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۴۸۳۴)

۹۶ - بَابُ بَيْعِ الشَّرِيْكِ مِنْ شَرِيْكِهٖ

ایک شریک کی اپنے شریک سے بیع

۲۲۱۳ - حَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِيْ كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ فَاِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کرنے

وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. کا حق قرار دیا لیکن جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے پھیر دیئے جائیں تو شفعہ کا حق نہیں رہے گا۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۱۴-۲۲۵۷-۲۴۹۵-۲۴۹۶-۶۹۷۶]

(صحیح مسلم: ۱۶۰۸' الرقم المسلسل: ۴۰۱۹' سنن ابوداؤد: ۳۵۱۴' سنن نسائی: ۴۶۴۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان (۲) عبد الرزاق بن ہمام (۳) معمر بن راشد (۴) زہری' یہ محمد بن مسلم ہیں (۵) ابوسلمہ بن عبد الرحمان۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ مثلاً ایک مکان میں دو شخص شریک ہیں اور ان میں سے ایک شریک کسی اجنبی شخص کو وہ مکان فروخت کر رہا ہے تو دوسرے شریک کو شفعہ کرنے کا حق ہے اور وہ ایسے شریک کو اجنبی شخص کے ہاتھ وہ مکان فروخت کرنے سے منع کرے اور اپنے شریک سے خود مکان خرید لے تو اس طرح شفعہ کی صورت میں ایک شریک کی دوسرے شریک سے بیع ہوگئی۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کرنے کا حق دار قرار دیا۔

اس جملہ میں غیر منقسم مال سے مراد غیر منقول مال ہے مثلاً زمین اور مکان وغیرہ۔

شفعہ کے وجوب میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور ان کے مذہب کے موافق صحیح حدیث

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اوزاعی وغیرہ کا یہ مؤقف ہے کہ شفعہ صرف شریک کر سکتا ہے' اس میں جو چیز غیر منقسم اور مشاع ہو' اور پڑوس کی وجہ سے شفعہ نہیں ہو سکتا اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث مذکور سے ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر اس شرکت میں شفعہ مشروع فرما دیا جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو' خواہ وہ مکان ہو یا باغ ہو' اس کے مالک کے لیے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ اپنے شریک سے اجازت حاصل کر لے' وہ اگر چاہے گا تو اس کو لے لے گا اور اگر چاہے گا تو ترک کر دے گا' پس اگر اس نے اس کو فروخت کر دیا اور اس کے شریک نے اس کی اجازت نہیں دی تھی تو وہ شریک اس کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۰۸' الرقم المسلسل: ۴۰۱۹' سنن ابوداؤد: ۳۵۱۳' سنن نسائی: ۴۶۴۶)

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شفعہ کے وجوب میں امام ابوحنیفہ کا مذہب اور اس کے موافق احادیث صحیحہ

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ائمہ ثلاثہ کی اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر شریک کو شفعہ کرنے کا حق ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شریک کے علاوہ اور کسی کو شفعہ کرنے کا حق نہیں ہے جب کہ دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی کو بھی شفعہ کرنے کا حق ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے پڑوسی پر شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے' پس اگر پڑوسی غائب ہو تو دوسرا پڑوسی اس کا انتظار کرے جب کہ ان دونوں کا راستہ واحد ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۱۸' سنن ترمذی: ۱۳۶۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳' شرح معانی الآثار: ۵۸۵۰)

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس مبیع پر شفعہ کو واجب کیا ہے جس مبیع میں کسی کی شرکت نہیں ہے اور اس کے راستہ میں بھی شرکت نہیں ہے' ان دونوں حدیثوں پر عمل کرنا واجب ہے اور یہ ایک دوسرے کے معارض نہیں ہیں۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ کے مؤقف کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر غیر منقسم (زمین) میں شفعہ کرنے کا فیصلہ فرمایا اور جب (زمین کی) حدود متعین ہو جائیں پھر کسی کو شفعہ کا حق نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۱۵' سنن نسائی: ۴۷۱۴' سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۹' شرح معانی الآثار: ۵۸۵۳)

مخالفین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گھروں اور زمین میں شرکت سے شفعہ واجب ہوتا ہے اور راستہ میں بھی شرکت سے شفعہ واجب ہوتا ہے' پھر پڑوس کی وجہ سے شفعہ کہاں سے ثابت ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پڑوس کی وجہ سے شفعہ اس حدیث سے ثابت ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھر کا پڑوسی گھر پر شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۷۳' سنن ابوداؤد: ۳۵۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۰-۳۸۹-۳۸۸' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸-۱۳-۱۲-۸' شرح معانی الآثار: ۵۸۶۲)

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوس کے سبب سے شفعہ کا فیصلہ فرمایا۔

(شرح معانی الآثار: ۵۸۶۹)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے (شفعہ کرنے کا) زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۵۸-۶۹۷۷' سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶' سنن نسائی: ۴۷۱۲' سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵)

حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسی زمین جس میں نہ کسی کا حصہ ہے نہ شرکت ہے' صرف پڑوس ہے؟ آپ نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۶' سنن نسائی: ۴۷۱۳' شرح معانی الآثار: ۵۸۷۲)

امام ابوجعفر فرماتے ہیں: ان احادیث اور آثار سے ثابت ہو گیا کہ پڑوس کی وجہ سے شفعہ کرنا ثابت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہوسکتا ہے ان احادیث میں پڑوسی سے مراد شریک ہو؟ اس کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ لغت عرب میں پڑوسی پر شریک کا اطلاق نہیں کیا جاتا' ثانیاً ہم نے حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے' اس میں اس کی واضح تصریح ہے کہ اس میں پڑوسی مراد ہے' شریک مراد نہیں ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: ہم نے جو اس باب میں احادیث اور آثار روایت کیے ہیں' ان سے واضح ہو گیا کہ تین وجوہ سے شفعہ ثابت ہوتا ہے: (۱) کوئی شخص بیع میں شریک ہو (۲) کوئی شخص گھر کے راستہ میں شریک ہو (۳) کوئی شخص کسی کے مکان یا دکان کا پڑوسی ہو' ان میں سے کسی چیز کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور نہ بعض احادیث کو تضاد پر محمول کرنا جائز ہے۔

یہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ اجمعین کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۴۰۷-۴۰۱ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ کراچی)

۹۷ - بَابُ بَيْعِ الْأَرْضِ وَالدُّوْرِ وَالْعُرُوْضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُوْمٍ

جو زمین' گھر اور سامان غیر منقسم ہو اس کو فروخت کرنا

٢٢١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از ابوسلمہ بن عبد الرحمان از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کو مشروع فرمایا' پس جب حدود قائم ہو جائیں اور راستے پھیر دیئے جائیں تو پھر شفعہ نہیں ہو سکتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں گزر چکی ہے' تاہم وہاں شفعہ کی تعریف نہیں ذکر کی گئی تھی' سو ہم یہاں شفعہ کی تعریف ذکر کر رہے ہیں:

شفعہ کا لغوی اور شرعی معنی

''شفعة'' کا لفظ ''شفع'' سے ماخوذ ہے' ''شفع'' کا معنی ہے: ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا' کسی شخص کے مکان' دکان یا زمین میں اس کے شریک کو یا پڑوسی کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ جب وہ شخص اس زمین یا مکان یا دکان کو فروخت کرنا چاہے تو پہلے پڑوسی یا شریک کو مطلع کرے کہ میں اس کو فروخت کر رہا ہوں اگر تم اس کو خریدنا چاہو تو پہلا حق تمہارا ہے اور اگر تم نہ خریدو تو میں کسی اور کو فروخت کر دیتا ہوں' اور اگر وہ شخص اپنے شریک یا پڑوسی کو مطلع کیے بغیر اس کو فروخت کر دے تو اس کے شریک یا پڑوسی کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اس شخص کے خلاف مقدمہ کر کے اپنا حق وصول کر لے اور اس زمین یا مکان یا دکان کو خرید لے' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حق شفعہ صرف شریک کے لیے ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک حق شفعہ شریک کے علاوہ پڑوسی کو بھی حاصل ہے' فریقین کے دلائل حدیث سابق کی شرح میں گزر چکے ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بِهٰذَا، وَقَالَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ.

ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے یہی حدیث بیان کی اور کہا: ہر اس چیز میں جو غیر منقسم ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ان کے دو شیوخ سے مروی ہے: ایک شیخ محمد بن محبوب از عبدالواحد ہیں اور دوسرے شیخ مسدد از عبدالواحد ہیں' نیز دونوں کی روایتوں میں یہ فرق ہے کہ محمد بن محبوب کی روایت میں مذکور ہے: آپ نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کو مشروع فرمایا' اور مسدد کی روایت میں مذکور ہے: آپ نے ہر غیر منقسم میں شفعہ کو مشروع فرمایا' یعنی اس روایت میں مال کی قید نہیں ہے۔

تَابَعَهُ هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ.

عبدالواحد نے ہشام کی روایت کی متابعت کی ہے از معمر۔

امام بخاری نے اس حدیث کی باب ''ترك الحيل'' میں موصولاً روایت کی ہے' یہ حدیث' صحیح البخاری: ۶۹۷۶ میں مذکور ہے۔

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي كُلِّ مَالٍ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے: ''ہر مال میں'' (شفعہ مشروع ہے)۔ اس حدیث کی عبدالرحمان بن اسحٰق نے زہری سے روایت کی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں موصولاً روایت کی ہے۔

امام عبدالرزاق کی روایت میں عبدالرحمان بن اسحاق قرشی کا ذکر ہے' اس کے متعلق امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ قدری ثقہ ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۲)

۹۸ - بَابٌ اِذَا اشْتَرٰی شَیْئًا لِغَیْرِہٖ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ فَرَضِیَ

جب کسی شخص نے کوئی چیز دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر خریدی' پھر وہ دوسرا بھی اس پر راضی ہوگیا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان کے نزدیک فضولی کی بیع جائز ہے' جو شخص صاحب معاملہ کی اجازت کے بغیر اس کے لیے خرید وفروخت کرے' اس کو فقہ کی اصطلاح میں فضولی کہتے ہیں' پھر اگر صاحب معاملہ اس کے تصرف کو جائز قرار دے دے تو اس کی خرید وفروخت نافذ ہو جاتی ہے۔

۲۲۱۵ - **حَدَّثَنَا** يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُوْسَى ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ ثَلَاثَةٌ يَّمْشُوْنَ فَاَصَابَهُمُ الْمَطَرُ فَدَخَلُوْا فِیْ غَارٍ فِیْ جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ قَالَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُدْعُوا اللّٰهَ بِاَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوْهُ. فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ كَانَ لِیْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ فَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَرْعٰى ثُمَّ اَجِیْءُ فَاَحْلُبُ فَاَجِیْءُ بِالْحِلَابِ فَاٰتِیْ بِهٖ اَبَوَیَّ فَيَشْرَبَانِ ثُمَّ اَسْقِی الصِّبْيَةَ وَاَهْلِیْ وَامْرَاَتِیْ فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً فَجِئْتُ فَاِذَا هُمَا نَائِمَانِ قَالَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَیَّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَاْبِیْ وَدَاْبُهُمَا حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرٰى مِنْهَا السَّمَاءَ قَالَ فَفُرِجَ عَنْهُمْ. وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ كُنْتُ اُحِبُّ امْرَاَةً مِّنْ بَنَاتِ عَمِّیْ كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ فَقَالَتْ لَا تَنَالُ ذٰلِكَ مِنْهَا حَتّٰى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِيْنَارٍ فَسَعَيْتُ فِيْهَا حَتّٰى جَمَعْتُهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا فَاِنْ كُنْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے بیان فرمایا: تین شخص سفر کر رہے تھے کہ ان پر بارش ہونے لگی' وہ ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے' ناگاہ پہاڑ کی ایک چٹان ٹوٹ کر اوپر سے گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم نے جو سب سے افضل عمل کیا ہو' اس کا وسیلہ پیش کر کے اللہ سے دعا کرو' ان میں سے ایک نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے' میں بکریاں چرانے کے لیے گھر سے باہر جاتا تھا' پھر گھر آ کر ایک برتن میں دودھ دوہ کر اپنے ماں باپ کے پاس لاتا تو وہ اس دودھ کو پیتے' اس کے بعد میں اپنے بچوں کو' گھر والوں کو اور اپنی بیوی کو دودھ پلاتا' ایک رات میں کہیں پھنس گیا اور دیر سے لوٹا' جب میں گھر پہنچا تو ماں باپ سو چکے تھے' میں نے ان کو جگانا پسند نہیں کیا اور بچے میرے پیروں کے پاس بھوک سے چلا رہے تھے' پس میرا اور میرے ماں باپ کا معاملہ یونہی رہا حتیٰ کہ فجر طلوع ہوگئی' اے اللہ! اگر تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا' پس تو ہمارے لیے (غار کے منہ کو) اتنا کشادہ کر دے کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں! سو ان کے لیے (غار کا منہ کچھ) کشادہ کر دیا گیا' اور دوسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میں اپنے چچا کی بیٹیوں میں سے ایک

تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، قَالَ فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ. وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ اِسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقٍ مِّنْ ذُرَّةٍ فَاَعْطَيْتُهُ، وَاَبٰى ذَاكَ اَنْ يَّاْخُذَ، فَعَمَدْتُ اِلٰى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ، حَتّٰى اِشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّرَاعِيَهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ، فَقُلْتُ اِنْطَلِقْ اِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيْهَا فَاِنَّهَا لَكَ، فَقَالَ اَتَسْتَهْزِئُ بِیْ؟ فَقُلْتُ مَا اَسْتَهْزِئُ بِكَ وَلٰكِنَّهَا لَكَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا، فَكُشِفَ عَنْهُمْ. [اطراف الحدیث: ۲۲۷۲-۲۳۳۳-۳۴۶۵-۵۹۷۴] (صحیح مسلم: ۲۷۴۳، الرقم المسلسل: ۶۸۴۳)

عورت کے ساتھ اتنی زیادہ محبت کرتا تھا جتنی شدید محبت کوئی مرد کسی عورت سے کرتا ہے اس عورت نے کہا: تم اس وقت تک مجھ سے اپنا مقصد پورا نہیں کر سکتے حتیٰ کہ مجھے ایک سو دینار لا کر دو سو میں نے (ان دیناروں کے حصول میں) بہت محنت کی حتیٰ کہ ان کو جمع کر لیا، پس جب میں اس عورت کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈرو اور (بکارت کی) مُہر کو اس کے حق دار کے سوا نہ توڑو، پس میں کھڑا ہو گیا اور اس عورت کو چھوڑ دیا، پس اگر تجھ کو علم ہے کہ میں نے یہ عمل محض تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا، سو تو ہمارے لیے (غار کا منہ) کشادہ کر دے تو اس غار کا منہ دو تہائی کھل گیا، اور تیسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میں نے تین صاع (بارہ کلو گرام) جوار کے عوض ایک مزدور سے کام کرایا، اس نے اس اجرت کو لینے سے انکار کر دیا، پھر میں نے اس جوار کو زمین میں بو دیا اور کاشت کاری کی، حتیٰ کہ میں نے اس سے گائیں اور چرواہا خریدا، پھر وہ مزدور آیا اور کہا: اے اللہ کے بندے! مجھے میرا حق دے دے، میں نے کہا: ان گایوں اور ان کے چرواہے کی طرف چلو، یہ سب تمہارے ہیں، اس نے کہا: کیا تم مذاق کر رہے ہو! میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کر رہا بلکہ یہ سب تمہارا مال ہے، اے اللہ! اگر تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل محض تیری رضا کے لیے کیا تھا تو تو اس (غار کا منہ) ہمارے لیے کھول دے، چنانچہ ان کے لیے غار کا منہ کھول دیا گیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ میں نے (اس مزدور کی اجرت سے) گائیں اور چرواہا خریدا۔ اس شخص نے دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر چیزیں خریدیں، پھر جب وہ مزدور اپنی اجرت لینے آیا اور اس شخص نے اس کو اس بیع کی خبر دی تو وہ راضی ہو گیا اور اس نے ان چیزوں کو لے لیا، یوں اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اگر فضولی کسی دوسرے کے لیے خرید و فروخت کرے اور وہ دوسرا شخص اس خرید و فروخت پر مطلع ہونے کے بعد اس سے راضی ہو جائے تو اس کی بیع صحیح ہے۔

پہلی امتوں کے نیک اعمال کی ترغیب، فضولی کی بیع کی صحت، ماں باپ کو بچوں سے پہلے کھلانے کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے پہلی امتوں کے ... کے نیک اعمال کی اس لیے خبر دی تا کہ آپ کی

امت بھی ایسے نیک اعمال کرنے میں رغبت کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر کسی فائدہ کے کلام نہیں فرماتے تھے اور جب آپ کا مزاح اور خوش طبعی کی بات بھی کسی مسئلہ کی تعلیم کے لیے ہوتی تھی تو جب آپ کسی واقعہ کی خبر دیں تو وہ کیوں کر کسی فائدہ کے بغیر ہوگی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ تیسرے شخص نے مزدور کی طے شدہ اجرت جو تین صاع جوار تھی' اس کو اس مزدور کی اجازت کے بغیر کاشت کر دیا اور اس سے گائیں خرید لیں اور بعد میں وہ مزدور اس کاشت کاری اور اس کے عوض میں گایوں کو لینے پر راضی ہو گیا' اس سے معلوم ہوا کہ فضولی کی بیع صحیح ہے اور اس حدیث کی یہاں روایت کرنے سے امام بخاری کا یہی مقصد ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا ہے کہ فضولی کی بیع کا جواز اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ یہ ہم سے پہلی شریعت ہے اور اس کو ہمارے لیے بھی مشروع کیا گیا ہے اور جمہور نے اس کی مخالفت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۲' دار المعرفہ بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم سے پہلی شریعت ہم پر اس وقت لازم ہوتی ہے جب شارع علیہ السلام اس پر انکار نہ فرمائیں اور یہاں پر فضولی کی بیع کے جواز کی ایک اور یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے مزدور کی اجرت میں تصرف کو بہ طور مدح اور تحسین کے ذکر فرمایا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے اور اگر فضولی کی بیع ناجائز ہوتی تو آپ اس کا عدم جواز ضرور بیان فرماتے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی' نیز اس حدیث میں اولیاء اللہ اور صالحین کی کرامات کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ان میں سے ایک شخص ساری رات دودھ کا پیالہ لیے اپنے سوئے ہوئے ماں باپ کے پاس کھڑا رہا اور اس کے بچے اس کے پیروں کے پاس بھوک سے بلکتے رہے' علامہ کرمانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بچوں کے کھانے کا خرچ ماں باپ کو کھلانے پر مقدم ہے' پھر اس نے اپنے بچوں کو بھوکا کیوں چھوڑا؟ میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے اس کے دین میں ماں باپ کو کھلانا بچوں کو کھلانے پر مقدم ہو یا بچے اس مقدار سے زیادہ کھانا طلب کر رہے ہوں جس مقدار سے رمق حیات برقرار رہتی ہے اور وہ زیادہ کھانے کی حرص میں چلا رہے ہوں۔

جب وہ لوگ مشکل میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی' اسی طرح جب خشک سالی میں بارش کی طلب کے لیے دعا کی جائے تو اللہ اس کو اپنے فضل سے قبول فرماتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۷)

نیک اعمال کے علاوہ نیک لوگوں کے وسیلہ سے دعا کا ثبوت

میں کہتا ہوں کہ صرف نیک اعمال کے وسیلہ سے ہی دعا قبول نہیں ہوتی بلکہ نیک حضرات کے وسیلہ سے بھی دعا قبول ہوتی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی طلب کے لیے دعا کی تو بارش ہوگئی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۱۰)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی وفات کے دو سال بعد اہل سمرقند نے بارش کی طلب کے لیے متعدد بار دعا کی' بارش نہیں ہوئی' تب بعض صالحین نے قاضی سے کہا: میری رائے یہ ہے کہ آپ' لوگوں کو امام بخاری کی قبر کے پاس لے جائیں اور وہاں ہم بارش کی دعا کریں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بارش نازل فرمائے گا' سو ایسا کیا گیا اور لوگوں نے امام بخاری کی قبر کے پاس رو رو کر دعا کی اور امام بخاری کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موسلا دھار بارش نازل فرمائی اور سات دن تک لگا تار بارش ہوتی رہی حتیٰ کہ بارش کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کا سمرقند تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۷۵' مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی الدمشقی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

معروف کرخی بن فیروز بہت بڑے مشائخ میں سے ہیں' یہ مستجاب الدعوات تھے' ان کی قبر سے بارش طلب کی جاتی ہے' یہ السری السقطی کے استاذ تھے اور ۲۰۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۱۴۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حرام کام کے حصول پر قدرت کے باوجود اس کو ترک کرنے کی فضیلت

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر ہے اور اس کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ ماں باپ کو اپنی اولاد اور بیوی پر ترجیح دینی چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انسان کو حتی الوسع حرام کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے' دل میں گناہ کی خواہش ہو' گناہ پر قدرت بھی ہو' اس کے باوجود محض اللہ کے خوف سے حرام کام کو ترک کر دے' جیسا کہ اس حدیث میں اس دوسرے شخص نے اپنی عم زاد کے ساتھ حرام خواہش کے پورا کرنے کو ترک کر دیا اور جیسے ہی اس کی عم زاد نے کہا کہ اللہ سے ڈرو! وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور وہ قرآن مجید کی اس بشارت کا مصداق ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ○ (الرحمٰن: ۴۶) اور اس شخص کے لیے دو جنتیں ہیں جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ○

اور جو شخص اللہ کے خوف سے گناہ کو ترک کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو مشکل سے نجات عطا فرماتا ہے' فرمایا:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ (الطلاق: ۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے ○

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ○ (الطلاق: ۴) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا ○

سو اس شخص کے خوف خدا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس شخص اور اس کے ساتھیوں کے لیے غار سے نکلنے کی سبیل پیدا کر دی۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ اس تیسرے شخص نے ایک فرق (تین کلوگرام) جوار دینے کی اجرت پر ایک مزدور سے کام کرایا' اس سے معلوم ہوا کہ طعام کو اجرت میں دینا جائز ہے۔

اور اس میں اس شخص کی امانت داری کا ذکر ہے کہ جب وہ مزدور آیا تو اس شخص نے اس کی پوری اجرت ادا کر دی۔

''ذُرَةٌ'' کا معنی لکھنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

اے اللہ! اگر آپ کے علم میں ہو کہ میں نے ایک مزدور لیا تھا اور اس کی اجرت مکئی کا ایک فَرَق مقرر کیا تھا' مکئی کو ذرہ کہتے ہیں۔

(انعام الباری ج ۶ ص ۳۸۷' مکتبۃ الحراء' کراچی)

شیخ عثمانی نے یہ غلط لکھا ہے' ''ذُرَة'' کا معنی مکئی نہیں ہے' بلکہ جوار ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

''ذرہ'' (ع) جوار۔ (فیروز اللغات' فارسی' ص ۳۸۹' فیروز سنز' لاہور' ۱۹۶۸ء)

محمد غیاث الدین بن جلال الدین لکھتے ہیں:

''ذُرۃ'' عام غلہ ہے' اس کو ہندی میں جُوار کہتے ہیں' اس کا خوشہ اس کے درخت کی بلندی کی انتہاء پر ہوتا ہے نہ کہ وسط میں۔ (واضح رہے کہ مکئی کا خوشہ اس کے درخت کے وسط میں ہوتا ہے اور گندم اور جوار کا خوشہ اس کے درخت کے سر پر ہوتا ہے' اس تشریح سے ظاہر ہوگیا کہ ''ذُرۃ'' کا معنی مکئی نہیں ہوسکتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

(غیاث اللغات ص ۲۲۴' ایچ ایم سعید کمپنی' کراچی' غیاث اللغات کی تصنیف کی تکمیل ۱۲۴۲ھ میں ہوئی تھی)

مستند اور مشہور مترجمین اور شارحین نے بھی ''ذرۃ'' کا معنی جوار لکھا ہے:

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ' حدیث مذکور کے زیر بحث حصہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''ذُرَہ'' مشہور غلّہ ہے' اس کو ہندکی زبان میں جوار کہتے ہیں۔ (تیسیر القاری ج ۲ ص ۲۸۵' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ ظہور الباری اعظمی فاضل دار العلوم دیوبند' حدیث مذکور کے زیر بحث حصہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام لیا تھا۔ (تفہیم البخاری ج ۱ ص ۹۸۳' دار الاشاعت' کراچی)

مشہور غیر مقلد عالم' شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

یا اللہ! تو جانتا ہے میں نے تین صاع جوار پر ایک مزدور لگایا تھا۔ (تیسیر الباری ج ۳ ص ۴۲۱' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

دوسرے غیر مقلد عالم محمد داؤد راز لکھتے ہیں:

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام کرایا تھا۔

(ترجمہ و تشریح صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۶۹' مکتبہ قدوسیہ' لاہور)

۹۹ - بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَهْلِ الْحَرْبِ

مشرکین اور اہل حرب کے ساتھ خرید و فروخت کرنا

۲۲۱۶ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيْلٌ' بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا اَمْ عَطِيَّةً ؟ اَوْ قَالَ اَمْ هِبَةً؟ قَالَ لَا' بَلْ بَيْعٌ' فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً. [اطراف الحدیث: ۲۶۱۸-۵۳۸۲]

(صحیح مسلم: ۲۰۵۶' الرقم المسلسل: ۵۲۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی عثمان از حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' پھر ایک بہت لمبا چوڑا مشرک بکریوں کو ہنکاتا ہوا آیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں یا بہ طور عطیہ ہیں' یا فرمایا: بہ طور ہبہ ہیں؟ اس نے کہا: نہیں! بہ طور بیع ہیں' تو آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ نے اس مشرک سے ایک بکری خرید لی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) معتمر بن سلیمان بن طرخان (۳) ابو عثمان عبد الرحمان بن مل النہدی (۴) حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۷)

مشرکین سے خرید وفروخت کا جواز اور عام بازاری مشرکین سے آپ کا ہدیہ قبول نہ فرمانا اور بادشاہوں کا ہدیہ قبول فرمانا' اس کی مفصل اور مکمل تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے مشرک سے ایک بکری خریدی' اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین سے خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔

علامہ خطابی شافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اس مشرک سے پوچھا: آیا یہ بکریاں بہ طور ہبہ ہیں؟ اس قول میں یہ دلیل ہے کہ اگر مشرک کوئی چیز ہبہ کر دے تو اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ شرک میں نبی ﷺ کو ہدیہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ہم مشرکین کے عطیات کو قبول نہیں کرتے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۵۷' سنن ترمذی: ۱۵۷۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۲) اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے آپ کا یہ ارشاد منسوخ ہو' کیونکہ آپ نے متعدد مشرکین کا ہدیہ قبول فرمایا ہے' مصر کے بادشاہ المقوقس نے آپ کو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہدیہ کی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۲' صحیح مسلم: ۱۳۹۲) اور دومۃ الجندل کے بادشاہ اُکیدر نے آپ کو ایک خچر ہدیہ کیا تھا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۲) مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا یہ گمان ہو کہ مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور اہل کتاب کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے کیونکہ المقوقس اور اُکیدر دومہ عیسائی تھے۔ (اعلام السنن شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۶۔۵۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی کی اس تقریر پر متعدد اعتراضات ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) علامہ خطابی نے جو مشرکین اور اہل کتاب کے ہدیوں میں یہ فرق کیا ہے کہ اول الذکر کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور ثانی الذکر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے' یہ فرق زیر بحث حدیث میں آپ کے اس ارشاد سے مسترد ہو جاتا ہے کہ آپ نے اس مشرک سے فرمایا: آیا یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں یا بہ طور ہبہ؟ اگر مشرک کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوتا تو آپ اس طرح نہ فرماتے۔

(۲) اُکیدر نے حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے سے پہلے آپ کو ہدیہ پیش کیا تھا' جو اس حدیث کے راوی ہیں' کیونکہ حضرت عبدالرحمان صلح حدیبیہ کے موقع پر اسلام لائے تھے اور یہ صلح ۷ھ میں ہوئی تھی' اور اُکیدر سے صلح حضرت سعد بن معاذ کی وفات کے بعد ہوئی تھی جن کے متعلق نبی ﷺ نے اس وقت یہ فرمایا تھا جب صحابہ اُکیدر کے ہدیہ پر تعجب کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ حسین ہیں۔

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو ایک ریشم کا حلّہ ہدیہ کیا گیا تو آپ کے اصحاب اس کو چھو کر اس کے ملائم ہونے پر تعجب کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس کے ملائم ہونے پر تعجب کرتے ہو! سعد بن معاذ کے جنت میں رومال اس سے زیادہ ملائم اور اس سے زیادہ افضل ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۸۰۲' صحیح مسلم: ۲۴۶۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۳۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دُومۃ الجندل (تبوک کے قریب ایک بستی) کے بادشاہ اُکیدر نے آپ کو حلّہ ہدیہ کیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۴۶۹' الرقم المسلسل: ۶۲۴۳)

حضرت سعد کی وفات' غزوۂ بنو قریظہ کے بعد عقبہ کے قول کے مطابق ۴ھ میں ہوئی تھی اور امام ابن اسحاق کے قول کے مطابق

۵ھ میں ہوئی تھی اور ہر تقدیر پر حضرت سعد بن معاذ' حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر کے اسلام لانے سے پہلے فوت ہو چکے تھے اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو المقوقس کی طرف ٦ ھ میں بھیجا گیا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر ۷ھ میں اسلام لائے تھے اور اکیدر اور مقوقس نے آپ کی طرف جو ہدیہ پیش کیا تھا وہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے' اس لیے ہو سکتا ہے کہ ان کو ان کے ہدیہ پیش کرنے کا علم نہ ہو' اس لیے انہوں نے اس حدیث میں یہ روایت کی کہ آپ نے فرمایا: ہم مشرکین کے عطیات قبول نہیں کرتے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ ہم مشرکین کی عطاؤں کو قبول نہیں کرتے' اس سے مراد عام بازاری مشرکین ہیں اور اکیدر' دومۃ الجندل کا بادشاہ تھا اور مقوقس مصر کا بادشاہ' اور یہ دونوں بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس عموم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ بادشاہوں کا ہدیہ مسترد کرنا' ان کے لیے مُوجب عار ہوتا ہے۔

(۴) ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ جن مشرکین کا ہدیہ قبول فرماتے تھے' آپ ان کو جواباً ہدیہ بھی پیش کرتے تھے اور آپ نے اس بکریوں والے مشرک سے جو فرمایا تھا کہ یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں' یا بہ طور ہدیہ ہیں؟ آپ کا یہ ارشاد بھی اس کو مانوس کرنے کے لیے تھا' اور جو شخص آپ کو ہدیہ پیش کرتا تھا آپ اس کو اس سے زیادہ ہدیہ عطا فرماتے تھے' آپ نے عیاض بن حماد کا جو ہدیہ رد فرمایا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کو آپ کی بعثت سے پہلے سے پہچانتا تھا اور جب آپ مبعوث ہوئے تو اس نے آپ کو ہدیہ پیش کیا' سو آپ نے اس کا ہدیہ رد کر دیا' اسی طرح ذی الجوشن نے آپ کو گھوڑا ہدیہ کیا تھا جس کو آپ نے رد کر دیا' اسی طرح آپ نے ملاعب الاسنہ کا ہدیہ رد کر دیا تھا کیونکہ یہ تمام بازاری لوگ تھے' بادشاہ نہیں تھے اور ایلہ کے بادشاہ نے آپ کو خچر ہدیہ کیا اور الجذامی نے آپ کو پوستین ہدیہ کی۔ ان کے ہدایا کو آپ نے قبول نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں بادشاہ تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوعبید نے کتاب الاموال میں لکھا ہے کہ آپ نے حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کا ہدیہ اس مدت میں قبول فرمایا تھا جب اس سے صلح تھی' اور آپ نے المقوقس کا ہدیہ اس لیے قبول فرمایا تھا کہ اس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تکریم کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا تھا اور اس نے آپ کو اپنے اسلام لانے سے مایوس نہیں کیا تھا اور اُکیدر کا ہدیہ اس لیے قبول فرمایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خون کی حفاظت کی تھی اور اس سے جزیہ پر صلح فرمائی تھی کیونکہ وہ نصرانی تھا اور آپ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا تھا اور اسی طرح جب ایلہ کے بادشاہ نے آپ کو ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس کو چادر عطا فرمائی تھی' اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ جو شخص آپ کو ہدیہ پیش کرتا تھا' آپ اس کو بدلہ میں ہدیہ عطا فرماتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۹-۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ باب مذکور کی اس حدیث میں آپ نے جو اس بکریوں والے مشرک سے فرمایا تھا کہ یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں یا ہبہ؟ یہ محض اس کو مانوس کرنے کے لیے فرمایا تھا ورنہ آپ عام بازاری مشرکوں کا ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے سوائے معزز لوگوں اور بادشاہوں کے۔

۱۰۰ - بَابُ شِرَاءِ الْمَمْلُوْكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتِهٖ وَعِتْقِهٖ

حربی سے غلام خریدنا اور اس کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا

اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ حربی کافر سے غلام خریدنے کا اور اس غلام کو ہبہ کرنے اور آزاد کرنے کا کیا حکم ہے؟

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَلْمَانَ كَاتِبْ وَكَانَ حُرًّا فَظَلَمُوْهُ وَبَاعُوْهُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مکاتب ہو جاؤ' وہ اصل میں آزاد تھے' کافروں نے ان پر ظلم کر کے ان کو غلام بنالیا تھا اور ان کو فروخت کر دیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل اور تفصیل حسب ذیل حدیث میں ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مفصل سوانح

علامہ ابن اثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں اصبہان کے اہل فارس میں سے تھا اور میرے والد اس سرزمین میں دھقان تھے اور میں ان کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب تھا' میں نے مجوسیت میں کوشش کی' میرے والد کی کافی زمینیں تھیں' ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ میں اب عمر رسیدہ ہو گیا ہوں' تم اب زمینوں پر جاؤ اور ان کی دیکھ بھال کرو' میں اس مہم کے لیے روانہ ہوا تو میں نصاریٰ کے ایک گرجا کے پاس سے گزرا اور وہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے' مجھے ان کی نماز اچھی لگی اور میں ان کے دین کی طرف مائل ہو گیا اور میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! یہ ہمارے دین (مجوسیت) سے بہتر ہے' میں ان کے ہی پاس رہا' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' میں اپنے والد کی زمینوں کی طرف گیا نہ واپس آیا' جب مجھے دیر ہو گئی تو میرے والد نے میری تلاش میں آدمی بھیجے' میں نے نصاریٰ سے پوچھا: میں اس دین کو حاصل کرنے کے لیے کہاں جاؤں؟ انہوں نے کہا: ملک شام میں۔

پھر میں اپنے والد کے پاس گیا' انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے تمہاری طرف قاصد بھیجے تھے' میں نے کہا: میں چند لوگوں کے پاس سے گزرا' وہ گرجا میں نماز پڑھ رہے تھے' مجھے ان کی نماز بہت اچھی لگی اور میں نے جان لیا کہ ان کا دین' ہمارے دین سے بہت بہتر ہے' میرے والد نے کہا: اے میرے بیٹے تمہارا دین (مجوسیت) اور تمہارے باپ دادا کا دین ان کے دین سے بہتر ہے' میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں! پس میرے والد خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے مجھے قید کر دیا' پھر میں نے نصاریٰ کو پیغام بھیجا اور کہا: جو شخص شام جا رہا ہو' اس کی مجھے اطلاع دیں' پھر میں نے اپنے پیروں کی بیڑیاں اُتاریں اور ان کے ساتھ ملک شام پہنچ گیا' پھر میں نے ان کے عالم کے متعلق معلوم کیا' انہوں نے بتایا: وہ اُسقف (بڑا پادری) ہے' میں اس کے پاس پہنچا اور اپنا حال سنایا اور کہا: میں آپ کے پاس رہ کر آپ کی خدمت کروں گا اور نماز پڑھوں گا' میں اس کے پاس ٹھہرا مگر وہ دیانت دار نہ تھا' لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دیتا اور وہ صدقات اپنے پاس رکھ لیتا حتیٰ کہ اس نے بہت سا سونا اور چاندی جمع کر لیا' وہ فوت ہو گیا اور لوگوں نے اس کا قائم مقام ایک دین دار آدمی کو کر دیا جو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طالب تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کی محبت میرے دل میں ڈال دی' پھر جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے اس سے کہا: مجھے وصیت کریں' تو اس نے موصل میں ایک شخص کے متعلق وصیت کی' جو اسی کی طرح دین دار تھا۔

پھر میں موصل پہنچ گیا اور اس کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ ایک دن اس کی موت کا وقت بھی آ گیا' میں نے اس سے کہا: میرے لیے وصیت کریں' اس نے کہا: میں اس دین پر صرف ایک شخص سے واقف ہوں اور وہ عموریہ میں ہے' میں اس کے پاس پہنچا اور اس کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ اس کا وقت بھی آ گیا' میں نے اس سے پوچھا: اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ اس نے کہا: میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ہماری طرح دین دار ہو لیکن اب تم پر اس نبی نے سایا کر لیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

دین حنیف کو لے کر مبعوث ہوگا' وہ اس سرزمین میں ہے جہاں کھجور کے درخت بہت ہیں' اس کی نبوت کی نشانیاں مخفی نہیں ہیں' اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے' وہ ہدیہ کھائے گا اور صدقہ نہیں کھائے گا' اگر تم جا سکتے ہو تو اس کے پاس چلے جاؤ' پھر وہ عابد بھی فوت ہو گیا۔

پھر عرب کے بنوکلب کا قافلہ گزرا' میں نے کہا: میں تم کو اپنی یہ بکریاں دوں گا اور گائیں' تم مجھے اپنے ملک میں لے جاؤ' وہ مجھے وادی القریٰ میں لے گئے اور مجھے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا' پس میں نے وہاں کھجور کے درخت دیکھے' پس میں نے جان لیا کہ یہ وہی ملک ہے جس کی صفت مجھ سے بیان کی گئی تھی' تو میں اس شخص کے پاس رہا جس نے مجھے خریدا تھا' پھر وہاں بنوقریظہ کا ایک شخص آیا اور اس نے مجھے اس یہودی سے خرید لیا' وہ مجھے لے کر مدینہ منورہ آ گیا اور میں نے اس شہر کو اس کی صفت سے پہچان لیا' پس میں اس یہودی کے پاس رہا اور اس کے کھجور کے درختوں میں کام کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرما دیا اور مجھے آپ کی بعثت کا پتا نہیں چلا' حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ آئے اور بنوعمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے' میں جس وقت کام میں مشغول تھا کہ میرے مالک کا عم زاد آیا' اس نے کہا: اے فلاں! اللہ بنی قیلہ کو ہلاک کر دے! میں ابھی ان کے پاس سے آیا ہوں' وہ سب ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور اس کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے' پس جیسے ہی میں نے یہ سنا مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی' میں درخت پر لرزنے لگا' قریب تھا کہ میں گر جاتا' سو میں جلدی سے اترا' میں نے کہا: یہ کیسی خبر ہے! میرے مالک نے مجھ کو تھپڑ مارا اور کہا: تمہارا اس شخص سے کیا واسطہ ہے؟ تم اپنا کام کرو' پس میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا حتیٰ کہ شام ہو گئی' میں نے اپنی کچھ چیزیں جمع کیں (یعنی کھجوریں) اور آپ کے پاس پہنچا' اس وقت آپ قباء میں اپنے اصحاب کے ساتھ تھے' میں نے آپ کو آزمانے کا ارادہ کیا' میں نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ ضرورت مند لوگ ہیں' پس میں نے آپ لوگوں کو ان کھجوروں کا حق دار پایا ہے' پھر میں نے آپ کے سامنے وہ کھجوریں رکھ دیں' آپ نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے اور آپ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم کھاؤ' سو انہوں نے وہ کھجوریں کھائیں' میں نے دل میں کہا: یہ ایک نشانی پائی گئی' اور میں واپس چلا گیا۔

پھر آپ مدینہ میں منتقل ہو گئے' پھر ایک دن میں کچھ کھجوریں جمع کر کے آپ کے پاس لایا اور کہا: مجھے آپ کی تکریم کرنا پسند ہے تو میں آپ کے لیے یہ ہدیہ لایا ہوں اور یہ صدقہ نہیں ہے' آپ نے ہاتھ بڑھا کر وہ کھجوریں کھائیں اور آپ کے اصحاب نے بھی کھائیں' میں نے دل میں کہا: یہ دو نشانیاں ہو گئیں' اور میں واپس چلا گیا۔

میں پھر آپ کے پاس آیا' اس وقت آپ بقیع الغرقد کے جنازہ گاہ میں تھے اور آپ کے گرد آپ کے اصحاب تھے' میں نے آپ کو سلام کیا اور آپ کی پشت میں مہر نبوت کی طرف مڑ گیا' آپ نے جان لیا کہ میرا کیا ارادہ ہے' آپ نے اپنے کندھوں سے چادر گرا دی اور میں نے مہر نبوت کو دیکھ لیا' میں نے اس کو بوسا دیا اور میں رونے لگا تو نبی ﷺ نے مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور میں نے آپ کو اپنا تمام ماجرا سنایا' جس طرح اے ابن عباس! میں نے آپ کو سنایا ہے تو آپ کو یہ بہت اچھا لگا کہ آپ یہ واقعہ اپنے اصحاب کو بھی سنائیں' میں اپنے غلام ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں تو حاضر نہیں ہو سکا تھا' آپ نے مجھ سے فرمایا: اے سلمان! تم اپنے آپ کو مُکاتب (اپنے مالکوں کو کچھ رقم دے کر اپنے آپ کو آزاد) کرا لو' پھر میرے مالک نے یہ شرط رکھی کہ میں اس کے لیے تین سو درخت اگاؤں اور اس کو تین سو اوقیہ سونا دوں تو وہ مجھ کو آزاد کر دے گا' تو نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کھجور کے درخت اگانے میں اپنے بھائی کی مدد کرو تو انہوں نے پانچ پانچ اور دس دس پودے لا کر دیئے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۳' المعجم الکبیر ج ۶ ص ۲۷۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۲۸۱' نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۸۱) آپ نے فرمایا: تم ان پودوں کو زمین میں نہ لگانا'

حتیٰ کہ میں خود ان کو زمین میں لگاؤں گا' میرے ساتھیوں نے پودے مہیا کرنے میں میری مدد کی' جب وہ سب مہیا ہو گئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان پودوں کو زمین میں لگایا اور ان پر مٹی برابر کی' پھر آپ چلے گئے' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے! ان درختوں میں سے ایک درخت بھی نہیں سوکھا' اب اس یہودی کو سونا دینا رہ گیا تھا' ایک دن آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص انڈے کے برابر سونا لے کر آیا' یہ سونا اس کو کسی معدن سے ملا تھا' آپ نے فرمایا: سلمان فارسی کو بلاؤ جو مکاتب ہے' پھر آپ نے فرمایا: یہ سونا اپنے مالک کو ادا کر دو' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جتنا سونا مجھ پر واجب ہے' یہ سونا اس کی مقدار کے کہاں برابر ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس سے ایک اور سونے کا انڈا لا کر دیا' وہ سونے کا انڈا اتنا وزنی تھا کہ اگر اس کا وزن احد پہاڑ سے کیا جاتا پھر بھی وہ وزنی ہوتا۔

حضرت سلمان فارسی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلی بار غزوۂ خندق میں شرکت کی' پھر اس کے بعد وہ کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے' حضرت علی' حضرت عمار اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔ (مشکوٰۃ: ۶۲۳۵' کنز العمال: ۳۱۱۱۲) یہ مفصل روایت علامہ ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۵۱۳۔ ۵۱۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَسُبِيَ عَمَّارٌ وَّصُهَيْبٌ وَّبِلَالٌ. اور حضرت عمار' حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو قید کر کے غلام بنا لیا گیا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار کا پورا نام ہے: عمار بن یاسر بن عامر بن مالک' ان کی ماں کا نام سُمیہ ہے' جو کفار قریش کی باندی تھیں۔ حضرت عمار اور ان کے والد سابقین اولین میں سے تھے اور ان کو اللہ کی ذات پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی یا نہیں! جب کہ یہ طے شدہ ہے کہ انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی اور تمام غزوات میں حاضر رہے تھے' پھر جنگ یمامہ میں حاضر ہوئے تھے' اس جنگ میں ان کا کان کٹ گیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا عامل بنا دیا تھا' عاصم نے از زِرّ از عبداللہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے جن سات آدمیوں نے اسلام ظاہر کیا تھا' ان میں حضرت عمار بھی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ عمار میں ایمان بھرا ہوا ہے حتیٰ کی اس کی ہڈیوں میں بھی ایمان پہنچ گیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت عمار کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا' میں نے ان پر سختی کی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری شکایت کی' پھر حضرت خالد آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ اقدس اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: جو شخص عمار سے عداوت رکھے' اس سے اللہ عداوت رکھے اور جو شخص عمار سے بغض رکھے' اس سے اللہ بغض رکھے۔

حضرت عمار' جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

(الاصابہ: ۵۷۲۰-ج ۴ ص ۴۷۴-۴۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو قید نہیں کیا گیا تھا' ان کو صرف اللہ کی توحید پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا حتیٰ کہ اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات عطا فرمائی' ہاں! حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو قید کر کے مشرکین کے ہاتھ میں فروخت کر دیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا نام صہیب بن سنان بن مالک ہے' یہ اصل میں رومی تھے کیونکہ رومیوں نے ان کو بچپن میں اغواء کر کے قید کر لیا تھا۔ امام ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت صہیب اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما اس وقت اسلام لائے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں تھے۔

امام بغوی نے نقل کیا ہے کہ ان کا بہت سرخ رنگ تھا اور بہت گھنے بال تھے اور وہ مہندی کا خضاب لگاتے تھے' یہ ان کمزور لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ کی توحید پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا' انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آخر میں مدینہ منورہ ہجرت کی تھی' یہ دونوں نصف ربیع الاوّل میں مدینہ پہنچے' غزوہ بدر میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں حاضر رہے تھے۔

امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت صہیب نے بیان کیا کہ میں بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاحب تھا' بیان کیا جاتا ہے کہ جب انہوں نے ہجرت کی تو مشرکین کی ایک جماعت نے ان کا تعاقب کیا' انہوں نے کہا: اے قریش کی جماعت! میں تم سب سے اچھا تیرانداز ہوں اور جب تک میرے ترکش میں ایک بھی تیر ہوگا' تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے' میں تم کو اپنے تیروں سے مارتا رہوں گا اور جب میرے تیر ختم ہو جائیں گے تو میں تلوار سے تم کو قتل کرتا رہوں گا' اور اگر تم میرا مال چاہتے ہو تو میں تم کو اس کا پتا بتاتا ہوں' وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے' پھر حضرت صہیب نے ان کو اپنے مال کا پتا دیا' وہ واپس چلے گئے اور ان کا مال لوٹ لیا اور جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: تم نے اپنی بیع میں نفع کمایا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ. (البقرہ: ۲۰۷) — اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جو اللہ کی رضاجوئی کے بدلہ اپنی جان کو فروخت کر دیتا ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۸ھ میں ہوئی اور اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔

(الاصابہ: ۴۱۲۴-ج ۳ ص ۳۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام بلال بن رباح المؤذن ہے' ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے' یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' حضرت ابوبکر نے ان کو پانچ یا سات یا نو اوقیہ میں خریدا تھا' پھر ان کو آزاد کر دیا تھا' یہ حضرت ابوبکر کے خازن تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے' یہ بدر' اُحد اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت عبیدہ بن الحارث بن المطلب رضی اللہ عنہ کا

بھائی بنادیا تھا۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ سات شخصوں نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر (۳) حضرت عمار (۴) ان کی والدہ حضرت سمیہ (۵) حضرت صہیب (۶) حضرت بلال (۷) اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم' پس رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے شر سے محفوظ رکھا اور آپ کے چچا ابوطالب نے' اور رہے حضرت ابوبکر تو انہیں ان کی قوم نے کفار کے شر سے محفوظ رکھا' اور باقی صحابہ کو کفار نے پکڑ کر لوہے کی زرہیں پہنائیں اور ان کو دھوپ میں لٹا دیا' پس ہر کوئی جو چاہتا ان پر وہ ظلم کرتا' حضرت بلال کو کفار' مکہ کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے لیکن اس حال میں بھی وہ کہتے تھے: ''اَحد اَحد'' (اللہ ایک ہے' اللہ ایک ہے)۔ قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو جس وقت خریدا تو ان کا پورا جسم پتھروں سے ڈھکا ہوا تھا۔

نعیم بن ابی ہند بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے حضرت بلال سے پوچھا: کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو وہ کہتے ہیں؟ پھر ان کو پکڑ کر ان کے منہ پر تھپڑ مار کر ان کو زمین پر دھوپ میں گرا دیا' پھر ان کے سینہ پر چکی رکھی اور حضرت بلال اس حال میں کہہ رہے تھے: ''اَحد اَحد'' پھر حضرت ابوبکر نے ابوجہل کے پاس اس کے ایک دوست کو بھیجا' جاؤ! میرے لیے حضرت بلال کو خرید لو۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں اذان دیتے رہے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اذان دیتے رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے اذان نہیں دی' حضرت عمر نے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اذان دی کیونکہ آپ میرے لیے ولیِ نعمت ہیں اور حضرت ابوبکر نے مجھے آزاد کیا تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے: اے بلال! جہاد سے افضل کوئی عمل نہیں ہے' پھر حضرت بلال ملک شام چلے گئے اور وہاں جہاد کرتے رہے اور وہیں فوت ہو گئے۔

حضرت بلال دمشق میں فوت ہوئے اور ۲۰ ھ میں بابِ صغیر کے پاس مقبرہ میں مدفون ہوئے' اس وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ دوسری روایت ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔

(الاستیعاب: ۲۱۴- ج ۱ ص ۲۶۱- ۲۵۸ ملخصاً مرتباً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مشرک کے لیے ملکیت اور اپنی ملکیت میں تصرفات کا ثبوت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' اس باب کی مذکور الصدر تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس باب میں غرض یہ ہے کہ حربی اور مشرک کی ملک ثابت ہو جاتی ہے اور مشرک کا اپنی ملک میں بیع' ہبہ اور عتق کا تصرف کرنا صحیح ہے اور باقی اقسام کے تصرفات بھی صحیح ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کو اس کافر یہودی کی ملک میں برقرار رکھا اور حضرت سلمان کو حکم دیا کہ وہ اس یہودی سے مکاتبت کرا لیں' حالانکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آزاد تھے اور کافروں نے ان پر ظلم کیا تھا اور ان کو ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا' اور اسلام لانے سے ان پر یہودی کی ملک نہیں ٹوٹی' اسی طرح حضرت عمار' حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کا معاملہ تھا' ان کے مالک ان کی قیمتوں کے مستحق قرار پائے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے' سو جن کو رزق میں فضیلت دی

عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَھُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ○﴾ (النحل:۷۱).

گئی وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو دینے والے تو نہیں ہیں جو ان کی ملکیت میں ہیں تاکہ وہ رزق میں برابر ہو جائیں' پس کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے ○ (النحل:۷۱)

مشرکین کے اموال پر ان کی ملکیت کا صحیح ہونا' مشرکین کے شرک پر ان کو زجر اور ملامت' اور بتوں کو عبادت کا مستحق قرار دینا ہی اللہ کی نعمت کا انکار ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مشرکین سے خطاب فرما رہا ہے' اور فرمایا ہے: ان کے غلام ان کی ملکیت ہیں خواہ انہوں نے غیر شرعی طریقہ سے ملکیت حاصل کی لیکن بہر حال وہ مالک ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ مشرکین کی ملکیت صحیح ہے اور اگر مسلمان ان سے کوئی چیز خرید لیں تو ان کا مالک ہونا بھی صحیح ہے اور جب ان کی ملکیت صحیح ہے تو وہ اپنی ملکیت میں خریدنے' فروخت کرنے' ہبہ کرنے اور آزاد کرنے کے جو بھی تصرفات کریں' وہ صحیح ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ دنیاوی مالک اپنے مملوکوں کو اپنی ملک میں شریک نہیں کرتے تو تم اللہ کی ملکیت میں اس کے مملوکوں کو کیسے شریک کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کے متعلق یہ کہتے ہو کہ اس میں سے بعض رزق اللہ کے لیے ہے اور بعض رزق بتوں کے لیے ہے! سو تم اللہ اور بتوں کے لیے شرک کرتے ہو' سو تم جس چیز کو اپنے غلاموں کے لیے پسند نہیں کرتے' اس کو اللہ کے لیے کیسے پسند کرتے ہو!

علامہ ابن بطال نے کہا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس پر مذمت کی ہے کہ وہ بتوں کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مساوی قرار دیتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے ان کو متنبہ کیا کہ مشرکین کے غلام ان کے اموال میں مساوی نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ اپنے بندوں کی عبادت کے ساتھ منفرد ہو اور اس کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنایا جائے کیونکہ حقیقت میں اس کے سوا کوئی مالک نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

فرمایا: کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے۔ یہ استفہام بطریق انکار ہے یعنی تم اللہ کی نعمت کا انکار نہ کرو اور اس کا کفر نہ کرو' اور ان کا انکار یہ تھا کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو بتوں کی طرف منسوب کرتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی اُلوہیت کو دلائل سے بیان فرمایا اور انہوں نے پھر بھی اس کا انکار کیا اور بتوں کو ہی عبادت کا مستحق قرار دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۱۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ھَاجَرَ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ بِھَا قَرْیَةً فِیْھَا مَلِكٌ مِّنَ الْمُلُوْكِ' اَوْ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ' فَقِیْلَ دَخَلَ اِبْرَاھِیْمُ بِامْرَاَةٍ ھِیَ مِنْ اَحْسَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی تو آپ ان کے ساتھ ایک بستی میں داخل ہوئے' جس میں ایک بادشاہ یا ظالم حکمران تھا' اس کو بتایا گیا کہ حضرت ابراہیم ایک [illegible]

مَعَكَ؟ قَالَ أُخْتِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي، فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي، وَاللّٰهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي، فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهِ. قَالَ الْأَعْرَجُ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَتِ اللّٰهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي وَتَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلٰى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هٰذَا الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهِ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ إِنْ يَمُتْ فَيُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ، أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا، إِرْجِعُوهَا إِلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَأَعْطُوهَا اٰجَرَ، فَرَجَعَتْ إِلٰى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَتْ أَشَعَرْتَ أَنَّ اللّٰهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً؟[اطراف الحدیث:۳۳۵۷-۳۳۵۸-۵۰۸۴-۶۹۵۰-۶۹۳۵۷] (صحیح مسلم:۶۰۳۹-۲۳۷۱)

عورت کے ساتھ داخل ہوئے ہیں جو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حسین ہے' اس ظالم نے حضرت ابراہیم کے پاس پیغام بھیجا کہ اے ابراہیم! یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے' اس کا تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ میری (دینی) بہن ہے' پھر حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے کہا: میری بات کی تکذیب نہ کرنا' میں نے ان کو یہ بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو' اور اللہ کی قسم! اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مؤمن نہیں ہے' پھر اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلالیا' وہ ان کی طرف کھڑا ہوا' حضرت سارہ وضوء کرنے لگیں اور نماز پڑھنے لگیں اور انہوں نے دعا کی: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے تو' تو اس کافر کو مجھ پر مسلّط نہ کرنا' حتیٰ کہ اس کافر کا دم گھٹ گیا (اور اس کے گلے سے خرخراہٹ کی آواز نکلی) اور اس نے (بے چینی سے) اپنا پاؤں زمین پا مارا۔ راوی الاعرج نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ حضرت سارہ نے دعا کی: اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ سارہ نے اس کو قتل کر دیا' پس اس کو چھوڑ دیا گیا' وہ پھر حضرت سارہ کی طرف بڑھا' پس حضرت سارہ وضوء کرنے لگیں اور نماز پڑھنے لگیں اور انہوں نے یہ دعا کی: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے تو' تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا' پس اس کا دم گھٹ گیا اور اس نے اپنا پیر زمین پر مارا۔ راوی عبدالرحمان نے کہا کہ ابوسلمہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس کو سارہ نے قتل کیا ہے' پھر دوسری بار میں یا تیسری بار میں اس کو چھوڑ دیا گیا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! تم لوگوں نے میرے پاس ایک سرکش جن کو بھیج دیا ہے' اسے ابراہیم کی طرف واپس کر دو' اور اس کو 'اجر' عطا کرو' پس حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹیں اور کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو ناکام کر دیا اور

ہمیں ایک خادمہ عطا کی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کس بستی کی طرف روانہ ہوئے تھے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت سارہ کے ساتھ ایک بستی میں داخل ہوئے۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ یہ بستی اُردن تھی' اور بی بی ہاجر' قبطی بادشاہ کی باندی تھیں' یا وہ مصر کے بادشاہ کی بیوی تھیں' اور ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مصر سے مدین کی طرف گئے اور آپ کے ساتھ تئیس (۲۳) مسلمان تھے۔

اس میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے' اس کی توجیہ

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس ظالم قوم کا مذہب یہ تھا کہ جس شخص کی بیوی موجود ہو' اس کی بیوی سے شادی کرنا اس کے سوا جائز نہیں ہے کہ اس کا شوہر ہلاک ہو جائے' جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا: یہ میری بہن ہے' یعنی دینی بہن ہے' گویا کہ انہوں نے یہ سوچا کہ اگر یہ بادشاہ عادل ہے تو وہ حضرت سارہ سے نکاح کرنے کے لیے مجھے پیغام بھیجے گا' اور اس وقت میرے لیے اس کے پیغام کو مسترد کرنا ممکن ہوگا اور اگر وہ ظالم ہوا تو میں نے اس کے قتل کرنے سے اپنے آپ کو بچالیا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اس کو پسند نہیں کرتا کہ وہ ایسی عورت سے شادی کرے جس کا شوہر موجود ہو' اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہنے کے بجائے کہ یہ میری بیوی ہے' یہ کہا کہ یہ میری بہن ہے' کیونکہ یہ کہنا کہ یہ میری بیوی ہے' ان کو قتل کرنے یا ملک بدر کرنے کا موجب ہوتا۔ (کشف المشکل ج ۳ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ ملخصاً)

ظالم بادشاہ نے جب حضرت سارہ سے بُرا ارادہ کیا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' اس میں کراماتِ اولیاء کا ثبوت ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلالیا۔

ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس ظالم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سارہ دونوں کو بلالیا تھا' پھر حضرت ابراہیم کو محل کے باہر ایک طرف کھڑا کیا اور تخلیہ میں حضرت سارہ کی طرف بڑھا' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے لیے اس مقام کو ایک شفاف آئینہ کی طرح بنادیا اور حضرت ابراہیم اس ظالم بادشاہ کو اور حضرت سارہ دونوں کو دیکھ رہے تھے اور ان کی باتیں سن رہے تھے' جب اس ظالم نے اپنا ہاتھ حضرت سارہ کی طرف بڑھایا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' اس نے پھر دوسرا ہاتھ بڑھایا تو وہ بھی مفلوج ہو گیا' جب اس نے یہ دیکھا تو وہ اپنے شیطانی ارادہ سے باز آ گیا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ حضرت سارہ گھر کے کام کاج کرتی ہیں' تو اس نے کہا: اس جیسی عورت کے لیے گھر کے کام کاج کرنا مناسب نہیں ہے' پھر اس نے کام کاج کے لیے ایک خادمہ دے دی' جن کا نام آجر یا ہاجر تھا' عام کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے' لیکن علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت ہاجر شہزادی تھیں اور مصر کی ایک بستی حفن کے قبطی بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ (ارشاد الساری ج ۴ ص ۲۰۰)

''ولیدۃ'' کا معنی

اس حدیث میں ''ولیدۃ'' کا لفظ ہے' ''ولیدۃ'' کا اطلاق لڑکی پر ہوتا ہے' خواہ وہ بڑی عمر کی ہو اور اصل میں ''ولیدۃ'' کا معنی

بچی ہے اور یہاں اس سے مراد حضرت ھاجر ہیں اور یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہیں' جس طرح حضرت سارہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہیں۔

شیخ عثمانی کی املاء کی غلطیاں

متن حدیث میں اس لفظ کا املاء ھاجر ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۵۸) لیکن شیخ تقی عثمانی نے اس کو ہر جگہ ھاجرہ لکھا ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۳۹۳) اسی طرح صحیح املاء پتا ہے۔ (فیروز اللغات ص ۲۷۳) لیکن شیخ عثمانی نے اس کو ہر جگہ پتہ لکھا ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۳۹۳) اسی طرح صحیح املاء ٹھکانا ہے۔ (قائد اللغات ص ۳۹۳) لیکن شیخ تقی عثمانی نے اس کو ٹھکانہ لکھا ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۴۰۲)

تعریض کا معنی اور اس کی احادیث سے مثالیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تینوں کلاموں میں تعریض تھی اور ان کی حقیقت جھوٹ نہیں ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: یہ میری بہن ہے' اور ان کی مراد یہ تھی کہ یہ میری دینی بہن ہے' اس کو تعریض اور توریہ کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں' ایک قریب اور ایک بعید' متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب معنی آئے اور اس تعریض اور توریہ کی وجہ سے انسان جھوٹ بولنے کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تعریضات میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۹' نشر السنۃ' ملتان)

جب کوئی شخص کسی کے ہاں کھانا' کھانا نہ چاہے اور وہ اس کو کھانے کے لیے بلائے تو وہ کہے: میں کھانا کھا چکا ہوں اور اس کی مراد یہ ہو کہ وہ کل کھانا کھا چکا ہے' اور مخاطب یہ سمجھے کہ وہ ابھی کھانا کھا چکا ہے۔

حدیث میں اس کی حسب ذیل مثالیں ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہو گیا تو انہوں نے پوچھا: اب بچہ کی طبیعت کیسی ہے تو ان کی زوجہ حضرت اُم سلیم نے کہا: اب وہ سکون پا چکا ہے' اور مجھے امید ہے کہ اب وہ آرام سے ہے' حضرت ابوطلحہ نے گمان کیا کہ وہ سچ کہہ رہی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۰۱' باب: ۱۱۶' ص ۱۳۲۶' صحیح مسلم: ۲۱۴۴)

اس میں بھی تعریض ہے کیونکہ سکون کے دو معنی ہیں' قریب معنی یہ ہے کہ اس کو مرض کی تکلیف سے سکون مل گیا' اور حضرت ابوطلحہ نے یہی معنی سمجھا تھا اور اس کا بعید معنی یہ ہے کہ اس نے زندگی کی حرکت اور حرارت سے سکون پا لیا اور حضرت ام سلیم نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑھیا آئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا: اے ام فلاں! بے شک جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی' وہ بوڑھی عورت پیٹھ پھیر کر رونے لگی' آپ نے فرمایا: اس کو بتاؤ کہ کوئی عورت جنت میں بڑھاپے کی حالت یا عمر میں نہیں جائے گی (یعنی جوانی کی حالت میں جائے گی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ۝ فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ (الواقعہ: ۳۷-۳۵)

ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا ہے ۝ ہم نے ان کو دوشیزہ بنایا ۝ محبت کرنے والیاں ہم عمر ۝

(الشمائل المحمدیہ للترمذی: ۲۴۱' مکتبہ تجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث میں بھی تعریض ہے' کیونکہ بڑھیا کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ جو عورت دنیا میں بڑھاپے کی عمر میں ہو' یہ اس کا قریب معنی ہے' اس عورت نے اس کا یہی معنی مراد لیا تھا' اس لیے وہ رونے لگی کہ جب آپ نے اس کے جنت میں جانے کی نفی کر دی تو وہ اب جنت میں نہیں جائے گی اور اس کا دوسرا بعید معنی ہے کہ بوڑھی عورت جوان ہو کر جنت میں جائے گی اور آپ نے اس کا یہی معنی مراد لیا تھا۔

اسی طرح بہن کے بھی دو معنی ہیں' قریب معنی ہے: نسبی بہن اور بادشاہ کے اہل کاروں نے یہی معنی سمجھا تھا اور بعید معنی ہے: دینی بہن' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

اسی طرح جب کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: ہمارے بتوں کو توڑنے کا کام کس نے کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا. (الانبیاء: ۶۳) (ابراہیم نے کہا:) بلکہ اسی نے یہ کام کیا ہے (یعنی ابراہیم نے) ان میں بڑا یہ ہے۔

اس آیت میں بھی تعریض ہے اور اس کے دو معنی ہیں' قریب معنی یہ ہے کہ ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے' یعنی ان بتوں کو توڑنے کا سبب یہ بڑا بت ہے اور کافروں نے اس کا یہی معنی سمجھا تھا اور اس کا بعید معنی یہ ہے کہ اسی نے یعنی ابراہیم نے ہی یہ کام کیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

اسی طرح جب ان کی قوم نے ان کو میلے میں چلنے کے لیے کہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ ○ (الصّٰفّٰت: ۸۹) میں بیمار ہوں○

اس جملہ میں بھی تعریض ہے' کیونکہ اس کے دو معنی ہیں' قریب معنی یہ ہے کہ میں اس وقت بیمار ہوں اور ان کی قوم نے یہی معنی سمجھا تھا اور اس کا بعید معنی ہے: میں عنقریب بیمار ہوں گا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

اس تفصیل اور تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہ تینوں کلام اپنی حقیقت اور مراد کے اعتبار سے جھوٹ نہیں ہیں خواہ ظاہری اور صوری اعتبار سے جھوٹے ہوں۔

بیوی کو بہن کہنے سے طلاق کا عدم وقوع' ظالم کی ظاہری اطاعت کا جواز' ظلم سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کی اخوت کا اظہار کرنا واجب ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کو بہن کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی' تاہم اگر اس نے بغیر دینی بہن کے ارادہ کے کہا ہے تو یہ جھوٹ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے اور اگر دینی بہن کے ارادہ سے کہا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظالم کے ظلم سے بچنے کے لیے اس کی ظاہری اطاعت کرنا جائز ہے' جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا۔ حضرت ابراہیم نے اس کی دی ہوئی باندی حضرت ہاجر کو قبول کر لیا' اس سے معلوم ہوا کہ مشرک اور ظالم کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اخلاص سے کی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ حضرت سارہ کی دعا قبول ہوئی اور یہ ان کی کرامت بھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ دونوں اس مصیبت میں مبتلا ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صالحین کو ان کے درجات میں بلندی کے لیے آفات اور مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے حیلہ کیا اور ظاہری اور صوری کذب سے کام لیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۳-۴۰۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین چیزوں میں (ظاہری) جھوٹ بولا۔ انہوں نے کہا: میں بیمار ہوں اور وہ بیمار نہیں تھے' اور انہوں نے حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے' اور انہوں نے کہا: یہ کام (بتوں کو توڑنا) تمہارے اس بڑے (بت) نے کیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۱۷۷' سنن ابوداؤد: ۲۲۱۲' صحیح مسلم: ۲۳۷۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظلم سے بچنے کے لیے ظاہری جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ جب اس کو معلوم ہو کہ بغیر جھوٹ بولے اس کی جان نہیں بچے گی تو بغیر تاویل کے صریح جھوٹ بولنا بھی جائز ہے' اسی طرح کسی ولی بلکہ عام مسلمان کی جان بچانے کے لیے بھی صریح جھوٹ بولنا جائز ہے' اسی طرح کسی مسلمان کی امانت کو بچانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۶-۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۰۲۴- ج ۶ ص ۸۳۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خیر البریہ ہونے کی توجیہ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین (ظاہری) جھوٹ بولنے کی توجیہ (۳) گناہوں پر قدرت' انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

۲۲۱۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتِ اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ، أُنْظُرْ إِلٰى شَبَهِهِ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ هٰذَا أَخِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَّلِيْدَتِهِ، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى شَبَهِهِ، فَرَاٰى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ. فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا ہوا' حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے' انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ میرا بیٹا ہے' آپ اس کی اس سے مشابہت دیکھئے اور حضرت عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے' میرے باپ کے بستر پر ان کی باندی سے پیدا ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مشابہت کی طرف دیکھا تو وہ واضح طور پر عتبہ کے مشابہ تھا' آپ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا بھائی ہے' بچہ اس کا شمار ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں' اور اے سودہ بنت زمعہ! تم اس سے پردہ کیا کرو' پھر حضرت سودہ نے اس کو کبھی نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ لڑکا میرے باپ کی

باندی کا بیٹا ہے' ان کے بستر پر پیدا ہوا ہے' پس انہوں نے اپنے باپ کے لیے باندی کی ملکیت زمانۂ جاہلیت میں ثابت کی اور نبی ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور ان کے جھگڑے کو سنا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مشرک کا عہد نافذ ہو جاتا ہے اور اس کا حکم صحیح ہے اور یہ کہ مشرک اپنی ملک میں جیسا بھی تصرف کرے' وہ صحیح ہے اور نبی ﷺ نے اس مقدمہ میں یہی فیصلہ فرمایا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور اس طرف توجہ نہیں فرمائی کی اس کی مشابہت عتبہ بن وقاص سے ہے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو احتیاطاً اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

۲۲۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِصُهَيْبٍ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَدَّعِ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْكَ. فَقَالَ صُهَيْبٌ مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا، وَاَنِّيْ قُلْتُ ذٰلِكَ، وَلٰكِنِّيْ سُرِقْتُ وَاَنَا صَبِيٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اللہ سے ڈریں اور اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب نہ کریں تو حضرت صہیب نے کہا: مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ مجھے اتنی اور اتنی رقم مل جائے اور میں یہ کہوں' لیکن بات یہ ہے کہ مجھے اس وقت چرا لیا گیا جب میں بچہ تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے پورے قصہ سے سمجھ میں آتی ہے کہ کلب نے ان کو الروع سے خرید لیا تھا' اور غلام بنا لیا تھا' پھر ابن جدعان نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت عبد الرحمان بن عوف اور حضرت عمر بن الخطاب کا حضرت صہیب کے نسب پر اعتراض اور ان کا جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے حضرت صہیب سے کہا: آپ اللہ سے ڈریں (الخ) حضرت عبد الرحمان بن عوف نے یہ اس لیے کہا تھا کہ حضرت صہیب یہ کہتے تھے کہ وہ سنان بن مالک کے بیٹے ہیں اور ان کی ماں بنو تمیم سے ہیں حالانکہ ان کی زبان عجمی تھی کیونکہ وہ روم میں پلے بڑھے تھے' اس لیے ان کی زبان پر رومی زبان کا غلبہ ہو گیا۔

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ عبد الرحمٰن بن حاطب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے آپ کے اسلام لانے کے بعد صرف تین چیزیں قابل اعتراض دیکھی ہیں: (۱) آپ نے اپنی کنیت ابو یحییٰ رکھی ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے:

لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا○ (مریم: ۷) ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہ بنایا○

(۲) اور آپ اپنے پاس کوئی چیز جمع نہیں رکھتے' آپ کو جو چیز بھی ملتی ہے آپ اس کو خرچ کر دیتے ہیں (۳) اور آپ اپنا نسب النمر بن قاسط تک پہنچاتے ہیں حالانکہ آپ ان مہاجرین میں سے ہیں' جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ان اعتراضات کے جواب میں کہا: رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی کنیت ابو یحییٰ رکھی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت ابو یحییٰ رکھی ہے' رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں کسی چیز کو اپنے پاس نہیں رکھتا مگر

اس کو خرچ کر دیتا ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ O (سبا:۳۹)

اور تم اللہ کی راہ میں جو بھی خرچ کرو گے تو وہ تمہیں اس کے بدلہ میں اور عطا فرمائے گا اور وہ سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے O

اور رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں اپنے آپ کو النمر بن قاسط کی طرف منسوب کرتا ہوں' تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض عرب نے بعض دوسروں کو قید کر لیا تھا تو عرب کی ایک جماعت نے مجھے قید کر لیا تھا' یہ اس وقت کی بات ہے جب مجھے اپنے گھر والوں اور اپنی جائے ولادت کی شناخت تھی' پھر انہوں نے مجھے کوفہ کی ایک جماعت کے ہاتھ فروخت کر دیا تو میں نے ان کی زبان سیکھ لی اور اگر میں گوبر سے بھی پیدا کیا جاتا تو میں اپنے آپ کو صرف اسی کی طرف منسوب کرتا' حضرت عمر نے فرمایا: آپ نے سچ کہا۔

(المستدرک: ۵۷۵۴ طبع جدید۔ ج ۳ ص ۳۹۸ طبع قدیم' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ میں نے ان کی زبان سیکھ لی' اس سے مراد ہے: انہوں نے رومیوں کی زبان سیکھ لی' جس طرح صحیح البخاری میں حضرت عبد الرحمان بن عوف کا اعتراض اور حضرت صہیب کا جواب مذکور ہے' اسی طرح المستدرک میں حضرت عمر بن الخطاب کا اعتراض اور حضرت صہیب کا جواب مذکور ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے جو حضرت صہیب سے کہا تھا کہ آپ اللہ سے ڈریں۔ اس کا معنی یہ تھا کہ آپ اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب نہ کریں' تو اس کا جواب حضرت صہیب نے یہ دیا کہ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ مجھے اتنی اور اتنی رقم مل جائے اور میں اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کروں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۷۴-۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۲۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَاَيْتَ اُمُوْرًا كُنْتُ اَتَحَنَّثُ، اَوْ اَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، مِنْ صِلَةٍ وَّعَتَاقَةٍ وَّصَدَقَةٍ، هَلْ لِّيْ فِيْهَا اَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيْمٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' ان کو حضرت حکیم بن حزام نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتائیے کہ میں زمانۂ جاہلیت میں کچھ کام بہ طور عبادت کرتا تھا' رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا تھا' غلام آزاد کرتا تھا' صدقہ اور خیرات دیتا تھا' آیا ان کاموں میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو گزشتہ نیکیاں کی ہیں' ان ہی کی وجہ سے تمہیں اسلام لانے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ مشرک صدقہ کرتا ہے اور غلام آزاد کرتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کی ملک صحیح ہے اور اس کے غلام آزاد کرنے کی صحت اس پر موقوف ہے کہ اس کی ملک صحیح ہو' اس طرح یہ حدیث عنوان کے مطابق ہو گئی' کیونکہ اس کا عنوان تھا: مشرک کا ہبہ کرنا اور اس کا آزاد کرنا۔

۱۰۱ - بَابُ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ اَنْ تُدْبَغَ

رنگنے سے پہلے مردار کی کھال کا حکم

۲۲۲۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث

يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ، فَقَالَ هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا؟ قَالُوا إِنَّهَا مَيِّتَةٌ. قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا کہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مری ہوئی بکری کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: تم نے اس کی کھال سے نفع کیوں نہیں اٹھایا؟ تو صحابہ نے کہا: یہ مردار تھی' تو آپ نے فرمایا: اس کا صرف کھانا حرام ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۲ - بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِيرِ — خنزیر کو قتل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا خنزیر کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک خنزیر کو قتل کرنا مطلقاً جائز ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر خواہ دار الکفر میں پایا جائے اور ہم اس کو قتل کرنے پر قادر ہوں تو ہم اس کو قتل کر دیں گے' علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس سے اہل ذمہ کے خنزیر کو مستثنیٰ کرنا چاہیے کیونکہ وہ ان کے نزدیک مال ہے اور ہمیں ان کے اموال سے تعرض کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

قتل خنزیر کو ابواب البیوع میں درج کرنے کی توجیہ میں حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قتل خنزیر کے باب کو ابواب البیوع میں درج کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ سمجھا کہ ہر وہ چیز جو حرام ہو اور اس کی بیع بھی حرام ہو تو اس کو قتل کرنا جائز ہے اور چونکہ خنزیر کی بیع حرام ہے' لہٰذا اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے' اس اعتبار سے انہوں نے قتل خنزیر کے باب کو ابواب البیوع میں داخل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۸)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے اس کی یہ توجیہ بیان کی ہے:

اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے جس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۳۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی اس توجیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس توجیہ کی صحت کے لیے اس قائل پر یہ لازم ہے کہ وہ یہ بیان کرے کہ کس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خنزیر کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور خنزیر کی بیع کی تحریم اس کے قتل کرنے کے حکم کو مستلزم نہیں ہے اور اس قائل نے یہ کہا ہے کہ جس جانور کو آپ نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے' کیونکہ شارع علیہ السلام نے صریحاً سانپوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے' حالانکہ ابو اللیث اور دوسرے علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر سانپ سے کوئی نفع آور دوائی بنانا مقصود ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ جَابِرٌ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خنزیر کی بیع کو

وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخِنْزِيرِ. حرام قرار دیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں آ رہی ہے' اس میں مذکور ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول نے خمر' مردار' خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کر دیا ہے۔ (الحدیث)

۲۲۲۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ. [اطراف الحدیث: ۲۴۷۶-۳۴۴۸-۳۴۴۹] (صحیح مسلم: ۱۵۵' الرقم المسلسل: ۳۸۱' سنن ترمذی: ۲۲۴۰' سنن ابن ماجہ: ۴۰۷۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن المسیب' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے' وہ عدل سے حکم کریں گے' صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے اور مال کو بہائیں گے حتیٰ کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور وہ خنزیر کو قتل کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب کو توڑ کر اور خنزیر کو قتل کر کے اسلام کا اظہار کرنا اور باقی ادیان کو باطل کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اور وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نصرانیوں کے اس عقیدہ کو باطل کر دیں گے کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور توضیح میں مذکور ہے کہ وہ بدعقیدہ عیسائیوں کو قتل کرنے کے بعد صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ فیض الٰہی نے مجھ پر اس کا معنی اس طرح منکشف کیا ہے کہ صلیب کو توڑنے سے مراد یہ ہے کہ وہ عیسائیوں کے کذب کو ظاہر کر دیں گے کیونکہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کی صلیب پر چڑھا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ان کے اس کذب اور افتراء کی خبر دی اور فرمایا:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ. حالانکہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی دی لیکن ان کے لیے (کسی شخص کو عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا۔ (النساء: ۱۵۷)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کے لیے لکڑی کی صلیب بنائی' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بنائی' جس کی طرف یہوذا نے لوگوں کی رہ نمائی کی تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ اس شبیہ کو صلیب پر چڑھا دیا اور وہ یہ گمان کرتے رہے کہ وہ حضرت عیسیٰ تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا' پھر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب پر غلبہ پایا اور ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو سولی دی اور بعض کو قید کر لیا' حتیٰ کہ یہ خبر روم کے بادشاہ تک پہنچی اور اس کو بتایا گیا کہ یہودیوں نے اس شخص کے اصحاب پر غلبہ پا کر قتل کر دیا' جو یہ کہتا تھا کہ وہ اللہ کا رسول ہے' وہ مُردوں کو زندہ کرتا تھا' مادرزاد اندھوں کو بینا کرتا تھا اور برص زدہ لوگوں کو تندرست کرتا تھا اور بہت عجیب وغریب کام کرتا تھا' انہوں نے

اس شخص پر تجاوز کر کے اس کو قتل کر دیا' پھر اس بادشاہ نے اس مصلوب کو صلیب سے اتارا اور اس کی بہت تعظیم کی' اور ویسی صلیب بنائی اور اسی وجہ سے عیسائی صلیب کی بہت تعظیم کرتے ہیں' اسی وقت سے نصرانیت کا دین روم میں داخل ہو گیا' اور حضرت عیسیٰ کے صلیب کو توڑنے کا یہ معنی ہے کہ وہ عیسائیوں کے دین کو باطل کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ دین حق' دین اسلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس لیے نازل ہوئے کہ آپ کے دین کا اظہار کریں اور یہود و نصاریٰ کو قتل کر کے اور بتوں کو توڑ کر اور خنزیر کو قتل کر کے باقی ادیان کو باطل کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳ - بَابٌ لَّا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ

مردار کی چربی کو پگھلایا جائے نہ اس کا تیل فروخت کیا جائے

اس باب کے عنوان میں دو لفظ ہیں: ''شحم'' اور ''ودك''۔ ''شحم'' کا معنی چربی ہے اور ''ودك'' کا معنی ہے: گوشت کی چکنائی اور اس کا تیل۔

رَوَاهُ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں آ رہی ہے۔

۲۲۲۳ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي طَاوُسٌ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا، فَقَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَجَمَلُوهَا فَبَاعُوهَا.

[طرف الحدیث: ۳۴۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے طاؤس نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں شخص نے خمر (انگور کی شراب) فروخت کی ہے تو انہوں نے کہا: اللہ فلاں شخص کو ہلاک کر دے' کیا اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ یہود کو ہلاک کر دے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۸۲' الرقم المسلسل: ۳۹۴۱' سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۳' مصنف عبد الرزاق: ۱۴۸۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۳' مسند الحمیدی: ۱۳' سنن دارمی: ۲۱۰۴' مسند البزار: ۲۰۷' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۰' المنتقیٰ: ۵۷۷' صحیح ابن حبان: ۶۲۵۳' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۶' شرح السنۃ: ۲۰۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۔ ج ۱ ص ۳۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

لعنت اور ہلاکت کے الفاظ کا اطلاق مجازی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ہلاک کرے' اس سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے' اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر اس طرح کہنا جائز ہے۔

نیز اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ یہود کو ہلاک کر دے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو پگھلا

کر فروخت کر دیا۔

آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حرام کے ارتکاب کے لیے کسی چیز کو حیلہ اور وسیلہ بنانا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے اور ان لوگوں کا قول شاذ ہے' جنہوں نے یہ کہا ہے کہ انگوروں کے باطن میں خمر ہوتی ہے تو جب انگوروں کو فروخت کرنا جائز ہے تو خمر کو بھی فروخت کرنا جائز ہونا چاہیے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشات' تمثیل اور تشبیہ کا فرق

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو مسلمان خمر کو فروخت کرتے ہیں' ان کو حضرت عمر نے ان یہودیوں سے تشبیہ دی ہے جو چربی کو پگھلا کر فروخت کرتے ہیں اور تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہودیوں کو چربی فروخت کرنے سے منع کیا گیا تھا' اسی طرح مسلمانوں کو خمر فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۶۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' حافظ ابن حجر پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تشبیہ نہیں ہے تمثیل ہے' تشبیہ مفرد کی مفرد کے ساتھ ہوتی ہے' جیسے کہا جائے کہ زید شیر کی مثل بہادر ہے' اور متعدد اُمور سے جو حالت منتزع ہوتی ہے اس کو دوسرے متعدد اُمور کی حالت سے جو تشبیہ دی جائے' اس کو تمثیل کہتے ہیں۔

جیسے اس آیت میں ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا. (الجمعہ:۵)

جن لوگوں کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا' ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔

یہودیوں کو تورات پر عمل کا مکلف کیا گیا تھا' انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور اس کے نفع سے محروم رہے' اس حالت کی مثال اس گدھے کی حالت سے دی گئی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور ان کے نفع سے محروم رہتا ہے' سو اس مثال میں متعدد اُمور کی دوسرے متعدد اُمور سے تمثیل ہے' اسی طرح جو یہودی چربی کو پگھلا کر فروخت کرتے ہیں' ان کی اس حالت کی تمثیل ان مسلمانوں کے عمل کی حالت کے ساتھ دی گئی ہے' جو شراب کو فروخت کرتے ہیں اور اس میں متعدد اُمور کی دوسرے متعدد اُمور کے ساتھ تمثیل ہے اور یہ تشبیہ نہیں ہے کیونکہ وہ مفرد کی مفرد کے ساتھ ہوتی ہے' لگتا ہے اس قائل کو تشبیہ اور تمثیل کا فرق معلوم نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ کلیہ نہیں ہے کہ جس کا استعمال حرام ہو' اس کی بیع بھی حرام ہو

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: جس چیز کو استعمال کرنا حرام ہو' اس کی بیع حرام ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۶۳)

علامہ بدر الدین اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ سانپوں کو استعمال کرنا حرام ہے اور دوا بنانے کے لیے سانپوں کو خریدنا جائز ہے' جیسا کہ ابو اللیث اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۲)

ذبح کرنے سے درندے پاک ہو جاتے ہیں

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

درندوں وغیرہ کو کھانا حرام ہے اور وہ ذبح کرنے کے بعد بھی حرام اور نجس ہیں کیونکہ ان کو ذبح کرنا مشروع نہیں ہے اور جب وہ حرام ہیں تو ان کی بیع جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۴۳)

علامہ بدرالدین اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کو یہ قید لگانی چاہیے تھی کہ یہ حکم فقہاء شافعیہ کے نزدیک ہے کیونکہ جو شخص مذاہب فقہاء پر مطلع نہیں ہوگا' وہ یہ اعتقاد کرے گا کہ اس پر سب کا اجماع ہے' جب کہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک جن حیوانوں کا گوشت کھایا نہیں جاتا جب ان جانوروں کو ذبح کر لیا جائے تو ان کا گوشت پاک ہو جاتا ہے (واضح رہے' وہ حلال نہیں ہوتا) حتیٰ کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے ساتھ درہم کی مقدار سے زائد وہ گوشت ہو تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر وہ گوشت پانی میں گر جائے تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا' اس لیے کہ ذبح کرنے سے وہ گوشت پاک ہو چکا ہے کیونکہ کھال کو رنگنے کی بہ نسبت حیوان کو ذبح کرنے میں زیادہ طہارت ہے' اس لیے کہ ذبح کرنے سے حیوان کا نجس خون اور دیگر رطوبات بہہ کر نکل جاتی ہیں۔

علامہ کرخی نے کہا ہے کہ ہر وہ حیوان جس کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے' اس حیوان کو ذبح کرنے سے بھی اس کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔

علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ ذبح کرنے سے مذبوح کے تمام اجزاء پاک ہو جاتے ہیں ماسوا بہنے والے خون کے اور یہی صحیح ہے۔

حدیث مذکور سے یہ استدلال نہیں ہوتا کہ مردہ کافر کی بیع جائز نہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب ہم کافر کو قتل کر دیں اور دوسرے کافر اس کا جسم ہم سے خریدنا چاہیں تو اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۴۳)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ استدلال ظاہر نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۳۔ ۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ يَهُوْدَ' حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ' فَبَاعُوْهَا وَاَكَلُوْا اَثْمَانَهَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ﴾ (التوبہ: ۳۰) لَعَنَهُمْ. ﴿قُتِلَ﴾ لُعِنَ ﴿الْخَرّٰصُوْنَ﴾ (الذاریات: ۱۰) اَلْكَذَّابُوْنَ. (صحیح مسلم: ۱۵۸۳' الرقم المسلسل: ۳۹۴۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کر دے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا ہے کہ اللہ ان کو ہلاک کر دے۔ (التوبہ: ۳۰) اس کا معنی ہے: اللہ ان پر لعنت فرمائے' اٹکل پچو اور تک بندیوں سے غیب کی باتیں بتانے والے ہلاک کیے گئے۔ (الذاریات: ۱۰) اس میں بھی قتل کا معنی ہے' ان پر لعنت کی گئی اور "خراصون" کا معنیٰ

ہے: "کذابون"۔

اس اعتراض کا جواب کہ مردار کی چربی حرام ہے اور اس کی بیع بھی حرام ہے حالانکہ پالتو گدھا بھی حرام ہے لیکن اس کی بیع حرام نہیں ہے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مردار کی بیع حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام فرما دیا ہے' اس کا ارشاد ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ. (المائدہ:۳) تم پر مردار اور خون کو حرام کر دیا گیا ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مردار حرام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی قیمت بھی حرام فرما دی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کو کھالیا' حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ بہت سی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اور ان کی قیمت کو حرام نہیں کیا' جیسے پالتو گدھوں کا کھانا حرام ہے لیکن ان کی بیع حرام نہیں ہے' اسی طرح چیر پھاڑنے والے پرندے جیسے عقاب اور باز وغیرہ ان کا بھی کھانا حرام ہے لیکن ان کی بیع حرام نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس فرق کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر (انگور کی شراب) اور خنزیر کو نجس قرار دیا۔ خنزیر کے نجس ہونے کے متعلق یہ آیت ہے:

اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ. (الانعام:۱۴۵) یا خنزیر کا گوشت' پس بے شک وہ نجس ہے۔

اور خمر کے نجس ہونے کے متعلق یہ آیت ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ. (المائدہ:۹۰) خمر' جوا' بت اور فال نکالنے کے تیر محض نجس ہیں۔

پس ان کا حکم یہ ہے کہ ان کی خرید و فروخت حلال نہیں ہے اور نہ ان کی قیمت کو کھانا جائز ہے' اسی طرح باقی نجس چیزوں کا حکم ہے جیسے مردار' خون' لید (گوبر) اور پیشاب وغیرہ' اسی وجہ سے خمر فروخت کرنے والے اور اس کی قیمت کھانے والے کو یہودیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' جو چربی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھاتے ہیں' کیونکہ یہودیوں پر چربی کو حرام کیا گیا تھا اور وہ ان کے نزدیک نجس تھی' جس طرح ہمارے دین میں خمر اور مردار نجس ہیں' پس یہودیوں میں سے چربی کو فروخت کرنے والا اور اس کی قیمت کو کھانے والا اسی طرح ہے جس طرح ہم میں سے کوئی شخص خمر اور خنزیر کو فروخت کرے اور اس کی قیمت کو کھائے' پس واجب ہے کہ ہر نجس چیز کی خرید و فروخت حرام ہو اور اس کی قیمت کھانا حرام ہو' اور جس طاہر چیز کے کھانے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے (جیسے پالتو گدھے اور عقاب وغیرہ) ان کی خرید و فروخت اور ان سے نفع اٹھانا جائز ہے' پس ان کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا کہ خمر اور خنزیر چونکہ حرام ہونے کے علاوہ نجس بھی ہیں' اس لیے ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے اور پالتو گدھوں وغیرہ کا صرف کھانا حرام ہے اور ان کو نجس نہیں قرار دیا گیا ہے' اس لیے ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔

لید اور گوبر کی بیع میں اختلاف فقہاء

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: لید اور گوبر کی بیع میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور فقہاء احناف نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ان سے نفع حاصل کرنے میں کوئی خیر نہیں ہے اور فقہاء احناف نے گوبر کی بیع کی اجازت دی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حیوانات کا گوبر امام مالک کے نزدیک نجس نہیں ہے اور اونٹ کی مینگنیاں اور گائے کے گوبر کی بیع میں

امام مالک کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک مینگنیوں اور گوبر کی بیع جائز نہیں ہے اور اسی طرح کسی بھی نجس چیز کی بیع ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

نیز امام طحاوی نے کہا ہے کہ لوگوں کا معمول ہے کہ وہ گوبر سے فائدہ اٹھاتے ہیں خواہ وہ نجس ہو وہ گوبر اور مٹی کو ملا کر تعمیر کے کام میں لاتے ہیں اور گوبر کے اُپلے بنا کر ان کو بہ طور ایندھن جلاتے ہیں' لہٰذا ان سے نفع حاصل کرنے کے لیے ان کی نجاست میں تخفیف کی گئی ہے اور جو شخص کسی کے گوبر کو ضائع کر دے گا وہ اس کا ضامن ہوگا' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ گوبر کی بیع جائز ہے اور گوبر کو بہ طور کھاد استعمال کرنا بھی جائز ہے اور وہ مال ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۹۵۔ ۲۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نجس چیز کی بیع میں دو قول

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے فرمایا ہے: جب کوئی چیز حرام ہو تو اس کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جب اللہ نے کسی چیز کو حرام کر دیا تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۲۳۶' سنن ابوداؤد: ۳۴۸۶' سنن ترمذی: ۱۲۹۷' سنن نسائی: ۴۶۸۳' سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۷) (المغنی ج ۵ ص ۲۳۲' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ اگر نجس چیز سے فائدہ اٹھایا جائے تو اس کی بیع جائز ہے' جیسے نجس تیل سے چراغ جلایا جائے تو اس کی بیع جائز ہے۔ (المغنی ج ۵ ص ۲۳۳' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ کی تعریفات اور گوبر کی بیع کا جواز

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

نجاست غلیظہ مثلاً خون' پیشاب' خمر' مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب ہے' اگر یہ ایک درہم سے کم ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے اور اگر زیادہ ہو تو جائز نہیں ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ نجاست خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو' برابر ہے کیونکہ جو نص تطہیر کی موجب ہے' اس میں یہ تفصیل نہیں ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ قلیل نجاست سے احتراز ممکن نہیں ہے اور ایک درہم کے برابر نجاست کے معاف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قضاء حاجت کے بعد پتھر سے استنجاء کرنے کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے' حالانکہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد بھی قلیل نجاست لگی رہتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قلیل نجاست معاف ہے۔

نجاست خفیفہ مثلاً ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جب کہ اس کی مقدار کپڑے کے چوتھائی حصہ سے کم ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے' اس نجاست کے خفیف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہاں دلائل متعارض ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذابِ قبر اس سے ہوتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۴۵۸۔ ۴۵۷۔ ج ۱ ص ۳۱۴' دار المعرفہ' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث میں مطلقاً پیشاب سے احتراز کا حکم ہے خواہ ان جانوروں کا پیشاب ہو جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یا دوسرے جانوروں کا پیشاب ہو' اور اس کے معارض دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل یا عُرینہ کے کچھ لوگ مدینہ آئے' ان کو مدینہ راس نہیں آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ان کو اونٹنیوں کا پیشاب اور ان کا دودھ پلایا جائے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۲۳۳' صحیح مسلم: ۱۶۷۱)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے تو ان دلائل کے تعارض کی وجہ سے فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے۔

اس مسئلہ میں امام محمد کا اختلاف ہے اور ثمرۂ اختلاف گدھے اور گھوڑے کے گوبر اور اونٹ اور بکریوں کی مینگنیوں میں ظاہر ہوتا ہے' امام محمد کے نزدیک ان کی نجاست غلیظہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوبر کے متعلق فرمایا: یہ نجس ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۵۶' سنن ترمذی: ۱۷) اور اس حدیث کا کسی اور حدیث سے تعارض بھی نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک یہ نجاست خفیفہ ہے کیونکہ امام مالک گوبر کو پاک قرار دیتے ہیں' اور اس میں عموم بلویٰ ہے کیونکہ (بعض اوقات) راستے گوبر سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں' اس کے برخلاف گدھے وغیرہ کے پیشاب کو زمین کی مٹی جذب کر لیتی ہے' حتیٰ کہ امام محمد نے آخر میں گوبر کی نجاستِ غلیظہ کے قول سے رجوع کر لیا' کیونکہ جب وہ خلیفہ کے ساتھ طہران میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ راستے اور سرائے گوبر سے بھرے ہوئے ہیں' پس انہوں نے کہا: اس میں عام لوگ مبتلا ہیں' پھر انہوں نے اس کی نجاستِ غلیظہ کے قول سے رجوع کر لیا۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

گوبر کی بیع جائز ہے حالانکہ وہ نجس العین ہے کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے (کھاد میں اور بہ طور ایندھن اس کے اپلوں کو استعمال کیا جاتا ہے)۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۳۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۴۰۔ ج ۴ ص ۳۲۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① آیا مردار کا صرف گوشت حرام ہے یا اس کے تمام اجزاء؟ ② کیا مردہ انسان کے اجزاء سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟ ③ حیلہ کی تحقیق ④ قرآن مجید سے حیلہ کا ثبوت ⑤ حدیث سے حیلہ کا ثبوت۔

۱۰۴ - بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ، وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ

غیر جاندار چیزوں کی تصاویر اور ان میں جو چیز مکروہ ہے

اس باب میں ان چیزوں کی تصاویر کا حکم بیان کیا گیا ہے' جن میں روح نہ ہو جیسے درخت اور پہاڑ وغیرہ اور اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کو فروخت کرنے کا کیا حکم ہے۔

۲۲۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبَّاسٍ! اِنِّي اِنْسَانٌ اِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي، وَاِنِّي اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيرَ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَاِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهُ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا اَبَدًا. فَرَبَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از سعید بن ابی الحسن' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے ابو العباس! بے شک میں ایسا انسان ہوں کہ میرا ذریعہ معاش میرے ہاتھ کی صنعت سے ہے اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں تمہیں وہی حدیث سنتا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ

الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَّاصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ وَيْحَكَ، إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ، فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ، كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ عَرُوْبَةَ مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هٰذَا الْوَاحِدَ.

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۳-۷۰۴۲] (صحیح مسلم: ۲۱۱۰، الرقم المسلسل: ۵۴۳۳، سنن نسائی: ۵۳۵۸)

اس کو اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا حتیٰ کہ وہ اس میں روح پھونک دے اور وہ اس میں کبھی بھی روح نہیں پھونک سکے گا' یہ سن کر اس شخص کا سانس پھول گیا اور اس کا چہرہ زرد ہو گیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! اگر تم تصویر کشی کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہو تو تم اس درخت کی تصویر بناؤ اور ہر اس چیز کی جس میں روح نہ ہو۔ امام ابوعبداللہ نے کہا کہ سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انس سے صرف یہی ایک حدیث سنی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابومحمد حجبی (۲) یزید بن زریع (۳) عوف بن ابی حمید اعرابی' ان کی کنیت ابوسہل ہے (۴) سعید بن ابی الحسن' یہ حسن بصری کے بھائی ہیں (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۵)

مجسموں اور تصاویر کا فرق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جاندار کی تصویر بنانے کو صرف اس لیے حرام کیا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کی عبادت کی جاتی تھی' پس ہر ایسی تصویر کو حرام کر دیا گیا خواہ اس کا سایہ نہ ہو یا اس کا جسم نہ ہو تاکہ تصویر بنانے کا سد باب ہو حتیٰ کہ جب لوگوں کے دلوں میں شریعت کے احکام راسخ ہو گئے اور لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی عبادت کو جان لیا تو ان کو نقش والی اور رنگ والی تصویر بنانے کی اجازت دی گئی جب کہ اس کو اہانت کی جگہ رکھا جائے اور جب اس کو عبادت کی جگہ پر نصب کیا جائے تو پھر اس کی اجازت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۹۶-۲۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تصاویر بنانے کے متعلق فقہاء کے مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ تصویر بنانا مطلقاً مکروہ ہے خواہ کپڑے پر تصویر بنائی جائے یا بستر پر یا گدے پر اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے' جس میں تصویر ہو' نہ اس گھر میں جس میں کتا ہو' نہ اس گھر میں جس میں جنبی (بے غسل شخص) ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۵۲' سنن نسائی: ۲۶۱' سنن ابن ماجہ: ۳۶۵۰)

جس کو پیروں کے نیچے روندا جاتا ہو تو پھر اس تصویر میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن جب تصویر کپڑوں پر اور پردوں وغیرہ پر ہو تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ امام مالک ان مجسموں کو مکروہ کہتے تھے جن کو تخت اور گنبد پر رکھا جاتا ہے لیکن وہ کہتے تھے کہ بستر پر گدے پر اور کپڑوں پر جو تصویر بنائی جائے' وہ مکروہ نہیں ہے اور جس گنبد میں مجسمے رکھے ہوئے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب گھروں میں رکھے ہوئے تصویروں کے مجسموں کو مکروہ قرار دیتے تھے اور بستر پر [illegible] کا اختلاف نہیں

اسی طرح دیواروں پر جو تصویریں نقش کی جاتی ہیں' ان کا بھی یہی حکم ہے۔

ان فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں: میں نے ایک پردہ لٹکایا ہوا تھا' جس میں تصاویر تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے اس پردہ کو اتار دیا' پس میں نے اس پردہ کو کاٹ کر اس کے دو گدے بنا لیے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۲۵)

ان فقہاء نے کہا ہے کہ جن احادیث میں عمومی طور پر تصاویر کی ممانعت ہے' ان کو ہم ان تصاویر پر محمول کرتے ہیں جن کو عزت سے رکھا جائے اور حضرت عائشہ کی حدیث مذکور سے ہم نے ان تصاویر کو جائز کہا ہے' جن کو گدوں اور بستر کی چادروں پر بنایا گیا ہو اور وہ پاؤں تلے روندنے اور اہانت کی جگہ پر ہوں' اس طرح ہم نے اس باب کی تمام احادیث پر عمل کر لیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۷۔۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۷۔ ج ۶ ص ۴۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① تصویر یا کتے کی وجہ سے کن فرشتوں کا داخلہ ممنوع ہے؟ ② کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کے استثناء کی تحقیق ③ مصوروں کو سب سے زیادہ عذاب دینے کی تحقیق ④ تصویر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ ⑤ تصویر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ⑥ تصویر کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ ⑦ تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق علماء ازہر کا نظریہ ⑧ تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق مصنف کا موقف۔

۱۰۵ - بَابُ تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ
خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر کی بیع کو حرام قرار دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں بیان کیا ہے' خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو کئی دن برتن میں پڑے رہنے سے جھاگ چھوڑ دے پھر وہ نشہ آور ہو جاتا ہے' اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام قطعی ہے اور حد کا موجب ہے اور نجاستِ غلیظہ ہے' جب عقل معطل ہو جائے اور صحیح اور غلط میں امتیاز نہ کر سکے تو اس کیفیت کو نشہ کہتے ہیں۔

۲۲۲۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اَبِي الضُّحٰى' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَاتُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ اٰخِرِهَا' خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے' پس فرمایا: خمر کی تجارت حرام کر دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۹ میں بیان کر دی گئی ہے۔

۱۰۶ - بَابُ اِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا
جس نے آزاد آدمی کو فروخت کیا' اس کا گناہ

اس باب کے عنوان میں ''حُر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آزاد آدمی' اس کے مقابلہ میں ''عَبْدٌ'' اور ''اَمَۃٌ'' کا لفظ ہے' یعنی غلام اور باندی۔

۲۲۲۷ - حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن مرحوم نے حدیث

یَحْیٰی بْنُ سُلَیْمٍ، عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اُمَیَّۃَ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ ثَلَاثَۃٌ اَنَا خَصْمُھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَہٗ، وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْہُ وَلَمْ یُعْطِہٖ اَجْرَہٗ.

[طرف الحدیث:۲۲۷۰] (سنن ابن ماجہ:۲۴۴۲)

بیان کی انہوں نے بیان کیا: ہمیں یحییٰ بن سلیم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از سعید بن ابی سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں قیامت کے دن تین شخصوں کے خلاف مدعی ہوں گا' ایک وہ جس کو میرے نام کے ساتھ عہد دیا گیا' پھر اس نے اس عہد کے خلاف کیا' دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو اجرت پر طلب کیا' اس سے پورا کام لے لیا' پھر اس کی اجرت نہیں دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن مرحوم' یہ دراصل بشر بن عُبیس بن مرحوم بن عبدالعزیز ہیں' یہ ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن سُلیم القرشی الخراز ہیں' ان کی کنیت ابوزکریا ہے' یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) اسماعیل بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی ہیں' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت ابوسعید المقبری رضی اللہ (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی۔

حدیث میں مذکور تین شخصوں کے شدید عذاب کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شدید عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہوگا' پہلا وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد کر کے اس کو توڑ دیا' اس کو شدید عذاب اس لیے ہوگا کہ اس نے اللہ کے نام کی بے توقیری کی' دوسرا وہ شخص ہے جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی' اس کو شدید عذاب اس وجہ سے ہوگا کہ تمام مسلمان آزاد ہونے میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کی مدد کرے اور اس پر ظلم نہ کرے اور اس کی خیر خواہی کرے اور اس کو دھوکا نہ دے اور اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ کسی آزاد آدمی کو غلام بنالیا جائے اور جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کیا تو اس نے اس شخص کو ان تصرفات سے روک دیا' جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مباح کیے تھے اور اس پر ذلت اور خواری کو لازم کر دیا اور یہ بہت بڑا گناہ ہے' اس کے خلاف اللہ تعالیٰ مدعی ہوگا' اور تیسرا شخص جس نے کسی کو اجرت پر طلب کر کے اس کی اجرت نہیں دی' یہ بھی دوسرے شخص میں داخل ہے کیونکہ جب اس نے اس سے کام لے کر اجرت نہیں دی تو اس کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷- بَابُ اَمْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْیَھُوْدَ بِبَیْعِ اَرْضِیْھِمْ وَدِمَنِھِمْ حِیْنَ اَجْلَاھُمْ

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی زمینیں اور گھروں کے نشانات فروخت کر دیں

فِيهِ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. اس سلسلہ میں مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کے تحت حدیث ذکر نہ کرنے کے متعلق حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو انہوں نے کتاب الجہاد میں اس باب کے تحت درج کی ہے: یہود کو جزیرۂ عرب سے نکالنا۔ اس حدیث کی مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم مسجد میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے آپ نے فرمایا: یہود کی طرف چلو پس ہم نکلے حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر پہنچے آپ نے (بنونضیر سے) فرمایا: تم اسلام قبول کرلو! سلامت رہو گے اور یاد رکھو! تمام زمین اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم کو اس سرزمین سے جلاوطن کردوں پس تم میں سے جس شخص کو اپنا مال ملے وہ اس کو فروخت کردے ورنہ یاد رکھو کہ زمین اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۶۷)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ قصہ بنونضیر سے متعلق ہے اور اس حدیث میں مال کے فروخت کرنے کا ذکر ہے اور امام بخاری نے مال کی بیع کے عموم سے زمین کی بیع کو مستنبط کیا اور حضرت عثمان اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیث میں زمین پر مال کا اطلاق آ چکا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۱۶)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان کے بعد حدیث درج نہیں کی کیونکہ یہاں ان کی شرط کے مطابق حدیث نہیں تھی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ علامہ کرمانی اس سے غافل رہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو انہوں نے کتاب الجہاد میں یہود کو جزیرۂ عرب سے نکالنے کے باب میں ذکر کیا ہے اور اس باب کے تحت اس حدیث کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ تکرار غیر مفید لازم نہ آئے کیونکہ وہ حدیث کتاب الجہاد میں آ رہی ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۴۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی صحیح میں بہت زیادہ تکرار ہے اس لیے یہ وجہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی کتاب البیوع کے ساتھ کوئی واضح مناسبت نہیں تھی اس لیے باب کے عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا اور چونکہ یہ حدیث کتاب الجہاد کے ساتھ واضح مناسبت رکھتی تھی اس لیے اس کو وہاں درج کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۸ - بَابُ بَيْعِ الْعَبِيدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً
غلام کو غلام کے عوض اور جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنا

یہ باب دو حکموں پر مشتمل ہے: (۱) ایک غلام کو ایک غلام کے عوض یا ایک غلام کو متعدد غلاموں کے عوض ادھار فروخت کرنا (۲) ایک حیوان کو ایک حیوان یا متعدد حیوانوں کے عوض ادھار فروخت کرنا۔

پہلا حکم یعنی ایک غلام کو ایک یا متعدد غلاموں کے عوض ادھار فروخت کرنا یہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جائز ہے امام

مالک نے کہا: اگر ان کی جنس مختلف ہو تو جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ بیع ادھار جائز نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غلام آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت پر بیعت کر لی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ غلام ہے' پھر اس کا مالک اس کو بلانے کے لیے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ مجھے فروخت کر دو' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو سیاہ فام غلاموں کے عوض اس کو خرید لیا' پھر اس کے بعد آپ اس وقت تک کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اس سے دریافت فرما لیتے کہ آیا وہ غلام ہے یا نہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۶۰۲' سنن ترمذی: ۱۲۳۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۵۸' سنن نسائی: ۴۶۲۱' سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۹)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ ایک غلام کو دو غلاموں کے عوض فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب یہ بیع ادھار ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

دوسرا حکم یہ ہے کہ ایک جانور کو ایک یا متعدد جانوروں کے عوض فروخت کرنا' سو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حیوان کی دوسرے حیوان کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۱' سنن ابوداؤد: ۳۳۵۶' سنن نسائی: ۴۶۳۱)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے اہل علم کا اس حدیث کی ممانعت پر عمل ہے۔ سفیان ثوری' فقہاء احناف اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض اہل علم نے حیوان کی حیوان کے عوض ادھار بیع کو جائز کہا ہے' امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۰)

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک حیوان کی دو حیوانوں کے عوض ادھار بیع صحیح نہیں ہے اور نقد بیع میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۱)

وَاشْتَرٰی ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِاَرْبَعَةِ اَبْعِرَةٍ مَّضْمُوْنَةٍ عَلَيْهِ' يُوْفِيْهَا صَاحِبَهَا بِالرَّبَذَةِ.

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اونٹنی' چار اونٹنیوں کے عوض خریدی اور یہ ضمانت دی کہ مقام ربذہ میں ان کو یہ اونٹنیاں دے دیں گے۔

اس تعلیق کی اصل موطأ امام مالک میں ہے۔ (کتاب البیوع باب: ۲۵۔ حدیث: ۶۰)

نیز اس تعلیق کی اصل مسند الشافعی والسنن ج ۲ ص ۱۸۴ میں اور کتاب الام ج ۳ ص ۱۰۳ میں ہے۔

(حاشیہ تغلیق التعلیق لابن حجر العسقلانی' ج ۳ ص ۲۷۰)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ يَكُوْنُ الْبَعِيْرُ خَيْرًا مِّنَ الْبَعِيْرَيْنِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کبھی ایک اونٹ' دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل مسند الشافعی میں ہے۔ (تغلیق التعلیق لابن حجر العسقلانی ج ۳ ص ۲۷۰)

وَاشْتَرٰی رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ بَعِيْرًا بِبَعِيْرَيْنِ فَاَعْطَاهُ اَحَدَهُمَا' وَقَالَ اٰتِيْكَ بِالْاٰخَرِ غَدًا رَهْوًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ' دو اونٹوں کے عوض خریدا' ایک اونٹ اسی وقت دے دیا اور کہا: دوسرا اونٹ میں تمہیں ان شاء اللہ کل دوں گا۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبدالرزاق [illegible]

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا رِبًا فِي الْحَيَوَانِ الْبَعِيرُ بِالْبَعِيرَيْنِ وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ.

اور ابن المسیب نے کہا: حیوان میں سود نہیں ہے ایک اونٹ دو اونٹوں کے عوض اور ایک بکری دو بکریوں کے عوض مدتِ معینہ تک فروخت کرنا جائز ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کی اصل موطأ امام مالک میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۵)

اس کا ذکر مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے تاہم اس میں صرف اتنا مذکور ہے کہ سعید ابن مسیب نے کہا کہ حیوان میں سود نہیں ہے بقیہ عبارت نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲۱۴)

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ بَعِيرٌ بِبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً وَّدِرْهَمٌ بِدِرْهَمٍ.

اور ابن سیرین نے کہا: ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے عوض ادھار خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایک درہم کو ایک درہم کے عوض۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲۲۳ میں ہے۔

۲۲۲۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دَحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دی گئی تھیں پھر (اس ہبہ سے رجوع کے بعد) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹ - بَابُ بَيْعِ الرَّقِيقِ
غلام کی بیع

۲۲۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُحَيْرِيزٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نُصِيبُ سَبْيًا فَنُحِبُّ الْأَثْمَانَ فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ؟ فَقَالَ أَوَإِنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذٰلِكَ؟ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذٰلِكُمْ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللّٰهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةٌ. [اطراف الحدیث: ۲۵۴۲- ۴۱۳۸- ۵۲۱۰- ۶۶۰۳- ۷۴۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں ابن مُحَیریز نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ جس وقت وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم قیدی عورتوں (باندیوں) سے جماع کرتے ہیں پھر ہم ان کی قیمت کو پسند کرتے ہیں تو ان سے عزل کرنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے پوچھا: کیا تم ایسا کرتے ہو؟ اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ جس روح کے نکلنے کے متعلق اللہ نے لکھ دیا ہے وہ نکل کر رہے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۴۳۸ الرقم المسلسل: ۳۴۴۳ سنن ابوداؤد: ۲۱۷۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باندیوں کے فروخت کرنے سے منع نہیں فرمایا جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم قیمت کو پسند کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ قیمت باندیوں کو فروخت کرنے سے حاصل ہوتی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان' ان کا نام الحکم بن نافع الحمصی ہے (۲) زہری' ان کا نام محمد بن مسلم ہے (۳) ابن محیریز' ان کا نام عبداللہ بن محیریز الجمحی القرشی الیمانی ہے' یہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں فوت ہوگئے تھے (۴) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ (صحابی)۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۷)

عزل کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور حدیث مذکور کے بعض فقروں کی تشریح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عزل کا لفظ ہے۔ عزل کا لغوی معنی ہے: نکال دینا' کہا جاتا ہے: فلاں شخص کو اس کے منصب سے معزول کر دیا' یعنی اس منصب سے نکال دیا اور یہاں مراد ہے: جماع کے دوران انزال کے وقت آلہ کو عورت کے اندام نہانی سے نکال لینا تاکہ بچہ کی پیدائش نہ ہو' اہل عرب باندیوں سے اس لیے عزل کرتے تھے کہ جس باندی کا بچہ ہو جائے پھر وہ اُم ولد ہو جاتی ہے اور اس کا فروخت کرنا ممنوع ہے اور وہ باندیوں کو فروخت کرنا چاہتے تھے' اس لیے ان کے ساتھ عزل کرتے تھے' اس میں اختلاف ہے کہ وہ باندیاں مشرکات تھیں یا اہل کتاب تھیں۔ زیادہ تر رجحان یہ ہے کہ وہ مشرکات تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

مبرّد نے کہا: اس میں ''لا'' زائد ہے اور اس کا معنی ہے: عزل کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

عزل کے مانعین نے کہا: ''لا'' ان کے سوال کے جواب میں ہے' انہوں نے پوچھا تھا: آیا ہم عزل کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر فرمایا: تم پر واجب ہے کہ تم یہ نہ کرو۔

علامہ نووی نے کہا: اس کا معنی ہے: عزل کے ترک کرنے میں تم پر کوئی ضرر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس نفس کی پیدائش کو مقدر کر دیا ہے' وہ اس کو ضرور پیدا فرمائے گا خواہ تم عزل کرو یا نہ کرو۔

اس حدیث میں ''نسمۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: روح' ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے: نفس' اور انسان خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ اور ''نُسم'' کا معنی ہے: ارواح' اور ''نسیم'' کا معنی ہے: پاک اور خوش گوار ہوا۔

باندیوں اور بیویوں کے ساتھ عزل کرنے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم باندیوں سے اس لیے عزل کرتے ہیں کہ ہم ان کی قیمت کو پسند کرتے ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو رد نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ امہات الاولاد (جن باندیوں سے اولاد ہو) کی بیع جائز نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندیوں سے عزل کرنا جائز ہے کیونکہ اگر باندی سے اولاد ہوئی تو وہ بھی باندی یا غلام ہوگی اور آدمی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی اولاد باندی یا غلام ہو۔ امام شافعی کے نزدیک بیوی سے عزل کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیوی کی اجازت سے اس سے عزل کرنا جائز اور اس کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کرنا جائز نہیں ہے' امام مالک کے نزدیک بھی باندیوں سے عزل کرنا مطلقاً جائز ہے اور بیوی سے عزل کرنا اس کی اجازت پر موقوف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۹۔ ۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عزل کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ... کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ خفیہ طریقہ سے بچہ کو

زندہ درگور کرنا ہے۔(صحیح مسلم: ۱۴۴۲' الرقم المسلسل: ۳۴۵۵' سنن ابن ماجہ: ۲۰۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۴_۳۶۱)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے اس حدیث کی وجہ سے عزل کرنے کو ناجائز کہا ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ باندیوں سے مطلقاً عزل کرنا جائز ہے اور بیوی سے اس کی اجازت سے عزل کرنا جائز ہے اور مذکور الصدر حدیث میں عزل کرنے کو زندہ درگور سے جو تعبیر فرمایا ہے تو اس کے معارض یہ احادیث ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میری ایک باندی ہے اور میں اس سے عزل کرتا ہوں اور میں اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں اور میں اس سے وہی ارادہ کرتا ہوں جس کا مرد ارادہ کرتے ہیں' اور یہود یہ کہتے ہیں کہ عزل کرنا چھوٹی قسم کا زندہ درگور کرنا ہے' آپ نے فرمایا: یہود نے جھوٹ بولا' اگر اللہ اس کو پیدا کرنا چاہے تو تم اس کو روک نہیں سکتے۔(سنن ابوداؤد: ۲۱۷۱' مسند احمد ج ۳ ص ۵۳_۵۱_۳۳' شرح معانی الآثار: ۴۲۵۹)

عبداللہ بن عدی بن خیار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اختلاف ہوا تو حضرت عمر نے فرمایا: تم اہل بدر ہو کر اس میں اختلاف کر رہے ہو تو تمہارے بعد والوں کا کیا حال ہوگا! اس وقت دو آدمی سرگوشی کر رہے تھے حضرت عمر نے پوچھا: یہ کیا سرگوشی کر رہے ہیں؟ اس نے کہا: یہود' یہ کہتے ہیں کہ یہ چھوٹی قسم کا زندہ درگور کرنا ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اس وقت تک زندہ درگور نہیں ہو سکتی جب تک اس میں پہلے روح نہ پھونکی گئی ہو' تب حضرت عمر نے حضرت علی کی تحسین کی۔(شرح معانی الآثار: ۴۲۶۴)

بیوی سے عزل کرنے کے جواز کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم عزل کرتے تھے تو یہود نے کہا کہ یہ چھوٹی قسم کا زندہ درگور کرنا ہے' تو آپ نے فرمایا: یہود نے جھوٹ بولا' بے شک جب اللہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔

(سنن ترمذی: ۱۱۳۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم اُن دنوں عزل کرتے تھے جب قرآن نازل ہو رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۰۸' صحیح مسلم: ۱۴۴۰' سنن ترمذی: ۱۱۴۰' سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۷' شرح معانی الآثار: ۴۲۸۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۷)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' اس حدیث کی روایت کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے متعدد اہل علم نے عزل کرنے کی اجازت دی ہے اور امام مالک بن انس نے کہا ہے کہ آزاد عورت (بیوی) سے عزل کرنے کی اجازت طلب کی جائے گی اور باندی سے اجازت نہیں لی جائے گی۔(سنن ترمذی ص ۳۴۶' دار الفکر' بیروت)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

عزل کے جواز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ احادیث ثابت ہیں' پس واضح ہو گیا کہ عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۹۵_۳۸۹ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

۱۱۰ - بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ مدبر کی بیع

مدبر سے مراد وہ غلام ہے جس سے اس کے مالک نے کہا ہو کہ اگر میں مر گیا تو تم آزاد ہو' اس کو مدبر مطلق کہتے ہیں اور اگر اس

نے یہ کہا ہو کہ اگر میں اس بیماری میں مر گیا تو تم آزاد ہو اس کو مدبر مقید کہتے ہیں۔

۲۲۳۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُدَبَّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از سلمہ بن کہیل از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مدبر کو فروخت کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۳۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ بَاعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کو فروخت کیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۳۲، ۲۲۳۳ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، قَالَ حَدَّثَ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصِنْ، قَالَ اجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا. بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح انہوں نے کہا کہ ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ عبید اللہ کو حضرت زید بن خالد اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باندی کے متعلق سوال کیا گیا جو شادی شدہ نہیں ہے اور زنا کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو کوڑے مارو پھر اگر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو پھر تیسری یا چوتھی بار کے بعد اس کو فروخت کر دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۵۴-۲۱۵۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے خبر دی از سعید از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو وہ اس کو بہ طور حد کوڑے مارے اور اس کو ملامت نہ کرے اگر وہ پھر زنا کرے تو پھر اس کو بہ طور حد کوڑے مارے اور اس کو ملامت نہ کرے پھر اگر وہ تیسری بار

زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو پھر اس کو فروخت کر دے خواہ ایک رسّی کے عوض۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۱ - بَابٌ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرِئَهَا

کیا باندی کے استبراء سے پہلے اس کے ساتھ سفر کیا جا سکتا ہے؟

اس باب کے عنوان میں باندی کے استبراء کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ یہ معلوم کر لیا جائے کہ باندی کا رحم حمل سے بَری ہے اور جب باندی کو ایک حیض آ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حاملہ نہیں ہے' ہر چند کہ جب سفر نہ ہو تب بھی استبراء سے پہلے باندی سے مباشرت جائز نہیں ہے' لیکن سفر میں باندی کے ساتھ مقاربت کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں' اس لیے امام بخاری نے سفر میں استبراء کی قید لگائی ہے۔

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا.

حسن بصری' باندی کے ساتھ بوس و کنار میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

ابن علیہ' اس شخص سے روایت کرتے ہیں' جس نے یونس سے سوال کیا کہ ایک آدمی باندی کو خریدتا ہے' پھر اس کا استبراء کرتا ہے' اس کا بوسہ لیتا ہے اور مباشرت کرتا ہے' ابن سیرین نے کہا: استبراء سے پہلے اس سے یہ کام کرنا حرام ہیں اور حسن بصری سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ بوس و کنار میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۴۶۔ ج ۳ ص ۵۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِيْ تُوْطَأُ أَوْ بِيْعَتْ' أَوْ عُتِقَتْ فَلْيُسْتَبْرَأْ رَحِمُهَا بِحَيْضَةٍ' وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب ایسی باندی ہبہ کی جائے یا فروخت کی جائے جس سے وطی کی گئی ہو یا آزاد کی گئی تو اس کے رحم کا ایک حیض کے ساتھ استبراء کیا جائے گا اور اگر وہ کنواری ہو تو پھر اس کا استبراء نہیں کیا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل ان آثار میں ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ جس باندی سے وطی کی گئی ہو اس کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب اس کو فروخت کیا جائے یا آزاد کیا جائے تو اس کے رحم کا ایک حیض سے استبراء کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۲۳۔ ج ۳ ص ۵۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر کسی شخص نے کنواری باندی خریدی تو اس کا استبراء نہ کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۱۸۔ ج ۳ ص ۵۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ لَا بَأْسَ أَنْ يُصِيْبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُوْنَ الْفَرْجِ' وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ (المومنون: ۶' المعارج: ۳۰).

اور عطاء نے کہا: اپنی حاملہ باندی سے شرم گاہ کے سوا لذت حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ سوائے اپنی بیویوں کے یا باندیوں کے۔ (المومنون: ۷۔۶)

عطاء بن ابی رباح کے اس قول میں حاملہ سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے مالک کے غیر سے حاملہ ہو کیونکہ اگر وہ اپنے مالک سے حاملہ ہو تو پھر اس کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باندیوں سے لذت حاصل کرنے کی اجازت دی ہے لیکن غیر کی حاملہ سے مباشرت کا عدم جواز دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

۲۲۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ، ذُكِرَ لَهٗ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا، فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ، فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ، فَبَنٰى بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰذِنْ مَّنْ حَوْلَكَ. فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ. ثُمَّ خَرَجْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ، قَالَ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهٗ بِعَبَاءَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهٖ فَيَضَعُ رُكْبَتَهٗ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ حَتّٰى تَرْكَبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالغفار بن داؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں آئے' پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خیبر کو فتح کر دیا تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے حسن و جمال کا ذکر کیا گیا' ان کے شوہر قتل کر دیئے گئے تھے' اور وہ اس وقت دلہن تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے نفس کے لیے منتخب کر لیا' آپ ان کو لے کر روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم سد الروحاء (مدینہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) پہنچے وہاں پر وہ (ایک حیض گزرنے کے بعد) حلال ہو گئیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری' پھر آپ نے حیس (کھجور' پنیر اور گھی سے تیار شدہ طعام) بنوایا' اور اس کو چمڑے کے چھوٹے سے دستر خوان پر رکھا' پھر آپ نے (حضرت انس سے) فرمایا: جو تمہارے گرد لوگ ہیں ان کو اجازت دو' سو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ سے نکاح کا ولیمہ تھا' پھر ہم مدینہ کی طرف گئے' پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے پیچھے اپنی چادر سے چھپا رہے تھے' پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھے' پھر آپ نے اپنا گھٹنا رکھا' پس حضرت صفیہ نے اپنا پیر آپ کے گھٹنے کے اوپر رکھا حتیٰ کہ وہ اونٹ پر سوار ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' یہاں اس حدیث کو درج کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جب تک حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک حیض گزر نہیں گیا' آپ نے ان کے ساتھ شب زفاف نہیں کی کیونکہ ان کا شوہر غزوۂ خیبر میں مارا گیا تھا اور انہوں نے اس کی عدت نہیں گزاری تھی' اس لیے ان کے ساتھ شب زفاف گزارنے سے پہلے ان کا استبراء ضروری تھا۔

۱۱۲ - بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْاَصْنَامِ　مردار اور بتوں کی بیع کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردار اور بتوں کی بیع حرام ہے' اس عنوان میں ''اصنام'' کا لفظ ہے' یہ ''صنم'' کی جمع ہے۔ ''صنم'' اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے' اور ''میتۃ'' وہ مردار ہے جو بغیر شرعی ذبح کے طبعی موت مر جائے' مردار کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس سے مچھلی مستثنیٰ ہے۔

۲۲۳۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ. فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَاَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ، فَاِنَّهَا يُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ لَا، هُوَ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا جَمَلُوْهُ، ثُمَّ بَاعُوْهُ، فَاَكَلُوْا ثَمَنَهُ، قَالَ اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ كَتَبَ اِلَيَّ عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۹۶-۴۶۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور اس وقت آپ مکہ میں تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے خمر، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کر دیا ہے، آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے متعلق بتائیں کیونکہ اس کو ہم اپنی کشتیوں پر ملتے ہیں اور اس کا تیل کھالوں پر ملا جاتا ہے اور لوگ اس سے اپنے چراغ جلاتے ہیں، آپ نے فرمایا: نہیں! وہ حرام ہے، اللہ یہود پر لعنت کرے! جب اللہ نے ان پر مردار کی چربی حرام کی تو انہوں نے اس کو پگھلا کر اس کو فروخت کیا، پھر اس کی قیمت کھائی۔ ابو عاصم نے کہا: ہمیں عبد الحمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میری طرف عطاء نے لکھا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۲۳ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

۱۱۳ - بَابُ ثَمَنِ الْكَلْبِ

کتے کی قیمت کا حکم

۲۲۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ. [اطراف الحدیث: ۲۲۸۲-۵۳۴۶-۵۷۶۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی بکر بن عبد الرحمان از حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت، فاحشہ (طوائف) کے مہر اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۶۷، الرقم المسلسل: ۳۹۰۰، سنن ابوداؤد: ۳۴۸۸-۳۴۸۱، سنن ترمذی: ۱۲۷۶، سنن نسائی: ۴۶۶۶، سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۹)

کتوں کی قیمت کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک فرماتے ہیں: اگر کسی شخص نے گھر کے کتے کو قتل کر دیا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے، سوا اس کے کہ وہ کتا مویشیوں کی حفاظت کے لیے ان کے ساتھ جاتا ہو۔

امام ابوحنیفہ سے روایت ہے: جس نے کسی شخص کے ایسے کتے کو قتل کر دیا جو شکار کا کتا تھا نہ مویشیوں کی حفاظت کا کتا تھا، تو اس

پر اس کتے کی قیمت کا تاوان ہوگا اور اسی طرح باقی درندوں کا حکم ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ شکاری کتے' کھیت کے محافظ کتے اور مویشیوں کے محافظ کتے کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی قیمت ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے' ان کی دلیل باب مذکور کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جن احادیث میں کتے کی قیمت سے منع کیا ہے اور اس کو حرام فرمایا ہے' امام طحاوی نے ان احادیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت اس وقت تھی جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا' اس وقت کسی کتے کو رکھنا حلال نہیں تھا اور نہ اس وقت کسی کتے سے فائدہ اٹھانا جائز تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس چیز سے نفع اٹھانا حرام ہو' اس کی قیمت بھی حرام ہے' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتوں سے شکار کرنا مباح کر دیا اور اس سے نفع اٹھانا جائز قرار دے دیا اور اس کو قتل کرنے سے منع فرما دیا تو کتوں کی خرید و فروخت کی ممانعت کا حکم منسوخ ہو گیا' اسی طرح کتوں کی قیمت کی ممانعت کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

اگر تم یہ پوچھو کہ اس حکم کے منسوخ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ کتوں کو رکھنا اور ان کی خرید و فروخت کرنا حرام ہے' پھر جب کتوں سے شکار کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا گیا اور ان کو قتل کرنے سے منع کیا گیا تو ہم نے جان لیا کہ اس سے پہلے ان کو قتل کرنے اور ان کی ممانعت کا جو حکم تھا' وہ اب منسوخ ہو گیا ہے۔

نیز اس حدیث میں فاحشہ کے مہر کی ممانعت کا حکم ہے' اس سے مراد حرام نکاح کا مہر ہے یا زنا کی اجرت ہے۔

اور کاہن کی مٹھائی کی ممانعت کا حکم ہے' کاہن سے مراد وہ شخص ہے جو انکل پچو سے غیب کی باتیں بتاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۹۷۔ ج ۴ ص ۲۹۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) کتے کی بیع اور اس کی قیمت میں مذاہب فقہاء (۲) جن کتوں کا رکھنا جائز ہے' ان کی بیع کے جواز میں احادیث (۳) کاہن کی تعریف اور اس کا حکم (۴) پچھنے لگانے کی اجرت کا حکم (۵) بلی کی بیع اور اس کی قیمت کا حکم۔

۲۲۳۸ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَوْنُ بْنُ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ اَبِيْ اِشْتَرٰى حَجَّامًا فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ فَكُسِرَتْ' فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ' فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ' وَكَسْبِ الْاَمَةِ' وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ' وَاٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ' وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عون بن ابی جحیفہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے والد ایک فصد لگانے والے غلام کو خرید رہے ہیں' پھر اس کو آلاتِ فصد لانے کا حکم دیا' پس ان کو توڑ دیا' میں نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون (فصد لگانے) کی قیمت اور کتے کی قیمت اور باندی کی (ناجائز) کمائی سے منع فرمایا تھا اور گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور سود کھانے والوں اور سود کھلانے والوں اور تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸۶ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب البیوع'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین. والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین! آج ۲۷ محرم ۱۴۲۹ھ/ ۶ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ ''کتاب البیوع'' مکمل ہوگئی' اس میں ۲۴۷ حدیثیں ہیں' جن میں سے ۴۶ تعلیقات ہیں' باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں ۱۳۹' مکرر احادیث ہیں اور خالص ۱۰۸' احادیث ہیں اور اس میں ۵۲' آثار صحابہ و تابعین ہیں۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے صحیح بخاری کی ''کتاب البیوع'' کی تکمیل کرادی' اس کی باقی کتب کی بھی تکمیل کرا دیں۔ اور میری اور میرے والدین کی اور تمام معاونین اور قارئین کی مغفرت فرمادیں۔ آمین یا رب العٰلمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۵ - کِتَابُ السَّلَمِ

بیع سَلَم کا بیان

اس کتاب میں بیع سَلَم کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ ''سَلَم'' کے معنی ہیں: تسلیم کرنا اور سپرد کرنا' کیونکہ اس میں مجلس بیع میں پیشگی قیمت سپرد کردی جاتی ہے' اس لیے اس کو بیع سلم کہتے ہیں اور اس کو بیع سلف بھی کہتے ہیں کیونکہ سلف کا معنی ادھار دینا ہے۔

۱ - بَابُ السَّلَمِ فِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ کیل (ناپ) مقرر کر کے بیع سَلَم کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اس بیع میں پہلے یہ مقرر کرنا ضروری ہے کہ خریدار بائع سے کتنے صاع اناج لے گا۔

۲۲۳۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عُلَیَّةَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِیْ نَجِیْحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ کَثِیْرٍ، عَنْ اَبِی الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ، وَالنَّاسُ یُسْلِفُوْنَ فِی الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامَیْنِ، اَوْ قَالَ عَامَیْنِ اَوْ ثَلَاثَةً، شَكَّ اِسْمَاعِیْلُ، فَقَالَ مَنْ سَلَّفَ فِیْ تَمْرٍ، فَلْیُسْلِفْ فِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عَمرو بن زُرارہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن علیہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے خبر دی از عبداللہ بن کثیر از ابی المنہال از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور اس وقت لوگ کھجوروں کی ایک سال یا دو سال کی بیع سَلَم کرتے تھے یا دو سال یا تین سال کی بیع سلم کرتے تھے' اسماعیل کو اس بارے میں شک ہے۔ تب آپ نے فرمایا: جو شخص کھجوروں کی بیع سلم کرے' وہ مقرر صاع میں یا مقرر وزن میں بیع کرے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ بِهٰذَا فِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۴۰-۲۲۴۱-۲۲۵۳]

ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی از ابن ابی نجیح اسی حدیث کی' اس میں کیل معلوم اور وزن معلوم ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۰۴' الرقم المسلسل: ۴۰۰۹' سنن ابوداؤد: ۳۴۶۳' سنن ترمذی: ۱۳۱۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۸۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۲' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۴' مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰۵۹' معجم طبرانی: ۱۱۲۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۶۸۔ ج ۳ ص ۳۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زرارہ بن واقد ابومحمد (۲) اسماعیل بن علیہ بن ابراہیم السدی (۳) عبداللہ بن ابی نجیح' ان کا نام یسار ہے (۴) عبداللہ بن کثیر بن المطلب ابووداعہ سہمی (۵) ابوالمنہال عبدالرحمن بن مطعم کوفی (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۸۷)

بیع سَلَم کی تعریف' اس کی شرائط اور اس میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

سَلَم وہ عقد ہے جو کتاب اللہ کی آیتِ مداینہ سے ثابت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سَلَم کو حلال کر دیا ہے جو سَلَم کرنے والے کے ذمہ میں ثابت ہے اور اس کے متعلق قرآن مجید کی سب سے طویل آیت نازل فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (الآیۃ) (البقرہ:۲۸۲) اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

اور اس کا ثبوت سنت سے بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کو اس چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے جو اس کے پاس نہ ہو اور بیع سلم کی اجازت دی ہے۔

اوّل الذکر کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور مجھ سے اس چیز کے خریدنے کے متعلق سوال کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے' آیا میں بازار میں سے وہ چیز خرید کر اس کو فروخت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: اس چیز کو مت فروخت کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

(سنن ترمذی:۱۲۳۶' سنن ابوداؤد:۳۵۰۳' سنن نسائی:۴۶۲۴' سنن ابن ماجہ:۲۱۸۷)

اور ثانی الذکر یعنی بیع سلم کی رخصت کے متعلق باب مذکور کی حدیث ہے' جس میں آپ نے فرمایا: جو شخص کھجوروں کی بیع سلم کرے وہ مقررہ صاع میں یا مقررہ وزن میں بیع کرے۔

علامہ مرغینانی کہتے ہیں: ہر چند کہ قیاس بیع سلم کے جواز کا انکار کرتا ہے لیکن ہم نے قیاس کو اس حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا' قیاس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معدوم کی بیع ہے کیونکہ جس چیز کو بہ طور سَلَم فروخت کیا گیا ہے (مثلاً کھجور یا گندم) وہ بیع کے وقت معدوم ہے۔

علامہ مرغینانی نے کہا: اور یہ بیع سَلَم ناپ سے فروخت کی جانے والی اور وزن سے فروخت کی جانے والی چیزوں میں جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص سَلَم کرے وہ مقرر صاع میں یا مقرر وزن میں بیع کرے اور وزنی چیزوں سے مراد دراہم اور دیناروں کے ماسوا ہیں کیونکہ وہ ثمن ہیں اور جس میں بیع سَلَم کی گئی ہے وہ مثمن (مبیع) ہے' لہٰذا دراہموں اور دیناروں میں بیع سَلَم نہیں ہے۔

اسی طرح ناپ کر فروخت کیے جانے والے کپڑوں میں بھی بیع سَلَم صحیح ہے کیونکہ یہ بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ کپڑا کتنے گز ہے اور اس کی صفت کیسی ہے عمدہ ہے یا ردی ہے؟ اور یہ بیان کرنا ضروری ہے تاکہ مبیع میں جہالت نہ رہے' اسی طرح جو عددی چیزیں مختلف نہیں ہوتیں ان میں بھی بیع سَلَم صحیح ہے' جیسے اخروٹ اور انڈے وغیرہ' کیونکہ جو عددی چیزیں اوصاف میں متقارب ہوں اور منضبط ہوں

ان کو سپرد کیا جا سکتا ہے اور ان میں بیع سلم صحیح ہے اس کے برخلاف انار اور خربوزوں کے سائز میں کافی فرق ہوتا ہے۔

حیوان میں بیع سَلم جائز نہیں ہے' امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کیونکہ اس کی جنس' نوع' صفت اور عمر کے بیان کر دینے سے حیوان معلوم اور متعین ہو جاتے ہیں' پھر ان میں معمولی فرق رہ جاتا ہے' لہٰذا یہ کپڑوں کے مشابہ ہیں' ہماری دلیل یہ ہے کہ ان اُمور کے بیان کر دینے کے باوجود ان کی مالیت میں باطنی اعتبار سے بہت زیادہ فرق ہوتا ہے' کپڑوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے' نیز حیوانات میں بیع سَلم کی ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان میں بیع سَلم کرنے سے منع فرمایا۔ امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔

(المستدرک: ۲۳۸۸۔ ج ۲ ص ۳۶۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

اور بیع سلم اس وقت تک جائز نہیں ہے حتیٰ کہ مُسلَم فیہ (مبیع' جس چیز میں بیع سلم کی گئی ہے) عقد کے وقت سے لے کر اس وقت تک موجود ہو' جس وقت وہ چیز خریدار کے سپرد کی جائے گی' اور اگر وہ چیز عقد کے وقت بازار میں نہ ہو' اور سپردگی کے وقت موجود ہو یا اس کے برعکس ہو یا درمیان کے زمانہ میں بازار میں نہ ہو تو پھر یہ بیع جائز نہیں ہے۔

نمک آلودہ مچھلی میں بیع سَلم جائز ہے جب کہ اس کی نوع اور وزن معلوم ہو اور تازہ مچھلی کی بیع سَلم میں کوئی خیر نہیں ہے' اسی طرح امام ابوحنیفہ کے نزدیک گوشت میں بھی بیع سلم جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ بیع سَلم اس وقت جائز ہے جب مبیع کو سپرد کرنے کی مدت معین کر دی جائے اور کم سے کم یہ مدت ایک ماہ ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع سَلم صرف سات شرائط سے جائز ہے: (۱) مبیع کی جنس معلوم ہو' مثلاً وہ گندم ہے یا جَو ہے (۲) مبیع کی نوع معلوم ہو' مثلاً وہ بارانی زمین کی ہے یا نہری زمین کی ہے (یا وہ امریکی گندم ہے یا دیسی گندم ہے) (۳) اس کی صفت معلوم ہو یعنی وہ عمدہ ہے یا ردی ہے (۴) اس کی مقدار معلوم ہو مثلاً وہ کیلی ہے یا وزنی ہے یا عددی ہے (۵) اس کی مدت معلوم ہو کہ وہ کب سپرد کی جائے گی (۶) اس کی ناپ یا وزن یا عدد کی مقدار اور ناپ معلوم ہو (۷) جس جگہ مُسلَم فیہ یا مبیع خریدار کے سپرد کی جائے گی' وہ معلوم ہو۔

بیع سلم اس وقت صحیح ہو گی جب بائع مجلس عقد میں مبیع کی نقد قیمت وصول کرلے کیونکہ اگر اس نے قیمت ادھار رکھی تو یہ ادھار کی بیع ادھار سے ہو گی اور یہ جائز نہیں ہے' اس کو بیع الکالئی بالکالئی کہتے ہیں۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۰۱۔ ۹۶ ملخصاً' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

۲ - بَابُ السَّلَمِ فِيْ وَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ

وزن معلوم میں بیع سلم کرنا

۲۲۴۰ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ فَفِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ، اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے خبر دی از عبداللہ بن کثیر از ابی المنہال از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں کے لوگ دو سال اور تین سال کی مدت تک بیع سلم کرتے تھے' پس آپ نے فرمایا: جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرے تو ان کا کیل (ناپ) اور وزن معلوم ہو مدت معلومہ تک۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، وَقَالَ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی نجیح نے حدیث بیان کی اور کہا: پس اس کو چاہیے کہ وہ کیل معلوم میں مدتِ معلومہ تک بیع سَلَم کرے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۲۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۴۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ، إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از عبداللہ بن ابی کثیر از ابی المنہال' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: کیل معلوم میں اور وزن معلوم میں مدتِ معینہ تک۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۲۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۴۲'۲۲۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ. ح. وَحَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ. حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ، أَوْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ، قَالَ اخْتَلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ، فَبَعَثُوْنِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ. وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزٰى، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن ابی المجالد۔ ح' اور ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از شعبہ از محمد بن ابی المجالد۔ ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد نے خبر دی یا عبداللہ بن ابی المجالد نے' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہما کا بیع سلف میں اختلاف ہوا' سو انہوں نے مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا' پس میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں گندم اور جَو اور انگور اور کھجور میں بیع سلم کرتے تھے' اور میں نے حضرت ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں اہل علم سے سوال کرنا چاہیے اور صحیح بات کو معلوم کرنے کے لیے اہل علم سے بحث کرنا جائز ہے۔

۳ - بَابُ السَّلَمِ إِلٰى مَنْ لَّيْسَ عِنْدَهٗ أَصْلٌ

جس کے پاس مُسلَم فیہ (بیع) کی اصل نہ ہو' اس سے بیع کرنا

اصل سے مراد اس چیز کی اصل ہے جس [illegible] کھیت ہیں اور پھلوں کی اصل درخت ہیں۔ امام

بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو چیز مبیع کی سپردگی کے وقت موجود نہ ہو اس میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔

۲۲۴۴، ۲۲۴۵ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِى الْمُجَالِدِ قَالَ بَعَثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ وَاَبُوْ بُرْدَةَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَا سَلْهُ هَلْ كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُوْنَ فِى الْحِنْطَةِ ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيْطَ اَهْلِ الشَّامِ فِى الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّيْتِ، فِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ. قُلْتُ اِلٰى مَنْ كَانَ اَصْلُهٗ عِنْدَهٗ؟ قَالَ مَا كُنَّا نَسْاَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ. ثُمَّ بَعَثَانِيْ اِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُوْنَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ نَسْاَلْهُمْ اَلَهُمْ حَرْثٌ اَمْ لَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی المجالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن شداد اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا' ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ ان سے یہ سوال کرنا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گندم میں بیع سلم کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ نے کہا: ہم اہل شام کے کاشت کاروں سے گندم' جَو اور زیتون کی کیلِ معلوم میں مدتِ معلومہ تک بیع سلم کرتے تھے' میں نے پوچھا: کیا اس کے پاس ان کی اصل (کھیت یا درخت) ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم اس کے متعلق ان سے سوال نہیں کرتے تھے' پھر ان دونوں نے مجھے حضرت عبدالرحمان بن ابزیٰ کے پاس بھیجا تو میں نے ان سے بھی یہ سوال کیا' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بیع سلم کرتے تھے اور ہم ان سے یہ سوال نہیں کرتے تھے کہ ان کا کھیت ہے یا نہیں؟

حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ مُجَالِدٍ بِهٰذَا، وَقَالَ فَنُسْلِفُهُمْ فِى الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ وَقَالَ وَالزَّيْتِ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ فِى الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ.

ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از شیبانی از محمد بن مجالد' یہی حدیث مروی ہے اور انہوں نے کہا: ہم گندم اور جَو میں بیع سلم کرتے تھے اور عبداللہ بن الولید نے کہا از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں شیبانی نے حدیث بیان کی اور کہا: اور زیتون کے تیل میں (بیع سلم) کرتے تھے۔ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از شیبانی اور کہا: گندم میں اور جَو میں اور کشمش میں (بیع سلم کرتے تھے)۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۴۲ کا مطالعہ کریں۔

اس حدیث میں اہل ذمہ سے خریداری کا ثبوت ہے اور کشمش اور زیتون کے تیل اور گھی میں بیع سلم کا ثبوت ہے۔

۲۲۴۶ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ قَالَ سَاَلْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتّٰى يُوْزَنَ. فَقَالَ الرَّجُلُ وَاَيُّ شَيْءٍ يُوْزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ اِلٰى جَانِبِهٖ حَتّٰى يُحْرَزَ. وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ اَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مِثْلَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۴۸-۲۲۵۰] (صحیح مسلم: ۱۵۳۷-۳۷۶۴' ۳ الرقم مسلسل: مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۹۳' مسند ابوداؤد والطیالسی: ۲۷۲۲' المعجم الکبیر: ۱۲۶۸۸' المجتبیٰ ج ۹ ص ۱۱۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۱۷۳-ج ۵ ص ۲۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوالبختری الطائی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں میں بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے درخت میں لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ وہ کھانے کے قابل ہو جائیں اور ان کا وزن کیا جا سکے' پس ایک شخص نے کہا: اور کس چیز کا وزن کیا جائے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: یعنی وہ پھل اندازہ لگانے کے قابل ہو جائیں' اور معاذ نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو' اور ابوالبختری نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا جس طرح اس حدیث میں ہے۔

وقت عقد سے لے کر مدت پوری ہونے تک جو چیز باقی نہ رہے' اس میں بیع سلم کے جواز میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

درخت پر پھلوں کا اندازہ لگانا' پھلوں کا کھانے کے قابل ہونا اور پھلوں کا وزن کیا جانا' یہ سب چیزیں اس سے کنایہ ہیں کہ پھل پک جائیں اور ان کی پختگی ظاہر ہو جائے' اس کا فائدہ یہ ہے کہ پھلوں میں مالک کے تصرف سے پہلے ان میں فقراء کا حق معلوم اور متعین ہو جائے۔

فقہاء احناف' ثوری اور اوزاعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بیع سلم صرف ان میں جائز ہے جو وقت عقد سے لے کر سپردگی کی مدت پوری ہونے تک لوگوں کے ہاتھوں میں موجود رہیں اور اگر درمیان میں کسی وقت بھی وہ منقطع ہو جائیں تو پھر ان میں بیع سلم جائز نہیں ہے' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور وغیرہم نے کہا ہے کہ جو چیزیں لوگوں کے ہاتھوں میں نہ رہیں لیکن مدت پوری ہونے تک وہ عموماً محفوظ رہتی ہوں تب بھی ان میں بیع سلم جائز ہے اور اگر وہ بالکل منقطع ہو جاتی ہوں تو پھر ان میں سلم جائز نہیں ہے۔

٤ - بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ

کھجور کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں میں بیع سلم کرنا

٢٢٤٧'٢٢٤٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَصْلُحَ وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ وَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابوالبختری' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں کے پھلوں میں بیع سلم کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا کہ درخت میں لگے ہوئے کھجوروں کی بیع سے منع کیا گیا ہے حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو

فِي النَّخْلِ، فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يُؤْكَلَ مِنْهُ أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ حَتّٰى يُوْزَنَ.

جائے اور میں نے چاندی کی نقد کے عوض ادھار بیع کے متعلق سوال کیا اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں میں لگی ہوئی کھجوروں کی بیع سلم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے درختوں کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے کھانے کے قابل ہو جائیں یا اس سے کھالیں یا ان کا وزن کیا جا سکے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۴۶، اور ۱۴۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۴۹، ۲۲۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَصْلُحَ، وَنَهٰى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَأْكُلَ، أَوْ يُؤْكَلَ، حَتّٰى يُوْزَنَ قُلْتُ وَمَا يُوْزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ حَتّٰى يُحْرَزَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی البختری، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں کے پھلوں میں بیع سلم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے، حتیٰ کہ وہ پک جائیں اور چاندی کی سونے کے عوض نقد کے بدلہ میں ادھار بیع سے منع فرمایا ہے اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے درخت کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ کھائے جائیں یا کھلائے جائیں یا ان کا وزن کیا جا سکے، میں نے پوچھا: ان کا وزن کیسے کیا جائے؟ تو اس شخص نے کہا، جو ان کے پاس تھا: حتیٰ کہ ان کا اندازہ کیا جا سکے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۸۶، اور ۲۲۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ الْكَفِيْلِ فِي السَّلَمِ

بیع سلم میں ضمانت دینا

۲۲۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِشْتَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِّنْ يَّهُوْدِيٍّ بِنَسِيْئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَّهُ مِنْ حَدِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار طعام (جو) خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ صراحت کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس میں عقد سَلَم کا ذکر نہیں ہے صرف ادھار بیع کا ذکر ہے اور بیع سلم بھی ادھار بیع ہوتی ہے ... عقد سلم کی جو شرائط ہیں وہ یہاں مذکور نہیں ہیں اور نہ اس

حدیث میں کسی کی ضمانت دینے کا ذکر ہے' پس زرہ گروی رکھنے کا ذکر ہے اور یہ بھی ایک قسم کی ضمانت ہے' سو ان بعید مناسبتوں کی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کا یہاں ذکر کر دیا ہے اور امام بخاری کی مناسبتیں اکثر اسی طرح ہوتی ہیں۔

٦ - بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ — بیع سلم میں کسی چیز کو گروی رکھنا

۲۲۵۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ اِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ حَدَّثَنِي الْاَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم ابراہیم کے پاس رہن میں ادھار کا ذکر کر رہے تھے تو انہوں نے کہا: مجھے اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدتِ معین تک ایک یہودی سے طعام خریدا اور لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح بھی ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی مناسبت باب کے ساتھ اس طرح ہے کہ سلم سے مراد عقد سلم نہ لیا جائے بلکہ ادھار بیع مراد لی جائے۔

٧ - بَابُ السَّلَمِ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ — مدتِ معین تک سَلَم کرنا

اس باب سے ان فقہاء کا رد کرنا مقصود ہے جو بیع سلم کو نقد بیع پر بھی محمول کرتے ہیں' اور یہ بعض شافعیہ کا قول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیع سلم مدتِ معین کے ادھار پر ہوتی ہے۔

وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ وَالْاَسْوَدُ وَالْحَسَنُ.

اور حضرت ابن عباس' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم اور اسود اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

امام بخاری نے یہاں پر چار تعلیقات ذکر کی ہیں' پہلی تعلیق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے' اس کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

ابوحسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جس بیع سلم کی مدتِ معین تک ضمانت ہوتی ہے' اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ. (البقرہ:۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۸۳' دار المعرفہ' بیروت)

دوسری تعلیق حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ہے' اس کی اصل یہ حدیث ہے:

نبیح' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اگر نرخ کے قائم ہونے پر سلم کو رکھا جائے تو وہ سود ہے' لیکن تم معین دراہم کے عوض معین کیل مقرر کر دو اور اس میں تم جتنا اضافہ کرنا چاہو کر دو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۴۹۔ ج ۸ ص ۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تیسری تعلیق اسود کی ہے' اس کے موافق اثر حسب ذیل ہے:

ابو اسحاق اسود سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سفیان سے طعام میں سلم کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیل (ناپ) معین مدت تک ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۴۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۳۰۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوتھی تعلیق حسن بصری کی ہے اس تعلیق کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ میں اس تعلیق سے واقف نہیں ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

لیکن انوار الٰہیہ کے فیض سے مجھ پر یہ تعلیق روشن ہو گئی اور وہ حسب ذیل ہے:

عبد الکریم نے بیان کیا کہ حسن بصری نے کہا کہ بیع سلم میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ معین کیل معین مدت کے لیے ہو۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۴۱۵۱ ج ۸ ص ۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسِعْرٍ مَّعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ، مَا لَمْ يَكُ ذٰلِكَ فِي زَرْعٍ لَّمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس طعام کی بیع سلم میں کوئی حرج نہیں ہے جس کا نرخ معلوم اور معین ہو اور اس کی مدت بھی معلوم اور معین ہو جب تک کہ وہ طعام ایسے کھیت میں نہ ہو جس میں غلہ کا پکنا ظاہر نہ ہوا ہو۔

یہ تعلیق اسی طرح موطأ امام مالک کتاب البیوع باب: ۲۱ حدیث: ۴۹ میں مذکور ہے۔

۲۲۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ أَسْلِفُوا فِي الثِّمَارِ فِي كَيْلٍ مَّعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، وَقَالَ فِي كَيْلٍ مَّعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُومٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از عبد اللہ بن کثیر از ابی المنہال از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے اور وہاں کے لوگ پھلوں میں دو سال اور تین سال کی مدت تک بیع سلم کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: تم پھلوں میں معین کیل (ناپ) اور معین مدت تک بیع سلم کرو اور عبد اللہ بن الولید نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے حدیث بیان کی اور کہا: کیل معلوم میں اور وزن معلوم میں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۵۴، ۲۲۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ قَالَ أَرْسَلَنِي أَبُو بُرْدَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى، فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ، فَقَالَا كُنَّا نُصِيبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از سلیمان شیبانی از محمد بن ابی مجالد انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابو بردہ اور حضرت عبد اللہ بن شداد نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابزیٰ اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم کی طرف بھیجا پس میں نے ان سے بیع سلف کے متعلق پوچھا انہوں نے

وَسَلَّمَ ، فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِّنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ، فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى، قَالَ قُلْتُ أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ، أَوْ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ زَرْعٌ؟ قَالَا مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غنیمتوں کو حاصل کرتے تھے پس ہمارے پاس شام کے کسانوں میں سے کسان آئے' ہم ان سے گندم' جو اور کشمش میں مدت معین تک بیع سلم کرتے' راوی نے پوچھا: آیا ان کے کھیت سے یہ پیداوار تھی یا نہیں؟ انہوں نے کہا: ہم ان سے اس کے متعلق سوال نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۴۲ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ

بیع سلم میں اونٹنی کے بچہ جننے تک کی مدت مقرر کرنا

۲۲۵۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ، فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ. فَسَّرَهُ نَافِعٌ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ (زمانۂ جاہلیت میں) عرب اونٹ کو اس مدت تک کے لیے فروخت کرتے تھے کہ جب حمل کا حمل ہو جائے' پس نبی ﷺ نے اس سے منع فرمادیا' نافع نے حمل کے حمل کی یہ تفسیر کی ہے کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے' وہ پیدا ہونے کے بعد بچہ جنے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۳ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب السلم'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین. والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد سیّد المرسلین. آج یکم صفر ۱۴۲۹ھ/ ۹ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز ہفتہ ''کتاب السلم'' کی تکمیل ہوگئی۔ الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرادی' صحیح البخاری کی بقیہ کتب کی بھی تکمیل کرادیں اور میری' میرے والدین کی اور نعمۃ الباری کے قارئین اور معاونین کی اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرما دیں۔

''کتاب السلم'' میں ۳۱' احادیث ہیں' ان میں سے چار احادیث معلق ہیں اور باقی موصول ہیں' ان میں سے خالص احادیث پانچ ہیں اور بقیہ مکرر ہیں' اور اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے چھ آثار ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۶ - کِتَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ کا بیان

لغت میں لفظ ''شُفْعَة'' کے اشتقاق میں اختلاف ہے اور اس میں کئی اقوال ہیں' یہ ''ضم'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ملانا ہے کیونکہ شفعہ کرنے والا اپنے مکان کو فروخت کرنے والے کے مکان سے ملاتا ہے' یا زیادۃ' یا تقویت یا اعانت سے ماخوذ ہیں اور ان سب کی مناسبت ہے' یا شفاعت سے ماخوذ ہے' اس کی مناسبت زیادہ واضح ہے کیونکہ مجرم اپنے ساتھ شفاعت کرنے والے کو ملاتا ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ لفظ شرعی ہے اور عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتانے سے پہلے اس کا معنی نہیں جانتے تھے' جیسا کہ وہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا معنی پہلے نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ شارع علیہ السلام نے بتایا کہ عبادتِ مخصوصہ کی اس کیفیت کو صلوٰۃ کہتے ہیں جس میں قیام' رکوع' سجود' قعود' قرآن مجید کی تلاوت' تسبیحات' اذکار' درود اور دُعا ہے' اور زکوٰۃ کا معنی ہے: نصابِ مخصوص پر سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ کسی غیر ہاشمی فقیر کو ادا کرنا اور شفعہ کا معنی ہے: ایک آدمی اپنا حصہ اپنے صاحب کے حصہ کے ساتھ ملائے۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے: شریک یا پڑوسی کی زمین پر عوض کے ساتھ زبردستی ملکیت حاصل کرنا' دوسری تعریف ہے: ثمن مثل دے کر جبراً خریدار سے اس کی زمین حاصل کرنا' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ خریدار کو اس کا معاوضہ دے کر اس سے جبراً زمین کا ٹکڑا حاصل کرنا شفعہ ہے۔ دوسری تعریف یہ ہے کہ شرکت یا پڑوس کی بناء پر خریدی ہوئی زمین کے ٹکڑے کو شفیع کا اپنی زمین کے ساتھ ملانا۔

ابوبکر اصم کے علاوہ تمام فقہاء شفعہ کے مشروع ہونے پر متفق ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱ - بَابُ اَلشُّفْعَةُ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فَلَا شُفْعَةَ

شفعہ کا حق غیر منقسم جائیداد میں ہے' حد بندی کے بعد شفعہ کا حق نہیں رہتا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شفعہ کا حق اس جائیداد میں ہے' جو غیر منقسم ہو اور جب کسی زمین کی حدود پھیر دی جائیں اور معین کر دی جائیں تو پھر اس میں شفعہ کا حق نہیں ہے۔

۲۲۵۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ

بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم جائیداد میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا' پس جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے پھیر دیے جائیں تو پھر کسی کو شفعہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

شفعہ کے مبحث میں علامہ کرمانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ شفعہ شریک کے لیے ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ شفعہ پڑوسی کے لیے ہوتا ہے اور یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۰ ص ۹۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! یہ بہت عجیب کلام ہے! کیونکہ امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا کہ شفعہ صرف پڑوسی کے لیے ہوتا ہے بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ شریک کے لیے پہلے نفس مبیع میں شفعہ ہوتا ہے' پھر مبیع کے حق میں شفعہ ہوتا ہے' پھر ان دونوں چیزوں کے بعد پڑوسی کے لیے شفعہ کا حق ہوتا ہے' پھر یہ حدیث ان کے خلاف کیسے حجت ہوگی؟ یہ حدیث ان کے خلاف اس وقت حجت ہوتی جب وہ شریک کے لیے شفعہ کے حق پر عمل نہ کرتے اور وہ شریک کے لیے پہلے شفعہ کے حق پر عمل کرتے ہیں اور اس کے بعد پڑوسی کے لیے شفعہ کے حق پر عمل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

پڑوسی کے شفعہ کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۵۸' سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶' سنن نسائی: ۴۷۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵' مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۸)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حق دار ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۱۷' سنن ترمذی: ۱۳۶۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے پڑوس میں شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے' اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے گا جب کہ ان کا راستہ ایک ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۱۸' سنن ترمذی: ۱۳۶۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۴)

۲ - بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ

شفعہ کے مستحق کے سامنے فروخت کرنے سے پہلے شفعہ کو پیش کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایک شریک نے شفعہ کے مستحق کے سامنے شفعہ کو پیش کر دیا تو آیا اس کا شفعہ کا حق باطل ہوگا یا نہیں؟

وَقَالَ الْحَكَمُ إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ.

اور حکم نے کہا: جب شفعہ کے مستحق نے فروخت سے پہلے اجازت دے دی تو اب اس کا شفعہ کا حق نہیں رہا۔

اس تعلیق کے موافق یہ اثر ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ جب شفعہ کے حق دار نے خریدار کو خریدنے کی اجازت دے دی' پس اس نے خرید لیا تو اب اس کے شفعہ کرنے کا حق نہیں رہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یعنی جب ایک شریک نے اپنے صاحب کو اس کا حصہ فروخت کرنے سے پہلے فروخت کرنے کی اجازت دے دی تو اب اس کا شفعہ کرنے کا حق ساقط ہو گیا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ سفیان کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک نے ان دونوں کی مخالفت کی ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ جب شفعہ کے حق دار نے اپنے شریک کو اس کا حصہ فروخت کرنے کی اجازت دے دی' پھر اس نے اس سے رجوع کر لیا اور اپنے شریک سے شفعہ کا مطالبہ کیا تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: اب اس کو شفعہ کا حق نہیں ہے' یہ حسن بصری' ثوری' ابو عبید اور محدثین کی ایک جماعت کا موقف ہے' اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ اگر ایک شریک نے اپنا حصہ فروخت کرنے سے پہلے اس پر پیش کیا اور اس نے اس کو خریدنے سے انکار کر دیا' پھر اس شریک نے اس کو فروخت کر دیا' پھر شفعہ کے مستحق نے اس پر شفعہ کا ارادہ کیا تو اس کے لیے شفعہ کرنا جائز ہے' یہ امام مالک اور فقہاء کوفہ کا قول ہے اور امام احمد سے بھی اسی طرح ایک روایت ہے اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ امام شافعی کے مذہب کے مشابہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بِيعَتْ شُفْعَتُهُ، وَهُوَ شَاهِدٌ لَّا يُغَيِّرُهَا، فَلَا شُفْعَةَ لَهُ.

اور شعبی نے کہا: جب شفعہ کے حق دار کے سامنے اس کا حصہ فروخت کیا گیا اور اس نے اس بیع پر اعتراض نہیں کیا تو پھر حق شفعہ باقی نہیں رہا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲۰۴ (مجلس علمی' بیروت) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۵۷ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

۲۲۵۸ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ قَالَ وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى إِحْدَى مَنْكِبَيَّ، إِذْ جَاءَ أَبُوْ رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا سَعْدُ ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي دَارِكَ، فَقَالَ سَعْدٌ وَّاللّٰهِ مَا ابْتَاعُهُمَا، فَقَالَ الْمِسْوَرُ وَاللّٰهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا، فَقَالَ سَعْدٌ وَّاللّٰهِ لَا أَزِيْدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ مُّنَجَّمَةٍ أَوْ مُقَطَّعَةٍ، قَالَ أَبُوْ رَافِعٍ لَقَدْ أُعْطِيتُ بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِيْنَارٍ، وَلَوْ لَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ. مَا أَعْطَيْتُكَهَا بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ وَأَنَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِيْنَارٍ، فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ. [اطراف الحدیث: ۶۹۷۷-۶۹۷۸-۶۹۸۰-۶۹۸۱] (سنن ابو داؤد: ۳۵۱۶' سنن نسائی: ۴۷۱۶' سنن ابن

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن میسرہ نے خبر دی از عمرو بن الشرید' انہوں نے کہا: میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہوا تھا' اسی اثناء میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے اپنا ہاتھ میرے ایک کندھے پر رکھا' اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے کہا: اے سعد! تم مجھ سے اپنی حویلی کے دو گھر خرید لو' حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان دو گھروں کو نہیں خریدوں گا' حضرت مسور نے کہا: اللہ کی قسم! تم ان دو گھروں کو ضرور خرید لو' تب حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! میں تم کو ان گھروں کے عوض چار ہزار درہم سے زیادہ نہیں دوں گا خواہ قسط وار دوں خواہ یک مشت' حضرت ابو رافع نے کہا: مجھے ان گھروں کے عوض پانچ سو دینار مل رہے ہیں' اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے پڑوس کی وجہ سے خریدنے کا

ماجہ:۲۴۹۵'مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۸)

زیادہ حق دار ہے تو میں تم کو یہ چار ہزار درہم کے عوض فروخت نہ کرتا جب کہ مجھ کو ان کے عوض پانچ سو دینار مل رہے ہیں' پھر انہوں نے حضرت سعد کو وہ گھر فروخت کر دیئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مکی بن ابراہیم بن بشیر بن فرقد الحنظلی البلخی (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) ابراہیم بن میسرہ (۴) عمرو بن الشرید' یہ حجازی تابعی ثقہ ہیں' ان کے والد حضرت الشرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں' حدیبیہ میں حاضر تھے (۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۶) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ' ان کا نام اسلم ہے' یہ قبطی تھے' یہ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے' پھر انہوں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیا' پھر جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی نوید سنائی تو آپ نے ان کو آزاد کر دیا' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۵)

حدیث کی باب کے ساتھ مصنف کی بیان کردہ مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: حضرت ابورافع نے کہا: اے سعد! تم مجھ سے اپنی حویلی کے دو گھر خرید لو۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ایک پڑوسی نے اپنے گھر دوسرے پڑوسی کو خریدنے کے لیے پیش کیے اور یہی فقہاء احناف کی دلیل ہے کہ دیگر لوگوں کی بہ نسبت پڑوسی اپنے پڑوس کی وجہ سے خریدنے کا اور شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ان گھروں کے عوض پانچ سو دینار مل رہے ہیں اور میں تم کو یہ گھر چار ہزار دینار کے عوض اس لیے دے رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ پڑوسی اپنے پڑوس کی وجہ سے شفعہ کا اور خریدنے کا زیادہ حق دار ہے' سو یہ فقہاء احناف کی دلیل ہے۔

حدیث کی باب کے ساتھ علامہ عینی کی بیان کردہ مناسبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت میں یہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں ایک شریک کا اپنے شریک کو خریدنے کی پیش کش کرنا ہے تاکہ وہ بیع ہونے سے پہلے شفعہ کر سکے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی بیان کردہ مناسبت کا تسامح

علامہ عینی کا یہ لکھنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابورافع اس حویلی کے گھروں میں حضرت سعد کے پڑوسی تھے' شریک نہیں تھے کیونکہ انہوں نے استدلال میں پڑوس کا ذکر کیا نہ کہ شرکت کا' نیز شرکت مشاع اور غیر متمیز حصوں میں ہوتی ہے اور یہاں ان کے گھر الگ الگ تھے' مشاع اور غیر متمیز نہیں تھے' حیرت ہے کہ علامہ عینی نے اس حدیث کی مناسبت میں وہ بات لکھی ہے جو احناف کے خلاف ہے اور شوافع کی مؤید ہے' حالانکہ علامہ عینی نہ صرف حنفی ہیں بلکہ احناف کے زبردست وکیل ہیں' جیسا کہ ان کی بعد کی شرح سے ظاہر ہو رہا ہے۔

حدیث مذکور سے فقہاء شافعیہ کا پڑوسی سے شریک مراد لینا اور علامہ عینی کا اس پر رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق ہے' فقہاء شافعیہ نے اس

حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث میں پڑوسی سے مراد شریک ہے کیونکہ حضرت ابورافع' حضرت سعد کے ان دو گھروں میں شریک تھے' اسی وجہ سے انہوں نے ان کو ان دو گھروں کے خریدنے کی دعوت دی' فقہاء شافعیہ کی یہ تاویل اس لیے مردود ہے کہ اس حدیث میں یہ صراحت سے مذکور ہے کہ حضرت ابورافع' حضرت سعد کی حویلی کے ان دو گھروں کے مالک تھے اور یہ دو گھر ان کو فروخت کرنا چاہتے تھے اور چونکہ باقی گھروں میں حضرت سعد ان کے پڑوسی تھے' اس لیے ان کو خریدنے کی پیش کش کی اور کم قیمت ملنے کے باوجود ان کو یہ دو گھر فروخت کر دیئے' اس حدیث میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ حضرت ابورافع اس حویلی کے کسی غیر ممتاز اور غیر متمیز حصہ میں حضرت سعد کے شریک تھے' اور عمر بن شبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد کے دونوں گھر ایک دوسرے کے بالمقابل تھے اور ان کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ تھا' اور اس حویلی کے گھروں میں جو دو گھر مسجد کی دائیں جانب تھے' وہ حضرت ابورافع کے تھے جن کو حضرت سعد نے حضرت ابورافع سے خرید لیا تھا۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابورافع' حضرت سعد کے پڑوسی تھے' ان کے شریک نہیں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳- بَابٌ اَیُّ الْجِوَارِ اَقْرَبُ — کون سا پڑوسی زیادہ قریب ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب پڑوس میں کئی گھر ہوں تو کس پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق ہے؟

۲۲۵۹- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح). وَحَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ، فَاِلٰی اَیِّهِمَا اُهْدِیْ؟ قَالَ اِلٰی اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

[اطراف الحدیث: ۲۵۹۵-۶۰۲۰] (سنن ابوداؤد: ۵۱۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' ح' اور مجھے علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمران نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے طلحہ بن عبداللہ سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں' میں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ آپ نے فرمایا: ان میں سے جس کے گھر کا دروازہ تمہارے زیادہ قریب ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال سلمی انماطی (۲) شعبہ بن حجاج (۳) علی بن عبداللہ (۴) شبابہ بن سوار الفزاری ابوعمرو (۵) ابوعمران' ان کا نام عبدالملک بن حبیب ہے (۶) طلحہ بن عبداللہ بن عثمان بن عبید اللہ (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۸-۱۰۷)

پڑوسی کے گھر کا ملا ہوا ہونا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفعہ کی شرط ہے' اس پر ابن منذر کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پڑوسی کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے کہ جس کا گھر ملا ہوا نہ ہو' اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے خروج کیا اور کہا کہ جو پڑوسی ملا ہوا ہو' جب وہ شفعہ کو ترک کر دے اور دوسرا پڑوسی جس کی حد اور راستہ معین نہیں ہوا' وہ شفعہ کو طلب کرے تو اس کے لیے شفعہ کا حق نہیں ہوگا اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے اپنے

پڑوسیوں کے لیے وصیت کی تو اس کی وصیت سے ان پڑوسیوں کو بھی دیا جائے گا جن کے گھر اس سے ملے ہوئے ہیں اور ان کو بھی دیا جائے گا جن کے گھر اس کے گھر سے ملے ہوئے نہیں ہیں اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی وصیت سے صرف ان پڑوسیوں کو دیا جائے گا جن کے گھر اس کے گھر سے ملے ہوئے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کی فہم بہت دقیق ہے انہوں نے یہ دیکھا کہ شفعہ کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ خارجی اذیت کو دور کیا جائے اس لیے انہوں نے شفعہ کے حق میں اس کو مقدم کیا جو نفس بیع میں شریک ہو پھر اس کے بعد اس کو رکھا جو حق بیع میں شریک ہو پھر اس کے بعد پڑوسی کو رکھا اور شفعہ کے منع کرنے سے صرف اسی پڑوسی کو ضرر لاحق ہوگا جس کا گھر ملا ہوا ہو کیونکہ ان کی دیوار اور لکڑی کے ستون ملے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے انہوں نے اسی پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق دیا ہے جس کا گھر ملا ہوا ہو اور وصیت میں بھی انہوں نے ان پڑوسیوں کا اعتبار کیا ہے جن کے گھر ملے ہوئے ہوں کیونکہ ان ہی کو عرف میں پڑوسی کہا جاتا ہے اور دیگر علماء کے مذہب میں بہت مشکلات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۸)

امام بخاری نے پڑوسی کے حق شفعہ کی بحث میں اس حدیث کی روایت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے کہ پڑوسی شفعہ کر سکتا ہے۔

''کتاب الشفعۃ'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین. والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین. آج ۲ صفر ۱۴۲۹ھ/ ۱۰ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز اتوار ''کتاب الشفعۃ'' کی تکمیل ہوگئی' الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرادی ہے' صحیح بخاری کی بقیہ کتب کی بھی تکمیل کرادیں اور میری' میرے والدین کی' میرے قارئین کی اور سب مؤمنین کی مغفرت فرمادیں۔ (آمین)

''کتاب الشفعۃ'' میں تین احادیث موصولہ ہیں' ان میں سے پہلی حدیث مکرر ہے' ان کے علاوہ دو تعلیقات ہیں جو آثار پر مشتمل ہیں' ان کے علاوہ حضرت ابورافع اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے قصہ کا بھی اثر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۳۷ - كِتَابُ الْإِجَارَةِ

اجرت کے عوض کسی سے کام لینے کا بیان

''اجارۃ'' کا لغوی معنی ہے: کسی سے اجرت پر کام لینا' اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: عوض کے ساتھ منافع کا عقد کرنا یا عوض لے کر منافع کا مالک بنانا یا اجرتِ معینہ کے عوض منفعتِ معینہ کی بیع کرنا۔

١ - بَابٌ فِي اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ — اجرت کے عوض نیک مرد کو کام پر لگانا

اس عنوان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحب زادی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ۝﴾ (القصص:٢٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بے شک آپ جس کو اجرت پر رکھیں گے اس میں بہترین وہی ہے جو طاقت ور اور ایمان دار ہو۝ (القصص:۲۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر مدین پہنچے' وہاں انہوں نے دیکھا کہ کنویں سے پانی نکالنے والوں کی بہت بھیڑ ہے اور کنویں کی نچلی جانب دو لڑکیاں کھڑی تھیں جو سب لوگوں کے پانی نکالنے کے بعد پانی نکالتی تھیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے پانی نکال دیا' یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں' انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اجرت پر رکھ لیں' حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں' اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا' اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا' آپ ان شاء اللہ! مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۝ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے' میں نے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ نگہبان ہے۝ (اس کی تفصیل تبیان القرآن میں' القصص:۲۸-۲۶ کی تفسیر میں مذکور ہے)

وَالْخَازِنُ الْأَمِينُ' وَمَنْ لَّمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ أَرَادَهُ.

اور خازن اور امین اور جو منصب کا ارادہ کرے' اس کو منصب نہ دیا جائے۔

اس عنوان کے دو جز ہیں' پہلے جز کے متعلق پہلی حدیث ہے اور دوسرے جز کے متعلق دوسری حدیث ہے۔

٢٢٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی بردہ

عَنْ اَبِيْهِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَازِنُ الْاَمِيْنُ الَّذِيْ يُؤَدِّيْ مَا اُمِرَ بِهٖ طَيِّبَةً نَفْسُهٗ، اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا حضرت ابوبردہ نے خبر دی از والد خود حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خازن امین وہ ہے جس کو جو حکم دیا جائے وہ اس کو خوشی سے بجالائے' وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَقْبَلْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيْ رَجُلَانِ مِنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ، فَقُلْتُ مَا عَلِمْتُ اَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، فَقَالَ لَنْ اَوْ لَا. نَسْتَعْمِلُ عَلٰى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۳۰۳۸-۴۳۴۱-۴۳۴۳-۴۳۴۴-۶۱۲۴-۶۹۲۳-۷۱۴۹-۷۱۵۶-۷۱۵۷-۷۱۷۲]

(صحیح مسلم: ۱۷۳۳' الرقم المسلسل: ۴۶۱۱' سنن ابوداؤد: ۴۳۵۴-۳۵۷۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از قرۃ بن خالد' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن ہلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبردہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میرے ساتھ دو اشعری مرد تھے' پس میں نے کہا: مجھے نہیں علم تھا کہ یہ منصب کو طلب کریں گے' پس آپ نے فرمایا: ہم اس شخص کو منصب نہیں دیں گے جو منصب کے حصول کا ارادہ کرے گا۔

ازخود منصب کو طلب کرنا حرام ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ چونکہ منصب کو طلب کرنا حرص پر دلالت کرتا ہے' اس لیے جو شخص کسی منصب کی طلب پر حریص ہو' اس پر واجب ہے کہ وہ منصب کی طلب نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۲۳)

علامہ قرطبی متوفی ۶۵۸ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طلب منصب سے منع فرمایا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ منصب کو طلب کرنا حرام ہے' جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے دو ساتھیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا اور ان کی حرص کی وجہ سے ان کو منصب نہیں دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ کو منصب سونپ دیا' جو طلب منصب پر حریص نہیں تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

موجودہ طریقہ انتخاب کی اصلاح

آج کل قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے جو انتخابات ہوتے ہیں' ان میں ہر سیاسی پارٹی کے امیدوار' پارٹی سے ٹکٹ لے کر قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے لیے ووٹ طلب کرتے ہیں' اسی طرح آزاد امیدوار ازخود کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی تعریف وتوصیف کر کے قوم سے ووٹ مانگتے ہیں' مذکور الصدر حدیث کی روشنی میں یہ بالکل غلط طریقہ ہے اور ناجائز ہے' اس کی اصلاح اس طرح ہو سکتی ہے کہ امیدوار ازخود اپنے لیے ووٹ طلب نہ کرے بلکہ جس پارٹی کے ٹکٹ پر وہ الیکشن لڑ رہا ہے' وہ پارٹی اس کی کنویسنگ کرے اور کہے کہ ہمارے فلاں فلاں نمائندہ کو ووٹ دیئے جائیں۔

۲ - بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلٰى قَرَارِيْطَ
چند قیراط کی اجرت پر بکریاں چرانا

اس باب کے عنوان میں ''قراریط'' کا لفظ ہے' یہ قیراط کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: دینار کا چوبیسواں حصہ۔

۲۲٦۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ جَدِّهٖ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ. فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ؟ فَقَالَ نَعَمْ، كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ. (سنن ابن ماجہ: ۲۱۴۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد المکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از جد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس نے بکریاں چرائی ہیں' آپ کے اصحاب نے پوچھا: آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن الولید الازرقی (۲) عمرو بن یحییٰ بن سعید (۳) ان کے دادا سعید بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۱۳)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بکریاں چرانے کی حکمت اور مصلحت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی عمر میں بکریاں چرائی تھیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابن اسحاق اور علامہ واقدی کی تصنیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر شریف بیس سال تھی۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کی حکمت کیا تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بکریوں کی حفاظت اور نگہبانی کرا کر امت کی حفاظت اور نگہبانی کی تربیت دینا اور نبوت کی تمہید مقصود تھی اور بکریوں کی تخصیص اس لیے تھی کہ وہ دوسرے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ اطاعت شعار ہوتی ہے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اپنی بکریاں چرانے کا ذکر فرمایا' اس کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے رب کے سامنے تواضع کا اظہار مقصود تھا حالانکہ آپ اپنے رب کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مکرم تھے اور اپنی امت کو اس پر متنبہ کرنا تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے رب کے سامنے تواضع کریں اور تکبر کرنے سے اجتناب کریں خواہ ان کو دنیا کا سب سے بڑا مرتبہ حاصل ہو' اور نیز آپ نے بکریاں چرا کر انبیاء سابقین علیہم السلام کی سنت کی پیروی کی۔

ابن حزم بیان کرتے ہیں کہ اونٹ والوں اور بکریوں والوں نے ایک دوسرے کے سامنے اظہار فخر کیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور وہ بکریاں چرانے والے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور وہ بکریاں چرانے والے تھے اور مجھے مبعوث کیا گیا اور میں اپنے گھر والوں کے لیے اجیاد میں بکریاں چراتا تھا۔
(السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۶۲۔ ج ۱۰ ص ۱۷۲' الادب المفرد: ۵۷۷)

۳ - بَابُ اِسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِيْنَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ، اَوْ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ اَهْلُ الْاِسْلَامِ
جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو ضرورت کی وجہ سے مشرکین کو اجرت پر طلب کرنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ظاہر کیا ہے کہ بغیر ضرورت کے مشرکین سے اجرت پر کام کرانا جائز نہیں ہے۔

وَعَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ... اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے مزارعت پر معاملہ

خیبر.

کیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث، صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے اور عنقریب صحیح البخاری: ۲۳۲۸ میں آئے گی۔

اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے خیبر میں اس وقت مزارعت پر معاملہ کیا تھا جب مسلمانوں میں سے کوئی اس کا اہل نہیں تھا۔

۲۲۶۳ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَاسْتَاْجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا مِّنْ بَنِي الدِّيْلِ، ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ، هَادِيًا خِرِّيْتًا اَلْخِرِّيْتُ اَلْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْ غَمَسَ يَمِيْنَ حِلْفٍ فِيْ اٰلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ، وَهُوَ عَلٰى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَاَمِنَاهُ فَدَفَعَا اِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا، وَوَعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَاَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صَبِيْحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ، فَارْتَحَلَا، وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ، وَالدَّلِيْلُ الدِّيْلِيُّ، فَاَخَذَ بِهِمْ، وَهُوَ طَرِيْقُ السَّاحِلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک مرد کو اجرت پر رکھا، جو بنو عبد بن عدی کے خاندان سے تھا، اس کا تقرر بہ طور ماہر رہبر کے کیا تھا۔ ''خِرِّیت'' کا معنی ہے: وہ شخص جو رہبری کا ماہر ہو اس نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈبو کر عاص بن وائل کے خاندان سے معاہدہ کیا تھا اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس پر اعتماد تھا، سو انہوں نے اپنی اونٹنیاں اس کو دے دیں اور اس سے تین راتوں کے بعد غارِ ثور پر ملاقات کا وعدہ کیا، سو وہ شخص ان کے پاس تیسری رات کی صبح کو آ گیا، پس ان دونوں نے سفر کیا اور ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ اور وہ دیلی راہبر روانہ ہوئے، وہ شخص آپ کو ساحل کے راستہ سے لے کر چلا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۶۴ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں، جن کا وہاں ذکر نہیں کیا گیا تھا:

بنوالدیل کے مرد کا اور عامر بن فہیرہ کا تعارف اور غارِ ثور کا ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بنوالدیل کے ایک مرد کا ذکر ہے، امام ابن اسحاق اور امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس مرد کا نام عبد اللہ بن ارقم تھا۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ اس شخص نے اپنے ہاتھ پانی میں ڈبو دیئے تھے، عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی شخص پختہ قسم کھانے کا ارادہ کرتا تو اپنے ہاتھ پانی میں ڈبو کر قسم کھاتا تھا۔

اس میں غارِ ثور کا ذکر ہے، ثور کا معنی: بیل ہے، ثور نام کا ایک پہاڑ مکہ کے نشیب میں ہے اور اس میں وہ غار ہے جس میں ہجرت کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین راتیں گزاری تھیں۔

اس میں عامر بن فہیرہ کا ذکر ہے، یہ ایک سیاہ رو شخص تھے اور طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے، پھر ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں جانے سے پہلے یہ مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے آپ کے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کے ساتھ ہجرت کی تھی۔

راستہ دکھانے کے لیے مشرک کو اجرت پر رکھنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان راستہ دکھانے کے لیے کافر کو اجرت پر رکھ سکتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معین ایام کے لیے عمل سے پہلے اجرت کا عقد کیا جا سکتا ہے' امام مالک اور ان کے اصحاب نے یہ اجازت دی ہے کہ عمل سے ایک دن یا دو دن پہلے اجرت کا عقد کیا جا سکتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب مشرک پر اعتماد ہو تو اس کو اپنا راز بتایا جا سکتا ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرک پر اعتماد کر کے اس کو ہجرت کے متعلق بتا دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۱۷۔۱۱۶ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ، وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ

کسی مزدور کو اس شرط پر رکھنا کہ اس کو تین دن یا ایک مہینہ یا چھ ماہ یا ایک سال کے بعد کام کرنا ہوگا اور جب وہ وقت آ جائے تو دونوں اپنی شرط پر قائم رہیں

٢٢٦٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيلِ، هَادِيًا خِرِّيتًا، وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا، وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَأَتَاهُمَا، بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل' ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک مرد کو اجرت پر رکھا' جو بہت ماہر راستہ دکھانے والا تھا اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا' پس آپ دونوں نے اس کو اپنی اونٹنیاں دے دیں اور اس سے عہد لیا کہ وہ تین دن بعد غار ثور پر ان اونٹنیوں کو لے آئے تو وہ شخص ان دونوں کے پاس تیسرے دن کی صبح کو آ گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ فرمائیں۔

٥ - بَابُ الْأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ

غزوہ میں کسی کو اجرت پر رکھنا

٢٢٦٥ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي، فَكَانَ لِي أَجِيرٌ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از صفوان بن یعلیٰ از حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میرے نزدیک وہ میرا سب سے زیادہ اعتماد والا عمل تھا' میرا ایک مزدور

فَعَضَّ اَحَدُهُمَا اِصْبَعَ صَاحِبِهٖ، فَانْتَزَعَ اِصْبَعَهٗ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ، فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ، وَقَالَ اَفَيَدَعُ اِصْبَعَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا قَالَ اَحْسِبُهٗ قَالَ كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ.

وہ ایک شخص سے لڑ پڑا اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی انگلی اپنے دانتوں میں چبالی' دوسرے نے اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت بھی ٹوٹ کر گر گئے' اس نے جا کر نبی ﷺ سے شکایت کی تو آپ نے اس کے دانتوں کا کوئی تاوان لازم نہیں کیا' اور فرمایا: کیا وہ اپنی انگلی تمہارے منہ میں چبانے کے لیے چھوڑ دیتا' میرا گمان ہے' آپ نے فرمایا: جس طرح اونٹ چباتا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۸۴۸ کا مطالعہ کریں تاہم بعض ضروری اُمور کا ذکر کیا جا رہا ہے:

ہاتھ چھڑانے کی وجہ سے دانتوں کے تاوان میں مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹ لے اور وہ شخص اپنا ہاتھ کھینچ لے اور دوسرے شخص کے دانت ٹوٹ کر گر جائیں تو ہاتھ کھینچنے والے پر اس کے دانتوں کا کوئی تاوان نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ اس کے دانتوں کا کوئی قصاص نہیں ہے' تاہم ضمان میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: اس پر دانتوں کا کوئی ضمان بھی نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے اس پر دانتوں کا ضمان یا ان کی دیت کو لازم کیا ہے' یہ حدیث ان پر حجت ہے۔ امام مالک نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے یا اس حدیث کی تاویل کی کہ اس شخص کے دانت پہلے ہی ہل رہے تھے' اس لیے نبی ﷺ نے اس کا کوئی تاوان لازم نہیں کیا' لیکن یہ تاویل درست نہیں ہے کیونکہ کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور صحیح بخاری کی حدیث کو بلا دلیل ضعیف کہنا بھی مردود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۲۰)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ایک شخص کو مزدور رکھنے کا ذکر ہے۔

۲۲۶۶ - قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَّحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ جَدِّهٖ، بِمِثْلِ هٰذِهِ الصِّفَةِ اَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ، فَاَهْدَرَهَا اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از جد خود' اسی صفت کی مثل کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹا اور (اس کی وجہ سے) اپنے دانت گرا دیئے تو حضرت ابوبکر نے اس کے دانتوں کا تاوان نہیں دلوایا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابُ مَنِ اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْاَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُ الْعَمَلَ

کسی شخص کو مدتِ معینہ کے لیے اجرت پر رکھنا اور اس کو کام نہ بتانا

لِقَوْلِهٖ ﴿اِنِّیْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَيْنِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ (القصص: ۲۸_۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا:) میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں' اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا' آپ ان شاء اللہ مجھے

نیک لوگوں میں سے پائیں گے ○ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے میں نے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہو گی اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ نگہبان ہے ○ (القصص: ۲۸-۲۷)

ان آیتوں سے اس باب کے عنوان پر وجہ استدلال یہ ہے کہ اس قصہ میں حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نہیں بتایا تھا کہ آپ کو اس مدت میں کیا کام کرنا ہو گا؟ اور اجرت بتا دی تھی کہ اس کے معاوضہ میں میں اپنی ایک بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں گا اور مدت بھی بتا دی تھی کہ آپ کو آٹھ سال یا دس سال میرا کام کرنا ہو گا۔

يَاْجُرُ فُلَانًا يُعْطِيهِ أَجْرًا، وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ أَجَرَكَ اللّٰهُ.

''یاجر فلانا'' کا معنی ہے: وہ اس کو اجر دے گا' اسی سے تعزیت کرنے میں ماخوذ ہے کہ اللہ تمہیں اجر دے گا۔

امام بخاری کا اس سے مقصود ہے: ''تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ'' (القصص: ۲۷) کی تفسیر کرنا اور اس سے تعزیت میں کہا جاتا ہے: اللہ تمہیں اجر دے گا۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ آپ اجرت پر میرا کام کرنے والے ہو جائیں۔

۷ - بَابٌ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا عَلٰى أَنْ يُّقِيمَ حَائِطًا يُّرِيدُ أَنْ يَّنْقَضَّ جَازَ

کسی شخص کو اس لیے اجرت پر رکھنا جائز ہے کہ وہ گرتی ہوئی دیوار کو درست کر دے

۲۲۶۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ، وَغَيْرُهُمَا قَالَ قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُّرِيدُ أَنْ يَّنْقَضَّ قَالَ سَعِيدٌ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَاسْتَقَامَ. قَالَ يَعْلٰى حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قَالَ فَمَسَحَهٗ بِيَدِهٖ فَاسْتَقَامَ ﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ○﴾ (الكهف: ۷۷) قَالَ سَعِيدٌ أَجْرًا نَّأْكُلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ان کو ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھ کو یعلیٰ بن مسلم اور عمرو بن دینار نے خبر دی از سعید بن جبیر' ان میں سے ایک اپنے صاحب پر اضافہ کرتا تھا اور ان کے علاوہ دیگر نے کہا: میں نے ان سے سنا' وہ حضرت سعید سے روایت کرتے تھے' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ دونوں (حضرت خضر اور حضرت موسیٰ) گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک دیوار گرنے والی ہے' سعید نے کہا: انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس طرح کیا اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پس وہ دیوار سیدھی ہو گئی' یعلیٰ نے کہا: میرا گمان ہے کہ سعید نے کہا: انہوں نے دیوار پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ سیدھی ہو گئی' (حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے کہا:) اگر آپ چاہیں تو اس کی اجرت لے لیں ○ (الکہف: ۷۷) سعید نے کہا: یعنی ایسی اجرت جس کو ہم کھائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۴ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی اس حدیث کی روایت سے غرض یہ ہے کہ دیوار کی مرمت کرنے کا یہ واقعہ ہر چند کہ حضرت خضر علیہ السلام کا ہے لیکن ہر شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دیوار یا کسی بھی چیز کی مرمت کی اجرت لے سکتا ہے۔

۸ - بَابُ الْاِجَارَةِ اِلٰی نِصْفِ النَّهَارِ — دو پہر تک کے لیے کسی کو اجرت پر رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صبح سے لے کر دو پہر تک کسی کو معین اجرت دے کر کام کرانا جائز ہے۔

۲۲۶۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ، كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَاْجَرَ اُجَرَآءَ، فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ غُدْوَةٍ اِلٰی نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰی قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ، ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰی قِيْرَاطٍ؟فَعَمِلَتِ النَّصَارٰی، ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنَ الْعَصْرِ اِلٰی اَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ عَلٰی قِيْرَاطَيْنِ؟ فَاَنْتُمْ هُمْ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی، فَقَالُوْا مَا لَنَا اَكْثَرَ عَمَلًا وَاَقَلَّ عَطَاءً؟قَالَ هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَذٰلِكَ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَآءُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم 'آپ نے فرمایا: تمہاری مثال اور تورات اور انجیل والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اجرتِ معینہ پر کوئی مزدور لگائے اور کہا: صبح سے دو پہر تک ایک قیراط کے عوض میرے لیے کون کام کرے گا؟ پس یہود نے عمل کیا' پھر اس نے کہا: دو پہر سے لے کر نمازِ عصر تک ایک قیراط کے عوض میرے لیے کون کام کرے گا؟ پس نصاریٰ نے عمل کیا' پھر اس نے کہا: عصر سے لے کر غروبِ آفتاب تک دو قیراط کے عوض میرے لیے کون کام کرے گا؟ پس تم وہ لوگ ہو' پھر یہود اور نصاریٰ غضب ناک ہوئے اور کہا: ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور ہم کو اجرت کم ملی ہے' تو اس شخص نے ان سے پوچھا: کیا میں نے تمہارے حق سے کم اجرت دی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! تو اس نے کہا: یہ میرا فضل ہے' میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کو یہاں لانے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اجرتِ معینہ پر کسی شخص سے آدھے دن یا دو تہائی دن یا ایک تہائی دن کام کرانا جائز ہے۔

۹ - بَابُ الْاِجَارَةِ اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ — اجرتِ معینہ پر کسی سے عصر تک کام کرانا

۲۲۶۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی، كَرَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ عُمَّالًا، فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰی نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰی قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰی قِيْرَاطٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار جو حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں' از حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال محض اس طرح ہے جس طرح کسی شخص نے چند مزدوروں سے کام کرایا' پس کہا: کون میرے لیے قیراط' قیراط پر دو پہر تک کام

قِيْرَاطٍ، ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارٰى عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى، وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً؟ قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوْا لَا، فَقَالَ فَذٰلِكَ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَاءُ.

کرے گا؟ تو یہود نے قیراط قیراط پر عمل کیا' پھر نصاریٰ نے قیراط قیراط پر عمل کیا' پھر تم وہ لوگ ہو' جنہوں نے نمازِ عصر سے غروبِ آفتاب تک دو دو قیراط پر عمل کیا' تب یہود اور نصاریٰ غضب ناک ہوئے اور کہا: ہم نے عمل زیادہ کیا تھا اور ہمیں اجرت کم ملی ہے' اس شخص نے پوچھا: کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اس شخص نے کہا: پھر یہ میرا فضل ہے' میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ کسی شخص کو نمازِ عصر تک اجرت پر رکھنا جائز ہے۔

۱۰ - بَابُ اِثْمِ مَنْ مَّنَعَ اَجْرَ الْاَجِيْرِ

جو شخص مزدور کی اجرت دینے سے انکار کرے' اس کا گناہ

۲۲۷۰ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ، وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سلیم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از سعید بن ابی سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں قیامت کے دن تین شخصوں کے خلاف مدعی ہوں گا' ایک وہ شخص جس نے میرے نام سے عہد کیا' پھر عہد شکنی کی' دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی' تیسرا وہ شخص جس نے کسی آدمی کو اجرت پر مزدور رکھا' اس سے پورا کام لیا' پھر اس کو اجرت نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ مزدور سے کام لینے کے بعد اسی کی طے شدہ اجرت دینا واجب ہے۔

۱۱ - بَابُ الْاِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ

عصر سے رات تک کسی سے اجرت پر کام لینا

۲۲۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى، كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَاْجَرَ قَوْمًا، يَعْمَلُوْنَ لَهٗ عَمَلًا يَوْمًا اِلَى اللَّيْلِ عَلٰى اَجْرٍ مَّعْلُوْمٍ فَعَمِلُوْا لَهٗ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ، فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: مسلمانوں اور یہود اور نصاریٰ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے کچھ لوگوں کو اجرت پر رکھا کہ وہ اس کے لیے اجرتِ معینہ پر ایک پورے دن رات تک کام کریں تو انہوں نے آدھے دن تک کام کیا

لَنَا اِلَى اَجْرِكَ الَّذِىْ شَرَطْتَ لَنَا، وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، فَقَالَ لَهُمْ لَا تَفْعَلُوْا، اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ، فَخُذُوْا اَجْرَكُمْ كَامِلًا، فَاَبَوْا وَتَرَكُوْا، وَاسْتَاْجَرَ اٰخَرِيْنَ بَعْدَهُمْ، فَقَالَ لَهُمَا اَكْمِلَا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمَا هٰذَا، وَلَكُمَا الَّذِىْ شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الْاَجْرِ، فَعَمِلَا حَتّٰى اِذَا كَانَ حِيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَالَا لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، وَلَكَ الْاَجْرُ الَّذِىْ جَعَلْتَ لَنَا فِيْهِ. فَقَالَ لَهُمَا اَكْمِلَا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمَا، فَاِنَّ مَا بَقِىَ مِنَ النَّهَارِ شَىْءٌ يَسِيْرٌ، فَاَبَيَا، فَاسْتَاْجَرَ قَوْمًا اَنْ يَعْمَلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ، فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ، وَاسْتَكْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا، فَذٰلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوْا مِنْ هٰذَا النُّوْرِ.

اور کہا: ہمیں تمہاری اس طے شدہ اجرت کی ضرورت نہیں ہے اور ہم نے جو عمل کیا ہے وہ ضائع ہے' اس شخص نے کہا: تم ایسا نہ کرو اور اپنے اس بقیہ دن تک کام کرو' اور اپنی مکمل اجرت لے لو' انہوں نے انکار کیا اور کام چھوڑ دیا' پھر اس آدمی نے ان کے بعد دو اور مزدوروں کو کام پر رکھا' اور ان سے کہا: تم اس بقیہ دن تک کام کرو اور تم کو وہ اجرت ملے گی جو میں نے مقرر کی ہے' سو وہ کام کرتے رہے اور جب نماز عصر کا وقت آیا تو انہوں نے کام چھوڑ دیا اور کہا: تمہارے لیے اتنا ہی کام ہے اور ہم نے جو کام کیا ہے وہ ضائع ہے' اور تم نے جو اجرت ہمارے لیے مقرر کی تھی وہ اجرت بھی تم رکھو' اس شخص نے ان دونوں سے کہا: تم اس بقیہ دن تک کام کو مکمل کرو کیونکہ اب دن ختم ہونے میں تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے' پس ان دونوں نے انکار کیا' پھر اس شخص نے اور لوگوں کو اجرت پر رکھا اور ان سے کہا کہ تم آج کے بقیہ دن کام کرو' پس انہوں نے بقیہ دن سورج کے غروب ہونے تک کام کیا اور دونوں فریقوں کی اجرت بھی ان ہی کو مل گئی تو یہ مثال ہے مسلمانوں کی اور اس نور کی جس کو انہوں نے قبول کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ کسی کو عصر سے لے کر رات تک اجرت پر رکھنا جائز ہے۔

۱۲ - بَابُ مَنِ اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَتَرَكَ اَجْرَهٗ، فَعَمِلَ فِيْهِ الْمُسْتَاْجِرُ فَزَادَ، اَوْ مَنْ عَمِلَ فِىْ مَالِ غَيْرِهٖ فَاسْتَفْضَلَ

ایک شخص نے کسی کو اجرت پر رکھا' وہ مزدور اپنی اجرت چھوڑ کر چلا گیا' پھر اس شخص نے اس کی اجرت میں عمل کیا تو اس کی اجرت زیادہ ہوگئی' یا کسی شخص نے دوسرے کے مال میں عمل کیا تو وہ مال بڑھ گیا

۲۲۷۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِىْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى اَوَوُا الْمَبِيْتَ اِلٰى غَارٍ فَدَخَلُوْهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوْا اِنَّهٗ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم سے پہلی امتوں میں سے تین آدمی روانہ ہوئے حتیٰ کہ وہ رات کو ایک غار میں داخل ہوئے' پھر پہاڑ سے ایک چٹان ٹوٹ کر اس غار پر گری جس سے ان کے اوپر غار کا منہ بند ہو گیا' تب انہوں

إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اَللّٰهُمَّ كَانَ لِيْ أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَّلَا مَالًا، فَنَأَى بِيْ فِيْ طَلَبِ شَيْءٍ يَّوْمًا، فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُّهُمَا نَائِمَيْنِ، وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اِسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَّا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ كَانَتْ لِيْ بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَأَرَدْتُّهَا عَنْ نَّفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّيْ، حَتّٰى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِّنَ السِّنِيْنَ، فَجَاءَتْنِيْ فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَمِئَةَ دِيْنَارٍ عَلٰى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ حَتّٰى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوْعِ عَلَيْهَا، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِيْ أَعْطَيْتُهَا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الثَّالِثُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ تَرَكَ الَّذِيْ لَهٗ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ أَجْرَهٗ حَتّٰى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِيْ بَعْدَ حِيْنٍ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِيْ، فَقُلْتُ لَهٗ كُلُّ مَا تَرٰى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيْقِ، فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِيْ، فَقُلْتُ إِنِّيْ لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهٗ كُلَّهٗ فَاسْتَاقَهٗ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا، اَللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ

نے کہا کہ تم کو اس چٹان سے صرف یہ چیز نجات دے سکتی ہے کہ تم اللہ سے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کرو' پھر ان میں سے ایک شخص نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے اور میں ان سے پہلے اپنے گھر والوں کو اور نوکروں کو دودھ نہیں پلاتا تھا' ایک دن کسی چیز کو ڈھونڈنے میں مجھے دیر ہو گئی تو میں ان کے پاس نہیں جا سکا حتیٰ کہ وہ دونوں سو گئے' میں نے ان دونوں کے لیے دودھ نکالا' تو میں نے ان کو سویا ہوا پایا اور میں نے ان سے پہلے اپنے گھر والوں کو اور نوکروں کو دودھ پلانا پسند نہیں کیا' پس میں اپنے ہاتھوں میں دودھ (کا پیالہ) لیے ہوئے ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا' حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی' پھر وہ دونوں بیدار ہوئے' پھر انہوں نے دودھ پیا' اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے تو اس چٹان کی وجہ سے ہم جس تنگی میں مبتلا ہیں' اس میں کشادگی کر دے' تو غار کا منہ تھوڑا سا کھل گیا' لیکن ابھی وہ اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور دوسرے نے دعا کی: اے اللہ! میری ایک چچازاد تھی' وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھی' میں نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا' اس نے انکار کیا حتیٰ کہ اس کے اوپر قحط کے سال آ گئے تو وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس شرط پر اس کو ایک سو بیس دینار دیئے کہ وہ مجھے خلوت میں اپنے اوپر قدرت دے' اس نے منظور کر لیا حتیٰ کہ جب میں اس کے اوپر قادر ہوا تو اس نے کہا: حق دار کے سوا تیرے لیے اس (بکارت کی) مہر کو توڑنا حلال نہیں ہے' تو میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنے سے تنگ ہوا' پھر میں اس سے لوٹ کر چلا گیا' حالانکہ وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی' اور میں نے اس کو جو سونا دیا تھا' وہ بھی چھوڑ دیا' اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے تو ہم جس تنگی میں مبتلا ہیں' اس میں کشادگی کر دے' تو اس غار کا منہ مزید کھل گیا لیکن اب بھی وہ اس غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تیسرے نے دعا کی: اے اللہ! میں نے چند مزدوروں کو اجرت پر رکھا تھا' میں نے ان کو ان کی اجرت دے دی' سوا ایک شخص کے جو اپنی اجرت

فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ' فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا يَمْشُوْنَ.

چھوڑ کر چلا گیا' پھر میں نے اس کی اجرت میں کاشت کاری کی حتیٰ کہ اس کا مال بہت زیادہ ہو گیا' وہ کافی عرصہ بعد میرے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے بندے! مجھے میری اجرت دے' میں نے اس سے کہا: تم جو یہ تمام اونٹ' گائے' بکریاں اور غلام دیکھ رہے ہو' یہ سب تمہاری اجرت ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کرو' میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کر رہا' پس وہ ان سب کو لے کر چلا گیا اور ان میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑا' اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا ہے تو ہم جس تنگی میں مبتلا ہیں' اس میں کشادگی کر دے' پھر اس غار کا منہ کھل گیا اور وہ سب باہر نکل گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کا اس حدیث کو یہاں لانے سے یہ مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مزدور کی چھوڑی ہوئی اجرت میں کاروبار کر کے اس کو بڑھائے تو یہ جائز ہے۔

١٣ - بَابُ مَنْ اٰجَرَ نَفْسَهٗ لِيَحْمِلَ عَلٰى ظَهْرِهٖ' ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ' وَاُجْرَةِ الْحَمَّالِ

جس نے بوجھ اٹھا کر مزدوری کی اور اس کو صدقہ کر دیا اور بوجھ اٹھانے والے کی اجرت

۲۲۷۳ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ' عَنْ شَقِيْقٍ' عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَ بِالصَّدَقَةِ' اِنْطَلَقَ اَحَدُنَا اِلَى السُّوْقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ' وَاِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ اَلْفٍ. قَالَ مَا نَرَاهُ اِلَّا نَفْسَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صدقہ کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی شخص بازار میں جا کر مزدوری کرتا' پھر وہ کسی کا بوجھ اٹھاتا تو اس کو ایک مُد (ایک کلوگرام طعام' گندم یا جو) اجرت ملتی اور آج ان میں سے بعض کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں۔ شقیق نے کہا: ہمارا گمان ہے کہ حضرت ابو مسعود نے اس سے اپنی ذات کو مراد لیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ کسی شخص کو اجرت دے کر اس سے بوجھ اٹھوانا جائز ہے۔

١٤ - بَابُ اَجْرِ السَّمْسَرَةِ

دلّال (کمیشن ایجنٹ) کی اجرت

اس باب سے امام بخاری یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ دلال کی اجرت کا کیا حکم ہے؟ حدیث میں ہے:

طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (گاؤں سے

آنے والے) سواروں سے پہلے ملاقات نہ کرو اور شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے' میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے؟ انہوں نے کہا: وہ اس کا دلال نہ بنے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۵۸)

امام ابوحنیفہ دلال کی اجرت کو مکروہ فرماتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۲)

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَّإِبْرَاهِيْمُ وَالْحَسَنُ بِأَجْرِ السِّمْسَارِ بَأْسًا.

اور ابن سیرین' عطاء' ابراہیم اور حسن بصری کے نزدیک دلال کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں حسب ذیل آثار ہیں:

حکم بیان کرتے ہیں کہ حماد' ابراہیم اور ابن سیرین نے کہا کہ دلال کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ نقد بہ نقد ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۵۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

لیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے دلالی کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۵۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

دلال کی اجرت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کے نزدیک دلال کی اجرت جائز ہے' مثلاً ایک شخص دلال سے یہ کہے کہ تم میرا یہ کپڑا بیچ دو تو میں تمہیں ایک درہم دوں گا' تو یہ جائز ہے۔ امام احمد نے کہا: اگر وہ اس کو ہزار روپے کی بیع پر کچھ معین رقم دے تو یہ جائز ہے۔ حماد اور ثوری نے اس کی اجرت کو مکروہ کہا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر وہ اس کو ہزار درہم کپڑا خریدنے کے لیے دے اور اس کو اجرت میں دس درہم دے تو یہ فاسد ہے (یعنی پیشگی طے کیے بغیر۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ دلال کی اجرت کی دو قسمیں ہیں: ایک اجارہ ہے اور دوسری جعالہ ہے۔ اجارہ یہ ہے کہ بیع کی مدت معین ہو اور وہ اس مدت میں فروخت کرنے کی کوشش کرے' اگر اس نے اس مدت سے پہلے اس کو فروخت کر دیا تو وہ اپنے حساب سے اجرت لے گا اور اگر مدت پوری ہوگئی تو پوری اجرت لے گا اور جعالہ یہ ہے کہ اس میں مدت مقرر نہ ہو اور اجارہ اور جعالہ دونوں معلوم ہونے چاہئیں اور جعالہ میں اجرت کا اس وقت مستحق ہوگا جب عمل پورا ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَّقُوْلَ بِعْ هٰذَا الثَّوْبَ' فَمَا زَادَ عَلٰى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ اس کپڑے کو بیچ دو' اگر اتنی اتنی رقم سے زیادہ فروخت کرو تو وہ رقم تمہاری ہے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۷۷۰ (مجلس علمی' بیروت)' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۳۹۷ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ إِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا' فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ' أَوْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ' فَلَا بَأْسَ بِهِ.

اور ابن سیرین نے کہا: اس چیز کو اتنے میں فروخت کر دو' پھر اس میں جو نفع ہو' وہ تمہارا ہے یا میرے اور تمہارے درمیان ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۷۷۱ (مجلس علمی' بیروت)' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۳۹۸ (دارالکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ شریح' عامر' الزہری' حکم' یونس' حسن بصری' طاؤس اور عطاء سے بھی اس کے جواز کے متعلق آثار مروی ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۷۷۸۔ ۲۰۷۷۲' مجلس علمی' بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل ایمان اپنی شروط کے مطابق ہیں۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث اور آثار میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے' امام احمد نے یہ اضافہ کیا: سوا اس صلح کے جس میں کسی حرام کو حلال کیا ہو یا کسی حلال کو حرام کیا ہو' اور سلیمان بن داؤد نے یہ اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان اپنی شروط پر ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۹۴' المستدرک ج ۲ ص ۴۹' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۶۔ ۷۹)

کثیر بن عبداللہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے مگر وہ صلح جس میں کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کیا جائے' اور مسلمان اپنی شروط پر ہیں مگر وہ شرط جو کسی حلال کو حرام کرے یا کسی حرام کو حلال کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۵۷' سنن ابن ماجہ: ۲۳۵۳' المستدرک ج ۴ ص ۱۰۱' المعجم الکبیر: ۳۰۔ ج ۱۷)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمنین اپنی شروط پر ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۴۵۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ دلال کو اجرت دینا جائز ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو اس کی کراہت منقول ہے' وہ صرف اس خاص صورت میں ہے جب شہری دیہاتی کے لیے بیع کرے اور دیہات سے آنے والے سواروں سے پہلے ملاقات کرے' اور امام ابوحنیفہ کا اس سے منع کرنا بھی اسی خاص صورت پر محمول ہے یا امام ابوحنیفہ دلال کی اُس اجرت کو منع فرماتے ہیں جو مجہول ہو اور جو اجرت معلوم ہو اور معین ہو' وہ ان کے نزدیک ممنوع نہیں' جیسا کہ ان آثار سے ثابت ہے۔

۲۲۷۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ، وَلَا يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ. قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اِمَا قَوْلُهٗ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ؟ قَالَ لَا يَكُوْنُ لَهٗ سِمْسَارًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں سے ملاقات کرنے سے منع فرمایا اور یہ کہ شہری دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے۔ طاؤس نے کہا: اے ابن عباس! اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ شہری دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے' انہوں نے کہا: وہ اس کے لیے دلال نہ بنے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۸ میں گزر چکی ہے اور یہاں پر بھی تعلیقات سے اس کی وضاحت ہو گئی ہے۔

۱۵ - بَابٌ هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

کیا کوئی مسلمان دارالحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے؟

۲۲۷۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ، فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا أَقْضِيكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ حَتّٰى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا. قَالَ وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لِي ثَمَّ مَالٌ وَّوَلَدٌ، فَأَقْضِيكَ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا○﴾ (مریم:۷۷).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از مسلم از مسروق انہوں نے کہا: ہمیں حضرت خباب رضی اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل کا کوئی کام کیا، پھر میں اس سے ملا تو میں نے اس کے پاس جا کر (اپنی اجرت کا) تقاضا کیا، اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں تم کو اجرت نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کفر کرو، میں نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں ان کا کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ تم مر جاؤ اور پھر تمہیں اٹھایا جائے، اس نے کہا: بے شک میں مروں گا، پھر مجھے اٹھایا جائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: پھر عنقریب میرا وہاں مال ہوگا اور اولاد ہوگی تو پھر میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی○ (مریم:۷۷)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ مسلمانوں کا کافروں کے پاس مزدوری کرنا جائز ہے، فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی شرط یہ ہے کہ کافر کے پاس مزدوری کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ کافر اُن سے کوئی ایسا کام نہ کرائے جس سے مسلمانوں کو یا اسلام کو ضرر پہنچے۔

۱۶ - بَابُ مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلٰى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

سورۂ فاتحہ پڑھ کر عرب قبائل پر دم کرنا اور اس کی اجرت لینا

اس عنوان میں ''رُقْيَة'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: کچھ پڑھ کر پھونک مارنا، ابن درستویہ نے کہا ہے کہ ہر وہ کلام جس کو پڑھنے سے درد، خوف یا شیطان یا جادو کے اثر سے شفاء طلب کی جائے، اس کو ''رقیۃ'' کہتے ہیں۔

اور اس عنوان میں ''احیاء العرب'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: عرب کے قبائل اور دیہات، لیکن عرب کے قبائل پر دم کرنے کی کوئی تخصیص نہیں ہے، بلکہ ہر ایک پر دم کرنا ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۵)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں اجرت لینے کی سب

سے زیادہ حق دار اللہ کی کتاب ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۵۷۳۷ میں ہے۔

کچھ پڑھ کر پھونک مارنے کے متعلق مذاہب

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے دم کرنے پر اور قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینی جائز ہے یا نہیں؟

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے ان پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے' خلاصۃ الفتاویٰ میں مبسوط سے منقول ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں ہے' مثلاً قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم پر' اور اذان پر اور وعظ پر اور تدریس پر اور حج پر اور جہاد پر' یعنی ان اُمور پر اجرت واجب نہیں ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک جائز ہے' امام شافعی نے اسی پر عمل کیا ہے۔

مانعین کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن مجید کو پڑھو اور اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ اور نہ اس سے کثرت طلب کرو اور نہ اس سے بے وفائی کرو اور نہ اس میں غلو کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۱۔ ۴۰۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۴۳۵۔ ج ۲۴ ص ۲۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے چند اہل الصفہ کو قرآن مجید کی تعلیم دی' ان میں سے ایک شخص نے مجھے کمان ہدیہ کی' میں نے دل میں کہا: یہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کروں گا اور میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق سوال کروں گا' پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جن لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا تھا' انہوں نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی ہے اور یہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیراندازی کروں گا' آپ نے فرمایا: اگر تم کو یہ پسند ہو کہ تمہارے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائے تو اس کو قبول کرلو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ مسند احمد اور سنن ابوداؤد کی حدیثوں کے معارض وہ حدیث ہے' جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جن چیزوں پر اجرت لی جاتی ہے' ان میں سب سے زیادہ اجرت کی حق دار اللہ کی کتاب ہے۔

(الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایۃ مع ہدایہ اخیرین ص ۳۰۵' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اب اُمور دینیہ میں سستی ظاہر ہو چکی ہے اور اس پر اجرت لینے کو منع کرنے سے قرآن مجید کا حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۳۰۶' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

متقدمین نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے سے اس لیے منع کیا تھا کہ اس زمانہ میں لوگوں کی قرآن مجید کو حفظ کرنے میں دلچسپی تھی' لیکن اس زمانہ میں یہ رغبت زائل ہو چکی ہے اور (بعض اوقات) زمانہ کے بدلنے سے فتویٰ مختلف ہو جاتا ہے' پس اب یہ فتویٰ دیا جائے گا کہ تعلیم قرآن کی مدت مقرر کی جائے گی اور معلم کی اجرت بھی معین کی جائے گی۔

(البنایہ ج ۱۳ ص ۶۷' مکتبہ حقانیہ ملتان)

* اس مسئلہ کی مکمل تحقیق ہم نے 'شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۰۶۶۔ ۱۰۴۲ میں کر دی ہے' وہاں اس کا مطالعہ کریں۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ. اور شعبی نے کہا ہے کہ معلم اجرت لینے کی شرط نہ لگائے مگر اس کو کوئی چیز دی جائے تو وہ اس کو قبول کر لے۔

اس تعلیق کے موافق اثر' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۶ (مجلس علمی' بیروت) اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۳ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

اس تعلیق کے موافق مزید آثار حسبِ ذیل ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا کہ عطاء کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ معلم بغیر شرط کے اجرت قبول کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو تعلیم دیتے تھے' تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ (درہم) ہر ماہ دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حکم نے کہا: میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ کسی نے معلم کی اجرت کو مکروہ کہا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عامر نے کہا: معلم اجرت کی شرط نہ رکھے اور اگر اس کو کوئی چیز ہدیہ میں دی جائے تو اس کو قبول کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے:

شعبی کے قول میں یہ دلیل ہے کہ بغیر شرط کے معلم کو اجرت دینا جائز ہے' ہمارے (متقدمین) اصحاب حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ بغیر شرط کے معلم کو جو دیا جائے گا' وہ اجرت نہیں ہوگی وہ ہبہ ہوگا یا صدقہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَكَمُ لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ. اور حکم نے کہا: میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے معلم کی اجرت کو مکروہ کہا ہو۔

اس کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۳ (مجلس علمی' بیروت) میں ہے۔

وَأَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً. اور حسن بصری نے دس دراہم دیئے۔

اس تعلیق کی اصل' الطبقات الکبریٰ میں ہے اور اس کے موافق یہ اثر ہے:

حسن بصری نے کہا: کتابت کی اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے شرط لگانے کو مکروہ کہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا. وَقَالَ كَانَ يُقَالُ السُّحْتُ الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَكَانُوا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ. اور ابن سیرین کے نزدیک قسّام کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے کہا کہ ''سحت'' کا معنی فیصلہ کروانے میں رشوت دینا ہے اور ان کو اندازہ لگانے کی اجرت دی جاتی تھی۔

قسام سے مراد وہ شخص ہے جو بیت المال کے مال کی تقسیم پر مامور ہو۔

لوگ اندازہ لگانے والوں کو اندازہ لگانے کی اجرت دیتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۱۲ ص ۱۳۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

۲۲۷٦ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا، حَتّٰى نَزَلُوْا عَلٰى حَيٍّ مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ، فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَّا يَنْفَعُهٗ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ اَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا، لَعَلَّهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ، فَاَتَوْهُمْ فَقَالُوْا يَا اَيُّهَا الرَّهْطُ، اِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ، وَسَعَيْنَا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَّا يَنْفَعُهٗ، فَهَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ مِّنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْقِيْ، وَلٰكِنْ وَّاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا، فَمَا اَنَا بِرَاقٍ لَّكُمْ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا، فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰى قَطِيْعٍ مِّنَ الْغَنَمِ، فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَاُ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ فَكَاَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَانْطَلَقَ يَمْشِيْ وَمَا بِهٖ قَلَبَةٌ. قَالَ فَاَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ اقْسِمُوْا، فَقَالَ الَّذِيْ رَقٰى لَا تَفْعَلُوْا حَتّٰى نَاْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِيْ كَانَ، فَنَنْظُرَ مَا يَاْمُرُنَا، فَقَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ، فَقَالَ وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ، اقْسِمُوْا، وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا. فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ سَمِعْتُ اَبَا الْمُتَوَكِّلِ بِهٰذَا. [اطراف الحدیث: ۵۰۰۷-۵۷۳۶-۵۷۴۹] [صحیح مسلم: ۲۲۰۱، الرقم المسلسل: ۵۶۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۹۰۰-۳۴۱۸، سنن ترمذی: ۲۰۶۳، سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۶، سنن کبریٰ للنسائی: ۱۰۸۶۷-۷۵۴۴، سنن دار قطنی ...]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از ابی المتوکل از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب کسی سفر میں گئے حتیٰ کہ وہ عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ کے پاس پہنچے' انہوں نے ان لوگوں سے ضیافت طلب کی تو انہوں نے ان کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا' اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا تھا' ان لوگوں نے اس کی صحت کے لیے سارے جتن کر لیے لیکن کسی چیز نے اس کو شفاء نہیں دی' پھر کسی نے کہا: تم مسافروں کی اس جماعت کے پاس جاؤ' شاید ان کے پاس کوئی شفاء بخش چیز ہو تو وہ ان صحابہ کے پاس آئے اور کہا: اے جماعت! ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے اور ہم نے اس کی صحت کے لیے سارے جتن کر لیے اور اس کو کسی سے شفاء نہیں ہوئی' تو کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی نفع آور چیز ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا: ہاں ہے! بے شک میں دم کرتا ہوں' لیکن اللہ کی قسم! ہم نے تم سے مہمانی طلب کی تو تم نے ہماری مہمانی نہیں کی' پس میں اس وقت تک تمہارے لیے دم نہیں کروں گا' جب تک تم ہمیں اس کی اجرت نہیں دو گے' پھر انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ (۳۰) بکریاں دینے پر صلح کر لی' وہ صحابی وہاں گئے اور سردار پر "الحمد للّٰہ رب العٰلمین" پڑھ کر دم کیا اور اس پر معمولی سی تھوک کی چھینٹیں ڈالیں' تو یوں لگا جیسے کسی کی رسّی کھول دی گئی ہو' پھر وہ اٹھ کر چلنے لگا اور اس کو بالکل تکلیف نہیں تھی' پھر ان لوگوں نے صحابہ کو طے شدہ بکریاں دیں' پھر کسی نے کہا: ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو' پھر جس نے دم کیا تھا' اس نے کہا: ایسا نہ کرو حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ سے یہ قصہ بیان کریں' پھر دیکھیں کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ پھر وہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے فرمایا: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ (سورۃ الفاتحہ) دم ہے؟ پھر فرمایا: تم نے ٹھیک کیا' ان بکریوں کو

ج ۳ ص ۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۳۹۹۔ ج ۱۷ ص ۴۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

تقسیم کرلو اور اپنے حصوں کے ساتھ میرا حصہ بھی نکالو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور شعبہ نے کہا: ہمیں ابو بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو المتوکل سے سنا۔

دم کرنے میں فقہاء کے نظریات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کتاب اللہ سے کچھ حصہ پڑھ کر دم کرنے کا ثبوت ہے' اور جن دعاؤں کا قرآن اور حدیث میں ذکر ہے اور جو الفاظ ان کے مشابہ ہیں' وہ بھی اس کے ساتھ لاحق ہیں' اور غیر عربی الفاظ جن کا معنی معلوم نہیں ہے' ان کو پڑھ کر دم کرنا جائز نہیں ہے' اس میں بعض علماء کا اختلاف ہے' شعبی' قتادہ' سعید بن جبیر اور دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ دم کرنا مکروہ ہے' اور مؤمن پر واجب ہے کہ وہ اللہ پر توکل اور اعتماد کرتے ہوئے دم کرانے کو ترک کر دے' اور یقین رکھے کہ دم کرنے سے نفع نہیں ہوتا اور دم کو ترک کرنے سے ضرر نہیں ہوتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو مرض اور صحت کے ایام کا علم ہے اور اگر ساری مخلوق مل کر یہ کوشش کرے کہ صحت کے ایام زیادہ ہو جائیں اور بیماری کے ایام کم ہو جائیں تو وہ اس پر قادر نہیں ہوں گے۔

حسن بصری' ابراہیم النخعی' الزہری' سفیان الثوری اور ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ دم کرنا جائز ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' اور سورۂ فاتحہ میں شفاء ہے اور اس کا ایک نام شافیہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دم کرنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

دم کرنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی تھی' اس مرض میں آپ اپنے اوپر "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھ کر دم فرماتے تھے اور جب آپ زیادہ بیمار ہو گئے تو میں پڑھ کر دم کرتی تھی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔ ابن شہاب نے کہا: آپ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم فرماتے' پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۷۵۱' موطأ امام مالک: ۵۸۵' سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲' سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۹)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانۂ جاہلیت میں دم کرتے تھے' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: تم جو دم کرتے ہو' وہ مجھ پر پیش کرو' دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جب تک کہ اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۰۰' سنن ابوداؤد: ۳۸۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دم کرنے سے منع فرما دیا' پھر عمرو بن حزم کی آل کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! ہمیں ایک دم آتا ہے' جس سے ہم بچھو کے ڈنک کا علاج کرتے ہیں اور اب آپ نے دم کرنے سے منع فرما دیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے دم مجھ پر پیش کرو' پھر آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو' وہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۹۹' الرقم المسلسل: ۵۶۲۲' سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۵)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

☆ اس حدیث میں کتاب اللہ کو پڑھ کر دم کرنے کا ثبوت ہے اور اس کے ساتھ دیگر منقول دعائیں بھی لاحق ہیں۔

☆ اس میں دیہاتیوں کا کسی دوسرے دیہات میں جانے اور وہاں ان کی ضیافت کا ثبوت ہے اور ان سے کھانا مانگنے کا بھی ثبوت ہے۔

☆ جو لوگ مروت اور تکریم نہ کریں' ان سے بھی جواب میں اسی طرح کرنا چاہیے کیونکہ جب انہوں نے صحابہ کے کھانا مانگنے کے باوجود ان کو کھانا نہیں دیا تو صحابہ نے کہا: ہم بھی اجرت لیے بغیر تمہارے سردار پر دم نہیں کریں گے۔

☆ انسان اپنے اوپر کسی کام کے کرنے کا التزام کرسکتا ہے' جس طرح حضرت ابوسعید الخدری نے کہا: اس پر میں دم کروں گا۔

☆ جب ایک جماعت کے کسی فرد کو ہدیہ دیا جائے تو وہ ہدیہ تمام جماعت میں تقسیم کیا جاتا ہے جیسے وہ بکریاں تمام صحابہ میں تقسیم ہوئیں۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے میرا حصہ نکالو'اس سے معلوم ہوا کہ ہدیہ طلب کرنا جائز ہے' جب کہ معلوم ہو کہ وہ ہدیہ دینے میں رغبت کریں گے۔

☆ جب کوئی چیز بہ ظاہر حلال ہو تو اس پر قبضہ کرنے کا جواز' کیونکہ صحابہ کرام نے ان بکریوں پر قبضہ کرلیا اور چونکہ ان میں شبہ تھا' اس لیے ان میں تصرف نہیں کیا۔

☆ جب کوئی نیا معاملہ پیش آئے تو اس میں اجتہاد کرنا چاہیے' جیسے حضرت ابوسعید نے اپنے اجتہاد سے سورۂ فاتحہ کا دم کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دلوں میں قرآن مجید خصوصاً سورۂ فاتحہ کی بہت عظمت تھی۔

☆ ان دیہات والوں کے مال میں ان صحابہ کے رزق کا حصہ تھا' جب انہوں نے صحابہ کو کھانا نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے رزق کا یہ سبب بنایا کہ ان کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا اور یوں انہیں دم کرانے کی اجرت میں تیس بکریاں دینی پڑیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۳-۶۷۲ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وہ صحابہ نفوسِ قدسیہ اور اصحاب تاثیر تھے' اس لیے ان کے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے بچھو کا ڈسا ہوا شفاء پا گیا' اگر ہم کسی بیمار پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کریں اور وہ شفاء نہ پائے تو یہ ہم میں نیکیوں کی کمی ہے' سورۂ فاتحہ کی شفاء آفرینی میں کوئی کمی نہیں ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف بہ قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ نے لکھ دیا ہے کہ اگر خون یا پیشاب سے پیشانی پر سورۂ فاتحہ لکھ دی جائے اور اس میں شفاء ہو تو یہ لکھنا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علیٰ ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۴' مطبعہ امیریہ' بولاق' مصر)

میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے' اگر انسان کو آفتاب سے روشن طریقہ پر بھی معلوم ہو کہ اس سے شفاء ہو جائے گی تو اس کے لیے ہزار بار مرجانا' اس سے بہتر ہے کہ وہ خون یا پیشاب سے سورۂ فاتحہ کو لکھنے کی جسارت کرے۔

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۶۱۸- ج ۶ ص ۵۶۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز (۲) تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے متعلق آثار صحابہ و تابعین (۳) تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ (۴) تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۵) تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۶) تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا

نظریہ ⑦ تعلیم قرآن' امامت' اذان اور دیگر عبادات پر اجر لینے کے متعلق مصنف کا موقف۔

١٧ - بَابُ ضَرِيْبَةِ الْعَبْدِ' وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ

غلام اور باندیوں پر معین رقم ادا کرنے کو مقرر کرنا اور اس کی حفاظت کرنا

امام بخاری نے اس باب میں "تعاهد" کا لفظ استعمال کیا ہے' اس کا معنی حفاظت اور نگہبانی ہے' یعنی اس کی نگہبانی کی جائے کہ غلام اور باندی اپنے مالک کو جو رقم کسب کر کے لا کر دے رہے ہیں' وہ کہیں ناجائز اور حرام تو نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات یہ لوگ چوری کر کے یا کسی اور ناجائز طریقہ سے معین رقم لا کر مالک کو دے دیا کرتے تھے اور باندیاں زنا کرا کر مطلوبہ رقم لا کر دیتی تھیں۔

٢٢٧٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَجَمَ اَبُوْ طَيْبَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَمَرَ لَهٗ بِصَاعٍ' اَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ' وَكَلَّمَ مَوَالِيَهٗ' فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهٖ اَوْ ضَرِيْبَتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصد لگائی تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو ایک صاع یا دو صاع طعام (کھجوریں) دی جائیں اور آپ نے اس کے مالکوں سے سفارش کی کہ تم ان کی آمدنی سے جو رقم وصول کرتے ہو اس میں تخفیف کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوان کو ایک صاع یا دو صاع طعام دینے کا حکم دیا تھا' وہ اجرت دینے کے مشابہ تھا۔

١٨ - بَابُ خَرَاجِ الْحَجَّامِ

فصد لگانے کی اجرت

٢٢٧٨ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اس کی اجرت دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اجرت کا ذکر ہے۔

٢٢٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ' عَنْ خَالِدٍ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ' وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اجرت عطاء کی اور اگر آپ کو علم ہوتا کہ یہ اجرت لینا مکروہ ہے تو آپ اس کو اجرت نہ عطا کرتے

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۸۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ، وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ اَحَدًا اَجْرَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از عمرو بن عامر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فصد لگواتے تھے اور کسی کو اجرت دینے میں کمی نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ اَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهٖ

جس نے کسی غلام کے مالکوں سے اس کے غلام سے وصول کی جانے والی رقم میں کمی کی سفارش کی

۲۲۸۱ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا حَجَّامًا فَحَجَمَهٗ، وَاَمَرَ لَهٗ بِصَاعٍ اَوْ صَاعَيْنِ، اَوْ مُدٍّ اَوْ مُدَّيْنِ، وَكَلَّمَ فِيْهِ، فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيْبَتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فصد لگانے والے غلام کو بلایا' سو اس نے آپ کو فصد لگائی اور آپ نے اس کو ایک صاع یا دو صاع یا ایک کلو یا دو کلو (کھجور) دینے کا حکم دیا اور اس کے خراج میں کمی کرنے کی سفارش کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابُ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْاِمَاءِ

کسب حرام کرنے والی باندیوں کی اجرت

وَكَرِهَ اِبْرَاهِيْمُ اَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ.

اور ابراہیم النخعی نے نوحہ کرنے والی اور گانے بجانے والی باندی کی اجرت کو مکروہ کہا ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل روایات ہیں:

ابن رافع انصاری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باندی کے کسب کو مکروہ جانا کہ شاید اسے جائز کسب نہ ملے تو وہ عصمت فروشی کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷ ۲۲۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوانیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بچوں کو کمانے کا مکلف نہ کرو کہ وہ چوری کریں گے اور نہ غیر ہنرمند باندی کو کمانے کا مکلف کرو کہ وہ عصمت فروشی کرے گی اور تم پارسا رہو جب تک اللہ تمہیں پارسا رکھتا ہے اور تم کمائی کے ان ذرائع کو اختیار کرو جو پاکیزہ ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۸۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۲۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری باندیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو عصمت فروشی پر مجبور نہ کرو تاکہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ طلب کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کے جبر کے بعد اللہ

رَّحِيْمٌ ۝﴾ (النور: ۳۳) (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ (النور: ۳۳)

اس آیت کے شانِ نزول میں حسبِ ذیل آثار ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی انصاری کی مسیکہ نام کی باندی تھی' اس نے کہا: میرا مالک مجھے زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان: ۱۹۷۴۱ 'تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۵۲۲ 'المستدرک ج ۲ ص ۳۹۷)

زہری بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں قریش کا ایک شخص قید ہو گیا' یہ قیدی عبد اللہ بن اُبی ابن سلول کے گھر میں تھا اور عبد اللہ بن ابی کی ایک معاذہ نام کی باندی تھی' وہ قیدی اس سے زنا کرنا چاہتا تھا' وہ باندی مسلمان تھی' وہ اسلام کے احکام کی وجہ سے منع کرتی تھی اور ابن ابی اس کو مارتا تھا اور اس کام پر مجبور کرتا تھا کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ باندی اس قیدی سے حاملہ ہو جائے گی اور ابن ابی اس قیدی سے اس بچہ کا فدیہ طلب کرے گا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام عبد الرزاق: ۲۰۴۱' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی کی باندی زمانہ جاہلیت میں زنا کراتی تھی' جب اسلام نے زنا کو حرام کر دیا تو ابن ابی نے اس سے کہا: کیا تم اب زنا نہیں کراؤ گی؟ اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں اب کبھی زنا نہیں کراؤں گی' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (المعجم الکبیر: ۷۴۷ا' مسند البزار ج ۷ ص ۸۳)

* اس آیت کی مزید تفصیل ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' میں اس آیت کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَتَيَاتِكُمْ إِمَاءَ كُمْ.

اور مجاہد نے کہا: ''فتیاتکم'' کا معنی ہے: تمہاری باندیاں۔

۲۲۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از ابی بکر بن عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام از حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور طوائف کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۳۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں عصمت فروشی کی اجرت کا ذکر ہے۔

۲۲۸۳ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن جُحادہ از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیوں کی کمائی سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳۴۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں باندیوں کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔

۲۱ - بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ

نر کی جفتی پر اجرت لینے کا حکم

۲۲۸۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَاِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث اور اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از علی بن الحکم از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی جفتی پر اجرت لینے سے منع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۲۹' سنن ترمذی: ۱۲۷۳' سنن نسائی: ۴۶۸۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) اسماعیل بن ابراہیم' یہ اسماعیل بن علیہ ہیں (۴) علی بن الحکم (۵) نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۹-۱۴۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نر کی جفتی کی اجرت کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے اور ایک قوم نے کہا ہے کہ کرایا مقرر کیے بغیر نر والے کی کچھ خدمت کر دینا جائز ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو کلاب کے ایک شخص نے نر کی جفتی کی اجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا' اس نے کہا: یارسول اللہ! ہم نر کو مادہ پر چڑھاتے ہیں' پھر نر والے کی تکریم کے طور پر اس کی کچھ خدمت کر دیتے ہیں' تو آپ نے بہ طور تکریم خدمت کرنے کی اجازت دی۔ (سنن ترمذی: ۱۲۷۸' ص ۳۹۱' دارالفکر' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ نر کی جفتی کی اجرت دینا جائز نہیں ہے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (صحیح البخاری: ۲۲۸۴) سے استدلال کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نر کی جفتی مجہول ہے' ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے فائدہ ہوگا یا نہیں ہوگا اور کبھی نر کو انزال نہیں ہوتا' عطاء نے کہا ہے کہ اس پر اجرت نہ لی جائے اور اگر کوئی نر والا نر کی جفتی کے لیے دستیاب نہ ہو تو پھر جفتی کے لیے نر کو کرائے پر لینا جائز ہے' حسن اور ابن سیرین نے اس کی اجازت دی ہے۔

امام مالک نے مدتِ معینہ اور ضرباتِ معینہ (یعنی اتنی بار نر مادہ پر ضرب لگائے گا) کے لیے نر کو اجرت پر دینے کے لیے جائز قرار دیا ہے' اور ابھری نے اس پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ یہ منفعت کی بیع ہے اور جس طرح انسان اور دوسری چیزوں کو کرائے پر دے سکتا ہے اسی طرح نر کو بھی جفتی کے لیے کرائے پر دے سکتا ہے' البتہ بالخصوص نر کی جفتی کا معاوضہ نہ لے اور صرف اس چیز کا معاوضہ لینا ممنوع ہے جس کا فعل ممنوع ہو' جیسے خمر اور خنزیر کی بیع اور عصمت فروشی کا معاوضہ اور کاہن کی مٹھائی اور چونکہ نر کی جفتی کا فعل ممنوع نہیں ہے' اس لیے اس کا معاوضہ بھی ممنوع نہیں ہے اور حدیث میں ''عسب الفحل'' کی ممانعت ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ نر کے نطفہ کی مادہ کے رحم میں چسپیدگی کا معاوضہ نہ لیا جائے کیونکہ یہ چسپیدگی مجہول ہے' کوئی پتا نہیں یہ چسپیدگی کب ہوگی اور مجہول چیز کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے' جیسے مجہول چیز کی بیع جائز نہیں ہے لیکن جب مدت معلوم ہو اور نر کی ضربات معلوم ہوں تو پھر اس کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس حدیث میں ''عسب الفحل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نر کا پانی۔ ابو یعلیٰ نے کہا: ''العسب'' کا معنی ہے: نر کا پانی خواہ وہ گھوڑے کا پانی ہو یا اونٹ کا پانی ہو' اور ''العسب'' کے فعل کی گردان نہیں ہوتی' عربی میں کہا جاتا ہے: ''قطع

اللہ عسبہ'' اللہ تعالیٰ اس کا عسب منقطع کر دے' یعنی اس کا پانی اور اس کی نسل منقطع کر دے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ۳۴۳۔۳۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نر کی جفتی کی اجرت کی کراہت کی حکمت اور بہ طور تکریم نر کے مالک کی خدمت کرنے کا جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے کی کراہت کی حکمت یہ ہے کہ یہ مکارم اخلاق کے خلاف ہے' فقہاء شافعیہ اور حنبلیہ میں سے جو اس کو مدتِ معلومہ کے لیے جائز قرار دیتے ہیں' وہ اس پر قیاس کرتے ہیں کہ کھجور کے درخت کو پیوند کاری کے لیے دینا جائز ہے' اس میں بھی ایک درخت کی شاخ کو دوسرے درخت کی شاخ میں پیوست کیا جاتا ہے' اسی طرح یہاں بھی نر اپنے آلہ کو مادہ کے مخصوص عضو میں پیوست کرتا ہے' لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ یہاں پر مقصود نر کا پانی ہے اور نر کا مالک اس پانی کو سپرد کرنے سے عاجز ہے اور افزائش نسل کے لیے اس کی ضرورت ہے' جب کہ پیوند کاری کا معاملہ اس کے برخلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

انجیکشن کے ذریعہ نر کا نطفہ پیوست کرنے کا جواز

میں کہتا ہوں: جس تاویل سے امام ترمذی اور علامہ ابن بطال مالکی نے نر کے مالک کو نر کی جفتی کے لیے اجرت دینے کو جائز قرار دیا ہے' وہ صحیح ہے اور اگر اس کا لحاظ نہ کیا جائے تو لوگ بہت مشکل میں پڑ جائیں گے۔

آج کل انجیکشن کے ذریعہ نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں پیوست کر دیا جاتا ہے' یہ طریقہ صحیح ہے اور اس سے عمدہ نسل کے بہت سے جانوروں کا حصول آسان ہو گیا ہے' البتہ اس نطفہ کی بیع جائز نہیں ہے' اس لیے نطفہ تبرعاً دیا جائے اور اس عمل کی اجرت لی جائے تو صحیح ہے۔

۲۲- بَابٌ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَحَدٌ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا

جب کسی شخص نے زمین کرائے پر لی' پھر فریقین میں سے کسی کی وفات ہو گئی

اس عنوان کا حاصل یہ ہے کہ کرائے کے عقد کے بعد جب فریقین میں سے کسی ایک کی وفات ہو گئی تو آیا یہ عقد منسوخ ہو گا یا نہیں۔ امام بخاری نے عنوان میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا' کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَيْسَ لِأَهْلِهِ أَنْ يُخْرِجُوهُ إِلَى تَمَامِ الْأَجَلِ.

اور ابن سیرین نے کہا کہ زمین کے مالک کے وارثوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مدت پوری ہونے سے پہلے کرائے دار کو نکال دیں۔

فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ کے فسخ ہونے میں اختلاف ائمہ

اس کلام کی اصل یہ ہے کہ محمد بن سیرین سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص سے زمین کرائے پر لی' پھر فریقین میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا تو کیا میت کے ورثاء کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کرائے دار کو مدت پوری ہونے سے پہلے اس زمین سے نکال دیں تو ابن سیرین نے اس کے جواب میں کہا: جس مدت پر عقد ہو چکا ہے' اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے وارثوں کے لیے اس کو زمین سے نکال باہر کرنا جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس صورت میں عقد اجارہ کو غیر منسوخ قرار دینا اور فقہاء احناف کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

آیا اس صورت میں کرائے کا عقد منسوخ ہو گا یا نہیں؟ جمہور کا موقف یہ ہے کہ کرائے کا عقد منسوخ نہیں ہو گا اور فقہاء احناف اور لیث نے یہ کہا ہے کہ یہ عقد منسوخ ہو جائے گا۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ جب وارث غلام کی گردن کا مالک ہو جائے تو اس کی منفعت اس کے تابع ہوتی ہے تو اجرت پر دینے والے کی موت سے کرائے دار کا اس پر قبضہ ختم ہو گیا' اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ کبھی غلام سے منفعت منقطع ہو جاتی ہے جیسا کہ اس غلام کی بیع جائز ہے جس سے منفعت سلب ہو چکی ہو' لہٰذا اس عقد کے تقاضے سے کرائے دار کے لیے منفعت کی ملکیت باقی رہے گی اور اس پر اتفاق ہے کہ وقف کے متولی کی موت سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا' اسی طرح یہاں بھی ہو گا۔

امام بخاری نے مذکور الصدر تعلیق سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ابن سیرین نے کہا ہے کہ زمین کے مالک کے وارثوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مدت پوری ہونے سے پہلے کرائے دار کو نکال دیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی کا فقہاء احناف کی تائید کرنا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میت کا ترکہ اس کی موت سے اس کے وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' پھر کرائے پر دینے والے یا کرائے دار میں سے کسی ایک کی موت سے اس پر حکم مترتب ہو گا' اگر کرائے پر دینے والا مر گیا تو زمین کی ملکیت اس کے وارث کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اس کی ملکیت کے منافع کا استحقاق فوت ہو جائے گا اور جس پر عقد کیا گیا تھا جب وہ فوت ہو گیا تو پھر اجارہ باطل ہو جائے گا' لہٰذا اس قائل کا یہ کہنا غلط ہے کہ عقد کے تقاضے سے کرائے دار کے لیے منفعت کی ملکیت باقی رہے گی' جب کہ عقد کا تقاضا ہے: اجارہ کا قیام' اور اجارہ فریقین کے قیام سے قائم ہوتا ہے اور جب ایک فریق فوت ہو گیا تو اجارہ زائل ہو گیا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کرائے پر دینے والا مر گیا ہو اور جب کرایہ دار مر گیا تو اب اس کا وارث اس زمین کے منافع کا اس وقت مالک ہو گا جب کرائے پر دینے والے کا وارث اس سے نیا عقد اجارہ کر لے اور جب تک وہ اس سے نیا عقد اجارہ نہیں کرتا تو اس وقت تک عقد سابق برقرار نہیں رہے گا' اس لیے فقہاء احناف کا یہ کہنا صحیح ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ فسخ ہو جائے گا اور اس قائل کا اعتراض مردود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَكَمُ وَالْحَسَنُ وَإِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ تُمْضَى الْإِجَارَةُ إِلَى أَجَلِهَا.

اور الحکم اور الحسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا ہے کہ اجارہ اپنی مدت تک جاری رہے گا۔

امام بخاری نے یہ تعلیق بھی اپنے موقف کی تائید میں ذکر کی ہے اور اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

(تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۸۷' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ، فَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف پیداوار لینے کی شرط پر خیبر کی زمین یہودیوں کو عطا کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمول رہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی عہد میں یہ معمول رہا اور یہ منقول نہیں

بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ . ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اس عقد اجارہ کی تجدید کی ہو۔

اس تعلیق کی اصل: صحیح مسلم: ۱۵۵۱ الرقم المسلسل: ۳۸۵۸ میں مذکور ہے۔

اس تعلیق سے بھی امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا' بلکہ جاری رہتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جو زمین نصف پیداوار لینے کی شرط پر دی تھی' آپ کے وصال کے بعد وہ عقد فسخ ہو جاتا' جب کہ ایسا نہیں ہوا اور حضرت ابوبکر کے پورے عہد خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد تک وہ عقد برقرار رہا۔

امام بخاری کی آخری تعلیق کے جواب سے دیگر شارحین کا عجز اور مصنف کا پیش کردہ حل

ہم کہتے ہیں کہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ زمین یہودیوں کو اجارہ (کرائے) پر نہیں دی تھی اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم کو ہر سال اس کا اتنا کرایا دینا ہوگا بلکہ آپ نے یہ زمین ان کو مزارعت پر دی تھی کہ وہ اس میں کھیتی باڑی کرتے رہیں اور ان کو اس کی پیداوار کا نصف ملے گا' یہ مزارعت ہے اجارہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس زمین پر ان کے عمل کے لیے کوئی مدت معین نہیں کی تھی' بلکہ فرمایا تھا: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس عمل پر برقرار رکھیں گے' سو ان کو اس عمل پر برقرار رکھا گیا حتیٰ کہ حضرت عمر نے ان کو اپنے دور میں تیماء اور اریحا کی طرف جلاوطن کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۵۲-۲۳۳۸' صحیح مسلم: ۱۵۵۱' الرقم المسلسل: ۳۸۵۸)

سو اگر یہ معاملہ بالفرض عقد اجارہ بھی ہوتا تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مطلقاً جاری نہیں رہا اور حضرت عمر نے اس کو فسخ کر دیا اور اس سے فقہاء احناف کی تائید ہوتی ہے۔ ثانیاً یہ عقد اجارہ تھا ہی نہیں بلکہ مزارعت تھی' اس لیے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی وفات سے بھی عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا۔

علامہ عینی نے امام بخاری کی اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اجارہ تھا نہ مزارعت تھی بلکہ یہ خراج تھا اور ان سے جو نصف پیداوار لی جاتی تھی' وہ خراج تھا اور اس کا اجارہ سے کوئی تعلق نہیں تھا اور اس کے خراج ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ان سے جزیہ لینے کا کہیں ثبوت نہیں ہے اور اگر یہ خراج نہ ہوتا تو ان سے جزیہ لیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کا اس تعلیق سے استدلال بہت قوی ہے اور فقہاء احناف کی طرف سے اس کا جواب بہت مشکل ہے' اسی لیے علامہ عینی نے بھی اس کے جواب میں یہ کہا کہ یہ مزارعت نہیں خراج تھا' حالانکہ یہ بداہت کے اور واقع کے خلاف ہے' شیخ تقی عثمانی نے بھی ان تعلیقات پر بحث کی ہے مگر اس آخری تعلیق کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۴۷۱) حالانکہ اسی تعلیق کا جواب سب سے اہم اور ضروری تھا اور میں نے انوار الٰہیہ کے فیضان سے اس قوی اور مشکل تعلیق کا جواب لکھا۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک

۲۲۸۵ - حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَیْرِیَۃُ بْنُ اَسْمَاءَ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ اَنْ یَّعْمَلُوْھَا وَیَزْرَعُوْھَا' وَلَھُمْ شَطْرُ مَا یَخْرُجُ مِنْھَا' وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَہٗ اَنَّ الْمَزَارِعَ کَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہودیوں کو) خیبر عطا کیا کہ وہ اس میں عمل کریں اور زراعت کریں اور جو کچھ اس کی پیداوار سے حاصل ہوگا' اس کا نصف ان کو ملے گا

تُكْرٰى عَلٰى شَيْءٍ، سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُهُ.

اور راوی نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو یہ بتایا کہ کاشت کے لیے زمینوں کو معین اجرت کے عوض کرائے پر دیا جاتا تھا' جس کو نافع نے بیان کیا تھا اور مجھے یاد نہیں رہا۔

[اطراف الحدیث: ۲۳۲۸-۲۳۲۹-۲۳۳۱-۲۳۳۸-۲۴۹۹-۲۷۲۰-۳۱۵۲-۴۲۴۸]

(صحیح مسلم: ۱۵۵۱' الرقم المسلسل: ۳۸۵۳' سنن ابوداؤد: ۳۴۰۸' سنن ترمذی: ۱۳۸۳' سنن ابن ماجہ: ۲۴۶۷' شرح مشکل الآثار: ۲۶۷۳' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۷۳۲- ج ۸ ص ۳۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۲۲۸۶ - وَأَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ حَدَّثَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ حَتّٰى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

اور بے شک حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاشت کاری کے لیے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا اور عبید اللہ نے کہا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جلاوطن کر دیا۔

[اطراف الحدیث: ۲۳۲۷-۲۳۳۲-۲۳۴۴-۲۷۲۲] (صحیح مسلم: ۱۵۴۷' الرقم المسلسل: ۳۸۲۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹' سنن نسائی: ۳۹۱۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۰' صحیح ابن حبان: ۵۱۹۴' المعجم الکبیر: ۴۳۰۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۳۰' شرح مشکل الآثار: ۶۰۸۰' مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۰۴- ج ۸ ص ۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

خیبر کی پیداوار کے نصف پر معاملہ کو علامہ عینی کا اسے خراج قرار دینا اور مصنف کا اسے مزارعت قرار دینا اور علامہ عینی کا رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان حدیثوں کا وہی محمل ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ مزارعت اور مساقات نہیں تھی بلکہ خراج تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ مزارعت اور مساقات نہیں تھی بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ مزارعت ہی تھی کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ پیداوار کا نصف تم لینا اور نصف ہمیں دینا تو اس کو مزارعت ہی کہتے ہیں اور یہ خراج نہیں ہوسکتا کیونکہ خراج میں غیر مسلموں پر دراہم یا پیداوار کی مقدار معین واجب کی جاتی ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کو فتح کرنے کے بعد ہر جریب (تیس گز زمین) پر ایک صاع (چار کلوگرام) غلہ اور ایک درہم مقرر کیا تھا' بہ شرطیکہ اس زمین میں پانی پہنچتا ہو اور جس زمین میں ککڑی' خربوزے اور بینگن وغیرہ سبزیوں کی کاشت ہو اس میں ہر جریب پر پانچ درہم مقرر کیے اور جس زمین میں انگور کی بیلیں لگی ہوں یا کھجور کے درخت ہوں' اس میں ہر جریب پر دس درہم مقرر کیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی جماعت کے سامنے یہ شرح مقرر کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا' اس لیے اس پر اجماع ہو گیا۔

(ہدایہ اولین ص ۵۹۲-۵۹۱' شرکت علمیہ' ملتان)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ خراج میں پیداوار یا دراہم کی مقدار معین ہوتی ہے اور مزارعت میں پیداوار کے مثلاً نصف پر معاملہ کیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں سے خیبر کی زمین پر جو معاملہ کیا تھا' وہ پیداوار کے نصف کا معاملہ تھا' اس لیے یہ مزارعت کا معاملہ تھا' خراج کا نہیں تھا' علاوہ ازیں تمام ائمہ حدیث نے اس حدیث کو مزارعت اور مساقات کے باب میں ذکر کیا اور یہ بھی اس

بات کی دلیل ہے کہ یہ مزارعت ہے' خراج نہیں ہے اور علامہ عینی کا اس کو خراج قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

''کتاب الاجارہ'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین۔

آج ۸ صفر ۱۴۲۹ھ/ ۱۶ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز ہفتہ ''کتاب الاجارۃ'' مکمل ہوگئی' پروردگار عالم! جس طرح آپ نے اس کتاب کو مکمل کرادیا' صحیح بخاری کی تمام کتب کو مکمل فرمادیں اور میری اور میرے والدین کی' میرے قارئین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں۔

''کتاب الاجارۃ'' میں ۳۰' احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں پانچ تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور اس میں اور اس سے پہلی کتاب میں ۱۶' مکررات ہیں اور اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے ۱۸ آثار ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۸ - کِتَابُ الْحَوَالَاتِ

اپنے قرض کا مطالبہ دوسرے کے ذمہ لگانے کا بیان

حوالہ کا لغوی معنی ہے: تحوّل اور انتقال یعنی اپنے نفس سے قرض کو زائل کر کے کسی دوسرے کی طرف منتقل کر دینا یعنی تمہارا قرض اب میرے بجائے فلاں شخص دے گا' اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کا معنی ہے: قرض کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنا۔ جو مقروض اپنا قرض کسی دوسرے کی طرف منتقل یا اس کے حوالے کرے' اس کو محیل کہتے ہیں' اور جس قرض خواہ کے قرض کو حوالہ کیا جائے اس کو محتال لہ کہتے ہیں اور جس کے حوالہ کیا جائے' اس کو محتال علیہ کہتے ہیں۔

۱ - بَابٌ فِي الْحَوَالَةِ وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ؟

حوالہ کا بیان اور آیا حوالہ میں رجوع ہوسکتا ہے یا نہیں؟

یعنی آیا محیل' حوالہ میں رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ دراصل حوالہ میں اختلاف ہے' آیا یہ عقد لازم ہے یا عقد جائز ہے؟ جن کے نزدیک یہ عقد لازم ہے' ان کے نزدیک محیل' قرض حوالہ کرنے کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا اور جن کے نزدیک یہ عقد جائز ہے' ان کے نزدیک محیل حوالہ کرنے کے بعد رجوع کر سکتا ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ.

اور حسن بصری اور قتادہ نے کہا ہے کہ جس دن محیل نے قرض محتال علیہ کے حوالہ کیا تھا' اس دن محتال علیہ غنی تھا' تب یہ حوالہ جائز ہے۔

یہ تعلیق اس طرح ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے قتادہ اور حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ ان سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا قرض دوسرے شخص کے حوالہ کیا' پھر وہ محتال علیہ دیوالیہ ہو گیا تو ان دونوں نے کہا: جس دن محیل نے اپنا قرض محتال علیہ کے حوالہ کیا تھا' اس دن وہ غنی تھا' تو اب محیل کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ (تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۸۸)

حوالہ کے بعد قرض خواہ کے مقروض سے رجوع کرنے میں مذاہب فقہاء

جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں قرض خواہ' محیل (مقروض) سے رجوع کرے جب کہ محتال علیہ دیوالیہ ہونے کی حالت میں مر جائے یا جب اس کے دیوالیہ ہونے کا حکم کیا جائے یا محتال علیہ سرے سے حوالہ کا انکار کر

دے اور محیل کے پاس گواہ نہ ہوں' قاضی شریح' عثمان بتی' شعبی' نخعی' امام ابو یوسف' امام محمد اور دوسرے فقہاء کا بھی یہی مؤقف ہے۔

حکم نے کہا ہے کہ قرض خواہ اس وقت تک مقروض سے رجوع نہ کرے جب تک کہ محتال علیہ زندہ ہے اور جب وہ مر جائے اور اس نے ترکہ میں کچھ بھی نہ چھوڑا ہو' تب وہ مقروض سے رجوع کر سکتا ہے کیونکہ انسان کبھی غنی ہوتا ہے اور کبھی فقیر ہوتا ہے۔

امام شافعی' امام احمد' عبید اور لیث نے یہ کہا ہے کہ قرض خواہ مقروض سے رجوع نہ کرے خواہ محتال علیہ کا مال ہلاک ہو جائے یا اس کو دیوالیہ قرار دیا جائے یا وہ حوالہ ہی کا انکار کر دے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ قرض خواہ مقروض سے صرف اس صورت میں رجوع کر سکتا ہے جب مقروض قرض خواہ کو دھوکا دے' مثلاً مقروض کو علم ہو کہ محتال علیہ دیوالیہ ہے' پھر بھی وہ اس کی طرف قرض حوالہ کر دے اور قرض خواہ کو نہ بتائے کہ وہ اس کا قرض جس کے حوالہ کر رہا ہے' اس کو دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَاَهْلُ الْمِيْرَاثِ' فَيَاْخُذُ هٰذَا عَيْنًا وَهٰذَا دَيْنًا' فَاِنْ تَوِيَ لِاَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلٰى صَاحِبِهٖ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر شرکاء اور ورثاء نے اس طرح (مقروض کے ترکہ کی) تقسیم کی کہ کسی نے نقد مال لیا اور کسی نے قرض لیا' پھر اگر قرض ڈوب گیا تو وہ اپنے صاحب سے رجوع نہیں کر سکتا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۰۷۸۱' اور تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۸۹ پر ہے۔

۲۲۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ' فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ. [اطراف الحدیث: ۲۲۸۸۔ ۲۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی کا تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کا قرض کسی مال دار کے حوالے کیا جائے تو اس کو قبول کرنا چاہیے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۶۴' الرقم المسلسل: ۳۸۹۳' سنن ابو داؤد: ۳۳۴۵' سنن نسائی: ۴۶۹۱' سنن ابن ماجہ: ۲۴۰۳' مسند الحمیدی: ۱۰۳۲' المنتقی: ۵۶۰' مسند ابو یعلیٰ: ۶۲۸۳' مشکل الآثار: ۹۵۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۷۰' المعجم الاوسط: ۶۳۴۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۳۶۔ ج ۱۲ ص ۲۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا لائق مذمت ہے اور تنگ دست کا تاخیر کرنا لائق مذمت نہیں ہے اور حوالہ قبول کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال دار شخص کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا لائق مذمت ہے' اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص عمداً تاخیر کرے' اس کا یہ فعل گناہ کبیرہ ہے یا نہیں؟ بہر حال اگر وہ بار بار اس طرح کرے تو اس کو فاسق قرار دیا جائے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قرض ادا کرنے سے عاجز ہو' اس کو ملامت نہیں کی جائے گی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص تنگ دست ہو اور وہ قرض ادا نہ کر سکے اس کو قید نہیں کیا جائے گا' اور جب تک وہ خوش حال نہ

ہو جائے اس سے ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

نیز اس حدیث میں قرض کو کسی کے حوالہ کرنے کا ثبوت ہے' امام شافعی کے نزدیک قرض خواہ کے لیے مستحب ہے کہ جب مقروض اس کا قرض کسی مال دار کے حوالہ کرے تو وہ اس کو قبول کرے اور داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ اس پر حوالہ کو قبول کرنا واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے' امام احمد کے دو قول ہیں: استحباب اور وجوب' اور جمہور کے نزدیک یہ مستحب ہے کیونکہ اس سے تنگ دست کے لیے آسانی کرنا مقصود ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مباح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابٌ إِذَا أَحَالَ عَلٰى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ

جب مقروض اپنا قرض کسی مال دار کے حوالے کرے تو اس کا اس حوالے کو مسترد کرنا جائز نہیں ہے

۲۲۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَمَنْ اُتْبِعَ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ذکوان از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار کا (قرض کی ادائیگی) میں تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کا قرض کسی مال دار کے حوالے کیا جائے تو اس کو قبول کرنا چاہیے۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ یہ حدیث حوالہ قبول کرنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

ہنڈی کا طریقہ حوالہ کے حکم میں ہے' ہم نے تقریباً تیس سال پہلے ''بلا سود معیشت'' کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا' جس کو بعد میں مقالاتِ سعیدی میں شامل کر لیا' اس میں ہنڈی کو کیش کرانے کا طریقہ بیان کیا ہے اور چونکہ ہنڈی بھی حوالہ کی طرح ہے' اس لیے ہم اس مقام پر اپنے اس مقالہ کو نقل کر رہے ہیں:

ہُنڈی بھنوانے کی اصلاح

آج کل ہُنڈی (Bill of Exhcange) بھنانے کا طریقۂ کار اس طرح ہے: زید نے عمرو سے مال خریدا اور تین ماہ بعد رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے لیے زید نے عمرو کو ایک دستاویز ہنڈی کی شکل میں فراہم کر دی۔ عمرو نے بنک الف میں یہ ہنڈی پیش کی تاکہ اس کی بناء پر بینک سے رقم قرض لے اور بینک یہ رقم مدت گزرنے کے بعد زید سے یا زید کے وکیل بینک سے وصول کرے' بینک الف عمرو کو وہ رقم ادا کرتا ہے' لیکن پوری رقم نہیں بلکہ اصل میں سے کچھ حصہ اپنے حق کے طور پر وضع کر لیتا ہے' گویا عمرو کو وقت سے پہلے رقم وصول کرنے کے لیے کٹوتی منظور کرنی پڑتی ہے۔

ہنڈی کا طریقہ شرعی اصطلاح میں حوالہ کی تعریف میں آتا ہے' لیکن طریقہ مروجہ کو شریعت کے مطابق کرنے کے لیے اس میں کچھ تغیر کرنا ہوگا۔ زید جب عمرو سے تین ماہ بعد ادائیگی کے وعدہ پر مال خریدتا ہے اور اس کو ایک دستاویز فراہم کرتا ہے' جس کو دکھا کر عمرو وقت سے پہلے بھی بینک سے رقم لے سکتا ہے' اس صورت میں زید محیل' بینک محتال اور عمرو محتال علیہ قرار پایا۔ اس کے جواز کی اصل یہ حدیث ہے: ''من احیل علی ملئی فلیتبع'' (طبرانی) ''جو شخص کسی مال دار پر اپنا قرض حوالہ کر دے' اس کو مان لینا چاہیے'' اب یہاں اس طرح اصلاح ہونی چاہیے کہ زید اس دستاویز پر کسی معین بینک کے نام پر یہ ہدایت کر دے کہ میں اپنا قرض تمہارے حوالے

کرتا ہوں اور میری جگہ یہ قرض تم عمرو کو ادا کرو گے اور جب بینک نے اس دستاویز کو منظور کر لیا تو حوالہ مکمل ہو گیا۔

امام برہان الدین فرغانی متوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں:

وتصح الحوالة برضا المحيل والمحتال والمحتال عليه. (ہدایہ ج ۳ ص ۱۲۹)

جب محیل' محتال اور محتال علیہ معاہدہ پر راضی ہو جائیں تو حوالہ صحیح ہو جائے گا۔

اب محتال علیہ مثلاً عمرو (قرض خواہ) کو اختیار ہے کہ وہ اپنی رقم میں سے جس قدر چاہے رقم ساقط کر دے اور محتال (بینک) سے وقت سے پہلے رقم وصول کرے' مثلاً اگر محتال علیہ نے تین ماہ بعد بینک سے ایک ہزار روپیہ وصول کرنا ہے' اب وہ چاہے تو تین ماہ بعد بینک سے پوری رقم وصول کر لے اور چاہے تو اس رقم میں سے پچاس روپیہ ساقط کر دے اور مقررہ میعاد سے پہلے رقم وصول کرے' کیونکہ وہ خود اپنا حق ساقط کر رہا ہے اور اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

ضعوا وتعجلوا. (شرح السیر الکبیر للسرخسی ج ۳ ص ۲۲۵)

قرض خواہ قرض کی رقم کچھ کم کر دے اور مقروض سے جلد رقم وصول کر لے۔

اس حدیث شریف سے ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ' اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن كعب انه تقاضى ابن ابى حدرد كان له عليه فى المسجد فارتفعت اصواتهما حتى سمعها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهو فى بيته فخرج اليهما حتى كشف سجف حجرته فنادى يا كعب قال لبيك يا رسول الله قال ضع من دينك هذا واوما اليه الشطر قال لقد فعلت يا رسول الله قال قم فاقضه. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۵)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد سے قرض لینا تھا' انہوں نے مسجد نبوی میں اپنے قرض کا تقاضا کیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آوازوں کو اپنے حجرہ میں سن لیا۔ آپ نے حجرہ کا پردہ ہٹایا اور حضرت کعب کو آواز دی' انہوں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اپنے قرض کو کچھ کم کرو' اور اشارہ سے فرمایا کہ آدھا کم کر دو' انہوں نے آدھا کم کر دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی حدرد سے فرمایا: اٹھو! اب ان کا قرض ادا کر دو۔

ان دو حدیثوں اور حوالہ کی فقہی صورت کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ ہنڈی بھنانے کے لیے قرض خواہ بینک سے قبل از وقت رقم وصول کرنے کے لیے اپنے قرض میں کٹوتی کر سکتا ہے۔

بیع الکالئی بالکالئی

بعض علماء کو یہ شبہہ لاحق ہوتا ہے کہ ہنڈی بھنانے کا یہ طریقہ بیع الکالئی بالکالئی کی زد میں آتا ہے۔ اس لیے ہم اس مقام پر بیع الکالئی بالکالئی کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اور حافظ ابوبکر احمد الحسین علی البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ' اپنی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يباع كالئى بكالئى. صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کی بیع قرض کے عوض کرنے سے منع فرمادیا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۹۰' سنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۹۰)

ان محدثین کے علاوہ یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ' مصنف اسحٰق بن راہویہ' مسند بزار' حاکم' دارقطنی اور طبرانی نے بھی اپنی اپنی اسناد کے ساتھ بیان کی ہے اور ہر سند کے بعض راویوں پر جرح کی گئی ہے' تاہم امام ابن ہمام فرماتے ہیں:

والحديث لا تنزل عن الحسن بلاشك. یہ حدیث بہرحال حسن ہے۔

اور حدیث کا معنی بیان فرماتے ہیں:

قال ابو عبيدة هو النسيئة بالنسيئة. کالئی بالکالئی کا معنی قرض کی بیع قرض کے عوض ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۲۸۸' طبع دوم)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ کرنے سے منع فرمایا ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمرو سے ایک ہزار روپیہ قرض لیا۔ اب زید عمرو سے کہتا ہے کہ میں اس ایک ہزار کے عوض جو مجھ پر قرض ہے' تم کو ایک تھان کپڑے کا ایک ماہ بعد ادا کروں گا تو یہ ادھار کی بیع ادھار کے عوض ہے اور بیع الکالئی بالکالئی ہے' لیکن ہنڈی (Bill of Exchange) بھنانا اس تعریف کی زد میں ہرگز نہیں آتا۔

٣ - بَابٌ إِنْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلٰى رَجُلٍ جَازَ

میت کا قرض کسی مرد کے حوالے کرنا جائز ہے

٢٢٨٩ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا لَا، فَصَلّٰى عَلَيْهِ. ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرٰى، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ هَلْ عَلَيْهَا دَيْنٌ؟ قِيْلَ نَعَمْ، قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ، فَصَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ، فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ، قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

[طرف الحدیث: ۲۲۹۵] (سنن نسائی: ۱۹۶۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے مال چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی' پھر دوسرا جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! اس پر نماز پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے مال چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار چھوڑے ہیں' سو آپ نے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھادی' پھر تیسرا جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس نے مال چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: جی نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اس پر تین دینار قرض ہیں' آپ نے فرمایا:

تم اپنے (اس) ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے' تب آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مکی بن ابراہیم بن بشیر بن فرقد البلخی ابوالسکن (۲) یزید بن ابی عبید' یہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ۱۴۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ' ان کا نام سنان بن عبداللہ المدنی ہے' یہ بیعت رضوان میں شجرۂ بیعت کے نیچے حاضر تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین مرتبہ بیعت کی تھی اور یہ ربذہ میں رہتے تھے' بہت بہادر اور تیرانداز تھے ۷۴ھ میں ان کی مدینہ منورہ میں وفات ہو گئی تھی' اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۸)

فوت شدہ مسلمان کے قرض کی ادائیگی کی کفالت کے متعلق مذاہب فقہاء

اور علامہ ابن المنذر کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس میت نے قرض چھوڑا ہو اور اتنا مال نہ چھوڑا ہو' جو اس قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہو تو امام مالک' امام شافعی اور ابن ابی لیلیٰ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص اس کے قرض کی ادائیگی کا ضامن ہو' اس پر ضمان لازم ہے خواہ میت کا ترکہ ہو یا نہ ہو' اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کفیل پر ضمان نہیں ہے کیونکہ قرض ہلاک ہو چکا ہے' اگر اس نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہے تو جتنا اس نے مال چھوڑا ہے اتنی مقدار کا کفیل ضامن ہوگا' اور اگر اس نے پورے قرض کی ادائیگی چھوڑی ہے تو جتنی مقدار کا اس نے ذمہ لیا ہے' وہ اس سب کا ضامن ہوگا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے کہ حضرت ابوقتادہ کی اس میت کی طرف سے ضمانت دینے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے رُک گئے تھے اور جب انہوں نے اس میت کے قرض کی ادائیگی کی ضمانت دے دی' تب آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جو شخص میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی کا ضامن ہے' اس پر وہ ضمان لازم ہے خواہ میت نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو' کیونکہ مسلمانوں نے اس شخص کے متعلق کہا تھا کہ اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۴۸۔۳۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن المنذر کے اعتراض کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن المنذر کا قول خلافِ ادب ہے' امام ابوحنیفہ اس سے بَری ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو حدیث ثابت ہو' وہ اس پر مطلع ہونے کے بعد اس کے خلاف کوئی بات کہیں۔ ادب کا تقاضا یہ تھا کہ ابن المنذر یہ کہتے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث پر عمل کرنے کو ترک کر دیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک ثابت نہیں تھی یا اس وجہ سے کہ وہ اس حدیث پر مطلع نہیں ہوئے یا اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا ناسخ ظاہر ہو چکا تھا اور یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور ان کی ناسخ حسبِ ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کوئی فوت شدہ شخص لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ پوچھتے

کیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے پورا مال چھوڑا ہے؟ اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے پورا مال چھوڑا ہے تو آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے ورنہ آپ مسلمانوں سے فرماتے: تم خود اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو' پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر فتوح کے دروازے کھول دیے تو آپ نے فرمایا: میں مؤمنوں سے زیادہ ان کی جانوں کا ولی ہوں لہٰذا مؤمنوں میں سے جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے قرض چھوڑا تو اس قرض کو میں ادا کروں گا اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔
(صحیح البخاری: ۲۲۹۸' صحیح مسلم: ۱۶۱۹)

ابتداء میں مقروض کی نمازِ جنازہ نہ پڑھانے اور بعد میں پڑھانے کی توجیہات

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا تھا' جس نے قرض کی ادائیگی کے لیے ترکہ نہیں چھوڑا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو قرض کی ادائیگی میں سستی اور بلاعذر تاخیر کرنے پر سرزنش کی جائے کہ اگر وہ قرض ادا کیے بغیر مر گئے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامتِ جنازہ اور آپ کی دعا سے محروم ہوں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: آپ نے بعد میں فرمایا کہ جو قرض ادا کیے بغیر مر گیا' اس قرض کو ادا کرنا میرے ذمہ ہے۔ اس ارشاد میں آپ نے یہ بتایا ہے کہ جس طرح سربراہِ ملک کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کو روزگار اور خوراک مہیا کرے' اسی طرح اس کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ آخرت میں ان کو عذاب سے بچانے کے اقدام کرے کیونکہ جو کسی کا قرض ادا کیے بغیر مر گیا' وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اگر بیت المال میں اتنی رقم ہو جس سے مقروض کا قرض ادا کیا جا سکے اور مقروض کے مرنے کے بعد سربراہِ ملک بیت المال سے اس کا قرض ادا نہ کرے تو آخرت میں سربراہِ ملک سے قصاص لیا جائے گا اور اس قرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے مقروض کو جنت میں جانے سے نہیں روکا جائے گا۔

علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع کیا تھا' جس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے رقم نہیں چھوڑی تھی کیونکہ اس وقت مسلمانوں کا بیت المال نہیں تھا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کے دروازے کھول دیے اور آپ نے مسلمانوں کے لیے بیت المال قائم کر دیا تو اس وقت آپ نے بیت المال کی طرف سے ایسے مقروض کے قرض کی ادائیگی کا بھی اعلان فرما دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۱-۱۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''کتاب الحوالۃ'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

آج ۹ صفر ۱۴۲۹ھ/ ۱۷ فروری ۲۰۰۸ء بروز اتوار ''کتاب الحوالۃ'' کی تکمیل ہو گئی' الٰہ العٰلمین! جس طرح اس کتاب کو مکمل فرما دیا ہے' پوری صحیح بخاری کو مکمل فرما دے اور میری' میرے والدین' میرے اساتذہ اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرما دے۔

''کتاب الحوالۃ'' میں تین احادیث ہیں' دو تعلیقات ہیں اور ایک حدیث مکرر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

۳۹ - کِتَابُ الْكَفَالَةِ

کسی مقروض کے قرض کی ادائیگی کے از خود ضامن ہونے کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب الکفالۃ'' کو ''کتاب الحوالۃ'' میں درج کر دیا ہے کیونکہ دونوں میں ضمانت ہوتی ہے' حوالہ میں مقروض اپنے قرض کو کسی کے حوالے کر دیتا ہے اور کفالہ میں کوئی شخص از خود مقروض کے قرض ادا کرنے کا ذمہ لیتا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

''کفالۃ'' کا لغوی معنی ہے: ملانا' اور اصطلاحی معنی ہے: مقروض سے قرض کے مطالبہ کے ذمہ کو اپنے ذمہ کے ساتھ ملا لینا' پھر اس کی دو قسمیں ہیں: مال ادا کرنے کی ضمانت دینا اور کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دینا۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۱۸' مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۱ - بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُوْنِ بِالْاَبْدَانِ وَغَيْرِهَا

نجی قرض اور کاروباری قرض ادا کرنے اور کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دینا

امام بخاری نے عنوان میں ''قرض'' اور ''دیون'' کے الفاظ لکھے ہیں' قرض سے مراد ہے: نجی قرض یا عام قرض' اور دین سے مراد ہے: کاروباری قرض یا معاملات کا قرض۔

۲۲۹۰ - وَقَالَ اَبُو الزِّنَادِ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا' فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلٰى جَارِيَةِ امْرَاَتِهٖ' فَاَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كَفِيْلًا حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى عُمَرَ' وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ' فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ. وَقَالَ جَرِيْرٌ وَّالْاَشْعَثُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُرْتَدِّيْنَ اِسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ' فَتَابُوْا' وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ. وَقَالَ حَمَّادٌ اِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ' وَقَالَ الْحَكَمُ يَضْمَنُ.

اور ابوالزناد نے کہا از محمد بن حمزہ بن عمرو اسلمی از والد خود کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں حمزہ کو) زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا (جہاں وہ زکوٰۃ وصول کر رہے تھے وہاں کے) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے زنا کر لیا' تو حمزہ نے ایک آدمی سے اس شخص کو (حضرت عمر کے پاس) حاضر کرنے کی ضمانت لی' حتیٰ کہ وہ حضرت عمر کے پاس حاضر ہو گیا' حضرت عمر نے اس شخص کو سو کوڑوں کی سزا دی' اس شخص نے اپنے جرم کی تصدیق کی اور مسئلہ معلوم نہ ہونے کا عذر پیش کیا' اور جریر اور اشعث نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرتدین کے متعلق کہا کہ ان سے توبہ کرایئے اور ان سے کفیل طلب کیجیے (کہ یہ دوبارہ

مرتد نہ ہوں) سو انہوں نے توبہ کر لی اور ان کے قبیلہ والوں نے ان کی ضمانت دی اور حماد نے کہا کہ جب کوئی آدمی کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دے اور وہ شخص مر جائے تو پھر کفیل پر کوئی ضمان نہیں ہے اور حکم نے کہا کہ وہ ضامن ہو گا۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

شبہ کی وجہ سے حد کو ساقط کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس شخص نے اس جرم کی تصدیق کی اور مسئلہ معلوم نہ ہونے کا عذر پیش کیا۔

یعنی اس شخص نے یہ اعتراف کر لیا کہ ہاں! اس نے اپنی بیوی کی باندی سے جنسی عمل کیا ہے لیکن اس نے اس پر یہ عذر پیش کیا کہ اس نے یہ گمان کیا تھا کہ اس بیوی کی باندی بھی حکماً اس کی باندی ہے لہٰذا اس کا اس سے جنسی عمل کرنا جائز ہے اور اس پر مسئلہ مشتبہ ہو گیا تھا' اس نے قصداً اور عمداً حرام کاری کی نیت سے اپنی بیوی کی باندی سے جنسی عمل نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۱)

شرعی حکم کے اعتبار سے اس کو رجم کرنے کا عمل لازم تھا کیونکہ دارالاسلام میں مسائل سے واقف نہ ہونے کا عذر مقبول نہیں ہوتا' اس لیے اس کو بہ ظاہر رجم کرنا چاہیے تھے' لیکن چونکہ شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دی جاتی ہیں اور اس شخص کو یہ شبہ تھا کہ اس کی بیوی کی باندی بھی گویا اس کی باندی ہے' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے رجم کی حد ساقط کر دی اور اس کو تعزیر میں سو کوڑے مارے' تعزیر کے کوڑوں کی تعداد میں کافی اختلاف ہے۔ ہم ان شاء اللہ اس کو تفصیل سے ''کتاب الحدود'' میں لکھیں گے۔

۲۲۹۱ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، سَاَلَ بَعْضَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنْ يُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَقَالَ اِئْتِنِيْ بِالشُّهَدَاءِ اُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، قَالَ فَاْتِنِيْ بِالْكَفِيْلِ، قَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا، قَالَ صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَّرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْاَجَلِ الَّذِيْ اَجَّلَهٗ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا، فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ وَّصَحِيْفَةً مِّنْهُ اِلٰى صَاحِبِهٖ، ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ اَتٰى بِهَا اِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّيْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَسَاَلَنِيْ كَفِيْلًا فَقُلْتُ

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا' اس نے کسی اسرائیلی سے سوال کیا کہ وہ اسے ایک ہزار دینار قرض دے' اس نے کہا: تم میرے پاس گواہ لاؤ جن کو میں اس پر گواہ کروں' اس نے کہا: اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے' اس نے کہا: پھر تم میرے پاس کفیل لاؤ' اس نے کہا: اللہ کا وکیل ہونا کافی ہے' اس دوسرے نے کہا: تم نے سچ کہا' پھر اس کو ایک مدتِ معین کے وعدہ پر وہ دینار دے دیئے' وہ شخص دریا کے پار نکل گیا' پھر اس نے اپنی ضرورت پوری کی' پھر اس نے کوئی کشتی تلاش کی جس میں سوار ہو کر مدتِ معینہ پر اس کی رقم پہنچائے تو اس کو کوئی کشتی نہیں ملی' تب اس نے لکڑی کو کھوکھلا کیا اور اس کے اندر ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور اس قرض خواہ کے نام ایک پرچا لکھ دیا اور (کسی چیز سے) اس کا منہ بند کر دیا' پھر وہ اس لکڑی کو لے کر دریا پر آیا اور یہ دعا کی: اے

كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَسَأَلَنِيْ شَهِيْدًا فَقُلْتُ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَاِنِّيْ جَهَدْتُ اَنْ اَجِدَ مَرْكَبًا اَبْعَثُ اِلَيْهِ الَّذِيْ لَهٗ فَلَمْ اَقْدِرْ، وَاِنِّيْ اَسْتَوْدِعُكَهَا، فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتّٰى وَلَجَتْ فِيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَّخْرُجُ اِلٰى بَلَدِهٖ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهٖ، فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِيْ فِيْهَا الْمَالُ، فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ، فَاَتٰى بِالْاَلْفِ دِيْنَارٍ، فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِيْ طَلَبِ مَرْكَبٍ لِّاٰتِيَكَ بِمَالِكَ، فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ اَتَيْتُ فِيْهِ، قَالَ هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ اِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ اُخْبِرُكَ اَنِّيْ لَمْ اَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ جِئْتُ فِيْهِ، قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَدّٰى عَنْكَ الَّذِيْ بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ، فَانْصَرَفَ بِالْاَلْفِ الدِّيْنَارِ رَاشِدًا.

اللہ! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے' اس نے مجھ سے کفیل کا سوال کیا تو میں نے کہا: اللہ کافی کفیل ہے' پس وہ تیری کفالت پر راضی ہو گیا اور اس نے مجھ سے گواہ کا سوال کیا تو میں نے کہا: اللہ کافی گواہ ہے' پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا اور میں نے کشتی تلاش کرنے کی پوری کوشش کی تا کہ میں اس کی طرف اس کی رقم بھیج دوں لیکن میں اس پر قادر نہیں ہوا اور اب میں یہ رقم والی لکڑی تیری امان میں دیتا ہوں' پھر اس شخص نے وہ لکڑی دریا میں ڈال دی حتیٰ کہ وہ لکڑی دریا میں داخل ہو گئی' پھر وہ واپس آ گیا اور وہ اس عرصہ میں کشتی تلاش کرتا رہا' جس سے وہ اس کے شہر کی طرف نکلے' پھر جس شخص نے اس کو قرض دیا تھا وہ دریا کی طرف نکلا کہ شاید اسے کوئی کشتی نظر آ ئے جو اس کا مال لے کر آ رہی ہو' تو اس کو وہ لکڑی مل گئی جس میں اس کا مال تھا' وہ اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے لیے اٹھا کر لے آیا اور جب اس لکڑی کو کھولا تو اس کو وہ مال مل گیا اور وہ پرچا بھی مل گیا' ادھر وہ مقروض بھی آ پہنچا' جس کو اس نے قرض دیا تھا' اس نے قرض خواہ کو ایک ہزار دینار ادا کر دیئے اور کہا: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی کو تلاش کرتا رہا تا کہ میں وقت پر تمہاری رقم پہنچا دوں' لیکن مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں مل سکی' اس قرض خواہ نے کہا: کیا تم نے میری طرف کوئی چیز بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا: میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی' جس میں میں تمہارے پاس آتا' اس قرض خواہ نے کہا: بے شک اللہ نے تمہاری وہ رقم مجھے پہنچا دی ہے جو تم نے لکڑی میں رکھ کر میرے پاس بھیجی تھی' پھر وہ شخص وہ ایک ہزار دینار لے کر خوشی اور کامیابی کے ساتھ چلا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کفیل کا ذکر ہے۔

شیخ تقی عثمانی کا '' اللہ میاں '' لکھنا اور اس پر مصنف کا تبصرہ

اس حدیث کی شرح میں شیخ تقی عثمانی نے درج ذیل دعائیہ جملہ لکھا ہے:

اے اللہ میاں! اس کو پہنچا دیں۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۹۷' مکتبۃ الحراء' کراچی)

ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا جائز نہیں ہے' اوّلاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات توقیفی ہیں اور ثانیاً اس لیے کہ میاں کا معنی نقص کا موہم ہے (یعنی اس میں نقص اور عیب کا شائبہ ہے) اور جو لفظ نقص کا موہم ہو' اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے۔

رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات توقیفی ہیں تو اس کے متعلق علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل پر ان ہی اسماء اور صفات کا اطلاق کیا جائے گا' جن کا اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن کا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن اسماء کے اطلاق کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲ 'نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

رہا یہ کہ جو لفظ نقص کا موہم ہو' اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے' سو اس کے متعلق علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

ایک لفظ کے اطلاق کے جواز سے اس کے مترادف کا اطلاق جائز نہیں ہے کیونکہ کبھی وہ لفظ نقص کا موہم ہوتا ہے' اس لیے اس کا اطلاق جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر عاقل کا اطلاق نہیں کیا جاتا حالانکہ وہ عالم کا مترادف ہے' اسی طرح کسی لفظ کے لازم کا اطلاق بھی اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور اس کو یہ لازم ہے کہ وہ خنزیر کا بھی خالق ہو' جب کہ ملزوم (وہ ہر چیز پر قادر ہے) کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور لازم (خالق خنزیر کا اطلاق) اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے۔

(نبراس ص ۱۷۳ 'شاہ عبدالحق محدث اکیڈمی' بندیال)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کُل کا خالق ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نجاستوں اور بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے۔

(شرح المقاصد ج ۴ ص ۲۷۵ 'منشورات الشریف' قم' ایران' ۱۴۰۹ھ)

رہا یہ کہ میاں کا لفظ نقص کا موہم ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ میاں کے معانی میں درج ذیل معانی بھی ہیں:

صاحب زادہ' بیٹا' خاوند' شوہر' خصم' استاذ' معلم' مدرس' شہزادہ' امیر زادہ' کنور' پہاڑی راجاؤں کے خاندان کے لوگ۔

(فیروز اللغات' اُردو' ص ۱۳۲۵ 'فیروز سنز' لاہور)

اور ظاہر ہے کہ ان معانی میں سے کوئی معنی بھی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے' بلکہ ہر معنی اللہ تعالیٰ کی شان میں موجب نقص ہے۔

۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ﴾ (النساء:۳۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے' سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو۔ (النساء:۳۳)

مقاتل نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابتداء میں ایک شخص کسی اجنبی شخص کے لیے قسم کھا کر اس کو کچھ دینے کا عہد کر لیتا حالانکہ اس کا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا تھا' پھر وہ ایک دوسرے کے وارث ہو جاتے' پھر اس چیز کو حسب ذیل آیت نے منسوخ کر دیا:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ۔ قرابت دار بہ طور (وراثت) ایک دوسرے سے زیادہ حق دار ہیں۔ (الانفال:۷۵)

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۲۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۹۲ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ اِدْرِيْسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ (النساء:۳۳) قَالَ وَرَثَةً. ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:۳۳) قَالَ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْاَنْصَارِيَّ دُوْنَ ذَوِيْ رَحِمِهٖ لِلْاُخُوَّةِ الَّتِيْ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نَسَخَتْ ثُمَّ قَالَ ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:۳۳) اِلَّا النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيْحَةَ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ وَيُوْصِيْ لَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۴۵۸۰-۶۷۴۷] (سنن ابوداؤد: ۲۹۲۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ادریس از طلحہ بن مصرف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے موالی مقرر کر دیے۔ (النساء:۳۳) موالی سے مراد وارث ہیں' اور آیت: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ (النساء:۳۳) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے کہا: جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو مہاجر انصاری کا وارث ہوتا تھا نہ کہ اس کا رشتہ دار کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا' تب یہ آیت نازل ہوئی: ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں۔ (النساء:۳۳) اس آیت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا' پھر انہوں نے کہا: اور آیت: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ (النساء:۳۳) اس سے مراد مدد' معاونت اور خیر خواہی ہے' اب ان کی وراثت ختم ہو گئی' اب ان کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الصلت بن عبدالرحمان ابوہمام الخارقی (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ (۳) ادریس بن یزید (۴) طلحہ بن مصرف (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۷)

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ پہلے جس کے لیے حلف اٹھایا جاتا تھا' وارث کا حق اس کی طرف منتقل ہو جاتا تھا' اسی طرح مقروض سے جو مطالبہ کیا جاتا ہے' وہ اس کے کفیل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' ہر چند کہ یہ بہت دور کی مناسبت ہے لیکن امام بخاری کے لیے باب کے ساتھ اتنی مناسبت بھی کافی ہے۔

۲۲۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَاٰخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے پاس حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی بھی باب کے ساتھ وہی مناسبت ہے' جو ہم نے اس سے پہلی حدیث میں بیان کی ہے۔

۲۲۹۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث

إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ؟ فَقَالَ قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَّالْأَنْصَارِ فِيْ دَارِيْ. [اطراف الحدیث: ۲۰۸۳-۷۳۴۰]

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا ء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ سے پوچھا: کیا آپ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں (جاہلیت والے) عہد و پیمان نہیں ہیں' تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو خود میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کرایا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں اس طرح عہد کیا جاتا تھا کہ میں ہر صورت میں تمہارا حلیف اور مددگار ہوں خواہ تم حق پر ہو یا باطل پر' اسلام نے اس کے عموم کو منسوخ کر دیا۔

حلف جاہلیت کی ابتداء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا تم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ اسلام میں حِلف نہیں ہے؟

''حِلْف'' کا معنی عہد ہے' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام میں ان چیزوں کا باہمی عہد نہیں کرتے تھے جن چیزوں کا زمانہ جاہلیت میں عہد کرتے تھے کہ میں ہر حال میں تمہارا حلیف ہوں خواہ تم حق پر ہو یا نہ ہو۔

امام مسلم نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں حلف (عہد) نہیں ہے اور جس نے جاہلیت میں عہد کیا تھا تو اسلام اس عہد کو اور مضبوط کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۳۰)

جاہلیت کے حلف کی ابتداء اس طرح ہوئی تھی کہ دوسرے شہروں سے جو لوگ مکہ مکرمہ آئے تو بعض مکہ کے لوگ ان پر ظلم کرتے تھے' وہ اس کی شکایت اپنے قبیلہ والوں سے کرتے تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا' تب وہ لوگ جمع ہوئے جو ظلم اور زیادتی کو ناپسند کرتے تھے اور انہوں نے یہ حلف اٹھایا کہ وہ مظلوم کی مدد کریں گے' اور جب اسلام کا ظہور ہوا تو وہ اسی طرح عہد کرتے تھے۔

حِلف اور عہود کی نفی اور اثبات کی احادیث میں تطبیق

حضرت انس رضی اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو خود میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کرایا تھا۔

امام طبری نے کہا ہے کہ حضرت انس نے جو حِلف کے اثبات میں حدیث روایت کی ہے' وہ حضرت جبیر بن مطعم کی اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں حِلف کی نفی ہے' کیونکہ اوائل ہجرت میں مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے' پھر آیت میراث سے یہ وراثت تو منسوخ ہو گئی اور وہ عہد و پیمان باقی رہے جن کو قرآن مجید نے باطل نہیں کیا یعنی برحق کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ظالم کو ظلم سے روکنا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد مدد' معاونت اور خیر خواہی ہے' اب ان کی وراثت منسوخ ہو چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۹۲)

اسلام کے عہود اور جاہلیت کے عہود کا فرق

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جاہلیت میں حلف کا وہی معنی تھا جو اسلام میں ایک دوسرے کا بھائی بنانے کا معنی ہے' لیکن اسلام میں یہ اخوت دین کے احکام اور حدود میں جاری ہوتی ہے اور جاہلیت کا حِلف اپنی آراء سے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق جاری ہوتا تھا' پھر ظہور اسلام کے بعد ان کے جو عہود اسلام سے متصادم تھے' ان کو باطل کر دیا گیا اور جو عہود اسلام کے موافق تھے' ان کو باقی رکھا

گیا۔ (اعلام السنن ج ۱ص ۵۸۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

جاہلیت کے عہود اور اسلام کے عہود میں حد فاصل

جاہلیت کے حِلف اور اسلام میں جو حد فاصل ہے' اس میں صحابہ کا اختلاف ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: الانفال: ۷۵ کے نزول سے پہلے جو حلف اور عہود تھے' وہ جاہلیت کے عہود ہیں اور الانفال: ۷۵ کے نزول کے بعد جو عہود ہیں وہ اسلامی عہود ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لایلف قریش'' کے نزول سے پہلے کے عہود جاہلی ہیں اور اس کے بعد کے عہود اسلامی ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہجرت سے پہلے کے عہود جاہلی ہیں اور اس کے بعد کے عہود اسلامی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حدیبیہ سے پہلے جو عہود تھے' ان کو قائم رکھا جائے گا اور حدیبیہ کے بعد کے جو عہود ہیں' ان کو توڑ دیا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۳ص ۶۸۶-۶۸۵ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳ - بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَّيِّتٍ دَيْنًا، فَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ

جو شخص کسی میت کے قرض کا کفیل ہوا' اس کے رجوع کا عدم جواز

وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ.

اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

یعنی حسن بصری کا بھی یہی قول ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے۔

۲۲۹۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِّيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوْا لَا، فَصَلّٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى، فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ. قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ عَلَيَّ دَيْنُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا کہ آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! تو آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھادی' پھر ایک اور جنازہ لایا گیا' آپ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس کا قرض میرے ذمہ ہے' تب آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں میت کی کفالت کا ذکر ہے۔

۲۲۹۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا. فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: محمد بن علی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا دوں گا' پھر بحرین کا مال نہیں آیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی' پھر جب بحرین کا مال آیا تو

فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْ بَكْرٍ فَنَادٰى مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ اَوْ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا، فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا، فَحَثٰى لِيْ حَثْيَةً، فَعَدَدْتُهَا، فَاِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ، وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے' تو میں ان کے پاس گیا' سو میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اس طرح اور اس طرح فرمایا تھا' تو حضرت ابوبکر نے مجھے لپ بھر کر دیا' میں نے ان کو شمار کیا تو وہ پانچ سو تھے' حضرت ابوبکر نے فرمایا: تم ان کی دومثل اور لے لو۔

[اطراف الحدیث: ۲۵۹۸-۲۶۸۳-۳۱۳۷-۳۱۶۴-۴۳۸۳]

(صحیح مسلم: ۲۳۱۴' الرقم المسلسل: ۵۹۱۷' مسند الحمیدی: ۱۲۳۳' طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۹۸' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۱۹' شرح مشکل الآثار: ۳۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۳۰۱۔ ج ۲۲ ص ۲۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ' ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (۵) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۰)

اس حدیث کی باب مذکور کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہوئے تو آپ نے جس سے جو وعدہ کیا تھا یا جس سے جو قرض لیا تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سب کی ادائیگی کے کفیل ہو گئے۔

وعدہ پورا کرنے میں مذاہب ائمہ

امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد' بعض فقہاء مالکیہ اور جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ وعدہ کو پورا کرنا مستحب ہے۔ بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے' اور اس حدیث میں وجوب کی دلیل نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ جِوَارِ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقْدِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں (ایک مشرک کا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دینا اور ان کا اس سے عہد کرنا

۲۲۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ، وَقَالَ اَبُوْ صَالِحٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ قَطُّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَاْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل' ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو میرے والدین دین پر عمل کرتے تھے اور ابوصالح نے کہا: مجھے عبداللہ نے حدیث بیان کی از یونس از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ہوش سنبھال کر جب اپنے والدین کو دیکھا تو وہ دین پر عمل کرتے تھے اور جب بھی کوئی دن گزرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کی کسی ایک

وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً، فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ، خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ مُّهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ، حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ، وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ، فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ يَا اَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَخْرَجَنِيْ قَوْمِيْ، فَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اَسِيْحَ فِي الْاَرْضِ فَاَعْبُدَ رَبِّيْ. قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ اِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، فَاِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ، وَاَنَا لَكَ جَارٌ، فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ. فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ، فَرَجَعَ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ، فَطَافَ فِيْ اَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ لَّا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ، اَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَّكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ، وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ؟ فَاَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ، وَاٰمَنُوْا اَبَا بَكْرٍ، وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ، فَلْيُصَلِّ، وَلْيَقْرَاْ مَا شَآءَ، وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذٰلِكَ، وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ، فَاِنَّا قَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ اَبْنَآءَنَا وَنِسَآءَنَا. قَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِاَبِيْ بَكْرٍ، فَطَفِقَ اَبُوْ بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ، وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلٰوةِ، وَلَا الْقِرَآءَةِ فِيْ غَيْرِ دَارِهِ، ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ، فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ، فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ، وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَآءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّآءً، لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِيْنَ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ، فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَاَرْسَلُوْا اِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوْا لَهُ اِنَّا كُنَّا اَجَرْنَا اَبَا بَكْرٍ عَلٰى اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ، وَاِنَّهُ جَاوَزَ ذٰلِكَ، فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، وَاَعْلَنَ الصَّلٰوةَ وَالْقِرَآءَةَ، وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ [illegible]

طرف میں ہمارے پاس تشریف لاتے تھے صبح کو اور شام کو پھر جب مسلمان مشکلات میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب وہ برک الغماد (یمن یا یمامہ کی طرف ایک جگہ) پہنچے تو (قبیلہ) القارۃ کے سردار ابن الدغنہ سے ان کی ملاقات ہوئی' اس نے پوچھا: اے ابوبکر! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا اور میرا ارادہ ہے کہ میں زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں' ابن الدغنہ نے کہا: آپ جیسا شخص یہاں سے نہیں نکلے گا اور نہ اس کو نکالا جائے گا' کیونکہ جس کے پاس مال نہ ہو آپ اس کے لیے کماتے ہیں' رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہیں' ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں' اور میں آپ کو امان دینے والا ہوں' آپ واپس جائیں اور اپنے شہروں میں اپنے رب کی عبادت کریں' پھر ابن الدغنہ چل پڑا اور حضرت ابوبکر کے ساتھ واپس آیا' پھر وہ کفارِ قریش کے سرداروں میں گھوما پھرا اور کہا: ابوبکر ایسا شخص نکلے گا نہ اس کو نکالا جائے گا' کیا تم ایسے شخص کو نکال رہے ہو جو اُن کے لیے کماتا ہے جن کے پاس مال نہ ہو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا ہے اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتا ہے! پھر قریش نے ابن الدغنہ کی دی ہوئی امان کو نافذ کر دیا اور حضرت ابوبکر کو امان دے دی اور ابن الدغنہ سے کہا کہ تم ابوبکر سے کہو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور جتنا دل چاہے قرآن پڑھیں اور ہمیں ایذاء نہ دیں اور علانیہ نماز نہ پڑھیں' کیونکہ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ ہمارے بیٹے اور ہماری عورتیں (اسلام کے) فتنہ میں پڑ جائیں گے' یہ بات ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے کہہ دی' پھر حضرت ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے اور علانیہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے گھر کے علاوہ قرآن پڑھتے تھے' پھر حضرت ابوبکر کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن [illegible] بنالی اور علانیہ نماز پڑھنے لگے اور (بہ آوازِ بلند)

وَنِسَاءَنَا، فَأْتِهِ، فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ، وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ ذٰلِكَ، فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ، وَلَسْنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكْرٍ الْإِسْتِعْلَانَ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ، فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذٰلِكَ، وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي، فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ، وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللّٰهِ. وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ. وَهُمَا الْحَرَّتَانِ، فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ حِينَ ذَكَرَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسْلِكَ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي. قَالَ أَبُو بَكْرٍ هَلْ تَرْجُو ذٰلِكَ بِأَبِي أَنْتَ؟ قَالَ نَعَمْ. فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهُ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ.

قرآن مجید پڑھنے لگے' سو مشرکین کی عورتوں اور ان کے بچوں کا (ان کو دیکھنے کے لیے) اژدھام ہو جاتا' وہ تعجب سے ان کو دیکھتے تھے اور حضرت ابوبکر بہت گریہ کرنے والے تھے' وہ قرآن مجید پڑھتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکتے تھے' اس سے مشرکین قریش کے سردار خوف زدہ ہو گئے' انہوں نے ابن الدغنہ کو بلایا' وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے اس شرط پر ابوبکر کو امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے اور اب انہوں نے اس شرط سے تجاوز کیا ہے اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے اور وہ اب علانیہ نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ہمیں اپنے بیٹوں اور عورتوں کے فتنہ میں پڑنے کا خوف ہے' تم ان کے پاس جا کر کہو کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے گھر میں رب کی عبادت پر اکتفاء کریں اور اگر وہ اس سے انکار کریں اور علانیہ عبادت کرنے پر اصرار کریں تو ان سے سوال کرو کہ وہ تمہاری دی ہوئی امان تم کو واپس کر دیں کیونکہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ ہم تمہارے عہد کو توڑیں اور ہم ابوبکر کو ان کی علانیہ عبادت پر برقرار نہیں رکھیں گے' حضرت عائشہ نے کہا: پھر ابن الدغنہ' حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا: آپ کو معلوم ہے میں نے آپ سے کیا عہد کیا تھا؟ آپ یا تو اس شرط پر برقرار ہیں یا پھر آپ میرے عہد اور میری امان کو میری طرف لوٹا دیں' کیونکہ میں عرب کے لوگوں سے یہ سننا پسند نہیں کرتا کہ میں نے ایک شخص سے جو عہد کیا تھا وہ توڑ دیا' حضرت ابوبکر نے کہا: میں تمہاری امان تمہاری طرف واپس کرتا ہوں اور میں اللہ کی پناہ پر راضی ہوں اور رسول اللہ ﷺ ان دنوں مکہ میں تھے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہاری ہجرت کا گھر دکھایا گیا ہے' میں نے ایک کھاری شور زمین دیکھی ہے جہاں دو کالے پتھریلے میدانوں کے درمیان کھجور کے باغات ہیں' جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ذکر فرمایا تو جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی تھی انہوں نے ہجرت کر لی اور جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور حضرت ابوبکر ہجرت کے لیے تیار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم

ابھی ٹھہرو! کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے (ہجرت کی) اجازت دی جائے گی' حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی امید ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کی خاطر اپنے آپ کو روک لیا اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں' ان کو چار ماہ تک ببول کے پتے کھلاتے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۶۳ـ۲۱۳۸' اور ۴۰۷۶ میں کی گئی ہے' وہاں پر اس حدیث کی اختصار کے ساتھ روایت تھی اور یہاں پر اس حدیث کی بہت مفصل روایت ہے' اس لیے ہم اب اس کی از سر نو شرح کر رہے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ہیں' ابوزکریا مخزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) عروہ بن زبیر بن العوام (۶) ابوصالح' ان کے نام میں اختلاف ہے' ابونعیم نے کہا: ان کا نام سلیمان بن صالح ہے' الدمیاطی نے کہا: ان کا نام محبوب بن موسیٰ الفراء ہے' فربری نے کہا: ان کا نام سلمویہ ہے (۷) عبداللہ بن المبارک (۸) یونس بن یزید (۹) حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۳)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ ایک نظر میں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ہوش سنبھال کر جب اپنے والدین کو دیکھا تو وہ دین پر عمل کرتے تھے۔

یعنی جب میں نے شعور کی آنکھ کھولی تو میرے والدین دین اسلام کے پیروکار تھے' اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے تھے' کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے پانچویں سال پیدا ہوئیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد تیرہ سال مکہ میں رہے' اور اس پر اجماع ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر آٹھ سال تھی اور یہ ہجرت سے چند ماہ پہلے کا واقعہ ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر سات سال تھی اور جب ان کی رخصتی ہوئی' اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اور آپ کی وفات کے بعد وہ اڑتالیس سال زندہ رہیں۔

بَرک الغماد کا محل وقوع اور ابن الدغنہ کا معنی اور اس کا نام

اس حدیث میں ''بَرك الغماد'' کا ذکر ہے۔ یہ یمن کی آخری جانب میں ایک جگہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ برک' یمامہ کے پاس ہے۔

نیز اس میں ابن الدغنہ کا ذکر ہے' دغنہ اس کی ماں کا نام ہے' اس کا لفظی معنی ہے: برسنے والا بادل' یہ قبیلہ القارہ کا سردار تھا' یہ قبیلہ تیراندازی میں مشہور تھا' ابن درید نے کہا: القارہ کا معنی ہے: سیاہ ریت کا ٹیلہ جس میں پتھر ہوں' امام ابن اسحاق نے کہا: ابن الدغنہ کا نام ربیعہ بن رفیع تھا۔

حضرت ابوبکر بہ حیثیت آئینۂ رسالت

ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ جیسا شخص یہاں سے نہیں نکلے گا اور نہ اس کو نکالا جائے گا' کیونکہ جس کے پاس مال نہ ہو آپ اس کے لیے مال کماتے ہیں' رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے ہیں' ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں' اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ حضرت ابوبکر کی وہ صفات تھیں جو ہر دیکھنے والے کو نظر آتی تھیں' جس طرح ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر کی یہ صفات بیان کیں' اسی طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے وقت یہی صفات بیان کی تھیں:

حضرت خدیجہ نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی شرمندہ ہونے نہیں دے گا' کیونکہ آپ رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے ہیں' ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' جس کے پاس مال نہ ہو' اس کے لیے مال کماتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳)

غور کیجئے! حضرت خدیجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات بیان کی ہیں' وہی صفات ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر کی بیان کیں' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کو حضرت ابوبکر کی شخصیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت دکھائی دیتی تھی۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے:

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار نے یہ شرائط رکھیں: (۱) اس سال آپ عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال آ کر عمرہ کر لیں (۲) آپ کے پاس (مدینہ میں) ہماری طرف سے (مکہ سے) جو شخص آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ کو اسے ہماری طرف واپس کرنا ہوگا اور ہمارے پاس آپ کی طرف سے جو آدمی آئے گا' ہم اسے آپ کی طرف واپس نہیں کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شرائط مان لی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان شرائط کو ماننے کی وجہ سے بہت مضطرب تھے' وہ بیان کرتے ہیں:

میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور جا کر کہا: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں دب کر کیوں رہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد کرے گا' میں نے کہا: کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اس سال آئیں گے (اور طواف کریں گے)؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پس بے شک میں بیت اللہ آؤں گا اور اس کا طواف کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا' اور میں نے کہا: اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں دب کر کیوں رہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اے شخص! بے شک وہ ضرور اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کی مدد کرے گا' تم ان کے ساتھ وابستہ رہو' بے شک وہ حق پر ہیں' میں نے کہا: کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! کیا انہوں نے تم سے یہ کہا تھا کہ وہ اس سال بیت اللہ آئیں گے (اور اس کا طواف کریں گے)؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: پس بے شک آپ بیت اللہ آئیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲-۲۷۳۱)

غور فرمایئے! حضرت عمر کے ہر سوال کے جواب میں حضرت ابوبکر نے وہی بات کہی جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی گویا کہ حضرت ابوبکر کا ذہن رسول اللہ ﷺ کی فکر کا ترجمان اور حضرت ابوبکر کی زبان رسول اللہ ﷺ کے بیان کی مظہر ہوگئی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی نظری اور عملی دونوں قوتیں رسول اللہ ﷺ کے افکار اور اعمال کا آئینہ بن گئی تھیں۔ جب محبت درجۂ کمال پر ہو تو طبیعت' طبیعت میں اور مزاج' مزاج میں ڈھل جاتا ہے' حضرت ابوبکر کی شخصیت میں اپنا کچھ نہیں رہا تھا' رنگ روپ' جمال کمال سب رسول اللہ کا تھا' حضرت ابوبکر کی شخصیت ایک آئینہ تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا عکس نظر آتا تھا۔

حضرت ابوبکر کا ابن الدغنہ کی امان کو واپس کر کے اللہ تعالیٰ کی امان کو اختیار کرنا اور ہجرت کی تیاری کرنا

ابن الدغنہ سے عرب کے سرداروں نے کہا: تم ابوبکر سے کہو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور اس کو ظاہر نہ کریں۔ عرب کے سرداروں نے یہ شرط اس لیے لگائی تھی کہ ان کو ڈر تھا کہ اگر ان کے بیٹوں اور عورتوں نے حضرت ابوبکر کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سن لیا تو وہ دین اسلام کی طرف مائل ہو جائیں گے' پہلے تو حضرت ابوبکر اسی طرح گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کرتے رہے' پھر حضرت ابوبکر کو یہ خیال آیا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالیں' سو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور یہ پہلی مسجد تھی' جو اسلام میں بنائی گئی تھی۔

حضرت ابوبکر سوز و گداز والے اور نرم دل تھے' وہ جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے' قرآن مجید کی تلاوت کا اعجاز اور حضرت ابوبکر کا گداز اور ان کی آنکھوں سے اشک رواں کا سیلاب یہ دیکھنے والوں کو بہت متاثر کرتا اور ان کی نماز کو دیکھنے کے لیے عرب کے بیٹوں اور عورتوں کا رش لگ جاتا' حدیث میں اس کے لیے "فیتقصف" کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: بہت لوگ جمع ہو جاتے تھے' یہ صورتِ حال عرب کے مشرک سرداروں کے لیے بہت تشویش کا باعث تھی' انہوں نے ابن الدغنہ سے حضرت ابوبکر کے اس طرزِ عمل کی شکایت کی' بالآخر اس نے اپنی امان واپس لے لی اور حضرت ابوبکر نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کرلیا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بتایا کہ حضرت ابوبکر نے آپ کے ساتھ ہجرت کرنی ہے تو وہ ٹھہر گئے۔

حدیث مذکور کے مسائل

☆ کسی مظلوم کو اپنی امان اور پناہ میں رکھنا' جیسے ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کو اور ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر کو اپنی پناہ اور امان میں رکھا۔

☆ جب مؤمن کو اپنی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لیے کسی کی پناہ میں جانا جائز ہے' خواہ پناہ دینے والا کافر ہو' تاہم یہ رخصت ہے لیکن عزیمت یہ ہے کہ مؤمن اللہ کی پناہ میں رہے' حضرت ابوبکر نے پہلے رخصت پر اور پھر عزیمت پر عمل کیا۔

☆ جس شخص کا شہر میں رہنا مفید ہو' اس کو شہر سے باہر نہیں جانا چاہیے' جیسے دوسرے مسلمان حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرتے رہے اور حضرت ابوبکر نے اپنی ہجرت کو مؤخر کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی حتیٰ کہ محمد بن سلمہ نے کہا ہے کہ فقیہ کو جہاد کے لیے روانہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ کافروں سے لڑنے کے لیے تو بہت مسلمان ہیں لیکن اس فقیہ جیسا دین پر عبور رکھنے والا اور شرعی مسائل میں رہنمائی کرنے والا کوئی کوئی ہوتا ہے اور اس مسئلہ کا استخراج اس آیت سے ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً. (التوبہ: ۱۲۲) اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ جہاد کے لیے تمام مؤمن روانہ ہو جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۶۔ ۱۷۳' مع اضافات وتخریجات کثیرۃ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥ - بَابُ الدَّيْنِ

۲۲۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰى، عَلَيْهِ الدَّيْنُ، فَيَسْأَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا؟ فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً فَصَلّٰى، وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ صَلُّوا عَلٰى صَاحِبِكُمْ. فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ، قَالَ أَنَا أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ.

قرض ادا کرنے کا حکم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابوسلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسا وفات یافتہ شخص لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ دریافت فرماتے کہ آیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے فاضل رقم چھوڑی ہے یا نہیں؟ اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے رقم چھوڑی ہے تو آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے ورنہ آپ مسلمانوں سے فرماتے: تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو' پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو آپ نے فرمایا: میں مؤمنوں سے زیادہ ان کی جانوں پر تصرف کرنے کا حق دار ہوں' پس مؤمنوں میں سے جو فوت ہو گیا اور اس نے قرض چھوڑا تو اس کو میں ادا کروں گا اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

زندگی میں قرض ادا کرنے کی تاکید

اس حدیث میں لوگوں کو اس پر برانگیختہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں قرض ادا کر دیں' کیونکہ موت کا کوئی پتا نہیں کہ وہ کب آ جائے' نیز اس میں یہ بتایا ہے کہ ملک کا سربراہ جس طرح مسلمانوں کی زندگی میں ان کی ضروریات کا کفیل ہے' اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی ان کے بچوں کی کفالت' ان کے قرض کی ادائیگی اور ان کی دیگر ضروریات کا ذمہ دار ہے۔

''کتاب الکفالۃ'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

آج بارہ صفر ۱۴۲۹ھ/ بیس فروری ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ ''کتاب الکفالۃ'' کی تکمیل ہو گئی' اے میرے رب اور ربِ محمد! جس طرح آپ نے صحیح البخاری کی یہ کتاب مکمل کرا دی' پوری صحیح بخاری کی شرح مکمل کرا دیں۔ وما ذالک علیک بعزیز! اور میری اور میرے والدین' تمام قارئین' معاونین اور مؤمنین کی مغفرت فرما دیں۔ آمین!

''کتاب الحوالۃ'' اور ''الکفالۃ'' میں مجموعی طور پر بارہ احادیث ہیں' جن میں سے دو تعلیقات ہیں' بقیہ موصول ہیں اور ان میں سے چھ احادیث مکرر ہیں اور بقیہ چھ خالص احادیث ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٤٠ - كِتَابُ الْوَكَالَةِ

وکالت کا بیان

وکالت کا لغوی معنی ہے: حفاظت کرنا' اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: اپنا کام کسی کے سپرد کردینا' کسی کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا دینا اور کسی کو اپنے معاملات میں تصرف کا اختیار دینا۔

١ - بَابٌ فِيْ وَكَالَةِ الشَّرِيْكِ الشَّرِيْكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا

ایک شریک کا دوسرے شریک کو تقسیم کرنے میں یا کسی اور معاملہ میں وکیل بنانا

وَقَدْ اَشْرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فِيْ هَدْيِهٖ' ثُمَّ اَمَرَهٗ بِقِسْمَتِهَا.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانی کے اونٹوں میں شریک کیا' پھر ان کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

یہ تعلیق دو حدیثوں پر مشتمل ہے:

(١) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں اور ان کو قربانی کے اونٹوں میں شریک کیا۔ (صحیح البخاری: ٢٥٠٥)

(٢) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں پر قائم رہوں اور اونٹوں میں سے قصائی کو اجرت بالکل نہ دوں۔ (صحیح البخاری: ١٧١٦)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں کو نحر کرنے کی جگہ تشریف لے گئے' پس آپ نے تریسٹھ (٦٣) اونٹوں کو نحر کیا' پھر باقی کے اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نحر کرنے کے لیے دیئے' سو انہوں نے باقی (٣٧) اونٹ نحر کیے' اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے کل اونٹ سو تھے جن میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شریک کیا تھا۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٢٤٣' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر (١٠ ذوالحجہ) ہے' پھر اس کے بعد اس کا دوسرا دن ہے اور پانچ یا چھ اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیے گئے' ان میں سے ہر ایک آپ کے قریب آتا تھا کہ آپ پہلے اس کو قربان کردیں۔ (سنن ابوداؤد: ١٧٦٥)

ایسے ہی موقع کے لیے ایک شاعر نے کہا ہے:

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف
باامید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

جنگل کے ہرن اپنی ہتھیلیوں پر اپنا سر رکھے ہوئے ہیں
اس امید پر کہ کسی دن وہ محبوب شکار کرنے آئے گا

۲۲۹۹ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نُحِرَتْ وَبِجُلُوْدِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد از عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی جھولوں اور چمڑوں کو لوگوں میں تقسیم کر دوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۰۷ میں گزر چکی ہے۔

اونٹ کے پشت اور کوہان پر جو کپڑا اچھایا جاتا ہے' اس کو اُردو میں جھول کہتے ہیں اور چمڑے سے مراد ہے: اونٹ کی کھال۔

اس حدیث کی بہ ظاہر باب کے عنوان سے کوئی مطابقت نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے روایت کیا ہے کہ قربانی کے بعض اونٹوں کو نحر کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مقرر کر دیا تھا اور یہ وکالت ہے اور یہ دُور کی مناسبت ہے کیونکہ اس حدیث میں اس توکیل کا ذکر نہیں ہے اور عام طور پر امام بخاری کی مناسبتیں اسی طرح کی ہوتی ہیں۔

۲۳۰۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلٰى صَحَابَتِهِ، فَبَقِيَ عَتُوْدٌ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ أَنْتَ. [اطراف الحدیث: ۲۵۰۰ـ۵۵۴۷ـ۵۵۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چند بکریاں عطا کیں کہ وہ ان کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیں' پس ایک بکری کا تندرست بچہ بچ گیا' انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کی قربانی کر لو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۵' الرقم المسلسل: ۴۹۷۷' سنن ترمذی: ۱۵۰۰' سنن نسائی: ۴۳۷۹' سنن ابن ماجہ: ۳۱۳۸' سنن دارمی: ۱۹۵۴' شرح مشکل الآثار: ۵۷۱۹' صحیح ابن حبان: ۵۸۹۸' المعجم الکبیر: ۷۶۱۔ج ۱۷' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۷۰ـ۲۶۹' شرح السنۃ: ۱۱۱۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۳۴۶ـج ۲۸ ص ۵۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن خالد بن فروخ' یہ ۲۲۹ھ میں مصر میں فوت ہو گئے تھے (۲) لیث بن سعد (۳) یزید بن ابی حبیب ابوالرجاء (۴) ابوالخیر بن عبداللہ (۵) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۰)

اس حدیث میں "عتود" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بکرے کا توانا اور قوی بچہ۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر کو بکریاں تقسیم کرنے کا وکیل بنایا تھا۔

۲ - بَابُ إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِي دَارِ الْحَرْبِ، أَوْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ جَازَ

اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر کو دارالاسلام یا دارالحرب میں اپنا وکیل بنا لے تو یہ جائز ہے

۲۳۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ

حَدَّثَنِی یُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَاتَبْتُ اُمَیَّةَ بْنَ خَلَفٍ کِتَابًا، بِاَنْ یَّحْفَظَنِیْ فِیْ صَاغِیَتِیْ بِمَکَّةَ، وَاَحْفَظَهٗ فِیْ صَاغِیَتِهٖ بِالْمَدِیْنَةِ، فَلَمَّا ذَکَرْتُ الرَّحْمٰنَ، قَالَ لَا اَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ، کَاتِبْنِیْ بِاسْمِكَ الَّذِیْ کَانَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ، فَکَاتَبْتُهٗ عَبْدُ عَمْرٍو، فَلَمَّا کَانَ فِیْ یَوْمِ بَدْرٍ، خَرَجْتُ اِلٰی جَبَلٍ لِاُحْرِزَهٗ حِیْنَ نَامَ النَّاسُ، فَاَبْصَرَهٗ بِلَالٌ، فَخَرَجَ حَتّٰی وَقَفَ عَلٰی مَجْلِسٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ اُمَیَّةُ ابْنُ خَلَفٍ، لَا نَجَوْتُ اِنْ نَّجَا اُمَیَّةُ، فَخَرَجَ مَعَهٗ فَرِیْقٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِیْ اٰثَارِنَا، فَلَمَّا خَشِیْتُ اَنْ یَّلْحَقُوْنَا، خَلَّفْتُ لَهُمْ ابْنَهٗ لِاَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوْهُ، ثُمَّ اَبَوْا حَتّٰی یَتْبَعُوْنَا، وَکَانَ رَجُلًا ثَقِیْلًا، فَلَمَّا اَدْرَکُوْنَا، قُلْتُ لَهٗ اُبْرُكْ فَبَرَكَ، فَاَلْقَیْتُ عَلَیْهِ نَفْسِیْ لِاَمْنَعَهٗ، فَتَخَلَّلُوْهُ بِالسُّیُوْفِ مِنْ تَحْتِیْ حَتّٰی قَتَلُوْهُ، وَاَصَابَ اَحَدُهُمْ رِجْلِیْ بِسَیْفِهٖ، وَکَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ یُرِیْنَا ذٰلِكَ الْاَثَرَ فِیْ ظَهْرِ قَدَمِهٖ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ یُوْسُفُ صَالِحًا، وَاِبْرَاهِیْمُ اَبَاهُ. [طرف الحدیث:۳۹۷۱]

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یوسف بن الماجشون نے حدیث بیان کی از صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف از والد خود از جدِ خود حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہ میں نے اُمیہ بن خلف کو مکتوب لکھا کہ مکہ میں جو میرا مال و متاع ہے وہ اس کی حفاظت کرے اور مدینہ میں جو اس کا مال ہے اس کی میں حفاظت کروں گا' پھر جب میں نے اپنے مکتوب میں رحمان کا لفظ لکھا تو اس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ رحمان کیا چیز ہے؟ تم مجھے مکتوب میں اپنا وہی نام لکھو جو جاہلیت میں تمہارا نام تھا' پھر میں نے اس کو مکتوب میں (عبد الرحمان کے بجائے) عبد عمرو لکھا' پھر جب غزوۂ بدر کا دن آیا اور مسلمان سو گئے' تو میں اس کو لے کر پہاڑ کی طرف نکلا تا کہ میں اس کی حفاظت کروں' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا' پس وہ نکل کر انصار کی مجلس میں پہنچے اور وہاں کھڑے ہو گئے' پس کہا: وہ امیہ بن خلف ہے' اگر آج امیہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہو گی' پھر حضرت بلال انصار کے چند نوجوانوں کے ساتھ ہمارے پیچھے نکلے' جب مجھے یہ خطرہ ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے ان کے لیے اُمیہ کے بیٹے کو چھوڑ دیا تا کہ وہ اس کے مارنے میں مشغول ہوں' پس انہوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر بھی وہ نہیں مانے حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا پیچھا کیا اور اُمیہ بھاری بھرکم آدمی تھا' پھر جب وہ ہم تک پہنچ گئے تو میں نے اس سے کہا: تم گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ' تو وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا' پھر میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر گرا دیا تا کہ میں اس کو قتل ہونے سے بچاؤں' انہوں نے میرے نیچے درمیان سے اس پر تلواریں ماریں حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کی تلوار میرے پیر پر بھی لگی تھی اور حضرت عبد الرحمٰن اپنے قدم کی پشت پر ہمیں اس زخم کا نشان دکھاتے تھے۔ امام عبد اللہ نے کہا: یوسف نے صالح سے سماع کیا ہے اور ابراہیم نے ان کے والد سے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ (۲) یوسف بن یعقوب بن عبد اللہ (۳) صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف قرشی

(۴) ان کے والد ابراہیم بن عبدالرحمٰن القرشی (۵) حضرت عبدالرحمان بن عوف القرشی رضی اللہ عنہ' یہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے اور بقیع میں مدفون ہوئے۔(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۱)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور دارالاسلام میں تھے' انہوں نے اُمیہ بن خلف کو خط لکھا اور وہ کافر تھا اور دارالحرب میں تھا اور ان کو مکہ میں اپنے مال ومتاع کی حفاظت مطلوب تھی اور وکیل وہ ہوتا ہے جو اپنے مؤکل کے معاملات کی نگرانی کرے اور اس کی ضروریات کو پورا کرے' اس لیے حضرت عبدالرحمان بن عوف نے مکہ میں اُمیہ بن خلف کو اپنا وکیل بنالیا تھا کہ وہ مکہ میں ان کے مال ومتاع کی حفاظت کرے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باب کے عنوان میں دو چیزوں کا ذکر ہے: مسلمان کا کافر کو دارالحرب میں یا دارالاسلام میں وکیل بنانا' اور اس حدیث میں صرف کافر کو دارالحرب میں وکیل بنانے کا ذکر ہے' کافر کو دارالاسلام میں وکیل بنانے کا ذکر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کافر کو دارالحرب میں وکیل بنانا جائز ہے تو دارالاسلام میں وکیل بنانا تو بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا' یا پھر اس حدیث کی عنوان کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے یعنی دلالت تضمنی کے اعتبار سے۔

اُمیہ بن خلف کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اُمیہ بن خلف الجحی' تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخالف تھا' ایک دن وہ ایک گلی ہوئی بھربھری ہڈی اپنے ہاتھ میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کا رب اس کو زندہ کرے گا؟ پھر اس نے پھونک مار کر اس کو اڑا دیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ (یٰس: ۷۸) اس نے کہا: گلی ہوئی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ ○

اس حدیث میں ''صاغۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مائل ہونا اور چونکہ مال ومتاع کی طرف لوگ مائل ہوتے ہیں' اس لیے اس کو ''صاغۃ'' فرمایا۔

عبدالنبی اور عبدالرسول نام رکھنے کو شیخ تقی عثمانی کا مکروہ قرار دینا اور اس پر مصنف کا تبصرہ

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوب میں اپنا نام عبدالرحمان لکھا تھا' اس پر اُمیہ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کیا ہے؟ تم وہی نام لکھو جو زمانۂ جاہلیت (قبل از ظہورِ اسلام) میں تمہارا نام تھا اور ان کا زمانۂ جاہلیت میں عبد عمرو تھا۔
عبد عمرو کا لفظی معنی ہے: عمرو کا بندہ' لیکن یہاں بندہ کا معنی خادم اور غلام ہے کیونکہ عمرو کی عبادت نہیں کی جاتی تھی' اسی طرح عبدالنبی اور عبدالرسول کا معنی بھی نبی اور رسول کا غلام ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت نہیں کی جاتی اور یہ اس پر واضح قرینہ ہے کہ یہاں عبد کا معنی غلام ہے۔

اس کی شرح میں شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

عبدالنبی اور عبدالرسول میں اس بات کا ایہام ہے کہ میں نبی یا رسول کا بندہ ہوں' چونکہ یہ ایہام ہے اس واسطے ایسا نام رکھنا مکروہ ہے لیکن عبادت نہیں کی جاتی' اس واسطے حرام نہیں' مکروہ ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۵۱۳' مکتبۃ الحراء' کراچی)

قرآن مجید میں ہے:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ. (النور: ۳۲)

اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا۔

اس آیت میں عبد کی اضافت مخلوق کی طرف کی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ عبد النبی نام رکھنا جائز ہے اور یہاں عبد کا معنی غلام ہے اور جب عبد اللہ کہا جاتا ہے تو وہاں عبد کا معنی بندہ ہوتا ہے' عربی میں غلام کو عبد کہا جاتا ہے اور نام عموماً عربی زبان کے اعتبار سے رکھے جاتے ہیں لہٰذا عبد النبی اور عبد الرسول نام رکھنا جائز ہے' شرک' حرام یا مکروہ نہیں ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ نے کفر اور شرک کی باتوں کے تحت لکھا ہے: علی بخش' حسین بخش' عبد النبی وغیرہ نام رکھنا۔

(بہشتی زیور ج ۱ ص ۳۵' ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور)

قرآن مجید کی اس نص قطعی کے مقابلہ میں تھانوی صاحب اور عثمانی صاحب کا قول صحیح نہیں ہے' تاہم چونکہ اُردو میں عبد کا اطلاق صرف بندہ پر کیا جاتا ہے' غلام پر نہیں کیا جاتا' اس لیے غلام رسول اور غلام نبی نام رکھنا اولیٰ ہے' اگرچہ نام رکھنے میں عربیت کا معنی اور اس کی ترکیب ملحوظ ہوتی ہے۔

اب امت کا کوئی فرد بھی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ' اُمیہ بن خلف کو امان دینا چاہتے تھے لیکن اس وقت تک مشرک کو امان دینے کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں تھی' لیکن اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۵۷۹' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۰۸۸' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۱' سنن بیہقی ج ۹ ص ۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۸۷۸۰ ۔ ج ۱۴ ص ۳۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۳- بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيْزَانِ

بیع صَرف اور وزنی چیزوں میں وکالت

وَقَدْ وَكَّلَ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ فِي الصَّرْفِ.

اور حضرت عمر اور حضرت ابن عمر نے بیع صَرف میں وکیل بنایا۔

اس تعلیق کے موافق درج ذیل حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سونا چڑھایا ہوا ایک برتن دیا اور فرمایا: جاؤ! اس کو فروخت کر دو' انہوں نے ایک یہودی کو وہ برتن اس کے وزن سے کم میں فروخت کیا' حضرت عمر نے فرمایا: اس کو واپس کر دو' یہودی نے کہا: میں اس کے وزن سے زیادہ رقم دوں گا' حضرت عمر نے فرمایا: نہیں! اس کے وزن کے برابر رقم دو۔

اس اثر کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۴' تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۹۳)

۲۳۰۲'۲۳۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ، فَجَآءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ، فَقَالَ أَكُلُّ تَمْرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد المجید بن سہیل بن عبد الرحمٰن بن عوف از سعید بن المسیب از حضرت ابو سعید خدری و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر پر عامل بنایا' وہ آپ کے پاس عمدہ کھجوریں لے کر آیا' آپ نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح ہیں؟

خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ فَقَالَ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ لَا تَفْعَلْ! بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا. وَقَالَ فِي الْمِيْزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

اس نے کہا: ہم دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع یا تین صاع دے کر دو صاع کھجوریں لیتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کرو! تم (اپنی) تمام کھجوریں دراہم کے عوض فروخت کرو' پھر دراہم کے عوض عمدہ کھجوریں خرید و' اور آپ نے فرمایا: وزن میں اس کی مثل کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۲' اور ۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو کھجوروں کی خرید وفروخت کا حکم دیا تھا اور یہ گویا اس کو وکیل بنانا ہے' تاہم اس حدیث میں بیع صَرف کا ذکر ہے نہ اس شخص کو صراحۃً وکیل بنانے کا ذکر ہے اور یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

٤ - بَابٌ اِذَا اَبْصَرَ الرَّاعِيْ اَوِ الْوَكِيْلُ شَاةً تَمُوْتُ، اَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ، ذَبَحَ وَاَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ

جب کسی چرواہے یا وکیل نے کسی بکری کو مرتے ہوئے دیکھا تو اس کو ذبح کر دیا یا جو چیز خراب ہو رہی تھی' اس کو درست کر دیا

٢٣٠٤ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ قَالَ اَنْبَاَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَّافِعٍ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ غَنَمٌ تَرْعٰى بِسَلْعٍ، فَاَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَّنَا بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا مَوْتًا، فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهٖ، فَقَالَ لَهُمْ لَا تَاْكُلُوْا حَتّٰى اَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ اُرْسِلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّسْاَلُهُ، وَاَنَّهُ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَاكَ، اَوْ اَرْسَلَ اِلَيْهِ، فَاَمَرَهُ بِاَكْلِهَا. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَيُعْجِبُنِيْ اَنَّهَا اَمَةٌ وَاَنَّهَا ذَبَحَتْ. تَابَعَهُ عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۵۵۰۱-۵۵۰۲-۵۵۰۴] [سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کعب بن مالک کے بیٹے سے سنا' وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا جو سَلع پہاڑ پر چرتا تھا' ہماری باندی نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری کو مرتے ہوئے دیکھا' اس نے ایک دھار والے پتھر کو توڑ کر اس پتھر سے اس بکری کو ذبح کر دیا' حضرت کعب بن مالک نے کہا: اس بکری کو نہ کھانا حتیٰ کہ میں خود نبی ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کرلوں یا کسی کو نبی ﷺ کے پاس بھیج کر اس کے متعلق سوال کرلوں' پھر انہوں نے خود نبی ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا یا کسی کو بھیج کر معلوم کرایا تو آپ نے اس بکری کو کھانے کا حکم دیا۔ عبید اللہ نے کہا: مجھے یہ پسند ہے کہ وہ باندی تھی اور اس نے ذبح کیا۔ معتمر کی متابعت عبدہ نے کی ہے از عبید اللہ۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم المعروف با بن راھویہ (۲) معتمر بن سلیمان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) ابن کعب' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے: عبد اللہ بن کعب' دوسرا قول ہے: عبد الرحمٰن بن کعب (۶) حضرت کعب بن

مالک انصاری رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۶)

مالک کی اجازت کے بغیر جانور کو ذبح کردیا جائے پھر بھی وہ حلال ہے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب تک چرواہے یا وکیل کی کسی چیز میں خیانت ظاہر نہ ہو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں پانچ فوائد ہیں:

(۱) عورتوں اور باندیوں کے ذبح کرنے کا جواز (۲) دھاروالے پتھر سے ذبح کرنے کا جواز (۳) جو جانور مرنے کے قریب ہو اس کو ذبح کرنے کا جواز (۴) غیر مالک کا بغیر وکالت کے ذبح کرنے کا جواز (۵) پیش آمدہ مسئلہ کا حل معلوم کرنے کا جواز۔

نیز اس حدیث سے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اوزاعی اور ثوری نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مالک کی اجازت کے بغیر کوئی شخص جانور کو ذبح کردے پھر بھی اس کا ذبیحہ حلال ہے، داؤد ظاہری اور اس کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ چور اور غاصب کا ذبیحہ حرام ہے مگر یہ قول شاذ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵ - بَابٌ وَّكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ

حاضر اور غائب کی وکالت جائز ہے

وَكَتَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اِلٰى قَهْرَمَانِهٖ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ اَنْ يُّزَكِّيَ عَنْ اَهْلِهِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ.

اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے منتظم یا کارمختار کی طرف لکھا اور وہ اس وقت غائب تھے کہ ان کے چھوٹوں اور بڑوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کردیا جائے۔

اس تعلیق میں غائب کو وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔ (تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۹۴)

۲۳۰۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلٌ سِنٌّ مِّنَ الْاِبِلِ، فَجَاءَهٗ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ اَعْطُوْهُ. فَطَلَبُوْا سِنَّهٗ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهٗ اِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ اَعْطُوْهُ. فَقَالَ اَوْفَيْتَنِيْ اَوْفَى اللّٰهُ بِكَ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خِيَارَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً. [اطراف الحدیث: ۲۳۰۶-۲۳۹۰-۲۳۹۲-۲۳۹۳-۲۴۰۱-۲۶۰۶-۲۶۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلمہ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص عمر کا اونٹ لینا تھا، وہ شخص اپنے اونٹ کا مطالبہ کرنے آیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس کو اونٹ دے دو، انہوں نے تلاش کیا تو اس عمر کا اونٹ نہیں ملا، البتہ اس سے زیادہ عمر کا اونٹ مل گیا، آپ نے فرمایا: وہی دے دو، اس شخص نے کہا: آپ نے مجھے پورا پورا حق دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پوری پوری جزاء دے، تب آپ نے فرمایا: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو عمدگی سے قرض ادا کریں۔

(صحیح مسلم: ۱۶۰۱، الرقم المسلسل: ۴۰۰۱، سنن ترمذی: ۱۳۱۷-۱۳۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۵۷۲- ج ۱۵ ص ۳۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) سفیان ثوری (۳) سلمہ بن کہیل (۴) ابوسلمہ بن عبدالرحمان (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۸)

حاضر کو وکیل بنانے میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی وضاحت اور حدیث مذکور سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص تندرست ہو اور شہر میں حاضر ہو اس کا کسی کو وکیل بنانا جائز نہیں ہے مگر جب دوسرا فریق اس پر راضی ہو یا وہ بیمار ہو یا مسافر ہو اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو اونٹ دے دو اور یہ آپ کا ان کو وکیل بنانا ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غائب تھے نہ بیمار تھے نہ مسافر تھے اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ حاضر اور تندرست کے وکیل بنانے کو نا جائز نہیں کہتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس پر وکیل بنانا لازم نہیں ہے۔

اس حدیث میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعی امام مالک امام احمد اور جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ حیوان کو قرض میں دینا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ منع کرتے ہیں اور یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے ایک اونٹ قرض لیا تھا جس کا قرض آپ نے ادا کرنے کا حکم دیا اور اس سے زیادہ عمر کا اونٹ دیا۔ علامہ عینی نے اس کا کوئی خاص جواب نہیں دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۸۰) شیخ تقی عثمانی سے بھی اس کا کوئی مسکت جواب نہیں بن سکا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۵۲۳-۵۱۸) اور مصنف کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے:

امام ابوحنیفہ جو حیوان کو قرض میں دینے سے منع کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کی حیوان کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا۔

(سنن ترمذی: ۱۲۴۱ سنن ابوداؤد: ۳۳۵۶ سنن نسائی: ۴۶۱۳)

امام ابوحنیفہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور ائمہ ثلاثہ باب مذکور کی جس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے نیز ائمہ ثلاثہ کی حدیث حیوان کو قرض میں دینے کی اباحت پر دلالت کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ کی حدیث حیوان کو قرض میں دینے کی ممانعت اور تحریم پر دلالت کرتی ہے اور جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے لہٰذا ائمہ ثلاثہ کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ کا استدلال دو وجہ سے قوی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۹۹۶۔ ج ۴ ص ۴۲۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) حیوان کو قرض دینے میں مذاہب فقہاء (۲) حیوان کو قرض دینے میں فقہاء احناف کا مؤقف (۳) حیوان کے قرض پر جمہور کی روایت کے جوابات (۴) حیوان کو قرض میں فروخت کرنے کی منسوخیت پر احادیث اور آثار (۵) حسن قضاء کا ثبوت۔

نوٹ: باب مذکور کی حدیث کے جو جوابات ہم نے شرح صحیح مسلم میں ذکر کیے تھے یہاں نعمۃ الباری میں اس سے مختلف جوابات ذکر کیے ہیں اور یہ شرح صحیح مسلم کے جوابات سے زیادہ قوی ہیں۔

٦ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي قَضَاءِ الدُّيُوْنِ

قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنانا

٢٣٠٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلمہ بن کہیل انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا

اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَقَاضَاہُ فَاَغْلَظَ، فَھَمَّ بِہٖ اَصْحَابُہٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعُوْہُ، فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. ثُمَّ قَالَ اَعْطُوْہُ سِنًّا مِّثْلَ سِنِّہٖ. قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! لَا نَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّہٖ، فَقَالَ اَعْطُوْہُ فَاِنَّ مِنْ خَیْرِکُمْ اَحْسَنَکُمْ قَضَاءً.

از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (قرض کا) تقاضا کرنے کے لیے آیا' اس نے سختی سے بات کی' آپ کے اصحاب (اس کو مارنے یا ڈانٹنے کے لیے) بڑھے' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ و! جس کا حق ہوتا ہے اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے' پھر آپ نے فرمایا: اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ اس کو دے دو' آپ کے اصحاب نے کہا: ہمیں اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ نہیں ملا مگر اس کے اونٹ سے زیادہ عمر کا اونٹ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو وہی دے دو! تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے بہتر قرض ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

جس شخص سے آپ نے قرض لیا تھا' وہ کوئی کافر یا یہودی تھا یا کوئی غیر مہذب اعرابی تھا جو بارگاہِ نبوت میں گفتگو کرنے کے آداب سے ناواقف تھا' اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم اور آپ کے بلند اخلاق کا بیان ہے کہ آپ نے قرض خواہ کی سختی کے باوجود اس کے ساتھ نیک سلوک کیا' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں صحابہ کو قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنانے کا ذکر ہے۔

۷ - بَابٌ اِذَا وَھَبَ شَیْئًا لِّوَکِیْلٍ اَوْ شَفِیْعِ قَوْمٍ جَازَ

جب کسی قوم کے وکیل یا سفارشی کو کوئی چیز ہبہ کر دی تو جائز ہے

لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ ھَوَازِنَ حِیْنَ سَاَلُوْہُ الْمَغَانِمَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَصِیْبِیْ لَکُمْ.

کیونکہ جب ہوازن کے وفد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غنیمتوں کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم میرا حصہ لے لو۔

امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں تھے اور ہم نے ہوازن کے اموال اور قیدیوں پر قبضہ کر لیا تھا' پھر وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور جعرانہ میں ان کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! ہم پر احسان کیجئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری عورتیں اور بیٹے تم کو پسند ہیں یا تمہارے اموال؟ انہوں نے کہا: ہم کو ہماری عورتیں اور بیٹے پسند ہیں' آپ نے فرمایا: جو عورتیں اور بیٹے میرے اور بنو عبدالمطلب کے قبضہ میں ہیں وہ تمہارے ہیں' پھر مہاجرین اور انصار نے کہا: جو قیدی ہمارے قبضہ میں ہیں وہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے' پھر ان کے وفد کی طرف ان کی عورتیں اور بیٹے لوٹا دیئے گئے' ان قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی اور اونٹ اور گھوڑے شمار سے باہر تھے' حنین کا یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد شوال آٹھ ہجری میں ہوا تھا' حنین' مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۹۲)

اس تعلیق کی مزید تفصیل اس باب کی حدیث میں آرہی ہے۔

۲۳۰۸'۲۳۰۷ - حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث

حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَزَعَمَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِكُمْ. وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِينَ، فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ جَاءُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ بِذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعُوا إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا. [اطراف الحدیث (۲۳۰۷): ۲۵۳۹-۲۵۸۴-۲۶۰۷-۳۱۳۱-۴۳۱۸-۷۱۶۷] [اطراف الحدیث (۲۳۰۸): ۲۵۴۰-۲۵۸۳-۲۶۰۸-۳۱۳۲-۴۳۱۹-۷۱۷۷] (سنن ابوداؤد: ۲۶۹۳)

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا کہ عروہ نے یہ گمان کیا کہ مروان بن الحکم اور حضرت مسور بن مخرمہ ان دونوں نے عروہ کو خبر دی کہ جب ہوازن کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف واپس کر دیے جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات سچی بات ہے تم لوگ دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کر لو یا قیدیوں کو یا اموال کو اور میں تم کو اس پر غور کے لیے مہلت دیتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے لوٹے تو آپ نے دس راتوں سے زیادہ دن ان کا انتظار کیا پھر جب ہوازن کے لوگوں نے یہ جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے اس کے بعد فرمایا: بے شک تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس (کفر سے) تائب ہو کر آئے ہیں اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں پس تم میں سے جو شخص خوش دلی سے ایسا کرنا چاہتا ہو وہ کر لے اور تم میں سے جو شخص قیدیوں میں سے اپنے حصہ کو برقرار رکھنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ جو پہلا مال غنیمت عطا فرمائے گا ہم اس کو اس میں سے دے دیں گے سو وہ اس طرح کر لے تب آپ کے اصحاب نے کہا: ہم خوشی سے قیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں نہیں معلوم کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی تم واپس جاؤ اور اپنے عرفاء یعنی وکیلوں کو اور منتظموں کو ہمارے پاس بھیجو پھر وہ لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے منتظموں سے مشورہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ انہوں نے خوش دلی سے یہ فیصلہ کیا ہے اور اس کی اجازت دی۔

وفد کا معنیٰ' طائف کی طرف واپسی کی تاریخ' عریف کا معنیٰ' عوض دینے کے لیے مجہول مدت مقرر کرنے کا جواز اور وکیل کے اقرار کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وفد ہوازن کا ذکر ہے۔ وفد ان چند لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں جو کسی شہر میں جا کر وہاں کے امراء سے ملاقات کا قصد کرتے ہیں۔

اس میں ذکر ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے لوٹے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بیس رمضان آٹھ ہجری کو مکہ فتح کر لیا تو پھر پانچ شوال کو آپ ہوازن کے خلاف جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے اوپر فتح عطا فرمائی اور یہی غزوۂ حنین تھا' حنین سے فارغ ہو کر آپ طائف کے لیے روانہ ہوئے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس راتوں تک اہل طائف کا محاصرہ کیا' پھر آپ وہاں سے واپس آ گئے کیونکہ طائف کی فتح اگلے سال تک مؤخر ہو گئی تھی' طائف سے واپسی پر آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ جعرانہ میں قیام کیا اور آپ نے دس راتیں اور چند دن تک ہوازن کے وفد کا انتظار کیا۔ اس حدیث کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ غزوۂ حنین میں آئے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: تم واپس جاؤ اور اپنے عرفاء کو بھیجو' عرفاء' عریف کی جمع ہے' عریف اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کے احوال کو جاننے والا ہو' اس کو نقیب بھی کہتے ہیں اور یہ رئیس سے کم درجہ کا ہوتا ہے' التلویح میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی قبیلہ یا محلہ کا منتظم ہو اس کو عریف کہتے ہیں۔

اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم میں سے جو شخص ہوازن کے قیدیوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہو تو وہ ان کو اب آزاد کر دے' اس کے عوض اللہ تعالیٰ ہم کو جو پہلا مالِ غنیمت عطا فرمائے گا' ہم ان کو اس میں سے دے دیں گے' آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ کسی چیز کا عوض دینے کے لیے مجہول مدت کو مقرر کرنا بھی جائز ہے' کیونکہ یہ معلوم اور معین نہیں تھا کہ پہلا مالِ غنیمت کب حاصل ہو گا۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب اہل حرب پر فتح پا کر ان کے اموال کو مالِ غنیمت بنا لیا جائے اور لڑنے والوں کو لونڈیاں اور غلام بنا لیا جائے' پھر وہ اہل حرب مسلمان ہو جائیں اور اپنے اموال کو اور اپنے ان اصحاب کو طلب کریں جن کو قیدی بنایا جا چکا ہے اور مسلمانوں کا سربراہ ان کے قیدیوں کو واپس کرنے میں مصلحت سمجھے تو وہ ان کے قیدیوں کو آزاد کر کے واپس کر سکتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کر کے واپس کر دیا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام نے لونڈیوں اور غلاموں کے چلن کو ختم کیا ہے اور یہ کہ جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ ان پر احسان کر کے آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن کے جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا تھا۔

اس حدیث میں عرفاء بنانے کا جواز ہے اور یہ کہ عرفاء وکیلوں کے قائم مقام ہوتے ہیں اور وکیل کا کسی چیز کے لیے اقرار کرنا اس کے مؤکل کے اقرار کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم اپنے عرفاء سے مشورہ کر لو کہ آیا وہ ہوازن کے قیدیوں کو خوش دلی سے آزاد کر رہے ہیں یا نہیں؟ اور انہوں نے جب مشورہ کے بعد بتایا کہ انہوں نے خوش دلی سے ہوازن کے قیدی آپ کو دے دیئے ہیں تا کہ آپ ان کو آزاد کر دیں تو آپ نے اپنے فیصلہ کو نافذ فرما دیا۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ حاکم کے سامنے وکیل کا اقرار کرنا جائز ہے اور دوسروں کے سامنے جائز نہیں ہے' امام مالک نے کہا

ہے کہ جب تک مؤکل وکیل کو اقرار یا انکار کا اختیار نہ دے اس وقت تک وکیل کا مؤکل کے حق میں اقرار یا انکار جائز نہیں ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ وکیل کا اپنے مؤکل کے حق میں اقرار قابلِ قبول نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٨ - بَابٌ إِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ رَّجُلًا اَنْ يُّعْطِيَ شَيْئًا، وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي فَاَعْطٰى عَلٰى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ

جب ایک شخص کو کچھ دینے کے لیے وکیل بنایا اور یہ نہیں بتایا کہ کتنا دے اس صورت میں وکیل کا لوگوں کے عرف کے مطابق دینا جائز ہے

٢٣٠٩ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ وَّغَيْرِهٖ، يَزِيْدُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ، وَلَمْ يُبَلِّغْهُ كُلُّهُمْ، رَجُلٌ وَّاحِدٌ مِّنْهُمْ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلٰى جَمَلٍ ثَفَالٍ، اِنَّمَا هُوَ فِيْ اٰخِرِ الْقَوْمِ، فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ قُلْتُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ مَا لَكَ؟ قُلْتُ اِنِّيْ عَلٰى جَمَلٍ ثَفَالٍ، قَالَ اَمَعَكَ قَضِيْبٌ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اَعْطِنِيْهِ. فَاَعْطَيْتُهٗ فَضَرَبَهٗ فَزَجَرَهٗ، فَكَانَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ مِنْ اَوَّلِ الْقَوْمِ، قَالَ بِعْنِيْهِ. فَقُلْتُ بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ بَلْ بِعْنِيْهِ، قَدْ اَخَذْتُهٗ بِاَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ، وَلَكَ ظَهْرُهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ. فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ اَخَذْتُ اَرْتَحِلُ، قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قُلْتُ تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا زَوْجُهَا، قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا، وَتُلَاعِبُكَ؟ قُلْتُ اِنَّ اَبِيْ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ، فَاَرَدْتُ اَنْ اَنْكِحَ امْرَاَةً قَدْ جَرَّبَتْ، خَلَا مِنْهَا، قَالَ فَذٰلِكَ. فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ يَا بِلَالُ، اِقْضِهٖ وَزِدْهُ. فَاَعْطَاهُ اَرْبَعَةَ دَنَانِيْرَ وَزَادَهٗ قِيْرَاطًا، قَالَ جَابِرٌ لَا تُفَارِقُنِيْ زِيَادَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمْ يَكُنِ الْقِيْرَاطُ يُفَارِقُ جِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح وغیرہ اور ان میں سے بعض نے بعض کی روایت پر اضافہ کیا ہے تمام راویوں نے اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچایا ان میں سے ایک شخص نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی کہ انہوں نے بتایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا میں بہت سست رفتار اونٹ پر سوار تھا وہ سب لوگوں کے آخر میں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: جابر بن عبد اللہ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں سست رفتار اونٹ پر سوار ہوں آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس درخت کی کوئی شاخ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: وہ مجھے دو پس میں نے آپ کو وہ شاخ دی آپ نے اس اونٹ کو ڈانٹ کر وہ شاخ ماری پھر وہ اونٹ اس جگہ سے چل کر سب سے آگے نکل گیا آپ نے فرمایا: یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو میں نے کہا: یا رسول اللہ! بلکہ وہ آپ ہی کا ہے آپ نے فرمایا: مجھ کو یہ فروخت کر دو میں نے تم سے یہ اونٹ چار دینار کے عوض لے لیا اور تم مدینہ تک اس پر سواری کر سکتے ہو جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میں جانے لگا آپ نے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں نے ایک ایسی عورت سے شادی کی ہے جس کا شوہر فوت ہو چکا ہے آپ نے فرمایا: تم نے کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی! تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی میں نے عرض کیا: میرے والد فوت ہو چکے ہیں اور انہوں نے چند بیٹیاں چھوڑی ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ میں کسی ایسی خاتون سے شادی کروں جو تجربہ

کار ہو اور اس کا شوہر فوت ہو چکا ہو' آپ نے فرمایا: پھر ٹھیک ہے' جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا: اے بلال! اس کو قیمت دے دو اور کچھ زیادہ دینا' تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر کو چار دینار دیئے اور ایک قیراط زیادہ دیا' حضرت جابر نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا وہ زائد انعام کبھی خود سے جدا نہیں کرتا' پھر وہ قیراط حضرت جابر بن عبد اللہ کی تھیلی سے کبھی جدا نہیں ہوا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حضرت جابر کے اونٹ کا معاوضہ دینے کے لیے وکیل بنایا اور انہیں فرمایا کہ کچھ زیادہ دینا' اور زیادہ دینے کی مقدار نہیں بتائی اور انہوں نے عرف کے مطابق ایک قیراط زیادہ دے دیا۔

۹ - بَابُ وَكَالَةِ الْمَرْاَةِ الْإِمَامَ فِي النِّكَاحِ

کسی عورت کا نکاح میں امام کو وکیل بنانا

۲۳۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَّفْسِيْ. فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيْهَا، قَالَ قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. [اطراف الحدیث: ۵۰۲۹۔ ۵۰۳۰۔ ۵۰۸۷۔ ۵۱۲۱۔ ۵۱۲۶۔ ۵۱۳۲۔ ۵۱۳۵۔ ۵۱۴۱۔ ۵۱۴۹۔ ۵۱۵۰۔ ۵۸۷۱۔ ۷۴۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا' ایک مرد نے کہا: اس عورت کا میرے ساتھ نکاح فرما دیں' آپ نے فرمایا: تم کو جو قرآن یاد ہے ہم نے اس کے سبب سے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۴۲۵' الرقم المسلسل: ۳۴۶۷' سنن ترمذی: ۱۱۱۴' سنن نسائی: ۳۳۳۶' سنن ابوداؤد: ۲۱۱۱' شرح مشکل الآثار: ۴۷۴۴' صحیح ابن حبان: ۴۰۹۳' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۴۴' شرح السنۃ: ۲۳۰۲' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۵۰۔ ج ۳۷ ص ۴۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کر دیا تو گویا اس نے اپنے عقد نکاح کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وکیل بنا دیا۔

حدیث مذکور کی مفصل روایت

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آ کر عرض کرنے لگی: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا' جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی' پھر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اس سے میرا نکاح کر دیں' آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے' آپ نے فرمایا: تم گھر جاؤ! شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے' وہ گئے اور آ کر کہا: اللہ کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں

ملی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ! تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو' وہ گئے اور پھر واپس آئے اور کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی' لیکن میرے پاس صرف میرا یہ تہبند ہے' اس کا آدھا حصہ میں اس عورت کو دے دوں گا۔ راوی سہیل کہتے ہیں کہ ان کے اوپر کوئی چادر نہیں تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے تہبند کا کیا کرے گی! اگر تم نے اس کو پہن لیا تو اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا اور اگر اس کو یہ پہن لے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں رہے گا' پھر وہ مجبوراً بیٹھ گئے' حتیٰ کہ جب ان کو بیٹھے بیٹھے بہت دیر ہوگئی تو پھر وہ کھڑے ہو گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا وہ پیٹھ موڑ کر جا رہے تھے' پھر آپ نے ان کو بلانے کا حکم دیا' جب وہ آئے تو آپ نے پوچھا: تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں اور وہ سورتیں گن کر بتائیں' آپ نے پوچھا: تم یہ سورتیں زبانی پڑھ سکتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ! تم کو جو قرآن مجید یاد ہے اس کے سبب سے میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا۔ (صحیح مسلم: ١٤٢٥' الرقم المسلسل: ٣٣٧٦)

دوسری روایت میں ہے: پھر انہوں نے اس عورت کو قرآن مجید کی تعلیم دی۔ (صحیح مسلم: ١٤٢٥' الرقم المسلسل: ٣٣٧٧)

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو کتنا مہر دیا تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ کی ازواج کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا اور یہ پانچ سو درہم ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج کا مہر تھا۔ (صحیح مسلم: ١٤٢٦' الرقم المسلسل: ٣٣٧٨' سنن ابوداؤد: ٢١٠٥' سنن نسائی: ٣٣٤٤' سنن ابن ماجہ: ١٨٨٦)

اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا مہر تو چار ہزار درہم تھا؟ علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ زائد مقدار نجاشی نے اپنی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے پیش نظر دی تھی۔

امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد کی حدیث بہت اختصار سے روایت کی ہے' لیکن چونکہ اس سے بہت مسائل نکلتے ہیں' اس لیے ہم نے اس کی مفصل حدیث ذکر کی اور مذکور الصدر حدیث کو قارئین کے استفادہ کے لیے ذکر کر دیا ہے۔

آج کل (23-02-2008) ایک درہم 90 روپے کا ہے' اس حساب سے ازواجِ مطہرات کا مہر 45,000 روپے ہوا۔

حدیث مذکورہ سے اٹھارہ فقہی مسائل کا استخراج اور استنباط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسب ذیل مسائل پر مشتمل ہے:

(١) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ کوئی عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کر سکتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (الاحزاب: ٥٠)

اور وہ مومنہ عورت بھی (آپ کے لیے حلال ہے) جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا' اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں' یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

(٢) جو عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دے' آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ بغیر مہر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیں اور یہ بھی آپ کے خصائص میں سے ہے۔

(٣) امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ لفظ ہبہ سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے' اگر اس نے مہر مقرر کیا تو وہ اس کو لازم ہوگا اور اگر مہر مقرر نہیں کیا تو مہر مثل لازم ہوگا۔

(۴) عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی نیک مسلمان کے ساتھ نکاح کے لیے خود کو پیش کرے۔
(۵) اگر کسی شخص کو کسی پیش کش کی ضرورت نہ ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ خاموش رہے اور فوراً منع کر کے اس کو شرمندہ نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے نکاح کی ضرورت نہیں تھی لیکن آپ نے اس کو فوراً منع نہیں فرمایا۔
(۶) جس عورت نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیا ہو' اس کو نکاح کا پیغام دینا جائز ہے' جیسے اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیں۔
(۷) امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ فقط ایجاب سے بھی نکاح ہو جاتا ہے خواہ دوسرا فریق قبول نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: ہم نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کر دیا اور اس عورت کے قبول کرنے کا ذکر نہیں ہے۔
(۸) ولی اور حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی عورت کا تنگ دست شخص سے نکاح کر دے بہ شرطیکہ وہ راضی ہو۔
(۹) اگر کسی تنگ دست کو نکاح کی حاجت ہو تو وہ نکاح کر سکتا ہے' کیونکہ اس شخص نے کہا تھا: میرے پاس صرف ایک تہبند ہے۔
(۱۰) نکاح میں مہر کا معین کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے نزاع منقطع ہوتا ہے اور عورت کو زیادہ نفع ہوتا ہے' اس کو اگر دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی تو اس کے لیے نصف مہر واجب ہوگا اور اگر پہلے مہر مُعین نہیں کیا گیا تو اس صورت میں اس کو صرف کپڑوں کا جوڑا ملے گا۔
(۱۱) جب اس شخص نے کہا: میرے پاس تو صرف ایک تہبند ہے' تو آپ نے فرمایا: اگر تم نے وہ تہبند اس کو دے دیا تو تم برہنہ رہو گے' اس میں امام شافعی کے اس قول کی دلیل ہے کہ عورت دخول سے پہلے مکمل مہر کی مستحق ہوتی ہے اور ہمارا اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ عورت دخول سے پہلے نصف مہر کی مستحق ہوتی ہے۔
(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جاؤ! کچھ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو' اس میں امام شافعی کے اس قول کی دلیل ہے کہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اور جو چیز اجرت یا ثمن بن سکتی ہے وہ مہر بن سکتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مہر کی کم سے کم مقدار معین ہے اور وہ دس درہم (آج کل کے مطابق 900 روپے) ہیں' ہماری دلیل یہ صریح حدیث ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر مقرر نہ کیا جائے۔
(سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۴۷۔ ۲۴۶' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۴۱۔ ۲۴۰)
اور آپ نے اس شخص کو انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم اس کی تالیف قلب کے لیے دیا تھا۔
(۱۳) امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی ایک سورت کے عوض اس کا نکاح کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کو بھی مہر بنایا جا سکتا ہے' ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ''باء'' عوض کی نہیں ہے بلکہ سببیت کی ہے یعنی چونکہ تم کو قرآن مجید یاد ہے اور تم مسلمان ہو' اس لیے ہم نے تمہارا اس عورت سے نکاح کر دیا اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ نکاح کے جواز کی شرط صرف اسلام ہے اور مال' نسب اور حرفت میں کفو اور مساوات نکاح کے جواز کی شرط نہیں ہے۔
(۱۴) اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ نکاح کی ولایت امام اور سربراہِ ملک کو حاصل ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کو جو قرآن یاد ہے' اس کی وجہ سے ہم نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا۔
(۱۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جاؤ! کچھ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو' اس سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے' ہماری دلیل یہ صریح حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ مجھے تم سے بتوں کی بدبو آ رہی ہے؟ اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی' وہ دوبارہ آیا تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمہارے اوپر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں' اس نے وہ انگوٹھی بھی پھینک دی' پھر پوچھا: یارسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ آپ نے فرمایا: چاندی کی اور وہ پورے ایک مثقال (ساڑھے چار ماشہ) کی نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۲۲۳' سنن ترمذی: ۱۷۸۵' سنن نسائی: ۵۲۱۰)

(۱۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کا جس مرد سے نکاح کر دیں اس کو انکار کا حق نہیں ہے خواہ وہ مال دار ہو یا فقیر' معزز ہو یا گھٹیا' تندرست ہو یا بیمار' کفو ہو یا غیر کفو۔

(۱۷) نکاح سے پہلے مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے اور اس کے محاسن میں تدبر کر سکتا ہے کیونکہ آپ نے اس عورت کی طرف دیکھا اور پھر نظر جھکالی۔

(۱۸) اس حدیث میں تعلیم قرآن کی اجرت کا جواز ہے کیونکہ امام شافعی کے قول کے مطابق تعلیم قرآن کو اس کا مہر بنایا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۸۳۔ ج ۳ ص ۸۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کرنے والی عورت کی تعیین ② تعلیم قرآن کے مہر ہونے کا حکم ③ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا حکم۔

۱۰ - بَابٌ اِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ رَّجُلًا فَتَرَكَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَاَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ وَاِنْ اَقْرَضَهُ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى جَازَ

جب کسی شخص نے ایک آدمی کو وکیل بنایا' پھر اس وکیل نے کوئی چیز (اپنے اجتہاد) سے چھوڑ دی اور موکل نے اس چھوڑنے کو جائز قرار دے دیا' اسی طرح اگر وکیل نے مدتِ معینہ کے لیے قرض دیا تو وہ بھی جائز ہے

۲۳۱۱ - وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ اَبُوْ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَكَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِيْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهُ وَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَيَّ عِيَالٌ وَّلِيْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم ابوعمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃ رمضان (صدقۂ فطر) کی حفاظت کرنے کا وکیل بنایا' پس میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس طعام میں سے لپ بھر کر جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں تم کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا' اس نے کہا: میں ضرورت مند ہوں اور مجھ پر بال بچوں کی ذمہ داری ہے اور مجھے سخت ضرورت ہے تو میں نے اس کو چھوڑ دیا' جب صبح

اللّٰهِ! شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً، وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ، قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُوْدُ. فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُوْدُ، لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُوْدُ. فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ دَعْنِيْ فَإِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَيَّ عِيَالٌ، لَا أَعُوْدُ، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ؟ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَّعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُوْدُ، فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَجَاءَ يَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا اٰخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ، ثُمَّ تَعُوْدُ، قَالَ دَعْنِيْ أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا، قُلْتُ مَا هُنَّ؟ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلٰى فِرَاشِكَ، فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ ﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (البقرہ:٢٥٥) حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ، فَإِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ، قَالَ مَا هِيَ؟ قُلْتُ قَالَ لِيْ إِذَا أَوَيْتَ إِلٰى فِرَاشِكَ، فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ ﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾. وَقَالَ لِيْ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ وَكَانُوْا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ لَا، قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ.

ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! گزشتہ رات تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے بہت سخت ضرورت اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا' سو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے یقین تھا کہ وہ پھر آئے گا تو میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا' وہ پھر آ کر طعام کا لپ بھر کر جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے کہا: میں تجھ کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دیجئے کیونکہ میں ضرورت مند ہوں اور مجھ پر بال بچوں کا بوجھ ہے' میں پھر نہیں آؤں گا' سو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے مجھ سے بہت سخت ضرورت کی اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' آپ نے فرمایا: لیکن اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا' پس میں تیسری مرتبہ اس کی گھات میں بیٹھ گیا' سو وہ آیا اور طعام سے لپ بھر کر جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا' پس کہا: میں تجھ کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا اور یہ تین بار میں سے آخری بار ہے' تو ہر مرتبہ کہتا ہے کہ میں پھر نہیں آؤں گا اور تو پھر آ جاتا ہے' اس نے کہا: آپ مجھے چھوڑ دیں! میں آپ کو چند ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تعالیٰ آپ کو نفع دے گا' میں نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب آپ بستر پر جائیں تو آیت الکرسی پڑھیں: ''اللّٰہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم'' (الآیۃ) (البقرہ: ٢٥٥) حتیٰ کہ پوری آیت پڑھیں' تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی حفاظت کرتا رہے گا' اور شیطان آپ کے قریب نہیں آئے گا حتیٰ کہ صبح ہو جائے' پھر میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا' جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ شب تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے کہا: میں تم کو چند ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تمہیں نفع دے گا تو میں نے اس کا

[اطراف الحدیث:۳۲۷۵۔۵۰۱۰]

راستہ چھوڑ دیا۔ آپ نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ میں نے بتایا: اس نے مجھ سے کہا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو اوّل سے آخر تک آیۃ الکرسی پڑھو حتیٰ کہ تم اس کو ختم کرلو: "**اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم**" (الایۃ) (البقرہ:۲۵۵) اور اس نے مجھ سے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب نہیں آسکے گا' اور صحابہ نیکی پر سب سے زیادہ حریص تھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہر حال ہے تو وہ جھوٹا' لیکن یہ بات اس نے سچ کہی ہے' کیا تم جانتے ہو؟ اے ابوہریرہ! کہ ان تین راتوں میں کون تم سے باتیں کرتا رہا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن الہیثم' ان کی کنیت ابوعمرو ہے' یہ مؤذن بصری ہیں' یہ ۲۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عوف اعرابی (۳) محمد بن سیرین (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۴)

علامہ مہلب اور علامہ ابن بطال کا امام بخاری کے عنوان پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کے عنوان میں امام بخاری نے لکھا ہے: پھر اس وکیل نے کوئی چیز (اپنے اجتہاد سے) چھوڑ دی۔

اس سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس شخص کو چھوڑ دیا جو طعام سے لپ بھر کر لے گیا تھا' جب اس نے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی تھی' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے حضرت ابوہریرہ کے اس فعل کو برقرار رکھا اور اس کا رد نہیں فرمایا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کی حفاظت کا وکیل بنایا گیا یا اس کو کسی مال کا امین بنایا گیا اور اس نے اس میں سے کوئی چیز کسی کو دے دی خواہ نیک کام کے لیے دی ہو تو یہ جائز نہیں ہے' اور حضرت ابوہریرہ کا یہ فعل اس لیے جائز ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل پر رد نہیں فرمایا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو کسی چیز کے دینے کا وکیل نہیں بنایا تھا اور نہ ان کے لیے یہ مباح کیا تھا کہ اگر کوئی شخص ان سے کچھ لوٹ کر لے جائے تو وہ اس کو لوٹنے دیں' ان کو تو صرف صدقۃ الفطر کے مال کی حفاظت کا وکیل بنایا تھا۔

اور اس تاویل کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص کو کسی مال کا امین بنایا جائے' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس میں سے کسی چیز کو تلف کر دے اور اگر وہ اس میں سے کسی چیز کو تلف کرے گا تو وہ اس کا ضامن ہوگا' مگر یہ کہ اس مال کا مالک اس کو اجازت دے دے اور چونکہ اس کے جواز کا تعلق مال کے مالک کی اجازت کے ساتھ ہے تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اگر مال کے مالک نے اس کی

اجازت نہیں دی تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا اور میرے علم میں فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اس لیے امام بخاری کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ جس شخص کو کسی مال کی حفاظت کا وکیل بنایا گیا ہو' اس کے لیے کسی مال لوٹنے والے کو چھوڑنا جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٣٦٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب اور علامہ ابن بطال کا امام بخاری پر یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ امام بخاری نے مطلقاً یہ نہیں کہا کہ وکیل کے لیے نقصان کرنے والے کو چھوڑنا جائز ہے بلکہ انہوں نے اس کو اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ مؤکل نے اس چھوڑنے کو جائز قرار دے دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس چھوڑنے کا جواز مؤکل کی اجازت پر موقوف ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

رہا امام بخاری کا یہ کہنا کہ اگر وکیل نے کسی کو مدتِ معینہ کے لیے قرض دیا تو یہ بھی جائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میرے علم میں فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی امانت رکھی ہوئی ہو یا اس کے پاس کسی کا مال حفاظت کے لیے رکھا ہوا ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مال میں سے کسی کو قرض دے' نہ فی الحال اور نہ مدتِ معینہ کے لیے' لیکن اگر اس نے ایسا کر لیا تو اس مال کے مالک کے لیے اختیار ہوگا خواہ وہ اس کے فعل کو برقرار رکھے خواہ امانت رکھنے والے سے اس مال کو وصول کرے اور خواہ مقروض سے خود وصول کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا مطلقاً یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ وکیل کے لیے مؤکل کے مال سے کسی کو قرض دینا جائز ہے۔
(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٣٦٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے جب عنوان کے پہلے جزء میں وکیل کے تصرف کے جواز کو مؤکل کی اجازت کے ساتھ مقید کر دیا ہے تو وہ قید عنوان کے دوسرے جزء میں بھی ملحوظ ہے' اس لیے علامہ ابن بطال اور علامہ مہلب کا یہ دوسرا اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔

بھوک کی وجہ سے چوری پر ہاتھ کاٹنا' حضرت ابوہریرہ کے شیطان کو دیکھنے کی توجیہ اور دیگر دس مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل نکالے ہیں:

(١) اگر کوئی شخص بھوک کی وجہ سے چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' اور قاضی تک یہ معاملہ پہنچنے سے پہلے اس کو معاف کرنا جائز ہے۔

(٢) شیطان نے بتایا کہ رات کو آیۃ الکرسی پڑھ کر سونے سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو نفع بخش چیز کا علم ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی جھوٹا' سچی بات بھی بتاتا ہے۔

(٣) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ کل پھر آئے گا' اور ایسا ہی ہوا۔

(٤) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان کو دیکھا اور اس سے بات کی اور اس کو پکڑا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں تو یہ مذکور ہے کہ انسان شیطان کو نہیں دیکھ سکتا۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ. بے شک وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ (الاعراف: ٢٧)

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان' شیطان کو اس کی اصل صورت میں نہیں دیکھ سکتا' جب کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اس

وقت دیکھا تھا جب وہ انسان کی شکل میں چوری کے لیے آیا تھا۔

(۵) جب تیسری بار شیطان نے چوری کی اور اس کا عذر پیش کیا تو حضرت ابو ہریرہ نے اس کا عذر قبول نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی جرم کا عذر صرف دو بار قبول کیا جا سکتا ہے۔

(۶) اس حدیث میں آیۃ الکرسی کی فضیلت ہے اور یہ بیان ہے کہ جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر سوئے' اس کو شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنات چوری کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور دھوکا دیتے ہیں۔

(۸) اس سے معلوم ہوا کہ صدقۂ فطر کو عید کی رات سے پہلے جمع کرنا جائز ہے اور اس کی حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرنا جائز ہے۔

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ شیطان اور بدکار سے بھی علم حاصل کرنا جائز ہے' جیسے حضرت ابو ہریرہ کو آیۃ الکرسی کی فضیلت کا شیطان سے علم حاصل ہوا۔

(۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چور کا عذر بھی قبول کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱ - بَابٌ إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاسِدًا' فَبَيْعُهُ مَرْدُودٌ

جب وکیل کسی چیز کو بیع فاسد کے ساتھ خریدے تو اس کی بیع مردود ہے

۲۳۱۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ' هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ' عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ' فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ هٰذَا؟ قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ' فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ' لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ أَوَّهْ أَوَّهْ! عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا! لَا تَفْعَلْ' وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَّ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ اٰخَرَ ثُمَّ اشْتَرِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سلام ہیں از یحییٰ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عقبہ بن عبد الغافر سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برنی کھجور لے کر آئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے بلال! یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو؟ تو حضرت بلال نے کہا: ہمارے پاس ردی کھجوریں تھیں تو میں نے ان میں سے دو صاع کھجوروں کے عوض یہ ایک صاع کھجوریں خرید لیں تاکہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلائیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا: ''اوّہ' اوّہ'' (چچ چچ' اظہارِ افسوس کا کلمہ) یہ تو خالص سود ہے' خالص سود ہے' یہ نہ کرو' لیکن جب تم خریدنا چاہو تو (اپنی) کھجوروں کو فروخت کر دو اور اس کے عوض دوسری کھجوریں خرید لو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهٖ' وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَّهٗ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ

وقف کے مال میں وکالت' وکیل کا خرچ' وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا اور خود بھی عرف کے موافق کھانا

یعنی ضرورت کے وقت وکیل کا وقف کے مال سے خود کھانا اور اپنے دوست کو کھلانا جائز ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ. (النساء:٦)

اور جو شخص ضرورت مند ہو وہ عُرف اور دستور کے موافق کھا لے۔

۲۳۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ فِيْ صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ اَنْ يَّاْكُلَ وَيُوْكِلَ صَدِيْقًا، غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَّالًا، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِيْ صَدَقَةَ عُمَرَ، يُهْدِيْ لِلنَّاسِ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ، كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ. [اطراف الحدیث: ۲۷۳۷-۲۷۶۴-۲۷۷۲-۲۷۷۳-۲۷۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے صدقہ کے مال کے متعلق فرمایا کہ ولی اگر صدقہ کے مال سے خود کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ وہ اس سے مال جمع کرنا نہ چاہتا ہو، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر کے صدقات کے منتظم اور متولی تھے تو اہل مکہ میں سے جو مہمان ان کے پاس آتے، وہ ان کو (اس مال سے) کھلاتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۲، الرقم المسلسل: ۴۱۱۵، سنن ابوداؤد: ۲۸۷۸، سنن ترمذی: ۱۳۷۵، سنن نسائی: ۳۵۹۹، سنن ابن ماجہ: ۲۳۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۲۵۲، سنن کبریٰ: ۶۴۲۸-۶۴۲۷، صحیح ابن حبان: ۴۹۰۱، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۵۹-۱۵۸، شعب الایمان: ۳۴۴۶، شرح السنۃ: ۲۱۹۵، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۶۰۸-ج ۸ ص ۲۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے عنوان میں چار چیزوں کا ذکر ہے: (۱) وقف کے مال میں وکالت (۲) وکیل کا خرچ (۳) وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا (۴) وکیل کا خود بھی عرف کے موافق کھانا، اور ان چاروں چیزوں کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام مسلم کی روایت میں اس کی زیادہ تفصیل ہے، وہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ کو خیبر میں زمین ملی تو وہ اس کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں زمین ملی ہے اور میرے نزدیک اس سے اچھی زمین مجھے کبھی نہیں ملی، پس آپ اس کے متعلق مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین کو اپنے پاس رکھو اور اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو، پھر حضرت عمر نے اس کا اس طرح صدقہ کیا کہ اس کی اصل زمین کو نہ فروخت کیا جائے گا نہ اس کو وراثت میں دیا جائے گا اور نہ ہبہ کیا جائے گا، پھر حضرت عمر نے اس کو فقراء میں اور قرابت داروں اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے اور مسافروں کے لیے اور مہمانوں کے لیے وقف کر دیا اور جو شخص اس کا منتظم اور متولی ہو، وہ اگر عرف اور رواج کے مطابق اس میں سے خود کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بہ شرطیکہ وہ اس سے مال نہ بنائے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۳۳-۴۱۱۵)

وقف کے مال سے خود کھانے اور کھلانے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے یہ اصول قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط کیا ہے:

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ. (النساء:٦)

اور جو شخص ضرورت مند ہو وہ عرف اور دستور کے موافق کھا لے۔

اور عرف یہ ہے کہ کوئی شخص وقف کی آمدنی [illegible] کے وقت اس میں سے کھانا جائز ہے اور وقف

کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کا منتظم حسبِ ضرورت اس سے خود کھائے اور کھلائے اور یہ امانت کے مال کی طرح نہیں ہے کیونکہ امانت میں سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر کھانا جائز نہیں ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۷۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُوْدِ

حدود میں وکیل بنانا

۲۳۱۵'۲۳۱۴ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاغْدُ يَا اُنَيْسُ اِلَى امْرَاَةِ هٰذَا' فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ از حضرت زید بن خالد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے اُنیس! فلاں عورت کی طرف صبح جاؤ' اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کردو۔

[اطراف الحدیث (۲۳۱۴): ۲۶۴۹-۲۶۹۶-۲۷۲۵-۶۶۳۴-۶۸۲۸-۶۸۳۱-۶۸۳۶-۶۸۴۳-۶۸۶۰-۷۱۹۴-۷۲۵۹-۷۲۹۶]

[اطراف الحدیث (۲۳۱۵): ۲۶۹۵-۲۷۲۴-۶۶۳۳-۶۸۲۷-۶۸۳۳-۶۸۳۵-۶۸۴۲-۶۸۵۹-۷۱۹۳-۷۲۵۸-۷۲۶۰-۷۲۷۸] (سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵' سنن ترمذی: ۱۴۳۳' سنن نسائی: ۵۴۲۵' سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انیس کو یہ حکم دیا کہ اگر وہ عورت اعتراف کرلے تو اس کو رجم کردو' اور یہ حکم دینا ان کو وکیل بنانے کے مترادف ہے۔

حدود میں وکیل بنانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حدود اور قصاص میں وکیل بنانا جائز نہیں ہے اور جب تک مدعی حاضر نہ ہو' اس وقت تک حد اور قصاص کو جاری کرنا جائز نہیں ہے' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن ابی لیلیٰ اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ حدود' قصاص اور دیون (قرضہ جات) میں کوئی فرق نہیں ہے' مگر یہ کہ اس کا صاحب یہ کہے کہ اس نے قصاص کو معاف کردیا ہے۔

۲۳۱۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ جِيْءَ بِالنُّعَيْمَانِ' اَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ' شَارِبًا' فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ اَنْ يَّضْرِبُوْا قَالَ فَكُنْتُ اَنَا فِيْمَنْ ضَرَبَهُ' فَضَرَبْنَاهُ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب الثقفی نے خبر دی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نعیمان یا ابن النعیمان کو اس کیفیت میں لایا گیا کہ انہوں نے شراب پی ہوئی تھی تو جو لوگ گھر میں تھے' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو ماریں' میں بھی ان میں شامل تھا جنہوں نے ان کو مارا تھا' پس ہم نے ان کو جوتیوں اور درخت کی شاخوں سے مارا۔

[اطراف الحدیث: ۶۷۷۴-۶۷۷۵]

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

شرابی کی حد کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام جرائم میں سب سے کم حد شراب کی سزا ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ شراب کی حد کا معاملہ عورت کے زنا کی حد کی طرح نہیں ہے جس میں وضع حمل کا انتظار کیا جاتا ہے' سو اس میں نشہ اُترنے کا انتظار نہیں کیا جاتا' اور اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں شراب پینے والے کو جوتوں اور درخت کی شاخوں سے مارا جاتا تھا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی سزا اسی (۸۰) کوڑے مقرر کر دی اور اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۱۴)

١٤ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدِهَا

اونٹوں کا کسی کو وکیل بنانا اور ان کی حفاظت کرنا

٢٣١٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهُ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْيُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر ابن حزم از عمرہ بنت عبد الرحمان' انہوں نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار میں نے اپنے ہاتھ سے بنائے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے ان ہاروں کو (اونٹوں کے گلے میں) ڈالا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اونٹوں کو میرے والد رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر ان چیزوں میں سے کوئی چیز حرام نہیں کی گئی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دی تھی حتیٰ کہ قربانی کے اونٹ کو نحر کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قربانی کے اونٹوں کا وکیل بنانے کا ذکر ہے۔

١٥ - بَابٌ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيْلِهِ ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ وَقَالَ الْوَكِيْلُ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ

جب کسی شخص نے اپنے وکیل سے یہ کہا کہ آپ اس کو جہاں مناسب سمجھیں وہاں خرچ کر دیں اور وکیل نے کہا: تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سن لیا

٢٣١٨ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا، وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران: ٩٢). قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک پر قراءت کی از اسحاق بن عبد اللہ' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے انصار میں سب سے زیادہ مال دار تھے' اور ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ تھا' اور یہ مسجد کے سامنے تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے اور جب آیت نازل ہوئی: تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے حتیٰ کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن

إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ فِيْ كِتَابِهِ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲). وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بِيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ شِئْتَ، فَقَالَ بَخٍ، ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيْهَا، وَأَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ. قَالَ أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهِ وَبَنِيْ عَمِّهِ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ مَّالِكٍ، وَقَالَ رَوْحٌ، عَنْ مَّالِكٍ رَابِحٌ.

کوتم پسند کرتے ہو۔(آل عمران: ۹۲) تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہوئے' پس کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی کونہیں پاسکتے حتیٰ کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔(آل عمران: ۹۲) اور بے شک میرے نزدیک سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے' اور بے شک یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے' میں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ کو اللہ کے پاس ہونے کی امید رکھتا ہوں' تو یارسول اللہ! آپ اس کو جہاں چاہیں خرچ کر دیں' پس آپ نے فرمایا: چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے' میں نے سن لیا کہ تم نے اس کے متعلق کیا کہا ہے اور میری رائے ہے کہ تم یہ مال اپنے قرابت داروں کو دے دو' حضرت ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا' پھر حضرت ابوطلحہ نے اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ یحییٰ بن یحییٰ کی متابعت اسماعیل نے کی ہے از امام مالک' اور روح بن عبادہ نے کہا از مالک: یہاں ''رابح'' کا لفظ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باغ بیرحاء کی تقسیم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وکیل بنایا تھا۔

١٦ - بَابُ وَكَالَةِ الْأَمِيْنِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا

امانت دار آدمی کو خزانہ وغیرہ کا وکیل بنانا

٢٣١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْأَمِيْنُ الَّذِيْ يُنْفِقُ وَرُبَّمَا قَالَ الَّذِيْ يُعْطِيْ مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا، طَيِّبٌ نَفْسُهُ، إِلَى الَّذِيْ أُمِرَ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: امانت دار خازن وہ ہے جو خرچ کرتا ہے اور بعض اوقات یہ فرمایا: جس شخص کو جس چیز کے دینے کا حکم دیا جائے' وہ اس کو پورا پورا اس کو خوشی سے دیتا ہے جسے دینے کا حکم دیا جائے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۸ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب الوکالۃ'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ

وذریاتہ اجمعین.

آج ۱۷ صفر ۱۴۲۹ھ/ ۲۴ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز پیر "کتاب الوکالۃ" کی تکمیل ہوگئی' پروردگار عالم اور اے میرے رب! جس طرح آپ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے' پوری صحیح بخاری کی تکمیل کرا دیں اور میری' میرے والدین کی اور تمام قارئین اور مؤمنین کی مغفرت فرما دیں۔

"کتاب الوکالۃ" میں ۲۶' احادیث ہیں' ان میں سے چھ معلّق ہیں اور باقی موصول ہیں' ان میں سے بارہ احادیث مکرر ہیں اور باقی خالص احادیث ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۴۱ - کِتَابُ الْمُزَارَعَةِ

زمین کو بٹائی پر دینے کا بیان

مساقات اور مزارعت کا معنی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

ایک مرد اپنے درختوں کو دوسرے مرد کے سپرد کر دے تا کہ وہ حصہ معین کے عوض ان درختوں کی اصلاح اور پرورش کرے مثلاً نصف یا تہائی یا چوتھائی حصہ کے عوض' اس کو مساقات کہتے ہیں' اور اگر ایک مرد دوسرے مرد کو اپنی زمین سپرد کر دے تا کہ وہ حصہ معین کے عوض اس میں کھیتی باڑی کرے تو اس کو مزارعت کہتے ہیں۔

مساقات اور مزارعت میں مذاہب فقہاء اور صحت مزارعت کی شرائط

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مساقات اور مزارعت فاسد ہیں اور امام ابو یوسف' امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اہل علم میں سے امام ابوحنیفہ کے سوا کسی نے بھی مساقات اور مزارعت سے منع نہیں کیا' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مجہول اور معدوم چیز کو اجرت پر طلب کرنا ہے' اس لیے جائز نہیں ہے' نیز حدیث میں مخابرت سے منع کیا گیا ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۵۔ ۶۴' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ احمد بن محمد بن جعفر البغدادی القدوری المتوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ تہائی یا چوتھائی حصہ کے عوض مزارعت باطل ہے اور صاحبین نے کہا ہے کہ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) جب زمین اور بیج ایک شخص کے ہوں اور عمل اور بیل دوسرے شخص کے ہوں تو مزارعت جائز ہے۔

(۲) اگر زمین ایک شخص کی ہو اور عمل' بیل اور بیج دوسرے شخص کے ہوں' پھر بھی مزارعت جائز ہے۔

(۳) اگر زمین' بیج اور بیل ایک شخص کے ہوں اور عمل دوسرے شخص کا ہو' تب بھی مزارعت جائز ہے۔

(۴) اور اگر زمین اور بیل اور بیج ایک شخص کے ہوں اور عمل دوسرے شخص کا ہو تو یہ مزارعت باطل ہے۔

مزارعت اس وقت صحیح ہوتی ہے جب اس کی مدت معلوم ہو اور اس سے حاصل ہونے والی پیداوار دونوں میں بہ قدر حصہ مشترک ہو اور ان دونوں میں کسی نے یہ شرط لگائی ہو کہ وہ اتنی معین بوریاں لے گا تو یہ شرط باطل ہے۔ اسی طرح جب انہوں

نے یہ شرط لگائی کہ وہ نہر والی زمین کی پیداوار لیں گے تو یہ شرط باطل ہے۔

(مختصر القدوری ص ۴۹۷-۴۹۶ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۲ھ)

علامہ قاسم بن قلطو بغا المصری الحنفی المتوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں:

مزارعت کے جواز میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ نے کتاب کے شروع میں اسی طرح لکھا ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۱ ص ۳) اور "کتاب المزارعة" میں بھی یہی لکھا ہے کیونکہ اب تمام شہروں میں اسی پر عمل ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ ص ۱۷۰) الخلاصة مختارات النوازل اور ہدایہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے کیونکہ لوگوں کو اس قول پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اس پر تمام امت کا تعامل ظاہر ہو چکا ہے اور تعامل کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

(التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری ص ۳۱۵ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۲۲ھ)

۱ - بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ

کاشتکاری اور درخت اُگانے کی فضیلت جب اس سے کھا لیا جائے

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ○ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ○ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا﴾ (الواقعہ: ٦٥-٦٣).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہو○ اس کو (حقیقت میں) تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں○ اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں۔ (الواقعہ: ۶۵-۶۳)

امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس آیت سے زراعت اور کاشت کاری کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنا احسان ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کاشت کاری اور کھیتی باڑی کرنا جائز ہے۔

۲۳۲۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ (ح). وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ. وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۶۰۱۲] (صحیح مسلم: ۱۵۵۳ الرقم المسلسل: ۳۸۶۴ سنن ترمذی: ۱۳۸۲ مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے عبد الرحمان بن المبارک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی درخت اُگاتا ہے یا کسی کھیت میں کاشت کرتا ہے پس اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا جانور کھاتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے اور ہم سے مسلم نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

باب مذکور کے مناسب دیگر احادیث

امام بخاری نے اس حدیث کی اختصار سے روایت کی ہے اور بعض احادیث میں اس کی زیادہ تفصیل ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے اس سے جو کھا لیا جائے

وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس سے چُرا لیا جائے' وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس سے چرندے کھا لیں' وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس سے پرندے کھا لیں' وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۵۲' الرقم المسلسل: ۳۸۵۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' امّ معبد کے پاس باغ میں گئے' آپ نے پوچھا: اے امّ معبد! اس کھجور کے درخت کو کس نے اگایا ہے؟ آیا مسلمان نے یا کافر نے؟ انہوں نے کہا: بلکہ مسلمان نے' آپ نے فرمایا: جو مسلمان بھی کسی درخت کو اگائے' پھر اس سے کوئی انسان کھائے یا جانور کھائے یا پرندہ کھائے تو وہ اس کے لیے قیامت تک صدقہ ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۵۲' الرقم المسلسل: ۳۸۶۲)

اس حدیث سے کیا مراد ہے: آیا جب تک وہ درخت باقی رہتا ہے' وہ اس کے لیے صدقہ ہے یا جب تک لوگ اس سے نفع اٹھاتے رہیں' وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے' ظاہر یہ ہے کہ اس سے دوسرا معنی مراد ہے۔

کون سا ذریعۂ معاش سب سے افضل ہے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ کون سا ذریعہ معاش سب سے افضل ہے؟ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سب سے افضل زراعت ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے افضل صنعت وحرفت ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے افضل تجارت ہے' اکثر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سب سے افضل ہاتھ کی کمائی اور صنعت وحرفت ہے' حدیث میں ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کون سا کسب سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر حلال بیع (خرید وفروخت)۔

(المعجم الکبیر: ۴۴۱۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۲۶۵۔ ج ۲۸ ص ۵۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

تحقیق یہ ہے کہ اگر لوگوں کو خوراک اور غذا کی زیادہ ضرورت ہو تو زراعت سب سے افضل ہے تا کہ لوگ وسعت سے غذا حاصل کر سکیں' اور جب لوگوں کو تجارتی ساز وسامان کی زیادہ ضرورت ہو تو تجارت افضل ہے اور جب لوگوں کو صنعت وحرفت کی زیادہ ضرورت ہو' مثلاً لوہے' لکڑی اور پلاسٹک کی چیزیں بنوانا' یا کپڑے سلوانا اور کپڑے دھلوانا تو صنعت وحرفت کی زیادہ فضیلت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الْاِشْتِغَالِ بِاٰلَةِ الزَّرْعِ اَوْ مُجَاوَزَةِ الْحَدِّ الَّذِىْ اُمِرَ بِهٖ

زراعت کے آلات میں زیادہ مشغول رہنے یا اس میں حد سے بڑھنے کی خرابیاں

۲۳۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَالِمٍ الْحِمْصِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْاَلْهَانِيُّ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ وَرَاٰى سِكَّةً وَشَيْئًا مِّنْ اٰلَةِ الْحَرْثِ، فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاسْمُ اَبِيْ اُمَامَةَ صُدَيُّ بْنُ عَجْلَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن سالم حمصی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد الالہانی نے حدیث بیان کی از حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہل چلانے کا آلہ اور کھیتی باڑی کے دوسرے آلات دیکھے تو انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس گھر میں یہ چیزیں داخل ہوں گی تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ذلت میں مبتلا کر

دے گا۔ امام بخاری نے کہا: حضرت ابوامامہ کا نام صدی بن عجلان ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

کھیتی باڑی میں زیادہ اشتغال کو ترک کرنے کی ترغیب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب التوفی ۴۳۵ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں بلند احوال پر رہنے کی ترغیب دی ہے اور عمدہ صنعت وحرفت کے کاموں پر برانگیختہ کیا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ تھا کہ اگر آپ کی امت کھیتی باڑی میں زیادہ مشغول ہوگئی اور اس نے شہ سواری اور تیر اندازی اور ہتھیاروں کی مشق کرنے کو ترک کر دیا تو ان پر وہ قومیں غالب آ جائیں گی جو جنگی مشقیں کرتی رہتی ہیں۔

اس حدیث میں نبوت کی علامت ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ آخر زمانہ میں ایسے حکام ہوں گے جو صدقات اور عُشر لینے میں ظلم کریں گے اور اپنے حق سے زیادہ وصول کریں گے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی ذلت نہیں ہے کہ انسان اپنے حق سے زیادہ وصول کرے اور جب انسان حد سے تجاوز کرتا ہے تو اس پر ذلت مسلط کر دی جاتی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

زراعت کی دو حدیثوں میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ اکثر ظلم زراعت پیشہ لوگوں پر ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان سے حضرت ابوامامہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سابق میں تطبیق کی طرف اشارہ کیا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو زراعت کی فضیلت میں ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ جب حدِّ اعتدال کے ساتھ زراعت کی جائے' اور حضرت ابوامامہ کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب زراعت میں افراط اور غلو کیا جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۰۴)

۳- بَابُ اِقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ

کھیت کی حفاظت کے لیے کتے کو رکھنا

۲۳۲۲- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيْرٍ' عَنْ اَبِي سَلَمَةَ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَمْسَكَ كَلْبًا' فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهٖ قِيْرَاطٌ' اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ مَاشِيَةٍ. قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَاَبُوْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ اَوْ حَرْثٍ اَوْ صَيْدٍ. وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ مَاشِيَةٍ.

[طرف الحدیث: ۳۳۲۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کتا رکھا' اس کے (نیک) عمل سے ہر روز ایک قیراط کم کیا جاتا رہے گا ماسوا کھیت کی حفاظت کے یا مویشیوں کی حفاظت کے۔ ابن سیرین اور ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ماسوا بکریوں کی حفاظت کے یا کھیت کی حفاظت کے یا شکار کے کتے کے' اور ابوحازم نے کہا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ماسوا شکاری کتے کے یا مویشیوں کی حفاظت کے۔

(صحیح مسلم:۱۵۷۵' الرقم المسلسل:۳۹۲۲' سنن ابوداؤد:۲۸۴۴' سنن ترمذی:۱۴۹۰' سنن نسائی:۴۲۸۹' مصنف عبدالرزاق:۱۹۶۱۲' سنن بیہقی ج۱ص۲۵۱' شرح السنۃ:۲۷۷۷' شرح مشکل الآثار:۲۶۸۴' مسند احمد ج۲ص۲۶۷ طبع قدیم' مسند احمد:۷۶۲۱۔ج ۱۳ص۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کتوں کی وجہ سے گھر میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ کتے رکھنے کی وجہ سے نیک اعمال میں ایک قیراط یومیہ کی کمی کس سبب سے ہوتی ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ کتوں کی وجہ سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے' دوسرا قول یہ ہے کہ کتوں کی وجہ سے گھر کے پاس سے گزرنے والوں کو ایذاء پہنچتی ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ یہ کتے رکھنے کی سزا ہے کہ ہر روز ان کے نیک اعمال میں ایک قیراط کی کمی ہوتی ہے' یا اس وجہ سے کہ کتا اکثر نجاسات کھاتا ہے' یا اس کی بدبو کی کراہت کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ بعض کتے شیطان ہوتے ہیں' یا اس وجہ سے کہ اگر گھر والا غافل ہو تو وہ کھانے پینے کے برتن میں منہ ڈال دیتا ہے۔

اس حدیث کے مطابق تین قسم کے کتوں کے رکھنے کی اجازت ہے: (۱) شکار کا کتا (۲) کھیت کی حفاظت کا کتا (۳) مویشیوں کی حفاظت کا کتا۔ فقہاء شافعیہ نے ان کتوں میں گھر کی حفاظت کے لیے کتے کو بھی داخل کیا ہے بہ شرطیکہ گھر والوں کو چوروں' ڈاکوؤں اور دشمنوں کا خطرہ ہو۔

۲۳۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ اَنَّ السَّائِبَ ابْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ اَبِيْ زُهَيْرٍ' رَجُلًا مِّنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ' وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَا يُغْنِيْ عَنْهُ زَرْعًا وَّلَا ضَرْعًا' نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهٖ قِيْرَاطٌ. قُلْتُ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اِيْ وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یزید بن خصیفہ کہ سائب بن یزید نے ان کو حدیث بیان کی کہ سفیان بن ابی زہیر نے ازدشنوءۃ کے ایک مرد سے سنا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کھیت یا مویشیوں (کی حفاظت) کے بغیر کتا رکھا' اس کے (نیک) عمل سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا' (راوی نے کہا:) میں نے پوچھا: کیا آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم!

اس حدیث میں ازدشنوءہ کے جس مرد کا ذکر ہے' ان کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے۔

جس برتن میں کتا منہ ڈال دے' اس کو دھونا ضروری ہے

بعض فقہاء مالکیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کتے کو گھر میں رکھنا جائز ہے کیونکہ جب وہ گھر میں رہے گا تو اس سے اپنے آپ کو بچانا سخت مشکل ہوگا' علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کے معارض وہ حدیث ہے جس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے' اس کو سات مرتبہ دھویا جائے' فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ امر تعبدی ہے' اس لیے نجاست کو مستلزم نہیں ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اور یہ اپنے عموم کی وجہ سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے' اس کو نجاست کی وجہ سے دھویا جائے ... کو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے' ہم کہتے ہیں کہ سات

مرتبہ دھونا مستحب ہے اور تین مرتبہ دھونا فرض ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں' وہ خود صرف تین مرتبہ دھوتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ اِسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ

بیل کو کاشت کاری کے لیے استعمال کرنا

۲۳۲٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ' عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰی بَقَرَةٍ اِلْتَفَتَتْ اِلَيْهِ' فَقَالَتْ لَمْ اُخْلَقْ لِهٰذَا' خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ قَالَ اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ' وَاَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً فَتَبِعَهَا الرَّاعِیْ' فَقَالَ الذِّئْبُ مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ' يَوْمَ لَا رَاعِیَ لَهَا غَيْرِیْ؟ قَالَ اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ. قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَمَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِی الْقَوْمِ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۷۱-۳۶۶۳-۳۶۹۰] (صحیح مسلم: ۲۳۸۸' الرقم المسلسل: ۶۰۷۷' سنن ترمذی: ۳۶۹۷' مسند الحمیدی: ۱۰۵۴' شرح السنۃ: ۳۸۸۹' سنن کبریٰ: ۸۱۱۱' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۵' الادب المفرد: ۹۰۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۵۱-ج ۱۲ ص ۳۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس وقت ایک شخص گائے کے اوپر سوار تھا تو اس نے مڑ کر اس سوار سے کہا: میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی ہوں' میں تو صرف ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں' آپ نے فرمایا: اس پر میں ایمان لایا اور ابوبکر اور عمر' اور ایک بھیڑیے نے ایک بکری کو پکڑ لیا تو چرواہے نے اس کا پیچھا کیا' تب بھیڑیے نے کہا: درندوں کے دن اس بکری کا کون محافظ ہو گا' جس دن اس بکری کا میرے سوا کوئی محافظ نہیں ہو گا؟ آپ نے فرمایا: اس پر میں ایمان لایا اور ابوبکر و عمر۔ ابوسلمہ نے کہا: اس دن وہ دونوں صحابہ آپ کی مجلس میں نہیں تھے۔

گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان کے خلاف دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ ان کو سواری کے لیے پیدا کیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً. (النحل: ۸)

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زیبائش کے لیے پیدا کیے۔

اور گائے کو ہل چلانے کے لیے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس میں کلام پیدا فرمانا معجزہ ہے' اور اس کا گوشت کھانے کی ممانعت نہیں ہے' نہ بنی اسرائیل میں نہ اسلام میں۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک گھوڑوں کا گوشت کھانا حلال ہے' امام اعظم ابوحنیفہ نے گھوڑوں کی تکریم کی وجہ سے ان کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا کیونکہ گھوڑے جہاد میں استعمال ہوتے تھے لیکن اب چونکہ فوجی ٹرک میں سفر کرتے ہیں' اس لیے اب گھوڑوں کو جہاد میں استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اب ان کا گوشت کھانا جائز ہے اور گدھوں کے گوشت کے کھانے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں حرام کر دیا تھا' اور خچر [illegible]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب کی خبر دینا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خصوصی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ نے غیب کی خبر دی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عظیم فضیلت ہے کیونکہ آپ نے اپنے ایمان لانے کو ان کے ایمان لانے کے قائم مقام قرار دیا۔

درندوں کے دن کے مصداق میں مختلف اقوال

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس دن سے مراد وہ دن ہے جس کی طرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اشارہ ہے کہ لوگ مدینہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے جب کہ وہ اس میں خیریت سے ہوں گے' اس دن مدینہ کو درندے اور پرندے ڈھانپ لیں گے' یہ دن ابھی تک واقع نہیں ہوا' لیکن ضرور واقع ہوگا کیونکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔

ابن العربی نے کہا: اس سے مراد وہ دن ہے جب کسی فتنہ کی وجہ سے مدینہ والے مدینہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

ابن العربی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حشر کی جگہ ہے یعنی قیامت کے دن ان بکریوں کا کون محافظ ہوگا۔

ابن قرقول نے کہا: اس سے مراد وہ دن ہے جس دن میں زمانہ جاہلیت میں لوگ عید مناتے تھے' وہ اپنے کھیل کود میں اور میلہ میں مشغول ہوتے تھے اور بھیڑیا ان کی بکریوں کو اٹھا کر لے جاتا تھا۔

ابن قرقول کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بھوک کا دن ہے یعنی قحط کے ایام۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥ - بَابٌ إِذَا قَالَ اِكْفِنِي مَؤُونَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهِ، وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ

جب کسی شخص نے کہا کہ کھجور کے درخت اور دوسرے درختوں کی دیکھ بھال کی مشقت مجھ پر چھوڑ دو اور پھلوں میں' میں اور تم شریک رہیں گے

٢٣٢٥ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ. قَالَ لَا. فَقَالُوْا تَكْفُوْنَنَا الْمَؤُوْنَةَ، وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ، قَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا.

[اطراف الحدیث: ۲۷۱۹۔ ۳۷۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے کھجوروں کے باغات آپ ہم میں اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں میں تقسیم فرما دیں' آپ نے فرمایا: نہیں! پھر انصار نے (مہاجرین سے) کہا: آپ لوگ درختوں کی دیکھ بھال کی مشقت ہماری جگہ اٹھائیں اور ہم آپ لوگوں کو پھلوں میں شریک رکھیں گے' تو سب نے کہا: ہم نے سنا اور قبول کر لیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

مساقات کی تعریف' مضاربت میں فقہاء احناف کے مؤقف پر علامہ المہلب کا اعتراض اور مصنف کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' علامہ مہلب متوفی ۴۳۵ھ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

انصار نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ مہاجرین کو اپنے باغات میں شریک کر لیں' تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ اپنی زمینوں میں سے کسی حصے کو خارج کریں اور آپ کو علم تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کئی شہروں کو فتح کر دے گا اور تمام مسلمانوں کو غنی کر دے گا' تب انصار نے مہاجرین کو اپنے باغوں کے پھلوں میں شریک کر لیا کہ وہ باغ کی دیکھ بھال کیا کریں اور پھلوں میں حصہ دار ہوں اور یہ وہ چیز ہے جس کو مساقات اور باغات کو بٹائی پر دینا کہتے ہیں۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر بعض احادیث میں مہاجرین اور انصار کے درمیان شرکت کی مقدار کا بھی ذکر ہو تو اس پر محمول کیا جائے گا ورنہ ظاہر عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے درمیان پھلوں کی نصف مقدار کی شرکت تھی کیونکہ جب شرکت مبہم ہو تو مساقات کو نصف حصہ پر محمول کیا جاتا ہے۔

امام مالک سے روایت ہے کہ جب دو آدمی کسی سودے میں شریک ہوں' پھر وہ کسی تیسرے آدمی کو بھی شریک کر لیں اور اس کا حصہ مقرر نہ کریں تو پھر وہ سودا اُن کے درمیان تین حصوں میں منقسم ہو گا' اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب دو آدمی شریک ہوں تو ان کا حصہ نصف نصف ہو گا۔

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنا مال کسی کو عمل کرنے کے لیے مضاربت پر دے تو وہ نفع میں شریک ہو گا یا نہیں؟ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اس شخص کو اپنے کام کی اجرت رواج کے مطابق ملے گی' اور نفع اور نقصان اس شخص کا ہو گا جس کا مال ہے' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے' اور حسن بصری اور ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ اس کو نصف نفع ملے گا' اوزاعی اور امام مالک کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن بصری اور ان کے موافقین کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے اور جس نے مضاربت کو عمل کرنے والے کے رواج کے مطابق اجرت پر محمول کیا ہے' اس کا قول فاسد ہے' ورنہ لازم آئے گا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان جو مساقات ہوئی تھی وہ فاسد ہو' کیونکہ انہوں نے عمل کی بناء پر پھل لینے کی مقدار کو معین نہیں کیا تھا' اور اہل علم کے نزدیک مساقات مضاربت کے مشابہ ہے' اور یہ محال ہے کہ نبی ﷺ کے حکم اور آپ کے مشورہ سے مہاجرین اور انصار کے درمیان جو مساقات ہوئی تھی' وہ فاسد ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۸۱-۳۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ مضاربت کو مساقات پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مساقات میں کاشت کاری ہوتی ہے اور زمین سے پیداوار کا حصول مقصود ہوتا ہے اور مضاربت میں تجارت ہوتی ہے اور یہ الگ الگ ذریعہ معاش ہیں۔ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں یہ تو لکھا ہے کہ علامہ مہلب نے اس حدیث سے مساقات کے ثبوت پر استدلال کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۸) لیکن علامہ مہلب نے مضاربت کے متعلق فقہاء احناف کے مؤقف پر جو اعتراض کیا ہے' علامہ عینی نے اس اعتراض کا ذکر کیا ہے نہ اس کے جواب کے درپے ہوئے' اور یہ ان کی شان سے بہت بعید ہے۔

٦ - بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ   پھل دار درخت اور کھجور کے درخت کو کاٹنا

اس باب میں پھل دار درخت اور کھجور کے درخت کو کاٹنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' اس آیت ... [illegible]

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ○ (الحشر:۵)

تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا' سو وہ اللہ کے اذن سے ہوا' تا کہ وہ فاسقوں کو ذلیل کرے○

مسلمانوں نے بنوالنضیر کو ان کے قلعوں سے نکال دیا اور ان کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے کھجور کے درخت کاٹ دیں' پھر ان کے دلوں میں تردد ہوا تو انہوں نے کہا: ہم نے ان کے بعض درخت کاٹ دیئے ہیں اور بعض درخت چھوڑ دیئے ہیں تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کریں کہ آیا ہم نے جو درخت کاٹے ہیں' اس میں ہمارے لیے کوئی اجر ہے اور ہم نے جو درخت چھوڑ دیئے ہیں' کیا ان کی وجہ سے ہم پر کوئی گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ (مذکور الصدر) آیت نازل فرمائی۔ (سنن ترمذی: ۳۳۱۴)

درختوں کو کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء

بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ کفار کے درخت کاٹنے اور ان کے قلعوں کو تباہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض اہل علم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے' اور یہ اوزاعی کا قول ہے' اوزاعی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھل دار درخت کے کاٹنے اور کسی آبادی کو ویران کرنے سے منع کیا ہے اور اس کے بعد مسلمانوں نے اس پر عمل کیا ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن کی زمین کے جلانے اور ان کے پھل دار درختوں کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام احمد نے کہا: بعض جگہوں میں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا لیکن بے فائدہ اور عبث طور پر اُن کو جلانا نہیں چاہیے' علامہ نووی نے کہا ہے: یہی ائمہ اربعہ کا اور جمہور کا مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ اَنَسٌ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا۔

۲۳۲۶ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ:

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ
حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے بنوالنضیر کے کھجوروں کے درختوں کو جلانے اور کاٹنے کا حکم دیا' سو ان کو کاٹ دیا گیا' اور ان ہی درختوں کا نام البویرہ تھا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی اسی کے متعلق ہے:

اور بنی لؤی (قریش کا قبیلہ) کے سرداروں پر (غلبہ کو) بویرہ کی آگ نے آسان بنا دیا' جو ہر طرف پھیلتی جا رہی تھی۔

[اطراف الحدیث: ۳۰۲۱-۴۰۳۱-۴۰۳۲-۴۸۸۴] (صحیح مسلم: ۱۷۴۶' الرقم المسلسل: ۴۴۴۵' سنن ابن ماجہ: ۲۸۴۵)

متعدد حکمتوں کی وجہ سے درختوں کو کاٹنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عام درختوں کو اور کھجور کے درختوں کو لکڑی کے حصول کے لیے کاٹنا جائز ہے' یا جس جگہ پر درخت ہوں' اس جگہ کو کاشت کاری کے لیے خالی کرنا مقصود ہو تو اس جگہ کو خالی کرنے کے لیے درختوں کو کاٹنا جائز ہے یا درختوں کو اس جگہ برقرار رکھنے کی بہ نسبت وہاں پر کسی ایسی چیز کی تعمیر کرنا مقصود ہو' جس کی وجہ سے مسلمانوں کو زیادہ فائدہ ہو' مثلاً وہاں پر کوئی

صنعت قائم کرنا مقصود ہو جیسے مل اور کارخانے ہوں یا کوئی اور مفید پروجیکٹ ہو یا وہاں کوئی عظیم الشان مسجد بنانا مطلوب ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درختوں کو کاٹ کر وہاں مسجد (نبوی) تعمیر کرائی جو مہبط وحی الٰہی ہے اور محل ایمان ہے اور عنقریب ''کتاب الجهاد'' میں آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے درخت کٹوا دیئے اور ان کے شہروں کو کھنڈر بنا دیا اور اس کا کچھ حصہ ہم یہاں پر نقل کریں گے۔

درختوں کو کاٹنے اور ان کو برقرار رکھنے' دونوں کا جواز

جو فقہاء مشرکین کے درختوں اور ان کی بیلوں کو کاٹنے کی اجازت دیتے ہیں' وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنضیر کے درخت کٹوا دیئے تھے اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب یہ توقع ہو کہ وہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے گا تو اس شہر کے پھل دار درختوں کو باقی رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا تھا کہ کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹا جائے اور وہ اس سے ناواقف نہیں تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنضیر کے درخت کٹوا دیئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرما دیا تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان شہروں کو مسلمانوں کے لیے فتح فرما دے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اس کی بشارت بھی دے دی تھی' اس کے باوجود آپ نے ان درختوں کو کٹوا دیا' اس سے معلوم ہوا کہ کفار کو ذلیل اور رسوا کرنے کے لیے ان کے شہروں کے درختوں کو کاٹنا بھی جائز ہے اور اگر ان درختوں کو باقی رکھنے میں مسلمانوں کی منفعت ہو تو ان درختوں کو باقی رکھنا بھی جائز ہے' تاہم امام بخاری نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ''کتاب المزارعة'' میں جو درج کیا ہے' اس کی وجہ مجھے سمجھ نہیں آ سکی' ہو سکتا ہے کہ یہ صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کرنے والوں اور لکھنے والوں کی غلطی ہو۔

درختوں کو کاٹنے کی حدیث کو ''کتاب المزارعة'' میں درج کرنے کی توجیہ

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: میں نے علامہ المہلب سے سوال کیا اور کہا کہ امام بخاری نے حضرت رافع بن خدیج کی اس حدیث کی یہاں روایت کی ہے' جس میں بنوالنضیر کے درختوں کو کاٹنے کا ذکر ہے' مجھے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آ سکی تو انہوں نے مجھ سے کہا' ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی توجیہ ہو اور وہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس شخص نے چند سالوں کے لیے اپنی زمین کو کرائے پر دیا تو کرایہ دار کے لیے جائز ہے کہ اس میں جس چیز کی چاہے کاشت کرے اور جن درختوں کو چاہے اُگائے یا لگائے جن کو اُگانے یا لگانے سے زمین کو ضرر نہ ہو اور جب کرائے کی مدت پوری ہو جائے اور زمین کا مالک یہ کہے کہ تم میری زمین سے اپنے کھیت کاٹ لو اور اپنے درخت اکھاڑ لو تو کرائے دار پر لازم ہے کہ وہ اس کی زمین کو فارغ کر دے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظالم کو پرائی زمین میں کاشت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۰۷۳' سنن ترمذی: ۱۳۸۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۷' شرح معانی الآثار: ۵۸۴۲)

سو امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المزارعة'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ جس طرح درختوں کو لگانا مستحسن ہے' اسی طرح کسی ضرورت کی وجہ سے درختوں کو کاٹنا بھی مباح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۸۳۔ ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس عبارت میں علامہ ابن بطال سے تسامح ہوا ہے' درخت کاٹنے کی حدیث حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

۷- بَابٌ

باب

اس باب کو امام بخاری نے بغیر عنوان کے ذکر کیا ہے اور یہ باب اس سے پہلے باب اور اس کے بعد والے باب کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

۲۳۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا، كُنَّا نُكْرِى الْاَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْاَرْضِ، قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذٰلِكَ وَتَسْلَمُ الْاَرْضُ، وَمِمَّا يُصَابُ الْاَرْضُ وَيَسْلَمُ ذٰلِكَ، فَنُهِيْنَا، وَاَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی از حنظلہ بن قیس الانصاری' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کاشت کاری کرتے تھے' ہم زمین کی ایک جانب کی پیداوار کے عوض اس کو کرائے پر دیتے تھے جس جانب کو زمین کا مالک معین اور موسوم کر دیتا تھا' حضرت رافع نے کہا: کبھی زمین کی اُس جانب پر کوئی آفت آ جاتی اور دوسری زمین سلامت رہتی' اور کبھی اِس زمین پر کوئی آفت آ جاتی اور وہ جانب سلامت رہتی تو ہمیں زمین کو (اس طرح) کرائے پر دینے سے منع کر دیا گیا اور سونے اور چاندی (کے عوض کرائے پر دینے) کا اس دور میں رواج نہیں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۶ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور یہاں پر بیان کیے جا رہے ہیں:

زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے کا عدم جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عطاء' مجاہد' مسروق' شعبی' طاؤس' حسن بصری' ابن سیرین اور القاسم بن محمد کا مذہب یہ ہے کہ زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام زفر کا بھی یہی قول ہے' ان کا استدلال حضرت رافع بن خدیج کی اس حدیث مذکور سے ہے' اس کے علاوہ درج ذیل احادیث سے بھی ان کا استدلال ہے:

زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق احادیث

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کاشت کاری کرتے تھے' پس ہم زمین کو تہائی پیداوار اور چوتھائی پیداوار اور معین طعام کے عوض کرائے پر دیتے تھے' پس ایک دن ہمارے پاس میرے چچاؤں میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس کام سے منع فرما دیا ہے جو ہمارے لیے نفع آور تھا' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہمارے لیے زیادہ نفع آور ہے' آپ نے ہم کو اس سے منع فرمایا کہ ہم زمین کو تہائی پیداوار یا چوتھائی پیداوار یا معین طعام کے عوض کرائے پر دیں اور آپ نے زمین کے مالک کو یہ حکم دیا کہ وہ خود کاشت کرے یا کسی سے کاشت کرائے اور زمین کرائے پر دینے کو آپ نے ناپسند کیا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۴۸' الرقم المسلسل: ۳۸۳۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۹۶۔۳۳۹۵' سنن نسائی: ۳۸۹۵' سنن ابن ماجہ: ۲۴۶۵)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس میرے چچا حضرت ظہیر رضی اللہ عنہ آئے' اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس کام سے منع فرما دیا ہے جس میں ہمارے لیے نفع تھا' میں نے پوچھا: وہ کیا کام ہے؟ اور رسول نے جو کچھ فرمایا ہے وہی حق ہے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ نے مجھ سے پوچھا: تم اپنی زمینوں میں کس طرح کاشت کاری کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم زمین کو اس کی چوتھائی پیداوار کے عوض یا کھجور اور جَو کے معین وسق کے عوض اجرت پر دیتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس

طرح نہ کرو تم زمین میں خود کاشت کرو یا کسی سے کاشت کراؤ یا پھر زمین اپنے پاس رکھو۔
(صحیح مسلم: ۱۵۴۸ الرقم المسلسل: ۳۸۴۰ صحیح البخاری: ۲۳۳۹ سنن نسائی: ۳۹۲۳ سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۹)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے' انہوں نے کہا: میں نے پوچھا کہ کیا سونے اور چاندی کے عوض بھی زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: سونے اور چاندی کے عوض زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۴۷ الرقم المسلسل: ۳۸۴۲ صحیح البخاری: ۲۳۴۷ سنن ابوداؤد: ۳۳۹۲ سنن نسائی: ۳۸۹۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہر کے کنارے والی زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض کرائے پر دیا جاتا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: جس کے پاس زمین ہو وہ اس میں خود کاشت کرے اگر وہ اس میں خود کاشت نہیں کرتا تو وہ زمین اپنے کسی بھائی کو بخش دے اور اگر وہ کسی کو اپنی زمین نہیں دیتا تو پھر اس کو اپنے پاس رکھے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۳۶ الرقم المسلسل: ۳۸۱۶)

زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء کے مذاہب اور اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ احادیث کے الفاظ مختلف ہیں اور ان کے معانی متبائن ہیں' اس وجہ سے علماء کے مختلف الفاظ ہیں اور ائمہ کے مختلف مذاہب ہیں' ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ کسی بھی طعام کے عوض زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے خواہ وہ کھانے کی چیز ہو یا پینے کی کیونکہ یہ طعام کی طعام کے عوض ادھار بیع ہے' اسی طرح زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں کے عوض بھی زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے' خواہ وہ کھانے پینے کی چیز نہ ہو' ماسوا لکڑیوں اور بانسوں کے' امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہی محفوظ مذہب ہے۔

(۲) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت میں لوگوں کا اختلاف ہے' طاؤس اور حسن بصری نے کہا کہ یہ مطلقاً ممنوع ہے' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت ہے۔

(۳) جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ وہ ایک قید سے مقید ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔

(۴) بعض صحابہ اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ زمین کو کرائے پر دینا مضاربت کی مشابہت کی وجہ سے جائز ہے۔

(۵) زمین کو طعام کے عوض کرائے پر دینا جائز ہے جب کہ اس طعام کو ادا کرنے کا التزام کیا گیا ہو' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس کی اجازت دی ہے۔

(۶) ابن حزم نے کہا کہ زمین کی معین پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے کا جواز حسب ذیل صحابہ' تابعین اور ائمہ اور فقہاء سے منقول ہے:

حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن عمر' حضرت سعد' حضرت ابن مسعود' حضرت خباب' حضرت حذیفہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم۔

تابعین میں سے عبدالرحمان بن یزید بن موسیٰ' ابن ابی لیلیٰ' سفیان الثوری اور اوزاعی۔

ائمہ اور فقہاء میں سے امام ابویوسف' امام محمد بن الحسن اور ابن المنذر۔

لیث کے اس میں مختلف اقوال ہیں' امام احمد اور اسحاق نے اس کی اجازت دی ہے مگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ بیج زمین کے مالک کی طرف سے ہو اور عمل کرنے والے کی طرف سے صرف بیل اور ہل چلانے کے آلات ہوں اور اس کا عمل ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کاشت کاری کے لیے زمین کو کرائے پر دینے' مزارعت' مکانوں کو کرائے پر دینے اور مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینے کے متعلق شرح صحیح مسلم کی ابحاث

* باب مذکور کی حدیث سے متعلق احادیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۴۹۔ ۳۸۰۳' ج ۴ ص ۲۲۸۔ ۲۱۳ پر مذکور ہیں' ان احادیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① زمین پر کاشت کاری کی صورتیں ② زمین کو کرائے پر دینے میں مذاہب فقہاء ③ زمین کو کرائے پر دینے کے عدم جواز میں ابن حزم کے دلائل ④ زمین کو کرائے پر دینے کے ثبوت میں احادیث' آثار اور اقوال تابعین ⑤ زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت کی روایات کے جوابات ⑥ مخابرہ (زمین کو بٹائی پر دینے) میں مذاہب فقہاء ⑦ زمین کو بٹائی پر دینے کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل ⑧ مزارعت پر اعتراضات کے جوابات ⑨ مزارعت کے جواز پر دلائل ⑩ احادیث مخابرہ پر فقہاء احناف کے اعتراضات ⑪ احادیث مخابرہ پر اعتراضات کے جوابات ⑫ احادیث مخابرہ پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات ⑬ جواز مزارعت کے ثبوت میں احادیث' آثار اور اقوال تابعین ⑭ زمین کو بٹائی پر دینے میں فقہاء احناف کا مؤقف ⑮ قرآن مجید کی روشنی میں زمین کی شخصی ملکیت پر بحث ونظر ⑯ کیا مکانوں کو کرائے پر دینا شرعاً حرام اور سود ہے ⑰ مکانوں کے کرائے کو سود قرار دینے پر ایک حدیث سے استدلال اور اس کا جواب ⑱ مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت کی روایات پر بحث ونظر ⑲ مکہ کے مکانوں کی بیع اور کرائے میں مذاہب ائمہ ⑳ مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت کی روایت سے علی العموم کرائے کے جواز پر استدلال ㉑ مکانوں کے کرائے کے جواز کے ثبوت میں روایات ㉒ مکانوں کے کرائے میں فقہاء حنبلیہ کا مؤقف ㉓ مکانوں کے کرائے میں فقہاء شافعیہ کا مؤقف ㉔ مکانوں کے کرائے میں فقہاء مالکیہ کا مؤقف ㉕ مکانوں کے کرائے میں فقہاء احناف کا مؤقف۔

۸ - بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهٖ — زمین کی نصف پیداوار اور اس کی مثل کے عوض مزارعت

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار سے مزارعت کا ثبوت

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِيْنَةِ اَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ اِلَّا يَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ.

اور قیس بن مسلم نے کہا از ابی جعفر' انہوں نے کہا: مدینہ میں جس مہاجر کا بھی گھر تھا وہ تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت کرتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق اثر' مصنف عبدالرزاق: ۱۴۵۵۵' میں اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۹ میں مذکور ہے۔

وَزَارَعَ عَلِیٌّ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، وَعُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَالْقَاسِمُ، وَعُرْوَةُ بْنُ

حضرت علی' حضرت سعد بن مالک' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبدالعزیز' القاسم' عروہ بن الزبیر' آل ابوبکر' آل عمر

الزُّبَيْرِ، وَآلُ أَبِي بَكْرٍ، وَآلُ عُمَرَ، وَآلُ عَلِيٍّ، وَابْنُ سِيْرِيْنَ. آل علی اور ابن سیرین نے مزارعت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

عمرو بن صلیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نصف پیداوار پر مزارعت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۴۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حضرت سعد بن مالک اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

ابراہیم بن مہاجر بیان کرتے ہیں کہ میں نے موسیٰ بن طلحہ سے مزارعت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب کو زمین عطا کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو زمین عطا کی اور حضرت سعد کو زمین عطا کی اور حضرت صہیب کو زمین عطا کی اور یہ سب میرے پڑوسی تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ اور حضرت سعد اپنی زمینوں کو تہائی اور چوتھائی کی پیداوار کے عوض مزارعت (بٹائی) پر دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

عمر بن عبدالعزیز والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

خالد الحذاء بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے عدی کی طرف لکھا کہ وہ تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت کریں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

القاسم کی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

ہشام حدیث بیان کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن سیرین نے القاسم بن محمد کی طرف بھیجا کہ میں ان سے اس شخص کے متعلق سوال کروں جس نے دوسرے شخص سے یہ کہا کہ میرے اس باغ میں کام کرو اور تم کو تہائی یا چوتھائی پھل ملیں گے تو القاسم بن محمد نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے پھر میں نے ابن سیرین کے پاس واپس جا کر ان کو خبر دی تو انہوں نے کہا: زمین میں کام کرنے کا یہ سب سے اچھا طریقہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۵۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اثر میں ابن سیرین والی تعلیق کا بھی ذکر ہے۔

القاسم اور ابن سیرین والی تعلیق کا اس اثر میں بھی ذکر ہے۔

ہشام بیان کرتے ہیں کہ القاسم اور ابن سیرین اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی زمین دوسرے شخص کو تہائی یا چوتھائی یا دسویں حصہ کی پیدوار کے عوض مزارعت پر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

عروہ بن الزبیر والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد (عروہ بن الزبیر) زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

آل ابوبکر آل عمر اور آل علی والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

عمرو بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر سے تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت پر سوال کیا تو انہوں نے کہا: اگر تم آل ابوبکر آل عمر اور آل علی کی مزارعت کو دیکھو تو تم یہ پاؤ گے کہ وہ اس طرح مزارعت کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ كُنْتُ اُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ. اور عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا: میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ مزارعت میں شریک تھا۔

اس تعلیق کے موافق درج ذیل اثر ہے:

ابن عامر بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا کہ میں تہائی اور چوتھائی پیداوار پر مزارعت کرتا تھا اور اس کو علقمہ اور اسود کی طرف لے جاتا تھا' اگر وہ اس میں کچھ حرج سمجھتے تو مجھے منع کر دیتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلٰى اِنْ جَآءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَهُ الشَّطْرُ، وَاِنْ جَآؤُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا. اور عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں سے اس پر مزارعت کی کہ اگر حضرت عمر اپنے پاس سے بیج لائیں تو ان کے لیے نصف پیداوار ہو گی' اور اگر لوگ بیج لائیں تو ان کے لیے اتنا ہو گا۔

اس تعلیق کی امام ابن شیبہ نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اہل نجران' یہود اور نصاریٰ کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا اور ان کی زمینوں اور بیلوں کو خرید لیا اور عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں سے اس پر عمل کرایا کہ اگر وہ بیل اور ہل اپنے پاس سے لائیں تو ان کا حصہ دو تہائی ہو گا اور عمر بن عبدالعزیز کے لیے ایک تہائی ہو گا' اور اگر عمر بن عبدالعزیز اپنے پاس سے بیج لائیں تو ان کے لیے نصف ہو گا' اور انہوں نے کھجور کے درختوں میں ان سے اس پر عمل کرایا کہ ان کے لیے پانچواں حصہ ہو گا اور باقی عمر بن عبدالعزیز کے لیے ہو گا اور انگوروں میں ان سے اس پر عمل کرایا کہ ان کے لیے ایک تہائی ہو گا اور عمر بن عبدالعزیز کے لیے دو تہائی ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۰۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ اَنْ تَكُوْنَ الْاَرْضُ لِاَحَدِهِمَا، فَيُنْفِقَانِ جَمِيْعًا، فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا. اور حسن (بصری) نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ زمین ایک شخص کی ہو اور دونوں فریق اس میں خرچ کریں اور زمین سے جو پیداوار حاصل ہو' وہ ان دونوں کے درمیان ہو۔

اس تعلیق کی امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۴)

وَرَاٰى ذٰلِكَ الزُّهْرِيُّ. اور زہری نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کی امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام احمد بن حنبل کے نزدیک مجہول اجرت پر اجارہ کا جواز اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عدم جواز

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ اَنْ يُّجْتَنٰى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ. اور حسن بصری نے کہا کہ نصف کی شرط پر روئی چننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: روئی چننا' زیتون کو اٹھانا اور فصل کاٹنا' ان میں سے ہر ایک چیز حصہ معلوم کے عوض ہوتی ہے' تابعین کی ایک جماعت نے اس کو جائز قرار دیا ہے' اور یہی امام احمد بن حنبل کا قول ہے' انہوں نے اس کو مضاربت پر قیاس کیا ہے' کیونکہ مضاربت میں بھی مال کے ایک حصہ معلوم پر عمل کیا جاتا ہے اور اس کے مبلغ کا علم نہیں ہوتا' اسی طرح اگر جلاہے کو کپڑا بُننے کے لیے سوت دیا جائے کہ کپڑے کا ایک حصہ معلوم اس کو دیا جائے گا اور بیل اور بکریاں چرواہے کو دی جائیں کہ اس کی اجرت میں اس کو حصہ معلوم دیا جائے گا تو یہ بھی مضاربت کے [illegible] اور امام شافعی نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے کہ یہ

مجہول اجرت کے عوض کسی کو کرائے پر لینا ہے اور عطاء ابن سیرین زہری اور قتادہ نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ ایک آدمی کپڑا بننے والے کو تہائی یا چوتھائی کپڑے کے عوض کپڑا بننے کے لیے دے اور امام احمد بن حنبل نے اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین نصف پیداوار کے حصول کی شرط پر یہودیوں کو دی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۸۶-۳۸۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

اس تعلیق کی مزارعت کے ساتھ مناسبت نہیں ہے امام بخاری کو یہ تعلیق اجارہ میں بیان کرنی چاہیے تھی۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَّالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ لَا بَأْسَ أَنْ يُعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ وَنَحْوِهٖ.

اور ابراہیم ابن سیرین عطاء الحکم الزہری اور قتادہ نے کہا کہ تہائی یا چوتھائی کپڑے کے عوض کپڑا بننے کے لیے دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۷)

مزارعت کے ساتھ اس تعلیق کی بھی کوئی مناسبت نہیں ہے امام بخاری کو یہ تعلیق اجارہ میں بیان کرنی چاہیے تھی۔

اجیر (عامل یا مزدور) کے عمل کے کسی حصہ کو اجرت بنانے کا جمہور فقہاء احناف کے نزدیک عدم جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص نے کپڑا بننے والے کو سوت دیا کہ وہ اس سوت کا کپڑا بُن دے اور اس میں سے نصف کپڑا اس کا ہوگا تو یہ اجارہ فاسد ہے اور بننے والے کو نصاب کے مطابق اجرت دینی ہوگی۔

المبسوط میں علامہ الحلوانی نے اپنے استاذ ابوعلی سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ اپنے ملک نسف میں اس کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے کیونکہ اس میں عرف ظاہر تھا اسی طرح مشائخ بلخ بھی لوگوں کے تعامل کی وجہ سے کپڑے میں سے اجرت دینے کو جائز قرار دیتے تھے۔ علامہ الحلوانی نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے طعام لاد کر لے جانے کے لیے گدھا اجرت پر طلب کیا اور کہا کہ گدھے والے کو اس طعام کے لانے کے عوض اس میں سے ایک قفیز (چھ کلو) اجرت دی جائے گی تو یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ آجر نے اس چیز کو اجرت کا حصہ بنایا جو اس کے عمل کا حصہ ہے تو یہ قفیز الطحان کے حکم میں ہے۔ الطحان کا معنی ہے: گندم کا پیسا ہوا آٹا قفیز الطحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی کو گندم پیسنے کے لیے دی اور کہا کہ اس کی اجرت میں تم اس میں سے ایک قفیز (چھ کلو) آٹا لے لینا اور یہ بھی اس لیے ناجائز ہے کہ آجر نے اجیر کی اجرت کو اس کے عمل کا حصہ بنا دیا ہے اگر وہ یہ قید نہ لگاتا کہ تم اس آٹے میں سے چھ کلو لے لینا تو پھر جائز ہوتا مثلاً وہ یوں کہتا کہ میں اس کی اجرت میں تم کو چھ کلو آٹا دوں گا تب یہ جائز ہوتا نیز حدیث میں بھی اس کی ممانعت ہے:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت سے منع فرمایا اور عبید اللہ نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ آپ نے قفیز الطحان سے بھی منع فرمایا۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۵۳ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۹)

اسی طرح جب کسی شخص نے تلوں سے تیل نکالنے کے لیے دوسرے کو اجرت پر طلب کیا اور کہا: اس کی اجرت یہ ہے کہ اس تیل میں سے تم بھی ایک کلو تیل لے لینا یا کسی شخص نے کسی عورت کو روئی دی کہ اس کا دھاگا بنا دو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے اتنا دھاگا لے لینا یا اس کو دھاگا بنانے کے لیے اُون دیا اور کہا: اس کی اجرت میں تم اس میں سے اتنا اُون لے لینا یا کسی سے کہا کہ تم کپاس کے کھیت سے روئی چنو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے اتنی روئی لے لینا یا کسی سے کہا کہ تم باجرہ سے بھوسا الگ کر دو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے نصف باجرہ لے لینا یا کہا: تم گندم سے بھوسا الگ کر دو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے نصف

گندم لے لینا تو اجرت کی یہ تمام صورتیں ناجائز ہیں کیونکہ آجر نے اُجرت کو اجیر کے عمل کا حصہ بنادیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ نے بھی اس مسئلہ کو بیان کیا ہے۔(الاشباہ والنظائر ص ۱۰۳ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

وَقَالَ مَعْمَرٌ لَّا بَاْسَ اَنْ تَكُوْنَ الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ اَوِ الرُّبُعِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى.

اور معمر نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مویشیوں کو تہائی یا چوتھائی مدت معینہ تک کرائے پر دیا جائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ کسی چوپائے کو مثلاً گندم کی بوریاں لاد کر لانے لے جانے کے لیے کرائے پر طلب کیا جائے' بایں طور کہ وہ کرائے کی آمدنی آجر اور اجیر (کرائے پر دینے والے اور لینے والے) کے درمیان تقسیم ہو جائے' مثلاً آمدنی کا دو تہائی کرائے پر دینے والا رکھ لے اور ایک تہائی کرائے پر لینے والا رکھ لے' ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ اجارہ میں مضاربت نہیں ہوتی' مضاربت تجارت میں ہوتی ہے اور کرائے پر دینے والے کو رواج کے مطابق کرایہ لینا ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

تاہم اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان مزارعت ہے' بہتر تھا کہ امام بخاری اس تعلیق کو اجارہ کے باب میں ذکر کرتے۔

۲۳۲۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ' فَكَانَ يُعْطِيْ اَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ' ثَمَانُوْنَ وَسْقَ تَمْرٍ' وَعِشْرُوْنَ وَسْقَ شَعِيْرٍ' فَقَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ' فَخَيَّرَ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْاَرْضِ' اَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ' فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْاَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ' وَكَانَتْ عَائِشَةُ اِخْتَارَتِ الْاَرْضَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے کھیتوں اور باغات میں نصف زمین کی پیداوار یا نصف پھلوں کے عوض عمل کرایا' آپ اس میں سے اپنی ازواج کو ایک سو وسق دیتے تھے' اسّی (۸۰) وسق کھجوریں دیتے تھے اور بیس (۲۰) وسق جَو دیتے تھے' پھر حضرت عمر نے خیبر کی پیداوار کو تقسیم کیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اختیار دیا کہ (اگر وہ چاہیں) ان کو وہاں پانی اور قطعہ زمین دے دیا جائے یا ان کو اسی طرح وسق دیئے جائیں' تو بعض ازواج نے قطعہ زمین کو لینا پسند کیا اور بعض نے وسق لینا پسند کیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قطعہ زمین لینا پسند کیا تھا۔

امام بخاری نے صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں اس حدیث کو اختصار کے ساتھ درج کیا ہے اور اب اس کی تفصیل کے ساتھ روایت کی ہے' لہٰذا اب اس کی مکمل اور مفصل شرح کی جارہی ہے:

مزارعت اور مساقات کے متعلق صحابہ' تابعین اور فقہاء کے مذاہب اور اقوال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

زمین کو نصف' تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض کرائے (مزارعت یا بٹائی) پر دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن مسعود' حضرت سعد' حضرت زبیر' حضرت اسامہ' حضرت ابن عمر' حضرت معاذ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ جائز ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' طاؤس اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ ہم نے ابوجعفر سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار پر عمل کرایا' پھر حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے' پھر ان کے گھروں والے آج تک تہائی اور چوتھائی پیداوار پر عمل کراتے رہے اور یہی اوزاعی' سفیان ثوری' امام ابویوسف' امام محمد اور امام احمد کا قول ہے' ان فقہاء صحابہ' تابعین اور تبع تابعین اور بعد کے علماء نے مزارعت اور مساقات کو جائز قرار دیا ہے (زمین کو معین پیداوار کے عوض کاشت پر دینا' مزارعت ہے اور باغ کو معین پھلوں کے عوض عمل پر دینا' مساقات ہے) اور بعض فقہاء صحابہ اور تابعین نے اس کو مکروہ کہا ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور عکرمہ اور ابراہیم نخعی سے بھی یہی روایت ہے' اور یہی امام مالک' امام ابوحنیفہ' لیث' امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے کہ مزارعت جائز نہیں ہے اور ان کے نزدیک مساقات جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام زفر نے کہا ہے کہ مزارعت اور مساقات کسی بھی وجہ سے جائز نہیں ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جن احادیث میں زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت ہے' ان ہی احادیث سے مزارعت کی ممانعت ثابت ہے' نیز انہوں نے کہا کہ یہ اجارہ مجہولہ ہے' کیونکہ کبھی زمین سے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مزابنہ کی ممانعت سے مساقات منسوخ ہے۔

مزارعت اور مساقات کو جائز کہنے والوں کی دلیل اور اس کے جوابات

مزارعت اور مساقات کے مجوزین کی یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے اس پر عمل کرایا کہ زمین سے جو پیداوار حاصل ہوگی یا باغ میں جو پھل لگیں گے اس میں سے نصف ان کو دیا جائے گا' اور زمین اصل مال ہے' پس جو شخص اس میں عمل کرے تو اس کی پیداوار سے اس کو دینا جائز ہے' جیسے کسی چیز کی قیمت دی جاتی ہے۔ جن فقہاء نے مزارعت کو منع کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ مزارع سے زمین کی پیداوار لینا زمین کا کرایہ ہے اور یہ طعام کو طعام کے عوض ادھار فروخت کرنے کے باب سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخابرہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے اور وہ زمین کی پیداوار کے عوض اس کا کرایہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اہل خیبر سے خیبر میں عمل کرایا تھا' اس میں مزارعت کے جواز کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ہمارا اختلاف اس صورت میں ہے جب خالی زمین ہو' اس میں درخت وغیرہ نہ ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اہل خیبر سے عمل کرایا تھا' اس میں کھجور کے باغات تھے اور دوسرے درخت تھے اور وہ زمین پھلوں کے تابع تھی اور یہ صورت ہمارے نزدیک بھی جائز ہے لیکن جب زمین خالی ہو تو پھر اس کو بٹائی پر دینا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس زمین میں اجرت پر کاشت کرائی جائے تو اس کو بٹائی پر دینے کی ضرورت نہیں ہے' جیسے باغ کے پھل دار درختوں کو پانی دینے اور اس کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو پھل ابھی پکے نہ ہوں اور ان کو درخت سے کاٹنے کی شرط نہ لگائی جائے تو ان پھلوں کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ درخت کے تابع ہیں اور ان پھلوں کی علیحدہ بیع جائز نہیں ہے اور ان کا مزارعت کو مساقات پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مساقات میں منفعت صرف باغ میں دیکھ بھال کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور اس میں اصل مال (یعنی زمین) کو اجارہ پر نہیں دیا جاتا' اس کے برخلاف زراعت کے حصول کے لیے زمین کو اجارہ پر دیا جا سکتا ہے۔

مساقات کو ناجائز کہنے والوں کی دلیل اور اس کے جوابات

جو فقہاء مساقات کو ناجائز کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو یہودیوں کو ان کی زمین کی ملکیت پر برقرار رکھتے ہوئے یہ شرط لگائی کہ وہ آدھے پھل بہ طور جزیہ ادا کریں' پس ان کے باغات سے جو پھل لیے گئے تھے' وہ بطور جزیہ

لیے گئے تھے نہ کہ بہ طور مساقات۔

ان کے مخالفین نے کہا کہ یہ مفروضہ درج ذیل متعدد وجوہ سے باطل ہے:

(۱) عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو جنگ سے فتح کیا ہے اور ابن شہاب نے ابن المسیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر سے خمس لیا ہے اور خمس صرف اس جگہ سے لیا جاتا ہے جس کو جنگ سے فتح کیا ہو۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی تھی تو آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو خیبر سے اپنا حصہ دیا اور حضرت عمر کو خیبر سے اپنا حصہ دیا' پس حضرت عمر نے اپنے حصہ کو وقف کر دیا۔

(۳) حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے شام کی طرف جلاوطن کر دیا' اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خیبر کی زمین پر برقرار رکھا ہوتا اور ان کو اس زمین کا مالک نہ بنایا ہوتا تو بعد والوں کے لیے ان کو اس جگہ سے جلاوطن کرنا اور ان کو ان کی زمین سے جدا کرنا ممکن نہ ہوتا۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو پھلوں کا اندازہ لگانے کے لیے خیبر بھیجا تا کہ وہ جان لیں کہ مسلمانوں کے اموال میں زکوٰۃ کی کتنی مقدار ہے' پس حضرت عائشہ نے بتایا کہ خیبر میں مسلمانوں کا مال تھا اور اس میں زکوٰۃ واجب تھی' لہٰذا ان فقہاء کا یہ قول باطل ہو گیا کہ یہ جزیہ تھا کیونکہ جزیہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی' یہ ابن القصار نے جواب دیا ہے۔

رہا امام بخاری کا یہ کہنا کہ عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں سے اس طرح معاملہ کیا کہ اگر بیج عمر بن عبدالعزیز کے ہوں تو وہ نصف پیداوار لیں گے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے مزارعت کو جائز قرار دیا ہے' ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بیج کون پیش کرے گا' حضرت ابن مسعود' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ بیج عامل کی طرف سے ہوتے ہیں اور بعض محدثین سے روایت ہے کہ دونوں فریقوں میں سے جس نے بھی بیج پیش کر دیئے تو جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کا معاملہ کیا اور آپ نے اس شرط کو ترک کر دیا کہ بیج کون پیش کرے گا اور آپ کے اس شرط کو ترک کرنے میں یہ دلیل ہے کہ جس فریق نے بھی بیج پیش کر دیئے تو یہ جائز ہے اور امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ بیج زمین والے کی طرف سے ہوں گے اور عمل دوسرے فریق کی طرف سے ہو گا۔

امام محمد کی بیان کردہ اقسام' ان میں سے بعض کا جواز اور بعض کا عدم جواز اور ان کی توجیہ

امام محمد بن الحسن اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مزارعت کی چار قسمیں ہیں' ان میں سے تین جائز ہیں اور ایک قسم ناجائز ہے' ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) زمین کے مالک کی طرف سے بیج ہوں اور عمل مزارع کرے۔

(۲) بیج اور کاشت کاری کے آلات دونوں مالک کی طرف سے ہوں اور عمل مزارع کی طرف سے ہو۔

(۳) بیج مزارع کی طرف سے ہو اور عمل اور تمام آلات بھی اس کی طرف سے ہوں۔

(۴) بیج مزارع کی طرف سے ہو اور عمل اور آلات زراعت زمین کے مالک کی طرف سے ہوں۔

اوّل الذکر تینوں اقسام جائز ہیں اور ثانی الذکر قسم ناجائز ہے۔

پہلی تین اقسام کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مزارعت کو مضاربت پر قیاس کیا ہے کیونکہ مضاربت میں عامل نفع

کے معلوم حصہ کی وجہ سے عمل کرتا ہے' اگرچہ اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کل کتنا نفع ہوگا' اسی طرح زمین کو معلوم حصہ کے حصول کی بناء پر دیا جاتا ہے' ہر چند کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ زمین سے کل کتنی پیداوار حاصل ہوگی۔ چوتھی قسم کو انہوں نے اس لیے ناجائز کہا ہے کہ جب عمل اور آلات دونوں زمین کے مالک کی طرف سے ہوں گے تو مزارع کی طرف سے صرف بیج پیش کیے جائیں گے' پس گویا اس نے زمین کے مالک کو مجہول طعام کے عوض بیج اُدھار فروخت کر دیئے' اور یہ صورت تمام علماء کے نزدیک ناجائز ہے۔

حضرت عمر نے ازواجِ مطہرات کو خیبر کی زمینوں میں جو اختیار دیا تھا' اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو وسق طعام لینے اور خیبر کی زمین میں کاشت کرنے کے درمیان اختیار دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ خیبر کی زمین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت نہیں تھی جس کی آپ کے بعد وراثت ہوتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے' حضرت عمر نے ان کو وسق طعام لینے اور بغیر تملیک کے قطعہ زمین لینے کے درمیان اختیار دیا کیونکہ تازہ کھجوروں کی بھی چھواروں کی طرح خواہش ہوتی ہے' حضرت عائشہ نے قطعہ زمین کو اختیار کیا تا کہ وہ تازہ کھجوریں اور خشک کھجوریں یا چھوارے کھائیں اور ان کی وفات کے بعد وہ زمین اور باغات پھر مملکت کی مِلک میں چلے گئے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۸۶۔ ۳۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوبکر کی تصریح کہ خیبر کی زمینوں سے حاصل شدہ نصف بہ طور مزارعت تھا نہ کہ بہ طور خراج۔۔۔۔ اور اس سے مصنف کی تائید

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے علامہ ابن بطال کی مذکور الصدر پوری عبارت نقل کی ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں:

علامہ ابوبکر الرازی نے (شرح مختصر طحاوی میں) لکھا ہے کہ خیبر کی زمینوں سے جو نصف پھل اور نصف زمین کی پیداوار لی گئی تھی' وہ بہ طور جزیہ تھی۔ اس کی تائید میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث نہیں ہے' کسی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جزیہ لیا تھا' حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی اور نہ حضرت ابوبکر نے اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے' یہاں تک کہ حضرت عمر نے ان کو جلاوطن کر دیا' اور اگر آپ ان سے جزیہ لیتے تو اس وقت جزیہ لیتے جب جزیہ کی آیت نازل ہوئی تھی' اور جو خراج مقرر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ امام زمین کے ہر جریب (موجودہ تیس گز) کی پیداوار پر ان سے ایک صاع پیداوار اور ایک درہم لے گا۔

میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ خیبر کی زمین کی کاشت پر یہودیوں سے جو نصف لیا گیا تھا' وہ جزیہ تھا نہ خراج اور یہ وہی بات ہے جو ہم نے صحیح البخاری: ۲۲۸۵ کی شرح میں لکھی تھی اور علامہ عینی کا اس پر رد کیا تھا کہ انہوں نے کہا تھا کہ خیبر کی زمینوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جو پیداوار کا نصف لیا تھا وہ بہ طور خراج تھا اور ہم نے اس پر رد کیا تھا کہ آپ نے ان سے جو نصف لیا تھا' وہ بہ طور مزارعت تھا یا بہ طور مساقات تھا' اب یہاں پر اسی بات کو علامہ عینی نے علامہ ابوبکر رازی کے حوالے سے لکھا ہے۔

خراج کو ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کی تاویل اور اس پر مصنف کا تعاقب

اس کے بعد علامہ عینی پھر اس پیداوار کے نصف کو خراج ثابت کرنے کے لیے تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر تم یہ کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کے چھتیس حصے کیے تھے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ خراج نہیں تھا' تو میں کہوں گا کہ ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمینوں کے خراج کو تقسیم کیا ہو' بایں طور کہ یہ فرمایا ہو کہ یہ اس زمین کا خراج فلاں کے لیے ہے اور یہ اس

زمین کا خراج فلاں کے لیے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی یہ تاویل اس وقت درست ہوگی' جب اس عبارت میں خراج کا لغوی معنی مراد ہو یعنی اس زمین سے نکلا ہوا یہ حصہ فلاں کا ہے اور زمین سے نکلا ہوا یہ حصہ فلاں کا ہے حالانکہ علامہ عینی خراج کے اصطلاحی معنی کو ثابت کر رہے تھے اور علامہ ابوبکر رازی نے بھی خراج کے اصطلاحی معنی کی نفی کی ہے اور اس پر دوسرا رد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ زمین سے نکلا ہوا یہ حصہ فلاں کا ہے اور یہ حصہ فلاں کا ہے اور آپ نے ان چھتیس حصوں کے متعلق اسی طرح فرمایا' یہ حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ اور اپنے گمان سے حدیث کو وضع کرنا' پھر اس کو معرض استدلال میں پیش کرنا نہایت عجیب ہے اور علامہ عینی ایسے عالم اور محدث کو بہرحال زیب نہیں دیتا۔

۹ - بَابُ اِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ

جب مزارعت میں سالوں کی تعداد معین نہ کی جائے

٢٣٢٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ عَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی زمین میں پھلوں اور غلہ کی نصف پیداوار کے عوض عمل کرایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے' تاہم جو اُمور وہاں نہیں بیان کیے گئے تھے وہ یہاں بیان کیے جا رہے ہیں۔

جب مزارعت میں مدت کا تعین نہ کیا جائے تو اس کی صحت میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: جب مزارعت میں سالوں کی تعداد معین نہ کی جائے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے:

امام مالک' سفیان ثوری' امام شافعی اور ابوثور کے نزدیک یہ مکروہ ہے حتیٰ کہ مزارعت کی مدت مقرر کی جائے اور ابوثور نے کہا ہے کہ مدت کا تعین نہ کیا جائے تو اس مزارعت کو ایک سال پر محمول کیا جائے گا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس پر برقرار رکھیں گے' اور آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ کھجور کے درختوں کو مساقات پر دینا اور زمین کو مساقات پر دینا جائز ہے خواہ اس میں سالوں کا تعین نہ کیا جائے اور اس میں زمین اور باغ کے مالک کے لیے یہ جائز ہوگا کہ وہ جب چاہے مزارع کو اور باغ کی دیکھ بھال کرنے والے کو زمین اور باغ سے نکال دے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مزارعت اور کرائے میں فرق ہے کیونکہ مدت کا تعین کیے بغیر زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے اور اس میں زمین کا مالک جب چاہے کرائے دار کو زمین سے نکال نہیں سکتا' اور اس میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ مکانوں کو اور زمینوں کو بغیر مدت کے تعین کے کرائے پر دینا جائز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو زمین کی پیداوار [illegible] ایک سال کے لیے تھا حتیٰ کہ آپ اس کی اکثر مدت کو

بیان فرما دیتے' خلاصہ یہ ہے کہ مزارعت میں مدت کا تعین ضروری ہے اور عنقریب اس کی زیادہ وضاحت آئے گی۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٨٧ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' علامہ ابن بطال کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جو فقہاء مزارعت کی صحت اور اس کے جواز کے قائل ہیں' ان کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ یہ مزارعت ایک سال کی ہے یا دو سال کی ہے اور اگر اس نے اتنی کم مدت بیان کی جس میں زراعت نہیں ہو سکتی یا اتنی زیادہ مدت بیان کی' جس میں فریقین میں سے کوئی بھی عادۃً زندہ نہیں رہے گا تو یہ مزارعت فاسد ہو جائے گی' محمد بن سلمہ اور امام احمد سے روایت ہے کہ مدت کے بیان کے بغیر بھی مزارعت صحیح ہے' کیونکہ یہ عقد جائز غیر لازم ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک یہ عقد لازم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤٢٣ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٠ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ باب اس سے پہلے اور اس کے بعد والے باب کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

٢٣٣٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاوُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ، فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ! قَالَ اَيْ عَمْرُو! إِنِّيْ أُعْطِيْهِمْ وَأُعِيْنُهُمْ، وَإِنَّ اَعْلَمَهُمْ اَخْبَرَنِيْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلٰكِنْ قَالَ اَنْ يَّمْنَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ، خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّاْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَّعْلُوْمًا.

[اطراف الحدیث: ٢٣٤٢ - ٢٣٤٢ - ٢٦٣٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی کہ میں نے طاؤس سے کہا: کاش! تم مخابرہ کو ترک کر دیتے کیونکہ یہ لوگ (حضرت رافع بن خدیج وغیرہ) کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا تھا۔ طاؤس نے کہا: اے عمرو! میں لوگوں کو (زمین) دیتا ہوں اور ان کی معاونت کرتا ہوں اور صحابہ کے سب سے بڑے عالم یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے خبر دی کہ نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے صرف یہ منع فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو اپنی زمین بلا معاوضہ دے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے کچھ معاوضہ لے۔

(صحیح مسلم: ١٥٥٠' الرقم المسلسل: ٣٨٤٨' سنن ابوداؤد: ٣٣٨٩' سنن نسائی: ٣٨٧٣' سنن ابن ماجہ: ٢٤٥٦' المعجم الکبیر: ١٠٨٨٠' سنن بیہقی ج ٦ ص ١٣٤' شرح السنۃ: ١٦٨٧' مسند احمد ج ١ ص ٢٣٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠٨٧ - ج ٣ ص ٥٠٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مخابرہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور مخابرہ اور مزارعت کا فرق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "مخابرۃ" کا لفظ ہے" مخابرۃ" کا لفظ "خبرۃ" سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: حصہ' یا یہ لفظ "خیبر" سے ماخوذ ہے' کیونکہ زمین کی پیداوار کا معاوضہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا تھا اور "مخابرۃ" کا اصطلاحی معنی ہے: زمین کی بعض پیداوار کے عوض اس میں کھیتی باڑی کرنا' مزارعت کا بھی یہی معنی ہے لیکن ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ مخابرہ میں بیج عامل کی طرف سے ہوتا ہے اور مزارعت میں بیج زمین کے مالک کی طرف سے ہوتا ہے۔

زمین کو کرائے پر دینے سے ممانعت کی توجیہ

حضرت ابن عباس کے اس قول سے غرض یہ ہے کہ زمین مزارع کو عاریتاً عطا کی جائے کیونکہ زمین کے کرائے میں زمین کے مالک اور مزارع کے درمیان اختلاف ہو جاتا تھا اور لڑائی کی نوبت آ جاتی تھی۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمائے' اللہ کی قسم! مجھ کو ان سے زیادہ حدیث کا علم تھا' کرائے سے ممانعت کی وجہ صرف یہ ہے کہ انصار کے دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لڑتے ہوئے آئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری یہی روش ہے تو پھر تم زمینوں کو کرائے پر نہ دیا کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۹۰' سنن نسائی: ۳۹۲۷' سنن ابن ماجہ: ۲۴۶۱)

امام طحاوی نے کہا: یہ حضرت زید بن ثابت ہیں جو بتا رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا' وہ بہ طورِ تحریم نہیں تھا بلکہ بہ طورِ کراہت تھا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان شر کے وقوع کو ناپسند فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۰۔ ۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۴۸۔ ج ۴ ص ۲۲۷ میں مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

۱۱ - بَابُ الْمُزَارَعَةِ مَعَ الْيَهُوْدِ

یہود کے ساتھ مزارعت

۲۳۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ عَلٰى اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو خیبر اس شرط پر عطا کیا کہ وہ اس میں کھیتی باڑی کریں اور ان کو اس زمین کی پیداوار کا نصف ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵' اور ۲۳۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

مزارعت میں جن شرائط کا لگانا مکروہ ہے

۲۳۳۲ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعَ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ، عَنْ رَّافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ حَقْلًا، وَكَانَ اَحَدُنَا يُكْرِيْ اَرْضَهُ، فَيَقُوْلُ هٰذِهِ الْقِطْعَةُ لِيْ وَهٰذِهِ لَكَ، فَرُبَّمَا اَخْرَجَتْ ذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از یحییٰ' انہوں نے کہا کہ حنظلہ الزرقی نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کھیتی باڑی کرنے والے تھے' ہم میں سے کوئی ایک شخص اپنی زمین کو کرائے پر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ زمین کا یہ قطعہ میرے لیے ہے اور وہ قطعہ تمہارے لیے ہے اور بسا اوقات اس زمین سے پیداوار ہوتی اور اُس زمین

سے پیداوار نہ ہوتی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۶ میں گزر چکی ہے۔امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مزارعت کے اندر مکروہ شرط کا بیان ہے۔

۱۳ - بَابٌ اِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ، وَكَانَ فِيْ ذٰلِكَ صَلَاحٌ لَّهُمْ

جب کوئی شخص کسی قوم کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں زراعت کرے اور اس زراعت میں اس قوم کے لیے خیر ہو

۲۳۳۳ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَّمْشُوْنَ اَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَاَوَوْا اِلٰى غَارٍ فِيْ جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلٰى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا صَالِحَةً لِّلّٰهِ، فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ، قَالَ اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ لِيْ وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ، وَلِيْ صِبْيَةٌ صِغَارٌ، كُنْتُ اَرْعٰى عَلَيْهِمْ، فَاِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ، فَبَدَاْتُ بِوَالِدَيَّ اَسْقِيْهِمَا قَبْلَ بَنِيَّ، وَاِنِّيْ اسْتَاْخَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَلَمْ اٰتِ حَتّٰى اَمْسَيْتُ، فَوَجَدْتُّهُمَا نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ اَحْلُبُ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوْسِهِمَا، اَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا، وَاَكْرَهُ اَنْ اَسْقِيَ الصِّبْيَةَ، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فَرْجَةً نَرٰى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللّٰهُ فَرَاَوُا السَّمَاءَ، وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنَّهَا كَانَتْ لِيْ بِنْتُ عَمٍّ، اَحْبَبْتُهَا كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ، فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَاَبَتْ حَتّٰى اَتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ، فَبَغَيْتُ حَتّٰى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ، فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تین شخص سفر کر رہے تھے تو ان پر بارش ہونے لگی' سو انہوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی تو غار کا منہ ان پر بند ہو گیا' تو ان کے غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آ کر گر گئی' تب انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم نے جو اللہ کے لیے نیک اعمال کیے ہیں ان پر غور کرو اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو' شاید کہ اللہ تعالیٰ تم سے کشادگی کر دے' تب ان میں سے ایک نے اللہ سے دعا کی: اے اللہ! بے شک میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے' میں ان کی خاطر بکریاں چراتا تھا' پھر جب میں شام کو ان کے پاس آتا تو دودھ دوہتا' میں اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا' ایک دن مجھے تاخیر ہو گئی تو میں وقت پر نہیں پہنچ سکا حتیٰ کہ شام ہو گئی' پس میں نے اپنے ماں باپ کو سوئے ہوئے پایا' سو میں جس طرح دودھ دوہتا تھا' اس طرح میں نے دودھ دوہا' اور میں اپنے ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا' میں ان کو جگانا ناپسند کرتا تھا اور (ان سے پہلے) بچوں کو دودھ پلانا' ناپسند کرتا تھا' بچے میرے قدموں کے پاس (بھوک سے) چلاتے رہے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی' پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے' سو تو ہمارے لیے (اس غار کے منہ کو) کچھ کشادہ کر دے تاکہ ہم آسمان کو دیکھ لیں' پس اللہ تعالیٰ نے کچھ کشادگی کر دی تو انہوں نے آسمان کو دیکھ لیا' اور دوسرے نے

فَرْجَةً، فَفَرَجَ، وَقَالَ الثَّالِثُ اللّٰهُمَّ اِنِّي اسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقِ اَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضٰى عَمَلَهٗ قَالَ اَعْطِنِي حَقِّي، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ اَزَلْ اَزْرَعُهٗ حَتّٰى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّرَاعِيَهَا، فَجَاءَنِيْ فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ، فَقُلْتُ اِذْهَبْ اِلٰى ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرُعَاتِهَا فَخُذْ، فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِيْ، فَقُلْتُ اِنِّي لَا اَسْتَهْزِئُ بِكَ فَخُذْ، فَاَخَذَهٗ، فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللّٰهُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ فَسَعَيْتُ.

دعا کی: اے اللہ! بے شک میرے چچا کی ایک بیٹی تھی' میں اس سے اتنی زیادہ محبت کرتا تھا جتنی محبت مرد عورتوں سے کرتے ہیں' میں نے اس سے اپنی خواہش طلب کی تو اس نے انکار کیا حتیٰ کہ میں اس کو سو دینار لا کر دوں' پس میں نے دینار تلاش کیے حتیٰ کہ میں نے ان کو جمع کر لیا' پس جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر! اور ناحق مُہر کو نہ توڑ' پس میں کھڑا ہو گیا' پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ فعل محض تیری رضا کے لیے کیا ہے' سو تو ہمارے اس غار کا منہ کچھ کشادہ کر دے' پس اللہ نے غار کا منہ (کچھ اور) کشادہ کر دیا اور تیسرے شخص نے دعا کی: میں نے تین صاع (بارہ کلو) چاولوں کے عوض ایک مزدور رکھا' پس جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا' تو اس نے کہا: مجھے میرا حق دو' میں نے اس پر (وہ چاول) پیش کیے' اس نے ان سے اعراض کیا' پھر میں ان چاولوں کی کاشت کرتا رہا' حتیٰ کہ میں نے ان سے گائیں اور چرواہے رکھ لیے' پھر ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہا: اللہ سے ڈرو! میں نے اس سے کہا: ان گایوں اور ان کے چرواہوں کی طرف جاؤ اور ان کو لے جاؤ' اس نے کہا: اللہ سے ڈرو! اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو' میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کر رہا' تم ان کو لے جاؤ' پس وہ ان کو لے گیا' پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا تھا' سو تو غار کے باقی منہ کو بھی کشادہ کر دے' تو اللہ نے غار کا (باقی منہ بھی) کشادہ کر دیا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور ابن عقبہ نے بیان کیا از نافع: پس میں نے کوشش کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢١٥ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ بیان ہے کہ اس تیسرے شخص نے اس مزدور کے چاولوں کی اس کی اجازت کے بغیر کاشت کی اور اس کاشت میں اس مزدور کا فائدہ تھا۔

١٤ - بَابُ اَوْقَافِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَرْضِ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ

صحابہ کی وقف شدہ املاک اور خراج کی زمین اور ان کی مزارعت اور ان کا عمل کرنا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (اس باغ کی)

تَصَدَّقْ بِاَصْلِهٖ لَا يُبَاعُ، وَلٰكِنْ يُّنْفَقُ ثَمَرُهٗ. فَتَصَدَّقَ بِهٖ.

اصل زمین کو وقف کر دو تا کہ اس کو فروخت نہ کیا جا سکے لیکن اس کے پھل خرچ کیے جائیں گے تو حضرت عمر نے اصل زمین کو وقف کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۷۷۲ میں روایت کی ہے۔

۲۳۳۴ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ لَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ، مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً اِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ اَهْلِهَا، كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ. [اطراف الحدیث: ۳۱۲۵۔ ۴۲۳۵۔ ۴۲۳۶] (سنن ابوداؤد: ۳۰۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہم کو صدقہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم کو عبدالرحمان نے خبر دی از امام مالک از زید بن اسلم انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جتنے شہر بھی فتح کرتا تو انہیں فتح کرنے والوں میں ہی تقسیم کر دیتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین تقسیم کی تھی (لیکن چونکہ مجھے فتوحات کی کثرت کے پیش نظر بعد میں آنے والے مسلمانوں کا بھی خیال ہے اس لیے میں ایسا نہیں کرتا)۔

صحابہ کرام کے وقف کردہ اُمور‘ زمین کا خراج‘ اس کی مزارعت اور اس کا معاملہ

حضرت عمر رضی اللہ نے جب عراق کو فتح کیا تو عراق کے مضافات اور وہاں کی زمینیں وہاں کے ذمیوں کو دے دیں اور ان سے زمین کی کاشت کاری پر خراج وصول کیا تا کہ اس سے مسلمانوں کے بیت المال میں اضافہ ہو اور اس کی آمدنی کو وہاں کے فقراء مسلمین پر خرچ کیا جا سکے اور بیت المال کے اموال سے بعد والے مسلمان بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۴، دار المعرفہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۶ھ)

وقف کی تعریف‘ اس کا حکم‘ اس کا سبب‘ اس کا محل‘ وقف کے الفاظ اور اس کی شرائط

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں دو چیزیں ذکر کی ہیں: ایک وقف اور دوسرا اخراج‘ پہلے ہم وقف کی تعریف کر رہے ہیں:

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وقف کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو روک لینا اور مقید کر دینا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقف کا شرعی معنی ہے: واقف کسی مخصوص چیز کو اپنی ملک میں روک لے اور اس کو اپنی ملکیت میں محفوظ اور مقید کر لے اور اس کی منفعت کو صدقہ کر دے خواہ اجمالی طور پر۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ وقف عاریت کی طرح جائز ہے لازم نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ نے اس کی تعریف میں لکھا ہے:

کسی مخصوص چیز میں دوسروں کے تصرف کو منع کر دینا اور اس چیز کو واقف کا اپنی ملکیت میں رکھنا‘ پس وہ چیز اس کی زندگی میں اس کی ملکیت میں باقی رہے گی اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کی ملکیت ہوگی اور اس چیز کو بیچا جائے گا اور نہ اس کو ہبہ کیا جا

سکے گا۔

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک وقف کا شرعی معنی ہے: کسی مخصوص چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم پر باقی رکھنا اور اس کی منفعت کو واقف کا اپنی پسند کے مطابق خرچ کرنا خواہ غنی پر خرچ کرے' پس وقف کرنے کے بعد یہ لازم ہو جاتا ہے' اب واقف کے لیے اس وقف کو باطل کرنا جائز نہیں ہے' اس میں واقف کی وراثت جاری نہیں ہوگی۔ (علامہ ابن ہمام و ابن الشحنہ)

وقف کا سبب دنیا میں اپنی محبوب اور پسندیدہ چیز سے اپنے دوستوں' رشتہ داروں اور فقراء کو نفع پہنچانا ہے اور آخرت میں ثواب کی نیت کرنا ہے' اور وقف کی نذر ماننے کی وجہ سے وقف کرنا واجب ہو جاتا ہے' پھر اس چیز کا یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

وقف کا محل قیمت والا مال ہے خواہ وہ غیر منقول شی ہو یا منقول ہو۔

وقف کے الفاظ یہ ہیں: مثلاً وہ یہ کہے کہ میں اس گھر کی آمدنی کو مساکین کے لیے دائماً وقف کرتا ہوں یا کہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا یہ گھر وقف ہوگا (جب کہ وہ تہائی مال یا اس سے کم ہو)۔

وقف کی شرط یہ ہے کہ وہ مخصوص چیز اس کی صحیح ملکیت میں ہو اور وہ اس میں عبادت اور قربِ الٰہی کی نیت کرے اور اس کا وقف فی الفور نافذ ہو' معلق نہ ہو' مثلاً یہ نہ کہے کہ جب فلاں شخص آئے گا تو یہ وقف ہوگا اور وہ کسی چیز کی طرف مضاف نہ ہو' مثلاً میں مروں گا تو یہ وقف ہوگا اور نہ مؤقت ہو' مثلاً یہ ایک ماہ کے لیے وقف ہوگا اور وقف کرنے سے اس چیز سے اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ٦ ص ٤١٢۔٤٠٦ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٩ھ)

سوادِ عراق (عراق کے مضافات اور دیہاتوں) کے متعلق حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف اور سوادِ عراق کے خراج کی مقدار

امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ١٨٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جب عراق کے سواد (مضافات اور دیہات) فتح ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے اس کے متعلق مشورہ کیا' تو عام صحابہ کی رائے یہ تھی کہ ان زمینوں کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا جائے' حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ اس موقف اور اس رائے پر سب سے زیادہ اصرار کر رہے تھے' اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی کہ حضرت عمر سوادِ عراق کو مجاہدین میں تقسیم کر دیں جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان زمینوں کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے اور ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم نہ کیا جائے' اور جب ان صحابہ نے ان زمینوں کے تقسیم کرنے پر بہت زیادہ اصرار کیا تو حضرت عمر نے دعا کی: اے اللہ! تو بلال اور ان کے اصحاب کے لیے مجھ سے کافی ہو جا (یعنی میری طرف سے تو ان پر حجت قائم کر دے)' حضرت عثمان' حضرت علی اور حضرت طلحہ نے بھی حضرت عمر کی رائے کی حمایت کی تھی' پھر کئی دنوں تک یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے سوادِ عراق کو اپنے حال پر چھوڑنے کے متعلق اور ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم نہ کرنے کے متعلق قرآن مجید سے دلیل مل گئی ہے اور وہ یہ آیت ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ

(یہ اموال) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جن کو ان کے گھروں سے اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا' وہ اللہ کے فضل

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (الاٰیۃ) (الحشر: ۹۔۸)

اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں' وہی سچے ہیں ○ اور (یہ اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دارِ ہجرت سے دارِ ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں (یعنی انصار) اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے' اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں شدید ضرورت ہو اور جن کو ان کے نفسوں کے بخل سے بچایا گیا' سو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ○ (اور یہ اموال) ان کے لیے ہیں جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد آئے۔

حضرت عمر نے کہا: پس میں ان زمینوں کو تمہارے لیے کیسے تقسیم کر دوں اور ان کے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو بغیر تقسیم کے چھوڑ دوں' پھر حضرت عمر نے ان زمینوں کو وہاں کے رہنے والے اہل ذمہ پر چھوڑنے کا عزم کر لیا اور وہاں کے رہنے والوں پر ان زمینوں کا خراج مقرر کیا اور ان کے نفوس کے اوپر جزیہ مقرر کیا' حضرت عمر نے سوادِ عراق کی پیمائش کرائی تو وہ زمینیں دس لاکھ تیس جریب تھیں' حضرت عمر نے کھیت کے ہر جریب (تیس گز زمین) پر ایک قفیز (چھ کلو گندم یا جو) اور ایک درہم خراج مقرر کیا اور انگوروں پر دس درہم اور تازہ کھجوروں پر پانچ درہم خراج مقرر کیا اور ہر ذمی کے نفس پر حسب حیثیت بارہ درہم اور چوبیس درہم اور اڑتالیس درہم جزیہ مقرر کیا۔ (کتاب الخراج ص ۳۶۔۳۵' المطبعۃ السلفیہ و مکتبتہا' ۲۱ شارع الفتح' بالروضہ)

حضرت عمر کے استدلال کی تقریر اور سوشلسٹ حضرات کی دلیل کا جواب

میں کہتا ہوں کہ الحشر: ۸ سے حضرت عمر رضی اللہ کے استدلال کی تقریر اس طرح ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مفتوحہ زمینوں کی آمدنی کا مستحق بعد میں آنے والے مسلمانوں کو بھی قرار دیا ہے' پس اگر سوادِ عراق کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کر دی جاتیں تو یہ زمینیں ان مجاہدین کی نجی ملکیت ہو جاتیں اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کی فلاح کے لیے بیت المال میں کوئی مد یا حصہ نہیں ہوتا اور جب یہ زمینیں وہاں کے رہنے والے ذمیوں کو دی گئیں اور ان سے خراج وصول کر کے بیت المال میں داخل کیا گیا تو بیت المال کی رقم سے بعد میں آنے والے مسلمانوں کی فلاح اور اعانت کی بھی سبیل پیدا ہو گئی اور قرآن مجید کا یہ منشاء پورا ہو گیا کہ اس نے الحشر: ۸ میں مفتوحہ زمینوں سے حاصل ہونے والے اموال میں بعد میں آنے والے مسلمانوں کا بھی حق رکھا ہے جب کہ مجاہدین کو عراق کے اموالِ غنیمت سے تو بہر حال حصہ مل چکا تھا۔ حضرت عمر نے مہاجرین میں سے ہر ایک کو پانچ ہزار درہم اور انصار میں سے ہر ایک کو تین ہزار درہم دیئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو بارہ ہزار درہم دیئے۔ (کتاب الخراج ص ۴۵' المطبعۃ السلفیہ) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے اموالِ غنیمت میں سے مجاہدین کو دیا اور سوادِ عراق کے خراج کو بیت المال میں داخل کر کے بعد میں آنے والے مسلمانوں کے نفع کے لیے محفوظ رکھا' چونکہ حضرت عمر رضی اللہ نے سوادِ عراق کی اراضی وہاں کے باشندوں کی ملکیت میں دے دی تھی' اس لیے سوشلسٹوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے سوادِ عراق کی زمینوں کو قومی ملکیت میں لے لیا تھا یا اس میں سوشلزم کی کوئی دلیل ہے!

خراج اور سوادِ عراق کے متعلق فقہاء امت کی تصریحات

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:
حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مضافات اور پہاڑی علاقوں پر خراج مقرر کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۸۲' دار صادر' بیروت) علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: سوادِ عراق (عراق کے مضافات اور بستیوں) کی زمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قصہ کی وجہ سے خراجی ہے' اسی طرح جو پہاڑی زمینیں سوادِ عراق کے قریب ہیں جیسے طبرستان وغیرہ کی زمینیں وہ خراجی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہاڑی زمین والوں اور مضافات والوں پر خراج مقرر کیا۔
اسی طرح ہر وہ زمین جس کو جنگ اور غلبہ کی وجہ سے فتح کیا گیا ہو' اور اس زمین کو اس علاقہ کے لوگوں پر چھوڑ دیا گیا ہو' وہ خراجی ہے' جس طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سوادِ عراق میں کیا تھا' اسی طرح جس شہر کے لوگ حاکم سے ذمہ طلب کریں اور حاکم ان کو اثبات میں جواب دے اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کر دے اور یہ اس لیے ہے کہ زمین کا وظیفہ اصل میں خراج ہے اور اگر بعض زمینوں کے مالک پہلے مسلمان ہوں تو ان کی زمینوں کا خراج عشر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' ورنہ اس زمین پر اصل کے مطابق خراج ہی ہوتا ہے۔
(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۲۹۴' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
سوادِ عراق یعنی عراق کی بستیاں' اسی طرح ہر وہ شہر جو جنگ سے فتح ہوا ہو' اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں پر برقرار رکھا گیا ہو یا ان سے صلح کر لی گئی ہو' اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا گیا ہو تو وہ زمینیں وہاں کے رہنے والوں کی ملکیت ہیں۔ (در منتقیٰ) میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ شام اور مصر کی زمینیں بھی اسی طرح جنگ سے فتح کی گئی ہیں اور وہاں کے رہنے والوں کو خراج کے عوض وہاں پر برقرار رکھا گیا ہے' کیوں کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں کہا ہے: ان زمینوں کو جب (مجاہدین میں) تقسیم کر دیا جائے تو یہ عشری زمینیں ہیں اور اگر امام ان زمینوں کو وہاں کے ان رہنے والوں کے قبضہ میں رہنے دے' جن پر فتح حاصل کی گئی ہے تو یہ بھی مستحسن ہے کیونکہ مسلمانوں نے عراق' شام اور مصر کی زمینوں کو فتح کیا اور ان کو بالکل تقسیم نہیں کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر خراج مقرر کیا اور اس میں خمس نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوادِ عراق کی زمینیں وہاں کے رہنے والوں کی ملکیت ہیں۔
(رد المحتار ج ۶ ص ۲۱۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۱۵ - بَابُ مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَّوَاتًا — جس نے غیر آباد زمین کو آباد کیا

''ارضِ موات'' (مردہ زمین)' اس کو زندہ کرنے کا معنی اور اس کا حکم

اس عنوان میں ''ارض مَوَات'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بنجر اور غیر آباد زمین۔ امام طحاوی نے لکھا ہے کہ یہ وہ زمین ہے جو کسی کی ملکیت ہو' اور نہ اس کا تعلق شہر کے مصالح اور فوائد سے ہو اور وہ شہر سے باہر ہو' خواہ وہ شہر کے قریب ہو یا شہر سے بعید ہو۔ اسی طرح ظاہر الروایہ میں ہے۔ القزاز نے کہا ہے کہ ارض موات' وہ زمین ہے جس میں تعمیر نہ کی گئی ہو' اور اس مردہ زمین کو زندہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس شخص کا کوئی مالک ہے' وہ اس زمین کو پانی سے سیراب کرے اور اس میں کھیت لگائے یا درخت اُگائے یا مکان بنائے تو اس کام سے وہ زمین اس کی ملکیت ہو جائے گی خواہ وہ آبادی کے قریب ہو یا آبادی سے دور ہو' اور اس کو سربراہِ مملکت نے اس کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو۔ یہ تعریف جمہور نے کی ہے' اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس زمین کو آباد کرنے سے پہلے سربراہ مملکت یا امیر شہر سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ وہ زمین آبادی کے قریب ہو'

اور قرب کا ضابطہ یہ ہے کہ آبادی والوں کو اس جگہ کوئی کام پڑتا ہو مثلاً وہ وہاں بکریاں چَراتے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

وَرَاٰی ذٰلِكَ عَلِيٌّ فِیْ اَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوْفَةِ مَوَاتٌ. وَقَالَ عُمَرُ مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَّيْتَةً فَهِيَ لَهٗ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک کوفہ کی بنجر زمین مردہ ہے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا' وہ اُسی کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیثِ موصول درج ذیل ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے اور ظالم کی ناجائز کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔(موطأ امام مالک:۱۴۸۹ 'دارالمعرفۃ' بیروت)

وَيُرْوٰی عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَقَالَ فِیْ غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ ' وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ.

اور حضرت عمرو اور ابن عوف رضی اللہ عنہما سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی مثل مروی ہے' اور آپ نے مسلمان کی ناحق چیز کے متعلق فرمایا: ظالم کی کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول درج ذیل ہے:

کثیر بن عبداللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے اور ظالم کی کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔(المعجم الکبیر:۵۔۴۔ج ۱۷ ص ۱۴۔۱۳ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت)

وَيُرْوٰی فِيْهِ عَنْ جَابِرٍ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی مثل روایت کی گئی ہے۔

اس تعلیق کے موافقت حدیثِ موصول درج ذیل ہے:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے اور ظالم کی کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔(سنن ابوداؤد:۳۰۷۳ 'سنن ترمذی:۱۳۷۸)

۲۳۳۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ عُرْوَةَ ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْمَرَ اَرْضًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی جعفر از محمد بن عبدالرحمان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' آپ نے فرمایا: جس نے کسی ایسی زمین کو آباد کیا جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

قَالَ عُرْوَةُ قَضٰى بِهٖ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِیْ خِلَافَتِهٖ.

عروہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسی کے موافق فیصلہ کیا تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیثِ موصول کو یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔

بنجر زمین کو آباد کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام شافعی' امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ بنجر زمین کو آباد کرنے میں سربراہِ ملک یا سربراہِ شہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے خواہ وہ زمین شہر کے قریب ہو یا شہر سے دور ہو' اور امام مالک نے کہا ہے کہ سربراہِ ملک یا شہر کی اجازت لینا شہر کے قریب کی جگہ میں ضروری ہے اور اگر وہ زمین صحراء یا جنگلات میں ہو' اور لوگ اس جگہ میں کاشت کی طمع نہ کرتے ہوں تو پھر سربراہِ ملک کی اجازت کے بغیر بھی وہ کاشت کردہ زمین اسی کی ہے' اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ سربراہ کی اجازت کے بغیر کسی کے لیے بنجر زمین کو آباد کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ زمین شہر کے قریب ہو یا شہر سے دور ہو' اگر کسی نے سربراہ کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کیا تو وہ اس کا مالک نہیں ہوگا۔

سربراہِ ملک کی اجازت لینے پر امام ابوحنیفہ کی دلیل اور امام مالک اور امام شافعی کی دلیل کا جواب

امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چراگاہ (بنانے کا اختیار) صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے النقیع (مدینہ کے قریب ایک جگہ) کو چراگاہ بنایا اور حضرت عمر نے سرف (مکہ کے قریب ایک جگہ) اور ربذہ (مدینہ کے قریب ایک جگہ) کو چراگاہ بنایا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۷۰' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۷۵۰' المعجم الکبیر: ۷۴۱۹' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۴۶' شرح السنۃ: ۲۱۹۰)

اس حدیث میں "حِـمٰـی" کا لفظ ہے" حِـمٰـی" زمین پر بنائی ہوئی چراگاہ کو کہتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ زمینوں کا حکم سربراہانِ مملکت کی طرف مفوض ہے اور اس باب کی احادیث میں جو مذکور ہے کہ جس نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو وہ اس کی ملکیت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی دوسری احادیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے کسی بنجر زمین کو اس کی شرائط کے مطابق آباد کیا تو وہ اس کی ملکیت ہے اور اس کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ سربراہِ ملک یا شہر سے اس کو آباد کرنے کی اجازت حاصل کر لی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۸۔ ۲۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب اس سے پہلی حدیث اور اس کے بعد والی حدیث کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

۲۳۳٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيَ وَهُوَ فِيْ مُعَرَّسِهٖ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ' فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ. فَقَالَ مُوْسٰى وَقَدْ اَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ الَّذِيْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيْخُ بِهٖ' يَتَحَرّٰى مُعَرَّسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبداللہ بن عمر از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مکہ جاتے ہوئے) ذوالحلیفہ کے نشیب میں رات کے حصہ میں قیام کیا تو آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ آپ مبارک وادی میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ سالم نے ہمارے ساتھ وہیں اونٹ بٹھایا جہاں حضرت ابن عمر اونٹ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ اَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بِبَطْنِ الْوَادِیْ، بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِّنْ ذٰلِكَ.

بٹھاتے تھے وہ اس جگہ کو تلاش کر رہے تھے جس جگہ رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا' یہ جگہ وادی عقیق کی مسجد کے نشیب میں ہے' وادی عقیق اور راستہ کے درمیان میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو'' کتاب المزارعة'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ ذوالحلیفہ ایسی جگہ ہے کہ وہ جگہ کاشت کاری کرنے سے کسی کی ملکیت میں نہیں آ سکتی کیونکہ عام آدمیوں کا وہاں ٹھہرنا ممنوع ہے' وہ صرف اہل مدینہ کا میقات ہے۔

۲۳۳۷ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ يَحْيٰی، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّيْلَةَ اَتَانِیْ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَهُوَ بِالْعَقِيْقِ اَنْ صَلِّ فِیْ هٰذَا الْوَادِی الْمُبَارَكِ، وَقُلْ عُمْرَةٌ فِیْ حَجَّةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی از اوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عمر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: آج رات میرے رب کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا' اس وقت آپ وادی عقیق میں تھے' اس آنے والے نے کہا: آپ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے کہ عمرہ حج میں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۳۴ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بہ ظاہر مذکور الصدر دونوں حدیثوں کی'' کتاب المزارعة'' کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' تاہم علامہ ابن بطال اور علامہ المہلب نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر چند کہ وادی عقیق بنجر اور غیر آباد زمینوں میں سے ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ یہاں پر رات کے آخری حصہ میں ٹھہرے تھے وہ جگہ بنجر زمینوں کے عام حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس جگہ کا عام مسلمانوں کے حقوق سے تعلق ہے' اس لیے کوئی شخص اس جگہ کو اپنی نجی ملکیت میں نہیں لے سکتا خواہ وہ اس جگہ میں کاشت کاری کر کے اس جگہ کو آباد کرے اور پوری وادی عقیق کا یہی حکم ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یعنی حج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے لیے عام مسلمان وادی عقیق میں قیام کرتے ہیں' اس لیے اس وادی کا تعلق عام مسلمانوں کے حقوق سے ہے' اس لیے کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بنجر زمین کو آباد کرنے کی تاویل سے اس وادی کو اپنی نجی ملکیت میں داخل کرے۔

۱۷ - بَابٌ اِذَا قَالَ رَبُّ الْاَرْضِ اُقِرُّكَ مَا اَقَرَّكَ اللّٰهُ وَلَمْ يَذْكُرْ اَجَلًا مَّعْلُوْمًا، فَهُمَا عَلٰی تَرَاضِيْهِمَا

جب زمین کا مالک کاشت کار سے یہ کہے کہ میں تمہیں کاشت کاری پر اس وقت تک برقرار رکھوں گا جب تک اللہ برقرار رکھے گا' اور مدت کا تعین نہ کرے تو یہ فریقین کی باہمی رضامندی پر محمول ہے

۲۳۳۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن المقدام نے

فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَجْلَى الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا، وَكَانَتِ الْأَرْضُ حِينَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْمُسْلِمِينَ، وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا فَسَأَلَتِ الْيَهُودُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا، وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا. فَقَرُّوا بِهَا حَتّٰى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلٰى تَيْمَاءَ وَأَرِيحَاءَ.

اور امام عبدالرزاق نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہود اور نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے نکال دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر پر فتح یاب ہوئے تھے تو آپ نے یہود کو خیبر سے نکالنے کا ارادہ کیا اور جب آپ خیبر پر غالب ہوئے تھے اس وقت وہ زمین اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے لیے تھی آپ نے یہود کو اس سرزمین سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کو وہاں برقرار رکھیں اور وہ آپ کی طرف سے وہاں عمل کریں گے اور اس کے عوض میں ان کو نصف پھل دے دیئے جائیں گے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس شرط پر برقرار رکھیں گے سو ان کو اس شرط پر برقرار رکھا گیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مجہول مدت تک نصف پیداوار کے عوض کاشت کرانے کا ثبوت ہے' اور مجہول مدت تک کاشت کاری کرانے کی ہم یہاں تفصیل بیان کر رہے ہیں:

مدت کے تعین کے بغیر مساقات اور مزارعت میں مذاہب فقہاء اور باب مذکور کی حدیث کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ بعض غیر مقلدین علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مدتِ مجہول تک مساقات جائز ہے یعنی باغات کی دیکھ بھال کے لیے عمل کرانا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم تم کو اس وقت تک برقرار رکھیں گے جب تک ہم چاہیں گے اور آپ نے مدت کے تعین کا ذکر نہیں فرمایا تھا' اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مجہول مدت کے لیے مساقات کرانا جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا جب یہود نے یہ کہا تھا کہ آپ ہمیں رہنے دیں اور ہم نصف پیداوار کے عوض آپ کے لیے عمل کرتے رہیں گے' تو آپ نے فرمایا: جب تک مصلحت ہوگی ہم تم سے عمل کراتے رہیں گے اور آپ نے ان سے کوئی معاہدہ نہیں فرمایا تھا اور اس کے بعد آپ نے ان سے مساقات پر عمل کرایا یعنی مدت کا تعین کر

کے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ مجہول مدت کے لیے مساقات کرانا' یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا اور یہ صرف ابتداء اسلام میں جائز تھا۔

ابوثور نے کہا: جب مساقات کو مطلقاً رکھا جائے اور مدت کا تعین نہ کیا جائے تو یہ مساقات صرف ایک سال کے لیے ہوتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ قول محمد بن حسن کا ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ غلط ہے بلکہ یہ قول محمد بن سلمہ کا ہے' کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ مدت کے تعین کے بغیر مزارعت جائز ہے' سو اسی طرح مساقات بھی جائز ہے کیونکہ وہ مزارعت کی طرح ہے۔

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مساقات میں مدت کے تعین کی شرط ہے کیونکہ مساقات مزارعت کی مثل ہے اور ان میں سے ہر ایک اجارہ (اجرت دے کر کام کرانے) کی مثل ہے اور اجارہ مدت کے تعین کے بغیر جائز نہیں ہے' سو جب مساقات اور مزارعت میں مدت کا تعین نہ کیا جائے تو یہ جائز نہیں ہیں' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' مگر امام احمد نے یہ کہا ہے کہ کم از کم اتنی مدت کا تعین ضروری ہے جس میں پھل لگ سکیں۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تعین مدت کے بھی مساقات جائز ہے اور ائمہ فتویٰ کا قول اس کے خلاف ہے کہ بغیر مدت کے تعین کے مساقات جائز نہیں ہے' امام مالک نے کہا: ہمارے نزدیک مساقات کی مدت دو سال' تین سال اور چار سال ہے' اور ان کے اصحاب نے دس سال تک کی مدت کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مدت کے تعین کا ذکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا ہے نہ اس حدیث کے کسی اور راوی نے کیا ہے' پس تم نے مساقات اور مزارعت میں مدت کے تعین کی شرط کہاں سے نکالی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اجارہ میں مدت کے تعین پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور جس اجارہ میں مدت کا تعین نہ کیا جائے' وہ اجارہ فاسد ہے کیونکہ مثلاً آجر (کام لینے والا) کہے گا: تم نے ایک سال تک کام کرنا ہے' اور اجیر (کام کرنے والا) کہے گا: میں نے چھ ماہ تک کام کرنا ہے' اور ان دونوں میں تنازع اور جھگڑا ہو گا اور جو اجارہ تنازع کا موجب ہو' وہ اجارہ فاسد ہوتا ہے' لہٰذا تعین مدت کے بغیر جو مزارعت یا مساقات کا عقد ہو گا' وہ فاسد ہو گا۔ رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہود کے ساتھ مساقات کا عہد کیا تھا' اس میں آپ نے مدت کا تعین نہیں کیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ مدت کا تعین نہ ہونے سے آپ کے عقد کا فساد لازم نہیں آئے گا بلکہ آپ کا غیر جو ایسا عقد کرے گا اس کا عقد فاسد ہو گا' کیونکہ آپ پر وحی نازل ہوتی رہتی تھی اور بعض اوقات وحی سے احکام مقرر رکھے جاتے تھے اور بعض اوقات احکام منسوخ کر دیئے جاتے تھے' اور آپ نے جب مدت کا تعین کیے بغیر مساقات کا عقد کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس عمل اور عقد کو برقرار رکھا تو آپ کا یہ عقد جائز قرار پایا اور چونکہ آپ کے بعد والوں کی یہ شان نہیں ہے' اس لیے اگر وہ مدت کے تعین کے بغیر کوئی عقد کریں گے تو ان کا عقد فاسد ہو گا کیونکہ تعین مدت کے بغیر جو عقد کیا جائے گا' وہ تنازع کا موجب ہو گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی شخص عقد کی مدت میں تنازع نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کا ارشاد حرفِ آخر ہوتا ہے اور اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہوتی اور آپ کے بعد والوں کی یہ شان نہیں ہے' اس لیے وہ جو عقد بغیر تعین مدت کے کریں گے' وہ عقد فاسد ہو گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاسِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کاشت کاری اور باغ بانی میں ایک دوسرے کی کس طرح مدد کرتے تھے؟

٢٣٣٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِیُّ، عَنْ اَبِی النَّجَاشِیِّ، مَوْلٰی رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِیْجِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَمِّهٖ ظُهَیْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظُهَیْرٌ لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا، قُلْتُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ، قَالَ دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِكُمْ؟ قُلْتُ نُؤَاجِرُهَا عَلَی الرُّبُعِ، وَعَلَی الْاَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِیْرِ، قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِزْرَعُوْهَا، اَوْ اَزْرِعُوْهَا، اَوْ اَمْسِكُوْهَا. قَالَ رَافِعٌ قُلْتُ سَمْعًا وَّطَاعَةً.

[اطراف الحدیث: ٢٣٤٦ـ٤٠١٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی از ابی النجاشی مولیٰ حضرت رافع بن خدیج' انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج بن رافع رضی اللہ عنہ سے سنا از عم خود حضرت ظہیر بن رافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ظہیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع فرمادیا' جس میں ہمیں فائدہ تھا' میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بھی فرمایا ہے وہ برحق ہے' حضرت رافع بن خدیج نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا کر پوچھا: تم اپنے کھیتوں میں کس طرح کام کرتے ہو؟ میں نے کہا: ہم اپنی نہر کے قریب والی زمینوں پر اجرت دیتے ہیں اور چند صاع کھجور اور جَو کے عوض' آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کرو' تم اس میں خود کاشت کرو یا دوسروں سے کراؤ یا پھر اپنی زمین کو اپنے پاس رکھو۔ حضرت رافع نے کہا: میں نے آپ کا یہ ارشاد سنا اور تسلیم کرلیا۔

(صحیح مسلم: ١٥٤٧، الرقم المسلسل: ٣٨٢٦، سنن ابوداؤد: ٣٣٨٩، سنن نسائی: ٣٩١٩، سنن ابن ماجہ: ٢٤٥٠، المعجم الکبیر: ٤٣٠٢، سنن بیہقی ج ٦ ص ١٣٠، شرح مشکل الآثار: ٢٦٨٠، المعجم الاوسط: ٣١١١، مسند احمد ج ٢ ص ٦ طبع قدیم، مسند احمد: ٤٥٠٣، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن مقاتل (٢) عبد اللہ بن المبارک (٣) عبد الرحمان بن عمرو الاوزاعی (٤) ابو النجاشی عطاء بن صہیب مولیٰ رافع بن خدیج (٥) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (٦) حضرت ظہیر بن رافع الانصاری رضی اللہ عنہ' حضرت رافع بن خدیج کے چچا۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٥٤)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ یا تم دوسروں سے کاشت کراؤ' یعنی بغیر اجرت کے اس طرح کاشت کاری میں دوسروں کے ساتھ معاونت ہوگی۔

- اس حدیث میں ''الربع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹا دریا' جس کو اُردو میں نہر کہتے ہیں۔

اس حدیث سے بعض فقہاء نے زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت پر استدلال کیا ہے' اس کی تفصیلی بحث ''کتاب المزارعۃ'' میں گزر چکی ہے۔

٢٣٤٠ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِیُّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانُوْا یَزْرَعُوْنَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں) تہائی' چوتھائی اور نصف پیداوار کے عوض مزارعت کرتے تھے

فَلْيَزْرَعْهَا' أَوْ لِيَمْنَحْهَا' فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس زمین ہے وہ اس میں خود کاشت کرے یا وہ زمین کسی کو عطاء کر دے' اگر وہ یہ نہیں کرتا تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔

[طرف الحدیث: ۲۶۳۲] (صحیح مسلم: ۱۵۳۶' الرقم المسلسل: ۳۷۶۲)

یہ حدیث بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

۲۳۴۱ - وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ أَبِي سَلَمَةَ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا' أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ' فَإِنْ أَبٰى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

اور الربیع بن نافع ابو توبہ نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی از یحیٰی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہے' وہ اس میں خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو عطا کر دے' اگر وہ اس کا انکار کرتا ہے تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۵۰' الرقم المسلسل: ۳۸۴۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹' سنن ترمذی: ۱۳۸۵' سنن نسائی: ۳۸۷۳' سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۶)

۲۳۴۲ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرٍو قَالَ ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ' فَقَالَ يُزْرِعُ' قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ' وَلٰكِنْ قَالَ أَنْ يَّمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْخُذَ شَيْئًا مَّعْلُوْمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس کا طاؤس سے ذکر کیا تو یزرع نے کہا (کہ حضرت رافع زمین کو کرائے پر دینے سے منع کرتے تھے)' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو (بلا معاوضہ) زمین عطا کر دے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے معین کرایہ لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۴۳ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' عَنْ أَيُّوْبَ' عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِيْ مَزَارِعَهُ' عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ' وَصَدْرًا مِّنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ. [طرف الحدیث: ۲۳۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے عہد میں' اپنی زمینوں کو کرائے پر دیتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۴۷' الرقم المسلسل: ۳۸۲۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹' سنن نسائی: ۳۹۱۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۰)

۲۳۴۴ - ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ' فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلٰى رَافِعٍ' فَذَهَبْتُ مَعَهُ' فَسَأَلَهُ

پھر حضرت ابن عمر کے سامنے حضرت رافع بن خدیج کی یہ حدیث بیان کی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّا كُنَّا نُكْرِيْ مَزَارِعَنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى الْاَرْبِعَاءِ، وَبِشَيْءٍ مِّنَ التِّبْنِ.

کے پاس گئے' میں بھی ان کے ساتھ گیا' پس ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے' تب حضرت ابن عمر نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہروں کے کنارے کی زمینوں کی پیداوار اور کچھ بھوسے کے عوض زمینوں کو کرائے پر دیتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج حسب سابق ہے۔

زمینوں کو کرائے پر دینے کی ممانعت کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الاربعاء'' کا لفظ ہے' یہ ربیع کی جمع ہے اور اس کا معنی چھوٹا دریا ہے' اس کو اُردو میں نہر کہتے ہیں' امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کی مثل روایت کی ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دی اور وہ اس وقت میرے ہاتھ کے اوپر ٹیک لگائے ہوئے تھے' حضرت رافع نے کہا کہ ان کے چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پھر واپس چلے گئے' پھر انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرما دیا ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کو معلوم تھا کہ ہمارے چچا کی زمینیں تھیں اور وہ ان کو اس شرط کے ساتھ کرائے پر دیتے تھے کہ نہروں کے کنارے والی زمین کی پیداوار ان کی ہوگی اور کچھ بھوسے کے عوض اور مجھے معلوم نہیں کہ بھوسے کی کتنی مقدار تھی۔

حضرت ابن عمر کی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ وہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے اس قول کا انکار کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کو کرائے پر دینے سے مطلقاً منع فرماتے تھے' وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط فاسد کے ساتھ زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے اور وہ شرط فاسد یہ ہے کہ زمین کا مالک یہ شرط لگائے کہ زمین کا مالک نہر کے کنارے والی زمین کی پیداوار لے گا اور کچھ بھوسا لے گا' اور بھوسے کی مقدار مجہول ہے اور نہر کے کنارے والی زمین کی پیداوار لگانے کی شرط بھی باطل ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ اس زمین کی پیداوار ہوتی تھی اور دوسری زمین کی پیداوار نہیں ہوتی تھی' کیونکہ کبھی کسی زمین پر کوئی آفت آ جاتی تھی اور دوسری زمین پر وہ آفت نہیں آتی تھی' پھر زمین کے مالک اور مزارع کے درمیان تنازع ہوتا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ کبھی زمین کا مالک پیداوار کے حصول سے محروم ہوتا تھا اور کبھی مزارع' اور اگر زمین کو اس طرح کرائے پر (یا بٹائی پر) دیا جائے کہ زمین سے جو پیداوار حاصل ہوگی' اس کا نصف یا تہائی یا چوتھائی زمین کا مالک لے گا اور باقی مزارع لے گا تو اس کی ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٣٤٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ اَعْلَمُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْاَرْضَ تُكْرٰى، ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زمینوں کو کرائے پر دیا جاتا تھا' پھر عبداللہ (ابن عمر رضی اللہ عنہما)

يَكُوْنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَحْدَثَ فِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا لَّمْ يَكُنْ يَّعْلَمُهٗ، فَتَرَكَ كِرَاءَ الْاَرْضِ.

کو یہ خوف ہوا کہ کہیں اس معاملہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نیا حکم نہ دیا ہو جس کا انہیں علم نہ ہو پھر انہوں نے زمین کو کرائے پر دینے کو ترک کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۴۷، الرقم المسلسل: ۳۸۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹، سنن نسائی: ۳۹۱۹، سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۰)

حدیث مذکور کی دیگر احادیث سے تائید

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کے شروع میں اس طرح ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین کرائے پر دیتے تھے حتیٰ کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ زمین کو کرائے پر دینے سے منع کرتے تھے، تب حضرت ابن عمر نے حضرت رافع سے ملاقات کی اور کہا: اے ابن خدیج! اس ممانعت کا کیا سبب ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے اپنے چچاؤں سے سنا اور وہ دونوں غزوۂ بدر میں حاضر ہو چکے ہیں، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرما دیا ہے، پھر حضرت عبداللہ بن عمر کو یہ خوف ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں بعد میں کوئی نیا حکم فرمایا ہو، جس کا انہیں پہلے علم نہیں تھا، تو پھر انہوں نے زمین کرائے پر دینے کو ترک کر دیا اور جن فقہاء کا یہ موقف ہے کہ زمین کو اس کی پیداوار کے عوض کرائے پر دینا جائز نہیں ہے، وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۹ - بَابُ كِرَاءِ الْاَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

سونے اور چاندی کے عوض زمین کو کرائے پر دینا

امام بخاری نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ زمین کو سونے اور چاندی کے عوض کرائے پر دینا ممنوع نہیں ہے، کرایہ پر دینا صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب کرایہ مجہول ہو یا جب زمین کے کسی معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دیا جائے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ اَمْثَلَ مَا اَنْتُمْ صَانِعُوْنَ اَنْ تَسْتَاْجِرُوا الْاَرْضَ الْبَيْضَاءَ، مِنَ السَّنَةِ اِلَى السَّنَةِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم جن کاموں کو کرنا چاہتے ہو، ان میں بہترین کام یہ ہے کہ اپنی خالی زمین کو ایک سال سے دوسرے سال تک کرائے پر دو۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ ثوری نے اپنی جامع میں بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۱۷، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۳۴۶، ۲۳۴۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمَّايَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ الْاَرْضَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْاَرْبِعَاءِ، اَوْ شَيْءٍ يَّسْتَثْنِيْهِ صَاحِبُ الْاَرْضِ، فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از حنظلہ بن قیس از رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے دو چچاؤں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ نہر کے کنارے کی زمین کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دیتے تھے یا زمین کے کسی بھی ایسے حصہ کی پیداوار کے عوض جس کو زمین کا مالک اپنے لیے خاص کر لیتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَالدِّرْهَمِ. وَقَالَ اللَّيْثُ اَرَاهُ وَكَانَ الَّذِيْ نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيْهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيْزُوْهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ.

پوچھا کہ اگر زمین کو درہم اور دینار کے عوض کرائے پر دیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت رافع نے کہا: درہم اور دینار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور لیث نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس میں حلال اور حرام کی تمیز رکھنے والے لوگ غور کریں تو اس کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ اس میں شرط اور جوا ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۲۳۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے یہاں صرف باب لکھا ہے اس کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور یہ دو بابوں کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

۲۳۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ، وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِسْتَاْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ، فَقَالَ لَهُ اَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ؟ قَالَ بَلٰى، وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ، قَالَ فَبَذَرَ، فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ، فَكَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى دُوْنَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ، فَاِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ. فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهُ اِلَّا قُرَشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّا، فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ زَرْعٍ، وَاَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۷۵۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال (ح) اور ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام کر رہے تھے اور آپ کے پاس دیہات کا ایک شخص بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت طلب کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تمہاری یہ شان نہیں ہے کہ تم جو چاہتے ہو وہ تمہیں مل جاتا ہے وہ کہے گا: کیوں نہیں! لیکن میں کھیتی باڑی کرنا چاہتا ہوں پھر وہ ایک بیج بوئے گا تو اسی وقت فصل اُگ کر بڑی ہو جائے گی اور کٹ بھی جائے گی اور پہاڑ کی طرح اس کا ڈھیر لگ جائے گا (اور یہ سب پلک جھپکنے سے پہلے ہو جائے گا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ لو اے ابن آدم! تمہیں کوئی چیز سیر نہیں کر سکتی پھر اس دیہاتی نے کہا: اللہ کی قسم! وہ اللہ سے سوال کرنے والا شخص ضرور کوئی قرشی یا انصاری ہوگا کیونکہ وہ لوگ کھیتی باڑی کرنے والے ہیں اور رہے ہم! تو ہم کھیتی باڑی نہیں کرتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر ہنسنے لگے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

جنت میں ہر خواہش پوری ہو جائے گی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان جنت میں جو کام کرنا چاہے گا' اس کو وہ جنت میں حاصل ہو جائے گا' قرآن مجید میں ہے:

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (الزخرف: ۷۱)

اور جنت میں وہ ہر چیز ہو گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم اُن جنتوں میں ہمیشہ رہو گے ۝

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بنو آدم کے دلوں میں متاعِ دنیا کی کثرت کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ اہل جنت کو کاموں کی مشقت اٹھانے سے محفوظ رکھے گا۔

نیز اس حدیث میں قناعت کی فضیلت ہے اور حرص کی مذمت ہے۔

۲۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ

درخت اُگانے کا بیان

۲۳۴۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ، عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِنَّا كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ، تَاْخُذُ مِنْ اُصُوْلِ سِلْقٍ لَنَا، كُنَّا نَغْرِسُهُ فِيْ اَرْبِعَائِنَا، فَتَجْعَلُهُ فِيْ قِدْرٍ لَهَا، فَتَجْعَلُ فِيْهِ حَبَّاتٍ مِّنْ شَعِيْرٍ لَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيْهِ شَحْمٌ، وَلَا وَدَكٌ، فَاِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ اِلَيْنَا، فَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ، وَمَا كُنَّا نَتَغَدّٰى وَلَا نَقِيْلُ اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن بہت خوش ہوتے تھے' ہمارے پاس ایک بڑی بی تھیں جو ہمارے لیے ان چقندروں کی جڑوں کو اکھاڑتی تھیں' جن کو ہم نہروں کے پاس اگاتے تھے' وہ ان چقندروں کو اپنی دیگچی میں ڈالتیں اور ان میں جَو کے دانے ڈالتیں۔ ابوحازم نے کہا: میں نہیں جانتا مگر سہل نے یوں کہا کہ اس میں چربی ہوتی تھی نہ چکنائی' پس جب ہم جمعہ کی نماز پڑھتے تو ہم ان کی زیارت کے لیے جاتے تو وہ اس طعام کو ہمیں پیش کرتیں' سو ہم اس وجہ سے جمعہ کے دن خوش ہوتے تھے اور ہم جمعہ کی نماز کے بعد ہی کھانا کھاتے اور نیند لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں ''کتاب المزارعة'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں نہروں کے کنارے چقندر اُگانے کا ذکر ہے۔

۲۳۵۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ، وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ، وَيَقُوْلُوْنَ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ مِثْلَ اَحَادِيْثِهِ؟ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں' حالانکہ مجھے اللہ سے ملاقات کرنی ہے! (یعنی میں کیسے غلط روایت کر سکتا ہوں!) وہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا سبب ہے کہ (دیگر)

بِالْاَسْوَاقِ' وَاِنَّ اِخْوَتِیْ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ' وَكُنْتُ اِمْرَأً مِّسْكِيْنًا' اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِيْ' فَاَحْضُرُ حِيْنَ يَغِيْبُوْنَ' وَاَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ' وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ' ثُمَّ يَجْمَعَهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَّقَالَتِيْ شَيْئًا اَبَدًا. فَبَسَطْتُّ نَمِرَةً لَّيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا' حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ' ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ' فَوَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ' مَا نَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَتِهٖ تِلْكَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا' وَاللّٰهِ لَوْ لَا اٰيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ' مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا اَبَدًا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ (البقرہ:١٦٠_١٥٩).

مہاجرین اور انصار اتنی احادیث روایت نہیں کرتے جتنی ابوہریرہ احادیث روایت کرتے ہیں' اور بے شک مہاجرین میں سے جو میرے بھائی تھے' وہ بازاروں میں خرید وفروخت کرتے رہتے تھے اور انصار میں سے جو میرے بھائی تھے' ان کو کھیتی باڑی کے کام مشغول رکھتے تھے اور میں ایک مسکین آدمی تھا' پیٹ بھرنے کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتا تھا' اور جس وقت وہ (میرے دیگر بھائی) غیر حاضر ہوتے تھے' میں اس وقت حاضر ہوتا تھا' اور جن احادیث کو وہ بھول جاتے تھے میں ان کو یاد رکھتا تھا' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی اپنی چادر کو پھیلائے رکھے گا حتیٰ کہ میں اپنی اس بات کو مکمل کرلوں' پھر اس کو اپنے سینہ کے ساتھ اکٹھا کر کے اپنے سینہ کے ساتھ چمٹائے گا تو وہ میری احادیث کو کبھی نہیں بھولے گا' پس میں نے اپنی چادر کو پھیلایا اور میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چادر نہیں تھی' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات مکمل کر لی' پھر میں نے اس چادر کو اکٹھا کر کے اپنے سینہ کے ساتھ چمٹالیا' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! پھر میں آج تک آپ کی احادیث میں سے کوئی چیز نہیں بھولا' اور اللہ کی قسم! اگر قرآن مجید کی یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تمہیں کوئی حدیث بیان نہ کرتا' وہ دو آیتیں یہ ہیں: بے شک جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے روشن دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جب کہ ہم ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر چکے ہیں' تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں O البتہ جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کرلی اور (چھپائی ہوئی باتوں کو) ظاہر کردیا تو میں ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول فرمانے والا' بڑا مہربان ہوں O (البقرہ:١٦٠_١٥٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٨ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں کاشت کاری اور زراعت کا ذکر ہے۔

''کتاب المزارعة'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

آج ۵ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ/ ۱۴ مارچ ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ بعد نماز عصر نعمۃ الباری شرح بخاری کی چوتھی جلد مکمل ہوگئی۔ اے بارِالٰہ! جس طرح آپ نے یہ جلدیں مکمل کرادی ہیں اپنے فضل سے کرم سے صحیح بخاری کی شرح مکمل کرادیں۔

یہ آخری بحث ''کتاب المزارعۃ'' پر مشتمل ہے اس میں چالیس احادیث مرفوعہ ہیں ان میں نو تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں ان میں بائیس احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث اٹھارہ ہیں۔

نعمۃ الباری جلد رابع ۹ شعبان ۱۴۲۸ھ کو شروع کی گئی تھی اور ۵ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ میں اس کا اختتام ہوا اس طرح اس کی تکمیل ۶ ماہ ۲۴ دن میں ہوئی ہے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا
عقب ایوب منزل کراچی۔ ۳۸

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد رابع کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۲۴ اگست ۲۰۰۷ء	ابتداء کی گئی ۱۰ شعبان ۱۴۲۸ھ	جمعہ			۱۶۰۷
یکم ستمبر ۲۰۰۷ء	۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ	ہفتہ	۴۸	۴۸	۱۶۵۴
یکم اکتوبر ۲۰۰۷ء	۱۸ رمضان ۱۴۲۸ھ	پیر	۱۵۲	۱۸۰	۱۸۲۸
یکم نومبر ۲۰۰۷ء	۱۹ شوال ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۶۱	۳۴۱	۱۹۴۴
یکم دسمبر ۲۰۰۷ء	۲۰ ذیقعد ۱۴۲۸ھ	ہفتہ	۸۹	۴۳۰	۲۰۱۵
یکم جنوری ۲۰۰۸ء	۲۱ ذوالحج ۱۴۲۸ھ	منگل	۱۲۷	۵۵۷	۲۱۲۴
یکم فروری ۲۰۰۸ء	۲۲ محرم ۱۴۲۹ھ	جمعہ	۱۰۲	۶۵۵	۲۲۲۲
یکم مارچ ۲۰۰۸ء	۲۱ صفر ۱۴۲۹ھ	جمعہ	۹۵	۷۵۰	۲۳۲۲
۱۴ مارچ ۲۰۰۸ء	۵ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ	جمعہ	۵۰	۸۰۰	۲۳۵۰

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبد اللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبد الرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۷- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۸- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ

۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ دارارقم' بیروت

۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ

۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء

۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ

۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی' متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۰- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دارالرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ

۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت

۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ

۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳' سنن کبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ

۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دارالمامون التراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقیٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ

۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ

۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ دار بلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ

۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ

۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' مسند الطحاوی' مطبوعہ مکتبۃ الحرمین' الدبیٔ' ۱۴۲۶ھ

۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی'

بیروت' ۱۴۰۵ھ

۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبہ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت

۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ

۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبہ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ

۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ

۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبہ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ

۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ

۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

٦٩- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ٦٠٦ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ

٧٠- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ٦٥٦ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٠٧ھ دار ابن کثیر' بیروت' ١٤١٤ھ

٧١- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ٦٦٨ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

٧٢- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ٧٤٢ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

٧٣- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ٧٦٢ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ١٣٥٧ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ

٧٤- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ٨٠٧ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ١٤٠٢ھ

٧٥- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ٨٠٧ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ١٤٠٤ھ

٧٦- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ٨٤٠ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ

٧٧- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ٨٤٥ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

٧٨- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ٨٤٨ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

٧٩- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ٨٥٢ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

٨٠- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ١٣٩١ھ مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ ١٤٢٠ھ

٨١- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ١٤١٤ھ

٨٢- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' البدور السافرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ' دار ابن حزم' بیروت' ١٤١٤ھ

٨٣- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ

٨٤- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ

٨٥- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ٩٧٥ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

٨٦- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ٣١٠ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ١٤٠٩ھ' دار الفکر' بیروت

٨٧- امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ٣٢٧ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ

٨٨- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ٣٣٣ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ

٨٩- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ٤٦٨ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ۶۰۶ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۹۱- علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۹۲- قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ۶۸۵ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر
۹۳- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ۷۱۰ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور
۹۴- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ' لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ' شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ
۹۸- حافظ ابوعمرو ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۹۹- حافظ ابوعمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور' ۱۴۰۴ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ' اکمال المعلم بفوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ' کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ
۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری' متوفی ۶۵۶ھ' مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت
۱۰۳- علامہ ابوعبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی' متوفی ۶۶۱ھ' کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۲ھ
۱۰۴- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' المتوفی ۶۵۶ھ' المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی' متوفی ۷۹۵ھ' فتح الباری' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ
۱۰۸- علامہ ابوعبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ھ' اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر' بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ' دار الکتب

العلمیہ'۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ'شرح سنن ابوداؤد'مطبوعہ مکتبۃ الرشید'ریاض'۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ'مکمل اکمال المعلم'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۱۵ھ

۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی'متوفی ۹۱۱ھ'ارشادالساری'مطبوعہ مطبعہ میمنہ'مصر'۱۳۰۶ھ

۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ'التوشیح علی الجامع الصحیح'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۲۰ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ'الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج'مطبوعہ ادارۃ القرآن'کراچی'۱۴۱۲ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ'تنویرالحوالک'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۱۸ھ

۱۱۸- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ'تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۲۵ھ

۱۱۹- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی'متوفی ۱۰۰۳ھ'فیض القدیر'مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت'۱۳۹۱ھ'مکتبہ نزار مصطفی الباز'مکہ مکرمہ'۱۴۱۸ھ

۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی'متوفی ۱۰۰۳ھ'شرح الشمائل'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع'کراچی

۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری'متوفی ۱۰۱۴ھ'جمع الوسائل'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع'کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری'متوفی ۱۰۱۴ھ'شرح مسند ابی حنیفہ'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۰۵ھ

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری'متوفی ۱۰۱۴ھ'مرقات'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان'۱۳۹۰ھ'مکتبہ حقانیہ'پشاور

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری'متوفی ۱۰۱۴ھ'الاسرار المرفوعۃ'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۰۵ھ

۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی'متوفی ۱۳۲۳ھ'لامع الدراری علی جامع البخاری'مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

۱۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی'متوفی ۱۰۵۲ھ'اشعۃ اللمعات'مطبوعہ مطبع تیج کمار'لکھنو

۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی'متوفی ۱۲۵۰ھ'تحفۃ الذاکرین'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ'مصر'۱۳۵۰ھ

۱۲۸- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری'متوفی ۱۳۲۵ھ'تحفۃ الاحوذی'مطبوعہ نشر السنہ ملتان'داراحیاء التراث العربی'بیروت'۱۴۱۹ھ

۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری'متوفی ۱۳۵۲ھ'فیض الباری'مطبوعہ مطبع حجازی'مصر'۱۳۵۷ھ

۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی'متوفی ۱۳۶۹ھ'فتح الملہم'مطبوعہ مکتبۃ الحجاز'کراچی

۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی'اوجز المسالک الی مؤطا مالک'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۲۰ھ

۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی'انعام الباری'مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان'کشف الباری'مکتبہ فاروقیہ'کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری'متوفی ۲۵۶ھ'التاریخ الکبیر'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۲۲ھ

۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی'متوفی ۳۰۳ھ'منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل'دارالاحیاء التراث العربی'بیروت'۱۴۲۴ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۴ھ' کشف الخفاء و مزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۱- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت و فضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ

۱۶۴- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم بیروت

۱۶۵- حافظ ابوعمر و یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۶۷- علامہ عبد الرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد

۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران

۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۷۲- شیخ ابوعبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ التوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۷۳- علامہ تاج الدین ابونصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ

۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زُرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ' افغانستان' ۱۴۰۵ھ
۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ۵۹۲ھ' شرح الزیارات' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین و آخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان
۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ' المحیط البرہانی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ
۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ھ
۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ
۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴' فتح باب العنایۃ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی' ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی' کوئٹہ
۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ
۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رد المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۳ھ
۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، مطبوعہ دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ

۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، الکافی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت

۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی ۹۶۰ھ، کشاف القناع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ